عقیدۂ ختمِ نبوّت
شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری
منہاج القرآن پبلیکیشنز

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

ترتیب و تخریج:

محمد علی قادری

منہاج القرآن پبلیکیشنز

365- ایم، ماڈل ٹاؤن لاہور، فون: 5168514، 140-140-111 (42-92+)

یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور، فون: 7237695 (42-92+)

www.Minhaj.org - sales@Minhaj.org

نام کتاب	:	عقیدۂ ختمِ نبوت
تصنیف	:	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری
ترتیب و تخریج	:	محمد علی قادری
نظر ثانی	:	ڈاکٹر علی اکبر الازہری
پروف ریڈنگ	:	ضیاء نیّر
زیرِ اِہتمام	:	فریدِ ملّتؒ رِیسرچ اِنسٹی ٹیوٹ Research.com.pk
مطبع	:	منہاج القرآن پرنٹرز، لاہور
اِشاعتِ اوّل تا ہفتم	:	جنوری 1999ء تا فروری 1999ء (7,700)
اِشاعتِ ہشتم	:	اپریل 2008ء
تعداد	:	3,300
قیمت پریمئر کاغذ	:	-/440 روپے

❁❁❁

نوٹ: شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تمام تصانیف اور خطبات و لیکچرز کے کیسٹس اور CDs سے حاصل ہونے والی جملہ آمدنی اُن کی طرف سے ہمیشہ کے لیے **تحریکِ منہاج القرآن** کے لیے وقف ہے۔

(ڈائریکٹر منہاج القرآن پبلی کیشنز)

sales@minhaj.org
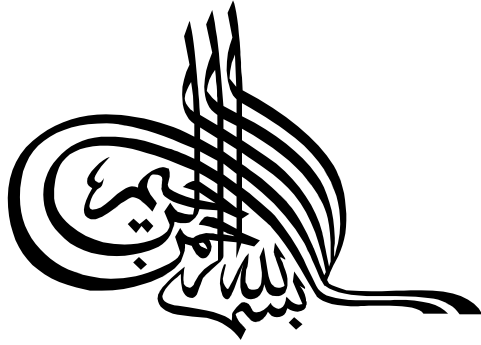
مَولَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

وَلَا الْتَمَسْتُ غِنَی الدَّارَیْنِ مِنْ یَّدِهٖ
اِلَّا اسْتَلَمْتُ النَّدٰی مِنْ خَیْرِ مُسْتَلَمِ

﴿صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَ بَارَکَ وَسَلَّمَ﴾

حکومتِ پنجاب کے نوٹیفکیشن نمبر ایس او (پی۔ا) ۴-۱/ ۸۰ پی آئی وی، مؤرّخہ ۳۱ جولائی ۱۹۸۴ء؛ حکومتِ بلوچستان کی چٹھی نمبر ۸۷-۴-۲۰ جنرل وایم ۴/ ۹۷۰-۲۳، مؤرّخہ ۲۶ دسمبر ۱۹۸۷ء؛ حکومتِ شمال مغربی سرحدی صوبہ کی چٹھی نمبر ۱۲۴۴۱-۶۷ این۔ا / اے ڈی (لائبریری)، مؤرّخہ ۲۰ اگست ۱۹۸۶ء؛ اور حکومتِ آزاد ریاست جموں وکشمیر کی چٹھی نمبر س ت/ اِنتظامیہ ۶۳-۶۱۰۸۰/ ۹۲، مؤرّخہ ۲ جون ۱۹۹۲ء کے تحت ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی تصنیف کردہ کتب تمام سکولز اور کالجز کی لائبریریوں کے لئے منظور شدہ ہیں۔

اِجمالی فہرست

عنوانات	صفحہ

فہرس

عنوانات	صفحہ
۶۔قرآن و حدیث کی روشنی میں عقیدۂ ختم نبوت کی قطعیت	۷۹
۷۔ایمان و عقیدہ کا مرکز و محور ذاتِ مصطفیٰ ﷺ ہے	۸۱
باب دُوُم	
ختم اور خاتم کا معنیٰ و مفہوم	۹۳
ائمہ لغت کے نزدیک خاتم کا معنی	۱۰۰
لفظِ خاتم کی لغوی تحقیق	۱۰۱
۱۔امام ابو منصور محمد بن احمد الازہری (۲۸۲۔۳۷۰ھ)	۱۰۲
۲۔امام اسماعیل بن عباد (۳۲۶۔۳۸۵ھ)	۱۰۳
۳۔امام ابن حماد الجوہری (م ۳۹۳ھ)	۱۰۴
۴۔امام احمد بن فارس بن زکریا (م ۳۹۵ھ)	۱۰۴
۵۔امام راغب اصفہانی (م ۵۰۲ھ)	۱۰۵
۶۔امام محمد بن اثیر جزری (م ۶۰۶ھ)	۱۰۵
۷۔علامہ ابو الفضل محمد بن عمر بن خالد القرشی (أتمہ ۶۸۱ھ)	۱۰۶
۸۔علامہ ابن منظور الافریقی (م ۷۱۱ھ)	۱۰۶
۹۔علامہ محمد بن ابی بکر الرازی (م ۷۲۱ھ)	۱۰۸

صفحہ	عنوانات
۲۱۲	۱۹۔ رسالتِ مصطفیٰ ﷺ پر ایمان لانے کا حکم تمام انسانوں کو دیا گیا
۲۱۲	۲۰۔ حضور ﷺ کی لائی ہوئی ہدایت تمام جہان والوں کے لیے نصیحت ہے
۲۱۳	۲۱۔عمومِ بعثتِ مصطفیٰ ﷺ کے بعد نئے نبی کی ضرورت باقی نہ رہی
۲۱۴	(۱) جب تک مملکتِ خدا ہے تب تک رسالتِ مصطفیٰ ﷺ ہے
۲۱۵	(۲) قیامت تک نبوتِ محمدی ﷺ کا فیضان جاری رہے گا
۲۱۶	(۳) نظامِ نبوت میں ظلّی و بروزی وغیرہ کی کوئی تقسیم نہیں
۲۱۷	۲۲۔حضور ﷺ کی رحمتِ عامہ سے ختمِ نبوت پر اِستدلال
۲۱۸	۲۳۔حضور ﷺ کے پوری انسانیت کے لیے بشیر و نذیر ہونے سے اِستدلال
۲۱۸	۲۴۔حضور ﷺ قرآن کے ذریعے تمام جہانوں کو ڈر سنانے والے ہیں
۲۱۹	۲۵۔ ذاتِ محمدی ﷺ کا دلیلِ قاطع ہونا آپ ﷺ کی ختمِ نبوت کی دلیل ہے
۲۲۰	۲۶۔ رسالتِ محمدی ﷺ پر ایمان لانے میں ہی انسانیت کی بہتری ہے

صفحہ	عنوانات
۲۳۹	۳۶۔ صرف حضور ﷺ ہی کی نبوت و رِسالت پر ایمان لانے کا حکم
۲۳۹	۳۷۔ حضور ﷺ ہی کی نبوت و رسالت پر ایمان لانے والے مومن ہیں
۲۴۰	۳۸۔ صرف حضور نبی اکرم ﷺ پر ایمان لانے اور آپ ﷺ کی تعظیم و توقیر بجا لانے میں ہی کامیابی کی ضمانت ہے
۲۴۱	۳۹۔ حضور ﷺ پر ایمان لانا ہی رحمت و بخششِ خداوندی کا ذریعہ ہے
۲۴۲	۴۰۔ حضور ﷺ پر ایمان لانا ہی عذاب آخرت سے نجات کا ذریعہ ہے
۲۴۳	۴۱۔ حضور نبی اکرم ﷺ پر ایمان لانے والوں کے لیے ہی بہت بڑے اجر کا وعدہ ہے
۲۴۴	۴۲۔ حضور ﷺ پر نازل کی گئی کتاب پر ایمان لانے سے گناہوں کا خاتمہ
۲۴۴	۴۳۔ قیامت تک مطاعِ مطلق صرف حضور نبی اکرم ﷺ ہیں
۲۴۵	۴۴۔ اہل ایمان کو اطاعتِ الٰہی اور اطاعتِ مصطفیٰ ﷺ کا حکم
۲۴۵	۴۵۔ اطاعتِ الٰہی کی طرح اطاعتِ مصطفیٰ ﷺ کا حکم بھی دائمی ہے

عنوانات	صفحہ

صفحہ	عنوانات

صفحہ	عنوانات

صفحہ	عنوانات

صفحہ	عنوانات

صفحہ	عنوانات

عنوانات	صفحہ

عنوانات	صفحہ

صفحہ	عنوانات

پیش لفظ

مسئلہ ختمِ نبوت عقائد کے باب میں انتہائی حساس اور بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔حضور نبی اکرم ﷺ کا **خاتم النبیین** ہونا قرآن و حدیث کی صریح نصوص سے ثابت ہے۔ اس میں ذرّہ برابر شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ ختمِ نبوت اساسِ ایمان اور مدارِ ایمان ہے، اس پر ایمان لانا ضروریاتِ دین میں سے ہے۔ یہ وہ بنیادی پتھر ہے جس پر اسلام کی عظیم الشان عمارت قائم ہے اور اگر اسے ہٹا دیا جائے تو یہ عمارت دھڑام سے نیچے گر جائے گی۔ یہی وجہ ہے کہ ہر دور میں امت کا سوادِ اعظم تحفظِ ختم نبوت کو اپنے ایمان کا مسئلہ سمجھتا آیا ہے۔ اس مسئلے کی نزاکت و اہمیت کے پیش نظر کوئی مسلمان - خواہ اس کا تعلق کسی بھی مسلک و مشرب سے ہو - اس کی راہ میں حائل مصلحت و ضرورت کو برداشت نہیں کرتا اور وہ منکرینِ ختمِ نبوت کی طرف سے کھڑی کی گئی ہر دیوار کو گرا دینے میں کوتاہی اور سہل انگاری کا تصور بھی نہیں کرسکتا اگرچہ اس کے لئے اسے بڑی سے بڑی قربانی حتیٰ کہ جان سے بھی کیوں نہ ہاتھ دھونا پڑے۔

تحفظِ ختمِ نبوت کے لئے سب سے پہلے یارِ غار و بدر و حنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہر قسم کی مصلحت کو بالائے طاق رکھتے ہوئے جھوٹے مدعیانِ نبوت کے خلاف جہاد بالسیف کیا حالانکہ اوائلِ اسلام کے اس زمانے میں کئی فتنے سر اٹھا رہے تھے لیکن خلیفہ اول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فقید المثال جرأت و پامردی سے منکرینِ ختمِ نبوت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور اُس وقت تک چین سے نہ بیٹھے جب تک اُس فتنے کی سرکوبی نہ ہوگئی۔

دورِ حاضر میں انکارِ ختمِ نبوت کا سب سے بڑا فتنہ فتنۂ قادیانیت ہے جس کو ان

تمام اسلام دشمن قوتوں کی مکمل حمایت اور تائید حاصل ہے جو اللہ تعالیٰ کے آخری اور کامل دین اسلام میں رخنہ اندازی کے لئے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتے اور اسلامی جذبۂ جہاد کو سرد کرنے کے لئے برطانوی استعمار کے قائم کردہ اس گروہ کو ماضی کی طرح تقویت دینے کا عمل اب بھی شدّ و مد سے جاری رکھے ہوئے ہیں۔

تحریکِ منہاج القرآن تحفظِ ناموسِ رسالت اور عشقِ رسول ﷺ کی تحریک ہے۔ بانیٔ تحریک شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ العالی کے شب و روز اَفرادِ اُمت کے دلوں میں موجود عشقِ مصطفیٰ ﷺ کی چنگاری کو شعلہ جوالہ بنانے کے لئے وقف ہیں۔ ان کی تمام ترجد و جہد کا مرکز ومحور ذاتِ مصطفیٰ ﷺ ہے۔ ان کی تصنیف و تالیف کا محور بھی اسی نقطہ کے گرد گھومتا نظر آتا ہے۔ اس حوالے سے تحفظِ ناموسِ رسالت آپ کی اوّلین ترجیح رہی ہے۔حرمتِ رسولِ کائنات ﷺ کی خاطر خود وہ اور ان کا ہر کارکن قربانی کے بے مثال جذبے سے سرشار ہے۔ خاتم النبیین حضور نبی اکرم ﷺ کی عزت و ناموس کے تحفظ کے حوالے سے ان کی خدمات تاریخی اور قابل قدر ہیں، جس کا ایک ثبوت ۲۴ اکتوبر ۱۹۸۸ء کو مینار پاکستان لاہور کے وسیع وعریض میدان میں منعقد ہونے والی عالمی ختمِ نبوت کانفرنس ہے۔

زیرِ نظر کتاب اِسی لازوال سلسلہ عشق و وفا کی ایک کڑی ہے۔ یہ کتاب شیخ الاسلام مدظلہ العالی کے اندرون و بیرون ملک ختم نبوت اور ردِّ قادیانیت کے حوالے سے مختلف مواقع پر دیے گئے پُرمغز دروس و خطبات کی ترتیب و تدوین ہے، جس کی سعادت راقم الحروف کے حصہ میں آئی ہے جبکہ نظر ثانی کا اہم فریضہ محترم ڈاکٹر علی اکبر الازہری ڈائریکٹر FMRI نے مسودہ کتاب کو کاملاً اور محترم علامہ محمد الیاس اعظمی نے جزواً ملاحظہ فرما کر ادا کیا ہے۔قبل ازیں شعبہ ختمِ نبوت تحریکِ منہاج القرآن کے زیرِ اہتمام محترم الحاج نذیر مغل (مرحوم) نے ''عقیدۂ ختم نبوت اور فتنہ قادیانیت'' کے نام سے شیخ الاسلام مدظلہ العالی کے خطبات شائع کیے جن کی ترتیب و تدوین محترم سید صدیق شاہ بخاری نے کی۔

اس کتاب کو زیرِ نظر کتاب میں حذف و اِضافہ و ترمیم کے ساتھ ضم کر دیا گیا ہے۔

اس کتاب کا مطالبہ مختلف حلقوں کی طرف سے طویل عرصہ سے کیا جا رہا تھا۔ اُمید واثق ہے کہ اس کی اشاعت سے یہ دیرینہ ضرورت بطریقِ احسن پوری ہو سکے گی۔ عالمی سطح پر تحفظِ ختمِ نبوت پر کام کرنے والے افراد اور اداروں کے لئے اس کتاب کے بالاستیعاب مطالعہ سے جہاں قادیانیت کے بہت سے گوشے بے نقاب ہوں گے وہیں یہ توقع بھی کی جاتی ہے کہ خود صائب الفکر قادیانیوں کے لئے اس کا مطالعہ چشم کشا ہوگا اور وہ تائب ہوکر اپنی دنیا و آخرت کی فوز و فلاح کا سامان کریں گے۔

محمد علی قادری

(سینئر ریسرچ سکالر)

فریدِ ملّت ؒ رِیسرچ اِنسٹی ٹیوٹ

۲۲ ربیع الثانی، ۱۴۲۹ھ بمطابق ۲۹ اپریل، ۲۰۰۸ء

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ

محمد اکرم

محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور سب انبیاء کے آخر میں (سلسلۂ نبوت ختم کرنے والے ہیں)۔

(الاحزاب، ۳۳: ۴۰)

حصہ اَوّل

عقیدۂ ختمِ نبوت

(قرآن و حدیث اور اَقوالِ اَئمہ کی روشنی میں)

بابِ اوّل

عقیدۂ ختمِ نبوت کا اِجمالی جائزہ

اللہ جل جلالہ تمام کائنات کا خالق و مالک اور پروردگار ہے۔ اس کا نظامِ ربوبیت کائنات کے ہر ہر وجود کو انتہائی سادہ اور پست ترین حالت سے اٹھا کر درجہ بدرجہ منتہائے کمال تک پہنچا رہا ہے۔ اس نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں چنانچہ اس نے اَمرِ کُنْ سے یہ بسیط و عریض کائنات اور اس کے اندر موجود مختلف جہان پیدا فرمائے۔ آسمان تخلیق کیے، ان کو بلندیاں عطا کیں۔ فضائی طبقات بنائے، انہیں وسعتیں بخشیں۔ ناپیدا کنار سمندر بنائے، انہیں تموج عطا کیا۔ پہاڑ بنائے، انہیں ہیبت و جلال سے نوازا۔ غرضیکہ ہر ذی روح اور بے روح کو وجود عطا کیا اور اس میں اپنی صفات و کمالات اور حسن و جمال کے کسی نہ کسی پہلو کا عکس اتار دیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

سَنُرِيهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيٓ أَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ. (١)

''ہم عنقریب انہیں اپنی نشانیاں اطرافِ عالم میں اور خود ان کی ذاتوں میں دکھا دیں گے یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے گا کہ وہی حق ہے۔''

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کائناتِ پست و بالا میں ہر سو اپنے حسن و جمال کے جلوے بکھیر دیئے اور اس بزمِ ہستی کو اپنے حسنِ لازوال کا مظہر بنا دیا۔ کائنات کے ہر ہر گوشے میں اس کی صفاتِ مطلقہ کی جلوہ نمائیاں اور اس کے جمالِ جہاں آرا کی رعنائیاں دامن کش قلب و نظر ہوئیں، جب قدرتِ خداوندی نے آرائشِ عالم کا سامان کر لیا اور یہ عالم رنگ و بو ہر طرح کی حیات کے لیے سازگار ہوگیا تو مشیتِ الٰہیہ نے چاہا کہ کسی ایسی ہستی کو خلعت وجود عطا کی جائے جس میں حسن و جمالِ ایزدی کے تمام جلوے مجتمع ہوں چنانچہ

---

(١) حم السجدة، ٤١: ٥٣

اس ارادۂ الوہیت کی تکمیل میں کارخانۂ کائنات میں انسان کو خلعتِ وجود عطا ہوئی۔ ربِ کائنات نے ارشاد فرمایا:

لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِیۡۤ اَحۡسَنِ تَقۡوِیۡمٍ ۝[1]

”بے شک ہم نے انسان کو بہترین (اعتدال و توازن والی) ساخت میں پیدا فرمایا ہے۔“

اللہ ﷻ نے انسان کو اس انداز سے تخلیق فرمایا کہ ساری کائنات کے جملہ مظاہرِ حسن اس کے پیکر میں سمٹ آئے۔ اس کے اندر ملائکہ کی حقیقت بھی رکھ دی گئی اور حیوانات کی حقیقت بھی۔ اسے جمادات کی حقیقت بھی عطا کر دی گئی اور نباتات کی حقیقت بھی۔ انسان کو ربِ کائنات نے اپنے قہر وغضب کی مظہریت بھی عطا کی اور رافت و محبت کی آئینہ داری بھی۔ غرضیکہ اسے عالمِ پست و بالا کے جملہ محامد و محاسن کا مرقع بنا کر منصۂ شہود پر جلوہ گر کیا گیا۔

ا۔ پیکرِ نبوت شانِ ربوبیت کا مظہرِ اَتم ہے

تقاضائے ربوبیت کی تکمیل میں جب جملہ مظاہر حضرت انسان میں مجتمع ہو چکے تو مشیتِ ایزدی نے چاہا کہ اب عالمِ انفس و آفاق میں کسی ایسے پیکر کو خلعتِ وجود عطا کی جائے جو تمام اوصاف و کمالاتِ انسانیت کا جامع اور حسنِ الوہیت کے تمام مظاہر کا عکاس ہو۔ اس میں انوار و تجلیاتِ الٰہیہ اپنے پورے نکھار اور کامل شانِ مظہریت کے ساتھ جلوہ گر ہوں۔ چنانچہ اس ارادۂ ایزدی کی تکمیل میں خلاّقِ عالم نے پیکرِ نبوت کو وجود بخشا۔ حسنِ الوہیت کے تمام جلوے جو پیکرِ انسانیت میں موجود تھے، ذاتِ ربوبیت کے مظاہر و کمالات جو مختلف طبقاتِ انسانی میں منتشر تھے وجودِ نبوت میں مجتمع کر دیئے گئے اور اس طرح پیکرِ نبوت مظاہرِ حسنِ الوہیت کا امین بن کر معرضِ وجود میں آ گیا۔ حسن و جمالِ نبوت کی

---

(۱) التین، ۹۵: ۴

مختلف شانیں حاملانِ نبوت میں درجہ بدرجہ تقسیم ہونے لگیں اس طرح کہ ہر حاملِ نبوت جداگانہ شانِ مظہریت کے ساتھ حسنِ الوہیت کی تجلیات کا گہوارہ بنا اور کائناتِ نبوت جملہ مظاہرِ ربوبیت کی امین قرار پائی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ.(۱)

''یہ سب رسول (جو ہم نے مبعوث فرمائے) ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔''

پیکرانِ نبوت کو ایک دوسرے پر کسی خاص فضیلت و خصوصیت کے حوالے سے فوقیت و برتری عطا ہوئی۔ کوئی کسی کمال میں یکتا ہوا تو کوئی کسی اعتبار سے ممتاز و یگانہ ہوا۔ الغرض کائناتِ نبوت جملہ محاسنِ ربوبیت اور کمالاتِ الوہیت کی جلوہ گاہ بن گئی۔

تمام پیکران نبوت و رسالت منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوگئے تو رب العالمین کی مشیت نے چاہا کہ کوئی ایسا پیکر نبوت بھی عالم میں ظہور پذیر ہو جس میں کائنات نبوت کے تمام تر محاسن اور خوبیاں جمع ہوں۔ جو حسنِ الوہیت کا مظہرِ اتم بھی ہو اور تمام کمالات و خصائصِ نبوت کا خلاصہ و مرقع بھی ہو۔ جملہ حاملانِ نبوت کو جو گونا گوں فضیلتیں اور اوصاف و کمالات حاصل ہیں اس محبوب ترین ہستی کے پیکر دلربا میں اپنے نقطۂ کمال کو پہنچے ہوئے ہوں۔ چنانچہ جب مشیت ایزدی کو یہ منظور ہوا کہ حسنِ کائناتِ نبوت اپنے اتمام کو پہنچے تو ''ذاتِ محمدی ﷺ'' کو ظہور عطا فرما دیا۔ پیکرِ کمالاتِ نبوت وجودِ مصطفیٰ ﷺ میں ڈھل کر سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی گود میں تشریف لے آیا۔

مبدءِ فیض رب ذوالجلال کا حسنِ سرمدی پھیلا تو کائناتِ بسیط کو وجود ملا اور سمٹا تو وجودِ مصطفوی ﷺ ظہور قدسی کی صورت میں منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوا۔ وہ پیکر نبوت جس کا آغاز مخلوقِ انسانی کے جد اعظم حضرت آدم علیہ السلام سے ہوا تھا تکمیل کی ارتقائی

(۱) البقرہ، ۲: ۲۵۳

منزلیں طے کرتا ہوا کمالِ حسن ایزدی کی شان مظہریت کا پرتو بن کر حقیقتِ مصطفوی ﷺ کے قالب میں ڈھل گیا۔ یہاں ہم قدرے اختصار سے دیباچۂ کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی تکمیلِ نبوت تک کے ارتقائی سفر کا جائزہ لیں گے۔

۲۔ پیکرِ مصطفیٰ ﷺ سلسلۂ نبوت کا مرجع ہے

ہم یہاں اجمالی طور پر اس امر کا جائزہ لیتے ہیں کہ کس طرح سلسلۂ نبوت کا حسن وجود مصطفیٰ ﷺ میں اپنے تمام و کمال کو پہنچا۔ دیگر جتنے بھی انبیاء علیہم السلام آئے وہ ظہورِ آدم علیہ السلام سے ولادتِ مسیح علیہ السلام تک نسلِ انسانیت کا مرجع تھے، جبکہ حضور ﷺ سلسلۂ نبوت کا مرجع بن کر سب سے آخر میں تشریف لائے۔ ارشادِ ربانی ہے:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ.(۱)

”اور (اے محبوب! وہ وقت یاد کریں) جب اللہ نے انبیاء سے پختہ عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتاب اور حکمت عطا کر دوں پھر تمہارے پاس وہ (سب پر عظمت والا) رسول (ﷺ) تشریف لائے جو ان کتابوں کی تصدیق فرمانے والا ہو جو تمہارے ساتھ ہوں گی تو ضرور بالضرور ان پر ایمان لاؤ گے اور ضرور بالضرور ان کی مدد کرو گے۔“

اب جہاں دنیا میں پائے جانے والے مختلف طبقاتِ انسانی کے لیے انبیاء پر ایمان لانا لازم ٹھہرا وہاں میثاقِ ازل کے مطابق قدسی صفات حاملانِ نبوت کو آپ ﷺ پر ایمان لانے کا پابند ٹھہرایا گیا۔ ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک انبیاء کو دین ملا ہے تو خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو تکمیل دین کی نعمت عطا ہوئی۔ دیگر انبیاء کو اللہ کی بارگاہ سے نعمتِ نبوت ملی اور آپ ﷺ کو اتمامِ نعمت کی شان نصیب ہوئی۔

(۱) آل عمران، ۳: ۸۱

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِیْ. (۱)

''آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی۔''

دیگر انبیاء و رسل کسی نہ کسی مخصوص انسانی گروہ، طبقے یا جماعت کی طرف مبعوث ہوئے جبکہ آپ ﷺ ابدالآباد تک جملہ کائنات انسانی کی جانب بھیجے گئے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا. (۲)

''آپ فرما دیں اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول (بن کر آیا) ہوں۔''

گروہِ انبیاء کے دیگر ذی وجاہت افراد کو زمان و مکان کی حدود میں انذار ملا تو آپ ﷺ کو ان حدود سے ماوراء شانِ انذار عطا ہوئی۔ ارشاد فرمایا گیا:

تَبَارَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعَالَمِيْنَ نَذِيْرًا ○ (۳)

''(وہ اللہ) بڑی برکت والا ہے جس نے (حق و باطل میں فرق اور) فیصلہ کرنے والا (قرآن) اپنے (محبوب و مقرب) بندہ پر نازل فرمایا تاکہ وہ تمام جہانوں کے لیے ڈر سنانے والا ہو جائے ○''

دیگر انبیاء بلاشبہ رحمتِ حق کے مظہر تھے لیکن آپ ﷺ کو رب العزت نے سراسر اپنی رحمت قرار دیا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ○ (۴)

---

(۱) المائدة، ۵: ۳

(۲) الاعراف، ۷: ۱۵۸

(۳) الفرقان، ۲۵: ۱

(۴) الانبیاء، ۲۱: ۱۰۷

''اور (اے رسولِ محتشم!) ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کرo''

گویا آپ ﷺ کو صرف رحمت نہیں بلکہ سرچشمۂ رحمت بنا کر بھیجا گیا اور آپ ﷺ کی رحمت محدود نہیں بلکہ دنیا و عقبیٰ کو محیط ہے۔ دیگر انبیاء علیہم السلام کو خاص خطۂ زمین کی نوازشات عطا ہوئیں تو آپ ﷺ کو کائنات ارض و سما کے خزانے ارزانی فرمائے گئے۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

أُعْطِيْتُ مَفَاتِيْحَ خَزَائِنِ الْأَرْضِ.[1]

''مجھے دنیا کے تمام خزانوں کی کنجیاں عطا کر دی گئی ہیں۔''

۳۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی شانِ ختمِ نبوت

وجودِ مصطفیٰ ﷺ میں جملہ محاسن و کمالاتِ نبوت اس نقطۂ کمال تک پہنچے کہ اب قصرِ نبوت کا اور کوئی گوشہ تشنۂ تکمیل نہ رہا اور نبوت کی رفیع الشان عمارت ہر لحاظ سے مکمل ہو گئی تو سلسلہ نبوت و رسالت کو ختم کر کے آپ ﷺ کے سرِ انور پر ختم نبوت کا تاج سجا

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الجنائز، باب الصّلوۃ علی الشہید، ۱: ۴۵۱، رقم: ۱۲۷۹

۲۔ بخاری، الصحیح، کتاب المغازی، باب أحد یحبنا و نحبہ، ۴: ۱۴۹۸، رقم: ۳۸۵۷

۳۔ بخاری، الصحیح، کتاب الرقائق، باب ما یحذر من زہرۃ الدنیا، ۵: ۲۳۶۱، رقم: ۶۰۶۲

۴۔ بخاری، الصحیح، کتاب الرقائق، باب فی الحوض، ۵: ۲۴۰۸، رقم: ۶۲۱۸

۵۔ مسلم، الصحیح، کتاب الفضائل باب اثبات حوض، ۴: ۱۷۹۵، رقم: ۲۲۹۶

دیا گیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ط وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمًا○ (۱)

''محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور سب انبیاء کے آخر میں (سلسلہ نبوت ختم کرنے والے) ہیں، اور اللہ ہر چیز کا خوب علم رکھنے والا ہے○''

حضور رحمتِ عالم ﷺ نے اپنے خاتم النبیین ہونے کی خصوصیت کا خود اعلان فرمایا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدِانْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِیْ وَلَا نَبِيَّ. (۲)

''سلسلہ نبوت و رسالت منقطع ہو چکا ہے سو میرے بعد نہ کوئی رسول ہو گا اور نہ کوئی نبی۔''

اپنی شانِ خاتمیت کا اظہار آقائے نامدار ﷺ نے ایک مقام پر انتہائی

(۱) الاحزاب، ۳۳: ۴۰

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب الرؤیا، باب ذهبت النبوة وبقيت المبشرات، ۴: ۵۳۳، رقم: ۲۲۷۲

۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۲۶۷، رقم: ۱۳۸۵۱

۳۔ حاکم، المستدرک علی الصحیحین، ۴: ۴۳۳، رقم: ۸۱۷۸

۴۔ ابو یعلی نے 'المسند (۷: ۳۸، رقم: ۳۹۴۷)' میں یہ حدیث مختصر الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے۔

۵۔ ابن ابی شیبہ نے 'المصنف (۶، ۱۷۳، رقم: ۳۰۴۵۷)' میں یہ حدیث مختصر الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے۔

۶۔ مقدسی، الأحادیث المختارة، ۷: ۲۰۶، رقم: ۲۶۴۵

اچھوتے تمثیلی انداز میں اس طرح بھی فرمایا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ مَثَلِي وَمَثَلَ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِي كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنَى بَيْتًا، فَأَحْسَنَهُ وَأَجْمَلَهُ إِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ مِنْ زَاوِيَةٍ، فَجَعَلَ النَّاسُ يَطُوفُونَ بِهِ وَيَعْجَبُونَ لَهُ، وَيَقُولُونَ: هَلَّا وُضِعَتْ هَذِهِ اللَّبِنَةُ؟ قَالَ: فَأَنَا اللَّبِنَةُ، وَأَنَا خَاتِمُ النَّبِيِّينَ. (۱)

’’بیشک میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال ایک ایسے شخص کی طرح ہے جس نے ایک گھر تعمیر کیا اور اسے بہت خوبصورت اور عمدہ بنایا لیکن ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ رہنے دی، لوگ اس گھر کے گرد چکر لگاتے اور اس پر خوشی کا اظہار کرتے اور کہتے یہ اینٹ کیوں نہیں لگائی گئی پس میں ہی قصرِ نبوت کی وہ آخری خشت ہوں اور میں ہی آخری نبی ہوں۔‘‘

سلسلہ انبیاء کے ختم ہونے کے بعد قصرِ نبوت کی تعمیر حبیب خدا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثتِ سعیدہ کے ساتھ مکمل ہوگئی، لہٰذا اب جو کوئی دعویٰ نبوت کرے گا کذاب ہوگا۔

۴۔ ذکرِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رِفعت اور شانِ خاتمیت

تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ ختم نبوت کو مزید اجاگر کرنے کے لیے اللہ رب العزت نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رفعتِ ذکر کی خلعتِ فاخرہ سے بھی نوازا، ارشاد فرمایا:

وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ ○ (۲)

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب المناقب، باب خاتم النبیین، ۳: ۱۳۰۰، رقم: ۳۳۴۲

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الفضائل، باب ذکر کونہ خاتم النبیین، ٦: ۱۷۹۰، ۱۷۹۱، رقم: ۲۲۸٦

(۲) الم نشرح، ۹۴: ۴

''اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا ذکر (اپنے ذکر کے ساتھ ملا کر دنیا و آخرت میں ہر جگہ) بلند فرما دیاo''

اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کے ذکر کو اتنا بلند کر دیا کہ جہاں اپنا ذکر فرمایا، ساتھ ہی اپنے حبیب ﷺ کا ذکر کیا اور جہاں رسول ﷺ کا ذکر کیا وہیں اپنا ذکر فرمایا تاکہ سب کو علم ہو جائے کہ قیامت تک آنے والے زمانوں کے لیے یہی میرا آخری رسول ﷺ ہے۔ اب رہتی دنیا تک جہاں اللہ کا نام آئے گا وہیں رسولِ آخر و اعظم ﷺ کا نام آئے گا۔ قرآن مجید کی درج ذیل آیات سے ہر صاحبِ عقل وفہم کو اندازہ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ کس طرح اپنے نام کے ساتھ اپنے محبوب ﷺ کا ذکر فرماتا ہے اور آپ ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت اور آپ ﷺ کی محبت کو اپنی محبت قرار دیتا ہے:

۱۔ قُلۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوۡنِى يُحۡبِبۡكُمُ اللّٰهُ.(۱)

''(اے حبیب!) آپ فرما دیں: اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو تب اللہ تمہیں (اپنا) محبوب بنا لے گا۔''

۲۔ قُلۡ اَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوۡلَ‌ۚ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الۡكٰفِرِيۡنَo(۲)

''آپ فرما دیں کہ اللہ اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کرو پھر اگر وہ روگردانی کریں تو اللہ کافروں کو پسند نہیں کرتاo''

۳۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَاَطِيۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَاُولِى الۡاَمۡرِ مِنۡكُمۡ‌ۚ فَاِنۡ تَنَازَعۡتُمۡ فِىۡ شَىۡءٍ فَرُدُّوۡهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوۡلِ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ.(۳)

---

(۱) آل عمران، ۳: ۳۱

(۲) آل عمران، ۳: ۳۲

(۳) النساء، ۴: ۵۹

’’اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کرو اوراپنے میں سے (اہلِ حق) صاحبانِ اَمر کی، پھر اگرکسی مسئلہ میں تم باہم اختلاف کروتو اسے (حتمی فیصلہ کے لیے) اللہ اور رسول (ﷺ) کی طرف لوٹا دو اگرتم اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔‘‘

۴۔ وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللهِ.(۱)

’’اور ہم نے کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر اس لیے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔‘‘

۵۔ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللهَ.(۲)

’’جس نے رسول (ﷺ) کا حکم مانا، بیشک اس نے اللہ (ہی) کا حکم مانا۔‘‘

۶۔ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا بِاللهِ وَرَسُوْلِهٖ.(۳)

’’اے ایمان والو! تم اللہ پر اور اس کے رسول (ﷺ) پر ایمان لاؤ۔‘‘

۷۔ وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّا اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللهِ وَبِرَسُوْلِهٖ.(۴)

’’اور ان سے ان کے نفقات (یعنی صدقات) کے قبول کیے جانے میں کوئی (اور) چیز انہیں مانع نہیں ہوئی سوائے اس کے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کے منکر ہیں۔‘‘

۸۔ وَاللهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ○(۵)

’’حالاں کہ اللہ اور اس کا رسول (ﷺ) زیادہ حقدار ہے کہ وہ اسے راضی

(۱) النساء، ۴: ۶۴
(۲) النساء، ۴: ۸۰
(۳) النساء، ۴: ۱۳۶
(۴) التوبۃ، ۹: ۵۴
(۵) التوبۃ، ۹: ۶۲

کریں اگر یہ لوگ ایمان والے ہوتے (تو یہ حقیقت جان لیتے اور رسول ﷺ کو راضی کرتے، رسول ﷺ کے راضی ہونے سے ہی اللہ راضی ہو جاتا ہے کیوں کہ دونوں کی رضا ایک ہے)o‘‘

۹۔ **اَلَمْ یَعْلَمُوْا اَنَّهٗ مَنْ یُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِیْهَا.** (۱)

’’کیا وہ نہیں جانتے کہ جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے تو اس کے لیے دوزخ کی آگ (مقرر) ہے جس میں وہ ہمیشہ رہنے والا ہے۔‘‘

۱۰۔ **اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِیْنَ مَرَّةً فَلَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ط ذٰلِکَ بِاَنَّهُمْ کَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ.** (۲)

’’اگر آپ (اپنی طبعی شفقت اور عفو و درگزر کی عادت کریمانہ کے پیشِ نظر) ان کے لیے ستر مرتبہ بھی بخشش طلب کریں تو بھی اللہ انہیں ہرگز نہیں بخشے گا، یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کے ساتھ کفر کیا ہے۔‘‘

۱۱۔ **وَلَا تُصَلِّ عَلٰی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ ط اِنَّهُمْ کَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَo** (۳)

’’اور آپ کبھی بھی ان (منافقوں) میں سے جو کوئی مر جائے اس (کے جنازے) پر نماز نہ پڑھیں اور نہ ہی آپ اس کی قبر پر کھڑے ہوں (کیونکہ آپ کا کسی جگہ قدم رکھنا بھی رحمت و برکت کا باعث ہوتا ہے اور یہ آپ کی رحمت و برکت کے حقدار نہیں ہیں) بیشک انہوں نے اللہ اور اس کے رسول

---

(۱) التوبہ، ۹: ۶۳
(۲) التوبة، ۹: ۸۰
(۳) التوبة، ۹: ۸۴

(ﷺ) کے ساتھ کفر کیا اور وہ نافرمان ہونے کی حالت میں ہی مر گئے o‘‘

۱۲۔ وَمَنۡ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ وَيَخۡشَ اللّٰهَ وَيَتَّقۡهِ فَأُوۡلٰٓئِکَ هُمُ الۡفَآئِزُوۡنَo(۱)

’’اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی اطاعت کرتا ہے اور اللہ سے ڈرتا ہے اور اس کا تقوی اختیار کرتا ہے پس ایسے ہی لوگ مراد پانے والے ہیںo‘‘

۱۳۔ قُلۡ أَطِيۡعُوۡا اللّٰهَ وَأَطِيۡعُوۡا الرَّسُوۡلَ فَإِنۡ تَوَلَّوۡا فَإِنَّمَا عَلَيۡهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيۡكُمۡ مَّا حُمِّلۡتُمۡ وَاِنۡ تُطِيۡعُوۡهُ تَهۡتَدُوۡا.(۲)

’’فرما دیجئے تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کرو، پھر اگر تم نے (اطاعت) سے روگردانی کی تو (جان لو) رسول (ﷺ) کے ذمہ وہی کچھ ہے جو ان پر لازم کیا گیا ہے اور تمہارے ذمہ وہ ہے جو تم پر لازم کیا گیا ہے، اور اگر تم ان کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پا جاؤ گے۔‘‘

۱۴۔ لَقَدۡ كَانَ لَكُمۡ فِي رَسُوۡلِ اللّٰهِ اُسۡوَةٌ حَسَنَةٌ.(۳)

’’فی الحقیقت تمہارے لیے رسول اللہ (ﷺ کی ذات) میں نہایت ہی حسین نمونۂ حیات ہے۔‘‘

۱۵۔ اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الۡكٰفِرِيۡنَ وَاَعَدَّ لَهُمۡ سَعِيۡرًاo خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا اَبَدًاۚ لَا يَجِدُوۡنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيۡرًاo يَوۡمَ تُقَلَّبُ وُجُوۡهُهُمۡ فِي النَّارِ يَقُوۡلُوۡنَ يٰلَيۡتَنَآ اَطَعۡنَا اللّٰهَ وَاَطَعۡنَا الرَّسُوۡلَاo(۴)

---

(۱) النور، ۲۴: ۵۲
(۲) النور، ۲۴: ۵۴
(۳) الأحزاب، ۳۳: ۲۱
(۴) الأحزاب، ۳۳: ۶۴-۶۶

’’بیشک اللہ نے کافروں پر لعنت فرمائی ہے اور اُن کے لِئے (دوزخ کی) بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہےo جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ نہ وہ کوئی حمایتی پائیں گے اور نہ مددگارo جس دن ان کے مُنہ آتشِ دوزخ میں (بار بار) الٹائے جائیں گے (تو) وہ کہیں گے: اے کاش! ہم نے اللہ کی اطاعت کی ہوتی اور ہم نے رسول (ﷺ) کی اطاعت کی ہوتیo‘‘

۱۶۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَطِيْعُوا اللهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْا اَعْمَالَكُمْo [۱]

’’اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کیا کرو اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کیا کرو اور اپنے اعمال برباد مت کروo‘‘

۱۷۔ وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِاللهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِنَّا اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًاo [۲]

’’اور جو اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) پر ایمان نہ لائے، تو ہم نے کافروں کے لیے دوزخ تیار کر رکھی ہےo‘‘

۱۸۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا. [۳]

’’ایمان والے تو صرف وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) پر ایمان لائے، پھر شک میں نہ پڑے۔‘‘

۱۹۔ وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا. [۴]

’’اور جو کچھ رسول (ﷺ) تمہیں عطا فرمائیں سو اسے لے لیا کرو اور جس سے منع فرمائیں سو (اس سے) رک جایا کرو۔‘‘

---

(۱) محمد، ۴۷: ۳۳
(۲) الفتح، ۴۸: ۱۳
(۳) الحجرات، ۴۹: ۱۵
(۴) الحشر، ۵۹: ۷

۲۰۔ وَمَنْ يَّعْصِ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا○[1]

''اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی نافرمانی کرے تو بیشک اس کے لیے دوزخ کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے○''

ان آیات مبارکہ سے یہ حقیقت واضح ہے کہ ہر مقام پر اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم ﷺ کے ذکر کو جس طرح اپنے ذکر کے ساتھ یکجا کر دیا ہے اس کی غائت اولیٰ و منتہا ختم نبوت ہی ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا اور حضور نبی اکرم ﷺ کے بعد کسی اور نبی نے بھی آنا ہوتا تو محبتوں اور عقیدتوں کے وہ نگینے، ادب و احترام کے وہ قرینے، اطاعت و اتباع کے وہ پیرائے اور شان و عظمت اور رفعتِ ذکر کے وہ زاویے جو صرف آپ ﷺ کے ذکر جمیل کے لیے مخصوص کیے گئے ان میں سے کچھ بعد میں آنے والے کے لیے بھی مختص کر دیئے جاتے۔ مگر اللہ رب العزت نے وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ کی ساری شانیں اپنے محبوب اولیں و آخریں کو عطا فرما دیں، بلکہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ اپنے شاہکار کو پیدا کر کے جیسے اللہ تعالیٰ کی مشیت نے گفتۂ اقبال کی یہ صورت اختیار کر لی ہو:

ہو نہ یہ پھول تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو
چمن دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو
یہ نہ ساقی ہو تو پھر مے بھی نہ ہو خم بھی نہ ہو
بزم توحید بھی دنیا میں نہ ہو، تم بھی نہ ہو
خیمہ افلاک کا استادہ اسی نام سے ہے
نبضِ ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

۵۔ اَدب و تعظیمِ مصطفیٰ ﷺ کا خصوصی حکم

یہ تاجدار انبیاء ﷺ کی خصوصیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں

(۱) الجن، ۷۲: ۲۳

آپ ﷺ کے ادب و تعظیم کے حوالے سے خصوصی احکام نازل فرمائے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب ﷺ کی حرمت کا اس درجہ پاس تھا کہ اہلِ ایمان کو حکم فرما دیا کہ آپ ﷺ کے لیے کسی ذو معنی لفظ کے استعمال سے بھی گریز کریں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوْا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْاؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ○(۱)

’’اے ایمان والو! (نبی اکرم ﷺ کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے) رَاعِنَا مت کہا کرو بلکہ (ادب سے) اُنْظُرْنَا (ہماری طرف نظرِ کرم فرمائیے) کہا کرو اور (ان کا ارشاد) بغور سنتے رہا کرو اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے○‘‘

۲۔ اہلِ ایمان کو بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ کے آداب سکھائے گئے اور انہیں بطورِ انتباہ یہ وعید سنا دی گئی کہ آپ ﷺ کی موجودگی میں آواز کو بلند کرنا بھی ان کے اعمال کی بربادی کا سبب بن سکتا ہے اور ادب و احترام کی اس نزاکت کو ملحوظ خاطر رکھنے والوں کے لیے مغفرت اور اجرِ عظیم کا وعدہ فرمایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ○ اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰىؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِيْمٌ○(۲)

’’اے ایمان والو! تم اپنی آوازوں کو نبیِ مکرّم (ﷺ) کی آواز سے بلند مت

---

(۱) البقرة، ۲: ۱۰۴

(۲) الحجرات، ۴۹: ۲، ۳

کیا کرو اور اُن کے ساتھ اِس طرح بلند آواز سے بات (بھی) نہ کیا کرو جیسے تم ایک دوسرے سے بلند آواز کے ساتھ کرتے ہو (ایسا نہ ہو) کہ تمہارے سارے اعمال ہی (ایمان سمیت) غارت ہوجائیں اور تمہیں (ایمان اور اعمال کے برباد ہوجانے کا) شعور تک بھی نہ ہو○ بیشک جو لوگ رسول اللہ (ﷺ) کی بارگاہ میں (ادب و نیاز کے باعث) اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کے لیے چُن کر خالص کر لیا ہے۔ ان ہی کے لیے بخشش ہے اور اجرِ عظیم ہے○‘‘

۳۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس امر کی خاص تلقین فرمائی کہ نبی محتشم ﷺ کو اس طرح نہ پکارا کرو جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَا تَجۡعَلُوۡا دُعَآءَ الرَّسُوۡلِ بَيۡنَكُمۡ كَدُعَآءِ بَعۡضِكُمۡ بَعۡضاً. (۱)

’’(اے مسلمانو!) تم رسول کے بلانے کو آپس میں ایک دوسرے کو بلانے کی مثل قرار نہ دو (کہ کہیں اتنی بات پر بھی گرفت نہ ہو جائے، جب رسول اکرم ﷺ کو بلانا تمہارے باہمی بلاوے کی مثل نہیں تو خود رسول ﷺ کی ذات گرامی تمہاری مثل کیسے ہوسکتی ہے)۔‘‘

خیال رہے کہ اس درجہ ادب کی تعلیم پہلے جلیل القدر انبیاء میں سے کسی کے بارے میں نہیں دی گئی تھی۔ حضور نبی اکرم ﷺ چونکہ خاتم النبیّین کے درجے پر فائز کیے گئے اس لیے بغایت درجہ ادب کا یہ پہلو بھی صرف آپ ﷺ کے لیے مختص کیا گیا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی تربیت کے لیے قرآن حکیم میں حضور نبی اکرم ﷺ کو ذاتی نام سے نہیں پکارا۔ دیگر انبیاء کرام کو ان کے ذاتی نام لے کر مخاطب فرمایا جیسے **یَا آدَمُ، یَا نُوۡحُ، یَا اِبۡرَاهِيۡمُ، یَا مُوۡسٰی، یَا عِيۡسٰی، یَا دَاوٗدُ، یَا زَكَرِيَّا، یَا**

---

(۱) النور، ۲۴: ۶۳

یَحْیٰی، مگر حضور خاتم النبیّین ﷺ کو ذاتی نام کی بجائے مختلف صفات و القاب سے مخاطب فرمایا، مثلاً یَا اَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ، یَا اَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ، یَا اَیُّهَا الرَّسُوْلُ، یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ جیسے القاب لائے گئے جن سے بے پناہ محبت اور اپنائیت کا اظہار ہوتا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی اس درجہ تعظیم و توقیر اور ادب احترام کے اہتمام سے آپ ﷺ کی شانِ خاتمیت کا اظہار ہوتا ہے۔

۶۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں عقیدۂ ختمِ نبوت کی قطعیّت

عقیدۂ ختمِ نبوت کا اثبات ایک سو سے زائد قطعی الدلالۃ آیات مبارکہ اور سینکڑوں احادیث مبارکہ سے ہوتا ہے۔ یہ عقیدہ اس قدر قطعیت کے ساتھ ثابت شدہ ہے کہ اس پر مزید کسی دلیل کی ضرورت نہیں رہتی۔ کسی مسئلے پر قرآن کی ایک آیت ہی شک و شبہ سے بالاتر موجود ہو تو بطور نص حکم کے اعتبار سے کسی اور ثبوت کی گنجائش نہیں رہ جاتی چہ جائیکہ اتنی کثیر تعداد میں قرآنی آیات عقیدۂ ختمِ نبوت کی تائید کرتی ہوں۔ مستزاد یہ کہ کثیر تعداد میں احادیث متواترہ نے عقیدۂ ختمِ نبوت کو اس قدر قطعیت کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ پورے ذخیرہ احادیث میں کسی موضوع پر اس کی مثال نہیں ملتی۔ چنانچہ عقیدۂ ختمِ نبوت قرآن و حدیث کی رو سے ایک متفق علیہ عقیدہ ہے جس پر پوری امت مسلمہ کا اجماع ہے۔ عہدِ نبوی سے لے کر آج تک تاریخ اسلام شاہد ہے کہ امتِ مسلمہ نے کبھی بھی کسی جھوٹے مدعی نبوت کو برداشت نہیں کیا۔ خلیفۂ راشد اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اوائل دور میں مدعی نبوت مسیلمہ کذاب کے خلاف ہونے والی جنگِ یمامہ میں سات سو صرف حفاظِ قرآن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی جانوں کا قیمتی نذرانہ پیش کر کے عقیدۂ ختمِ نبوت کا دفاع کیا۔ شمعِ ختمِ نبوت کے پروانے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں سینکڑوں کی تعداد میں شہید ہو گئے مگر ختمِ نبوت کی حرمت پر حرف نہ آنے دیا۔ صحابہ کرام کی یہ عظیم قربانی امت کے لیے ایک عملی پیغام تھا کہ دعوائے نبوت کے فتنہ کی سرکوبی کے لئے اسلامی ریاست کسی بھی ممکنہ اقدام سے تامل نہ کرے۔ یہی وجہ ہے کہ دورِ صدیقی سے لے کر آج

تک امت مسلمہ نے تحفظ ختم نبوت کی خاطر کبھی بڑی سے بڑی قربانی دینے سے دریغ نہیں کیا۔ سنت صدیقی کو زندہ رکھتے ہوئے صدیوں بعد شہرِ لاہور نے بھی تحریکِ ختم نبوت میں دس ہزار جانوں کا نذرانہ تحفظِ ختم نبوت کے لیے پیش کر دیا۔

عقیدۂ ختم نبوت کی اسی اہمیت کے پیش نظر قرآن نے دعوائے نبوت کے احتمال و امکان کا سد باب کرنے کے لیے کم و بیش ایک سو تیس مرتبہ خاتم النبیین ﷺ کی ختم نبوت کا اعلان فرمایا اور صاحب قرآن نے دو سو دس سے بھی زائد احادیث میں اپنی زبان حق ترجمان سے اس عقیدہ کی حقانیت کی گواہی دی۔ تاجدار کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی آمد سے قبل امم سابقہ خاتم الانبیاء کی آمد کا خصوصاً انتظار کیا کرتی تھیں مگر جونہی خاتم الانبیاء کی تشریف آوری ہوئی اقوام عالم کا یہ انتظار اپنے منطقی انجام کو پہنچ گیا۔ لیکن جیسا کہ خود مخبر صادق ﷺ نے اس امر کی پیشین گوئی فرمائی تھی کہ جھوٹے مدعیان نبوت ضرور آئیں گے اور ان کا آنا تعجب اور حیرانگی کی بات بھی نہیں بلکہ یہ تو اس فرمانِ مصطفیٰ ﷺ کی صداقت کی دلیل ہے جس میں آپ ﷺ نے جھوٹے مدعیانِ نبوت کی پیشین گوئی فرمائی ہے۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

سَيَكُوْنُ فِي أُمَّتِي ثَلَاثُوْنَ كَذَّابُوْنَ، كُلُّهُمْ يَزْعَمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ، وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَانَبِيَّ بَعْدِي. (۱)

’’میری امت میں تیس کذاب ہوں گے جن میں سے ہر ایک دعویٰ کرے گا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔‘‘

---

(۱) ۱۔ ترمذي، السنن، کتاب الفتن، باب ما جاء لا تقوم الساعة حتی يخرج کذابون، ۴: ۴۹۹، رقم: ۲۲۱۹

۲۔ أبو داؤد، السنن، کتاب الفتن والملاحم، باب ذکر الفتن ودلائلها، ۴: ۹۷، رقم: ۴۲۵۲

آپ ﷺ کے اس واضح ارشاد کے بعد کہ میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں تاریخ کے کسی بھی دور میں کسی بھی جھوٹے نبی کو امت قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہوئی اور اس نے عقیدۂ ختم نبوت کا علم مضبوطی سے تھامے رکھا۔ باطل اپنی تمام تر سازشوں، کوششوں اور تلبیسات و تاویلات کے باوجود امت مسلمہ کو اس عقیدہ سے سرِ مُو نہ ہٹا سکا۔

۷۔ ایمان وعقیدہ کا مرکز ومحور ذاتِ مصطفیٰ ﷺ ہے

باطل کا ہر دور چاہے ماضی کا ہو یا حال کا مکر وفریب اور ساز باز کے اعتبار سے ایک سا رہا ہے، صرف طریقہ واردات اور انداز میں فرق ہوتا ہے آج کا باطل بھی امت مسلمہ کو عقلی، لغوی اور لفظی بحثوں اور موشگافیوں میں الجھا کر اس عقیدہ سے دور ہٹانا چاہتا ہے۔ یہ ایک بدیہی امر ہے کہ عقائد کی بنیاد لغوی مباحث یا عقلی موشگافیوں پر نہیں بلکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات و تعلیمات یعنی قرآن و سنت کی پاسداری پر ہوتی ہے، اسی لیے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

۱۔ وَأَطِيعُوا اللهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۝[1]

’’اور اللہ کی اور رسول (ﷺ) کی فرمانبرداری کرتے رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے ۝‘‘

دوسری جگہ اللہ رب العزت نے اپنے حبیب ﷺ کی اطاعت کو عین اپنی اطاعت قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

۲۔ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ اَطَاعَ اللهَ.[2]

’’جس نے رسول کا حکم مانا بیشک اس نے اللہ (ہی) کا حکم مانا۔‘‘

---

(۱) آل عمران، ۳: ۱۳۲

(۲) النساء، ۴: ۸۰

ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہوا:

۳۔ فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ.(۱)

’’پس (اے حبیب!) آپ کے رب کی قسم یہ لوگ مسلمان نہیں ہوسکتے یہاں تک کہ وہ اپنے درمیان واقع ہونے والے ہر اختلاف میں آپ کو حاکم بنالیں۔‘‘

احادیث نبویہ کی رو سے بھی معیار دین اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری ہے۔ حضور سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی اطاعت اللہ رب العزت کی اطاعت کا زینہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمانبردار اللہ ﷻ کا فرمانبردار اور آپ ﷺ کا نافرمان اللہ ﷻ کا نافرمان ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَن أَطَاعَ مُحَمَّدًا ﷺ فَقَدْ أَطَاعَ اللهَ وَمَنْ عَصٰی مُحَمَّدًا ﷺ فَقَدْ عَصَی اللهَ.(۲)

’’جس نے محمد ﷺ کی اطاعت کی تحقیق اس نے اللہ ہی کی اطاعت کی اور جس نے محمد ﷺ کی نافرمانی کی تحقیق اس نے اللہ ہی کی نافرمانی کی۔‘‘

یہی وجہ ہے کہ محبت رسول ﷺ کو تکمیل ایمان کا لازمہ قرار دیا گیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

فَوَ الَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ.(۳)

---

(۱) النساء، ۴: ۶۵

(۲) بخاری، الصحیح، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب الإقتداء بسنن رسول الله ﷺ، ۶: ۲۶۵۵، رقم: ۶۸۵۲

(۳) بخاری، الصحیح، کتاب الایمان، باب حب الرسول ﷺ، ۱: ۱۴، رقم: ۱۴

’’قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اس کے والدین اور اس کی اولاد سے بڑھ کر اسے محبوب نہ ہو جاؤں۔‘‘

امام مسلم نے یہی روایت حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ کے ساتھ بیان کی ہے:

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتىَّ أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ. (۱)

’’تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اس کے والدین، اس کی اولاد یہاں تک ساری انسانیت سے بڑھ کر اسے محبوب نہ ہو جاؤں۔‘‘

اسی تصور کو اقبالؒ نے اس شعر میں بیان کیا ہے:

بمصطفٰی برساں خویش را کہ دین همه اوست
اگر به او نرسیدی تمام بو لهبی ست

(خود کو بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں پہنچا دے کہ دین اسی کا نام ہے، اور اگر نہیں تو سب کچھ بولہبی ہے دین نہیں۔)

حضور نبی اکرم ﷺ کے حکم کے آگے بلاچون و چرا سرِتسلیم خم کر دینا، تمام

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، کتاب الإیمان، باب وجوب محبة رسول الله ﷺ اکثر من الأهل والوالد والولد و الناس أجمعین، ۱: ۶۷، رقم: ۴۴
۲۔ نسائی، السنن، کتاب الإیمان، باب علامة الایمان، ۸: ۱۱۴، رقم: ۵۰۱۳
۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۱: ۴۰۵، رقم: ۱۷۹

محبتوں کو محبت وعشق رسول ﷺ پر قربان کر دینا اور عقل کو دہلیز مصطفیٰ ﷺ پر سجدہ ریز کر دینا، یعنی عقل قربان کن به پیش مصطفی ﷺ کا جیتا جاگتا نمونہ بن جانا، یہی عین ایمان اور تقاضائے ختم نبوت ہے۔

اب اگر کوئی شخص بارگاہِ رسالت مآب ﷺ سے تمسک کیے بغیر براہ راست قرآن کریم سے ہدایت و رہنمائی کا طالب ہو، وہ مسلمان نہیں بلکہ منافق ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِذَا قِيۡلَ لَهُمۡ تَعَالَوۡا اِلٰى مَا اَنۡزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوۡلِ رَاَيۡتَ الۡمُنٰفِقِيۡنَ يَصُدُّوۡنَ عَنۡكَ صُدُوۡدًا۝[1]

''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کے نازل کردہ (قرآن) کی طرف اور رسول کی طرف آجاؤ تو آپ منافقوں کو دیکھیں گے کہ وہ آپ (کی طرف رجوع کرنے) سے گریزاں رہتے ہیں۝''

اسی تصور کو واضح کرتے ہوئے علامہ اقبال نے کہا:

مغزِ قرآں روحِ ایماں جان دیں
هست حُبِّ رحمة للعالمیں

(قرآن، ایمان اور دین کا نچوڑ حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کی محبت ہے۔)

ایک اور مقام پر علامہ نے حضور ﷺ کی ذات ستودہ صفات سے محبت ہی کو حاصلِ ایمان قرار دیا ہے:

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر
وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسیں، وہی طٰہٰ

(۱) النساء، ۴: ۶۱

خواجہ غلام فرید بارگاہ رسالت مآب ﷺ کے بارے میں اپنا عقیدہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

میڈاں دین بھی تو تے ایمان بھی تو
میڈاں مصحف تے قرآن بھی تو
میڈی صوم صلوٰتاں حج زکوٰتاں
میڈی جند بھی تو میڈی جان بھی تو

مولانا ظفر علی خان حرمت و ناموسِ رسالت ﷺ کو اپنے ایمان کی اساس قرار دیتے ہیں اور اس پر اپنی جان کی بازی لگا دینے کو سعادت سمجھتے ہیں:

حج اچھا، نماز اچھی، روزہ اچھا، زکوٰۃ اچھی
مگر میں باوجود اس کے مسلماں ہو نہیں سکتا
نہ جب تک کٹ مروں میں خواجۂ بطحا کی عزت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

دین اسلام میں ایمان اور اسلام کا مرکز ومحور ذات محمدی ﷺ سے نسبت کا استحکام ہے، جبکہ آپ ﷺ کے در سے دوری اور مہجوری ذلت وخواری اور ضلالت وگمراہی ہے۔ آپ ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کی وجہ ہی سے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا ہے اور باقی انبیاء کرام کو جو معجزے انفرادی طور پر عطا کیے گئے تھے وہ سارے کے سارے آپ ﷺ کی ذات اقدس میں مجتمع کر دیے گئے۔ چنانچہ حضور ﷺ کے حسن و جمال کا یہ عالم ہے کہ حسن کائنات بلکہ حسنِ یوسف علیہ السلام بھی اس کے سامنے ماند پڑ جائے۔ جس گلی سے حضور ﷺ گزرتے، دیر تک خوشبو بہ داماں رہتی۔ آپ ﷺ کے پسینہ مبارک کو صحابہ خوشبو وعنبر کی جگہ استعمال کرتے۔ آپ ﷺ درختوں کو حکم فرماتے تو وہ اپنی جڑوں سمیت چل کر آ جاتے، چاند کو اشارہ فرمایا تو اس کا سینہ شق ہو گیا، ڈوبے سورج کو حکم فرمایا تو وہ الٹے قدم واپس پلٹ آیا، کنکریوں کو حکم فرمایا تو وہ کلمہ

پڑھنے لگیں، انگلیوں سے پانی کے چشمے پھوٹنے شروع ہو گئے۔ اس طرح کے بے شمار معجزے زبانِ حال سے حضور ﷺ کے اعجازِ رسالت اور ختمِ نبوت کی گواہی دیتے ہیں۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے کہ وہ آپ ﷺ کے موئے مبارک کو اپنی ٹوپی میں رکھ کر جس معرکہ میں بھی شریک ہوتے فتح پاتے۔ دور و نزدیک سے سننے والے کانوں کی قوت سماعت ایسی کہ آج بھی میلوں دور بیٹھے دنیا کے کسی کونے میں پڑھتے ہوئے امتی کے درود وسلام کو سن لیں۔ خشک کنویں میں آپ ﷺ نے لعابِ دہن ڈالا تو وہ پانی سے بھر گیا، نابینا کی آنکھوں پر لعاب دہن لگایا تو اسے کھوئی ہوئی بینائی مل گئی، کٹے ہوئے بازو پر لعاب دہن لگایا تو وہ جسم کے ساتھ پیوست ہو گیا۔ حضرت ام معبد کی بکری کے خشک تھنوں کو ہاتھ لگایا تو وہ سوکھے پستان دودھ سے بھر گئے، کھارے چشمے کو فقط اشارہ کریں تو وہ میٹھا ہو جائے، کھجور کی خشک شاخ کو ہاتھ لگائیں تو وہ روشن مشعل میں تبدیل ہو جائے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے فوت شدہ بچوں کو باذن الٰہی زندہ کر دیں۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی باہر نکلی ہوئی آنکھ ہاتھ لگانے سے جڑ جائے اور اس میں ایسی بینائی آ جائے جو پہلے نہیں تھی۔ وہ خاتم النبیین ﷺ جس کے ذکر کو خدا بلند کرے کیا اس کے بعد بھی کسی نبی کی ضرورت رہ جاتی ہے۔ ہمیں برملا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ جب انبیاء کا ہر کمالِ نبوت پیکرِ مصطفوی ﷺ میں اپنے نقطہ کمال کو پہنچ گیا تو دائرہ نبوت مکمل ہو گیا، اور آپ ﷺ ان تمام محاسن و محامد کے جامع بن گئے جو پہلے انبیاء و رسل میں فرداً فرداً موجود تھے کسی اہل دل شاعر نے کیا خوب نقشہ کھینچا ہے:

حسن یوسف، دم عیسی، ید بیضا داری
آنچه خوباں همه دارند تو تنہا داری

(حضور! آپ یوسفی حسن، عیسوی اعجازِ مسیحائی اور موسوی یدِ بیضاء رکھتے ہیں اور وہ تمام خوبیاں اور اوصاف جو حسینانِ جہاں میں موجود تھے وہ سب تنہا آپ کی ذات میں جمع کر دیئے گئے۔)

حضور نبی اکرم ﷺ کو وہ دوام و استمرار اور شانِ تمکن عطا ہوئی کہ آپ ﷺ نے اپنی نسبت فرمایا:

حَيَاتِي خَيْرٌ لَّكُمْ تُحَدِّثُوْنَ وَتُحَدَّثُ لَكُمْ وَوَفَاتِي خَيْرٌلَّكُمْ تُعْرَضُ عَلَيَّ أَعْمَالُكُمْ فَمَا رَأَيْتُ مِنْ خَيْرٍ حَمِدْتُ اللهَ وَمَا رَأَيْتُ مِنْ شَرٍّ اسْتَغْفَرْتُ اللهَ لَكُمْ. (۱)

’’میری حیات تمہارے لیے باعث خیر ہے کہ تم (مجھ سے) کلام کرتے ہو اور تم سے کلام کیا جاتا ہے اور میرا وصال تمہارے لیے باعث خیر ہے کہ تمہارے اعمال مجھ پر پیش ہوں گے پس خیر کو دیکھنے پر میں اللہ کی تعریف کروں گا اور شر کو دیکھنے پر تمہارے لیے اللہ سے استغفار کروں گا۔‘‘

آقائے نامدار ﷺ نے اپنی امت کو خبردار کر دیا تھا کہ دیکھو میری رحلت کے بعد کہیں میرے فیضانِ نبوت کو منقطع تصور نہ کر بیٹھنا۔ فیضان رشد و ہدایت میرے وصال کے بعد بھی بدستور اسی طرح جاری رہے گا جس طرح میری ظاہری حیات میں جاری تھا۔ میری حیات بھی تمہارے لیے خیر ہے اور ممات بھی سراپا خیر ہو گی۔ بالفاظ دیگر میری عطا و بخشش کے سوتے کبھی خشک نہ ہوں گے۔ میرا چشمۂ فیض میرے وصال کے بعد بھی چمنستان امت کی آبیاری کرتا رہے گا اور میرا نورِ نبوت حجرۂ اقدس کے مزار میں منتقلی کے

(۱) ۱۔ بزار، المسند، ۵: ۳۰۸، رقم: ۱۹۲۵

۲۔ ہیثمي نے ’مجمع الزوائد ومنبع الفوائد (۹: ۲۴)‘ میں روایت کیا اور کہا: اسے بزار نے روایت کیا اور اس کے رجال صحیح حدیث کے رجال ہیں۔

۳۔ دیلمی نے ’الفردوس بما ثور الخطاب (۱: ۱۸۳، رقم: ۶۸۲)‘ میں حضرت ابوہریرہ ﷺ سے یہ روایت بیان کی ہے۔

۴۔ قاضی عیاض، الشفاء، ۱: ۱۹

۵۔ ابن کثیر، البدایة والنہایة، ۵: ۲۷۵

بعد بھی متلاشیانِ امت کے لیے ضیا پاشیاں کرتا رہے گا۔ صرف اس فرق کے ساتھ کہ پہلے میرے سراپائے حسن و جمال کو اپنے بھی دیکھتے تھے اور پرائے بھی۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ عثمان رضی اللہ عنہ وحیدر رضی اللہ عنہ بھی دیکھتے تھے اور ابولہب و ابوجہل بھی ...... آج بھی کوئی اُن رفقائے خاص جیسی آنکھ پیدا کر لے تو جلوہ جاناں کیا جا سکتا ہے۔ **کیا یہ بات قابل غور نہیں کہ امت مسلمہ چودہ سو سال سے آقائے نامدار ﷺ کی ولادت پر خوشیاں مناتی چلی آرہی ہے لیکن کبھی آپ ﷺ کی وفات پر سوگ نہیں منایا گیا۔ اس کی حکمت و فلسفہ پر غور کریں تو سیدھی سی بات ہے کہ سوگ اس کے لیے منایا جاتا ہے جو دنیا میں آکر راہیِ ملکِ عدم ہو گیا ہو اور جو آیا ہی ہمیشہ رہنے کے لیے ہو اس کا سوگ بھلا کیونکر منایا جائے گا۔**

حضور نبی اکرم ﷺ کی کرم نوازی اور امت کی غم گساری کا سلسلہ آپ ﷺ کے وصال کے بعد بھی جاری و ساری ہے۔ اس حوالے سے ایک واقعہ منقول ہے جسے امام ابن قدامہ المقدسی (م ۶۲۰ھ)، امام نووی (م ۶۷۷ھ)، امام ابن کثیر (م ۷۷۴ھ) اور دیگر ائمہ نے اپنی کتب میں درج کیا ہے۔ واقعہ درج ذیل ہے:

عن العتبی قال: کنت جالسا عند قبر النبی فجاء أعرابي، فقال: السلام علیک یا رسول اللہ! سمعت اللہ یقول: ﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللہَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا ۝[1]﴾ وقد جئتک مستغفرا لذنبی مستشفعا بک إلی ربي.

ثم أنشاء یقول:

یَا خَیْرُ مَنْ دُفِنَتْ بِالْقَاعِ أَعْظُمُهُ
فَطَابَ مِنْ طِیْبِهِنَّ الْقَاعُ وَالْأَکَمُ

(۱) النساء، ۴: ۶۴

نَفۡسِيُ الۡفِدَآءُ لِقَبۡرٍ أَنۡتَ سَاكِنُهُ
فِيۡهِ الۡعَفَافُ وَ فِيۡهِ الۡجُوۡدُ وَالۡكَرَمُ

ثم انصرف الأعرابي فحملتني عيني، فنمت فرأيت النبي ﷺ في النوم، فقال: يا عتبي! الحق الأعرابي، فبشره أن الله قد غفر له. (۱)

’’عتبی سے روایت ہے کہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کی قبر انور کے نزدیک بیٹھا ہوا تھا کہ ایک اعرابی آیا اور عرض کیا: **السّلام علیک یا رسول اللہ!** میں نے یہ فرمان الٰہی سنا ہے: ﴿اور (اے حبیب!) اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اور اللہ سے معافی مانگتے اور رسول (ﷺ) بھی ان کے لیے مغفرت طلب کرتے تو وہ (اس وسیلہ اور شفاعت کی بنا پر) ضرور اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان پاتےo﴾ چنانچہ میں آپ کی خدمت میں اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور اس کے حضور آپ کی شفاعت طلب کرنے لیے حاضر ہوا ہوں۔

’’پھر وہ یہ اشعار پڑھنے لگا:

(اے ان تمام لوگوں سے بہترین ہستی جن کے اجساد میدانوں میں دفن کیے

---

(۱) ۱۔ ابن قدامہ، المغنی، فصل و یستحب زیارة قبر النبي، ۳: ۵۵۷
۲۔ نووی، المجموع، ۸: ۲۱۷
۳۔ نووی، الإیضاح: ۴۹۸
۴۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۱: ۵۲۰
۵۔ ثعالبی، جواہر الحسان فی تفسیر القرآن، ۱: ۳۸۶
ثعالبی کے مطابق اس واقعہ کو امام نووی نے ’حلیة‘ میں اور امام باجی نے ’سنن الصالحین‘ میں بیان کیا ہے۔

گئے ہیں اور ان کی خوشبو سے وہ میدان اور ٹیلے مہک اٹھے ہیں، میری جان اس قبر انور پر قربان جس میں آپ تشریف فرما ہیں، اس میں پارسائی ہے اور سخاوت اور کرم ہے۔)

''پھر وہ اعرابی لوٹ گیا اور مجھ پر نیند کا غلبہ طاری ہوا اور میں سو گیا۔ میں نے خواب میں آقائے دوجہاں ﷺ کی زیارت کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے عتبی! اس اعرابی سے جا کر ملو اور اسے خوشخبری سناؤ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی بخشش فرما دی ہے۔''

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ آقائے نامدار ﷺ کا دامنِ لطف و عطا آج بھی گنہگاروں کو سایہ رحمت عطا کر رہا ہے۔ آپ ﷺ کی نگاہِ عنایت آج بھی منتظر ہے کہ کب کوئی غم کا مارا میرے لطف و کرم کا طلب گار ہو اور میں اس کا دامن خیرات سے بھر دوں۔ آپ ﷺ کا دست جود و عطا آج بھی امت کی دستگیری کے لیے دراز ہے۔ ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم اپنے آقا و مولا ﷺ کے ساتھ تعلق غلامی کمزور کر چکے ہیں، وگرنہ اس صاحب جود و عطا کے لطف و کرم کے خزانے تو آج بھی اپنے گنہگار امتیوں کے لیے کھلے ہیں۔ کل روز قیامت جب ہنگامہ حشر برپا ہو گا اور ہر ایک نفسا نفسی کے عالم میں کسی سایہ عاطفت کی تلاش میں مارا مارا پھر رہا ہو گا تو آپ ﷺ ہی کی شفاعت اپنا سایۂ رحمت عطا کرے گی اور اس کٹھن اور جاں گسل گھڑی میں ہر طرف سے مایوس انسانیت کو قیامت کی ہولناکیوں سے نجات دلائے گی۔ جس ذات کا فیضانِ لطف و کرم ہمیں قیامت کے روز بھی بے سہارا نہیں چھوڑے گا اس ذی شان و ذی احتشام ہستی کا فیضان آج ہمیں کس طرح اپنی نگاہ عنایت سے محروم کر سکتا ہے، مگر شرط یہ ہے کہ کوئی اپنا کاسۂ طلب لیے اس منبع جود و عطا کے در پر جا کر سوالی تو ہو، کوئی گنبد خضراء کے مکیں کے در پر جا کر اپنی بپتا اور درد بھری فریاد سنائے تو سہی، آج بھی آقائے دوجہاں ﷺ کا لطف و کرم بزبانِ حال پکار رہا ہے:

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے رہ رَوِ منزل ہی نہیں

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہدایتِ انسانی کے لیے سلسلۂ نبوت کا آغاز سیدنا حضرت آدم صفی اللہ علیہ السلام سے ہوا اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اختتام پذیر ہوگیا، آدم علیہ السلام سے پہلے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں۔ یہی ہے وہ عقیدۂ ختم نبوت ہے جس کی بنیاد پر دین اسلام کی عظیم الشان عمارت استوار ہوئی۔ اسلام کا قلب وجگر، روح و جان اور مرکز ومحور یہی عقیدہ ہے۔ اس عقیدہ میں معمولی سی کمزوری لچک یا نرمی انسان کو ایمان کے قصرِ رفیع الشان سے گرا کر کفر کے قعر مذلت میں پٹخ دیتی ہے۔

بابِ دُوُم

ختم اور خاتم کا معنیٰ و مفہوم

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے نبی محتشم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو بے شمار ایسے خصائص و فضائل اور کمالات عطا فرمائے ہیں جن میں کوئی دوسرا آپ ﷺ کا ہم سر نہیں۔ ان میں سے ایک منفرد خصوصیت آپ ﷺ کی شانِ ختمِ نبوت ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انسانی رشد و ہدایت کے لیے حضرت آدم علیہ السلام سے جس سلسلۂ نبوت و رسالت کا آغاز فرمایا تھا وہ آپ ﷺ کے اس جہاں میں تشریف لانے کے ساتھ اپنے درجۂ کمال کو پہنچ کر ختم ہو گیا۔ اب ابدالآباد تک آپ ﷺ کے بعد نہ کوئی نبی آئے گا اور نہ ہی کوئی رسول۔ قرآن مجید میں باری تعالیٰ نے آپ ﷺ کو خاتم النبیین کا لقب عطا فرمایا جس میں لفظ خاتم بدیہی طور پر آپ ﷺ کے آخری نبی ہونے کا مظہر و عکاس ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ○(۱)

’’محمد (ﷺ) تمہارے مَردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور سب انبیاء کے آخر میں (سلسلۂ نبوت ختم کرنے والے) ہیں ○‘‘

اس آیت کریمہ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے **خاتم النبیین** کہہ کر اپنے حبیب مکرّم سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کی ختمِ نبوت کا اعلان فرمایا ہے۔ ختم نبوت کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے جس سلسلہ نبوت کا آغاز حضرت آدم علیہ السلام سے فرمایا تھا وہ حضور نبی اکرم ﷺ کی بعثت کے ساتھ اپنے اختتام اور درجہ کمال کو پہنچ گیا۔

خاتم النبیین کا جو معنی خود حضور نبی اکرم ﷺ نے متعین فرمایا وہ متعدد

---

(۱) الأحزاب، ۳۳: ۴۰

احادیثِ متواترہ سے مطلقاً ثابت ہے، جیسے حضرت ثوبان ﷛ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

سَيَكُوْنُ فِي أُمَّتِي ثَلَاثُوْنَ كَذَّابُوْنَ، كُلُّهُمْ يَزْعَمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ، وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَانَبِيَّ بَعْدِي.(۱)

''میری امت میں تیس جھوٹے پیدا ہوں گے، ہر ایک کا دعوی ہوگا کہ وہ نبی ہے۔ سن لو! میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔''

احادیث مبارکہ کی رُو سے خاتم النبیین کے معنی ''نبیوں کو ختم کرنے والا'' کے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے لانبی بعدی (میرے بعد کوئی نبی نہیں) کے الفاظ سے اس معنی کی وضاحت فرمادی ہے۔ تقریباً دو سو سے زائد احادیث مبارکہ ختم نبوت کے مذکورہ معنی کی تائید میں آئی ہیں۔ اس کے بعد اب خاتم النبیین کے معنی ومفہوم میں کسی قسم کا نہ تو کوئی ابہام باقی رہتا ہے او نہ ہی مزید کسی لغوی تحقیق کی گنجائش یا ضرورت رہتی ہے۔

---

(۱) ۱۔ ترمذي، السنن، کتاب الفتن، باب ما جاء لا تقوم الساعة حتی یخرج کذابون، ۴: ۴۹۹، رقم: ۲۲۱۹

۲۔ أبو داؤد ، السنن، کتاب الفتن و الملاحم، باب ذکر الفتن و دلائلها، ۴: ۹۷، رقم: ۴۲۵۲

۳۔ ابن ماجة، السنن، کتاب الفتن، باب ما یکون من الفتن، ۲: ۱۳۰۴، رقم: ۳۹۵۲

۴۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۴۹٦، رقم: ۸۳۹۰

۵۔ ابن أبی شیبة، المصنف، ۷: ۵۰۳، رقم: ۳۵٦۵

٦۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۸: ۲۰۰، رقم : ۳۹۷

۷۔ شیباني، الآحاد والمثانی، ۱: ۳۳۲، رقم: ۴۵٦

۸۔ شیباني، الآحاد والمثانی، ۳: ۲۴، رقم: ۱۳۰۹

۹۔ سیوطي، الدر المنثور، ٦: ٦۱۸

مضمونِ ختم نبوت اور اس کی تائید میں آنے والی احادیث مبارکہ الگ باب کے تحت آئندہ صفحات میں درج کی جائیں گی لیکن اس سے پہلے لفظ ختم اور خاتم کے معنی و مفہوم کی بحث اس لیے دی جارہی ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے پیروکاروں نے مذکورہ الفاظ کی من گھڑت تعبیرات وتشریحات اور تاویلات کے ذریعے اپنے دعوی باطل کو سچ ثابت کرنے کی سعی لاحاصل کی۔ ذیل میں ہم ائمہ لغت کے اقوال اور تصریحات کی روشنی میں لفظ ختم اور خاتم کا معنی و مفہوم بیان کریں گے تاکہ یہ بات اظہر من الشّمس ہو جائے کہ امتِ مسلمہ کے اہلِ علم کے درمیان **خاتم النبیین** کے معنی ومفہوم کے تعین میں کوئی ابہام و التباس نہیں اور جمیع امت کا اس پر اجماع اور اتفاق ہے کہ اس سے مراد آخری نبی ہی ہے۔

بیسویں صدی کے آغاز میں مرزا غلام احمد قادیانی (۱۸۳۹۔۱۹۰۸ء) نے جب بتدریج نبوت کا دعویٰ کیا تو اس نے کتاب وسنت اور اجماعِ امت کا انکار کرتے ہوئے **خاتم النبیین** کا معنی محض اپنے مذموم مقاصد کے حصول کے لیے ''نبیوں کی مہر'' تراشا اور اس کی تفسیر یہ کی کہ حضرت محمد ﷺ انبیاء کی مہر ہیں۔ جس شخص پر آپ کی مہر لگ جاتی ہے وہ نبی بن جاتا ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی (معاذ اللہ!) اسی مہر کی تصدیق سے نبی بنا ہے۔ بطور حوالہ چند اقتباسات ملاحظہ ہوں:

۱۔ ''اور وہ خاتم الانبیاء بنے مگر ان معنوں سے نہیں کہ آئندہ اس سے کوئی روحانی فیض نہیں ملے گا بلکہ ان معنوں سے کہ وہ صاحب خاتم ہے، بجز اس کی مہر کے کوئی فیض کسی کو نہیں پہنچ سکتا ...... اور بجز اس کے کوئی نبی صاحب خاتم نہیں۔ ایک وہی ہے جس کی مہر سے ایسی نبوت بھی مل سکتی ہے جس کے لیے امتی ہونا لازمی ہے اور اس کی ہمت اور ہمدردی نے امت کو ناقص حالت پر چھوڑنا نہیں چاہا۔''[1]

---

(۱) غلام احمد قادیانی، حقیقة الوحی: ۲۷، مندرجه روحانی خزائن، ۲۲: ۲۹، ۳۰

۲۔ ''اور خدا کی مہر نے یہ کام کیا کہ آنحضرت ﷺ کی پیروی کرنے والا اس درجہ کو پہنچا کہ ایک پہلو سے وہ امتی ہے اور ایک پہلو سے نبی۔ کیونکہ اللہ جل شانہ نے آنحضرت ﷺ کو صاحب خاتم بنایا۔ یعنی آپ کو افاضہ کمال کے لیے مہر دی جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی۔ اسی وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیین ٹھہرا۔ یعنی آپ کی پیروی کمالات نبوت بخشتی ہے اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے اور یہ قوت قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی۔''(۱)

۳۔ ''خاتم النبیین کے معنی ہیں کہ آپ کی مہر کے بغیر کسی کی نبوت کی تصدیق نہیں ہوسکتی۔ جب مہر لگ جاتی ہے تو وہ کاغذ سند ہو جاتا ہے اور مصدقہ سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح آنحضرت کی مہر اور تصدیق جس نبوت پر نہ ہو وہ صحیح نہیں ہے۔''(۲)

۴۔ ''طریق کلام کے مطابق دوسرے الفاظ میں خاتم النبیین کے الفاظ رسول اللہ کے الفاظ کی نسبت بڑے درجے پر دلالت کرنے والے ہونے چاہئیں اور وہ یہی معنے ہیں کہ آپ نبیوں کی مہر ہیں۔ یعنی آپ کے بعد ایسے انبیاء پیدا ہوں گے جن کی نبوت کا معیار صرف آپ کے نقش قدم پر چلنا ہوگا اور آپ کی شریعت کو قائم کرنا ہوگا۔''(۳)

۵۔ ''پس یقیناً ہمارے مخالف مولوی صاحبان نے خاتم النبیین کے معنے سمجھنے میں سخت غلطی کی ہے۔ آپ خاتم النبیین ہیں مگر ان معنوں میں کہ آپ کا وجود باجود مہر نبیوں کی ہے جو شخص آپ کے قولی اور فعلی نمونے کو کامل طور پر اپنے اندر پیدا کرلے گا اور اتباع اور اطاعت میں ایسا صراط مستقیم پر چلے گا ایک قدم بھی ادھر ادھر نہ ہوگا۔ ایسے شخص کی نبوت پر آپ کا وجود باجود ایک مہر ہے کیوں سرکاری مہروں کے لیے ضروری ہے کہ

---

(۱) غلام احمد قادیانی، حقیقۃ الوحی: ۹۶، مندرجہ روحانی خزائن، ۲۲: ۹۹، ۱۰۰

(۲) ملفوظاتِ احمدیہ، مرتبہ منظور الٰہی قادیانی، ۵: ۲۹۰

(۳) مکتوب مرزا محمود احمد قادیانی، مندرجہ اخبار ''الفضل'' قادیان، مورخہ ۲۹ اپریل ۱۹۲۷ء، نمبر ۸۵، جلد ۱۴

کاغذات بھی ہوں ورنہ مہروں کو بنانا ہی لغو ٹھہرے گا، پس جس صورت میں خدائے تعالیٰ نے آنحضرت کو نبیوں کی مہر قرار دیا ہے تو ضرور ہے کہ اس رتبہ میں نبی بھی ہوں جو آپ کی اتباع اور آپ کی تصدیق سے نبوت کا درجہ حاصل کریں جیسا کہ محاورے میں ہم بولتے ہیں کہ فلاں شخص نے یہ بات کہہ کر اپنے اس قول پر مہر لگادی ہے یعنی اپنے منہ سے اس کی تصدیق کر دی ہے۔ یہی مطلب اس آیہ کریمہ کے ہیں۔''(۱)

۶۔ ''ہمیں اس سے انکار نہیں کہ رسول کریم ﷺ خاتم النبیین ہیں مگر ''ختم'' کے معنی وہ نہیں جو ''احسان'' کا سواد اعظم سمجھتا ہے اور جو رسول کریم ﷺ کی شان اعلیٰ و ارفع کے سراسر خلاف ہے کہ آپ نے نبوت کی نعمت عظمیٰ سے اپنی امت کو محروم کر دیا بلکہ یہ ہیں کہ آپ نبیوں کی مہر ہیں۔ اب وہی نبی ہوگا جس کی آپ تصدیق کریں گے کیونکہ آپ نبیوں کے مصدِّق ہیں۔ گویا کسی نبی کی اس وقت تک نبوت ثابت نہیں ہوسکتی جب تک آپ کی تصدیق اس کے ساتھ نہ ہو۔ انہی معنوں میں ہم رسول اکرم ﷺ کو خاتم النبیین سمجھتے ہیں۔''(۲)

۷۔ ''کہا گیا ہے کہ مبایعین (قادیانی صاحبان) آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین نہیں مانتے لیکن مجھے افسوس آتا ہے ان لوگوں پر جو یہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا اور باوجود اس کے آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین بھی کہتے ہیں۔ وہ خاتم یعنی مہر ہی کیا ہوئی جو کسی کاغذ پر نہ لگی اور اس نے کسی کاغذ کی تصدیق نہ کی۔ اسی طرح نبی کریم خاتم النبیین کیا ہوئے جب کسی انسان پر آپ کی نبوت کی مہر نہ لگی اور آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہوا۔ اگر آپ کی امت میں کوئی نبی نہیں ہے تو آپ خاتم النبیین بھی نہیں ہیں۔''(۳)

---

(۱) اخبار ''الفضل'' قادیان، مورخہ ۸ دسمبر ۱۹۱۵ء، جلد۳، نمبر ۶۸

(۲) اخبار ''الفضل'' قادیان، ص: ۱، ۲، مورخہ ۲۲ سمتبر ۱۹۳۹ء، ج ۲۷، نمبر ۲۱۸

(۳) خطبہ جمعہ، مرزا محمود احمد، خلیفہ قادیان، مندرجہ اخبار ''الفضل'' قادیان، ص: ۷، مورخہ ۱۰ جون ۱۹۱۵ء، جلد ۲، نمبر ۱۵۱

۸۔ ''الحکم'' مورخہ ۱۷ فروری ۱۹۰۵ء میں حضرت خلیفہ اول (حکیم نور الدین) کے قلم مبارک سے ایک سائل کے جوابات شائع ہوئے ہیں۔ ان میں حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی نبوت کا صریح ثبوت موجود ہے۔ وہ سوال اور جواب حسب ذیل ہے:

سوال: خاتم النبیین رسول تھے تو پھر نبی ہونے کا دعویٰ کس طرح درست ہوسکتا ہے؟

جواب: خاتم مہر کو کہتے ہیں۔ جب نبی کریم مہر ہوئے، اگر ان کی امت میں کسی قسم کا نبی نہیں ہوگا تو وہ مہر کس طرح ہوئے یا مہر کس پر لگے گی۔''(۱)

''وہ نبوت چل سکے گی جس پر آپ کی مہر ہو گی ورنہ اگر نبوت کا دروازہ بالکل بند سمجھا جائے تو نعوذ باللہ اس سے تو انقطاع فیض لازم آتا ہے اور اس میں تو نحوست ہے اور نبی کی ہتک شان ہوتی ہے۔''(۲)

ذیل میں ہم لفظِ ختم اور خاتم کے لغوی اور شرعی معنی کے حوالے سے چیدہ چیدہ ائمہ لغت کا موقف بیان کریں گے تاکہ قادیانیوں کے بے بنیاد عقیدے کا بطلان کھل کر سامنے آجائے اور اس میں کسی قسم کا ابہام اور التباس باقی نہ رہے۔

ائمہ لغت کے نزدیک خاتم کا معنی

قرآنِ حکیم کے کسی لفظ کا معنی متعیّن کرتے وقت محاورۂ عرب کا بھی خیال رکھا جانا ضروری ہے تاکہ پتا چل سکے کہ عربوں کے ہاں یہ لفظ کن کن معانی میں مستعمل ہے اور یہاں کون سا معنی مراد لیا جا رہا ہے۔ ذیل میں لفظِ خاتم کی لغوی بحث اس کے معنی کی تعیین و تخصیص میں معاون و مددگار ہو گی۔

---

(۱) اخبار ''الفضل'' قادیان، ص: ۹، مورخہ ۲۲ مئی ۱۹۲۲ء، نمبر ۹۱، جلد ۹

(۲) قول مرزا غلام احمد قادیانی، بہ جواب سوال مندرجہ اخبار ''الحکم'' قادیان، مورخہ ۱۷ اپریل ۱۹۰۳ء، ''ملفوظات'' جلد ۵، ص ۳۴۴، طبع ربوہ

لفظِ خاتم کی لغوی تحقیق

لفظِ خاتم کی دو قرأتیں مذکور ہیں: ایک خاتِم (بکسر التاء) اور دوسری خاتَم (بفتح التاء)۔ امام ابن جریر طبری اور جمہور مفسرین کے نزدیک پہلی قراءت مختار ہے جبکہ دوسری قراءت صرف امام حسنؒ اور امام عاصمؒ کی ہے۔

واختلفت القراء في قراءة قوله ﴿وخاتم النبيين﴾، فقرأ ذلك قراء الأمصار سوى الحسن وعاصم بكسر التاء من خاتم النبيين بمعنى أنه ختم النبيين. (۱)

''فرمان الٰہی ﴿وَخَاتم النبيين﴾ کی قراءت میں قراء کا اختلاف ہے۔ حسن اور عاصم کے علاوہ دورِ حاضر کے قراء نے اسے تاء کی زیر کے ساتھ پڑھا ہے، اس معنی میں کہ آپ ﷺ نے انبیاء (کے سلسلہ) کو ختم فرما دیا۔''

لفظ خاتم کا ان دونوں قراءتوں کی روشنی میں لغوی تجزیہ کیا جائے تو مذکورہ آیت کے حوالے سے اس کی درج ذیل تین صورتیں سامنے آتی ہیں:

۱۔ **خاتِم** (بکسر التاء) اسم فاعل بمعنی ختم کرنے والا

۲۔ **خاتِم** (بکسر التاء اور بفتح التاء) اسم بمعنی آخرِ قوم

۳۔ **خاتَم** (بفتح التاء) اسم آلہ بمعنی مُہر یعنی آخری

ان دونوں قرأتوں میں سے چاہے کسی کو بھی لیا جائے ان کا لغوی معنی یہی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے آخر میں ہیں اور آپ ﷺ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔ ائمہ لغت کے نزدیک لفظِ خاتم کا معنی درج ذیل ہے:

---

(۱) طبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، ۲۲: ۱۶

۱۔ امام ابو منصور محمد بن احمد الازہری (۲۸۲۔۳۷۰ھ)

امام ابو منصور الازہری **التہذیب فی اللّغۃ** میں لفظِ ختم کے معنی کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

قال أبو اسحاق النحوي معنی طبع فی اللغة وختم واحد، وھو التغطية علی الشئ والاستيثاق من أن يدخله شیء، كما قال: ﴿اَمۡ عَلٰی قُلُوۡبٍ اَقۡفَالُھَا﴾. (۱)

’’ابو اسحاق نحوی نے کہا: لغت میں طبع اور ختم کے معنی ایک ہیں اور وہ ہیں: کسی شے کو ڈھانپ دینا اور مضبوطی سے باندھ دینا تاکہ اس میں کوئی شے داخل نہ ہو سکے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ’’یا ان کے دلوں پر تالے پڑ گئے ہیں۔‘‘

علامہ موصوف یہی معنی امام زجاج کے حوالے سے یوں بیان کرتے ہیں:

قال الزَّجَّاج في قوله ﷻ ﴿خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوۡبِھِمۡ﴾: معنی ختم في اللغة و ’’طبع‘‘ واحد وھو التغطية علی الشیء والاستيثاق منه لئلا يدخله شیء. (۲)

’’زجاج نے ارشاد باری تعالیٰ ﴿خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوۡبِھِمۡ﴾ کے حوالے سے کہا ہے: لغت میں ختم اور طبع کے معنی ایک ہیں اور وہ ہیں: کسی شے کو ڈھانپ دینا اور مضبوطی سے باندھ دینا تاکہ اس میں کوئی شے داخل نہ ہو سکے۔‘‘

موصوف لفظ خاتم کا معنی درج ذیل بیان کرتے ہیں:

---

(۱) ازہری، التہذیب فی اللّغۃ، ۱: ۲۴۰

(۲) ازہری، التہذیب فی اللغۃ، ۱: ۱۱۱۳

وخاتم کل شیء آخره. (۱)

’’اور ہر شے کا خاتم اس کا آخر ہے۔‘‘

علامہ ازہری زیرِ مطالعہ آیتِ مبارکہ کا مفہوم اس طرح بیان کرتے ہیں:

وقوله ﷻ ﴿مَاكَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ﴾ معناه آخر النبيين ومن أسمائه ’’العاقب‘‘ أيضاً معناه آخر الأنبياء. (۲)

’’اور ارشاد باری تعالیٰ ﴿محمد (ﷺ) تمہارے مَردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور سب انبیاء کے آخر میں (سلسلۂ نبوت ختم کرنے والے) ہیں﴾ کا معنی ’’تمام نبیوں کا فرد آخر‘‘ ہے۔ اور آپ ﷺ کے اسمائے گرامی میں سے ایک ’’عاقب‘‘ ہے جس کے معنی بھی ’’سب انبیاء کے آخری فرد‘‘ کے ہیں۔‘‘

۲۔ امام اسماعیل بن عباد (۳۲۶۔۳۸۵ھ)

امام اسماعیل بن عباد **المُحیط فی اللّغة** میں لفظ ختم اور خاتم کے حوالے سے لکھتے ہیں:

وختام الوادي: أقصاه وخاتمة السورة آخرها. وكذلک خاتم كل شيء. (۳)

’’اور وادی کے ختام سے مراد اس کا آخری کنارا ہے اور سورت کے خاتمہ سے

(۱) ازہری، التهذيب فی اللغة، ۱: ۱۱۱۳
(۲) ازہری، التهذيب فی اللغة، ۱: ۱۱۱۴
(۳) اسماعیل بن عباد، المحیط فی اللغة، ۴: ۳۱۵

مراد اس کا آخر ہے اور یہی معنی ہر شے کے خاتم کا ہے۔‘‘

اس معنی کے مطابق خاتم النبیین کا معنی ہوا: ’’نبیوں کا آخر۔‘‘

۳۔ امام ابن حماد الجوہری (م ۳۹۳ھ)

امام ابن حماد الجوہری **الصحاح** میں لفظِ خاتم اور اس کے مترادفات کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

والخاتَمُ وَالخاتِمُ بكسر التّاء وفتحها والخَيتام والخَاتَام كلّهُ بمعنى والجمع اَلخَوَاتِيُمُ وَخاتِمَة الشّیء آخره ومحمَّد ﷺ خاتم الأنبياء عليهم الصلاة والسلام. [1]

’’خاتم تاء کی زیر اور زبر کے ساتھ اور ختیام اور خاتام ان سب (الفاظ) کے ایک ہی معنیٰ ہیں اور ان کی جمع خواتیم ہے اور کسی شے کے خاتمہ سے مراد اس کا آخر ہے۔ اس معنی میں حضرت محمد ﷺ خاتم الانبیاء (آخری نبی) ہیں۔‘‘

۴۔ امام احمد بن فارس بن زکریا (م ۳۹۵ھ)

امام ابن زکریا نے ’**مقاییس اللّغة** (ص: ۳۲۴)‘ میں ختم اور خاتم کے درج ذیل معانی بیان کیے ہیں:

ختم: وهو بلوغ آخرِ الشیء: يقال ختمت العمل و ختم القاری السورة. فاما الختم، وهو الطبع على الشئ فذلك من الباب أيضاً، لأن الطبع على الشئ لا يكون إلا بعد بلوغ آخره ...... والخاتم مشتق منه. والنبی ﷺ خاتم الأنبياء لأنه آخرهم.

(۱) جوہری، الصحاح فی اللغة، ۱: ۳۳۰

''ختم کا معنی کسی چیز کے آخر پر پہنچنا ہے۔ کہا جاتا ہے میں نے کام ختم کر لیا اور قاری نے سورت ختم کر لی۔ پھر ختم کا معنی کسی شے پر مہر کرنا بھی ہے اور یہ بھی اسی باب سے ہے کیونکہ کسی شے پر مہر اسکے آخر پر پہنچنے کے بعد ہی لگائی جاتی ہے۔ اور خاتم اسی سے مشتق (derived) ہے اور حضور نبی اکرم ﷺ خاتم الانبیاء ہیں کیونکہ آپ ﷺ ان سب سے آخر پر (مبعوث ہوئے) ہیں۔''

۵۔ امام راغب اصفہانی (م ۵۰۲ھ)

امام راغب اصفہانیؒ اپنی شہرۂ آفاق کتاب **المفردات في غريب القرآن** میں خاتم النبیین کے ذیل میں لکھتے ہیں:

وَخَاتَم النَّبِيّين لأنَّهُ ختم النبُوَّةَ أي: تمَّمها بمجيئه. (۱)

''حضور نبی اکرم ﷺ کو خاتم النبیین اس لیے کہا جاتا ہے کہ آپ ﷺ نے (سلسلہ) نبوت ختم فرما دیا یعنی اپنی بعثت سے اسے مکمل فرما دیا۔''

۶۔ امام محمد بن اثیر جزری (م ۶۰۶ھ)

امام ابن اثیر جزری لفظ خاتم کے حوالے سے لکھتے ہیں:

فيه (آمين خاتم رب العالمين على عباده المومنين)، قيل: معناه طابعه وعلامته التي تدفع عنهم الأعراض والعاهات، لأن خاتم الكتاب يصونه ويمنع الناظرين عما في باطنه وتفتح تاؤه وتكسر، لغتان. (۲)

''حدیث میں ہے کہ آمین اللہ تعالیٰ کی اپنے مومن بندوں پر خاتم ہے۔ ایک

(۱) اصفہانی، المفردات في غريب القرآن، كتاب الخاء

(۲) ابن اثیر، النهاية، ۲: ۱۰

قول یہ ہے کہ اس کا معنی اللہ تعالیٰ کی مہر اور ایسی علامت ہے جو ان سے بیماریوں اور آفتوں کو دور کرتی ہے، کیونکہ جب مکتوب پر مہر لگا دی جاتی ہے تو وہ مکتوب کو کسی اور چیز کے دخول سے محفوظ رکھتی ہے اور لوگوں کو اس مکتوب کے دیکھنے سے منع کرتی ہے۔ خاتَم اور خاتِم اس لفظ میں دو لغت ہیں۔''

۷۔ علامہ ابو الفضل محمد بن عمر بن خالد القرشی (أتمہ ۶۸۱ھ)

لغت عرب کی ایک اور کتاب صراح اللغة میں اس لغوی بحث کے حوالے سے یہ درج ہے:

خاتمة الشیء آخره ومحمدٌ خاتَم الأنبیاءِ بالفتحِ صلوات الله علیه وعلیهم أجمعین.(۱)

''خاتمہ کے معنی کسی شے کے آخر کے ہیں اور اسی معنی میں حضرت محمد A خاتم الانبیاء یعنی سب سے آخری نبی ہیں۔''

۸۔ علامہ ابن منظور الافریقی (م ۷۱۱ھ)

لغت عرب کی انتہائی مستند اور مقبولِ عرب و عجم کتاب **لسان العرب** میں امام ابن منظور ''**ابن سیده**'' کے حوالے سے لکھتے ہیں:

وخاتِمُ کلِّ شیْءٍ وخاتِمته: عَاقِبَته وَآخِره.(۲)

''خاتم اور خاتمہ ہر چیز کے آخر اور انجام کو کہا جاتا ہے۔''

صاحبِ **لسان العرب** اس کی مثال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ختام الوادی أقصاه وخِتام القوم وخاتِمُهم وخاتَمهم آخرُهم عن

---

(۱) ابن خالد، صراح اللغة، باب المیم، فصل الخاء: ۲۸۸

(۲) ابن منظور، لسان العرب، ۱۲: ۱۶۴

اللّحياني ومحمد ﷺ خاتم الأنبياء عليه وعليهم الصّلوة والسّلام.

’’ختام الوادی، وادی کے آخری کنارے کو کہتے ہیں اور ختام القوم، خاتِم القوم (بکسر التاء) اور خاتَم القوم (بفتح التاء)، ان سب کا معنی ہے: ’’قوم کا آخری فرد۔‘‘ اسی معنی میں لحیانی سے نقل کیا جاتا ہے کہ حضرت محمد ﷺ خاتم الانبیاء ہیں (کیونکہ آپ ﷺ باعتبارِ بعثت گروہِ انبیاء کے آخری فرد ہیں)۔‘‘

علامہ ابن منظور التہذیب للأزہری کے حوالے سے اس لفظ کی مزید تصریح درج ذیل الفاظ میں کرتے ہیں:

والخاتِم والخاتَم (بكسر التاء و بفتحها) من أسماء النبى ﷺ وفى التنزيل العزيز: ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُولَ اللهِ وَ خَاتِمَ النَّبِيّٖنَ﴾ أي آخرهم قال وقد قرىء وخَاتَمَ، وقول العَجَّاج: مبارَک للأنبياء خاتِمِ إنّما حمله على القراء ة المشهورة فكسر، ومن أسمائه العاقب أيضاً ومعناه آخر الأنبياء.(۱)

’’خاتِم اور خاتَم (تاء کی زیر اور زبر کے ساتھ یہ دونوں) حضور نبی اکرم ﷺ کے اسماء میں سے ہیں اور قرآن مجید میں ہے: ﴿محمد (ﷺ) تمہارے مَردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور سب انبیاء کے آخر میں (سلسلۂ نبوت ختم کرنے والے) ہیں﴾ یعنی آپ ﷺ تمام انبیاء کے آخر پر ہیں۔ اور اسے خاتَم (بفتح التاء) بھی پڑھا گیا ہے اور عجاج کا قول ’’مبارَک للأنبياء خاتِمِ‘‘ قراءتِ مشہورہ پر کسرہ کے ساتھ ہے۔ اسی طرح

(۱) ابن منظور، لسان العرب، باب حرف الميم، فصل الخاء، ۱۲: ۱۶۴

حضور نبی اکرم ﷺ کے اسماء مبارکہ میں سے ''عاقب'' ہے جس کا معنی بھی ''انبیاء کا آخر'' ہے۔''

۹۔ علامہ محمد بن ابی بکر الرازی (م ۷۲۱ھ)

امام موصوف اپنی کتاب **مختار الصحاح** میں لفظ خاتم کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

والخاتَمُ بفتح التاء وكسرها والخَيتام والخَاتَام كلّهُ بمعنى والجمع الخَوَاتِيُمُ وَخاتِمَة الشّيء آخرهُ ومحمَّد ﷺ خاتم الأنبياء عليهم الصّلاة والسّلام.[1]

''خاتم تاء کی زبر اورزیر کے ساتھ اور خیتام اور خاتام ان سب (الفاظ) کے ایک ہی معنٰی ہیں اور ان کی جمع خواتیم ہے اورکسی شے کے خاتمے سے مراد اس کا آخر ہے۔ اس معنی میں حضرت محمد ﷺ خاتم الانبیاء (آخری نبی) ہیں۔''

۱۰۔ علامہ محمد بن یعقوب الفیر وزآبادی (م ۸۱۷ھ)

موصوف اپنی کتاب **القاموس المحیط** میں لفظ ختم کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ختمه يختمه ختماً وختاماً، طبعه وعلى قلبه جعله لايفهم شيئا ولا يخرج منه شيء والشيء ختماً بلغ آخره.

''**ختمه يختمه ختماً وختاماً** کے معنی ہیں کہ اس نے اس پر مہر کر دی اور اس کے دل پر مہر کر دی سے مراد ہے کہ اسے ایسا بنا دیا کہ وہ نہ تو کچھ سمجھتا ہے اور

---

(۱) رازی، مختار الصحاح: ۷۱

نہ اس سے کوئی خیر کی بات ہی نکلتی ہے (یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کے سوچنے سمجھنے اور نیکی کی طرف راغب ہونے کے تمام راستے مسدود کر دیے ہیں) اور کسی شے کو ختم کرنے کا مفہوم ہے اس کے آخر پر پہنچنا۔‘‘

اور لفظ خاتَم کے حوالے سے لکھتے ہیں:

والخاتَم ...... من کل شيء عاقبته وآخرته کخاتمته وآخر القوم کالخاتِم.(۱)

’’اور خاتَم (تاء پر زبر) کے معنی ہیں: کسی شے کے اخیر میں آنے والا اور کسی شے کا آخر، خاتمہ کی طرح اورآخرِ قوم، خاتِم (تاء پر زیر) کی طرح۔‘‘

۱۱۔علامہ طاہر پٹنی (م ۹۸۶ھ)

لغاتِ حدیث کی ایک معتبر کتاب مجمع البحار میں لفظ خاتم کا معنی درج ذیل ہے:

خاتِم النّبوّة بکسرِ التّاءِ أي فاعل الختم وهو الإتمام وبفتحها بمعنی الطابعِ أي شيءٍ یدل علی أنه لا نبیّ بعده.(۲)

’’خاتم النبوۃ میں تاء کی زیر کے ساتھ خاتِم ہو یعنی ختم کا فاعل ہو تو اس کا معنی ہوگا نبوت کو تمام کرنے والا۔ اور تاء کی زبر کے ساتھ خاتَم ہو تو اس کا معنی مہر ہوگا، یعنی وہ شے جو اس پر دلالت کرے کہ اب اس کے بعد کوئی نبی نہیں۔‘‘

اسی کتاب میں اس لفظ کی مزید وضاحت یوں بیان ہوئی ہے:

الخاتَم والخاتِم من أسمائه ﷺ بالفتح اسم أي آخرهم

---

(۱) فیروز آبادی، القاموس المحیط، فصل الخاء، باب المیم، ۴: ۱۰۴

(۲) مجمع البحار، ۱: ۳۲۹

وبالكسر اسم فاعل.[۱]

''(تاء کی زیر اور زبر کے ساتھ) خاتِم اور خاتَم حضور نبی اکرم ﷺ کے اسمائے مبارکہ میں سے ہے۔ تاء پر زبر کے ساتھ اسم ہے جس کے معنی آخر کے ہیں، اور زیر کے ساتھ اسم فاعل ہے جس کے معنی ختم یا تمام کرنے والے کے ہیں۔''

۱۲۔ ابو البقاء الحسینی الکفوی (م ۱۰۹۵ھ)

علامہ ابو البقاء کی کتاب **کلیات** میں جسے لغات عرب میں انتہائی معتمد کتاب کا درجہ حاصل ہے اس لغوی تحقیق کو یوں واضح کیا گیا ہے:

وتسمية نبيّنا خاتِمُ الأنبياء لأنّ الخَاتِمَ اٰخِرُ الْقوم. قال الله تعالٰى: ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ﴾.[۲]

''اور ہمارے نبی ﷺ کا نام خاتم الانبیاء اس لیے رکھا گیا کہ خاتم آخرِ قوم کو کہتے ہیں اور اسی معنی میں ارشاد باری تعالی ﴿محمد (ﷺ) تمہارے مَردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور سب انبیاء کے آخر میں (سلسلۂ نبوت ختم کرنے والے) ہیں﴾ ہے کہ آپ سب نبیوں کے آخر میں ہیں۔''

۱۳۔ علامہ مرتضٰی الزبیدی (م ۱۳۰۶ھ)

علامہ زبیدی اپنی کتاب **تاج العروس** میں لفظِ خاتم کے ذیل میں لکھتے ہیں:

والخاتِم من كل شيء عاقبته وآخرته كخاتمته والخاتِم: آخر

---

(۱) مجمع البحار، ۱: ۳۳۰۔

(۲) ابو البقاء، الكليات: ۳۱۹۔

القوم کالخاتم ومنه قوله تعالٰی: ﴿وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ﴾ أیُ آخرهم.[1]

''اور ہر شے کے خاتم کے معنی اس کے اخیر اور آخر کے ہیں، کسی شے کے خاتمہ کی طرح اور خاتَم (تاء کی کسرہ اور فتح کے ساتھ) کے معنی خاتم کی طرح آخرِ قوم کے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ﴿اور سب انبیاء کے آخر میں (سلسلۂ نبوت ختم کرنے والے) ہیں﴾ اسی معنی میں ہے یعنی تمام انبیاء کے فردِ آخر۔''

موصوف اس حوالے سے مزید لکھتے ہیں:

وختام الوادي أقصاه وختام القوم: آخرهم، عن اللحياني ومن اسمائه ﷺ الخاتِم والخاتَم وهوالذی ختم النبوة بمجیئه.[2]

''اور وادی کے ختام سے مراد اس کا آخری کنارا ہے اور قوم کے ختام سے مراد اس کا آخری فرد ہے۔ لحیانی سے منقول ہے کہ ختم اور خاتم (تا کی زیر کے ساتھ اور زبر کے ساتھ یہ دونوں) حضور نبی اکرم ﷺ کے اسمائے مبارکہ میں سے ہیں۔ اور خاتم وہ ذات ہے جس نے اپنی تشریف آوری سے (سلسلہ) نبوت ختم فرما دیا۔''

۱۴۔ معلم بطرس البستانی (م۱۸۸۳ء)

موصوف کے نزدیک لفظ ختم اور خاتم کے معنی کی وضاحت درج ذیل ہے:

ختم الشیء ختماً بلغ آخره والقرآن والکتاب قرأه کله وأتمه.

''اس نے (فلاں) شے کو ختم کیا (کا معنی ہے کہ) وہ اس کے آخر پر پہنچا۔ اور قرآن اور (کسی کتاب) کو ختم کیا (یعنی) اسے پورے کا پورا پڑھا اور مکمل کیا۔''

الخاتِم والخاتَم الخاتام وآخر القوم.

---

(۱) زبیدی، تاج العروس، فصل الخاء من باب المیم، ۱۶: ۱۹۰

(۲) زبیدی، تاج العروس فصل الخاء من باب المیم، ۱۶: ۱۹۱

’’خاتِم (تاء پر زیر) اور خاتَم (تاء پر زبر) اور خاتام کے معنی آخر قوم کے ہیں۔‘‘

الخاتمة مؤنث الخاتم ومن كل شيء أقصاه وتمامه وعاقبته وآخرته كخاتمة الكتاب وغيره. (۱)

’’خاتمہ خاتم کا مؤنث ہے اور کسی شے کے خاتمہ سے مراد اس کا انتہائی کنارا، اخیر اور آخر ہے، جیسے کتاب کا خاتمہ وغیرہ۔‘‘

آیت کریمہ ﴿خِتٰمُهٗ مِسْكٌ﴾ سے اِستدلال

اہلِ لغت نے لفظِ خاتم کے مذکورہ معنی کی تائید میں آیت کریمہ خِتٰمُهٗ مِسْكٌ (۲) سے بھی استدلال کیا ہے، علامہ جوہری لکھتے ہیں:

﴿خِتٰمُهٗ مِسْكٌ﴾ أي آخره لأنّ آخر ما يجدونه رائحةُ المسک. (۳)

’’﴿اس کا ختام کستوری ہوگا﴾ یعنی اس کا آخر کیونکہ اہلِ جنت کو اس مشروب کے آخر پر کستوری کی خوشبو حاصل ہوگی۔‘‘

امام ابن زکریا اس حوالے سے لکھتے ہیں:

﴿خِتٰمُهٗ مِسْكٌ﴾ أي إنّ آخر ما يجدونه منه عند شربهم إيّاه رائحة المسک. (۴)

’’اس کا ختام کستوری ہوگا یعنی اہلِ جنت اس مشروبِ خاص کو نوش کرنے کے

---

(۱) بستانی، محیط المحیط: ۲۱۷

(۲) المطففین، ۸۳: ۲۶

(۳) جوہری، الصحاح فی اللغۃ، ۱: ۳۷۹

(۴) ابن زکریا، معجم مقاييس اللغة، ۱: ۳۲۴

بعد آخر پر کستوری کی خوشبو پائیں گے۔''

لسان العرب اور تاج العروس میں مرقوم ہے:

وختام کل مشروب: آخره. وفی التنزیل العزیز ﴿خِتٰمُهٗ مِسۡکٌ﴾ أي آخره لأن آخر مایجدونه رائحة المسک.[1]

''اور ہر مشروب کے ختام سے مراد اس کا آخر ہے۔ قرآن عزیز میں ہے ﴿اس کا ختام کستوری ہوگا﴾ یعنی اس کا آخر، کیونکہ اہل جنت کو اس مشروب کے آخر پر کستوری کی خوشبو آئے گی۔''

ختام اور خاتم قریب المعنی ہیں

فراء کے نزدیک ختام اور خاتم قریب المعنی الفاظ ہیں:

قال الفراء: والخاتِم والخِتام متقاربان فی المعنی، إلا أن الخاتِم الاسم والخِتام المصدر.[2]

''فراء کہتے ہیں: خاتم اور ختام دونوں قریب المعنی الفاظ ہیں سوائے اس کے کہ خاتم اسم ہے اور ختام مصدر ہے۔''

ختامہ کے معنی مذکور سے بھی ثابت ہوا کہ خاتم النبیین کے معنی نبیوں کا آخر ہی ہیں کیونکہ خاتم اور ختام ایک ہی معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔

حاصلِ بحث

ائمہ لغت کی مذکورہ بالا تصریحات سے یہ بات پایۂ تحقیق کو پہنچ جاتی ہے کہ سورۂ

---

(۱) ۱۔ ابن منظور، لسان العرب، ۱۲: ۱۶۴
۲۔ زبیدی، تاج العروس، ۱۶: ۱۹۱

(۲) ابن منظور، لسان العرب، فصل الخاء، ۱۲: ۱۶۴

احزاب کی مذکورہ آیت کریمہ میں خاتم کی تاء پرزیر ہو یا زبر، اس کے معنی آخری کے ہیں۔ ماہرین لغت نے مختلف مثالیں دے کر اس معنی کو واضح کیا ہے، جیسے امام اسماعیل بن عباد نے **المُحیط فی اللّغة** میں کہا ہے کہ کسی وادی کے ختام سے مراد اس کا آخری کنارا ہے اور کسی سورت کے خاتمہ سے مراد اس کا آخر ہے اور کسی بھی شے کے خاتم سے مراد اس کا آخر ہے۔ امام ابن حماد جوہری نے **الصحاح** میں کہا ہے کہ لفظ خاتم تاء کی زیر اور زبر کے ساتھ اور اس کے مترادف الفاظ ایک ہی معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔ ان کے نزدیک بھی کسی شے کے خاتمہ سے مراد اس کا آخر ہے۔ وہ واضح الفاظ میں لکھتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ اسی معنی میں خاتم الانبیاء علیہم الصّلوۃ والسّلام ہیں یعنی آخری نبی ہیں۔ امام احمد بن فارس بن زکریا نے **مقاييس اللّغة** میں کہا ہے کہ خاتم لفظِ ختم سے مشتق ہے اور اس کے معنی کسی چیز کے آخر پر پہنچنا کے ہیں، جیسے کہا جاتا ہے کہ میں نے کام ختم کرلیا اور قاری نے سورت ختم کرلی۔ انسان کسی کام کو اس کے آخر پر پہنچ کر ہی ختم کرتا ہے اور قاری سورت کے آخر پر پہنچتا ہے۔

امام ابن زکریا کے نزدیک اگر ختم کے معنی کسی شے پر مہر کرنا بھی کیے جائیں تو پھر بھی یہ لفظ اپنے معنی سابق پر برقرار رہتا ہے کیونکہ کسی شے پر مہر اس کے آخر پر پہنچنے کے بعد ہی لگائی جاتی ہے۔ امام موصوف نے لفظ خاتم النبیین پر اس معنی کا اطلاق کرتے ہوئے کہا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ خاتم الانبیاء ہیں کیونکہ آپ ﷺ ان سب کے آخر پر (مبعوث ہوئے) ہیں۔ امام راغب اصفہانی نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب **المفردات في غريب القرآن** میں لکھا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کو خاتم النبیین اس لیے کہا جاتا ہے کہ آپ ﷺ نے سلسلہ نبوت ختم فرما دیا یعنی اپنی بعثت سے اسے مکمل فرما دیا۔ علامہ ازہری **التهذيب فی اللّغة** میں ابو اسحاق نحوی اور زجاج کے حوالے سے لفظِ ختم کے معنی کی وضاحت میں لکھتے ہیں کہ طبع اور ختم کے معنی ایک ہیں اور وہ ہیں: کسی شے کو ڈھانپ دینا

اور مضبوطی سے باندھ دینا تاکہ اس میں کوئی شے داخل نہ ہو سکے۔ امام موصوف نے خاتم کا معنی کسی شے کا آخر کیا ہے اور آیت مذکورہ کا حوالہ دیتے ہوئے کہا ہے کہ اس میں **خاتم النبیین** سے مراد ''تمام نبیوں کا فرد آخر'' ہے۔ اس معنی کی وضاحت میں مزید کہا کہ آپ ﷺ کے اسمائے گرامی میں سے ایک ''عاقب'' ہے جس کے معنی بھی ''سب انبیاء کے آخری فرد'' کے ہیں۔

لغت عرب کی انتہائی مستند اور مقبولِ عرب وعجم کتاب **لسان العرب** میں علامہ ابن منظور افریقی ''ابن سیدہ'' کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ خاتم اور خاتمہ ہر چیز کے آخر اور انجام کو کہا جاتا ہے، جیسے ختام الوادی، وادی کے آخری کنارے کو کہتے ہیں اور ختام القوم، خاتِم القوم (بکسر التاء) اور خاتَم القوم (بفتح التاء)، ان سب کا معنی ہے ''قوم کا آخری فرد۔'' اسی معنی میں لحیانی سے نقل کیا جاتا ہے کہ حضرت محمد ﷺ خاتم الانبیاء ہیں۔ صاحبِ **لسان العرب** نے علامہ اَزہری کے حوالے سے بھی اس معنی کو بیان کیا ہے۔ اس کے علاوہ امام محمد بن اثیر جزری (م ۶۰۶ھ)، علامہ محمد بن ابو بکر رازی (م ۷۲۱)، علامہ محمد بن یعقوب فیروز آبادی (م ۸۱۷ھ)، علامہ مرتضی زبیدی (م ۱۳۰۶ھ) اور دیگر معتبر ائمہ لغت نے بھی لفظ ختم اور خاتم کے معانی مذکورہ بالا ہی دیے ہیں اور خاتم النبیین سے تمام نبیوں کا فرد آخر مراد لیا ہے۔

اگر خاتم کے معنی مہر کے لیے جائیں تو اس سے مراد یہ ہوگا کہ حضور نبی اکرم ﷺ انبیاء پر مہر لگانے والے ہیں یعنی آپ ﷺ نے آ کر سلسلۂ انبیاء پر مہر کردی اور جس چیز پر مہر کردی جائے اس میں کوئی اور چیز داخل نہیں کی جاسکتی۔ قرآن کریم کی درج ذیل آیت کریمہ سے یہ مفہوم واضح ہو گا:

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ. (۱)

---

(۱) البقرة، ۲: ۷

''اللہ نے (ان کے اپنے اِنتخاب کے نتیجے میں) ان کے دلوں پر مُہر لگا دی ہے۔''

صاحبِ تھذیب ابو منصور ازہری اور صاحبِ قاموس محمد بن یعقوب فیروز آبادی نے اس معنی کی وضاحت دی ہے جو ہم گزشتہ صفحات میں بیان کر چکے ہیں۔[1]

لفظ خاتم کے اس معنی کے حوالے سے یہ امر قابل غور ہے کہ جب تاجدار کائنات ﷺ نے سلسلۂ انبیاء کو ختم فرما کر اسے سر بمہر کر دیا تو اس کے بعد نبوت کا ہر دعویٰ باطل اور ہر مدعی نبوت کذّاب ہوگا۔ آئندہ صفحات میں اس نکتہ کو ائمہ تفسیر کے اقوال کی روشنی میں واضح کیا جائے گا۔

ائمہ لغت کی مذکورہ بالا تصریحات سے یہ بات پایۂ تحقیق کو پہنچ جاتی ہے کہ سورۂ احزاب کی مذکورہ آیت کریمہ میں خاتم کی تاء پر زیر ہو یا زبر اس کے معنی آخری کے ہیں، اور یہ بھی واضح ہوا کہ ماہرین لغت کے نزدیک محاورۂ عرب میں خاتم النبیین کے معنی ''نبیوں کا آخر اور ''نبیوں کا ختم کرنے والا'' کے ہیں لہٰذا س امر میں کوئی شک اور ابہام نہیں رہ جاتا کہ حضور نبی اکرم ﷺ پر نبوت کا ختم ہونا خود قرآن مجید کی نصِ قطعی سے ثابت ہے۔

---

(۱) ۱۔ فیروز آبادی، القاموس المحیط، ۱: ۱۰۴

۲۔ ازہری، التھذیب فی اللغة، ۱: ۲۴۰

باب سوُم

ختمِ نبوت قرآن مجید کی روشنی میں

قرآنِ مجید ہدایتِ ربانی کا وہ اولین سرچشمہ ہے جس سے فیض یاب ہو کر انسان دنیوی و اخروی فلاح و کامیابی سے ہمکنار ہوسکتا ہے۔ یہ کتابِ مبین وہ آخری صحیفۂ آسمانی ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی آخر و اعظم ﷺ کو تمام مخلوقات کی طرف مبعوث فرمایا۔ یہ کتاب ہر قسم کے شکوک و شبہات سے کلیتًا پاک ہے۔ اس کا اعلان خود ذاتِ باری تعالیٰ نے اس کے آغاز میں ہی اپنے اس ارشاد میں فرما دیا ہے:

ذٰلِکَ الْکِتَابُ لَا رَيْبَ فِيْهِ. (۱)

''(یہ) وہ عظیم کتاب ہے جس میں کسی شک کی گنجائش نہیں۔''

یہ کتابِ حق ہے، از اول تا آخر اصلاً تمام حقائق و معارف اور جملہ علوم وفنون کی جامع ہے۔ قرآن خود کئی مقامات پر اس حقیقت کی تائید کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَنَزَّلْنَا عَلَيْکَ الْکِتَابَ تِبْيَانًا لِّکُلِّ شَيْءٍ. (۲)

''اور ہم نے آپ پر وہ عظیم کتاب نازل فرمائی ہے جو ہر چیز کا بڑا واضح بیان ہے۔''

ہر شے کا تفصیلی بیان قرآن کے اندر موجود ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَتَفْصِيْلَ کُلِّ شَيْءٍ. (۳)

''اور ہر چیز کی تفصیل ہے۔''

---

(۱) البقرہ، ۲: ۲
(۲) النحل، ۱۶: ۸۹
(۳) یوسف، ۱۲: ۱۱۱

ایک اور مقام پر ارشاد ہے:

مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ. [۱]

''ہم نے کتاب میں کوئی چیز نہیں چھوڑی (جسے صراحتاً یا اشارتاً بیان نہ کر دیا ہو)۔''

اس حقیقت کو سورۃ الانعام ہی میں یوں بیان فرمایا:

وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ○ [۲]

''اور نہ کوئی تر چیز ہے اور نہ کوئی خشک چیز مگر روشن کتاب میں (سب کچھ لکھ دیا گیا ہے)○''

ایک اور مقام پر قرآن حکیم کی اس اعجازی شان کو یوں بیان فرمایا گیا ہے:

وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنَاهُ تَفْصِيْلاً ○ [۳]

''اور ہم نے ہر چیز کو پوری تفصیل سے واضح کر دیا ہے○''

ابن سراقہ کتاب الإعجاز میں ابوبکر بن مجاہد کا قول نقل کرتے ہیں:

ما من شيء في العالم إلا و هو في كتاب الله. [۴]

''کائنات میں کوئی شے ایسی نہیں جس کا ذکر قرآن میں موجود نہ ہو۔''

علامہ ابن برجان اس کی تائید میں فرماتے ہیں:

ما قال النبي ﷺ من شيء فهو في القرآن به أو فيه أصله. [۵]

''حضور نبی اکرم ﷺ کا کوئی فرمان ایسا نہیں کہ جس کا ذکر قرآن میں نہ ہو یا اس کی اصل قرآن سے ثابت نہ ہو۔''

---

(۱) الانعام، ۶: ۳۸
(۲) الانعام، ۶: ۵۹
(۳) بنی اسرائیل، ۱۷: ۱۲
(۴) سیوطی، الإتقان، ۴: ۳۰
(۵) سيوطي، الاتقان، ۴: ۳۰

امام سیوطی نے الإتقان میں اس کی بہت سی مثالیں دی ہیں۔ گویا قرآن میں یا تو ہر چیز کا ذکر صراحت کے ساتھ ملے گا یا اجمالاً مگر اس کی اصل ضرور موجود ہوگی، یہ الگ بات کہ اس کا اخذ کرنا ہر شخص کے لیے ممکن نہ ہو، یہ صرف ان لوگوں کے لیے ممکن ہے جن کے سینوں کو باری تعالیٰ نے قرآنی معارف کا اہل بنا دیا اور انہیں صراطِ مستقیم پر چلا دیا ہو۔ یہ اللہ تعالیٰ کے وہ انعام یافتہ بندے ہیں جن کے راستے پر چلنے کی تلقین کی گئی ہے۔ قرآن حکیم ان کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

وَمَنْ يُّطِعِ اللهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُوْلٰٓئِکَ مَعَ الَّذِيْنَ أَنْعَمَ اللهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِيْقًا○ (۱)

''اور جو کوئی اللہ اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کرے تو یہی لوگ (روزِ قیامت) ان (ہستیوں) کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے (خاص) انعام فرمایا ہے جو کہ انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں، اور یہ بہت اچھے ساتھی ہیں○''

قرآنی ہدایت و رہنمائی اور اس کے مطالب و مفاہیم تک رسائی کا واسطہ اور ذریعہ بھی یہی چار طبقات ہیں۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ راہِ ہدایت فی الحقیقت قرآن وسنت ہی کا راستہ ہے لیکن قرآن و سنت کا صحیح مدعا و منشا خدا کے انعام یافتہ، مقبول اور صالح بندوں کی پیروی سے ہی معلوم ہوسکتا ہے۔ اگر محض اپنی رائے سے قرآن و سنت کے مطالب و مفاہیم متعین کرنے کی سعی کی جائے تو اس میں گمراہی کا امکان پایا جاتا ہے۔ یہی اس آیت کریمہ کا منشا ہے:

يُضِلُّ بِهٖ کَثِيْرًا وَّ يَهْدِىْ بِهٖ کَثِيْرًا. (۲)

''(اس طرح) اللہ ایک ہی بات کے ذریعے بہت سے لوگوں کو گمراہ ٹھہراتا ہے

---

(۱) النساء، ۴: ۶۹ (۲) البقرة، ۲: ۲۶

اور بہت سے لوگوں کو ہدایت دیتا ہے۔‘‘

اس ارشاد ربانی کے مطابق وہ جو محض اپنی رائے سے قرآن کو سمجھنا چاہیں گمراہی وضلالت کا شکار ہو جاتے ہیں اور جو اللہ کے انعام یافتہ بندوں کی رہنمائی سے سمجھنا چاہیں ہدایت پا جاتے ہیں۔ اس کی تائید اس حدیث رسول ﷺ سے بھی ہوتی ہے:

من قال في القرآن برأيه فليتبوأ مقعده من النار. (۱)

’’جس نے قرآن کا مفہوم اپنی رائے کی بنا پر متعین کیا وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنا لے۔‘‘

ایک دوسری حدیث میں فرمایا:

من قال في كتاب الله ﷻ برأيه فأصاب فقد أخطأ. (۲)

’’جس نے قرآن کا مفہوم اپنی رائے کی بنا پر متعین کیا اور درست کیا تو پھر بھی اس نے خطا کی۔‘‘

گمراہی کے اسی خطرے کے پیشِ نظر ائمہ کرام نے تفسیر القران کے چند اصول بیان کیے ہیں جو مختصراً درج ذیل ہیں:

۱۔ **تفسير القرآن بالقرآن**

۲۔ **تفسير القرآن بالحديث**

۳۔ **تفسير القرآن بآثار الصحابة**

۴۔ **تفسير القرآن بأقوال التابعين**

---

(۱) ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب التفسیر، باب ما جاء فی الذی یفسر القرآن برأیه، ۵: ۱۹۹

(۲) ابوداؤد، السنن، کتاب العلم، باب الکلام في کتاب الله بغیر علم، ۳: ۳۲۰

۵۔ تفسير القرآن بأقوال الأئمة المجتهدين

سب سے عمدہ اور واضح تفسیر وہ ہے جو قرآنی آیات کی دوسری قرآنی آیات کی روشنی میں کی جائے کیونکہ اسالیبِ قرآن میں سے یہ بھی ہے کہ اگر ایک جگہ کسی چیز کو بغیر صراحت کے بیان کیا گیا ہے تو کسی دوسرے مقام پر اس کی تفصیل بیان کر دی گئی ہے۔

دوسرے درجہ میں اس تفسیر کو فوقیت دی جائے گی جو حضور نبی اکرم ﷺ نے خود بیان فرمائی کیونکہ آپ ﷺ قرآن کے معلم اور شارح ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

۱۔ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ.[1]

''اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔''

۲۔ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ.[2]

''اور (اے نبیِ مکرّم!) ہم نے آپ کی طرف ذکرِ عظیم (قرآن) نازل فرمایا ہے تاکہ آپ لوگوں کے لیے وہ (پیغام اور احکام) خوب واضح کر دیں جو ان کی طرف اتارے گئے ہیں۔''

اگر فہمِ قرآن کے لیے حدیث نبوی ﷺ کی ضرورت نہ ہوتی تو حضور نبی اکرم ﷺ کے مقاصدِ بعثت میں تعلیم و تبیین کے پہلو کو نہ رکھا جاتا۔ معلوم ہوا کہ قرآن فہمی کے لیے حدیث فہمی لابدی اور ناگزیر ہے۔

تیسرے درجہ میں صحابہ کرام سے منقول تفسیر قابلِ اعتماد اور اَرجح ہے کیونکہ انہیں براہ راست حضور نبی اکرم ﷺ کی صحبت و زیارت کا شرف نصیب ہوا اور اکثر و بیشتر انہی کے احوال و واقعات کو مدِنظر رکھ کر ان کی آنکھوں کے سامنے قرآن نازل ہوتا رہا۔ انہوں نے خود معلمِ کائنات ﷺ سے قرآن سیکھا اور اس کے مطالب و مفاہیم سے آگاہی حاصل کی۔ اس تناظر میں ان کی بیان کردہ تفسیر زیادہ قرینِ فہم اور انتہائی اہمیت کی حامل ہے۔

---

(۱) آل عمران، ۳: ۱۶۴ (۲) النحل، ۱۶: ۴

چوتھے درجہ میں تابعین کے تفسیری اقوال مستند اور معتبر ہیں کیونکہ ان میں سے اکثر و بیشتر نے قرآنی علوم و معارف کی تعلیم براہِ راست صحابہ کرام سے حاصل کی۔

پانچویں درجہ میں قرآنی آیات کے مفہوم و مراد کو جاننے کے لیے ان ائمہ و علمائے تفسیر سے رہنمائی حاصل کی جائے گی جنہوں نے اپنی زندگیاں اسی میدان کی سیاحت میں گزار دیں اور قرآن کے سمندر میں غوطہ زن ہوکر اپنی تفاسیر کو احادیث رسول ﷺ، آثارِ صحابہ اور اقوالِ تابعین کے گہرہائے نایاب سے آراستہ کیا۔ ان کا سرمایہ تفسیر درحقیقت مآخذِ سابقہ کا ہی ترجمان قرار پاتا ہے۔ ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن کثیر، در منثور وغیرہم کا شمار اسی قسم کے ائمہ تفسیر میں ہوتا ہے۔

اس بحث کا ماحصل یہ ہے کہ عصر حاضر میں بہترین اسلوب تفسیر یہ ہے کہ پہلے صحابہ و تابعین، تبع تابعین اور ائمہ مفسرین کے اقوال و تفاسیر کی طرف رجوع کیا جائے، اگر متعلقہ آیت کی تفسیر ان حضرات ذی وقار سے معلوم ہوجائے تو شرحِ صدر سے مان کر اس پر اطمینان کا اظہار کیا جائے۔ البتہ مزید توثیق کے لیے قرآن وسنت سے اس تفسیر کے مآخذ کو دریافت کرنا بھی تحقیق کی دنیا میں قابل ستائش گردانا جاتا ہے۔

اَئمہ حدیث اور علمائے تفسیر نے سلف صالحین کے عظیم سرمایۂ علم وفن سے استفادہ کرتے ہوئے یہ طریقہ اختیار کیا کہ وہ کسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے ذخیرۂ احادیث کو کھنگالتے تاکہ وہ مذکورہ آیت کے مفہوم اور مراد کو پاسکیں۔ اگر آیت کا مفہوم و معنی کسی بھی حدیث سے صراحتاً، اشارتاً یا کنایتاً واضح نہ ہوتا تو وہ لغتِ عرب، صرفی ونحوی قواعد، بلاغت اور سیاق و سباق سے جو معنی سب سے زیادہ قرین قیاس ہوتا اس پر اعتماد کرلیتے۔ مفسرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہی معمول تھا۔ وہ قرآنِ حکیم کے مشکل مقامات کی تفسیر میں یہی طریقہ اختیار کرتے تھے۔

اگر سلف صالحین کے اس عظیم سرمایہ تفسیر سے کسی شے کی وضاحت معلوم نہ ہو سکے تو اہلِ علم وفن کو چاہیے کہ ذخیرۂ احادیث میں غور کریں اور اسی مراد کو اس آیت کی تفسیر

جائیں جو یہاں سے صراحتاً یا اشارتاً متعین ہو اور اگر احادیث سے بھی کسی آیت کا معنی ومفہوم واضح نہ ہو جو تقریباً ناممکنات میں سے ہے، تو لغت عرب، نحوی وصرفی قواعد، معانی و بلاغت کے اعتبار اورسیاق و سباق کلام سے جو معنی قرین قیاس ہوں ان پر اعتماد کیا جائے۔ اس قسم کی آیات کی تفسیر میں صحابہ کرام کا یہی معمول تھا۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

الشعر ديوان العرب، فإذا خفي علينا حرف من القرآن الّذي أنزله الله بلغة العرب رجعنا إلى ديوانها فالتمسنا معرفة ذلک منه.[۱]

''شعر عربوں کا دیوان ہے، جب قرآنِ کریم - جو لغتِ عرب میں نازل ہوا - کے کسی لفظ کا معنی ہماری نظروں سے پوشیدہ ہو جائے تو ہم اسی دیوان کی طرف رجوع کرتے اور اس لفظ کا مفہوم تلاش کرتے ہیں۔''

مذکورہ بالا آخری دوصورتیں بہت شاذ و نادر ہیں کیونکہ تقریباً قرآن مجید کے بیشتر حصے کی تفسیر صحابہ وتابعین اور ائمہ متقدمین سے منقول اور کتابی صورت میں مرتب ومدوّن اورمحفوظ ہے۔

مرزاغلام احمد قادیانی نے قرآن کریم میں تحریفات اور اوہام کا دروازہ کھولنے کے لیے تفسیر کے متفقہ معیار اور مندرجہ بالا متداول اصولوں کو تاویل کا سہارا لے کر تبدیل کردیا۔ انہوں نے چار متفق علیہ معیاروں کو بالائے طاق رکھ کراپنی طرف سے مزید تین کا اضافہ کردیا۔ تین معیارات جو موصوف نے اپنی طرف سے گھڑے درج ذیل ہیں:

۱۔ پانچواں معیار خود اپنا نفس مطہر لے کر قرآن میں غور کرنا ہے۔

۲۔ چھٹا معیار روحانی سلسلہ کے سمجھنے کے لیے جسمانی سلسلہ ہے، کیونکہ خداوند کریم

(۱) سيوطي، الاتقان في علوم القرآن، النوع السادس والثلاثون، ۲: ۶۷

کے دونوں سلسلوں میں بالکل تطابق ہے۔

۳۔ ساتواں معیار وحی ولایت اور مکاشفاتِ محدثین ہیں۔ اور یہ معیار گویا تمام معیاروں پر حاوی ہے۔(۱)

مرزا صاحب کے یہ تینوں معیارات درحقیقت تحریفِ قرآن کی ایک سوچی سمجھی چال تھی۔ اس کا عملی ثبوت ان کی وہ تحریریں ہیں جن میں انہوں نے متعدد آیات کے نہ صرف معانی و مطالب بدل ڈالے بلکہ ان کے متن کو بھی تحریف کر کے مسخ کر دیا۔ ان خود ساختہ معیارات سے موصوف کی نیت کو جانچا جا سکتا ہے کہ ان کے عزائم کیا تھے؟ مرزا صاحب نے انہی خود ساختہ معیارات کی بنا پر لفظِ خاتم النبیین کے متفق علیہ معنی میں تحریف کر کے نبوت کا دعوی کیا۔ ختم نبوت کے موضوع پر قرآنی استدلال پیش کرنے سے قبل اس تقدیم سے مقصود تفسیرِ قرآن کے صحیح اور متفق علیہ معیارات پر توجہ مرکوز کرنا ہے تاکہ تفسیرِ قرآن کے باب میں مرزا صاحب کی پیش کردہ تاویلات کا کما حقہ محاکمہ ہو سکے۔

حضور نبی اکرم ﷺ کا آخری نبی ہونا قرآنی آیات سے قطعیت اور حتمیت کے ساتھ ثابت ہے جس میں شک کرنا یقینی طور پر کفر والحاد کا باعث ہے۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ عقیدۂ ختم نبوت کے حوالے سے عام لوگوں میں یہ غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ اس کا ذکر صرف ایک دو قرآنی آیات میں ہوا ہے اور اس کے علاوہ قرآن حکیم میں اس کا کہیں ذکر نہیں۔ یہ ایک مغالطہ ہے جس کا ازالہ ختم نبوت کے باب میں ہو جانا چاہئے۔ اگر دقتِ نظر سے قرآن حکیم کا مطالعہ اور اس کے مطالب و مفاہیم پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ قرآنِ حکیم میں ایمان اور عقیدے کے باب میں اتنی کثرت کے ساتھ کوئی اور مضمون بیان نہیں ہوا جتنی کثرت اور صراحت کے ساتھ عقیدۂ ختم نبوت بیان ہوا ہے۔ سینکڑوں قرآنی آیات میں حضور نبی اکرم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی شانِ ختم نبوت کا بیان وارد ہوا ہے۔ زیرِ نظر باب میں قریباً ایک سو انتیس (۱۲۹) آیات اس لیے درج کر رہے ہیں تاکہ یہ

---

(۱) غلام احمد قادیانی، برکات الدعا: ۱۸۔۲۰

مغالطہ دور کیا جا سکے کہ ختمِ نبوت اور ردِ قادیانیت جیسے اہم موضوع کا جائزہ صرف چند قرآنی آیات کی روشنی میں لیا گیا ہے۔

ان آیاتِ کریمہ کی توضیح و تفسیر میں متعدد احادیث و آثار بھی موجود ہیں جنہیں ہم بالتفصیل نمبر وار قرآنی آیات نقل کرنے کے بعد ایک مستقل باب میں بیان کریں گے۔ یہاں صرف آیات سے ختمِ نبوت پر استدلال کے ساتھ مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے متبعین کے اعتراضات کا بالاختصار علمی جائزہ پیش کیا جا رہا ہے۔

۱۔ حضور نبی اکرم ﷺ کسی مرد کے باپ نہیں بلکہ رسول اللہ اور خاتم النبیین ہیں

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ط وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا○[1]

''محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور سب انبیاء کے آخر میں (سلسلہ نبوت ختم کرنے والے) ہیں، اور اللہ ہر چیز کا خوب علم رکھنے والا ہے○''

زیرِ نظر آیت کریمہ جو مسئلۂ ختمِ نبوت کو صراحت کے ساتھ بیان کرتی ہے دو حصوں پر مشتمل ہے۔ ایک یہ کہ کسی بالغ مرد کا باپ نہ ہونا اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ **خاتم النبیین** ہیں جبکہ دوسرا حصہ صریح الفاظ میں آپ ﷺ کی ختمِ نبوت کو بیان کرتا ہے۔ کوئی سوال کرسکتا ہے کہ کسی بالغ مرد کا باپ ہونا ختم نبوت میں مانع کیسے ہو گیا اور باپ نہ ہونے سے ختمِ نبوت کیسے ثابت ہو گئی جبکہ سابقہ انبیاء علیہم السلام

(۱) الأحزاب، ۳۳: ۴۰

جیسے حضرت آدم علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت زکریا علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کا بالغ اولاد کا باپ ہونا قرآن مجید سے ثابت ہے۔

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی بالغ مرد کے باپ نہیں یہ ذکر کر کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ابوّت کی نفی کی گئی ہے جس کے اندر کئی حکمتیں کارفرما ہیں جن میں سے چند ایک کو ذیل میں بیان کیا جاتا ہے۔

(۱) بالغ مرد کا باپ نہ ہونے کی حکمتیں

یہ امر واقعہ ہے کہ اگر بیٹا باپ کے نقشِ قدم پر اور تابع فرمان ہو تو اس کے اندر ابنیت کے باعث جزئیت پیدا ہو جاتی ہے، وہ متعدد وجوہ کی بنا پر باپ کا جز ہوتا ہے جس میں باپ کے چاہنے یا نہ چاہنے کا کوئی تعلق نہیں۔ شکل وصورت، اخلاق و عادات، شمائل و خصائل اور طبعی و روحانی خوبیوں میں وہ باپ سے مماثلت رکھتا ہے۔ حیاتیاتی سائنس کے مطابق یہ خصوصیات جینز (Genes) اور (Chromosomes) کے ذریعے باپ سے بیٹے میں منتقل ہوتی ہیں اور اس عمل کو کوئی چاہے بھی تو نہیں روک سکتا۔

بیٹے میں جزئیت کے باعث باپ کی کئی خوبیاں پیدا ہو جاتی ہیں بشرطیکہ وہ ان کو اپنے اخلاق و عادات کا حصہ بنائے۔ اگر باپ صالح ہو تو شراکت امورِ خیر میں ہوگی۔ غیر صالح ہو تو شراکت اسے برائی کی طرف لے جائے گی۔ شراکت کے ساتھ وراثت بھی باپ سے بیٹے میں منتقل ہوتی ہے۔ اس طرح ابنیت میں یہ تین چیزیں (جزئیت، شراکت اور وراثت) بیٹے میں منتقل ہوتی ہیں۔ انبیاء کرام کا میراثِ نبوت کو جاری رکھنے کے لیے بیٹے کی دعا مانگنا قرآن میں مذکور ہے جیسے حضرت زکریا علیہ السلام نے دعا مانگی تھی۔ قرآن حکیم بیان کرتا ہے:

هُنَالِکَ دَعَا زَکَرِيَّا رَبَّهٗ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْکَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ج اِنَّکَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ○[1]

(۱) آل عمران، ۳: ۳۸

’’اسی جگہ حضرت زکریا (علیہ السلام) نے اپنے رب سے دعا کی، عرض کیا: میرے مولا مجھے اپنی جناب سے پاکیزہ اولاد عطا فرما، بے شک تو ہی دعا کا سننے والا ہےo‘‘

حضور نبی اکرم ﷺ کے بعد چونکہ کسی نبی نے نہیں آنا تھا اس بناء پر آپ ﷺ کسی بالغ مرد کے باپ نہ ہوئے، کیونکہ اگر آپ ﷺ کا کوئی صاحبزادہ زندہ ہوتا تو وہ بلوغت کی عمر کو پہنچ کر نبی بن جاتا جس سے آپ ﷺ کی ختمِ نبوت باقی نہ رہتی۔ اس کی تائید درج ذیل حدیث مبارکہ سے بھی ہوتی ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے انتقال پر آپ ﷺ نے فرمایا:

لَوْعَاشَ لَكَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا.(۱)

’’اگر وہ (ابراہیم) زندہ رہتے (اور سن بلوغت کو پہنچ جاتے) تو سچے نبی ہوتے۔‘‘

اسی حکمت کی بنا پر حضور نبی اکرم ﷺ کے صاحبزادے سیدنا قاسم، سیدنا طیب و طاہر اور سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہم بچپن میں ہی وصال فرما گئے، کوئی بھی سن بلوغت کو نہ پہنچا۔ اسی لیے قرآن نے آپ ﷺ کی ابوّت کی نفی فرمائی، ابوّت کے لیے بالغ مرد ہونا شرط ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ.(۲)

’’اور ہم نے آپ سے پہلے بھی مَردوں ہی کو رسول بنا کر بھیجا جن کی طرف ہم وحی بھیجتے تھے۔‘‘

ایک اور مقام پر فرمایا:

---

(۱) ابن ماجه، كتاب الجنائز، باب ما جاء في الصلاة، ۱: ۴۸۴

(۲) ۱۔ يوسف، ۱۲: ۱۰۹

۲۔ النحل، ۱۶: ۴۳

وَمَآ اَرۡسَلۡنَا قَبۡلَکَ اِلَّا رِجَالًا نُّوۡحِیۡ اِلَیۡهِمۡ. (۱)

’’اور (اے حبیبِ مکرّم!) ہم نے آپ سے پہلے (بھی) مَردوں کو ہی (رسول بنا کر) بھیجا تھا جن کی طرف ہم وحی فرماتے تھے۔‘‘

ان آیات سے واضح ہے کہ قرآن حکیم نے ختم نبوت کے اثبات میں آپ ﷺ کے کسی مرد کا باپ ہونے کی تو نفی فرمائی لیکن کسی بچے کا باپ ہونے کی نفی نہیں فرمائی۔

اب ہم اس مضمون کو ان آیات کی روشنی میں مزید واضح کرتے ہیں جن میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے لیے ابوّت کی نفی کی ہے۔

یہود حضرت عزیر (علیہ السلام) کو اور نصاریٰ حضرت مسیح (علیہ السلام) کو اللہ کا بیٹا مانتے ہیں:

وَقَالَتِ الۡیَهُوۡدُ عُزَیۡرُ ۨابۡنُ اللّٰهِ وَ قَالَتِ النَّصٰرَی الۡمَسِیۡحُ ابۡنُ اللّٰهِ. (۲)

’’اور یہود نے کہا: عزیر (علیہ السلام) اللہ کے بیٹے ہیں اور نصاریٰ نے کہا: مسیح (علیہ السلام) اللہ کے بیٹے ہیں۔‘‘

سورۂ اخلاص میں ابنیت کی مکمل نفی تصورِ توحید کے اثبات میں کی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَمۡ یَلِدۡ ۝ (۳)

’’نہ اس سے کوئی پیدا ہوا ہے ۝‘‘

---

(۱) الانبیاء، ۲۱: ۷
(۲) التوبة، ۹: ۳۰
(۳) الاخلاص، ۱۱۲: ۳

یہود و نصاریٰ کے عقیدے کا ردّ حضور نبی اکرم ﷺ کی زبانِ اقدس سے کرایا گیا:

قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ○[۱]

''فرما دیجئے کہ اگر (بفرضِ محال) رحمٰن کے (ہاں) کوئی لڑکا ہوتا (یا اولاد ہوتی) تو میں سب سے پہلے (اس کی) عبادت کرنے والا ہوتا۔''

اس آیت کریمہ کا مفہوم یہ ہے کہ اگر اللہ کا کوئی بیٹا ہوتا تو کسی نہ کسی شکل کی یا کسی نہ کسی سطح کی الوہیت اس میں ضرور پیدا ہوجاتی، اور اس کی اُلوہیت کے اوصاف اس میں کسی حد تک منتقل ہونے کے باعث وہ یقیناً معبود ہوتا، کیونکہ یہ تو امرِ محال ہے کہ خدا کا بیٹا نافرمان ہوتا، لیکن اللہ تعالیٰ کی الوہیت کو گوارا نہیں تھا کہ اس کے سوا کوئی اور بھی معبود ہو یا جزئیت، شراکت اور وراثت کے طور پر خدا ہو۔ لہٰذا اس بات کو خارج از امکان قرار دینے سے اس کی ابنیّت اور ابوّت کی خود بخود نفی ہوگئی۔ حضور نبی اکرم ﷺ سے وحی کی زبان میں کہلوایا گیا کہ اگر کوئی اللہ کا بیٹا ہوتا تو اس کی تصدیق کرنے کی بھی ضرورت نہ ہوتی اور میں اس کو سجدہ کرتا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ○ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ج وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ○[۲]

''فرما دیجئے کہ بے شک میری نماز اور میرا حج وقربانی (سمیت سب بندگی) اور میری زندگی اور میری موت اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے○ اس کا کوئی شریک نہیں اور اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں (جمیع مخلوقات میں) سب سے پہلا مسلمان ہوں○''

قرآن حکیم نے اللہ تعالیٰ کا بیٹا نہ ہونے پر یہ دلیل دی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی بیٹا ہو اور بیٹا ہو کر بھی خدا نہ ہو تو اس کی خدائی پر حرف آتا ہے۔ اسی طرح اگر بیٹا ہو کر

(۱) الزخرف، ۴۳: ۸۱

(۲) الانعام، ۶: ۱۶۲، ۱۶۳

خدا ہو پھر اس کی خدائی میں شرک واقع ہوتا ہے اس لیے بیٹے سے پاک ہونے کا قطعی اعلان ہوا تا کہ نہ خدائی پر حرف آئے اور نہ خدائی میں شرک لازم آئے۔

ربط آیات کو مدنظر رکھیں تو ان کا باہمی تعلق واضح ہوتا ہے اور اس بات کی حکمت سمجھ میں آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کے لیے کسی جوان بیٹے کا باپ ہونے کی نفی کیوں کی؟ اپنی توحید کا بیان کرتے ہوئے اپنے لیے مطلقاً بیٹے کی نفی فرمائی اور اپنے محبوب ﷺ کی رسالت کے بیان میں آپ ﷺ کے لیے جوان بیٹے کی نفی فرمائی۔ اس سے بتانا یہ مقصود تھا کہ جس طرح میرا کوئی بیٹا نہیں اسی طرح میرے محبوب ﷺ کا بھی کوئی بیٹا نہیں، اس فرق کے ساتھ کہ محمد مصطفیٰ ﷺ مخلوق ہیں، ان کا بیٹا ہو سکتا ہے چنانچہ آپ ﷺ کا بیٹا ہوا جو سن بلوغت کو پہنچنے سے قبل ہی وفات پا گیا اور میں چونکہ خدا ہوں، میری صفت ''**لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ**'' ہے، میرا کوئی بیٹا ہو ہی نہیں سکتا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی الوہیت میں شرک کی نفی کے لیے اپنی ابوت کی نفی فرمائی اور اپنے محبوب ﷺ کی نبوت میں شرک کا امکان ختم کرنے کے لیے آپ ﷺ کے لیے جوان بیٹے کا باپ ہونے کی نفی فرما دی۔

حضور نبی اکرم ﷺ کے لیے بالغ بیٹا نہ ہونے کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ قرآن اور تاریخِ انبیاء شاہد ہے کہ بہت سے انبیاء علیہم السلام ایسے ہوئے جو خود بھی نبی تھے اور ان کے بیٹے بلکہ پوتے بھی منصبِ نبوت پر فائز ہوئے جیسے ابوالانبیاء حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے حضرت شیث علیہ السلام بھی نبی تھے۔ حضرت زکریا علیہ السلام کے بیٹے حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے حضرت اسحاق علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نبی تھے۔ قرآن مجید میں ایسی کئی مثالیں موجود ہیں کہ نبوت ایک خاندان اور گھرانے میں کئی نسلوں تک چلی۔ یہ خاندانی نبوت بلاشبہ ان کے لیے اضافی فضیلت کا باعث ہوئی۔

اس نکتے کا قابل غور پہلو یہ ہے کہ ایک نبی کے جوان بیٹے کا نبی ہونا فضیلت کا باعث ہے۔ اگر حضور نبی اکرم ﷺ کا بیٹا مشیتِ ایزدی سے جوان ہوکر بلوغت کی عمر کو

پہنچ جاتا اور نبی نہ ہوتا تو ان انبیاء کو جن کے بیٹے بھی نبی ہوئے حضور نبی اکرم ﷺ پر اضافی فضیلت مل جاتی۔ قیامت کے دن جب دوسرے انبیاء کے پیچھے ان کے بیٹے اور پوتے بھی بحیثیت نبی کھڑے ہوتے جبکہ حضور نبی اکرم ﷺ کے بیٹے بحیثیتِ غیر نبی کھڑے ہوتے تو وہ لامحالہ طور پر اس جزوی فضیلت میں حضور نبی اکرم ﷺ سے بڑھ جاتے۔ اس طرح آپ ﷺ کے افضل الانبیاء ہونے پر حرف آتا۔ اللہ تعالیٰ کو یہ گوارا نہ تھا کہ کوئی یہ کہنے کی جسارت بھی کرے کہ مصطفیٰ ﷺ کے بیٹے جوان ہوئے اور نبی نہ ہوئے، بصورت دیگر اگر حضور نبی اکرم ﷺ کا بیٹا نبی ہو جاتا تو آپ ﷺ کی ختمِ نبوت اور خاتم النبیین ہونے پر حرف آتا۔ خدائے بزرگ و برتر کو یہ قطعاً منظور نہ تھا کہ میرے مصطفیٰ ﷺ کے بعد اور کوئی نبی ہو۔ اسے تو فقط یہ منظور تھا کہ میرے مصطفیٰ ﷺ جیسا بھی کوئی نہ ہو اور آپ ﷺ کے بعد بھی کوئی نہ ہو، اکرم و افضل بھی میرا مصطفیٰ ﷺ رہے اور خاتم بھی میرا مصطفیٰ ﷺ ہو۔ حضور نبی اکرم ﷺ کو سب سے افضل رکھنے کے لیے یہ امر ناگزیر اور ضروری تھا کہ آپ ﷺ کا کوئی بیٹا جوان نہ ہوتا تاکہ دونوں صورتوں میں کوئی آپ ﷺ کو مطعون نہ کر سکتا۔

(۲) ولٰکن کے ذریعے شبہات کا اِزالہ

سورۃ الاحزاب کی متذکرہ بالا آیت نمبر ۴۰ کے دو ٹکڑوں کے درمیان ''لٰکن'' کا لفظ بظاہر برمحل معلوم نہیں ہوتا کیونکہ یہ وہاں آتا ہے جہاں پہلے حصے پر کوئی اعترض وارد ہوا ہو، لٰکِنْ کہہ کر اس کا جواب دیا جاتا ہے۔ یہاں اس لفظ کے لانے میں اشارہ اس طرف ہے کہ آیت کے پہلے حصہ میں حضور نبی اکرم ﷺ سے جو ابوت کی نفی کی گئی ہے اس میں کسی ظاہر بیں کے لیے چند شبہات پیدا ہو سکتے ہیں، اس لیے لفظِ لٰکن ان کے ازالہ کے لیے آیا ہے۔ وہ شبہات یہ ہیں:

۱۔ پہلا شبہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کسی مرد کے باپ نہیں تو شاید آپ ﷺ کے دل میں وہ شفقت پدری بھی نہ ہو جو ماں کی ممتا کی طرح صرف باپ میں ہوتی ہے کسی اور

میں نہیں ہوسکتی، حالانکہ یہ شفقت لازمۂ نبوت ہے۔ امت اس شفقت سے فیض یاب ہوتی ہے، کہیں ایسا تو نہیں کہ ابوت کی نفی سے امت آقا علیہ السلام کی شفقت سے محروم ہوگئی ہو؟

۲۔ **دوسرا شبہ** یہ ہے کہ ہر نبی اپنی امت کے لیے بمنزلۂ باپ ہوتا ہے۔ جب آیت مذکورہ میں آپ ﷺ کی ابوّت کی نفی کردی گئی تو کسی کم نظر کے ذہن یہ بات بھی آ سکتی تھی کہ باپ نہیں تو پھر شاید نبی بھی نہ ہوں۔

۳۔ **تیسرا شبہ** یہ ممکن ہے کہ ابوّت کی نفی سے بظاہر آپ ﷺ کے لیے ایک قسم کا نقص لازم آتا ہے کہ آپ ﷺ کے کوئی اولاد نرینہ نہیں جس سے ان کفار کو طعنہ زنی کا موقع ملتا ہے جو آپ کو ابتر کہتے تھے۔

اللہ رب العزت نے آیت مذکورہ کے الفاظ ''وَلٰكِنْ رَّسُولَ اللّٰه'' کے ذریعے ان تمام ممکنہ اوہام وشبہات کا ازالہ فرمایا ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(۳) حضور ﷺ بحیثیتِ رسول تمام امت کے روحانی باپ ہیں

پہلے شبہ کا ازالہ یوں ہوتا ہے کہ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ کے الفاظ سے یہ باور کرانا مقصود ہے کہ دیکھنا کہیں یہ نہ سمجھ لینا کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے جواں بیٹے کا باپ نہ ہونے سے امت آپ ﷺ کی شفقت سے محروم رہ گئی بلکہ اس امر کی طرف متوجہ کیا گیا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور رسول اپنی امت کا روحانی باپ ہوتا ہے۔ امام راغب اصفہانی باپ کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ويُسمّى كلّ من كان سبباً في إيجاد شيءٍ أو إصلاحه أو ظهوره أبا ولذلک يُسمىّ النّبي أبا المؤمنين قال الله ﴿النَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهَاتُهُمْ﴾ وفي بعض القراءات وهو أب لهم. (۱)

(۱) راغب اصفهانی، المفردات في غريب القرآن: ۷

''اور ہر اس شخص کو جو کسی شے کی ایجاد، اصلاح یا ظہور کا سبب بنے باپ کہا جاتا ہے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آیت ﴿یہ نبیِ (مکرّم ﷺ) مومنوں کے ساتھ اُن کی جانوں سے زیادہ قریب اور حقدار ہیں اور آپ کی ازواجِ (مطہّرات) اُن کی مائیں ہیں﴾ میں حضور نبی اکرم ﷺ کو مومنوں کا باپ قرار دیا ہے۔ اورایک قراءت میں ''وَھُوَ أبٌ لَھُمْ'' بھی آیا ہے۔''

امام موصوف کی اس صراحت سے مستفاد ہوا کہ ابوّت دو قسم کی ہوتی ہے:

۱۔ ابوّتِ جسمانی ۲۔ ابوّتِ روحانی

ابوّتِ جسمانی سے مراد نسبی و رضاعی ابوّت ہے جس سے اَحکامِ حلت و حرمت ثابت ہوتے ہیں اور روحانی ابوّت وہ ابوّت ہے کہ جس میں شفقت و مہربانی کا عنصر نسبی اور رضاعی باپ سے بھی زیادہ ہونا لازم اور ضروری ہے، جیسے استاد کی ابوّت شاگرد کے لیے، شیخ کی ابوّت مرید کے لیے اور نبی کی ابوّت امت کے لیے۔ آیت میں وَلٰـكِنْ رَّسُوْلَ اللهِ کے الفاظ سے اسی قسم کی ابوّت ثابت ہے لہٰذا حضور نبی اکرم ﷺ امت کے روحانی باپ ہیں۔ ایک باپ کی شفقتِ پدری کا موازنہ رسول اللہ ﷺ کی شفقت سے نہیں کیا جا سکتا کہ کروڑوں باپوں کی شفقت مل کر بھی رسول رحمت ﷺ کی شفقت کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ یہ بات نصِ قرآنی سے ثابت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ اَقدس امت کے لیے سراپا رحمت و رافت اور محبت و شفقت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌO(۱)

''بیشک تمہارے پاس تم میں سے (ایک باعظمت) رسول (ﷺ) تشریف لائے۔ تمہارا تکلیف و مشقت میں پڑنا ان پر سخت گراں (گزرتا) ہے۔ (اے لوگو!) وہ

(۱) التوبة، ۹: ۱۲۸

تمہارے لیے (بھلائی اور ہدایت کے) بڑے طالب و آرزومند رہتے ہیں (اور) مومنوں کے لیے نہایت (ہی) شفیق بے حد رحم فرمانے والے ہیںo‘‘

اس آیت کریمہ میں اللہ رب العزت نے اپنے حبیب ﷺ کی امت پر کمال درجہ شفقت و مہربانی کا ذکر فرمایا ہے کہ لوگو! میرے محبوب ﷺ کی شفقت بے پایاں کا تو کوئی اندازہ ہی نہیں کر سکتا۔ تمہارے لیے ان کی شفقت کا یہ عالم ہے کہ ان پر تمہارا تکلیف و مشقت میں پڑنا گراں گزرتا ہے، کانٹا تمہیں چبھتا ہے اور درد انہیں ہوتا ہے، انہیں اپنی تو کوئی فکر نہیں بس رات دن تمہارے دکھوں کا مداوا کرنے کے لیے بھاگتے پھرتے ہیں اور انہی کی ذات ستودہ صفات مومنوں کے لیے سراپا شفقت و مہربانی ہے۔

امام رازی (م ۶۰۶ھ) اس آیت کریمہ کی تفسیر میں ایک حدیث مبارکہ نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وقال عليه الصلوٰة والسلام: لا حلم أحب إلى الله تعالىٰ من حلم إمام و رفقه ولا جهل أبغض إلى الله من جهل إمام وخرقه فلما كان عليه الصلوٰة والسلام إمام العالمين وجب أن يكون أكثرهم حلماً وأحسنهم خلقاً. [1]

’’حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو کوئی حلم امام کے حلم اور نرم خوئی سے زیادہ پسندیدہ نہیں، اور کوئی جہالت امام کی جہالت اور درشت خوئی سے زیادہ ناپسندیدہ نہیں۔ جب حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات امام العالمین ہے تو آپ ﷺ کا تمام لوگوں سے زیادہ حلیم الطبع اور بااخلاق ہونا ضروری ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(۱) رازی، التفسیر الکبیر، ۹: ۵۰

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَo[۱]

''اور (اے رسولِ محتشم!) ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کرo''

جب کائنات کی کوئی شے آپ ﷺ کی رحمت سے محروم نہیں تو آپ ﷺ کی اپنی امت کیونکر محروم ہوسکتی ہے۔

امت کے لیے آپ ﷺ کی رافت ورحمت کا تذکرہ ایک اور مقام پر یوں فرمایا:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللهِ لِنْتَ لَهُمْ ج وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ.[۲]

''(اے حبیبِ والا صفات!) پس اللہ کی کیسی رحمت ہے کہ آپ ان کے لیے نرم طبع ہیں اور اگر آپ تُندخُو (اور) سخت دل ہوتے تو لوگ آپ کے گرد سے چھٹ کر بھاگ جاتے۔''

وَلٰكِن رَّسُوْلَ اللهِ سے ابوّت کی نفی سے پیدا ہونے والے تینوں شبہات دور ہوگئے کہ امت کا روحانی باپ ہونے کی وجہ سے آپ کی امت پر شفقت ومہربانی نسبی اور رضاعی باپ سے بدرجہا زیادہ ہے۔ لہٰذا امت کا آپ ﷺ کی عنایات سے محروم رہنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ دوسرا شبہ خود ہی دور ہو گیا کہ یہاں صرف خاص معنی میں نسبی ورضاعی ابوّت کی نفی کی گئی ہے، اس ابوّت کی نفی نہیں کی گئی جو لازمۂ نبوت ہے۔ تیسرا شبہ یوں زائل ہوگیا کہ آپ ﷺ لا ولد اور مقطوع النسل کیسے ہو سکتے ہیں جبکہ ساری امت آپ ﷺ کی اولاد کی طرح ہے اور آپ ﷺ بے حساب وبے شمار افرادِ امت کے باپ ہیں۔

---

(۱) الانبیاء، ۲۱: ۱۰۷

(۲) آل عمران، ۳: ۱۵۹

(۴) اُمتِ محمدی ﷺ کی عددی کثرت

حضور نبی اکرم ﷺ کی امت کی عددی کثرت کا اندازہ درج ذیل احادیث مبارکہ سے بخوبی ہو جاتا ہے کہ آخرت میں آپ ﷺ کی امت تمام انبیاء علیهم السلام کی امتوں سے تعداد میں زیادہ ہوگی۔

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا:

مَا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ نَبِيٌّ إِلَّا أُعْطِيَ مَا مِثْلُهُ آمَنَ عَلَيْهِ الْبَشَرُ، وَإِنَّمَا كَانَ الَّذِيْ أُوْتِيْتُ وَحيًا أَوْحَاهُ اللهُ إِلَيَّ وَأَرْجُوْا أَنْ أَكُوْنَ أَكْثَرُهُم تَابِعًا يَوْمَ الْقِيَامَة. (۱)

’’ہر نبی کو ایسی نشانیاں عطا کی گئیں جنہیں دیکھ کر لوگ ان کی نبوت پر ایمان لاتے اور مجھے جو نشانی دی گئی ہے وہ وحی الٰہی ہے، پس مجھے امید ہے کہ روزِ محشر میرے پیروکاروں کی تعداد تمام انبیاء سے زیادہ ہوگی۔‘‘

۲۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

أَنَا أَكْثَرُ الأنبياء تبعاً يوم القيامة. (۲)

---

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب فضائل القرآن، باب كيف نزل الوحى و أول ما نزل، ۴: ۱۹۰۵، رقم: ۴۶۹۶

۲۔ بخاري، الصحيح، كتاب الاعتصام بالكتاب و السنة، باب قول النبى ﷺ: بعثت بجوامع الكلم، ۶: ۲۶۵۴، رقم: ۶۸۴۶

۳۔ مسلم، الصحيح، كتاب الايمان، باب وجوب اليمان برسالة نبينا محمد إليجميع الناس، ۱: ۱۳۴، رقم: ۱۵۲

۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۴۵۱، رقم: ۹۸۲۷

۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۳۴۱، رقم: ۸۴۷۲

(۲) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الإيمان،باب فى قول النبى أنا أول الناس يشفع فى الجنة وأنا اكثر، ۱: ۱۸۸، رقم: ۱۹۶

—

’’روزِ محشر میرے پیروکار تمام انبیاء علیہم السلام کے پیروکاروں سے تعداد میں زیادہ ہوں گے۔‘‘

۳۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِنِّي لَأَكْثَرُ الْأَنْبِيَاءِ تَبَعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ. (۱)

’’بیشک روزِ محشر میرے پیروکار تمام انبیاء علیہم السلام کے پیروکاروں سے تعداد میں زیادہ ہوں گے۔‘‘

۴۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

عُرِضَتْ عَلَيَّ الْأُمَمُ، فَأَجِدُ النَّبِيَّ يَمُرُّمَعَهُ الْأُمَّةُ، وَالنَّبِيُّ يَمُرُّمَعَهُ النَّفَرُ، وَالنَّبِيُّ يَمُرُّ مَعَهُ الْعَشَرَةُ، وَالنَّبِيُّ يَمُرُّمَعَهُ الْخَمْسَةُ، وَالنَّبِيُّ يَمُرُّ وَحْدَهُ، فَنَظَرْتُ فَإِذَا سَوَادٌ كَثِيْرٌ، قُلْتُ: يَا جِبْرِيْلُ، هٰؤُلَاءِ أُمَّتِي؟ قَالَ: لَا، وَلٰكِنِ انْظُرْ إِلَى الْأُفُقِ، فَنَظَرْتُ فَإِذَا سَوَادٌ كَثِيْرٌ، قَالَ: هٰؤُلَاءِ أُمَّتُکَ، وَهٰؤُلَاءِ سَبْعُوْنَ أَلْفًا قُدَّامَهُمْ لَا حِسَابَ عَلَيْهِمْ وَلَا عَذَابَ، قُلْتُ: وَلِمَ؟ قَالَ: كَانُوْا لَا يَكْتَوُوْنَ، وَلَا يَسْتَرْقُوْنَ، وَلَا يَتَطَيَّرُوْنَ وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ. فَقَامَ إِلَيْهِ عُكَّاشَةُ بْنُ مَحْصَنٍ

.... ۲۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۹: ۴

۳۔ ابن ابی شیبۃ، المصنف، ۶: ۳۲۵، رقم: ۳۱۷۸۱

۴۔ ابو یعلی، المسند، ۷: ۴۶، رقم: ۳۹۵۹

۵۔ ابو یعلی، المسند، ۷: ۵۱، رقم: ۳۹۶۷

۶۔ ابن مندۃ، الایمان، ۲: ۸۵۸، رقم: ۸۸۹

(۱) ۱۔ ابن ماجہ، السنن، کتاب الزھد، باب ذکر الحوض، ۲: ۱۴۳۸، رقم: ۴۳۰۱

۲۔ ابن ابی شیبۃ، ۶: ۳۰۹، رقم: ۳۱۶۸۱

۳۔ ابو یعلی، المسند، ۲: ۳۰۳، رقم: ۱۰۲۸

۴۔ عبد بن حمید، المسند، ۱: ۲۸۴، رقم: ۹۰۴

فَقَالَ: ادْعُ اللهَ أَنْ يَّجْعَلَنِي مِنْهُمْ، قَالَ: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ مِنْهُمْ. ثُمَّ قَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ آخَرُ قَالَ: اُدْعُ اللهَ أَنْ يَّجْعَلَنِي مِنْهُمْ قَالَ: سَبَقَکَ بِهَا عُكَّاشَةُ. (۱)

’’حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: مجھ پر (تمام) امتیں پیش کی گئیں پس ایک نبی گزرنے لگا اور اس کے ساتھ اس کی امت تھی ایک نبی ایسا بھی گزرا کہ اس کے ساتھ چند افراد تھے، ایک نبی کے ساتھ دس آدمی، ایک نبی کے ساتھ پانچ آدمی، ایک نبی صرف تنہا، میں نے نظر دوڑائی تو ایک بڑی جماعت نظر آئی۔ میں نے پوچھا: اے جبرئیل! کیا یہ میری امت ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں، بلکہ آپ افق کی جانب توجہ فرمائیں، میں نے دیکھا تو وہ بہت ہی بڑی جماعت تھی۔ انہوں نے کہا: یہ آپ کی امت ہے اور یہ جو ستر ہزار ان کے آگے ہیں ان کے لیے نہ حساب ہے نہ عذاب، میں نے پوچھا: کس وجہ سے؟ انہوں نے کہا: یہ لوگ داغ

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الرقاق، باب یدخل الجنّة سبعون ألفا بغیر حسابٍ، ۵: ۲۳۹۶، رقم: ۶۱۷۵

۲۔ بخاری، الصحیح، کتاب الطب، باب: مَنِ اکْتَوَی أَو کَوَی غیرَہُ، وفضل من لم یَکْتَوِ، ۵: ۲۱۵۷، رقم: ۵۳۷۸

۳۔ بخاری، الصحیح، کتاب الطب، باب من لَمْ یَرْقِ، ۵: ۲۱۷۰، رقم: ۵۴۲۰

۴۔ بخاری، الصحیح، کتاب الأنبیاء، باب وفاۃ موسی وذکرِہِ بعدُ، ۳: ۱۲۵۱، رقم: ۳۲۲۹

۵۔ مسلم، الصحیح، کتاب الإیمان، باب الدلیل علی دخول طوائف من المسلمین الجنة بغیر حساب ولا عذاب، ۱: ۱۹۹-۱۹۷، رقم: ۲۲۰-۲۱۶

۶۔ ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب صفة القیامة والرقائق والورع، باب (۱۶)، ۴: ۶۳۱، رقم: ۲۴۴۶

نہیں لگواتے تھے، غیر شرعی جھاڑ پھونک نہیں کرتے تھے، شگون نہیں لیتے تھے اور اپنے رب پر بھروسہ رکھتے تھے۔ حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر عرض گزار ہوئے: (یا رسول اللہ!) اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے بھی ان میں شامل فرما لے۔ آپ ﷺ نے دعا فرمائی: اے اللہ! اسے بھی ان لوگوں میں شامل فرما۔ پھر دوسرا آدمی کھڑا ہو کر عرض گزار ہوا: (یا رسول اللہ!) اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ مجھے بھی ان لوگوں میں شامل فرما لے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: عکاشہ تم سے سبقت لے گیا۔‘‘

۵۔ حضرت سلیمان بن بریدہ رضی اللہ عنہما نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا:

أَهْلُ الْجَنَّةِ عِشْرُوْنَ وَمِائَةُ صَفٍّ، ثَمَانُوْنَ مِنْهَا مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ، وَأَرْبَعُوْنَ مِنْ سَائِرِ الْأُمَمِ. (۱)

’’حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جنتیوں کی ایک سو بیس صفیں ہوں گی جن میں سے اَسی (۸۰) صفیں میری اُمت کی ہوں گی اور باقی تمام امتوں کی صرف چالیس (۴۰) صفیں ہوں گی۔‘‘

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب صفة الجنة، باب ما جاء فی کم صَفّ أهل الجنّة، ۴: ۶۸۳، رقم: ۲۵۴۶

۲۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الزهد، باب صفة أمة محمد ﷺ، ۲: ۱۴۳۴، رقم: ۴۲۸۹

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۳۴۷، رقم: ۲۲۹۹۰، ۲۳۰۵۲، ۲۳۱۱۱

۴۔ حاکم، المستدرک، ۱: ۱۵۵، رقم: ۲۷۳

۵۔ دارمی، السنن، ۲: ۴۳۴، رقم: ۲۸۳۵

۶۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۶: ۴۹۸، رقم: ۷۴۵۹

(۵) آیت میں وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ کا جملہ لانے کی غرض و غایت

زیرِ نظر آیت کریمہ میں جب حضور نبی اکرم ﷺ کی ختم نبوت کا اثبات نفی ابوت سے ہو چکا اور اس پر ممکنہ شبہات کا ازالہ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللهِ کے جملہ سے کر دیا گیا تو اس کے بعد وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ کا جملہ کیوں لایا گیا؟ اس کی درج ذیل وجوہات ہیں:

۱۔ ان الفاظ کے ذریعے رب کائنات نے اس بات کو مزید واضح فرمایا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ آخری نبی ہیں اور ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا لہٰذا جس طرح آپ ﷺ کی نبوت قیامت تک جاری ہے اسی طرح آپ ﷺ کی ابوّت بھی جاری ہے۔ قیامت تک پیدا ہونے والی امت بمنزلہ آپ ﷺ کی اولاد کے ہے۔

۲۔ جب حضور نبی اکرم ﷺ امت کے روحانی باپ ہوئے اور آپ ﷺ کی شفقت حقیقی جسمانی باپ سے بھی زیادہ ہوئی تو چونکہ اولاد باپ کی وارث ہوتی ہے، اس لیے یہاں شبہ پیدا ہوسکتا تھا کہ کہیں امت نبوت کی بھی وارث نہ ہو۔ خاتم النبیین کے الفاظ نے اس شبہ کا ازالہ کر کے اور واضح فرما دیا کہ امت اگر چہ آپ ﷺ کی روحانی اولاد ہے مگر منصبِ نبوت کی وارث نہ ہوگی۔ یہ منصب آپ ﷺ پر ختم ہو چکا ہے۔ اب قیامت تک کوئی شخص آپ ﷺ کے منصبِ نبوت کا وارث نہیں ہوسکتا، البتہ امت کے علماء وصلحاء کمالاتِ نبوت کے وارث ہوں گے۔

۳۔ خاتم النبیین کے مبارک الفاظ لانے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو خبردار فرمانا چاہتا ہے کہ لوگو! یہ میرا آخری رسول جو تمہارے پاس پیغام ہدایت لے کر آیا ہے اس کے بعد کوئی نبی یا رسول نہیں آئے گا۔ اب قیامت تک میرے محبوب کی ہی نبوت کا چرچا ہوتا رہے گا اور انہی کی شریعت پر عمل ہوگا۔ تم اپنے احوال کو درست کر لو اور اس نبی آخر الزماں ﷺ کی محبت و اتباع کو حرز جان بنا لو!

۴۔ خاتم النبیین کا کلمہ اضافہ کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ ربِ ذو

الجلال نے ولکن رسول اللہ کے کلمات سے آپ ﷺ کی روحانی ابوّت میں مضمر بے پناہ شفقت کا ذکرفرمایا اور پھر اسی شفقت کے منتہائے کمال کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ لوگو! آپ ﷺ سب خلقِ خدا پر شفیق اور مہربان ہیں اور چونکہ آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں اس لیے آپ ﷺ کی شفقت تمام انبیاء علیہم السّلام سے زیادہ ہے کیونکہ پہلے انبیاء علیہم السّلام اگر کوئی چیز چھوڑ بھی دیتے تو بعد میں آنے والا نبی اس کی کمی کو پورا کر دیتا تھا لیکن آپ ﷺ کے بعد تو کسی نبی نے آنا ہی نہیں اس لیے آپ ﷺ نے امت کے لیے کوئی چیز ادھوری نہیں چھوڑی۔ گویا آپ ﷺ کی اپنی امت پر شفقت و محبت منتہائے کمال کو پہنچی ہوئی ہے۔

(٦) خاتم الرسل کی بجائے خاتم النبیین کہنے کی اہمیت ومعنویت

آیت مذکورہ میں وَلٰکِنْ رَّسُولَ اللهِ کے بعد وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ کا جملہ وارد ہوا ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ آپ ﷺ سلسلہ انبیاء کوختم کرنے والے رسول ہیں اور آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی اور رسول نہیں آئے گا۔ آیت میں وَلٰکِنْ رَّسُولَ اللهِ کے بعد رسول کی مناسبت سے وخاتم الرسل (اور رسولوں کے خاتم ہیں) ہونا چاہئے تھا لیکن فرمایا: وخاتم النبیین یعنی آپ ﷺ نبیوں کے خاتم ہیں، اس ذکرکرنے کا سبب کیا ہے؟ اس سوال کے جواب سے پہلے ضروری ہے کہ نبی اور رسول میں فرق کوسمجھ لیا جائے۔ نبی اور رسول میں فرق یہ ہے کہ ہر نبی رسول نہیں لیکن ہر رسول کے لیے نبی ہونا ضروری ہے، جب تک کوئی نبی نہ ہو وہ رسول ہو ہی نہیں سکتا۔ نبی وہ ہے جس پر اللہ تعالیٰ وحی بھیجے اور اس سے کلام کرے، وہ اسے شریعت اور کتاب دے یا نہ دے، کلام کرنا شرط ہے خواہ براہِ راست کرے یا فرشتہ بھیج کر یا پردے کے پیچھے سے کرے۔ جیسے ارشادفرمایا:

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ط اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ○[1]

(۱) الشوری، ۴۲: ۵۱

''اور ہر بشر کی (یہ) مجال نہیں کہ اللہ اس سے (براہِ راست) کلام کرے مگر یہ کہ وحی کے ذریعے (کسی کو شانِ نبوت سے سرفراز فرما دے) یا پردے کے پیچھے سے (بات کرے جیسے موسیٰ علیہ السلام سے طورِ سینا پر کی) یا کسی فرشتے کو فرستادہ بنا کر بھیجے اور وہ اُس کے اِذن سے جو اللہ چاہے وحی کرے (الغرض عالمِ بشریت کے لیے خطابِ اِلٰہی کا واسطہ اور وسیلہ صرف نبی اور رسول ہی ہو گا)، بیشک وہ بلند مرتبہ بڑی حکمت والا ہےo''

اللہ تعالیٰ نبی سے کلام کرنے کے لیے جبرائیل بھیجے یا پردے کے پیچھے سے کلام کرے یا بلاحجاب مقامِ قاب قوسین پر بلا کر کلام کرے۔ اس آیت میں تین درجے بیان ہوئے ہیں اور ان تینوں کے اطلاقات کا نبی پر ہونا ثابت ہے۔ یہ سمجھ لیں کہ اللہ کا اپنی شان کے لائق کسی کو بلانا اور اس سے کلام کرنا اسے نبوت کے مقام پر فائز کر دینا ہے اور اس کا عام انسان کی بجائے نبی بن جانا ہے خواہ اسے شریعت اور کتاب عطا ہو یا نہ ہو۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے کسی انسان کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فیض صحبت صحابی بنا دیتا ہے بشرطیکہ وہ ایمان کی حالت میں ہو، بس کوئی ایمان کی حالت میں مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک نظر اسے دیکھ لیا تو ایک لمحہ کی صحبت کا فیض اسے صحابی بنا گیا، جس سے برابری کا دعویٰ کوئی قطب وغوث بھی نہیں کر سکتا۔

تاریخ شاہد ہے کہ انبیاء تو بہت ہوئے لیکن رسول بہت کم ہوئے، صرف وہی رسول ہوا جس کو اللہ تعالیٰ نے شریعت کتاب یا صحیفہ دے کر کسی قوم کی طرف بھیج دیا۔ قرآن کریم میں بہت سے انبیاء کا ذکر ہے جو فقط نبی ہیں رسول نہیں جیسے حضرت زکریا علیہ السلام، حضرت یحییٰ علیہ السلام وغیرہما، اس کا مطلب یہ نہیں کہ اگر کوئی رسول نہیں بنایا گیا تو اس کے نبی ہونے کا بھی انکار کر دیا جائے، اس کا نبی ہونا لازماً برقرار رہتا ہے۔

اب ہم دوبارہ اسی آیت کی طرف آتے ہیں جس میں وَلٰـكِنۡ رَّسُوۡلَ اللّٰهِ کے بعد انبیاء کے خاتم ہونے کا ذکر ہے۔ اپنے بعد میں آنے والوں کے لیے نبوت کا دروازہ

بند کرنا حضور نبی اکرم ﷺ کی عظمت اور مرتبہ پر دلالت کرتا ہے۔ اس شان و عظمت کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ ﷺ کے درجہ کو سب کے لیے ظاہر کیا جائے، تاکہ یہ شبہ ہی ختم ہو جائے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے بعد کوئی اور نبی بھی آ سکتا ہے۔ آپ ﷺ کے خاتم النبیین (آخری نبی) ہونے کی بات سے پہلے آپ ﷺ کے رسول ہونے کا ذکر کر دیا گیا تاکہ آپ ﷺ کے مقام و مرتبہ عظمت میں کسی کو کوئی شبہ نہ رہے، اس لیے کہ رسول کا درجہ نبی سے زیادہ ہوتا ہے اگر **ولکن رسول اللہ** کے بعد **وخاتم الرسل** فرما دیا جاتا تو یہ امکان باقی رہتا کہ رسولوں کا آنا تو بند کر دیا گیا شاید نبی آتے رہیں گے۔ اس شبے کے امکان کو بھی **خاتم النبیین** کہہ کر ختم فرما دیا کہ اب سلسلۂ نبوت ختم اور دروازۂ نبوت قیامت تک کے لیے بند کر دیا گیا ہے اور کوئی اس بارے میں کسی مغالطے میں نہ رہے، جب کسی نبی نے ہی نہیں آنا تو رسول کہاں سے آئے گا۔ اگر حضور نبی اکرم ﷺ کے بارے میں **خاتم الرسل** کہا جاتا تو پھر بعد میں آنے والے کئی کذّاب مدعیانِ نبوت ذہنوں میں خلفشار پیدا کرنے کی کوشش کرتے کہ رسولوں کا آنا بند ہوا ہے، نبیوں کا تو نہیں ہوا۔

(۷) لفظِ خاتم النبیین میں نکتۂ محبت

خاتم النبیین کے الفاظ میں یہ نکتۂ محبت مستور ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بات کا اظہار فرما رہا ہے کہ محبوب! ہم آپ سے پہلے بہت سوں سے ہم کلام ہوتے رہے مگر جب سے آپ سے سلسلۂ کلام کا آغاز کیا ہے اب اس کے بعد ہم کسی اور سے بات ہی نہیں کریں گے۔ آپ کو بلا لینے کے بعد اب ہمارا کسی اور سے کیا سروکار اور واسطہ۔ آپ کے بعد کوئی لاکھ دعویٰ کرتا پھرے ہم اس سے بات تک نہیں کرتے چہ جائیکہ اسے نبوت عطا کر دیں۔ جب آپ کو **خاتم النبیین** کہہ دیا تو اب قیامت تک ہم کسی اور کو نبوت کا تاج نہیں پہنائیں گے۔ اب قیامت تک اور اس کے بعد آخرت میں بھی تاجدارِ انبیاء آپ ہی رہیں گے اور سارے نبی اپنی امتوں کی بخشش کے لیے آپ ہی کے در پر دست سوال دراز کریں گے، قیامت کے دن آپ ہی کو مقامِ محمود پر سرفراز کیا جائے گا۔

آیت مبارکہ کی روشنی میں بیان کردہ مندرجہ بالا مضمون کی تائید متعدد احادیث مبارکہ سے ہوتی ہے مگر چونکہ احادیثِ ختم نبوت پر الگ باب قائم ہے اس لیے انہیں یہاں بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

چند شبہات اور ان کا ازالہ

آیتِ ختمِ نبوت کے حوالے سے مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے متبعین مسلمانوں کے ذہنوں کو الجھانے اور راہِ حق سے پھسلانے کے لیے مختلف اعتراضات کرتے ہیں اور بعض من گھڑت تاویلات وتعبیرات اور تشریحات پیش کرتے ہیں جن کی حقیقت شبہات سے زیادہ کچھ نہیں۔ یہاں ان شبہات کا ازالہ از حد ضروری ہے۔

شبہ نمبر ۱

اگر خاتم النّبیین سے مراد یہ ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ آخری نبی ہیں اور آپ ﷺ کے بعد کسی نبی کا آنا محال ہے تو قربِ قیامت حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو متفق علیہ نبی ہیں کی آمد کیسے ہوسکتی ہے، حالانکہ نزولِ مسیح علیہ السلام کا عقیدہ قرآن وسنت سے ثابت ہے اور امت مسلمہ کا اس پر اجماع ہے۔ لہٰذا دونوں میں سے کسی ایک عقیدے کا انکار لازم ہے۔ختم نبوت پر ایمان سے نزولِ مسیح کے عقیدہ سے دستبردار ہونا لازم ٹھہرتا ہے اور نزول مسیح کو مانا جائے تو ختم نبوت کا عقیدہ چھوڑنا پڑتا ہے۔

شبہ کا ازالہ

اس اعتراض کا جواب بڑا واضح ہے کہ ان دونوں عقیدوں میں قطعاً کسی قسم کا کوئی تعارض نہیں۔ **خاتم النبیین** کے معنی یہ ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ آخری نبی ہیں، آپ ﷺ کے بعد کسی شخص کو وصفِ نبوت کے ساتھ متصف نہیں کیا جائے گا، اس سے یہ مراد نہیں کہ پہلے نبیوں سے نبوت چھین لی گئی ہے یا وہ سب وفات پا چکے ہیں اور ان

میں سے کوئی دنیا میں نہیں آ سکتا۔ گزشتہ انبیاء چونکہ آپ ﷺ کی بعثت سے قبل وصف نبوت سے متصف ہوئے لہٰذا ان میں سے کسی ایسے نبی کی آمد کہ جس کی خبر قرآن وسنت نے دی ہو ختم نبوت سے مانع نہیں۔ ختم نبوت کے باب میں وارد شدہ تمام احادیث سے بھی وصفِ نبوت کا انقطاع مراد ہے۔ چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضور نبی اکرم ﷺ سے پہلے نبی بنا کر مبعوث کیا گیا اس لیے قرب قیامت کے زمانے میں ان کی آمد عقیدۂ ختم نبوت سے متعارض نہیں۔ نیز یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام شریعت محمدی ﷺ کے تابع اور مدد و معاون کے طور پر تشریف لائیں گے وہ اپنی شریعت نافذ نہیں فرمائیں گے۔ لہٰذا عقیدۂ نزولِ مسیح کسی طور پر بھی عقیدۂ ختم نبوت سے متناقض و متصادم نہیں۔

شبہ نمبر۲

زیرنظر آیت کریمہ کے حوالے سے مرزا صاحب اور ان کی جماعت کی طرف سے یہ شبہ وارد ہوتا ہے کہ **خاتم النبیین** میں لفظ خاتم کے معنی مہر کے ہیں اور **خاتم النبیین** کا مطلب ہے کہ حضرت محمد ﷺ نبیوں کی مہر تصدیق کے حامل ہیں۔ آپ ﷺ اپنے بعد جس کسی پر یہ مہر ثبت فرما دیں وہ نبی بن جاتا ہے۔

شبہ کا اِزالہ

لفظِ خاتم (تاء پر زبر اور زیر کے ساتھ) متعدد معانی میں استعمال ہوتا ہے لیکن ائمہ لغت کے نزدیک جب اس کی اضافت قوم یا جماعت کی طرف کی جائے تو یہ ''آخر اور ختم کرنے والا'' کے معنی میں ہوگا۔ آیت مذکورہ میں یہ لفظ **النبیین** کی طرف مضاف ہو رہا ہے، اس لیے اس کے معنی ''نبیوں کا آخر اور نبیوں کا ختم کرنے والا'' کے ہیں۔ یہ معنی قرآن وحدیث سے ثابت ہے اور ائمہ لغت وتفسیر سمیت جمیع امت مسلمہ کا اس پر اتفاق ہے۔

خاتم کے یہ معنی کہ آپ ﷺ کی مہر تصدیق سے نبی بنتے ہیں سرا سر قرآن

وسنت، اجماعِ امت، قواعد لغت اور محاورۂ عرب کے خلاف ہے۔ خاتم کا معنی مہر لیا بھی جا ئے تو اس کا مادہ ختم ہے جس کے معنی ہیں کسی شے کو مضبوطی سے اس طرح بند کرنا کہ باہر سے کوئی چیز اندر نہ جاسکے اور اندر سے کوئی چیز باہر نہ آ سکے۔ آپ ﷺ کے **خاتم النبیین** ہونے کے معنی یہ ہوں گے کہ آپ ﷺ نے اپنی بعثت سے سلسلہ نبوت ختم فرما دیا ہے اب قیامت تک نہ تو کو ئی اس میں داخل ہوسکتا ہے اور نہ سابقہ انبیاء ہی میں سے کو ئی اس سلسلہ سے باہر نکل سکتا ہے۔

اگر یہ مان لیا جائے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی مہر تصدیق سے نبی بن سکتے ہیں تو نبوت ایک اکتسابی وصف بن جاتی ہے حالانکہ یہ ایک وہبی چیز ہے جس میں کسی انسان کے اختیار اور کسب کا کوئی دخل نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ. (۱)

’’اللہ خوب جانتا ہے کہ اسے اپنی رسالت کا محل کسے بنانا ہے۔‘‘

لفظِ **ختم** کا تعلق ہمیشہ ما قبل سے ہوتا ہے اس لیے آپ ﷺ اَنبیائے سابقین کے خاتم یعنی ختم کرنے والے یا ان کے سلسلہ کو بند کرنے والے ہیں نہ کہ اپنے بعد کسی نبی کی تصدیق کرنے والے ہیں اگر خاتم کے وہ معنی مراد لیے جائیں جو مرزا صاحب نے لیے ہیں تو لفظِ خاتم کی اضافت مذاق بن کر رہ جائے گی جیسے **خاتم المهاجرين** کے معنی ہوں گے جس کی مہر سے مہاجر بنتے ہیں اور **خاتم القوم** کے معنی ہوں گے جس کی مہر سے قوم بنتی ہے۔ کوئی صاحب عقل سلیم اس معنی کو تسلیم نہیں کرسکتا۔

مرزا صاحب نے اپنی کتاب ’’تریاق القلوب‘‘ میں **خاتم الأولاد** کی مثال کے ذریعے خود اس لفظ کو آخر کے معنی میں لیا ہے جو ان کے اپنے خودساختہ معنی کا رد ہے۔

---

(۱) الأنعام، ٦: ۱۲۴

شبہ نمبر ۳

مرزا صاحب اور ان کے متّبعین ایک شبہ یہ پیدا کرتے ہیں کہ خاتم بمعنی انگوٹھی ہے جس سے زینت مراد لیا گیا ہے یعنی حضور نبی اکرم ﷺ زینتِ انبیا ہیں۔ چنانچہ یہ آیت ختم نبوت سے متعلق ہی نہیں۔

شبہ کا ازالہ

''انگوٹھی'' اور ''زینت'' لفظِ خاتم کا مجازی معنی ہے اور علمِ لغت، بدیع، بلاغت اور اصول کی رو سے مجازی معنی اس وقت لیا جاتا ہے جب حقیقی معنی مراد لینا متعذر، مشکل، ناممکن اور محال ہو، لہٰذا جب یہاں حقیقی معنی درست ہے اور قرآن وسنت کے عین مطابق ہے تو مجازی معنی لینے کی کوئی وجہ اور ضرورت ہی نہیں۔ دوسرے یہ کہ اگر ہر خاص و عام کے خیالات کو اور حقیقی و مجازی معانی وغیرہ کو تفسیرِ قرآن قرار دیا جانے لگے تو احکامِ شریعت بے معنی ہو کر رہ جائیں گے۔ لوگ اَقِيْمُوا الصَّلٰوة سے درود پڑھنا اور دعا کرنا مراد لے سکتے ہیں، فَلْيَصُمْه کی تفسیر کسی بھی کام سے رکنا کریں گے اور حج و زکوٰۃ کو بھی ان کے حقیقی معنی پر محمول کر کے آسانی اور فرار کی راہ تلاش کرنا چاہیں گے۔ اسلام اس چیز کی اجازت نہیں دیتا۔ شریعت نے کسی لفظ کا جو معنی متعین کر دیا ہے وہی مراد لیا جائے گا خواہ حقیقی ہو یا مجازی۔ اسی طرح یہاں لفظِ خاتم کے مجازی معنی کا احتمال موجود ہے لیکن چونکہ اس لفظ کا جو معنی قرآن و حدیث سے ثابت ہے اور جس پر اجماعِ امت ہے اسے چھوڑ کر مجازی معنی مراد نہیں لیا جا سکتا۔

۲۔ الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيم سے ختمِ نبوت پر اِستدلال

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۝[1]

(۱) الفاتحة، ۱: ۵

''(اے اللہ!) ہمیں سیدھا راستہ دکھاo''

بعض مفسرین کے نزدیک صراطِ مستقیم حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات اقدس اور آپ ﷺ کے دونوں وزیر حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما ہیں۔

عَنْ عَاصِمٍ الأَحْوَلِ عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ فِيْ قَوْلِهِ ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ﴾ قَالَ: هُوَ رَسُوْلُ اللهِ وَصَاحِبَاهُ. قَالَ: فَذَكَرْنَا ذٰلِکَ لِلْحَسَنِ. قَالَ: صَدَقَ أَبُوْ الْعَالِيَةِ وَ نَصَحَ.(۱)

''عاصم الاحول، ابوالعالیہ سے ارشاد باری تعالیٰ ﴿(اے اللہ!) ہمیں سیدھا راستہ دکھا﴾ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ وہ یعنی صراطِ مستقیم رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے دو ہم نشین حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما ہیں۔ ہم نے یہ تفسیر حضرت حسن بصری کے سامنے پیش کی تو انہوں نے فرمایا: ابو العالیہ نے سچ کہا اور خالص بات کی۔''

ایک روایت میں آپ ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کے خاص اہل بیت اور صحابہ کا ذکر ہے، یہ سب صراط مستقیم ہیں۔(۲)

اس تفسیر کے مطابق اب قیامت تک حضور نبی اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ و اہل بیت ہی صراط مستقیم کہلائیں گے۔ آپ ﷺ کے بعد کسی کی ذات کو، اس کے گھر والوں اور اہل مجلس لوگوں کو صراط مستقیم نہیں کہا جاسکتا۔ صراط مستقیم وہ راستہ ہے جو منزل تک پہنچاتا ہے اور وہ راستہ حضور نبی اکرم ﷺ سے شروع ہوتا ہے اور آپ ﷺ کے اہلِ بیت وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ذریعے سیدھا جنت کو جاتا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے

(۱) ۱۔ ابن عساكر، تاريخ دمشق الكبير، ۱۸: ۱۷۰
۳۔ طبري، جامع البيان فی تفسير القرآن، ۱: ۱۰۱
۴۔ قاضی عياض، الشفا بتعريف حقوق المصطفی: ۶۳، ۶۴
(۲) قاضی عياض، الشفا بتعريف حقوق المصطفی: ۶۳، ۶۴

اہلِ بیت اور صحابہ کرام صراطِ مستقیم اس معنی میں ہیں کہ وہ براہِ راست آپ ﷺ کی صحبت سے فیض یاب ہوتے رہے پھر آپ ﷺ کی سنت مطہرہ اور سیرت پاک کی تعلیمات کو آگے بیان کیا اور اس کی تشریح کا فریضہ سرانجام دیا۔ یہاں ختم نبوت کا نکتہ یہ ہے کہ اب قیامت تک حضور نبی اکرم ﷺ ہی ہر شخص کے لیے مینارۂ نور ہیں اور آپ ﷺ ہی کی راہ ہدایت دنیوی و اخروی کامیابی کی راہ ہے اس کے بعد کسی اور کو ہدایت کی راہ لانے کی ضرورت نہیں۔

۳۔ قرآن میں حضور ﷺ کے بعد کسی وحی پر ایمان لانے کا ذکر نہیں

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْکَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ.(۱)

''اور وہ لوگ جو آپ کی طرف نازل کیا گیا اور جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا (سب) پر ایمان لاتے ہیں۔''

۴۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا بِاللهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ.(۲)

''اے ایمان والو! تم اللہ پر اور اس کے رسول (ﷺ) پر اور اس کی کتاب پر جو اس نے اپنے رسول (ﷺ) پر نازل فرمائی ہے اور اس کتاب پر جو اس نے (اس سے) پہلے اتاری تھی ایمان لاؤ۔''

شرائط ایمان میں سے ایک شرط یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ وحی

(۱) البقرہ، ۲: ۴ (۲) النساء، ۴: ۱۳۶

پر ایمان لایا جائے خواہ وہ وحی حضور نبی اکرم ﷺ پر نازل ہوئی ہو یا آپ سے پہلے پیغمبروں پر۔ **اَلْحَمْد** سے **وَالنَّاس** تک پورے قرآن مجید میں وحی کو بااعتبار ایمان تقسیم کرتے ہوئے صرف دو اقسام بیان کی گئیں:

۱۔ اس وحی پر ایمان جو حضور نبی اکرم ﷺ پر نازل ہوئی۔

۲۔ اس وحی پر ایمان جو حضور نبی اکرم ﷺ سے پہلے نازل ہوئی۔

مذکورہ بالا آیات میں وحی کی انہی دو اقسام کا ذکر کیا گیا ہے۔ اوّل الذّکر وحی وہ ہے جو حضور نبی اکرم ﷺ پر نازل ہوئی، اسے ماننا عین ایمان اور اس کا انکار کفر ہے۔ **مؤخر الذکر** وحی وہ ہے جو حضور نبی اکرم ﷺ سے پہلے نازل ہوئی، اس کا ماننا بھی ایمان اور اس کا انکار کفر ہے۔ اگر حضور نبی اکرم ﷺ کے بعد بھی نزولِ وحی امر الٰہی ہوتا تو اس کی بھی یہی شان ہوتی اور قرآن ضرور اس کا ذکر کرتا مگر قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فقط دو قسموں کی وحی کا ذکر کیا اور اس میں کوئی ابہام نہ رہنے دیا، ایک وہ وحی جو حضور تاجدار کائنات حضرت محمد ﷺ پر اتری، دوسری وہ جو آپ ﷺ سے پہلے اتری۔ وحی بھیجنے والا خود صرف دو قسم کی وحی کی بات کرتا ہے تو کسی اور کو یہ حق کیسے پہنچتا ہے کہ تیسری قسم کی وحی کی بات کرے اور یہ دعویٰ کرے کہ آپ ﷺ کے بعد بھی وحی کا سلسلہ جاری ہے۔

(۱) ایمان اور وحی کا باہمی تعلق

مذکورہ بالا آیت میں ایمان کا ذکر کیا گیا ہے۔ واضح ہو کہ ایمان اس ماننے کو کہتے ہیں جس کے انکار سے کفر لازم آ جائے کیونکہ وحی کو بھی ایمان کے مسلمات میں شامل کیا گیا ہے لہٰذا وحی وہ بنیادی نکتہ ہے جس کے انکار سے کفر لازم آئے چنانچہ انکارِ وحی کی دو صورتیں ہیں:

۱۔ ایک نبیٔ برحق پر وحی نازل ہوئی اور کسی نے اس کا انکار کر دیا تو انکار کرتے ہی کافر ہو گیا۔

۲۔ کوئی نبی ہی نہ ہو اور نہ اس پر وحی نازل ہوتی ہو اور کوئی اسے نبی کہہ دے تب بھی کفر لازم آ جائے گا۔

ایمان کا مسئلہ انتہائی نازک ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاں ایمان کا ذکر کیا وہاں اس کی وضاحت میں کوئی کمی نہ چھوڑی۔ یہ اس لیے کہ اگر اللہ اور اس کا رسول ایمان اور اس کے متعلقات کو واضح نہ کریں تو ان کی وضاحت کے لیے اور کون آئے گا۔ چونکہ مذکورہ بالا آیت بھی متعلقاتِ ایمان کے حوالے سے ہے، اس لیے یہ ممکن نہیں تھا کہ وحی کی ان دو اقسام کے علاوہ کوئی تیسری قسم ہوتی جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے بیان نہ فرمائی ہو۔ اگر کوئی وحی حضور نبی اکرم ﷺ کے بعد نازل ہونا ہوتی تو **وَمَا یُنَزَّلُ مِنْ بَعْدِکَ** (اور جو وحی آپ کے بعد نازل ہوگی) کے الفاظ وارد ہوتے اور یہ کہہ کر اسے بھی ایمان کی تعریف میں شامل کیا جاتا لہٰذا جو حضور نبی اکرم ﷺ کی وحی اور آپ سے پہلے نازل ہونے والی وحی کو مانے وہی مومن ہے اور جو آپ ﷺ کے بعد کسی وحی کا دعویٰ کرے وہ خود بھی کافر ہے اور اس پر یقین کرنے والا بھی کافر ہے۔

(۲) حضور نبی اکرم ﷺ کا ذکر مقدّم رکھنے کی حکمتیں

مذکورہ بالا آیات کے مفہوم پر غور سے ذہن میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ جو وحی پہلے اتری اس کا ذکر پہلے اور جو وحی بعد میں اتری اس کا ذکر بعد میں ہونا چاہئے تھا لیکن یہاں ترتیب اس کے برعکس ہے، آخر کیوں؟ تقدمِ ذکر کی حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انبیاء کرام کی جماعت میں حضور نبی اکرم ﷺ کا اعلیٰ و ارفع مقام واضح فرمانا چاہتا ہے۔ بے شک وحی سابقہ انبیاء پر پہلے اتری مگر آپ ﷺ مقام و مرتبہ اور تخلیق میں تمام انبیاء سے پہلے ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی اس رفعتِ شان کا تقاضا تھا کہ آپ ﷺ کا ذکر سب پر مقدم ہوتا۔

دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کا ذکر کرتے ہوئے تمام

انبیاء کو آپ ﷺ سے پہلے قرار دیا۔ آیت مبارکہ میں لفظ **مِنْ قَبْلِکَ** استعمال ہوا ہے۔ قبل کا معنی پہلے ہے جس کی ضد اور مقابل بعد اور آخر دونوں آتے ہیں، مگر بعد اور آخر میں فرق ہے۔ مثال کے طور پر دس آدمی کسی کے گھر چلے جائیں تو دوسرا آدمی پہلے کے بعد جائے جبکہ تیسرا دوسرے کے بعد گھر میں داخل ہو۔ اس طرح نواں آٹھویں کے بعد اور ان نو آدمیوں میں سے ہر ایک اپنے سے پہلے کے بعد ہے مگر آخر میں کوئی بھی نہیں کہ آخر میں صرف وہی ہوگا جو سب کے بعد ہے اور اس کے بعد کوئی نہیں۔ یعنی وہ جس کے آنے کے بعد سب کے آنے کا سلسلہ ختم ہو جائے اور کسی اور کے آنے کا امکان نہ رہے۔ اگر ہم از رہِ تمثیل کسی کا نام لے کر کہیں کہ باقی سارے اس سے پہلے آئے ہیں، ہمارا یہ کہنا ہی اس کے سب سے آخر میں آنے کی دلیل ہے چنانچہ سب انبیاء کا آپ سے پہلے ہونا آپ کے آخر ہونے کی دلیل ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآن تو صرف اس وحی پر ایمان لانے کا حکم دے رہا ہے جو حضور نبی اکرم ﷺ پر اتری اور آپ ﷺ سے پہلے اتری، حضور نبی اکرم ﷺ کے بعد کسی وحی پر ایمان لانے کا سرے سے کوئی ذکر ہی نہیں تو وہ حضور نبی اکرم ﷺ کے بعد کسی وحی پر ایمان کیوں لائے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں روئے خطاب صرف اہلِ ایمان سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے **یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا** فرمایا ہے، **یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ** نہیں۔ اس کا مطلب واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان پر قرآن اور کتب ما سبق پر ایمان لانے کی پابندی عائد فرمائی ہے اور جو حضور نبی اکرم ﷺ کے بعد کسی وحی پر ایمان لائے، ان کا شمار ایمان والوں میں ہوتا ہی نہیں، اللہ تعالیٰ نے ان سے خطاب ہی نہیں کیا۔ وہ چاہیں مانتے پھریں، وہ کافر ہیں۔

۵۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے علاوہ صرف پہلے انبیاء پر ایمان لانے کا حکم

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُوْلُوْا اٰمَنَّا بِاللهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ○[1]

’’(اے مسلمانو!) تم کہہ دو ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس (کتاب) پر جو ہماری طرف اتاری گئی اور اس پر (بھی) جو ابراہیم اور اسماعیل اور اسحٰق اور یعقوب (علیہم السلام) اور ان کی اولاد کی طرف اتاری گئی اور ان (کتابوں) پر بھی جو موسیٰ اور عیسیٰ (علیہما السّلام) کو عطا کی گئیں اور (اسی طرح) جو دوسرے انبیاء (علیہم السّلام) کو ان کے رب کی طرف سے عطا کی گئیں، ہم ان میں سے کسی ایک (پر بھی ایمان) میں فرق نہیں کرتے، اور ہم اسی (معبودِ واحد) کے فرمانبردار ہیں○‘‘

سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۱۳۶ میں مسلمانوں کو صرف نزولِ وحی کی دو قسموں پر ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے، ایک اس وحی پر جو ان کی طرف بھیجی گئی یعنی قرآن حکیم اور دوسری وہ جو پہلے انبیاء کی طرف بھیجی گئی جن میں سے چند جلیل القدر انبیاء کے اسمائے گرامی بطور مثال درج کیے گئے۔ اس جگہ وَمَا اُوْتِيَ صیغہ ماضی اور النَّبِيُّوْنَ پر لامِ استغراق اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ انبیاء پر آسمانی وحی کا نزول تمام ہو چکا۔ اس کے بعد نہ کوئی نبی آئے گا اور نہ ہی کوئی وحی نازل ہوگی۔

---

(۱) البقرۃ، ۲: ۱۳۶

۶۔ رسول اور مومنوں نے صرف اس وحی کی تصدیق کی جو نازل ہوچکی

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اٰمَنَ الرَّسُوۡلُ بِمَآ اُنۡزِلَ اِلَيۡهِ مِنۡ رَّبِّهٖ وَالۡمُؤۡمِنُوۡنَ‌ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓـئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ‌ قف لَا نُفَرِّقُ بَيۡنَ اَحَدٍ مِّنۡ رُّسُلِهٖ‌ قف وَقَالُوۡا سَمِعۡنَا وَاَطَعۡنَا غُفۡرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيۡكَ الۡمَصِيۡرُ ○[1]

''(وہ) رسول اس پر ایمان لائے (یعنی اس کی تصدیق کی) جو کچھ ان پر ان کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا اور اہلِ ایمان نے بھی، سب ہی (دل سے) اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے، (نیز کہتے ہیں:) ہم اس کے پیغمبروں میں سے کسی کے درمیان بھی (ایمان لانے میں) فرق نہیں کرتے، اور (اللہ کے حضور) عرض کرتے ہیں: ہم نے (تیرا حکم) سنا اور اطاعت (قبول) کی، اے ہمارے رب! ہم تیری بخشش کے طلب گار ہیں اور (ہم سب کو) تیری ہی طرف لوٹنا ہے○''

سورۃ البقرہ، کی محولہ بالا آیت میں ختم نبوت سے متعلق دو چیزیں بطور خاص قابلِ توجہ مذکور ہیں۔

۱۔ صرف اس وحی پر ایمان لانا کافی ہے جو حضور نبی اکرم ﷺ اور آپ سے پہلے انبیاء پر نازل ہوئی۔ اگر حضور نبی اکرم ﷺ کے بعد وحی آنے کا کوئی امکان ہوتا تو آیت میں اس پر ایمان لانے کو بھی لازم قرار دیا جاتا۔

۲۔ تمام انبیاء پر ایمان لانا واجب ہے۔ اگر حضور نبی اکرم ﷺ کے بعد کوئی نبی

---

(۱) البقرۃ، ۲: ۲۸۵

کسی بھی رنگ میں (خواہ بقول مرزا قادیانی ظلی یا بروزی صورت میں) آنے والا تھا تو آیت میں ضرور بالضرور اس کی اطلاع دی جاتی اور اس پر ایمان لانے کا حکم دیا جاتا۔ عدمِ ذکر اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کسی نئے نبی کا وجود خارج از امکان ہے۔

۷۔ انبیاء پر نزولِ وحی کے ذکر میں حضور ﷺ کے بعد کوئی وحی نہیں

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّـآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْکَ کَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰی نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْم بَعْدِهٖج وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓی اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَعِيْسٰی وَاَيُّوْبَ وَيُوْنُسَ وَهٰرُوْنَ وَسُلَيْمٰنَج وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا○[1]

”(اے حبیب!) بیشک ہم نے آپ کی طرف (اُسی طرح) وحی بھیجی ہے جیسے ہم نے نوح (علیہ السلام) کی طرف اور ان کے بعد (دوسرے) پیغمبروں کی طرف بھیجی تھی۔ اور ہم نے ابراہیم و اسماعیل اور اسحاق و یعقوب اور (ان کی) اولاد اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان (علیہم السّلام) کی طرف (بھی) وحی فرمائی، اور ہم نے داؤد (علیہ السلام) کو (بھی) زبور عطا کی تھی○“

اس آیت کریمہ سے واضح ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ پر وحی کا سلسلہ تمام ہو چکا۔ بصورتِ دیگر پیشِ نظر آیت میں اس کا ضرور ذکر کیا جاتا۔ قرآن کا حضور نبی اکرم ﷺ کی وحی کے بعد کسی وحی کا ذکر نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ سلسلۂ نبوت آپ ﷺ پر ختم ہو چکا ہے۔

نزولِ وحی کا دروازہ مستقلاً بند کر دیا گیا ہے

قرآن مجید بشمول مذکورہ بالا آیات کئی مقامات پر یہ بات واضح کر چکا ہے کہ وحی

(۱) النساء، ۴: ۱۶۳

وہی ہے جو حضور نبی اکرم ﷺ پر اور آپ ﷺ سے پہلے انبیاء سابقہ پر نازل ہوئی اور آپ ﷺ ہی کی ذات اقدس کے ساتھ اس کا سلسلہ ختم کر دیا گیا۔ قرآن مجید میں کہیں بھی نزولِ وحی کے باب میں حضور نبی اکرم ﷺ کی بعثتِ مقدسہ کے بعد وحی نازل ہونے کے امکان کا اشارۃً بھی ذکر نہیں کیا جو حتماً اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ نزول وحی اور اجرائے وحی کا دروازہ قیامت تک آپ ﷺ کے بعد بند ہو چکا ہے۔ اگر آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی آنا ہوتا تو وحی اُترنے کا سلسلہ بند نہ ہوتا۔ یہ حضور نبی اکرم ﷺ کی ختم نبوت پر سب سے بڑی دلیل ہے۔

نبوت اور وحی کا باہمی تعلق

نبی اور غیر نبی میں مابہ الامتیاز فرق و امتیاز وحی الٰہی ہوتا ہے قطع نظر اس سے کہ اس کے علاوہ نبوت کے کچھ اور خصائص بھی ہیں لیکن کائنات بشریت میں دیگر انسانوں سے جو شے نبی کو منفرد اور ممتاز کرتی ہے، وہ وحی الٰہی ہے اور اس کی حاملِ خصوصیت کو نبوت کا نام دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا دستور یہ ہے کہ وہ جب وحی الٰہی کے شرف سے کسی بندے کو متمیز فرما دیتا ہے تو پھر خصائص و خصائلِ نبوت میں سے جو چاہے اور جسے چاہے اس کے حسبِ حال حصہ عطا فرما دیتا ہے۔

نزولِ وحی کی مختلف صورتیں

وحی الٰہی تین صورتوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبوت کے لیے منتخب بندے پر نازل ہوتی ہے۔ اگرچہ کتب حدیث میں اس کی اور بھی کئی شکلیں بیان کی گئی ہیں مگر اس وقت ہم یہاں صرف یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ وحی اللہ کے نبی کی طرف قرآن کی رو سے تین صورتوں میں نازل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ شوریٰ میں ان صورتوں کا ذکر فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْمِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ

يُرْسِلَ رَسُوْلاً فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ.(۱)

''اور ہر بشر کی (یہ) مجال نہیں کہ اللہ اس سے (براہِ راست) کلام کرے مگر یہ کہ وحی کے ذریعے (کسی کو شانِ نبوت سے سرفراز فرما دے) یا پردے کے پیچھے سے (بات کرے جیسے موسیٰ علیہ السلام سے طورِ سینا پر کی) یا کسی فرشتے کو فرستادہ بنا کر بھیجے اور وہ اُس کے اِذن سے جو اللہ چاہے وحی کرے۔''

قرآن مجید نے محولہ بالا آیت میں نزولِ وحی کی جو تین صورتیں بیان کی ہیں۔ اس کی مختصر تفصیل درج ذیل ہے:

پہلی صورت: دل میں بات ڈالنا

پہلی صورت میں اللہ تعالیٰ اپنے نبی کے دل میں کوئی حکم یا پیغام القا کر دیتا ہے اور وہ اس کا نفسِ مضمون آگے بیان کرتا ہے۔ وحی کی اس قسم میں نطق تو نبی کا ہوتا ہے، مگر کلام فی الحقیقت اللہ کا ہوتا ہے یعنی مخلوق تک پیغام پہنچانے کے لیے زبان تو بندے کی کھلتی ہے مگر اس زبان پر کلام اللہ کا جاری ہوتا ہے۔

دوسری صورت: پسِ پردہ کلام کرنا

مذکورہ آیت کے مطابق نزول وحی کی دوسری صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے براہ راست پردے کے پیچھے سے کلام کرتا ہے۔ اس طرح اللہ کا نبی اپنی آنکھ سے محبوب حقیقی (اللہ) کو تو نہیں دیکھتا لیکن اپنے کانوں سے اس کی آواز ضرور سنتا ہے، جیسے کہ کوہ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ شرف حسبِ ارشادِ باری تعالیٰ نصیب ہوا:

وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا○(۲)

''اور اللہ نے موسیٰ (علیہ السلام) سے (بلاواسطہ) گفتگو (بھی) فرمائی○''

(۱) الشوریٰ، ۴۲: ۵۱
(۲) النساء، ۴: ۱۶۴

تیسری صورت: ارسالِ رُسل

تیسری صورت یہ ہے کہ اللہ اپنے مقرب فرشتے کو اپنے صاحبِ شریعت نبی کی طرف پیغام دے کر بھیجتا ہے اور پھر اس فرشتے کے ذریعے اس نبی کے قلب پر اپنی وحی نازل کرتا ہے۔ جیسا کہ قلبِ مصطفوی ﷺ پر نازل ہونے والی وحی کے بارے میں ارشاد فرمایا:

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلٰى قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللهِ.(۱)

''آپ فرما دیں: جو شخص جبریل کا دشمن ہے (وہ ظلم کر رہا ہے) کیونکہ اس نے (تو) اس (قرآن) کو آپ کے دل پر اللہ کے حکم سے اتارا ہے۔''

ایک اور مقام پر فرمایا:

نَزَّلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ○ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ○(۲)

''اس (قرآن) کو روح الامین (جبرائیل) لے کر اترا ہے○ آپ کے قلبِ (انور) پر تاکہ آپ (نافرمانوں کو) ڈر سنانے والوں میں سے ہو جائیں○''

اس امر میں کوئی شک نہیں اور مزید کسی وضاحت کی ضرورت نہیں کہ وحی کا نزول مذکورہ بالا تین صورتوں میں اللہ کے منتخب بندے نبی پر ہوتا ہے اور نبی کے لیے وحی کا ہونا ضروری ہے لہٰذا وحی الٰہی ہی نبی اور غیر نبی کے مابین امتیازی فرق ہے۔

نزولِ وحی اور بشریتِ مصطفیٰ ﷺ

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰى اِلَيَّ.(۳)

---

(۱) البقرہ، ۲: ۹۷

(۲) الشعراء، ۲۶: ۱۹۳، ۱۹۴

(۳) الکہف، ۱۸: ۱۱۰

''فرما دیجئے: میں تو صرف (بخلقتِ ظاہری) بشر ہونے میں تمہاری مثل ہوں (اس کے سوا اور تمہاری مجھ سے کیا مناسبت ہے، ذرا غور کرو) میری طرف (تو) وحی کی جاتی ہے (بھلا تم میں یہ نوری استعداد کہاں ہے کہ تم پر کلامِ الٰہی اتر سکے)

اس آیۂ کریمہ میں عقیدۂ توحید و رسالت میں فرق بیان کرتے ہوئے اللہ رب العزت نے اپنے محبوب ﷺ سے فرمایا کہ میرے بندوں کو بتا دو کہ بلاشبہ نفس بشریت کے اعتبار سے میں تم جیسا بشر ہوں لیکن میرے اور تمہارے درمیان ایک چیز وجہ امتیاز ہے وہ یہ کہ میری طرف بارگاہِ حق سے وحی نازل ہوتی ہے پھر فرمایا کہ ان پر یہ واضح کر دو کہ یہ لوگ تجھے اپنی طرح کھاتا پیتا گلیوں میں چلتا پھرتا بازار میں لین دین اور کاروبار کرتا جنگوں اور صلح میں شرکت کرتا الغرض ظاہری زندگی کے تمام مظاہر میں اپنے ساتھ شریک دیکھ کر تجھے اپنے جیسا بشر تصور کرنے لگتے ہیں، تو اپنی زبان سے اُنہیں کہہ دے کہ محض بادی النظر میں تم جیسا ہوں اور جہاں تک باقی باتوں کا تعلق ہے تم میرے جیسے نہیں ہو سکتے، ایسا کہنا سراسر غلط ہے۔ ایک حدیثِ مبارکہ کی رو سے آپ ﷺ نے اپنی عدم مثلیت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: أَيُّكُمْ مِثْلِيْ (تم میں سے کون میری مثل ہوسکتا ہے)؟ جبکہ يُوْحىٰ إِلَيَّ (اللہ مجھ سے کلام کرتا ہے) اور تم اس سے محروم ہو۔ یہاں پر **ما بہ الاشتراک** اور **مابہ الامتیاز** پہلو بشریت و رسالت مصطفیٰ ﷺ کے باب میں واضح کرتے ہوئے منکرین کو باور کرایا جا رہا ہے کہ بشری زندگی کے احوال و اوصاف اور خصائص اللہ نے مجھے بھی وہی عطا کیے ہیں جو تم کو عطا کیے ہیں لیکن خبردار تم ان ظاہری احوال کو دیکھ کر مجھے اپنے جیسا تصور نہ کرنے لگ جانا بلکہ یہ امر ہمہ وقت تمہارے دل و نگاہ میں رہے کہ اللہ مجھ سے کلام کرتا ہے اور وحی الٰہی کی جو فضیلت مجھے عطا کی گئی ہے۔ اس سے ہما شما کو محروم رکھا گیا ہے۔ اس نے بشریت کے احوال کے ساتھ نبوت کے فضائل و کمالات اور خصائص و امتیازات عطا کر کے مجھے تم سے ممتاز کر دیا ہے۔

ایک عام مثال سے بشریتِ مصطفیٰ ﷺ کی وضاحت

اس حوالے سے ایک مثال حقیقت حال کو بخوبی واضح کر دے گی۔ خاک کی دو ڈھیریاں علیحدہ علیحدہ پڑی ہوئی ہیں، ایک ڈھیری کوڑا کرکٹ میں پڑی بدبو دار چیز دیر تک گل سڑ رہی ہے جبکہ دوسری ڈھیری شگفتہ پھولوں سے مہک رہی ہے تو خاک کی دونوں ڈھیریاں دیکھنے میں ایک جیسی نظر آتی ہیں مگر دونوں کے اوصاف اور احوال و خصائص میں نمایاں فرق نظر آتا ہے۔ پہلی ڈھیری کے پاس سے گزرتے ہوئے بدبو اور تعفن کے بھبھکے ایک ثانیے کے لیے رکنے نہیں دیتے جبکہ دوسری ڈھیری کے پاس ذرا دیر رکیں تو مشام جاں خوشبو سے مہکنے لگتا ہے اور یہ خوشبو ان پھولوں کی مہکار کا اثر ہے جس کی صحبت نے اس مشت خاک کو گل و گلزار میں بدل دیا۔ شیخ سعدیؒ نے اس خوشبودار مٹی سے ہم کلام ہو کر اس کا سبب پوچھا تو اس نے جواب دیا:

بگفتا من گلے ناچیز بودم
ولیکن مدتی با گل نشستم
جمال هم نشین درمن اثر کرد
وگرنہ من هماں خاکم کہ هستم[1]

(مٹی کہنے لگی کہ میں ایک ناچیز مٹی تھی لیکن کچھ دیر پھول کی صحبت میں رہنا نصیب ہوا۔ یہ اسی کی صحبت کا اثر ہے کہ اس نے مجھے با کمال کر دیا (اور مجھ میں خوشبو پیدا ہوگئی) وگرنہ جیسا کہ مجھے خبر ہے میں تو صرف ایک مٹی ہوں۔)

حضور نبی اکرم ﷺ کا پیکر بشریت ظاہری احوال میں ہمارے جیسا نظر آتا ہے جس پر مدتوں تجلیات الٰہی اور وحی کا نزول ہوتا رہا اور آپ ﷺ کے قلب اطہر پر نزولِ وحی نے آپ ﷺ کی بشریت کی ماہیت کو یکسر تبدیل کر دیا۔ اس پیکرِ بشریت کے

(۱) گلستان سعدی

اندر پیدا ہونے والے خصائص، فضائل اور عظمتوں کے عالم کا کون اندازہ کر سکتا ہے؟ بعض لوگ ظاہری چیزوں میں قدر مشترک دیکھتے ہیں لیکن قدر ما بہ الامتیاز کی طرف ان کی نظر نہیں جاتی۔ وہ یہ نہیں دیکھتے کہ اللہ کی وحی اور نعمتِ نبوت پیکرِ بشریت کو پورے عالم انسانیت سے ممتاز کر دیتی ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ کے جسم اطہر کی نظافت و پاکیزگی کا عالم

حضور نبی اکرم ﷺ کی بشریت کو کسی ارضی پیمانے پر نہیں ناپا جا سکتا۔ اس کو خالق کائنات نے اپنا شہکار بنا کر ان کمالات و امتیازات سے نوازا جو کسی اور فرد بشر میں نہیں یہی وجہ ہے کہ ہم کو بھی بشریت ملی اور حضور نبی اکرم ﷺ کو بھی پیکرِ بشریت عطا ہوا لیکن ہمارے جیسے عام لوگوں کا حال یہ ہے کہ ہر غلیظ اور گندی شے پر بیٹھنے والی مکھی ہم پر بیٹھ جاتی ہے جبکہ حضور نبی اکرم ﷺ کے پیکر بشریت پر ایک عام مکھی کو بھی بیٹھنے کی اجازت نہیں۔ ہم سے پسینہ نکلے تو اس سے بدبو پیدا ہوتی ہے لیکن آپ ﷺ کے جسم اطہر سے نکلنے والے پسینے کا یہ عالم تھا کہ جن راہوں سے گزر جاتے فضائیں معطر ہو جاتیں۔ ہمارا لعاب دہن جراثیم کا مرکز ہے مگر اس پیکرِ بشریت کا یہ عالم ہے کہ لعاب دہن اگر کسی کے سقیم جسم پر لگ جائے تو اسے شفا ہو جاتی ہے۔

ایک نابینا شخص کو اس لعابِ دہن کی شفا بخشی سے بینائی دوبارہ نصیب ہو جاتی ہے۔ آپ ﷺ کا دستِ مسیحائی کسی کو چھو لے تو موت زندگی میں بدل جاتی ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے نفسِ بشریت کی ظاہری مماثلت کا انکار نہیں مگر آپ ﷺ کی بشریت بے مثل کمالات و فضائل کی حامل ہے اور ہماری بشریت کی عجز و بے بسی اور فروتنی ایک تسلیم شدہ بات ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی بشریت معطر، منور حد درجہ لطیف اور سراپا نورانی ہے فقط اس لیے کہ آپ ﷺ کا قلبِ اطہر اللہ کے کلام کا مرکز اور اس کی وحی کا منبع و سرچشمہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ہر صفت قدیم ہے

چونکہ کلام متکلم کی صفت ہوتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کا کلام اللہ کی صفت ہے، اللہ تعالیٰ جس طرح قدیم ہے اس کا کلام بھی اسی طرح قدیم ہے۔ جس طرح اللہ کو عارضی اور محدود سمجھنا کفر ہے اسی طرح اللہ کی کسی صفت کو عارضی، محدود اور معاذ اللہ ناقص سمجھنا بھی کفر ہے۔ کلامِ اِلٰہی اللہ کی صفت ہے تو جس پیکر بشریت کا پوری زندگی اللہ کے کلام سے تعلق پیدا ہو گیا تو اس کا قلب صفات الٰہیہ کا مہبط اور مرکز و محور بن گیا ہے اور جس کا قلب صفات الٰہیہ اپنے اندر جذب کرنے کے قابل ہوگیا اس کے ترفع و تقدس کا ہم اندازہ بھی نہیں لگا سکتے۔ کتب احادیث میں درج ہے کہ جب حضور نبی اکرم ﷺ پر وحی نازل ہوتی تو دیکھنے والے دیکھتے کہ آپ ﷺ کی حالت مختلف اور دگرگوں ہو جاتی کبھی ذات رسالت مآب ﷺ کو پسینہ آجاتا اور کبھی ایسا ہوتا کہ وحی قلب اطہر پر نازل ہو رہی ہوتی لیکن بوجھ کے باعث اُونٹنی زمین پر بیٹھ جاتی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے جو احوالِ نبوت کے رازدان تھے وہ آپ ﷺ کی ظاہری کیفیت کو دیکھ کر جان جاتے کہ اللہ کا کلام آقا و مولا ﷺ کے قلب اطہر پر نازل ہو رہا ہے اور جب حضور نبی اکرم ﷺ واپس اپنی پہلی حالت کی طرف رجوع فرماتے تو وہ سمجھ جاتے کہ اب وحی کا آنا ختم ہو گیا ہے۔ یہ حضور نبی اکرم ﷺ کی بشریت پر وارد ہونے والے ظاہری اثرات اس بات کے آئینہ دار تھے کہ آپ ﷺ پر کلامِ اِلٰہی حالت بشریت میں نازل ہوتا تھا اور حضور نبی اکرم ﷺ کا پیکر بشریت اس قابل بنا دیا گیا تھا کہ کلامِ اِلٰہی اور صفات اِلٰہی کو اپنے اندر جذب کر لیتا چنانچہ دُنیا کے کسی فرد کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ آپ ﷺ کو اپنے جیسا بشر تصور کرے۔

مولانا رومؒ فرماتے ہیں:

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر
گرچہ باشد درنوشتن شیر شیر

مولانا فرماتے ہیں کہ ان اولیاء اللہ کے معاملات کو اپنے اوپر قیاس نہ کرو اور یہ گمان نہ کرو کہ وہ ہماری طرح کے بشر ہیں اور ان کے احوال و معاملات ہمارے حالات سے مماثلت رکھتے اور یکساں نظر آتے ہیں بالکل اسی طرح جیسے شِیر اور شیر لکھنے میں ایک جیسے ہیں لیکن معنی کے اعتبار سے دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ شِیر دودھ کو کہتے ہیں جو انسان کی غذا ہے جبکہ شیر وہ درندہ ہے کہ انسان اُس کی غذا ہے۔ دونوں لفظوں کے حروف اور لکھنے کا انداز بھی ایک جیسا ہے، فقط زیر و زبر کے فرق نے دونوں کی حقیقت کو بدل کر رکھ دیا ہے۔ بالکل اسی طرح پاکباز لوگ دیکھنے میں عام انسانوں جیسے ہیں لیکن ان کی بارگاہ خداوندی میں مقربیت، تعلق اور نسبت کے اعتبار سے اُنہیں کائنات سے منفرد کر دیتی ہے۔ یہ تو پاکانِ امت کی بشریت کا عالم ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی بشریت مقدسہ کا کیا عالم ہے اس کا کوئی اندازہ بھی نہیں کر سکتا۔

وجودِ مصطفوی ﷺ کا سایہ نہ ہونے کا سبب

حضور نبی اکرم ﷺ کا وجود بشری ہونے کے باوجود سایہ نہ تھا اس بارے میں حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ پیکرِ بشریت رکھتے تھے، لیکن آپ کی نورانیت نے اس کی ماہیت بدل دی تھی۔ اس لیے جب سورج چمکتا یا چاندنی رات ہوتی تو زمین پر حضور نبی اکرم ﷺ کا سایہ نہ پڑتا حالانکہ جسم کی یہ خاصیت ہے کہ وہ سایہ رکھتا ہے مگر اللہ تعالیٰ نے جو لطافت نور کو عطا کی ہے اس سے کہیں زیادہ لطافت حضور نبی اکرم ﷺ کے جسم اور بشریت کو عطا کی یعنی حضور نبی اکرم ﷺ کا جسم اطہر نور سے بھی بدرجہا لطیف تر تھا۔ چنانچہ جس طرح نور عام چیزوں سے گزرتا ہے، آپ ﷺ کے جسم اطہر سے بھی گزر جاتا۔ اس نورانیت کے باعث وجودِ مصطفوی ﷺ کا سایہ نہ تھا۔ دوسری بات یہ کہ سائنسی توجیہ کی رو سے سایہ تو ہے ہی اندھیرے کا دوسرا نام۔ نبی رحمت سرکارِ دوجہاں ﷺ سرتاپا نور ہونے کی وجہ سے اندھیروں کو اُجالوں میں بدلنے کے لیے آئے تھے اگر ان کا جسم اطہر سایہ دار ہوتا تو اندھیروں کو ختم کس طرح کیا جا سکتا۔

حضور نبی اکرم ﷺ کا نوری جسم تو آیا ہی اندھیرا دور کرنے کے لیے تھا پھر اس کا سایہ کہاں سے آتا۔

۸۔ زمانۂ نزولِ قرآن، نزولِ وحی کا آخری زمانہ ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ اِنْ تُبْدَ لَکُمْ تَسُؤْکُمْ ج وَاِنْ تَسْئَلُوْا عَنْهَا حِیْنَ یُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَکُمْ ط عَفَا اللهُ عَنْهَا ط وَاللهُ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ ○(۱)

’’اے ایمان والو! تم ایسی چیزوں کی نسبت سوال مت کیا کرو (جن پر قرآن خاموش ہو) کہ اگر وہ تمہارے لیے ظاہر کر دی جائیں تو تمہیں مشقت میں ڈال دیں (اور تمہیں بری لگیں)، اور اگر تم ان کے بارے میں اس وقت سوال کرو گے جبکہ قرآن نازل کیا جا رہا ہے تو وہ تم پر (نزولِ حکم کے ذریعے) ظاہر (یعنی متعیّن) کر دی جائیں گی (جس سے تمہاری صوابدید ختم ہو جائے گی اور تم ایک ہی حکم کے پابند ہو جاؤ گے)۔ اللہ نے ان (باتوں اور سوالوں) سے (اب تک) درگزر فرمایا ہے، اور اللہ بڑا بخشنے والا بُردبار ہے○‘‘

اس آیت کریمہ کے ذریعے امتِ محمدی علی صاحبها الصّلٰوۃ والسّلام کو خبردار کیا گیا ہے کہ نزولِ قرآن کے وقت ان چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرو جن کے بارے میں قرآن خاموش ہے کیونکہ اگر اس سے متعلق کوئی حکم نازل کر دیا گیا تو اس چیز میں ہمیشہ کے لیے تمہارا اختیار ختم ہوجائے گا کیونکہ قرآن حکیم سب سے آخری وحی ہے، اس کے بعد کوئی وحی نازل نہ ہو گی کہ جس کے ذریعے اس حکم میں ترمیم ممکن ہو۔

(۱) المائدہ، ۵: ۱۰۱

۹۔ اہلِ کتاب کو صرف قرآنی وحی پر ایمان لانے کا حکم دیا گیا

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقاً لِّمَا مَعَكُمْ.(۱)

''اور اس (کتاب) پر ایمان لاؤ جو میں نے (اپنے رسول محمد ﷺ پر) اتاری (ہے) حالانکہ یہ (اس کی اصلاً) تصدیق کرتی ہے جو تمہارے پاس ہے۔''

اہل کتاب کو صرف اس وحی پر ایمان لانے کا حکم دیا گیا جو حضور نبی اکرم ﷺ پر نازل ہوئی، آپ ﷺ کے بعد کسی پر نازل کردہ وحی پر ایمان لانے کا حکم نہیں دیا گیا جو اس بات کی دلیل ہے کہ وحی کا سلسلہ آپ ﷺ پر ختم ہو چکا ہے اور آپ ﷺ آخری نبی ہیں۔

۱۰۔ قرآن حکیم کے بعد کسی وحی کو حق نہیں کہا گیا

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللهُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآئَهُ وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقاً لِّمَا مَعَهُمْ.(۲)

''اور جب ان سے کہا جاتا ہے اس (کتاب) پر ایمان لاؤ جسے اللہ نے (اب) نازل فرمایا ہے (تو) کہتے ہیں: ہم صرف اس (کتاب) پر ایمان رکھتے ہیں جو ہم پر نازل کی گئی، اور وہ اس کے علاوہ کا انکار کرتے ہیں، حالانکہ وہ (قرآن بھی) حق ہے (اور) اس (کتاب) کی (بھی) تصدیق کرتا ہے جو ان کے پاس ہے۔''

اس آیت کریمہ میں صرف حضور نبی اکرم ﷺ پر نازل کردہ وحی کو حق کہا گیا

---

(۱) البقرہ، ۲: ۴۱

(۲) البقرہ، ۲: ۹۱

ہے، آپ کے بعد کسی نبی پر نازل کردہ وحی کو حق نہیں کہا گیا جو آپ ﷺ کے خاتم الوحی اور خاتم النبیین ہونے کا واضح ثبوت ہے۔

۱۱-۱۲۔ قرآن اپنے سے پہلی آسمانی کتابوں کی ہی تصدیق کرتا ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَى قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللهِ مُصَدِّقاً لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ. [1]

’’آپ فرما دیں: جو شخص جبریل کا دشمن ہے (وہ ظلم کر رہا ہے) کیونکہ اس نے (تو) اس (قرآن) کو آپ کے دل پر اللہ کے حکم سے اتارا ہے (جو) اپنے سے پہلے (کی کتابوں) کی تصدیق کرنے والا ہے۔‘‘

قرآن حکیم صرف ان آسمانی والہامی کتابوں کی تصدیق فرماتا ہے جو اس سے پہلے نازل ہوئیں، اپنے بعد کسی آسمانی کتاب کی تصدیق نہیں کرتا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقاً لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ. [2]

’’(اے حبیب!) اسی نے (یہ) کتاب آپ پر حق کے ساتھ نازل فرمائی ہے (یہ) ان (سب کتابوں) کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے اتری ہیں۔‘‘

مذکورہ بالا آیات میں تسلسل کے ساتھ کتابِ حق کی شانِ مصدّقیت بیان ہوئی ہے۔ خاتم الانبیاء حضور نبی اکرم ﷺ کی ختم نبوت کی ایک واضح اور بین دلیل یہ ہے کہ

(۱) البقرہ، ۲: ۹۷

(۲) آل عمران، ۳: ۳

آپ ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب مبین اپنے سے پہلے نازل ہونے والی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے۔ اگر بعد میں کسی وحی کا نزول ہونا ہوتا تو اس کا تذکرہ بھی لازماً کیا جاتا۔ وہ وحی جو حضور نبی اکرم ﷺ سے پہلے نازل ہوئی اور جو وحی حضور نبی اکرم ﷺ پر نازل ہوئی دونوں اپنی شان اور مرتبہ میں وحی الٰہی ہیں، لیکن فرق یہ ہے کہ سابقہ کتبِ سماویہ اپنی صداقت و حقانیت کی تصدیق کے لیے قرآن کی محتاج ہیں۔ قرآن نے ان کی صداقت و حقانیت پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔ اس طرح منزل من اللہ کتابوں میں قرآن کریم نہ صرف خود وحی ہے بلکہ پہلے اترنے والی وحی کی تصدیق بھی کرنے والا ہے۔

ان آیات کریمہ سے دو چیزیں معلوم ہوئیں:

۱۔ اللہ رب العزت نے اہل کتاب کو صرف قرآن مجید پر ایمان لانے کا حکم دیا اور اس کے بعد کسی اور وحی پر ایمان لانے کا حکم نہیں دیا گیا۔ یہ صراحتاً اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے بعد کسی اور وحی کے آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

۲۔ قرآن مجید صرف اپنے ما قبل وحی کی تصدیق کرتا ہے اگر مابعد وحی بھی نازل ہونا ہوتی تو ضرور اس کی بھی تصدیق کی جاتی۔ قرآن کو یہ شان اس لیے عطا کی گئی کہ اس نے آخر پر آ کر سلسلۂ وحی کے خاتمے کا اعلان کرنا تھا جبکہ باقی سب کتابیں اس سے پہلے آ چکی تھیں۔

(ا) قرآنی تصدیق ہی معیار حق ہے

مذکورہ بالا آیات کریمہ سے معلوم ہوا کہ فقط اسی کتاب اور وحی کو حق مانا جائے گا، جس کی تصدیق قرآن نے کر دی اور جس کی تصدیق قرآن نے نہیں کی، وہ لائق ایمان نہیں۔ چنانچہ ثابت ہوا کہ قرآنی تصدیق معیار حق ہے۔ اور یہ شان مصدقیت فقط قرآن کو عطا کی گئی ہے۔ قرآن حضور نبی اکرم ﷺ کی نبوت و رسالت کی خاتمیت اور سابقہ نازل

ہونے والی آسمانی کتب کا مصدق بن کر اترا ہے۔ قرآن کے بعد نازل ہونے والی کتاب اور وحی کے حق ہونے کی تصدیق تو بعد کی بات ہے قرآن نے تو اشارۃ اور کنایۃ اس کا ذکر تک بھی نہیں کیا۔ چنانچہ جو کتاب اور وحی تصدیق و توثیقِ قرآن سے خالی ہو وہ حق نہیں ہوسکتی۔

(۲) قرآنی تصدیق میں نقص ماننا کفر ہے

اس مقام پر یہ سوال کہ قرآن کی تصدیق ناقص ہے یا کامل اور اگر قرآن کی تصدیق کامل ہے تو پھر اس کا کسی بعد میں آنے والی وحی کی تصدیق نہ کرنا اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ اس کے بعد ہی وحی آنے کا دروازہ مطلقاً بند ہو چکا ہے کیونکہ اگر قرآن کے بعد بھی وحی اترنا ہوتی تو قرآن ضرور اس کی تصدیق کرتا۔ سو اگر کوئی شخص قران کے بعد نزول وحی کا اعتقاد رکھے تو وہ جان لے کہ یہ قرآن کے دائرہ تصدیق سے خارج ہے اور جو نام نہاد وحی قرآن کے دائرہ تصدیق سے خارج ہے وہ لائق ایمان ہی نہیں۔ معاذ اللہ اگر یہ کہا جائے کہ قرآن کی تصدیق ناقص ہے تو لامحالہ یہ سمجھا جائے گا کہ قرآن وحی میں بعض کی تصدیق تو کرتا ہے اور بعض کی نہیں کرتا، تو پھر اس تصدیق کا کوئی فائدہ نہیں اور اسے معتبر نہیں سمجھا جاسکتا۔ ایمان کے باب میں یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ جس طرح ذاتِ مصطفیٰ ﷺ میں کسی قسم کا کوئی نقص اور عیب ماننا کفر ہے۔ اسی طرح قرآن اوراس کی تصدیق میں کسی قسم کا کوئی نقص اور عیب ماننا بھی صریحاً کفر ہے۔ جس طرح حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات اقدس کامل و اکمل ہے، اسی طرح قرآنی تصدیق بھی کامل و اکمل ہے۔

۱۳۔ حضور ﷺ کی صرف پہلی آسمانی کتابوں کی تصدیق سے استدلال

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَمَّا جَآءَ هُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ. (۱)

''اور (اسی طرح) جب ان کے پاس اللہ کی جانب سے رسول (حضرت

---

(۱) البقرہ، ۲: ۱۰۱

محمد ﷺ) آئے جو اس کتاب کی (اصلاً) تصدیق کرنے والے ہیں جو ان کے پاس (پہلے سے) موجود تھی۔‘‘

اس آیۂ کریمہ سے ثابت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ صرف ان الہامی کتابوں کے مصدق ہیں جو آپ ﷺ سے پہلے نازل ہوئیں۔ آپ ﷺ اپنے بعد کسی الہامی کتاب کے مصدق نہیں جس کے معنی یہ ہیں کہ آپ ﷺ آخری نبی ہیں اور قرآن مجید آخری الہامی کتاب ہے۔

۱۴۔ حضور ﷺ اور انبیاء سابقین سے ہی میثاقِ نبوت لیا گیا

ارشاد ربانی ہے:

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَھُمْ وَمِنْکَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰھِیْمَ وَمُوْسٰی وَعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ وَ اَخَذْنَا مِنْھُمْ مِّیْثَاقًا غَلِیْظًاo(۱)

’’اور (اے حبیب! یاد کیجئے) جب ہم نے انبیاء سے اُن (کی تبلیغِ رسالت) کا عہد لیا اور (خصوصاً) آپ سے اور نوح سے اور ابراہیم سے اور موسیٰ سے اور عیسیٰ ابن مریم (علیہم السلام) سے اور ہم نے اُن سے نہایت پختہ عہد لیاo‘‘

یہ آیت کریمہ میثاق انبیاء کے بیان پر مشتمل ہے۔ اس میثاق میں حضور نبی اکرم ﷺ اور آپ سے قبل آنے والے تمام انبیاء اپنی ارواح مبارکہ کی صورت میں شریک ہوئے۔ اللہ رب العزت نے سب سے پہلے اپنے حبیب مکرم ﷺ کا ذکر فرمایا جس کی وجہ خود زبان رسالت مآب نے بیان فرمائی ہے:

عن أبی ھریرۃ رضی اللہ عنہ فی قولہ تعالیٰ ﴿وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَھُمْ وَمِنْکَ وَمِنْ نُّوْحٍ﴾ الأیۃ، قال النبي ﷺ: کنت أول النبیین في

---

(۱) الأحزاب، ۳۳:۷

خلق و آخرهم فی البعث، فبدأ بي قبلهم.[۱]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمان الٰہی ﴿اور (اے حبیب! یاد کیجئے) جب ہم نے انبیاء سے اُن (کی تبلیغِ رسالت) کا عہد لیا اور (خصوصاً) آپ سے اور نوح سے ......﴾ کی تفسیر میں روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں تخلیق میں انبیاء سے اول ہوں اور بعثت میں سب سے آخری ہوں چنانچہ ابتدا مجھ سے کی گئی۔‘‘

اس ارشادِ گرامی سے محولہ بالا آیت کریمہ کا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختمِ نبوت کی دلیل ہونا ثابت ہے۔

۱۵۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف گذشتہ نبیوں کے مبشر نہیں مصدِّق ہیں

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ.[۲]

’’اور (اے محبوب! وہ وقت یاد کریں) جب اللہ نے انبیاء سے پختہ عہد کر لیا کہ جب میں تمہیں کتاب اور حکمت عطا کر دوں پھر تمہارے پاس (وہ سب پر عظمت والا) رسول تشریف لائے جو ان کتابوں کی تصدیق فرمانے والا ہو جو تمہارے ساتھ ہوں گی تو ضرور بالضرور تم ان پر ایمان لاؤ گے اور ضرور بالضرور ان کی مدد کرو گے۔‘‘

مذکورہ بالا آیات کریمہ میں اس مفہوم پر مبنی مضمون بیان کیا گیا ہے کہ سب سے آخر میں تشریف لانے والے باعظمت رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ صرف پہلے آنے

(۱) ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۳: ۴۷۰

(۲) آل عمران، ۳: ۸۱

والی کتابوں بلکہ سابقہ انبیاء کی بھی تصدیق کرنے والے ہیں۔ ان برحق نازل ہونے والی آسمانی کتابوں میں صراحت کے ساتھ آپ ﷺ کی آمد کی خوش خبری سنائی گئی تھی اور آپ کے نبی آخرالزماں ہونے کا ذکر پوری علامات کے ساتھ کر دیا گیا تھا۔

سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۸۱ میں نہ صرف خلقتِ محمدی ﷺ اور عظمتِ رسالتِ نبوی ﷺ کا ذکر ہو رہا ہے بلکہ اگر بنظرِ غائر دیکھا جائے تو اس میں ختمِ نبوت کا بیان بھی موجود ہے۔ آیتِ مذکورہ میں واضح طور پر دو پہلو از روئے استدلال ختمِ نبوت سے متعلق ہیں۔

۱۔ **ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ** کے کلمات کے ذریعے اللہ سبحانہ وتعالیٰ انبیاء کرام علیہم السلام کو مخاطب کر کے ارشاد فرما رہا ہے کہ جب تم سب آ چکو گے اور اپنی اپنی نبوتوں کے زمانے گزار چکو گے اور کسی حال میں کوئی نیا نبی یا رسول آنے والا نہیں ہو گا تو پھر تم سب کے آخر میں میرا پیارا رسول ﷺ آئے گا۔

۲۔ **مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ** کے کلمات کے ذریعے حضور نبی اکرم ﷺ کو تمام انبیاء کا مُصَدِّق قرار دیا گیا ہے جبکہ دوسرے تمام انبیاء آئندہ آنے والوں کے لیے مبشر تھے۔ انہوں نے باری باری حضور نبی اکرم ﷺ کی آمد کی بشارتیں دیں لیکن حضور ﷺ کسی کے مبشر نہیں بلکہ سب کے مصدِّق ہیں اور یہ حقیقت تو اظہر من الشّمس ہے کہ تصدیق کرنے والا (مصدِّق) سب کے بعد ہی آتا ہے۔ بفرضِ محال اگر حضور نبی اکرم ﷺ کے بعد کوئی اور نبی آنے والا ہوتا تو حضور نبی اکرم ﷺ لازمًا اس کے مبشر ہوتے لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ منظور نہیں تھا کہ دوسرے انبیاء کی طرح آپ ﷺ کے بعد بھی کوئی نبی آئے۔ اس لیے کہ اس سے آپ ﷺ کی عالم گیر رسالت اور نبوتِ تامہ میں نقص یا کمی کا شائبہ ہوسکتا تھا۔ چونکہ حضور نبی اکرم ﷺ کی نبوت کو تا قیامت قائم رکھنا مقصود تھا اس لیے خدائے علیم وخبیر نے تمام انبیاء و رسل آپ ﷺ سے پہلے بھیج دیئے، اور آپ ﷺ کو تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا خاتم بنا دیا۔

جس طرح اللہ تعالی نے اپنی آخری کتاب قرآن کو ساری کتابوں کا مصدق بنا دیا ہے۔ اسی طرح صاحب قرآن حضرت محمد ﷺ کو خاتم الانبیاء بنا کر سارے نبیوں کا مصدق بنایا، جس طرح نزولِ قرآن کے ساتھ وحی الٰہی کی تصدیق ہوگئی اسی طرح آقائے دوجہاں ﷺ تشریف لائے تو پہلی ساری نبوتوں کی تصدیق ہوگئی۔ جو شخص قرآن کے بعد کسی نئی وحی کا اعتقاد رکھے وہ قرآن کی شانِ مصدقیت کا انکاری ہے اور جو شخص حضور نبی اکرم ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے وہ خاتم الانبیاء ﷺ کی تصدیق سے انکاری ہے۔ نبوتیں بھی وہی حق ہیں جو حضور نبی اکرم ﷺ سے پہلے اتریں اور حضور نبی اکرم ﷺ نے ان پر اپنی تصدیق کی مہر ثبت فرما دی۔ وحی اور کتابیں بھی وہی حق ہیں جو قرآن سے پہلے اتریں اور قرآن نے اتر کر اپنی مہر تصدیق ثبت فرما دی۔ قرآن کی شان مصدّقیت کا ذکر تو پچھلے صفحات پر گزر چکا ہے۔ اب ہم حضور نبی اکرم ﷺ کی شان مصدّقیت کا ذکر کریں گے۔ اس آیت مبارکہ میں لفظ میثاق مضاف اور النبیین مضاف الیہ ہے اور یہ جمع کا صیغہ ہے۔ عربی زبان کا قاعدہ یہ ہے کہ جب جمع کا صیغہ مضاف الیہ واقع ہو تو اس میں عموم آجاتا ہے۔ اس قاعدے کی رو سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ یہ میثاق (جو کہ میثاق نبوت تھا) اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے تمام انبیاء سے لیا تھا وہ افراد جو اس میثاق میں شامل نہیں گروہ انبیاء سے خارج رہے، اس کے علاوہ یہ کہ حضور نبی اکرم ﷺ پر ایمان لانے اور آپ کی مدد و نصرت کرنے کا جو پختہ وعدہ اپنے انبیاء سے لیا تھا، وہی وعدہ انبیاء اپنی امتوں سے لیتے رہے چنانچہ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لم يبعث الله عزّوجلّ نبيًّا آدم فمن بعده إلا أخذ عليه العهد في محمّدٍ (ﷺ) لئن بُعث وهو حيّ ليؤمنَنّ به ولينصرَنّه ويأمرَه، فيأخذ العهد على قومه. (۱)

''اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے بعد جتنے بھی نبی بھیجے ہر نبی کو مبعوث

(۱) طبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، ۳: ۲۳۲

کرنے سے پہلے حضرت محمد ﷺ کے بارے میں ان سے پختہ عہد لیا کہ ان کی دنیوی زندگی میں اگر حضور نبی اکرم ﷺ تشریف لے آئیں تو وہ ضرور بالضرور حضور نبی اکرم ﷺ پر ایمان لائیں گے اور ضرور بالضرور آپ ﷺ کی مدد کریں گے اور ان کو یہ حکم بھی دیا کہ وہ اپنی امتوں سے بھی (یہی) عہد لیں۔‘‘

(۱) ثُمّ لانے کی حکمت

سورۃ آل عمران کی مذکورہ آیتِ میثاق میں لفظ ثُمَّ استعمال ہوا ہے جو کہ بعد میں آنے والے کے لیے ہوتا ہے۔ پہلے انبیاء کو کتاب و حکمت کے ساتھ بھیج دیئے جانے کا ذکر کرنے کے بعد ثُمّ کا استعمال بَعدیّت پر دلالت کر رہا ہے جس کا معنی یہ ہے کہ اے گروہ انبیاء و رسل! جب تم سارے کے سارے کتاب و حکمت کے ساتھ آ چکو گے تو پھر تم سب کے بعد وہ رسول آئے گا، جو نبی آخرالزماں ہے، وہ تاجدار کائنات، شان مصدقیت کا پیکر بن کر آئے گا اور وہ تمہاری نبوت و رسالت، تمہاری تعلیمات اور ہدایات کی تصدیق فرمائے گا۔

(۲) ایمان اور مدد و نصرت کا مفہوم

اللہ رب العزت نے حضور نبی اکرم ﷺ پر ایمان لانے اور آپ ﷺ کی مدد و نصرت کرنے کی یہ ذمہ داری اپنے انبیاء کو سونپی اور اس کی ادائیگی کا ان سے پختہ وعدہ لیا، چنانچہ ایمان لانے سے مراد یہ ہے کہ ہر نبی نے نبی اکرم ﷺ کی رسالت پر ایمان لانا قبول فرمایا، ہر نبی کی نبوت حضور نبی اکرم ﷺ پر ایمان لانے پر منحصر تھی۔ انبیاء کرام نے حضور نبی اکرم ﷺ پر ایمان لانے کے بعد آپ ﷺ کی مدد و نصرت بھی کی۔ جس کی ایک صورت یہ تھی کہ ہر نبی نے اپنے معاصر یا اپنے ماقبل انبیاء کی نصرت کی تصدیق کی۔ اسی طرح اپنے مابعد آنے والے کی بھی تصدیق کی۔ یہ نصرت واجب اور ان کے فرائض منصبی میں شامل تھی۔ بعد میں آنے والے کی نصرت کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ

اس کے متعلق پیشین گوئی کی جائے اور اس کی علامتوں اور نشانیوں کو بعد میں آنے والوں پر اچھی طرح واضح کیا جائے اور ایمان لانے کے علاوہ اس کی تصدیق و اتباع اور مدد و نصرت کی وصیت اپنی امت کو کر دی جائے چنانچہ امام رازیؒ آیتِ میثاق کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

أن الانبیاء علیهم الصّلوة والسّلام كانوا يأخذون الميثاق من أممهم بأنه إذا بعث محمد ﷺ فإنه يجب عليهم أن يّومنوا به وأن ينصروه.[1]

''تمام انبیاء اپنی اپنی امتوں سے یہ عہد لیتے رہے کہ جب حضرت محمد ﷺ تشریف لائیں تو ان پر واجب ہے کہ وہ محمد ﷺ پر ایمان لائیں اور ان کی مدد کریں۔''

چنانچہ ہر نبی نے اپنے زمانے میں آقائے دوجہاں ﷺ کی بعثت کا ذکر کیا اور اپنی قوم کو اس کی بشارت دی۔ تمام الہامی کتب وصحائف میں حضور نبی اکرم ﷺ کی جہانِ آب و گل میں تشریف آوری کے تذکرے اور بشارتیں بڑی کثرت اور تواتر سے بیان ہوتی رہی ہیں۔

(۳) دعائے ابراہیمی علیہ السلام اور بشارتِ عیسوی علیہ السلام

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام جب خانہ کعبہ کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو اُنہوں نے بارگاہ الٰہی میں ہاتھ اٹھا کر دعا کی:

رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلاً مِّنۡهُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِکَ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَةَ وَيُزَکِّيۡهِمۡ ط اِنَّکَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَکِيۡمُ○[2]

(۱) رازی، التفسیر الکبیر، ۸: ۱۱۶

(۲) البقرہ، ۲: ۱۲۹

’’اے ہمارے رب! اُن میں اُنہی میں سے (وہ آخری اور برگزیدہ) رسول مبعوث فرما جو اُن پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے اور اُنہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے (کر دانائے راز بنا دے) اور اُن (کے نفوس و قلوب) کو خوب پاک صاف کر دے، بیشک تو ہی غالب حکمت والا ہےo‘‘

حضور نبی اکرم ﷺ کے بارے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جو بشارت دی، اس کا ذکر قرآن مجید میں یوں کیا گیا ہے:

وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰةِ وَ مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ. (۱)

’’اور جب (حضرت) عیسیٰ ابن مریم نے فرمایا (کہ) اے بنی اسرائیل! میں اللہ کا رسول ہوں (جو) تمہاری طرف (بھیجا) گیا ہوں (میں) تصدیق کرنے والا ہوں تورات کی جو مجھ سے پہلے آئی ہے اور بشارت دینے والا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد آئیں گے ان کا اسم گرامی احمد ہوگا۔‘‘

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

أَنَا دَعْوَةُ أَبِي إِبْرَاهِيْمَ وَبَشَارَةُ عِيْسٰى. (۲)

---

(۱) الصف، ۶۱: ۶

(۲) ۱۔ حاکم، المستدرک علی الصحیحین، ۲: ۴۵۳، رقم: ۳۵۶۶

۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۱۲۷، ۱۲۸

۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴: ۳۱۳، رقم: ۶۴۰۴

۴۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲: ۱۳۴، رقم: ۱۳۸۵

''میں اپنے جدِ امجد ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں۔''

حضور نبی اکرم ﷺ کی بعثت سے قبل علماے یہود و نصاریٰ اپنی اپنی آسمانی کتابوں میں درج بشارتوں کے حوالے سے بخوبی جانتے تھے کہ نبی آخر الزماں ﷺ کے ظہور کا زمانہ قریب آ چکا ہے، انہیں حضور نبی اکرم ﷺ کے دار الہجرت تک کا علم تھا یعنی یہ کہ حضور نبی اکرم ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے یثرب نامی بستی میں تشریف لائیں گے۔ چنانچہ وہ کھجوروں کے جُھنڈ والے اس شہر خنک میں ایک طویل عرصے سے آپ ﷺ کے لیے دیدہ و دل فرشِ راہ کیے استقبال کی تیاریوں میں مصروف تھے۔

(۴) محمد اور احمد دونوں حضور نبی اکرم ﷺ کے ذاتی نام ہیں

''محمد'' اور ''احمد'' دونوں حضور نبی اکرم ﷺ کے ذاتی نام ہیں جبکہ باقی سب آپ کے صفاتی نام ہیں۔ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لِي خَمْسَةُ أَسْمَاءٍ: أَنَا مُحَمَّدٌ وَأَحْمَدُ وَأَنَا الْمَاحِي الَّذِي يَمْحُو اللهُ بِي الْكُفْرَ وَأَنَا الْحَاشِرُ الَّذِي يُحْشَرُ النَّاسُ عَلَى قَدَمِي وَأَنَا الْعَاقِبُ. (۱)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب المناقب، باب ماجاء فی اسماء رسول اللہ ﷺ، ۳: ۱۲۹۸، رقم: ۳۳۳۹

۲۔ بخاری، الصحیح، کتاب التفسیر، باب قوله تعالیٰ: من بعدی اسمه أحمد، ۴: ۱۸۴۸، رقم: ۴۶۱۴

۳۔ مسلم، الصحیح، کتاب الفضائل، باب فی اسمائه ﷺ، ۴: ۱۸۲۸، رقم: ۲۳۵۴

۴۔ ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب الأدب، باب ما جاء فی اسماء النبی ﷺ، ۵: ۱۳۰، رقم: ۲۸۴۰

’’میرے پانچ نام ہیں: میں محمد و احمد ہوں اور میں ماحی ہوں کہ میرے ذریعے اللہ تعالیٰ کفر کو مٹاتا ہے اور میں حاشر ہوں کہ لوگوں کا حشر میرے قدموں میں کیا جائے گا اور میں عاقب یعنی آخری نبی ہوں۔‘‘

سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب حضور تاجدارِ کائنات، نبی آخر الزماں ﷺ کی آمد کی بشارت دی تو انہوں نے آپ کے اسم مبارک محمد کی بجائے احمد کیوں ذکر کیا۔ جواب اس کا یہ ہے کہ اگرچہ محمد اور احمد دونوں حضور نبی اکرم ﷺ کے ذاتی نام ہیں مگر احادیث سے ثابت ہے کہ آسمانوں پر آپ کے اسم احمد کی دھوم ہے جبکہ زمین پر اسم محمد ﷺ کا چرچا ہے۔ انہوں نے وہ نام بتایا جس سے آپ ﷺ کو آسمانوں پر پکارا جاتا تھا۔ چنانچہ امام قسطلانی حدیث نقل کرتے ہیں:

لَمَّا خَلَقَ اللهُ تَعَالٰی آدَمَ، أَلْهَمَهُ أَنْ قَالَ: یَا رَبِّ! لِمَا کَنَّیْتَنِي أَبَا مُحَمَّدٍ؟ قَالَ اللهُ تَعَالٰی: یَاآدَمُ! ارْفَعْ رَأْسَکَ. فَرَفَعَ رَأْسَهُ، فَرَأَی نُوْرَ مُحَمَّدٍ ﷺ فِيْ سُرَادِقِ الْعَرْشِ، فَقَالَ: یَا رَبِّ! مَا هَذَا النُّوْرُ؟ قَالَ: هَذَا نُوْرُ نَبِيٍّ مِّنْ ذُرِّیَّتِکَ اسْمُهُ فِي السَّمَآءِ أَحْمَدُ وَفِي الْأَرْضِ مُحَمَّدٌ، لَوْلَاهُ مَا خَلَقْتُکَ وَلَا خَلَقْتُ سَمَآءً وَ لَا أَرْضًا. (۱)

’’جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور ان کو الہام کیا تو انہوں نے پوچھا کہ اے میرے پروردگار تو نے کس لیے میری کنیت ابومحمد رکھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے آدم اپنا سر اوپر اٹھاؤ، حضرت آدم علیہ السلام نے جب اپنا سر اوپر اٹھایا تو انہوں نے حضرت محمد ﷺ کا نورِ اقدس عرش کے خیموں میں دیکھا تو انہوں نے پوچھا، اے میرے مولا یہ نور کیا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا (اے آدم‘‘ یہ میرے (برگزیدہ) نبی کا نور ہے جو تیری اولاد سے ہے۔ اس (پیکر

(۱) قسطلانی، المواهب اللّدنیة بالمنح المحمدیة، ۱: ۹

نور) کا نام آسمان پہ احمد اور زمین پر محمد ہے۔ اگر یہ پیکرِ نور نہ ہوتا تو نہ میں تجھے
پیدا کرتا اور نہ آسمان کو پیدا کرتا اور نہ ہی زمین کو۔‘‘

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے جو آپ کا اسم مبارک احمد ذکر فرمایا اس کی بے شمار حکمتوں میں سے ایک حکمت یہ ہے کہ جب وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی بشارت دے رہے تھے اس وقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قیام آسمانوں پر تھا یعنی وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمینی دور نہ تھا، اس لیے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس نام کا ذکر کیا جس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس وقت کائناتِ سماوی میں پکارا جا رہا تھا۔

دوسرا سوال یہ کیا جاتا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آسمان پر نام احمد اور زمین پر محمد ہے مگر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بالآخر زمین پر آنا تھا اس لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو چاہیے تھا کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بتاتے کیونکہ زمین پر تو اسی نام کی دھوم ہونی تھی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ گو حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر پیدا ہوئے اور زمین والوں میں رہے اور ان کے ساتھ زندگی بسر کی مگر فی الواقع ان کی پیدائش سے لے کر رفع سماوی تک ان کے بہت سے احوال آسمان والوں سے مشابہ تھے۔ ان کی پیدائش مروجہ انسانی طریقہ سے ہٹ کر اس طرح ہوئی کہ جلیل القدر فرشتے حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور حضرت مریم کے دامن پر پھونک مارنے سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی، پھر مختصر ارضی زندگی بسر کرنے کے بعد دوبارہ ان کا آسمان پر عروج ہو گیا گویا آغاز و اختتام کے اعتبار سے ان کی حیات آسمانی مخلوق سے مشابہت رکھتی ہے اس لیے انہوں نے اپنی قوم کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سماوی نام یعنی ’’احمد‘‘ بتایا۔

(۵) اہلِ کتاب کو بعثتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکمل معرفت تھی

اُمم سابقہ آسمانی کتابوں کے ذریعے نبی آخرالزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں مکمل معرفت رکھتی تھیں۔ انہیں آپ کی جائے ولادت، مقام بعثت، مقام

ہجرت، آپ ﷺ کے خصائص و کمالات، اوصاف و معجزات اور محامد و محاسن کے بارے میں اپنے انبیاء اور کتب سے کامل آگاہی حاصل ہو چکی تھی۔ الہامی صحیفوں میں درج بشارات کے حوالے سے قرآنِ حکیم میں ارشادِ خداوندی ہے:

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰةِ وَالْاِنْجِيْلِ.(۱)

’’(یہ وہ لوگ ہیں) جو اس رسول کی پیروی کرتے ہیں جو امی (لقب) نبی ہیں (یعنی دُنیا میں کسی شخص سے پڑھے بغیر من جانبِ اللہ لوگوں کو اخبارِ غیب اور معاش و معاد کے علوم و معارف بتاتے ہیں)، جن (کے اوصاف و کمالات) کو وہ لوگ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔‘‘

اس باب میں حضرت عطاء بن یسار کہتے ہیں کہ میری حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی۔ میں نے کہا کہ آپ مجھے حضور نبی اکرم ﷺ کے ان محاسن و محامد کے بارے میں بتایئے جن کا ذکر تورات میں کیا گیا ہے۔ وہ کتب سماویہ کے عالم ہونے کی حیثیت سے کہنے لگے کہ تورات میں بھی حضور نبی اکرم ﷺ کے ان اوصاف و کمالات کا ذکر ہے جو قرآن میں بیان ہوئے ہیں، انہوں نے اِس سلسلہ میں تورات کی مندرجہ ذیل آیات کی تلاوت بھی کی:

﴿يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّا اَرْسَلْنَاکَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيرًا﴾(۲) **وَحِرْزًا لِلْأُمِّيِّينَ، أَنْتَ عَبْدِي وَرَسُولِي سَمَّيْتُکَ المتَوَكِّلَ لَيْسَ بِفَظٍّ وَلَا غَلِيظٍ وَلَا سَخَّابٍ فِي الْأَسْوَاقِ، وَلَا يَدْفَعُ بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ، وَلَكِنْ يَعْفُو وَيَغْفِرُ وَلَنْ يَقْبِضَهُ اللهُ حَتَّى يُقِيمَ بِهِ الْمِلَّةَ الْعَوْجَاءَ بِأَنْ يَقُولُوا:**

---

(۱) الأعراف، ۷: ۱۵۷

(۲) الأحزاب، ۳۳: ۴۵

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَيَفْتَحُ بِهَا أَعْيُنًا عُمْيًا وَآذَانًا صُمًّا وَقُلُوبًا غُلْفًا.(۱)

''اے نبی مکرم! ہم نے بھیجا ہے آپ کو گواہ بنا کر، خوشخبری دینے والا، بروقت ڈر سنانے والا، اُمّیوں (عوام) کے لیے جائے پناہ، تو میرا بندہ ہے اور میرا رسول ہے میں نے تیرا نام متوکل رکھا ہے، نہ تو درشت خو ہے نہ سخت دل اور نہ بازاروں میں شور مچانے والا ہے۔ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتا بلکہ معاف کر دیتا اور درگذر کرتا ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی طرف نہیں بلائے گا یہاں تک ایک ٹیڑھی ملت کو آپ کے ذریعہ درست کر دے اور وہ سب کہنے لگیں: نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعہ سے اندھی آنکھوں کو بینائی، بہرے کانوں کو سماعت اور غلافوں میں لپٹے ہوئے دلوں کو نورِ ہدایت سے منور کر دے گا۔''

وہ آپ ﷺ کو اس طرح پہچانتے تھے جیسے والدین اپنی اولاد کو پہچاننے میں کسی قسم کا کوئی اشتباہ اور مغالطہ نہیں کر سکتے بالکل اسی طرح وہ حضور نبی اکرم ﷺ کے بارے میں مفصل حال اپنی کتابوں میں پڑھ چکے تھے کہ انہیں آپ ﷺ کو دیکھ کر پہچاننے میں کوئی شبہ نہ رہا، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰـهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَ هُمْ.(۲)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب البیوع، باب کراہیۃ السخب فی السوق، ۲: ۷۴۷، رقم: ۲۰۱۸

۲۔ بخاری، الصحیح، کتاب التفسیر، إنا أرسلناک شاہدا و مبشرا ونذیرا، ۴: ۱۸۳۱، رقم: ۴۵۵۸

۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۱۷۴

۴۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲: ۱۴۷، رقم: ۱۴۱۰

(۲) البقرۃ، ۲: ۱۴۶

''اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب عطا فرمائی ہے وہ اس رسول (آخرالزماں حضرت محمد ﷺ کی شان و عظمت) کو اس طرح پہچانتے ہیں جیسا (کہ بلاشبہ) اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔''

کتب سابقہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کی عظمت و شان اس حد تک بیان کی گئی تھی کہ آپ ﷺ کی ولادت سے پہلے یہود اپنے حریف مشرکینِ عرب پر فتح پانے کے لیے آپ ﷺ کے وسیلہ سے بارگاہِ ربّ العزت میں دعا کرتے جس کے نتیجے میں فتح سے ہمکنار ہوتے۔ اس بات پر نص قرآنی شاہد عادل ہے۔ اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ فَلَعْنَةُ اللهِ عَلَى الْكَافِرِيْنَ○(۱)

''اور جب ان کے پاس اللہ کی طرف سے وہ کتاب (قرآن) آئی جو اس کتاب (توراۃ) کی (اصلاً) تصدیق کرنے والی ہے جو ان کے پاس موجود تھی، حالانکہ اس سے پہلے وہ خود (نبی آخرالزمان حضرت محمد ﷺ کے وسیلہ سے) کافروں پر فتح یابی (کی دعا) مانگتے تھے، سو جب ان کے پاس وہی نبی (حضرت محمد ﷺ) تشریف لے آیا جسے وہ (پہلے ہی سے) پہچانتے تھے تو اس کے منکر ہو گئے، پس انکار کرنے والوں پر اللہ کی لعنت ہے○''

آیتِ کریمہ میں یہی بیان ہو رہا ہے کہ وہ رسول معظم ﷺ جن کے وسیلۂ جلیلہ سے یہود و مشرکینِ عرب پر فتح پانے کے لیے بارگاہِ الٰہی میں دعا مانگا کرتے تھے جب وہ بزم آرائے ہستی ہوئے تو وہ محض حسد اور اپنے تعصّب و عناد کی بنا پر آنے والے رسول کا انکار کر بیٹھے اور وادئ کفر میں سرگرداں ہو گئے، باوجود اس کے کہ وہ انہیں ان کی علامات سے بخوبی جانتے اور پہچانتے تھے۔

(۱) البقرہ، ۲: ۸۹

امام قرطبیؒ آیت مذکورہ کی تفسیر میں روایت نقل کرتے ہیں:

قال ابن عباس ﷺ: كانت يهود خيبر تقاتل غَطَفان، فلما التقوا هزمت يهود، فعادت يهود بهذا الدعاء وقالوا: إنا نسألك بحق النبي الأمّي الذي وعدتنا أن تخرجه لنا في آخر الزمان ألا تنصرنا عليهم. قال: فكانوا إذا التقوا دعوا بهذا الدعاء فهزموا غَطَفان، فلما بُعِث النبي ﷺ، كفروا، فأنزل الله تعالىٰ: ﴿وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ أى بك يا محمد.[1]

''حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ خیبر کے یہودی غطفان قبیلے سے بر سر پیکار رہا کرتے تھے۔ پس جب دونوں کا آمنا سامنا ہوا تو یہودی شکست کھاگئے۔ پھر انہوں نے یہ دعا پڑھتے ہوئے دوبارہ حملہ کیا: ''(الٰہی!) ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں اس نبی اُمی (ﷺ) کے وسیلہ سے جنہیں تونے آخری زمانہ میں ہمارے لیے بھیجنے کا ہم سے وعدہ کیا ہے، ان کے مقابلہ میں ہماری مدد فرما۔'' ابن عباس ﷺ کہتے ہیں کہ جب بھی وہ دشمن کے سامنے آئے تو انہوں نے یہی دعا پڑھی اور اس کی برکت سے (قبیلہ) غطفان کو شکست ہوگئی۔ لیکن جب نبی اکرم ﷺ مبعوث ہوئے تو انہوں نے (آپ ﷺ کا) انکار کیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿حالانکہ اس سے پہلے وہ خود (نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ اور ان پر اترنے والی کتاب قرآن کے وسیلے سے) کافروں پر فتح یابی (کی دعا) مانگتے تھے۔﴾ یعنی اے محمد! آپ کے وسیلہ سے (فتح کی دعا مانگا کرتے تھے)۔''

علامہ سید محمود آلوسی آیت مذکورہ کی تفسیر میں نقل کرتے ہیں:

(۱) قرطبی، الجامع لأحكام القرآن، ۲: ۲۷

روى السُّدِّيّ أنهم كانوا إذا اشتد الحرب بينهم وبين المشركين، أخرجوا التوراة ووضعوا أيديهم على موضع ذكر النبي ﷺ، وقالوا: اللّهم! إنا نسألك بحق نبيك الذي وعدتنا أن تبعثه في آخر الزّمان أن تنصرنا اليوم على عدونا. فيُنصَرون.[1]

''سدی نے بیان کیا ہے کہ جب قوم یہود اور مشرکین عرب کے درمیان جنگ شدت پکڑ لیتی تو وہ (یعنی اہل کتاب یہود) تورات کھول کر اس مقام پر ہاتھ رکھتے جہاں حضور نبی اکرم ﷺ کی عظمت و شان کا ذکر ہوتا اور دعا کرتے: اے اللہ ہم تیری بارگاہ میں تیرے اس برگزیدہ نبی کے وسیلہ سے درخواست کرتے ہیں جس کا تو نے ہم سے وعدہ کیا ہے کہ تو اسے آخری زمانے میں (آخری نبی بنا کر) مبعوث فرمائے گا۔ آج ہمیں فتح و نصرت عطا فرما۔ پس حضور نبی اکرم ﷺ کے توسل سے اللہ تعالیٰ انہیں فتح و نصرت عطا فرماتا۔''

ان روایات سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کی بعثت سے قبل بھی اہلِ کتاب آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعائیں مانگا کرتے تھے۔

(۶) یہود کا شہرِ مدینہ کو مسکن بنانا

یہود کا معمول تھا کہ وہ آسمانی کتابوں میں درج حضور نبی اکرم ﷺ کے احوال پڑھتے اور اپنی اولاد کو بھی سناتے، وہ جانتے تھے کہ آپ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ کو اپنا مسکن بنائیں گے لیکن جب انہیں اس بات کا علم ہوا کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی بعثت بنی اسرائیل کی بجائے بنی اسماعیل میں ہوئی ہے تو حسد کی آگ میں جل گئے اور ایمان لانے سے انکاری ہو گئے۔

تاریخ بتاتی ہے کہ ہجرتِ مدینہ سے تقریباً ایک ہزار سال قبل یمن کا تبع نامی

(۱) آلوسي، روح المعاني فی تفسیر القرآن العظيم والسبع المثاني، ۱: ۳۲۰

حکمران اپنے لشکر اور سینکڑوں علماء کرام کے ساتھ بیت اللہ شریف کی زیارت کی غرض سے اس خطے میں آیا۔ خانہ کعبہ کی زیارت کرنے اور اسے غلاف پہنانے کے بعد وہ واپسی پر اپنے لشکر سمیت یثرب کی سرزمین سے گزرا۔ اس وقت یثرب ایک چشمے کا نام تھا جہاں آبادی کا نام و نشان تک نہ تھا۔ یمن کے بادشاہ کے ساتھ ۴۰۰ سے زائد آسمانی کتابوں کا علم رکھنے والے صاحب کمال علماء تھے۔ اُنہوں نے جب سرزمین یثرب کے محل وقوع اور آثار کا جائزہ لیا تو سابقہ الہامی صحیفوں میں مذکور بشارات اور نشانیوں کی روشنی میں وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ یہی وہ تاریخی مقام اور مقدس خطہ زمین ہے جو نبی آخرالزماں ﷺ کا مقام ہجرت بنے گا۔ ان کے علم، شوق، وجدان اور عشق نے انہیں واپس جانے سے روک لیا، اُنہوں نے متفقہ طور پر اس مقامِ مقدسہ پر رہنے کا ارادہ کرلیا اور بادشاہ کو اپنے فیصلے سے آگاہ کر دیا۔ روایات میں ہے کہ جب تبع اول نے ان علماء سے اس خطے میں ٹھہرنے کی حکمت دریافت کی تو انہوں نے کہا:

إنا نجد في كتبنا أن نبيا اسمه محمد هذه هجرة، فنحن نقيم لعلنا نلقاه.(۱)

''ہماری کتابوں میں موجود ہے کہ نبی جس کا نام محمد (ﷺ) ہے یہ شہر اس کا دارالہجرت ہے، پس ہم یہاں اس نبی کے شوقِ لقاء میں مقیم رہیں گے۔''

جب یمن کے حکمران کے علم میں یہ بات آئی کہ اس خطہ دل نواز کے مقدر میں رسول آخر ﷺ کا **دار الھجرت** ہونا لکھا جا چکا ہے تو اس نے بھی علماء کے ساتھ یہیں ٹھہرنے کا فیصلہ کر لیا۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے شوقِ دیدار میں نہ اپنی سلطنت کا خیال رہا اور نہ ہی کسی اور چیز کا، محبتِ رسول اس کی رگ و پے میں سرایت کر گئی اور روح ذکرِ محمدی سے سرشار ہو گئی، لیکن اسے نہیں معلوم تھا کہ مطلعِ فاراں پر ستارۂ محمد ﷺ کب طلوع ہو گا اور حضور نبی اکرم ﷺ کب ہجرت کر کے اس شہر بے مثال کو اپنی قدم بوسی کا شرف عطا

---

(۱) صالحي، سبل الهدىٰ والرشاد، ۳: ۲۷۴

کریں گے، تبع بادشاہ نے اپنے ہر عالم کے لیے گھر بنوایا، پھر چار سو لونڈیاں خرید کر ان کا نکاح ایک ایک عالم سے کر دیا۔ اس نادیدہ عاشقِ رسول نے ایک گھر نبی آخرالزماں ﷺ کے لیے بھی تعمیر کرایا کہ جب ہجرت کر کے آقائے دوجہاں ﷺ یہاں تشریف لائیں تو اپنے ہی گھر میں قیام کریں۔ وہ گھر جو نسل در نسل منتقل ہوتا رہا مرورِ ایام سے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی تحویل میں آ گیا۔ وہ انہی علماء کی اولاد میں سے تھے جنہوں نے ایک ہزار سال قبل حضور نبی اکرم ﷺ کے دار الہجرت میں قیام کی سعادت حاصل کی تھی اور جن کی ہر نسل حضور نبی اکرم ﷺ کی راہ دیکھتے دیکھتے اپنی طبعی عمر کو پہنچ کر ملکِ عدم کو سدھار جاتی اور پھر نئی نسل آپ ﷺ کی آمد کے لمحے کا انتظار کرنے لگتی۔

وبنى للنبي دارا ينزلها إذا قدم المدينة فتداول الدار الملاک إلى أن صارت لأبي أيوب وهو من ولد ذالک العالم.[1]

''اس نے حضور نبی اکرم ﷺ کے لیے یہ تعمیر کیا تھا تاکہ جب آپ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ آئیں تو اس میں قیام فرمائیں۔ یہ مکان کئی بادشاہوں کی تحویل میں باری باری آتا رہا یہاں تک کہ یہ حضرت ابو ایوب (رضی اللہ عنہ) کی ملکیت میں آیا اور وہ اُس عالم کی اولاد میں سے تھے۔''

شاہِ یمن عشق اور ایمان کے جس مقام پر کھڑا تھا وہ بہت کم لوگوں کو نصیب ہوا ہے، نبی آخرالزماں ﷺ کے ظہور سے ایک ہزار سال قبل اس نے والی کون و مکاں ﷺ کے نام اپنے مکتوب میں لکھا:

أما بعد، يا محمد! فإني آمنت بک وبربک ورب كل شيء وبكل ما جاءک من ربک من شرائع الإسلام والإيمان، وإني قلت ذلک فإن أدركتک فيها ونعمت، وإن لم أدرکک فاشفع

(۱) صالحی، سبل الهدیٰ و الرشاد، ۳: ۲۷۴

لي يوم القيامة ولا تنسني. فإني من أصل الأولين وبيعتک قبل مجيئک وقبل أن يرسلک الله، وأنا علی ملّتک و ملّة ابراهيم. (۱)

’’یا محمد! میں آپ پر اور آپ کے رب پر اور کائنات کی ہر شے کے رب پر اور آپ کے رب کی طرف سے آپ پر دین اسلام اور ایمان کے باب میں جو احکام نازل ہوئے ان پر ایمان لایا اور اگر میں نے آپ کا زمانہ پالیا اور آپ کی زیارت کی نعمت سے بہرہ یاب ہوا تو یہ میری خوش بختی ہوگی اور اگر مجھے آپ کا زمانہ نصیب نہ ہوسکے تو روز قیامت میری شفاعت فرمائیے گا اور مجھے فراموش نہ کیجئے گا کہ میں پہلوں کی نسل سے ہوں اور آپ کی آمد اور اللہ کے بھیجنے سے پہلے ہی آپ کی بیعت کرتا ہوں، میں آپ کے اور ابراہیم علیہ السلام کے دین پر ہوں۔‘‘

اس نے وہ خط سونے سے سربمہر کیا اور ان علماء میں سے سب سے بڑے عالم کے حوالے کر دیا۔ وہ خط نسل در نسل منتقل ہوتا رہا۔ دس صدیاں گزر گئیں، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ہجرت کر کے تشریف لائے اور اونٹنی ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کے سامنے بیٹھ گئی اور ہادیِ برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دارِ ابو ایوب میں قیام کیا تو حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے وہ خط جو ایک ہزار سال قبل، شاہِ یمن نے والی کون و مکاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام تحریر کیا تھا پیش کر دیا۔ (۲)

(۷) موجودہ اناجیل میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت کے تذکرے

یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ اس وقت عالمِ عیسائیت میں چار

(۱) حلبی، إنسان العيون فی سيرة الأمين المأمون، ۲: ۲۷۹

(۲) صالحی، سبل الهدیٰ و الرشاد، ۳: ۲۷۴

اناجیل ایسی ہیں جن کو ان کے نزدیک اسناد کا درجہ حاصل ہے۔ یہ اناجیل 'متی'، 'مرقس'، 'لوقا' اور 'یوحنا' سے منسوب ہیں۔ اس ضمن میں قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ ان کے کسی نسخے کی تدوین ستر عیسوی سے پہلے نہیں ہوئی۔ انسائیکلو پیڈیا آف بریٹانیکا میں اناجیلِ اربعہ کے بارے میں یہ تبصرہ قابلِ غور ہے:

Its exact date and exact place of origin are uncertain, but it appears to date from the later years of the 1st century.

''اس کی ٹھیک تاریخ اور اس کے معرضِ وجود میں آنے کا صحیح مقام غیر یقینی ہے لیکن بادی النظر میں اس کا تعلق پہلی صدی کے آخری سالوں سے ہے۔''

اس کے بارے میں مزید کہا گیا ہے:

We have no certain knowledge as to how or where the fourfold Gospel canon came to be formed.[1]

''ہمارے پاس یہ جاننے کے لیے کوئی حتمی علم نہیں ہے کہ یہ چار مستند اَناجیل کیسے اور کہاں معرض وجود میں آئیں۔''

یہاں ان اناجیل کو مرتب کرنے والوں کی حیثیت بھی محلِ نظر ہے۔ وہ نہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری تھے اور نہ انہوں نے دینِ عیسوی کو قبول کیا تھا۔ ان مرتبین نے ان لوگوں کا کوئی حوالہ بھی نہیں دیا جن کی وساطت سے یہ انجیلیں ان کے ہاتھ لگیں۔ یہ ایک ایسا معمہ ہے جو ابھی تک حل نہیں ہوا۔ یہ سوال آج تک جواب طلب ہے کہ وہ کتاب جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمانوں پر اٹھائے جانے کے بعد ستر سال تک مرتب ہی نہیں ہوئی اور نہ کسی نے یہ بتانے کی زحمت کی کہ وہ کہاں اور کیسے دستیاب ہوئی، اس کے مستند ہونے پر کیونکر اعتماد کیا جاسکتا ہے؟ اس پر مستزاد یہ کہ سریانی زبان میں لکھے جانے والے نسخوں کے اصل ناپید ہیں اوران کے یونانی زبان میں تراجم کا اصل سے کیسے موازانہ

(1) *Encyclopaedia Britannica*, vol. 3, p. 513.

کیا جائے جب کہ ان کا کوئی اصلی نسخہ کہیں بھی دستیاب نہیں اور پھر جو سب سے قدیم یونانی ترجمہ ملتا ہے وہ چوتھی صدی کا لکھا ہوا ہے۔ ان یونانی تراجم پر کوئی کیسے انحصار کرے جبکہ ان اناجیل کا ترجمہ بعد میں لاطینی زبان میں ہوا جو رومن ایمپائر (Roman Empire) کی سرکاری زبان تھی اور دورانِ ترجمہ بہت سی من گھڑت باتوں کے شامل ہو جانے کے امکان کو رد نہیں کیا جاسکتا۔ چنانچہ اس ترجمہ در ترجمہ کے عمل سے جو انجیل وجود میں آئی اس میں لفظی و معنوی تحریف اور ردو بدل کاواقع ہونا ایک ایسی ناقابلِ تردید حقیقت ہے جو محتاجِ وضاحت نہیں۔

اندریں حالات ان اناجیل کی صحت کی تاریخی حیثیت کا جائزہ لینا کوئی مشکل کام نہیں۔ اِمتدادِ زمانہ کے ساتھ ان میں کیا کیا تحریفات اور تاویلات ہوئی ہوں گی ان کا اندازہ لگانا چنداں مشکل نہیں۔ چنانچہ اس صورتِ حال کے پیش نظر اگر مذکورہ انجیلوں میں ان بشارتوں کا حوالہ نہ ملے تو قرآن پر اعتراض کرنے کی کوئی گنجائش نہیں اور نہ ہی اس کا کوئی جواز موجود ہے، لیکن تحریف کے باوجود حضور نبی اکرم ﷺ کی آمد کے بارے میں خوشخبریاں ان مسخ شدہ کتابوں میں بھی راہ پا گئیں جس کا واضح ثبوت وہ عبارتیں ہیں جن میں یہ پیش گوئیاں کسی نہ کسی صورت میں ہیں۔ ذیل میں نمونہ کے طور پر انجیل میں سے چند اقتباسات درج کیے جاتے ہیں۔

اللہ کے جلیل القدر پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم بنی اسرائیل کو نبی آخر الزماں ﷺ کی تشریف آوری کی خوش خبری ان الفاظ میں دی:

1. He shone forth from Mount Paran.[1]

’’وہ کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا۔‘‘[۲]

حبقوق نبی نے فرمایا:

2. God came from Teman, and the Holy One from Mount

(1) ***Deuteronomy*, 33:2.**

(۲) استثناء، ۳۳: ۲

Paran. His glory covered the heavens, and the earth was full of his praise.(1)

''خدا تیمان سے آیا اور قدوس کوہِ فاران سے ملا۔ اس کا جلال آسمان پر چھا گیا اور زمین اس کی حمد سے معمور ہوگئی۔ اس کی جگمگاہٹ نور کی مانند تھی۔''(۲)

اللہ کے جلیل القدر نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

3. Nevertheless I tell you the truth. It is to your advantage that I go away, the counsellor will not come to you; but if I go, I will send him to you. And when he comes, he will convince the world concerning sin, and righteousness and judgement.(3)

''لیکن میں تم سے سچ بیان کرتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لیے فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو مددگار (فارقلیط، تسلی دینے والا) تمہارے پاس نہ آئے گا۔ لیکن اگر جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا۔ اور وہ آکر دنیا کو گناہ اور راست بازی اور عدل کے بارے میں بتائے گا۔''(۴)

4. And he preached, saying, "After me comes he who is mightier than I, the thong of whose sandals I am not worthy to stoop down and untie.(5)

''اور یہ منادی کرتا تھا کہ میرے بعد وہ شخص آنے والا ہے جو مجھ سے زورآور ہے۔ میں اس لائق نہیں کہ جھک کر اس کی جوتیوں کا تسمہ کھولوں۔''(۶)

5. If you love me, you will keep my commandments.

---

(1) ***Habakkuk*, 3:3.**

(۲) حبقوق، باب، ۳: ۳

(3) ***John*, 16:7, 8.**

(۴) یوحنا، باب ۱۶: ۸، ۹

(5) ***Saint Mark*, 1:7.**

(۶) مرقس، باب، ۱: ۷

and I will pray the Father, and he will give you another councellor to be with you forever.(1)

’’اگر تم مجھ سے محبت رکھتے ہو تو میرے حکموں پر عمل کروگے۔ اور میں باپ سے درخواست کروں گا کہ وہ تمہارے لیے دوسرا مدد گار بھیجے گا جو کہ ابدتک تمہارے ساتھ رہے گا۔‘‘(۲)

6. But the counsellor,the Holy spirit, whom the Father will send in my name, he shall teach you all things, and bring to your remembrance all that I have said to you.(3)

’’لیکن مدد گار یعنی روح القدس جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا وہی تمہیں سب باتیں سکھائے گا اور جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے وہ سب تمہیں یاد دلائے گا۔‘‘(۴)

7. Hereafter I will not talk much with you for the prince (6) of this world cometh, and hath nothing in me.(5)

’’اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا کیونکہ دنیا کے سردار نے آنا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں۔‘‘(۶)

8. But when the counsellor comes, whom I shall send to you from the Father, even the Spirit of truth,who proceeds from the Father,he will bear witness to me.(7)

---

(1) *John*,14:15-16.

(۲) یوحنا، باب، ۱۴: ۱۵، ۱۶

(3) *John*, 14:26.

(۴) یوحنا، ۱۴: ۲۶

(5) *John*, 14:30.

(۶) یوحنا، ۱۴: ۳۰

(7) *John*, 14:26.

''لیکن جب وہ مددگار آئے گا جس کو میں تمہارے پاس باپ کی طرف سے بھیجوں گا یعنی روحِ حق جس نے باپ سے صادر ہونا ہے تو وہ میری گواہی دے گا۔''(۱)

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے فرزندِ ارجمند حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کعبہ کی دیواریں اٹھاتے وقت جو دعا مانگی وہ بلاشبہ نسلِ اسماعیل علیہ السلام سے ایک ایسا پیغمبر مبعوث کرنے سے متعلق تھی جس کا مقامِ بعثت مکہ ہو۔ چنانچہ موجودہ تورات کی ''کتاب پیدائش (Genesis)'' میں اس کے واضح اشارات ملتے ہیں:

9. And as for Ish'mael, have heard you; behold, I will bless him and make him fruitful and will multiply him exceedingly; he shall be the father of twelve princes, and I will make him a great nation.[2]

''اور اسمٰعیل (علیہ السلام) کے حق میں، میں نے تیری بات سنی، دیکھ میں اسے برکت دوں گا اور اسے بارآور کروں گا اور اسے بہت بڑھاؤں گا اور اس سے بارہ سردار پیدا ہوں گے اور میں اسے بڑی قوم بناؤں گا۔''(۳)

10. The angel of the Lord said to her, "I will so greatly multiply your descendants that cannot be numbered for multitude." And the angel of the Lord said unto her, "Behold, you are with child, and shall bear a son; you shall call his name Ish'mael; because the Lord has given heed to your affliction."[4]

''اور خداوند کے فرشتہ نے اس سے کہا کہ میں تیری اولاد کو بہت بڑھاؤں گا یہاں تک کہ کثرت کے سبب سے اس کا شمار نہ ہو سکے گا۔ اور خداوند کے فرشتہ

(۱) یوحنا، ۱۴: ۲۶

(2) *Genesis*,17:20.

(۳) پیدائش، باب، ۱۷: ۲۰

(4) *Genesis*,16: 10,11.

نے اس سے کہا کہ تو حاملہ ہے اور تیرے بیٹا ہوگا اس کا نام اسمٰعیل رکھنا اس لیے کہ خداوند نے تیرا دکھ سن لیا۔''(۱)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب حضرت ہاجرہ اور اسمٰعیل علیہما السلام کو فاران (مکہ) کے بیابان میں رخصت کیا اور مشکیزہ کا پانی ختم ہوگیا تو حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے گریہ وزاری شروع کی۔ 'کتاب پیدائش' میں اس کا ذکر یوں مذکور ہے:

11. And God heard the voice of the lad; and the angel of God called to Hagra from heaven, and said to her, "what troubles you, Hagra? Fear not; for God has heard the voice of the lad where he is. Arise, lift up the lad, and hold him fast with your hand; for I will make him a great nation. Then God opened her eyes, and she saw a well of water; and she went, and filled the skin with water, and gave the lad drink. And God was with the lad, and he grew up; he lived in the wilderness, and became an expert with the bow. He lived in the wilderness of Paran; and his mother took for him a wife from the land of Egypt.(2)

''تب خدا نے اس لڑکے (اسمٰعیل) کی آواز سنی اور خدا کے فرشتہ نے آسمان سے ہاجرہ کو پکارا اور اس سے کہا کہ اے ہاجرہ! تجھ کو کیا ہوا؟ مت ڈر کیونکہ خدا نے اس لڑکے کی آواز جہاں وہ پڑا ہے سن لی ہے۔ اٹھ اور لڑکے کو اٹھا اور اسے ہاتھ سے سنبھال کہ میں اس کو ایک بڑی قوم بناؤں گا۔ پھر خدا نے اس کی آنکھیں کھولیں اور اس نے پانی کا ایک کنواں (چاہِ زمزم) دیکھا، اور جا کر مشک کو پانی سے بھر لیا اور لڑکے کو پلایا۔ اور خدا اس لڑکے کے ساتھ تھا اور وہ بڑا ہوا اور بیابان (عرب) میں رہنے لگا اور تیرانداز بنا۔ اور وہ فاران کے

(۱) پیدائش، باب، ۱۶:۱۰، ۱۱

(2) *Genesis*, 21:17-21.

بیابان میں رہتا تھا اور اس کی ماں نے ملک مصر سے اس کے لیے بیوی لی۔''(۱)

تورات کے اس نسخے میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ولادت اور ان کی نسل کے پھولنے پھلنے اور اس سے بارہ سرداروں کے پیدا ہونے کے جو تذکرے موجود ہیں وہ صریحاً قرآن مجید میں مذکور دعائے ابراہیمی اور وعدۂ ایزدی کی تائید کرتے ہیں۔

اصل انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشارت 'فارقلیط' کے لفظ سے دی تھی۔ عبرانی زبان کا یہ لفظ 'احمدؐ' یا 'محمدؐ' کے معنوں کے مترادف ہے۔ یونان کے قدیم تراجم میں اس کا ترجمہ 'پریکلیو طاس' بیان کیا گیا ہے جو 'فارقلیط' کا ہم معنی ہے۔ یونانی مترجمین نے یہ دیکھتے ہوئے کہ اس سے اسلام کی حقانیت ثابت ہوتی ہے 'پریکلیو طاس' کو بدل کر 'پریکلیطاس' کر دیا جس کا انگریزی ترجمہ counsellor یا comforter کیا گیا جس کا اردو ترجمہ 'مددگار' اور 'تسلی دہندہ' کیا جاتا ہے۔ مسلمان سکالرز نے خود مسیحی اہلِ علم کی تحریروں سے ثابت کیا ہے کہ اصل لفظ 'پریکلیو طاس' ہی ہے جو فارقیط کا صحیح ترجمہ ہے۔ اس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان عبرانی تھی اور انہوں نے فارقلیط ہی کہا ہو گا جو قرآنی بشارت اور دعویٰ سے عین مطابقت رکھتا ہے۔

یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تورات اور انجیل کی زبان نہیں جانتے تھے لیکن یہ بات حیران کن ہے کہ جب مسلمانوں نے فتوحات کے بعد اپنے قدم فلسطین، عراق اور شام کے علاقوں میں جما لیے تو مسلمان علماء کے رابطے مسیحی اور یہودی علماء سے ہوئے، اسطرح انجیلوں کے بارے میں انہیں جو معلومات حاصل ہوئیں وہ اصل سے زیادہ قریب ہیں۔ اس وقت انجیل کے نسخے سریانی زبان میں تھے جنہیں مسلمان علماء نے عربی میں منتقل کیا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ابن ہشام (م۲۱۳ھ) نے 'السیرۃ النبویۃ

---

(۱) پیدائش، باب، ۲: ۱۷۔ ۲۱

(۲:٦۴)‘ میں محمد بن اسحاق (م ۱۵۱ھ) سے جو روایت نقل کی ہے اس میں یوحنا کے باب ۱۵ کے فقرہ نمبر ۲ کا عربی متن یوں ہے:

فلو قد جاء المنحمنا هذا الذى يرسله الله إليكم من عند الرب وروح القدس، هذا الذى من عند الرب خرج فهو شهيد على وأنتم أيضا، لأنكم قديما، كنتم معى فى هذا قلت لكم لكيما ما لاتشكو.

’’اور جب منحمنا آئے گا جسے اللہ تعالیٰ رسول بنا کر بھیجے گا اور وہ اللہ تعالی کے پاس سے آئے گا تو وہ میری سچائی کا گواہ ہو گا اور تم بھی میری سچائی کے گواہ ہو کیونکہ تم عرصہ دراز سے میرے ساتھ ہو، میں نے تم سے یہ باتیں اس لیے کہی ہیں تا کہ تم شک میں مبتلا نہ ہو جاؤ۔‘‘

والمنحمنا بالسريانية محمد و هو بالرومية البرقليطس ﷺ.

’’اور سریانی زبان میں منحمنا کا معنی ’محمد‘ ہے اور رومی (زبان) میں اُنہیں ﷺ فارقلیط کہتے ہیں۔‘‘

انجیل کے ان جملوں میں آنے والے پیغمبر کی درج ذیل صفات گنوائی گئی ہیں:

۱۔ آنے والا پیغمبر لوگوں کو مسیحی تعلیمات کی وہ باتیں یاد دلائے گا جو وہ بھول چکے ہوں گے۔

۲۔ وہ نامکمل کو مکمل کرے گا اور سچی باتوں کی خبر دے گا۔

۳۔ اس کی زبان سے جو باتیں نکلیں گی وہ اس کی اپنی نہ ہوں گی بلکہ وہی کہے گا اور سنائے گا جو خدا کی طرف سے ہو گا۔

۴۔ وہ مسیح کی تعلیم کو زندہ کرے گا اور اس کی گواہی دے گا اور اس پر ایمان نہ لانے

والے کو گناہگار ٹھہرائے گا۔

اس سچائی سے کس کو انکار ہوسکتا ہے کہ لوگ اصل مسیحی تعلیم کو بھلا چکے تھے اور توحید کی بجائے تثلیث کے قائل تھے۔ پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بھولی بسری باتوں کو پھر سے زندہ کر دیا اور قرآن حکیم کی تعلیمات سے نصاریٰ کے غلط عقائد کی اصلاح کی اور تثلیث کی بجائے توحید کا علم بلند کیا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور مریم علیہا السلام کی اُلوہیت کا ردّ کیا اورحضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کی تصدیق کرتے ہوئے ان کے مسئلہ حیات وموت پرعقائدِ فاسدہ کی جمی ہوئی گرد کو صاف کیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آنے والے پیغمبر کی بشارت دیتے ہوئے ان کی جو نشانیاں بتائیں وہ سب حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات اقدس کے سوا کسی اور پر پوری نہیں اترتیں۔ اب اس امر سے انکار ممکن نہیں کہ آپ ﷺ نے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مسخ شدہ شخصیت کو بحال کیا اور جن غلط باتوں سے انہیں متہم کیا گیا تھا ان کا نہ صرف پردہ چاک کیا بلکہ ان پر باندھے گئے ان بہتانوں کی قلعی کھول دی جو یہودیوں نے مسیح دشمنی اور نصاریٰ نے محبت کے غلو میں قائم کیے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ ارشاد کہ وہ اپنی طرف سے کچھ نہ کہے گا بلکہ وہی کہے گا جو خدا اس سے کہلائے گا اس کی تصدیق خود قرآن نے کر دی:

وَ مَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡھَوٰیo اِنۡ ھُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰیo[1]

”اور وہ (اپنی) خواہش سے کلام نہیں کرتےo اُن کا ارشاد سَراسَر وحی ہوتا ہے جو انہیں کی جاتی ہےo“

دنیائے عیسائیت کی پیش کردہ چار انجیلوں کے علاوہ صدیوں تک گوشۂ گمنامی میں رہنے والی ایک ایسی انجیل منصۂ شہود پر ظاہر ہوئی جسے ’انجیل برنباس‘ سے تعبیر کیا جاتا

---

(۱) النجم، ۵۳: ۳، ۴

ہے۔ اس کے مطالعہ سے بہت سے لانیحل عقدے حل ہوجاتے ہیں اور اصل مسیحی عقائد پر شکوک و شبہات کی جو دبیز تہہ چڑھ گئی تھی اس کی پردہ دری ہو جاتی ہے۔ اس انجیل میں حضرت مسیح علیہ السلام کے ایسے روشن ارشادات موجود ہیں جن میں واضح طور پر پیغمبر آخرالزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لے کر ان کی آمد کی بشارتیں دی گئی ہیں اور اپنے پیروکاروں کو تلقین کی گئی ہے کہ جب وہ پیغمبر آئے تو اس کا دامن مضبوطی سے تھام لیں۔

برنباس (Barnabas) قبرص کا رہنے والا اور مذہب یہودیت کا پیروکار تھا۔ لیکن جب اس نے دین عیسوی اختیار کیا تو اس کی اشاعت اور فروغ کے لیے ہمہ تن کوش ہو گیا۔ وہ بہت کامیاب مبلغ ثابت ہوا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے انتہائی قریبی تعلق ہونے کی بنا پر وہ بہت جلد حواریوں کی آنکھ کا تارا بن گیا جس کی وجہ سے مسیحیت میں اسے قابلِ قدر مقام حاصل ہو گیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات آپ کے پہلے ماننے والوں کے نزدیک نزاعی (controversial) نہیں تھیں۔ وہ سب آپ کو ایک راست باز انسان اور اللہ کا برگزیدہ پیغمبر سمجھتے اور جانتے تھے اور وہ صحیح معنوں میں موحد تھے۔ ساری خرابی سینٹ پال کے عیسائی مذہب قبول کرنے کے بعد پیدا ہوئی۔ اس نے مسیحیت کے پرچار میں اس کی اصل تعلیمات کو مسخ کر کے حق اور سچ کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیا اور عیسوی عقائد و نظریات پر ضرب کاری لگائی۔ سچی بات یہ ہے کہ اس نے جس دین عیسائیت کو رائج کیا اس کا منبع انجیل یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات نہ تھیں بلکہ یہ اس کی ذاتی اختراع اور سوچ کا نتیجہ تھا۔

بتایا جاتا ہے کہ کچھ عرصہ تک برنباس اور سینٹ پال اکٹھے کام کرتے رہے لیکن پھر بوجوہ ان میں اختلافات پیدا ہوگئے جو وقت کے ساتھ شدت اختیار کر گئے اور پھر وہ مرحلہ آیا جس میں وہ دونوں ایک دوسرے سے علیحدہ ہوگئے۔ ہوا یہ کہ سینٹ پال نے حلال و حرام کے بارے میں دین موسوی کے احکامات پس پشت ڈال دیئے۔ ایسا کرنے سے اسے حکومت اور کچھ سرکردہ لوگوں کی تائید اور حمایت حاصل ہوگئی اور اس کے پھیلائے

ہوئے جال میں عوام الناس گرفتار ہوگئے، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ برنباس اور اس کے ساتھی اثر و رسوخ کھو بیٹھے اور دینِ عیسوی میں انہیں کوئی مقام حاصل نہ رہا۔ اس کے باوجود چوتھی صدی عیسوی تک برنباس کا ایک مضبوط حلقہ موجود تھا اور وہ لوگ تثلیث کی بجائے خدائے واحد کے پرستار تھے۔ برنباس کی انجیل پہلی دو صدیوں میں مستند انجیل مانی جاتی رہی اور دین کے معاملوں میں اس کو بطور حجت تسلیم کیا جاتا رہا۔ لیکن ۳۲۵ء میں جو کانفرنس منعقد ہوئی اس میں یہ فیصلہ ہوا کہ عبرانی زبان میں جتنی انجلیں موجود ہیں ان سب کو تلف کر دیا جائے۔

انجیل برنباس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کو اسی طرح بیان کیا گیا ہے جس طرح پیغمبر برحق حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں کو عطا کی تھیں۔ وہ ان بے شمار بشارتوں کی حامل ہیں جن میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات کا ذکر کثرت اور تواتر کے ساتھ کیا گیا ہے۔

انجیل برنباس کے چند اقتباسات درج ذیل ہیں:

1. But after me shall come the splendour of all the Prophets and holy ones, and shall shed light upon the darkness of all that the Prophets have said because he is the messenger of God.[1]

   ’’لیکن میرے بعد وہ ہستی تشریف لانے والی ہے جو اپنی شان میں تمام انبیاء اور ذواتِ مقدسہ سے افضل ہوگی، تمام نبیوں نے جو کہا ہے وہ ان پر روشنی ڈالے گی، اس لیے کہ وہ ہستی اللہ کی پیغمبر ہے۔‘‘

2. For I am not worthy to unloose the ties of the hosen or the latchets of the shoes of the messenger of God whom ye call "Messiah" who was made before me, and shall come after me, and shall bring the words of truth, so that his faith shall have no end.[2]

---

(1) Chapter 17, p. 33.

(2) Chapter 42, p. 99.

''میں تو اپنے آپ کو اس قابل بھی نہیں سمجھتا کہ اس عظیم ہستی کے جوتوں کے تسمے بھی کھول سکوں، وہ جسے تم مسیحا کہتے ہو، اس کی خلقت مجھ سے پیشتر ہوئی لیکن اس کی تشریف آوری میرے بعد ہوگی۔ وہ سچے لفظوں کے ساتھ مبعوث ہوگا اور اس کا دین کبھی ختم نہ ہوگا۔''

جب گمراہ لوگوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہنا شروع کیا تو اس بات سے انہیں بے حد تکلیف ہوئی۔ اس پر بعض اہلِ حکومت نے انہیں یقین دلایا کہ آپ مطمئن رہیں، ہم شہنشاہِ روم سے ایسا فرمان جاری کرائیں گے جس میں لوگوں کو ان باتوں سے روک دیا جائے گا۔ اس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمانے لگے:

3. But my consolation is in the coming of the Messenger, who shall destroy every false opinion of me, and his faith shall spread and shall take hold of the whole world, for so hath God promised to Abraham, our father.[1]

''بلکہ میرے لیے موجبِ تسکین تو اس رسول کی آمد ہوگی جو میرے بعد آ کر میرے بارے میں تمام باطل اور جھوٹے نظریات کو مٹا دے گا، اس کا دین فروغ پائے گا اور تمام دنیا میں پھیل جائے گا، ایسا وعدہ ہمارے باپ ابراہیم (علیہ السلام) سے بھی کیا گیا ہے۔''

جب یہ سوال کیا گیا کہ آیا اس رسول کے بعد بھی اور نبی آئیں گے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جواب میں فرمایا:

4. There shall not come after him true Prophets sent by God, but there shall come a great number of false prophets, where at I sorrow. For satan shall raise

(1) Chapter 97, p. 225.

them up.[1]

’’آپ (ﷺ) کے بعد کوئی اللہ کا فرستادہ سچا نبی نہیں آئے گا لیکن شیطان کے قائم کردہ جھوٹے نبی کثرت سے آئیں گے۔ جن کا مجھے افسوس ہے۔‘‘

۵۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نبی آخرالزمان کا نام محمد ﷺ بتاتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے کائناتِ ارضی وسماوی پیدا فرمائی:

The name of the Messiah is admirable, for God himself gave him the name when he had created his soul, and placed it in celestial splendour. God said: "Wait Muhammad; for for thy sake I will create paradise, the world, and a great multitude of creatures...... when I shall send thee into the world. I shall send thee as my Messenger of salvation and thy word shall be true, in so much that heaven and earth shall fail, but thy faith shall never fail."[2]

’’اس مسیحا کا نام ’قابلِ مدح وستائش‘ ہے یہ نام خود خدا نے اسے اس وقت دیا جب اس کی روح کو پیدا کیا اور اس کو عالمِ بالا کی پرشکوہ رفعتوں میں رکھا اور اس کے بارے میں فرمایا: اے محمد! انتظار کر کہ میں نے تیری خاطر جنت کو پیدا کیا ہے اور ساری دُنیا اور اس میں طرح طرح کی بے شمار مخلوقات کو بھی پیدا کیا ہے۔ ...... میں تجھے اس دُنیا میں نجات دہندہ رسول بنا کر بھیجوں گا۔ تیرا کلمہ کلمۂ حق ہوگا۔ زمین وآسمان کو تو زوال آ سکتا ہے لیکن تیرے دین کو کبھی زوال نہ ہوگا۔‘‘

اِس کے بعد فرمایا:

Muhammad is his blessed name.[3]

---

(1) Chapter 97, p. 225.
(2) Chapter 97, p. 227.
(3) Chapter 97, p. 227.

''اُن کا بابرکت نام محمد (ﷺ) ہوگا۔''

یہ سن کر حاضرین دست بدعا ہوئے:

O God, send us Thy messenger. O Muhammad, come quickly for the salvation of the world.(1)

''اے خدا! ہمارے لیے اس رسول کو بھیج۔ اے محمد! جلد اس دُنیا کی نجات کے لیے تشریف لے آیئے۔''

اُس کے بعد برنباس کی انجیل میں یہ درج ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے آخری حالات کے بارے میں پیشین گوئی کرتے ہوئے کہا کہ مجھے قتل کرانے کی سازش کی جائے گی مگر وہ ایسا کرنہیں پائیں گے۔ پھر میرا ایک حواری تھوڑے سے لالچ کے لیے مجھے گرفتار کرائے گا لیکن وہ مجھے پھانسی دینے میں ناکام ہوں گے اور مجھے آسمان پر اُٹھا لیا جائے گا اور جس نے میرے ساتھ دھوکا کیا ہوگا اُسے میری جگہ شبے میں پھانسی پر چڑھا دیا جائے گا۔

I shall abide in that dishonour for a long time in the world. But when Muhammad shall come, the sacred Messenger of God, that infamy shall be taken away, and this shall God do because I have confessed the truth of the Messiah, who shall give me this reward, that I shall be known to be alive and to be a stranger to that death of infamy.(2)

''کافی عرصہ تک دنیا میں وہ لوگ میری عزت کو بٹہ لگاتے رہیں گے لیکن جب محمد (ﷺ) تشریف لائیں گے جو اللہ کے مقدس رسول ہیں تو اس بدنامی کا داغ دھل جائے گا اور اللہ تعالیٰ ایسا ہی کرے گا کیونکہ میں اس مسیحا کی سچائی کا اقرار کرتا ہوں۔ اس کا وجود میرے لیے باعث انعام ہوگا اور لوگوں کا میرے

(1) Chapter 97.
(2) Chapter 112, p. 259.

زندہ رہنے پر ایمان قائم ہو جائے گا اور اس ذلت کی موت سے میری براءت ثابت ہو جائے گی۔‘‘

۱۶۔ تکمیلِ دین اور اِتمامِ نعمت سے ختمِ نبوت پر اِستدلال

اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَلۡيَوۡمَ اَكۡمَلۡتُ لَكُمۡ دِيۡنَكُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ نِعۡمَتِىۡ وَرَضِيۡتُ لَكُمُ الۡاِسۡلَامَ دِيۡنًا. (۱)

’’آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو (بطور) دین (یعنی مکمل نظامِ حیات کی حیثیت سے) پسند کر لیا۔‘‘

اس آیہ کریمہ نے دینِ اسلام کی اَکملیّت پر مہرِ تصدیق ثبت کردی۔ اس کے نتیجے میں ملنے والی نعمت کی دائمیّت نے حتمی طور پر کسی اور نبوت کے امکان کو یکسر رد کر دیا۔ یہاں دین سے مراد دینِ اسلام ہے جبکہ نعمت سے مراد حضور نبی اکرم ﷺ کی ختم نبوت ہے۔ یعنی ارشاد ہوا کہ اے ایمان والو! تم پر نعمتِ نبوت تمام ہو چکی۔ اب اس کے بعد کسی نبی کی ضرورت نہیں اور دینِ اسلام مکمل شکل میں تمہارے پاس آ گیا ہے۔ اب قیامت تک یہی دین چلے گا اور کسی نئے دین کی ضرورت نہیں رہی۔

امام خازن اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وقيل إكمال الدّين لهذه الأمّة إنه لا يزول ولا ينسخ وإن شريعتهم باقية إلى يوم القيامة. (۲)

---

(۱) المائدة، ۵: ۳

(۲) خازن، لباب التأويل في معانی التنزيل، ۱: ۴۳۵

''اس امت کے لیے تکمیلِ دین سے مراد یہ ہے کہ یہ دین نہ مٹے گا اور نہ منسوخ ہوگا اور اس کی شریعت قیامت تک باقی رہے گی۔''

علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں:

هذه أكبر نِعَم الله تعالى على هذه الأمّة حيث أكمل تعالىٰ لهم دينهم فلا يحتاجون إلى دين غيره ولا إلى نبيّ غير نبيّهم صلوات الله و سلامه عليه ولهذا جعله الله تعالٰى خاتم الأنبياء و بعثه إلى الإنس والجنّ فلا حلال إلا ما أحلّه ولا حرام إلا ما حرّمه ولا دين إلا ما شرعه و كلّ شى أخبر به فهو حق صدق لا كذب فيه ولا خلف. (۱)

''اللہ تعالیٰ کا اس امت پر سب سے بڑا انعام یہ ہے کہ اس نے ان کے لیے ان کا دین مکمل فرما دیا۔ اب وہ کسی دوسرے دین کے محتاج نہیں اور نہ اپنے نبی ﷺ کے سوا کسی دوسرے نبی کے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم ﷺ کو تمام نبیوں کے آخر میں انسانوں اور جنوں کی طرف بھیجا۔ پس جس چیز کو آپ ﷺ نے حلال قرار دیا وہی حلال ہے اور جس چیز کو آپ ﷺ نے حرام قرار دیا اس کے علاوہ کوئی حرام نہیں اور جس دین کو آپ ﷺ لائے اس کے علاوہ (قیامت تک) کوئی دین نہیں اور ہر وہ چیز جس کے متعلق آپ ﷺ نے خبر دی وہ سچی ہے، اس میں جھوٹ کا شائبہ تک نہیں اور نہ ہی وہ خلاف واقع ہے۔''

علامہ شوکانی لکھتے ہیں:

وأخرج ابن جرير وابن المنذر عنه قال أخبر الله نبيّه والمؤمنين

(۱) ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۲: ۱۳

إنه أكمل لهم الإيمان فلا يحتاجون إلى زيادة أبدا وقد أتمّه فلا ينقص أبدا وقد رضيه فلا يسخطه أبدا. (۱)

’’ابن جریر اور ابن منذر بیان کرتے ہیں کہ اللہ نے اپنے نبی ﷺ اور ایمان والوں کو خبر دی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ایمان (یعنی دین) کو مکمل کر دیا۔ بس اب کبھی بھی اس میں اضافہ کی ضرورت نہیں اور نعمت تمام کر دی جو کبھی بھی کم نہ ہوگی اور اسلام پر راضی ہوگیا۔ پس اب کبھی بھی ناراض نہ ہوگا۔‘‘

اب قیامت تک صرف نیابتِ محمدی ﷺ کا نظام چلے گا

انسانی ذہن میں یہ سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ اب نئے نبی کی ضرورت کیوں نہیں جبکہ پہلے ایسا ہوتا چلا آیا ہے، بنی اسرائیل میں اللہ تعالیٰ نے متعدد انبیاء مبعوث فرمائے، ایک نبی کی بعثت کے بعد اللہ تعالیٰ دوسرا نیا نبی مبعوث فرما دیتا۔

یہ سوال کہ امت مسلمہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کی بعثت کے بعد اب نئے نبی کی ضرورت کیوں نہیں۔ اس کا ایک جواب تو اوپر گزر چکا کہ دین کی تکمیل کے بعد کسی نئے نبی کی ضرورت باقی نہ رہی، اسی سوال کا دوسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی رشد و ہدایت کے لیے اور اپنے مقدس پیغام کو کائنات انسانی تک پہنچانے کے لے وحی کا سلسلہ شروع فرمایا اور انبیاء کرام کو مختلف وقتوں میں مبعوث فرما کر ان پر اپنی وحی نازل کی۔ اللہ تعالیٰ نے بعضوں پر کتابیں اور بعضوں پر صحیفے اتارے اور بعضوں سے اللہ رب العزت اپنی شان کے مطابق ہمکلام ہوا۔ اس طرح اللہ کا پیغام بصورتِ وحی انبیاء علیہم السّلام کی بعثت کے ذریعے نسلِ انسانی تک مختلف زمانوں اور مکانوں میں پہنچتا رہا تا آنکہ حضور نبی اکرم ﷺ کی بعثت کا زمانہ آ گیا۔ جب حضور نبی اکرم ﷺ مبعوث ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی بعثت کے بعد نبیوں کی بعثت کے نظام کو ہمیشہ کے لیے ختم کر کے

(۱) شوکانی، فتح القدیر، ۲: ۱۲

خلافت و نیابتِ محمدی ﷺ کا ہمہ گیر نظام قائم کر دیا۔ اب قیامت تک بلا انقطاع یہی نظام چلے گا۔

پیغمبر کے لیے پیغامِ اِلٰہی کا ہونا ضروری ہے

اوپر اٹھائے گئے سوال کا تیسرا جواب یہ ہے کہ نبی کا کام اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا پیغام لوگوں تک پہنچانا ہوتا ہے لہٰذا جو بھی نبوت و رسالت کا دعویٰ کرے اس کے پاس وحی کی صورت میں پیغام الٰہی کا ہونا ضروری ہے، اگر اس کے پاس پیغام ہی نہ ہوتو پھر اس کا پیغمبر ہونا چہ معنی دارد؟ ایسا ہونا امرِ محال ہے۔ ایک مثال سے اس کی وضاحت یوں ہوتی ہے، مثلاً ایک شخص ہے جو تلاشِ معاش کے سلسلے میں پردیس میں رہتا ہے۔ اسے خبر ہوتی ہے کہ کوئی دوسرا شخص اس کے شہر جا رہا ہے۔ وہ اس کے ہاتھ اپنے گھر والوں کو اپنا مکمل حال احوال اور پیغام بھیج دیتا ہے۔ دوسرے دن کوئی اور شخص آ کر یہ کہتا ہے کہ میں تمہارے شہر جا رہا ہوں کوئی پیغام ہوتو مجھے دو۔ اب وہ پیغام تو پہلے ہی بھیج چکا ہے لہٰذا وہ کہے گا کہ پیغام تو کوئی نہیں بس سب کو دعا سلام کہہ دینا۔

حضور نبی اکرم ﷺ کی آمد ہوئی تو نوعِ انسانی کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے پاس جو پیغام تھا اس نے وہ سارا آپ ﷺ کے ذریعے بھیج دیا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ قرآن کریم میں خود فرما رہا ہے کہ میں نے تمہارا دین تمہارے لیے مکمل کر دیا، اپنا پیغام و ہدایت تمہارے پاس بھیج کر اپنی نعمت پوری کر دی، اب جبکہ اس نعمت میں کوئی کمی نہیں رہی۔ نعمت بھی پوری کر دی گئی اور پیغام بھی پورا بھیج دیا گیا تو کسی نئے پیغام اور نئے پیغمبر کی ضرورت ہی نہ رہی۔ بقول حکیم الامّت علامہ اقبالؒ:

نوعِ انسان را پیام آخریں
حاملِ او رحمۃً للعالمین

(نسلِ انسانی کے پاس آخری پیغام حضور رحمۃً للعالمین ﷺ کے ذریعے پہنچا

دیا گیا۔)

اور اب جب کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی وساطت سے اللہ تعالیٰ کا سارا پیغام انسانیت تک پہنچ گیا۔ اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی ہوں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے قرآن کے ساتھ مبعوث ہونے کے بعد بھی کوئی پیغام انسانیت کے نام بھیجا جانا باقی رہ گیا تھا جو حضور نبی اکرم ﷺ کو نہیں مل سکا اور وہ پیغام اس مدعیٔ نبوت کے ہاتھوں بھیجنا پڑا۔ اگر یہ مان لیا جائے تو اس طرح قرآن ناقص ہوا کہ اگر نعمت تمام ہے اور نبوت مکمل ہے تو پھر نیا پیغام چہ معنیٰ دارد؟ اور دین کے لیے نئے پیغام اور نبی کا کیا جواز ہے؟ کیونکہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ کوئی پیغام رہ گیا تھا جس کے لیے کوئی نیا نبی بھیجا جانا ضروری ہوگیا تھا۔ جب اللہ تعالیٰ کا پیغام قرآنِ حکیم کی صورت میں مکمل آ چکا اور احکام و ہدایتِ دین اسلام کی صورت میں مکمل آ چکے تو اب کسی نئے نبی کی کیا ضرورت ؟

اس واضح اِرشادِ اِلٰہیہ کے بعد کسی نئے نبی کی آمد کا اعلان سوائے اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ لانے کے کوئی معنی نہیں رکھتا کہ ایسا عقیدہ رکھنے والا سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کی نبوت اور آپ پر نازل ہونے والی قرآن کریم کو نامکمل سمجھتا ہے اور جو شخص حضور نبی اکرم ﷺ کی نبوت اور قرآن کو ناقص و نامکمل سمجھے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

انسانی ذہن میں یہ شبہ پیدا ہوسکتا ہے کہ نبوت و بعثت اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت ہے۔ امم سابقہ پر یہ نعمت جاری رہی، مگر جب حضور نبی اکرم ﷺ کی بعثت ہوئی تو اللہ رب العزت نے اس نعمت کو بعد میں جاری رکھنے کی بجائے اس سلسلے ہی کو ختم فرما دیا۔ یہ معاذ اللہ امت کی اس عظیم نعمت سے محرومی کے مترادف ہے۔ یہ شبہ ایک بہت بڑے مغالطے کی پیداوار ہے کہ سلسلۂ نبوت ختم ہونے سے نعمت ختم ہوگئی، بے شک نبوت اور

بعثت کائنات میں اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہے اور نعمت سے محرومی تب ہوگی جب نبوت موجود نہ ہو جبکہ حقیقت یہ ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی نبوت سب سے بڑی نعمت کے طور پر موجود ہے اور تا قیامت موجود رہے گی۔

(۱) نبوتِ محمدی ﷺ کی عالم گیریت اور دائمیت

پہلے زمانے میں کسی نبی کی نبوت کا دائرہ اور علاقہ محدود ہوتا تھا وہ کسی ایک شہر یا گاؤں کے لیے مبعوث ہوتا اور اس پر ایمان لانا صرف اسی علاقے کے رہنے والے لوگوں کے لیے ضروری ہوتا لہٰذا اللہ تعالیٰ کا پیغام بھی اسی علاقے تک محدود رکھا جاتا اور وہ علاقہ جو اس نبی کی حدود میں شامل نہ ہوتا وہاں کے لیے کسی اور نبی کی بعثت ناگزیر ہوتی۔ تاریخِ انبیاء بتاتی ہے کہ ایک ہی وقت میں زمین پر اللہ کے کئی نبی موجود ہوتے۔ ایک نبی کے وصال کے بعد دوسرا نبی آ جاتا اور نئے نبی کی بعثت سے قبل پہلے نبی کی نبوت کا زمانہ ختم ہو چکا ہوتا۔ گردشِ ماہ و سال کے نتیجے میں جب آقائے دوجہاں ﷺ کا زمانہ آ گیا تو مشرق سے مغرب تک کی پوری کائنات اپنی بسیط زمانی و مکانی وسعتوں کے اعتبار سے لامحدود تھی اور بے شمار علاقے اور خطے ایک افق سے دوسرے افق تک سب کے لیے ایک ہی نبی اور پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ مبعوث کر دیئے گئے جو بلاتفریق رنگ و نسل جملہ نوعِ انسانی کے ہادی و رہبر کامل تھے اور سب انسان ایک ہی نبوت کے سایہ رحمت میں اس طرح جمع کر دیئے گئے کہ انسانیت کو کسی نئے نبی کی ضرورت سے مطلقاً بے نیاز کر دیا گیا۔

چونکہ حضور نبی اکرم ﷺ کی بعثت کے بعد قیامت تک سارے زمانوں کو ایک ہی نبوت عطا فرما دی گئی۔ اس لیے محرومی کا سوال ہی نہ رہا نعمتِ نبوت تو بدستور موجود ہے۔ لہٰذا حضور نبی اکرم ﷺ کی ختمِ نبوت کا معنی یہ ہوا کہ پہلی نبوّتیں اپنے دائروں میں محدود تھیں جبکہ آپ ﷺ کی نبوت زمان و مکاں کی ساری وسعتوں کو ابد تک محیط ہے۔ لہٰذا اب ہر زمانے میں نبی آخرالزماں ﷺ کی نبوت موجود اور قائم رہے گی اور جس

طرح حضور نبی اکرم ﷺ آج سے چودہ صدیاں پہلے نبی تھے اسی طرح آج بھی بدستور نبی ہیں اور قیامت تک رہیں گے۔ اس سے پہلے کسی نبی کی آمد پر جب اس نبی کا کلمہ اس کی امت کو دیا جاتا تو دوسرے نبی کی آمد پر اس کے نام کے ساتھ اس کلمہ کو بدل دیا جاتا لیکن حضور نبی اکرم ﷺ کی بعثت کے بعد اب چاہے کروڑوں سالوں کا عرصہ بھی بیت جائے کلمہ فقط ایک ہی ہے اور ایک ہی رہے گا: **لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ.** یہ کہنے کے بعد کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ساتھ ہی یہ بھی کہا جائے گا کہ محمد ﷺ کے سوا کوئی رسول نہیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ اتنی صدیاں گزر جانے کے بعد اپنے غلاموں پر آج بھی اسی طرح شفقت فرماتے اور اپنے دیدار سے بہرہ ور کرتے ہیں جیسے اپنی ظاہری حیات میں فرماتے تھے اور رشد و ہدایت کا سلسلہ جس طرح پہلے قائم تھا ویسے ہی آج بھی قائم ہے۔

اس لیے یہ بات حتمی اور قطعی ہے کہ نبوت کی نعمت آج بھی باقی ہے، سلسلہ نبوت ختم ہونے کے بعد نبوت محمدی ﷺ کی نعمت جس طرح پہلے قائم تھی آج بھی قائم ہے قیامت تک بلکہ قیامت کے بعد بھی قائم رہے گی۔

(۲) ختمِ نبوت نعمتِ عظمیٰ ہے …… ایک شبہ کا ازالہ

حضور نبی اکرم ﷺ کی آمد سے پہلے سابقہ انبیاء کے زمانے میں نئے نبی کی بعثت پر کچھ اس کو مانتے اور کچھ نہ مانتے۔ جو مان لیتے اور اس پر ایمان لے آتے وہ مومن اور جو نئے نبی پر ایمان لانے سے انکار کر دیتے وہ کافر ہو جاتے۔ گویا پہلے نبی پر ایمان لانے والے مومن ہو کر بھی کافر ہو جاتے۔ بنی اسرائیل کے یہودی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والے اولاً اور اصلاً مومن تھے۔ اور مدت مدید سے سرتاجِ نبوت حضور خاتم الانبیاء ﷺ کی آمد کے منتظر تھے۔ وہ اپنی کتابوں میں یہ پڑھتے چلے آئے تھے کہ اس نبی کا قیام کھجوروں والے شہر ''یثرب کی بستی'' میں ہو گا۔ چنانچہ وہ یہودی ہزاروں میلوں کی مسافت طے کر کے صرف حضور نبی اکرم ﷺ کے انتظار میں مدینہ آ کر آباد ہو

گئے تھے۔ وہ اپنے نبی کی عطا کردہ بشارت پر کامل ایمان رکھتے تھے، لیکن جب حضور نبی اکرم ﷺ اعلانِ نبوت کے بعد مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ تشریف لے آئے تو وہ یہودی جو پہلے مومن تھے اپنی بدبختی کے باعث حالتِ ایمان سے اس لیے باہر نکل گئے کہ انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ پر ایمان لانے سے انکار کر دیا۔ اس طرح وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر ایمان لانے کے باوجود کافر ہو گئے۔ یہ ایک مسلّمہ امر ہے کہ نبی کی آمد لوگوں کے لیے بہت بڑی آزمائش ہے کہ جب نیا نبی آ جائے تو اس پر ایمان لانا ضروری ہے اور ایمان نہ لانے والا کافر ہو جاتا ہے۔

یہودی عالم اور امت موسوی کے پڑھے لکھے لوگ آسمانی کتابوں میں حضور نبی اکرم ﷺ کے اوصاف اور علاماتِ نبوت پڑھ کر پہلے ہی ایمان لا چکے تھے لیکن نبوت خاندانِ بنو اسماعیل میں منتقل ہوجانے کے باعث ان کی اکثریت نے تعصّب اور حسد کی بناء پر آپ ﷺ پر ایمان لانے سے انکار کردیا اور اس انکار کے باعث ان پر بدبختی مسلط ہوگئی اور وہ کافر ہوگئے، حالانکہ وہ حضور نبی اکرم ﷺ کی علامتوں کو بخوبی جانتے اور پہچانتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم امتِ مسلمہ کے شاملِ حال ہوا اور اس نے سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کی بعثت پر ایمان کو اس کا مقدر بنا دیا۔ اگر خدانخواستہ امتِ مسلمہ کو ختمِ نبوت کی نعمت عطا نہ ہوتی اور اجرائے نبوت کا سلسلہ جاری رہتا اور مختلف زمانوں میں نبی آتے رہتے تو اگر کوئی سچا نبی اپنی نبوت کا دعویٰ کرتا اور کئی جھوٹے لوگ بھی اعلان نبوت کرتے تو کوئی سچے نبی کو مانتا اور کوئی جھوٹے کو، اس طرح جھوٹے کو ماننے والے کا ایمان بھی غارت ہو جاتا اور سچے نبی کو نہ ماننے والے کا ایمان بھی برباد ہو جاتا۔ ہم تو اتنے سادہ لوح ہیں کہ نبی کی پہچان تو درکنار کھرے کھوٹے کی پہچان بھی نہیں کر سکتے۔ کتنے نام نہاد رہبر و رہنما لوگوں کو گمراہ کرتے رہتے ہیں۔ دھوکے کا سلسلہ جاری ہے، لوگ دھوکے پر دھوکا کھائے جاتے ہیں۔ اس عاقبت نااندیش قوم کو اگر ایمان کی آزمائش میں ڈال دیا جاتا

تو خدا جانے وہ اصلی اور جعلی نبیوں کی پہچان کرتے کرتے کس حال میں مبتلا ہو جاتی۔ ہم تو عام انسان کی پرکھ کے قابل نہیں چہ جائیکہ جھوٹی نبوت اور سچی نبوت پرکھ سکیں۔ چنانچہ اللہ رب العزت نے امتِ مسلمہ پر احسان عظیم کرتے ہوئے انہیں ختمِ نبوت کی نعمت عظمیٰ وجود مصطفیٰ ﷺ کی صورت میں ارزانی فرما دی اور اسے وہ عظمت ورفعت اور شان و شوکت والا محبوب عطا کر دیا جو اپنے خصائص و معجزات، فضائل و کمالات اور محامد و محاسن میں سب انبیاء و رسل علیہم السّلام سے اعلیٰ و ارفع ہے۔ اب اسی نور مجسم کی محبت ہمارے لیے مرکز و محور ایمان ہے اور ہمیں کسی اور طرف دیکھنے کی مطلق ضرورت نہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم آپ ﷺ کے دامنِ عاطفت سے وابستہ ہو کر عصری فتنوں سے اپنے آپ کو محفوظ کر لیں جس کے بارے میں علامہ اقبالؒ نے ہمیں خبردار کر دیا تھا:

عصر ما مارا زما بیگانه کرد
از جمال مصطفی بیگانه کرد

(اس فتنہ پرور زمانے نے ہمیں اپنے آپ سے اور جمالِ مصطفیٰ ﷺ کی معرفت سے بیگانہ کر دیا ہے۔)

۱۷۔ حضور ﷺ کی رسالتِ عامہ سے ختمِ نبوت پر استدلال

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعَاِ ۨالَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ. [1]

”آپ فرما دیں: اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول (بن کر آیا) ہوں جس کے لیے تمام آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے۔“

---

(۱) الاعراف، ۷: ۱۵۸

۱۸۔ حضور ﷺ کو تمام انسانوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا گیا

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاَرْسَلْنٰکَ لِلنَّاسِ رَسُوْلاً ط وَکَفٰی بِاللهِ شَهِیْدًاo(۱)

''اور (اے محبوب!) ہم نے آپ کو تمام انسانوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے، اور (آپ کی رسالت پر) اللہ گواہی میں کافی ہےo''

۱۹۔ رسالتِ مصطفیٰ ﷺ پر ایمان لانے کا حکم تمام انسانوں کو دیا گیا

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَکُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّکُمْ فَاٰمِنُوْا خَیْرًا لَّکُمْ.(۲)

''اے لوگو! بیشک تمہارے پاس یہ رسول (ﷺ) تمہارے رب کی طرف سے حق کے ساتھ تشریف لایا ہے، سو تم (ان پر) اپنی بہتری کے لیے ایمان لے آؤ۔''

۲۰۔ حضور ﷺ کی لائی ہوئی ہدایت تمام جہان والوں کے لیے نصیحت ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(۱) النساء، ۴: ۷۹

(۲) النساء، ۴: ۱۷۰

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ ۝(۱)

''آپ فرما دیجیے: (اے لوگو!) میں تم سے اس (ہدایت کی فراہمی) پر کوئی اجرت نہیں مانگتا۔ یہ تو صرف جہان والوں کے لیے نصیحت ہے ۝''

۲۱۔ عمومِ بعثتِ مصطفیٰ ﷺ کے بعد نئے نبی کی ضرورت باقی نہ رہی

ارشاد فرمایا گیا:

هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝(۲)

''وہی ہے جس نے ان پڑھ لوگوں میں انہی میں سے ایک (باعظمت) رسول (ﷺ) کو بھیجا وہ اُن پر اُس کی آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں۔ اور اُن (کے ظاہر و باطن) کو پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں بیشک وہ لوگ اِن (کے تشریف لانے) سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے ۝ اور اِن میں سے دوسرے لوگوں میں بھی (اِس رسول ﷺ کو تزکیہ و تعلیم کے لیے بھیجا ہے) جو ابھی اِن لوگوں سے نہیں ملے (جو اس وقت موجود ہیں یعنی اِن کے بعد کے زمانہ میں آئیں گے)، اور وہ بڑا غالب بڑی حکمت والا ہے ۝''

مذکورہ بالا آیات میں حضور نبی اکرم ﷺ کی رسالت کے تمام عالمِ انسانیت پر محیط ہونے کا بیان ہے، جس سے یہ بات حتمی طور پر ثابت ہے کہ اس کائنات میں جب تک نسل انسانی کا ایک فرد بھی باقی ہے خواہ اس کا تعلق کسی بھی رنگ، نسل، قوم، علاقہ اور زبان سے ہو حضور نبی اکرم ﷺ بلاشرکت غیر اس کے نبی اور رسول ہوں گے نیز کائناتِ

(۱) الانعام، ۶: ۹۰

(۲) الجمعہ، ۶۲: ۲، ۳

انسانی کے سارے افراد بلاامتیاز رنگ، نسل و قوم اور زمان و مکاں نبوت و رسالتِ محمدی ﷺ کے دائرے میں داخل ہیں۔

(۱) جب تک مملکتِ خدا ہے تب تک رسالتِ مصطفیٰ ﷺ ہے

سورۃ الاعراف کی آیت نمبر ۱۵۸ کا اسلوبِ بیان دیکھا جائے تو اس میں اللہ تعالیٰ نے رسالتِ محمدی ﷺ کے دائرے کو اپنی مملکت کے دائرے کے ساتھ جوڑ کر بیان فرمایا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کے امر سے فرما رہے ہیں: اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول بن کر آیا ہوں جس کے لیے تمام آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے۔ گویا آپ ﷺ اپنی نبوت و رسالت کو بیان کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کا تعارف کروا رہے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ لوگو! میں تمہاری طرف اس خدا کا نمائندہ اور رسول بن کر آیا ہوں جو آسمانوں اور زمین کی ساری کائنات کا خالق و مالک اور بادشاہ ہے۔ جس کی مملکت آسمانوں اور زمین کے ختم ہو جانے کے بعد بھی قائم رہے گی۔ اس تعارف کے ذریعے آپ ﷺ نے اپنی نبوت و رسالت کا دائرہ بیان فرما دیا کہ جب تک زمین و آسمان رہیں گے تب تک آسمانِ نبوت پر میری ہی نبوت و رسالت کا آفتاب چمکتا رہے گا۔

اس نکتہ کی مزید وضاحت یہ ہے کہ نبی اللہ کا سفیر ہوتا ہے اور سفیر ہمیشہ اپنے بادشاہ اور مملکت کا نمائندہ ہوتا ہے۔ اس آیت کی رو سے حضور ﷺ امر الٰہی سے گویا یہ فرما رہے ہیں کہ میں اس رب کا سفیر بن کر آیا ہوں جو زمین و آسمان کی ساری مملکت کا خدا ہے۔ لہٰذا جہاں جہاں تک اس کی خدائی ہے وہاں وہاں تک میری مصطفائی ہے۔ جہاں جہاں تک اس کی مملکت ہے وہاں وہاں تک میری سفارت یعنی نبوت و رسالت ہے۔

اگر کوئی سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کے بعد نیا رسول ماننا چاہے تو اسے چاہئے کہ ایسا کرنے سے پہلے کوئی نئی مملکت کا مالک خدا بنا لے کیونکہ خدائے مصطفیٰ ﷺ کی مملکت میں آپ ﷺ کے بعد کوئی دوسرا رسول نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا جس طرح اللہ تعالیٰ کی خدائی کے ہوتے ہوئے کوئی دوسرا خدا ظلی و بروزی بھی نہیں ہوسکتا، اسی طرح اس کے مصطفیٰ

ﷺ کی مصطفائی میں کوئی دوسرا نبی ظلی و بروزی بھی نہیں ہو سکتا۔

(۲) قیامت تک نبوتِ محمدی ﷺ کا فیضان جاری رہے گا

یہ بات قابل غور ہے کہ جب آپ ﷺ کی نبوت ساری خلق کے لیے ہے تو اس پیکرِ نبوت و رسالت سے جس جس نوعیت کا فیض پہنچ سکتا تھا وہ ساری نوعیّتوں کے فیض حضور نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ ستودہ صفات سے سب کو بلا انقطاع پہنچ رہے ہیں۔ گویا مقامِ نبوت پر فائز ہوکر آپ ﷺ اللہ کی توحید کا پیغام بھی دیتے ہیں، دعوت و تبلیغ کا کام بھی سرانجام دیتے ہیں اور اس فریضہ نبوت کو امت کے اندر منتقل بھی کرتے ہیں، یعنی تبشیر و تنذیر اور تزکیہ نفس کے کام بھی آپ ﷺ کے فرائض نبوت میں شامل ہیں۔ اس میں اصلاحِ ظاہر بھی ہے اور اصلاحِ باطن بھی، علوم و فنون کے فیضان بھی ہیں اور معارف و لطائف بھی۔ آپ ﷺ بیک وقت علم ظاہر اور علم لدنی کے جامع ہیں اور دین کو غالب کرنے کا ضابطہ بھی عطا کرتے ہیں۔

تاریخ اسلام کے بالاستیعاب مطالعہ سے حضور ﷺ کی اس خصوصیت کا پتا چلتا ہے کہ آپ ﷺ نے دینِ اسلام کو غالب کر کے بھی دکھایا اور قیامت تک اسلام کو غالب کرنے کا ضابطہ اور نظام بھی دیا۔ اپنی سیرت بھی دی، اپنا اسوۂ حسنہ بھی دیا، اپنا روحانی اور تعلیماتی فیض بھی دیا اور اپنا عملی فیض بھی اور یہ سلسلہ نہ صرف ہمارے زمانے میں جاری و ساری ہے بلکہ آئندہ بھی ابداً آباد تک رہے گا۔ اس کے برعکس اگر وہ فیض جو نبی کی ذات سے امت کو پہنچنا چاہئے اس میں سے کچھ فیض پہنچے اور کچھ نہ پہنچے تو آپ ﷺ کی نبوت و رسالت کو آخری اور دائمی نہیں کہا جا سکتا۔ وہ نبوت و رسالت ابدی، حتمی، قطعی اور دائمی تبھی رہ سکتی ہے کہ جب تک کائنات ہے تب تک ہر قسم کے فیض کے سلسلے اس بارگاہ سے جاری و ساری رہیں۔ فیضان نبوت کے سوتے جاری و ساری رہیں تو فیضانِ نبوت سے نخلِ حیات کی آبیاری ہوتی رہے گی یعنی امت کے ہر طبقے کو رہتی کائنات تک ہر قسم کا فیض پہنچتا رہے گا اور امت کے سروں پر دستِ رسالت ہمیشہ قائم رہے گا۔ اگر ایسا ہے تو حضور

نبی اکرم ﷺ کی نبوت و رسالت کو ابدالآباد تک رہنے کا حق ہے۔ اگر معاملہ اس کے برعکس ہو یعنی بعض کو فیض پہنچے اور بعض کو نہ پہنچے اور بعضوں کے لیے معاذ اللہ نئی نبوت کے فیض کی ضرورت پڑ جائے تو پھر آقائے دوجہاں ﷺ کے ہر اعتبار سے من کلّ الوجوہ آخری نبی رہنے کا جواز نہیں رہتا، یا اگر یوں ہو تو پھر ذہن میں خلجان پیدا ہوتا ہے کہ کیا معاذ اللہ، اللہ اپنے بندوں پر ظلم تو نہیں کر رہا جبکہ اللہ تعالیٰ ظلم کرنے سے پاک ہے اور اس سے بڑھ کر رحم کرنے والا اور کوئی نہیں۔

اگر بندوں کو ضرورت ہدایت ہے اور وہ ہدایت بارگاہ مصطفیٰ ﷺ سے ملنی بند ہو جائے تو آپ ﷺ کے بعد نئی نبوت کے سلسلے کو بند کرنے کا کیا جواز ہے؟ اگر لوگوں کو چشمہ مصطفیٰ ﷺ سے روحانیت کا فیض نہ ملے اور بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ سے مردہ دلوں کو زندگی نہ ملے، دعوت و تبلیغ رسالت کے سوتے خشک ہو جائیں اور ان کی اثرانگیزی باقی نہ رہے تو نئی نبوت کا سلسلہ بند کرنے کا معنی کیا ہے؟ لیکن ایسا ہرگز نہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی فیض رسانی کا سلسلہ تو نہ کبھی بند ہوا ہے اور نہ کبھی بند ہو گا، فیض ہمیشہ آپ ﷺ ہی کے چشمہ نبوت سے ملے گا اور اس کے لیے اولیاء، علماء اور مجدّدین و مصلحین کی صورت میں فیض کی لاکھوں کروڑوں نہریں جاری کر دی گئیں جن سے امت کے ہر طبقے کو حسب ضرورت اس کے ظرف اور استطاعت کے مطابق فیض مل رہا ہے۔ اب قیامت تک ہر قسم کا فیض جسے بھی ملے گا بارگاہِ مصطفوی ﷺ سے ہی ملے گا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی بعثت پر سلسلۂ نبوت ختم فرما دیا اور کسی نئے نبی کی ضرورت و احتیاج باقی نہ رہی۔

(۳) نظامِ نبوت میں ظلّی و بروزی وغیرہ کی کوئی تقسیم نہیں

یہاں یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ شریعت میں نبوت کی کوئی ایسی تقسیم ثابت نہیں کہ ایک نبوت کو کامل اور دوسری کو ناقص کہا جا سکے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک نبوت تام اور دوسری نبوت جزوی ہو، ایک نبوت حقیقی یا اصلی ہو اور دوسری ظلی و بروزی ہو، ایک نبوت

مستقل ہو اور دوسری غیر مستقل۔ ایسی نبوت کی کوئی تقسیم نہ قرآن میں ہے اور نہ حدیث میں۔ نبوت کا معاملہ، نبوت کا تصور اور نبوت پر ایمان، یہ ایک فروعی مسئلہ نہیں بلکہ ایک بنیادی اصولی مسئلہ ہے۔ یہ ایمان اور کفر کا مسئلہ ہے۔ قرآن وسنت نے نبوت کا ایک ہی تصور دیا ہے۔ وہ یہ کہ جس پر اللہ تعالیٰ کی وحی اترے وہ نبی ہوتا ہے، خواہ وحی ایک بار آئے یا ہزار بار۔ یہ نکتہ قابل توجہ ہے کہ جس شخص پر زندگی میں اللہ تعالیٰ کی سچی وحی آ گئی وہ اللہ کا سچا اور کامل نبی ہے۔ اس کی نبوت کو کسی پیمانے سے جزوی، ظلی اور بروزی خانوں میں تقسیم نہیں کیا جا سکتا۔ شریعت میں ظلی، بروزی کا کوئی تصور موجود نہیں۔ یہ تصور قادیانی ذریت کا خودساختہ ہے اور اس کا مقصد اپنے کفر کو اسلام کا لبادہ اوڑھانے اور اپنی ضلالت و گمراہی پر پردہ ڈالنے کی سعی ہے۔ ورنہ نبوت کی کوئی تقسیم نہ اللہ نے بیان فرمائی ہے اور نہ اللہ کے رسول ﷺ نے۔ لہٰذا مرزا غلام احمد قادیانی کی ظلی و بروزی نبوت محض ایک ڈھکوسلہ اور افسانہ ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں۔

۲۲۔ حضور ﷺ کی رحمتِ عامہ سے ختمِ نبوت پر اِستدلال

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ٥[1]

’’اور (اے رسولِ محتشم!) ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر ٥‘‘

متذکرہ بالا آیہ کریمہ میں یہ مضمون بیان ہوا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی نبوت و رسالت کا حصارِ رحمت سارے عالمِ انسانیت کو اپنے احاطے میں لیے ہوئے ہے۔ آپ ﷺ تمام جہانوں اور زمانوں کے لیے رحمت ہیں۔ آپ کی رحمت قیامت تک جاری و ساری ہے۔ ہر جن و بشر رحمت کے اس بحرِ بے کراں سے فیضیاب ہو رہا ہے۔ آپ ﷺ کی رحمت کے ہوتے ہوئے کسی اور نبی کی کیا ضرورت ہے۔ یہ ضرورت تو تب

(۱) الانبیاء، ۲۱: ۱۰۷

پیش آئے کہ جب آپ ﷺ کی رحمت کم ہو یا ماند پڑ جائے۔ جب یہ رحمت اپنے پورے جوبن پر ہے اور اس کا سائبان پوری کائنات پر محیط ہے تو پھر کسی اور نبی کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے۔ آپ ﷺ کی رحمتِ عامہ آپ ﷺ کی ختم نبوت کی واضح دلیل ہے۔

۲۳۔ حضور ﷺ کے پوری انسانیت کے لیے بشیر و نذیر ہونے سے اِستدلال

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًاO[۱]

''اور (اے حبیبِ مکرّم!) ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر اس طرح کہ (آپ) پوری انسانیت کے لیے خوش خبری سنانے والے اور ڈر سنانے والے ہیںO''

۲۴۔ حضور ﷺ قرآن کے ذریعے تمام جہانوں کو ڈر سنانے والے ہیں

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

تَبٰـرَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِيَکُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًاO[۲]

''(وہ اللہ) بڑی برکت والا ہے جس نے (حق و باطل میں فرق اور) فیصلہ کرنے والا (قرآن) اپنے (محبوب و مقرب) بندہ پر نازل فرمایا تاکہ وہ تمام جہانوں کے لیے ڈر سنانے والا ہو جائےO''

(۱) سبا، ۳۴: ۲۸

(۲) الفرقان، ۲۵: ۱

مذکورہ بالا دونوں آیات میں حضور نبی اکرم ﷺ کی شانِ نذیری و بشیری کا مضمون بیان ہوا ہے۔ اللہ ﷻ نے حضور نبی اکرم ﷺ کو تمام جہانوں اور تمام انسانوں کے لیے انعاماتِ الٰہیہ کی خوشخبری اور عذابِ الٰہی کا ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا۔ آپ ﷺ قیامت تک آنے والی نوع انسانی کے لیے بشیر و نذیر ہیں۔ جس طرح آپ ﷺ کی بعثت و رحمت عام ہیں اسی طرح آپ ﷺ کی بشارت و نذارت عام ہیں اور قیامت تک جاری ساری ہیں۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کی آپ ﷺ کی نبوت قیامت تک جاری و ساری ہے اور آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ کسی نئے نبی کی آمد کا امکان تو تب پیدا ہوتا کہ اگر آپ ﷺ کو کچھ خاص زمانوں یا انسانوں کے لیے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا جاتا۔ جب تا قیامت آنے والے کسی زمانے کا کوئی انسان بھی آپ ﷺ کے دائرہ بشارت و نذارت سے باہر نہیں تو نئے نبی کی آمد کیونکر ممکن ہے۔

۲۵۔ ذاتِ محمدی ﷺ کا دلیلِ قاطع ہونا آپ ﷺ کی ختمِ نبوت کی دلیل ہے

ارشادِ ربانی ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا○ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللهِ وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِيْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ وَّيَهْدِيْهِمْ اِلَيْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا○[1]

’’اے لوگو! بیشک تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے (ذاتِ محمدی ﷺ کی صورت میں ذاتِ حق جل مجدہٗ کی سب سے زیادہ مضبوط، کامل اور واضح) دلیلِ قاطع آ گئی ہے اور ہم نے تمہاری طرف (اسی کے ساتھ قرآن کی صورت میں) واضح اور روشن نُور (بھی) اتار دیا ہے○ پس جو لوگ اللہ پر ایمان لائے

(۱) النساء، ۴: ۱۷۴، ۱۷۵

اور اس (کے دامن) کو مضبوطی سے پکڑے رکھا تو عنقریب (اللہ) انہیں اپنی (خاص) رحمت اور فضل میں داخل فرمائے گا، اور انہیں اپنی طرف (پہنچنے کا) سیدھا راستہ دکھائے گاo''

اس آیت کریمہ کی رُو سے حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے آنے والی سب سے روشن اور واضح دلیل ہے۔ آپ ﷺ کی بعثت کے بعد کسی دلیل کی ضرورت نہ رہی۔ آفتابِ محمدی ﷺ آسمانِ نبوت پر کائنات میں قیامت تک یونہی چمکتا رہے گا، اس کی روشنی کبھی کم نہ ہوگی کہ کسی دوسرے آفتاب کی ضرورت محسوس ہو۔

۲۶۔ رسالتِ محمدی ﷺ پر ایمان لانے میں ہی انسانیت کی بہتری ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَ کُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّکُمْ فَاٰمِنُوْا خَیْرًا لَّکُمْ وَ اِنْ تَکْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط وَکَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَکِیْمًاo(۱)

''اے لوگو! بیشک تمہارے پاس یہ رسول (ﷺ) تمہارے رب کی طرف سے حق کے ساتھ تشریف لایا ہے، سو تم (ان پر) اپنی بہتری کے لیے ایمان لے آؤ اور اگر تم کفر (یعنی ان کی رسالت سے انکار) کرو گے تو (جان لو وہ تم سے بے نیاز ہے کیونکہ) جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے یقیناً (وہ سب) اللہ ہی کا ہے اور اللہ خوب جاننے والا بڑی حکمت والا ہےo''

قرآنِ حکیم نے اس آیت کریمہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کی بعثتِ عامہ کا

(۱) النساء، ۴: ۱۷۰

مضمون بیان کرتے ہوئے صرف آپ ﷺ ہی کی رسالت پر ایمان لانے کو تمام انسانیت کے لیے باعثِ خیر اور انکار کو غضب الٰہی کا باعث قرار دیا ہے۔ یہ حکم قیامت تک پیدا ہونے والی نسل انسانی کے لیے ہے۔ کوئی لمحہ اور کوئی فرد اس سے مستثنیٰ نہیں۔ لہذا حضور کی رسالت و نبوت ہی تا حشر تمام زمانوں اور تمام انسانوں کو محیط ہے۔ آپ پر ایمان لانے والے خیر سے اپنا دامن بھرتے رہیں گے اور منکرین غیض و غضبِ الٰہی کا شکار ہوتے رہیں گے۔ جب آپ ﷺ کی نبوت و رسالت قیامت تک جاری ہے تو کسی اور نبی یا رسول کی آمد کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

۲۷۔ قرآنِ مجید قیامت تک تمام انسانوں کے لیے سرچشمۂ ہدایت ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاُوْحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ. (۱)

”اور میری طرف یہ قرآن اس لیے وحی کیا گیا ہے کہ اس کے ذریعے تمہیں اور ہر اس شخص کو جس تک (یہ قرآن) پہنچے ڈر سناؤں۔“

زیرِ نظر آیت کریمہ سے واضح ہے کہ یہ قرآن صرف کسی ایک دور کے انسانوں کے لیے ہی حجت نہیں بلکہ قیامت تک ہر اس انسان کے لیے حجت ہے جس تک اس کا پیغام پہنچا۔ قرآن حکیم کے ذریعے حضور نبی اکرم ﷺ کا انذار قیامت تک جاری ہے۔ اب قیامت تک صرف شریعتِ قرآن پر ہی عمل ہو گا کسی نئی شریعت کی ضرورت نہیں، یہی شریعت کافی و وافی ہے۔

(۱) الانعام، ۶: ۱۹

۲۸۔ حفاظتِ قرآن کی الوہی ضمانت سے ختم نبوت پر استدلال

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ○ (۱)

’’بیشک یہ ذکرِ عظیم (قرآن) ہم نے ہی اتارا ہے اور یقیناً ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے○‘‘

سورۃ الحجر کی مندرجہ بالا آیت کریمہ میں حفاظت قرآن کی الوہی ضمانت کا بیان ہے۔ قرآن مجید ہمارے لیے قیامت تک دست بردِ زمانہ سے محفوظ کر دیا گیا ہے۔ علامہ زمخشری اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وَهُوَ حَافِظُهُ فِي كُلِّ وَقْتٍ مِنْ كُلِّ زِيَادَةٍ وَنُقْصَانٍ وَتَحْرِيفٍ وَتَبْدِيلٍ بِخِلَافِ الْكُتُبِ الْمُتَقَدِّمَةِ فَإِنَّهُ لَمْ يَتَوَلَّ حِفْظَهَا وَإِنَّمَا اسْتَحْفَظَهَا الرَّبَّانِيِّيْنَ وَالْأَحْبَارُ. (۲)

’’اللہ تعالیٰ قرآن مجید کو ہر زمانے میں ہر قسم کی زیادتی و نقصان اور تحریف و تبدیل سے بچانے والا اور محافظ ہے۔ برخلاف کتبِ سابقہ کہ ان کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے نہیں لی بلکہ ان کی حفاظت کی ذمہ داری (اس دور کے) علماء پر ڈالی۔‘‘

قرآن مجید سے پہلے بھی انبیاء پر وحی نازل ہوتی رہی مگر اللہ تعالیٰ نے ان پر نازل ہونے والی وحی کی حفاظت کی ذمہ داری نہیں لی کیونکہ ہر نبی کے بعد دوسرے نبی کے آنے سے اس پر وحی کی تجدید ہونا تھی مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہونے والی وحی کی حفاظت کی

---

(۱) الحجر، ۱۵: ۹

(۲) زمخشری، الكشّاف عن حقائق غوامض التنزيل، ۲: ۵۷۲

ذمہ داری اس لیے خالقِ کائنات نے قبول کی کہ آپ ﷺ کے بعد سلسلہ نبوت اور وحی کا انقطاع ہورہا تھا اور قیامت تک انسانیت کے لیے فقط قرآن ہی کو بطور صحیفہ انقلاب سرچشمہ ہدایت رہنا تھا۔

۲۹۔ قرآن مجید کے تمام جہانوں کے لیے نصیحت ہونے سے اِستدلال

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ○[۱]

''یہ (قرآن) تو سارے جہان والوں کے لیے نصیحت ہی ہے○''

سورہ صٓ کی آیت نمبر ۸۷ سے واضح ہے کہ قرآن حکیم قیامت تک تمام جہانوں کے لیے نصیحت ہے۔ جب ہر زمانے کے لوگوں کے لیے بصورتِ قرآن نصیحت موجود ہے تو کسی نئی نصیحت کی ضرورت نہیں یہی نصیحت خدائے لم یزل کا آخری پیغام ہے۔ احادیث مبارکہ میں اسی کو مضبوطی سے تھامنے کا حکم دیا گیا ہے۔

۳۰۔ قیامت تک جو کوئی بھی قرآن کو جھٹلائے گا اس کا ٹھکانا دوزخ ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ.[۲]

''کیا (یہ) اور (کافر) فرقوں میں سے وہ شخص جو اس (قرآن) کا منکر ہے (برابر ہوسکتے ہیں) جبکہ آتشِ دوزخ اس کا ٹھکانا ہے۔''

---

(۱) صٓ، ۳۸: ۸۷

(۲) ھود، ۱۱: ۱۷

سورہ ہود کی زیر نظر آیت میں اَحزاب سے مراد قیامت تک آنے والے انسانوں کے گروہ ہیں۔ ان میں سے جو بھی قرآن کا انکار کرے گا، اس کے پیغام کو جھٹلائے گا اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ اس آیت سے درج ذیل اہم نکات اخذ ہوئے:

۱۔ یہ آیت حضور نبی اکرم ﷺ کی رسالتِ عامہ کی دلیل ہے کیونکہ قرآن حکیم اور رسالتِ مصطفیٰ ﷺ آپس میں لازم وملزوم ہیں۔ لہٰذا قیامت تک آنے والے انسانوں کے گروہوں میں سے جو کوئی رسالت مصطفیٰ ﷺ کا انکار کرے وہ کافر اور جہنمی ہے۔

۲۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی ختمِ نبوت قرآن کا واضح پیغام ہے۔ لہٰذا منکرِ ختم نبوت صریحاً کافر ہے۔

۳۱۔ قبلۂ مصطفیٰ ﷺ کے ہی تا قیامت قبلۂ عالمین ہونے سے اِستدلال

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اَوَّلَ بَیۡتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیۡ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّھُدًی لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ○ (۱)

’’بیشک سب سے پہلا گھر جو لوگوں (کی عبادت) کے لیے بنایا گیا وہی ہے جو مکہ میں ہے برکت والا ہے اور سارے جہان والوں کے لیے (مرکزِ) ہدایت ہے○‘‘

اس آیہ کریمہ میں قبلہ اوّل کعبۃ اللہ جسے اللہ رب العزت نے اپنے محبوب ﷺ کی خاطر جملہ عالمِ اسلام کا قبلہ بنا دیا، کی اوّلیت کا بیان ہے۔ یہ امر ملحوظِ خاطر رہے کہ کعبۃ اللہ اسلام کا ایک مرکزی شعار ہے۔ یہ تمام دنیا کے اہلِ اسلام کا قبلہ ہے۔ وہ اس

(۱) آل عمران، ۳: ۹۶

کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے اور حج وعمرہ میں اس کا طواف کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اسے قبلہ اپنے حبیبِ مکرم ﷺ کی خواہش سے بنایا۔ اس آیت کریمہ سے ظاہر ہے کہ کعبۃ اللہ تمام اہلِ جہان کے لیے تا قیامت مرکز ہدایت ہے۔ قیامت تک آنے والے مسلمانوں کا یہی قبلہ ہے کوئی اور نہیں ہوسکتا۔ قبلہ مصطفیٰ ﷺ کی عالمگیریت آپ ﷺ کی رسالتِ عامہ کی آئینہ دار ہے اور رسالتِ عامہ ختمِ نبوت کی مستقل دلیل ہے۔

بنیادی قابلِ توجہ نکتہ

ان سارے ارشاداتِ ربانی سے یہ نکتہ واضح ہو رہا ہے کہ آپ ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب قرآن مجید، آپ ﷺ کا قبلہ، آپ ﷺ کی شان نذیریت اور آپ ﷺ کی رحمت اپنے اندر شان عالمگیریت رکھتی ہے۔ عالمین، عالم کی جمع ہے اور اس کی کئی اقسام ہیں مثلاً عالمِ جن و انسان، عالمِ شجر و حجر، عالمِ نباتات و جمادات، عالمِ پست و بالا، عالمِ ناسوت، عالمِ برزخ، عالمِ آخرت، عالمِ ارواح، عالمِ ملکوت، عالمِ جبروت، عالمِ لاہوت، عالمِ ہاہوت الغرض جتنے بھی عالم ہیں ان سب کے مجموعہ کو عالمین کہتے ہیں، اب جہاں تک دائرۂ عالمین پھیلا ہوا ہے وہاں تک نبوتِ مصطفیٰ ﷺ اور رحمتِ مصطفیٰ ﷺ محیط ہے، یہ ساری کائنات ایک عالم ہے خدا جانے کتنی اور کائناتیں اور عوالم ایسے ہیں جن کی ہمیں اب تک خبر بھی نہیں، ربِ کائنات نے حضور نبی اکرم ﷺ کو فقط ایک عالم کا نہیں بلکہ سارے عالمین کے لیے رحمت بنا کر بھیجا اور ظاہر ہے کہ جس عالم پر حضور نبی اکرم ﷺ کی رحمت کا سایہ ہوگا اس پر آپ ﷺ کی نبوت کی چادر بھی تنی ہو گی، گویا قرآنِ حکیم نے آپ ﷺ کو سارے عالمین کے لیے رحمت قرار دے کر آپ ﷺ کی نبوت و رسالت کی عالمگیریت کو اچھی طرح واضح کر دیا ہے۔

اب تمام عالمین میں اللہ رب العزت کی ربوبیت اور اس کے محبوب ﷺ کی رحمت و نبوت کارفرما ہے، پوری کائنات میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے علاوہ کوئی اور معبود نہیں اور مصطفیٰ ﷺ کے علاوہ کوئی اور صاحبِ نبوت و رسالت نہیں۔

۳۲۔ حضور ﷺ کی ہمہ جہت شانوں کا زمان و مکان پر اِحاطہ

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰکَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا ○ وَّدَاعِیًا اِلَی اللهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا ○[1]

’’اے نبی (مکرّم!) بیشک ہم نے آپ کو (حق اور خَلق کا) مشاہدہ کرنے والا اور (حُسنِ آخرت کی) خوش خبری دینے والا اور (عذابِ آخرت کا) ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے ○ اور اس کے اِذن سے اللہ کی طرف دعوت دینے والا اور منوّر کرنے والا آفتاب (بنا کر بھیجا ہے) ○‘‘

اس آیت کریمہ میں حضور ختمی مرتبت علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی تین شانوں کا ذکر ہے جو آپ ﷺ کے تمام عالمِ خلق کے شاہد اور مبشر و نذیر ہونے سے عبارت ہے۔ اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کی نبوت و رسالت اور رحمت کو جس طرح عالمگیر بنایا اور انہیں تمام زمان و مکان کی حدود و قیود سے ماورا رکھا اسی طرح آپ ﷺ کو عطا کی گئی نعمتوں اور فضیلتوں کو بھی زمان و مکان کی حد بندیوں سے ماورا، مطلق اور غیر مقید رکھا۔ آپ ﷺ کے کسی منصب، فضیلت اور شان پر ربِّ کائنات نے کوئی قید نہیں لگائی بلکہ آپ ﷺ کی ہر شان کو مطلق اور زمان و مکان کی حدود و قیود سے آزاد رکھا۔ ایسے عظیم اور عالم گیر نبی ﷺ کے ہوتے ہوئے کسی اور کی نبوت کا گمان بھی صریح گمراہی اور ازلی بدبختی کو دعوت دینا ہے، قرآن مجید میں جہاں کہیں بھی آپ کے فضائل اور اعزازات کو بیان کیا گیا تو انہیں مطلق رکھا گیا مثلاً فضیلت شاہدیت کا بیان اس نکتے کو کھول دیتا ہے۔

جب کبھی ہم یہ کہتے ہیں کہ فلاں شخص شاہد یعنی گواہ ہے تو فوراً ذہن میں سوال ابھرتا ہے کہ کس چیز کا گواہ؟ اس لیے کہ جب تک کوئی شے متعین نہ کی جائے اس وقت تک گواہی کا تصور واضح نہیں ہوتا۔ اب کائنات کی ساری شہادتیں متعین ہیں لیکن شہادت

---

(۱) الاحزاب، ۳۳: ۴۵، ۴۶

مصطفوی ﷺ کو غیر متعین رکھ دیا گیا ہے اس کا مفہوم اس کے سوا اور کیا ہے کہ ازل سے ابد تک کائنات کی جس شے پر بھی گواہی مطلوب ہوگی، آپ کو اس پر گواہ بنایا جائے گا جبکہ اوروں کی شہادتیں زمان و مکان کے ساتھ مقید ہیں مگر حضور ﷺ کی شہادت اور گواہی ان حدود و قیود سے ماورا، مطلق اور عالمگیریت کی شان لیے ہوئے ہے، قرآن مجید نے گواہی کے اس تصور کو بڑی وضاحت کے ساتھ مذکورہ بالا آیتِ کریمہ میں بیان کردیا ہے

جیسا کہ اوپر ذکر ہوا خالق کائنات نے اپنے پیارے حبیب کو جو شان بھی عطا کی، اسے مطلق اور زمان و مکان کی قید اور حد بندی سے آزاد رکھا۔ کائنات کی ساری حدیں حضور نبی اکرم ﷺ کے دامنِ نبوت کے اندر سمٹ گئی ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ کا منصبِ نبوت و رسالت اور شان عظمت اپنی وسعت کے اعتبار سے اس سے بھی کہیں آگے ہے۔ جب حضور نبی اکرم ﷺ کی ساری شانیں اور منصب عالمگیر ٹھہرے تو ان شانوں اور منصب کا منبع و مرکز یعنی شان نبوت و رسالت کیوں آفاقی اور عالمگیر نہ ہوگی جب شان نبوت و رسالت عام ہوئی تو پھر ایسی مطلق شان نبوت و رسالت کے بعد کسی اور نبی کا تصور درحقیقت شان رسالت مصطفیٰ کی نفی اور تنقیص کے مترادف ہے۔

۳۳۔ حضور ﷺ کے دوگونہ فرائض نبوت سے ختمِ نبوت پر اِستدلال

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ.(۱)

’’جو انہیں اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے منع فرماتے ہیں اور ان کے لیے پاکیزہ چیزوں کو حلال کرتے ہیں اور ان پر پلید چیزوں کو حرام کرتے ہیں۔‘‘

(۱) الاعراف، ۷: ۱۵۷

اس آیۂ مقدسہ میں اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم ﷺ کے دو بنیادی فرائض نبوت کا ذکر کرتے ہوئے آپ ﷺ کو احکامِ شریعت کی تبلیغ و دعوت، دین کی تجدید اور احیاء حتی کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے نظام کو جاری رکھنے کا منصب عطا کیا۔ ان امور کی انجام دہی کارِ نبوت ہے اور یہی منصب رسالت ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ کے فرائض منصبی کے دو حصے ہیں جو اس طرح ہیں:

۱۔ حضور ﷺ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرتے یعنی آپ ﷺ نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے منع فرماتے۔

۲۔ حضور ﷺ نے اپنی امت کے لیے پاک چیزوں کو حلال اور ناپاک چیزوں کو حرام فرمایا۔ اب جس شے کو آپ ﷺ حلال کہہ دیں وہ حلال ہے اور جس کو حرام کہہ دیں وہ حرام ہے۔ چیزوں کو حلال اور ناپاک کو حرام قرار دینا، یہ نبی کا تشریعی اختیار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مردار کو حرام قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ.(۱)

’’تم پر مردار (یعنی بغیر شرعی ذبح کے مرنے والا جانور) حرام کر دیا گیا ہے۔‘‘

قرآن مجید نے چار مقامات پر مردار کے حرام ہونے کا اعلان کیا ہے۔ مردار اس جانور کو کہتے ہیں جو ویسے تو حلال ہو لیکن ذبح کیے بغیر مر جائے۔ چونکہ حلّت و حرمت کا تشریعی اختیار نبی کو بھی دیا گیا ہے اس لیے اس اختیار کو بروئے کار لاتے ہوئے مچھلی اور ٹڈی کو حلال قرار دیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

أُحِلَّتْ لَنَا مَيْتَتَانِ الْحُوْتُ وَالْجَرَادُ.(۲)

---

(۱) المائدہ، ۵: ۳

(۲) ابن ماجہ، السنن، کتاب الصید، باب صید الحیتان و الجراد، ۲: ۱۰۷۳، ←

''ہمارے لیے دو مردار مچھلی اور ٹڈی حلال قرار دیئے گئے ہیں۔''

یہاں آقائے دوجہاں ﷺ کے تشریعی اختیار کا انکار کرنے والوں اور دینِ اسلام کے لیے فقط قرآن کو کافی سمجھنے والوں کے لیے لمحۂ فکریہ ہے۔ انہیں ذرا رک کر سوچنا چاہئے کہ مچھلی کھانا قرآن کی کس نص کی رو سے حلال ہے؟ اگر سنتِ نبوی پر انحصار اور اعتبار نہ کیا جائے تو قرآن تو حرمتِ میتہ کے حکم کی رو سے مچھلی کو حرام کہہ چکا تھا جس کے تحت بغیر ذبح کے حلال جانور کو حرام قرار دیا گیا ہے جبکہ اسے حرام کے زمرے سے نکال کر حلال بنانے والا اللہ کا رسول ہے، اسی طرح ٹڈی کو حلال کرنے والے بھی رسول اللہ ﷺ ہیں، مردوں کے لیے ریشم کا پہناوا حرام ہے مگر شارع علیہ السلام نے اپنے خصوصی تشریعی اختیار سے حضرت زبیر بن عوام اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم کو مستثنیٰ قرار دیا اور ان دونوں کے لیے ریشم حلال کر دیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رَخَّصَ النَّبِيُّ ﷺ لِلزُّبَيْرِ وَعَبْدِالرَّحْمَنِ فِيْ لُبْسِ الْحَرِيْرِ لِحِكَّةٍ بِهِمَا. (۱)

''رسول اللہ ﷺ نے حضرت زبیر بن عوام اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو خارش (جلد کی بیماری) کی وجہ سے ریشم پہننے کی اجازت دے دی۔''

تو پتا چلا کہ اللہ کے نبی کے فرائضِ منصبی دو طرح کے ہیں: ایک نیکی کا حکم دینا اور بدی سے روکنا، دوسرا اپنے اختیار تشریعی سے نص قرآنی کے ظاہر حکم سے مستثنیٰ کرتے ہوئے بعض چیزوں کو حلال اور بعض کو حرام قرار دینا۔

قرآن وسنت کے احکام حلّت وحرمت کے حوالے سے حتمی ہیں، اب قیامت تک نہ کسی حلال کو حرام قرار دینے کا کسی کو اختیار ہے اور نہ ہی حرام کو حلال قرار دینے کا،

.... رقم: ۳۲۱۸

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب اللّباس، باب ما یرخص للرجال من الحریر للحکة، ۵: ۲۱۹۶، رقم: ۵۵۰۱

جسے حرام قرار دے دیا گیا وہ قیامت تک کے لیے حرام ہے اور جسے حلال قرار دے دیا گیا وہ قیامت تک حلال ہے۔ حلّت و حرمت کے باب میں اب کسی نئی شریعت کی ضرورت نہیں۔ اب ضرورت اس امر کی ہے کہ نیکی کا حکم دیا جائے اور بدی سے روکا جائے۔ امر و نہی جو اللہ کے نبی کا منصب تھا وہ اب آپ ﷺ کی امت کو منتقل کر دیا گیا ہے۔ امت مصطفوی ﷺ کا من حیث الکل منصب یہ قرار پایا کہ اپنے نبی کے اتباع میں نیکی کا حکم دے اور بدی سے روکے اور قرآن کی رو سے یہ منصب امت ہی کا قرار پایا جس کو سرانجام دینے کے لیے پھر کسی نبی کے آنے کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی۔

۳۴۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے چہارگانہ فرائض سے ختمِ نبوت پر اِستدلال

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلاً مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَ الْحِكْمَةَ.(۱)

”بیشک اللہ نے مسلمانوں پر بڑا احسان فرمایا کہ ان میں انہی میں سے (عظمت والا) رسول (ﷺ) بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔“

اس آیت کریمہ میں کارِ نبوت کی انجام دہی کے لیے حضور نبی اکرم ﷺ کے درج ذیل چار فرائض مذکور ہیں:

۱۔ تلاوتِ آیات
۲۔ تزکیۂ نفوس

(۱) آل عمران، ۳: ۱۶۴

۳۔ تعلیمِ کتاب
۴۔ تعلیمِ حکمت

حضور نبی اکرم ﷺ کے وصال کے بعد یہ چاروں اجزائے نبوت آپ ﷺ کی امت کو منتقل کر دیئے گئے ہیں۔ اس کی تفصیل اس طرح ہے:

(۱) تلاوت آیات

قرآن مجید کی تلاوت کرنا اور قرآن کو محفوظ رکھنا، یہ حضور ﷺ کی امت کے خوش نصیب افراد حفاظ وقراء کے سپرد کر دیا گیا، اب قرآن کی تلاوت اس کے حفظ اور اس کی تلاوت کے لیے کسی نبی کے آنے کی ضرورت نہیں کیونکہ امت کو حفاظ وقراء وافر تعداد میں عطا کر دیئے گئے ہیں جبکہ گزشتہ امتوں میں ایسا کوئی اہتمام نہ تھا۔ آقائے دو جہاں ﷺ کی امت کے نونہال سات سال کے بچے بھی حافظ قرآن بن جاتے ہیں، پوری کائنات میں کسی مقدس کتاب کو یہ اعزاز حاصل نہیں کہ سات سال کا بچہ، اس کا فصیح اللسان/ البیان حافظ ہو جائے، یہ ختم نبوت کا فیض امت کو علی الدوام حاصل ہو رہا ہے۔

(۲) تزکیۂ نفوس

اس پیغمبرانہ منصب کو عملاً سرانجام دینے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اولیاء وصوفیاء پیدا فرما دیئے جن کی صحبت کے فیض سے خلقِ خدا کے دلوں کے زنگ اترتے ہیں، ان کی نگاہِ فیضِ اثر سے نفوس کے تزکیئے ہوتے ہیں، اللہ یاد آتا ہے اور فسق و فجور کی آلائشیں ختم ہوتی ہیں، یہ صوفیاء تزکیہ نفوس کا علم بلند کیے رہتے ہیں۔ تزکیہ و تربیتِ روحانی، تزئین اخلاق اور تہذیبِ نفس، یہ سب کچھ صوفیاء کی تربیت گاہوں سے ملتا ہے۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کے آستانہ عالیہ پر کفارِ ہند کفر و شرک کا زنگ لے کر آتے اور ایمان کے نور سے منور ہوکر جاتے ہیں۔ اہلِ کفر کو کسی تقریر، کسی کتاب اور تصنیف کی ضرورت نہ پڑتی، فقط صحبت سے دلوں کا زنگ دھل جاتا۔ سیدنا غوث الاعظم شیخ عبدالقادر

جیلانیؒ شہنشاہِ ولایت کی مجلس وعظ میں ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں لوگوں کے احوال بدل جاتے۔ چور چوری کے ارادے سے آتا تو اس بارگاہ سے شانِ قطبیت لے کر جاتا، ان اولیاء اللہ کی مجلس سے ایمان، عمل صالح اور تقویٰ نصیب ہوتا ہے، طہارت نصیب ہوتی ہے حتی کہ ولایت ارزانی ہوتی ہے۔ قیامت تک تزکیہ وتصفیہ نفوس وقلوب سے متعلق کارِ نبوت اللہ نے حضور نبی اکرم ﷺ کی امت کے اولیاء اور صوفیاء کو عطا کر دیا ہے اور یہ چشمہ ہائے فیض آج تک رواں دواں ہیں ہماری آنکھوں کو ان کی پہچان نہ ہو تو یہ علیحدہ بات ہے لیکن امر واقعہ ہے کہ وہ خطہ زمین کے ہر گوشے میں آج بھی روحانی طور پر موجود ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی رحمت کی مختلف شکلیں ہیں جو کہیں حضرت داتا گنج بخشؒ کے نام سے اور کہیں بابا فرید گنج شکرؒ کے نام سے آج بھی اپنا فیض تقسیم کر رہی ہیں۔ یہ وہ مراکز ہیں جہاں سے تزکیۂ نفس کا مصطفوی فیض مل رہا ہے، یہ سارے چشمے بھی ختم نبوت کا صدقہ ہیں۔

(۳) تعلیمِ کتاب

کتابِ الٰہی کی تعلیم کا کام اللہ نے حضور ﷺ کی امت کے علماء، ائمہ اور مجتہدین کو سپرد کر دیا، جو علوم القرآن اور علوم الحدیث کے ماہر اور معارف دین پر گہری نظر رکھنے والے ہیں، انہوں نے شریعت کے علوم وفنون کے اسرار و معارف کو چار دانگ عالم تک پھیلایا۔

ایسے علماء حق آج بھی موجود ہیں اور قیامت تک موجود رہیں گے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے انہیں **إِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاء** (بے شک علماء انبیاء کے وارث ہیں) کے خطاب سے نوازا۔ اس طرح وہ فیض نبوت جو تعلیمِ کتاب سے متعلق ہے، بطریق علماء و مجتہدین قرن اول سے تاامروز قائم و دائم ہے اور قائم و دائم رہے گا۔ ختم نبوت کی برکت سے یہ نہ کبھی منقطع ہوا ہے اور نہ ہوگا۔

(۴) تعلیمِ حکمت

یہ منصب اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم ﷺ کی امت کے مجدّدین اور حکماء و مجتہدین کو عطا کیا۔ یہ فیضانِ ختم نبوت ہے جو حضور ﷺ کی امت کے ان صاحبانِ حکمت کو ملا جو اصلاً امت کی اصلاح اور دینِ اسلام کی تجدید واحیاء کا علم بلند کیے ہوئے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ اللهَ عزوجل يَبْعَثُ لِهٰذِهِ الْأُمَّةِ عَلٰى رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُجَدِّدُ لَهَا دِيْنَهَا.(۱)

’’اللہ تعالیٰ اس امت کے لیے ہر صدی کے آخر میں ایک شخص بھیجتا رہے گا جو اس کے دین کی تجدید و احیاء کا کام کرتا رہے گا۔‘‘

گزشتہ ادوار میں وہ کام جو بنی اسرائیل کے بڑے جلیل القدر انبیاء کرتے تھے، اب ہر صدی کے فاصلے پر یہی کام حضور ﷺ کی امت کے مجددین کے سپرد کیا گیا ہے جب یہ سارے کارہائے نبوت اور ان کے فیوضات موج بہ موج جاری و ساری اور رواں دواں ہیں تو اس کا معنی یہ ہوا کہ نبوتِ محمدی ﷺ کا ظاہری اور باطنی فیض، سایہ رحمت اور دست شفقت کی صورت میں امت کے ان افراد کے سر پر رہتا ہے جو سچے دل سے آپ ﷺ کے دامن سے وابستہ ہو جاتے ہیں اور طالبانِ نورِ ایمان و ہدایت ان کی وساطت سے آج بھی پیکرِ نبوت سے فیض گیر ہیں اور اس کے سرمدی اجالے سے اپنے دلوں کے اندھیرے دور کرتے اور رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔ وہ ہر قدم حضور نبی اکرم ﷺ کے لطف و رحمت کا فیض اٹھاتے ہیں۔ جب فیضانِ نبوت کا سلسلہ اس طرح جاری و ساری

---

(۱) ۱۔ ابوداؤد، السنن، كتاب الفتن والملاحم، باب ما يذكر في قرن المائة، ۴: ۱۰۹، رقم: ۴۲۹۱

۲۔ حاكم، المستدرك، ۴: ۵۶۸

۳۔ طبراني المعجم الأوسط، ۶: ۳۲۴، رقم: ۶۵۲۷

ہے تو پھر کسی اور نبوت کا تصور کیوں کیا جائے؟

۳۵۔ بعثتِ نبوی ﷺ اور مقاصدِ نبوت کی تکمیل سے اِستدلال

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ○(۱)

''تو کیا رسولوں کے ذمہ (اللہ کے پیغام اور احکام) واضح طور پر پہنچا دینے کے علاوہ بھی کچھ ہے؟''

اس آیۂ کریمہ میں پیکرانِ رسالت کے بھیجے جانے کا مقصد بیان کیا گیا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی بعثت سے پہلے جتنے انبیاء علیھم السلام تشریف لائے ان کا مقصدِ وحید پیغامِ حق لوگوں تک پہنچانا تھا جبکہ ہمارے آقا و مولا حضور نبی رحمت ﷺ کے سپرد صرف ابلاغِ مبین نہیں بلکہ ان مقاصدِ خمسہ کی تکمیل بھی ہے جو آپ ﷺ کو عطا کیے گئے۔ نبوت محمدی ﷺ کے ان پانچ مقاصد کی تفصیل اس طرح ہے:

(۱) شرائع ماقبل کی تنسیخ

حضور نبی اکرم ﷺ کی بعثت مبارکہ سے سابقہ انبیاء کی شریعتیں منسوخ کر دی گئیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○(۲)

''ہم جب کوئی آیت منسوخ کر دیتے ہیں یا اسے فراموش کرا دیتے ہیں (تو بہرصورت) اس سے بہتر یا ویسی ہی (کوئی اور آیت) لے آتے ہیں، کیا تم

(۱) النحل، ۱۶: ۳۵

(۲) البقرة، ۲: ۱۰۶

نہیں جانتے کہ اﷲ ہر چیز پر (کامل) قدرت رکھتا ہےo‘‘

اس آیت کریمہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کے مقاصد بعثت میں سے ایک تنسیخِ شریعت بھی ہے، آپ ﷺ سابقہ شرائع کو منسوخ کر کے تکمیلِ دین کے لیے ان سے بہتر شرع لائے ہیں۔

(۲) تکمیلِ اَحکامِ شریعت

حضور نبی اکرم ﷺ وہ مکمل دین لے کر آئے جس میں ہر دور کے تقاضوں کو پورا کرنے کی ضمانت فراہم کی گئی، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَلۡيَوۡمَ اَكۡمَلۡتُ لَكُمۡ دِيۡنَكُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ نِعۡمَتِىۡ.[۱]

’’آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اورتم پر اپنی نعمت پوری کر دی۔‘‘

معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی بعثت مبارکہ سے دین مکمل ہو گیا اور اکمالِ دین کا مقصد جو آپ ﷺ کی بعثت کے مقاصد میں سے ایک تھا پورا ہو چکا ہے۔

(۳) تخفیفِ اَحکامِ شریعت

حضور نبی اکرم ﷺ نے دیگر فرائض نبوت کے ساتھ سابقہ امتوں کی شرائع میں موجود بعض چیزوں کی تخفیف کا فریضہ بھی سرانجام دیا ہے تاکہ امت کے راستے کی مشکلات دور ہوں اور لوگوں کے لیے آسانی پیدا کی جائے جس سے دین واضح ہو جائے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلَّذِيۡنَ يَتَّبِعُوۡنَ الرَّسُوۡلَ النَّبِىَّ الۡاُمِّىَّ الَّذِىۡ يَجِدُوۡنَهٗ مَكۡتُوۡبًا عِنۡدَهُمۡ فِى التَّوۡرٰىةِ وَالۡاِنۡجِيۡلِ يَاۡمُرُهُمۡ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَيَنۡهٰهُمۡ عَنِ الۡمُنۡكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيۡهِمُ الۡخَبٰٓئِثَ وَ يَضَعُ عَنۡهُمۡ اِصۡرَهُمۡ وَالۡاَغۡلٰلَ

---

(۱) المائدة، ۵: ۳

الَّتِیۡ کَانَتۡ عَلَیۡھِمۡ.[۱]

''(یہ وہ لوگ ہیں) جو اس رسول (ﷺ) کی پیروی کرتے ہیں جو امی (لقب) نبی ہیں (یعنی دنیا میں کسی شخص سے پڑھے بغیر منجانب اللہ لوگوں کو اخبارِ غیب اور معاش و معاد کے علوم و معارف بتاتے ہیں) جن (کے اوصاف و کمالات) کو وہ لوگ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، جو انہیں اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے منع فرماتے ہیں اور ان کے لیے پاکیزہ چیزوں کو حلال کرتے ہیں اور ان پر پلید چیزوں کو حرام کرتے ہیں اور ان سے ان کے بارِگراں اور طوقِ (قیود) جو ان پر (نافرمانیوں کے باعث مسلّط) تھے۔''

مذکورہ آیت کریمہ میں بنیادی طور پر حضور نبی اکرم ﷺ کے مقاصدِ بعثت میں پاک چیزوں کو حلال، ناپاک کو حرام کرنا اور لوگوں سے وہ بوجھ ہٹا دینا ہے جو سابقہ امتوں کی بداعمالیوں کی وجہ سے ان پر سزا کے طور پر ڈال دیئے گئے تھے۔ یہ سب امت کی آسانی کے لیے ہوا اور یہی شریعت میں تخفیف ہے۔

(۴) تبلیغِ اَحکامِ شریعت

شریعتِ مطہرہ کی تبلیغ کے فریضہ کی بجاآوری کے لیے آپ ﷺ کو مامور فرمایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یٰٓاَیُّھَا الرَّسُوۡلُ بَلِّغۡ مَآ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ مِنۡ رَّبِّکَ.[۲]

''اے (برگزیدہ) رسول! جو کچھ آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے (وہ سارا لوگوں کو) پہنچا دیجئے۔''

---

(۱) الاعراف، ۷:۱۵۷

(۲) المائدہ، ۵:۶۷

تبلیغ شریعت اشاعتِ دین کا ایک اہم فریضہ ہے، جس کو ہمیشہ جاری رکھنے کی ذمہ داری حضور نبی اکرم ﷺ نے امت کے سپرد کر دی۔ اگرچہ رسول اللہ ﷺ نے سابقہ انبیاء کرام کی طرح اپنے فرائضِ رسالت کی ادائیگی میں مکمل طور پر تبلیغ کا فریضہ انجام دیا مگر سابقہ انبیاء میں ہر نبی کے بعد یہ کام دوسرے نبی کے سپرد ہوتا تھا، اب چونکہ حضور نبی اکرم ﷺ کے بعد کسی اور نبی کی آمد کا سلسلہ قیامت تک بند ہو گیا ہے لہٰذا یہ فریضۂ نبوت امت کے سپرد کر دیا گیا۔

(۵) تنفیذِ اَحکامِ شریعت

احکامِ شریعت کو بتمام وکمال نافذ کرنے کا فریضہ بھی حضور ﷺ کے فرائض منصبی میں شامل ہے جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ وَلَوْ کَرِهَ الْمُشْرِکُوْنَo[1]

''وہی (اللہ) ہے جس نے اپنے رسول (ﷺ) کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اس (رسول ﷺ) کو ہر دین (والے) پر غالب کر دے اگرچہ مشرکین کو برا لگےo''

اس آیت کریمہ میں عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ سے یہ مقصود ہے کہ دین محمدی ﷺ کو قیامت تک سب ادیانِ عالم پر غالب کر دیا جائے۔ یہ فریضہ بھی حضور ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی امت کو سرانجام دینا ہے اور جس کے لیے کسی نئے نبی کی ضرورت نہیں۔

خلاصۂ بحث

حضور نبی اکرم ﷺ کے مقاصدِ بعثت کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے وہ

(۱) التوبہ، ۹: ۳۳

سارے کام سرانجام دیئے جو یکے بعد دیگرے انبیاء کرام علیھم السّلام اپنے فریضہ نبوت کی بجاآوری کے لیے انجام دیتے رہے۔ جس سے دین کا کام بہمہ وجوہ مکمل ہو گیا حضور ﷺ کی نافذ کردہ شریعت نے دین پر عمل پیرا ہونا ہر فردِ امت کے لیے آسان کر دیا اور کوئی کام ایسا نہ رہا جس کی تکمیل احکامِ شریعت کی تعمیل کے لیے ضروری ہو۔ اس طرح فریضہ تبلیغ کا جو کام حضور نبی اکرم ﷺ کے ذمہ تھا اس کو آپ ﷺ نے مکمل کیا اور بعد میں اسے مداومت کے ساتھ جاری رکھنے کا ذمہ امت کے سپرد کر دیا چنانچہ سورۃ الحج میں ارشاد ربانی ہے:

اَلَّذِیۡنَ اِنۡ مَّکَّنّٰہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَ اَمَرُوۡا بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَ نَہَوۡا عَنِ الۡمُنۡکَرِ.(۱)

”(یہ اہلِ حق) وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم انہیں زمین میں اقتدار دے دیں (تو) وہ نماز (کا نظام) قائم کریں اور زکوٰۃ کی ادائیگی (کا انتظام) کریں اور (پورے معاشرے میں نیکی اور) بھلائی کا حکم کریں اور (لوگوں کو) برائی سے روک دیں۔“

حضور نبی اکرم ﷺ کے بعد چونکہ نبوت کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند ہو چکا ہے اس لیے حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے بعد فرائض نبوت بتمام و کمال سرانجام دینے کے لیے وہ امور جن کو غیر نبی امتی انجام دے سکتے تھے انہیں سونپ دیے اور انہیں حکم دیا کہ وہ انہیں مداومت کے ساتھ جاری رکھیں تاکہ دین اسلام تمام ادیان باطلہ پر غالب ہو جائے۔ اس مقصد کے لیے تبلیغ و تنفیذ شریعت اور دیگر دینی امور کی ذمہ داری امت کے صحیح الفہم اور صائب الرائے افراد کے سپرد کر دی گئی چونکہ بعثت نبوی کے مقاصد پورے اور مکمل ہو چکے ہیں اس لیے حضور نبی اکرم ﷺ کے بعد اب قیامت تک کسی نئے نبی کی مطلقاً ضرورت نہ رہی۔

(۱) الحج، ۲۲: ۴۱

۳۶۔ صرف حضور ﷺ ہی کی نبوت و رِسالت پر ایمان لانے کا حکم

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِیْٓ اَنْزَلْنَاط وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌo[1]

’’پس تم اللہ اور اُس کے رسول (ﷺ) پر اور اُس نور پر ایمان لاؤ جسے ہم نے نازل فرمایا ہے، اور اللہ اُن کاموں سے خوب آگاہ ہے جو تم کرتے ہوo‘‘

اس آیت کریمہ میں رَسُوْلِهٖ سے حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات مراد ہے۔ اللہ رب العزت نے اپنی الوہیت کے بعد آپ ﷺ ہی کی نبوت و رسالت پر ایمان لانے کا حکم دیا ہے۔ یہ حکم قیامت تک آنے والے ہر ہر انسان کے لیے ہے۔ کوئی زمانہ اور کوئی فردِ بشر اس سے مستثنیٰ نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا آپ ﷺ کے بعد کسی نئے نبی پر ایمان لانے کا حکم نہ دینا اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ آپ آخری نبی ہیں۔

۳۷۔ حضور ﷺ ہی کی نبوت و رسالت پر ایمان لانے والے مومن ہیں

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ.[2]

’’ایمان والے تو وہی لوگ ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول (ﷺ) پر ایمان لے آئے ہیں۔‘‘

---

(۱) التغابن، ۶۴: ۸

(۲) النور، ۲۴: ۶۲

اس آیت کریمہ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے بعد سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے والوں کو مومن کہا گیا ہے۔ قیامت تک وہی شخص مومن ہوگا جو ایمان باللہ کے بعد حضور نبی اکرم ﷺ کی نبوت و رسالت پر ایمان لائے گا۔

۳۸۔ صرف حضور نبی اکرم ﷺ پر ایمان لانے اور آپ ﷺ کی تعظیم و توقیر بجا لانے میں ہی کامیابی کی ضمانت ہے

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓـئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَo[1]

’’پس جو لوگ اس (برگزیدہ رسول ﷺ) پر ایمان لائیں گے اور ان کی تعظیم و توقیر کریں گے اور ان (کے دین) کی مدد و نصرت کریں گے اور اس نور (قرآن) کی پیروی کریں گے جو ان کے ساتھ اتارا گیا ہے، وہی لوگ ہی فلاح پانے والے ہیںo‘‘

اس آیتِ کریمہ میں تعلق بالرّسول ﷺ کی درج ذیل چار بنیادیں اور ان کی قرآنی ترتیب ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ ایمان بالرسول ﷺ
۲۔ تعظیمِ رسول ﷺ
۳۔ نصرتِ رسول ﷺ
۴۔ اتباعِ رسول ﷺ

تعلق کی پہلی دو جہتوں (ایمان اور تعظیم) میں مرکز و محور حضور ﷺ کی ذاتِ گرامی ہے جبکہ تعلق کی نوعیت ذاتی، حبیّ اور ادبی ہے، جبکہ دوسری دو جہتوں (نصرت و

(۱) الأعراف، ۷: ۱۵۷

اتباع) میں مرکز ومحور حضور ﷺ کا دین اور آپ ﷺ کی تعلیمات ہیں اور تعلق کی نوعیت تعلیماتی، عملی اور اتباعی ہے۔ قرآن مجید نے چار جہات تعلق کو ایک خاص ترتیب سے بیان کرکے یہ واضح فرما دیا ہے کہ اسلام میں اوّلاً حضور ﷺ کی ذاتِ گرامی سے محبت وادب اور اعتماد و اعتقاد کا تعلق استوار ہوتا ہے اور بعد میں نتیجتاً آپ ﷺ کے دین اور تعلیمات سے عمل و اطاعت اور اتباع و نصرت کا تعلق پیدا ہوتا ہے۔ اس آیت کریمہ میں واضح طور پر بتا دیا گیا ہے کہ جو لوگ آپ ﷺ کے ساتھ ان چار جہات سے تعلق کو مضبوط کر لیں گے فلاحِ دارین انہی کا مقدر بنے گی۔ یہ تعلق حضور نبی اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کی امت کے درمیان قیامت تک قائم ہے، کسی ایک لمحہ کے لیے بھی منقطع نہیں ہوسکتا۔ آیت کریمہ میں آپ ﷺ کے بعد کسی شخص کے لیے اس قسم کے تعلق کا حکم نہیں دیا گیا اور نہ ہی آپ ﷺ کے بعد کسی شخص کے ساتھ اس چہار جہتی تعلق استوار کرنے پر کامیابی کی ضمانت دی گئی ہے۔ یہ اس بات کا واضح اعلان ہے کہ آپ ﷺ سلسلۂ نبوت کے خاتم ہیں، ایمان بالرسول، تعظیم رسول، نصرت رسول اور اتباع رسول کی تمام حدیں اور تمام تقاضے آپ ﷺ کی ذات پر ختم ہو چکے۔ لہٰذا آپ کے بعد جو کوئی بھی اپنے لیے ان تقاضوں کو ثابت کرنے کی کوشش کرے وہ کذّاب ہوگا۔

۳۹۔ حضور ﷺ پر ایمان لانا ہی رحمت و بخششِ خداوندی کا ذریعہ ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ط وَاللهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ○[۱]

’’اے ایمان والو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور اُس کے رسولِ (مکرّم ﷺ) پر ایمان لے آؤ وہ تمہیں اپنی رحمت کے دو حصّے عطا فرمائے گا اور تمہارے لیے

(۱) الحدید، ۲۸:۵۷

نور پیدا فرما دے گا جس میں تم (دنیا اور آخرت میں) چلا کرو گے اور تمہاری مغفرت فرما دے گا، اور اللہ بہت بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہےo‘‘

اس آیت کریمہ میں رحمت و بخششِ خداوندی کا وعدہ صرف حضور نبی اکرم ﷺ پر ایمان لانے پر کیا گیا ہے۔ آپ ﷺ کے بعد کسی شخص پر ایمان لانے پر رحمت و بخشش کا وعدہ نہیں گیا گیا کیونکہ آپ ﷺ پر انبیاء کی آمد کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے، آپ ﷺ کے بعد کسی نئے نبی کی آمد کا سرے سے امکان ہی نہیں۔ اگر کوئی رحمت و بخشش خداوندی کا طلبگار ہے تو اسے صرف نبوت و رسالت محمدی ﷺ پر ایمان لانا ہوگا۔

۴۰۔ حضور ﷺ پر ایمان لانا ہی عذاب آخرت سے نجات کا ذریعہ ہے

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍo تُؤْمِنُوْنَ بِاللهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَo(۱)

’’اے ایمان والو! کیا میں تمہیں ایک ایسی تجارت بتادوں جو تم کو دردناک عذاب سے بچالے؟o (وہ یہ ہے کہ) تم اللہ پر اور اُس کے رسول (ﷺ) پر (کامل) ایمان رکھو اور اللہ کی راہ میں اپنے مال و جان سے جہاد کرو، یہی تمہارے حق میں بہتر ہے اگر تم جانتے ہوo‘‘

اس آیت کریمہ میں فرمایا گیا ہے کہ ایمان باللہ کے بعد صرف حضور نبی اکرم ﷺ پر ایمان رکھنا ہی اخروی عذاب سے بچنے کے لیے کافی ہے۔ اگر امت میں آپ ﷺ کے بعد کسی نبی کی آمد متوقع ہوتی تو ضرور بالضرور اس پر ایمان لانے کو بھی اخروی عذاب

(۱) الصف، ۶۱: ۱۰، ۱۱

سے نجات کا لازمہ قرار دیا جاتا۔ چونکہ حضور نبی اکرم ﷺ کے بعد کسی نئے نبی کی آمد متوقع نہیں اس لیے اخروی عذاب سے چھٹکارے کے لیے فقط آپ ﷺ پر ایمان ہی کو کافی قرار دیا گیا۔

۴۱۔ حضور نبی اکرم ﷺ پر ایمان لانے والوں کے لیے ہی بہت بڑے اجر کا وعدہ ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ○[1]

’’اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) پر ایمان لاؤ اور اس (مال و دولت) میں سے خرچ کرو جس میں اس نے تمہیں اپنا نائب (و امین) بنایا ہے، پس تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے خرچ کیا اُن کے لیے بہت بڑا اَجر ہے○‘‘

اس آیت کریمہ میں بھی ایمان باللہ کے بعد صرف حضور نبی اکرم ﷺ پر ایمان لانے کو اجرِ کبیر کے حصول کا ذریعہ قرار دیا گیا۔ اگر حضور نبی اکرم ﷺ کے بعد کسی نبی کا آنا مقدر ہوتا تو اس پر ایمان لانے کو بھی حصول اجر کا ذریعہ قرار دیا جاتا۔

۴۲۔ حضور ﷺ پر نازل کی گئی کتاب پر ایمان لانے سے گناہوں کا خاتمہ

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ

(۱) الحدید، ۵۷: ۷

الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ○[1]

’’اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اور اس (کتاب) پر ایمان لائے جو محمد (ﷺ) پر نازل کی گئی ہے اور وہی ان کے رب کی جانب سے حق ہے اللہ نے ان کے گناہ ان (کے نامۂ اعمال) سے مٹا دیے اور ان کا حال سنوار دیا○‘‘

اس آیت کریمہ میں صرف ان لوگوں کے گناہ مٹائے جانے کا وعدہ خداوندی ہے جو اس کتاب پر ایمان لائے جو حضور نبی اکرم ﷺ پر نازل کی گئی۔ اگر حضور نبی اکرم ﷺ کے بعد بھی کسی کو نبی بنا کر بھیجنا ہوتا اور اس پر کوئی کتاب وغیرہ نازل کرنا ہوتی تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس پر ایمان لانے والے کے لیے بھی گناہ مٹانے کا وعدہ فرماتا چونکہ حضور نبی اکرم ﷺ کے بعد کسی نئے نبی کی آمد خالی از امکان تھی اس لیے یہاں اس کا ذکر کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ اس آیت کریمہ میں ایمان کو بِمَا نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ کے ساتھ خاص کر دیا گیا ہے، لہٰذا قیامت تک اہلِ ایمان صرف وہی ہوں گے جو اس کتاب پر ایمان لائیں گے جو حضور نبی اکرم ﷺ پر نازل کردہ کتاب یعنی قرآن حکیم پر ایمان لائیں گے۔ اس کتاب حکیم کے بعد کسی شخص پر نزولِ کتاب کا دعویٰ باطل ہوگا اور اس پر ایمان لانے والا کافر ہوگا۔

۴۳۔ قیامت تک مطاعِ مطلق صرف حضور نبی اکرم ﷺ ہیں

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ

(۱) محمد، ۴۷: ۲

بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ط ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا○[۱]

''اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطاعت کرو اوراپنے میں سے (اہلِ حق) صاحبانِ اَمر کی، پھر اگر کسی مسئلہ میں تم باہم اختلاف کروتو اسے (حتمی فیصلہ کے لیے) اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف لوٹا دو اگر تم اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو، (تو) یہی (تمہارے حق میں) بہتر اور انجام کے لحاظ سے بہت اچھا ہے○''

۴۴۔ اہل ایمان کو اطاعتِ الٰہی اور اطاعتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ.[۲]

''اے ایمان والو! تم اللہ کی اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطاعت کرو۔''

۴۵۔ اطاعتِ الٰہی کی طرح اطاعتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم بھی دائمی ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ.[۳]

''اور اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطاعت کرو۔''

۴۶۔ اطاعتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی اطاعتِ خدا ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

(۱) النساء، ۴: ۵۹

(۲) الانفال، ۸: ۲۰

(۳) الأنفال، ۸: ۴۶

مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰہَ. (۱)

’’جس نے رسول (ﷺ) کا حکم مانا بیشک اس نے اللہ (ہی) کا حکم مانا۔‘‘

مذکورہ بالا آیات کریمہ واضح طور پر بتا رہی ہیں کہ مطاع مطلق اللہ اور رسول ﷺ کی ذات ہے۔ ان دونوں کی اطاعت فی الحقیقت مستقل، دائمی، حتمی، قطعی اور غیر مشروط ہے اس لیے فرمایا اللہ کی اطاعت کرو اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور اس کے بعد جو صاحبان امر ہیں ان کی اطاعت کی جائے۔

آیت میں لفظ **یُطِع** مضارع کا صیغہ ہے۔ عربی زبان میں تینوں زمانوں کے لیے دو صیغے استعمال کیے جاتے ہیں۔ ایک ماضی اور دوسرا حال اور مستقبل کے لیے۔ ماضی وہ زمانہ ہوتا ہے جو بیت گیا اور حال وہ زمانہ ہوتا ہے جو کبھی گزرتا نہیں یعنی ایسا وقت جو ہر گھڑی قائم رہتا ہے اور کبھی ختم نہیں ہوتا۔ مستقبل کا معنی ہے آئندہ آنے والا۔ ہم آئندہ کل کو مستقبل کہتے ہیں اور جب اس میں داخل ہوتے ہیں تو اس سے اگلا کل ہمارے لیے مستقبل ہو جاتا ہے، لہٰذا جس طرح زمانہ حال کبھی ختم نہیں ہوتا اسی طرح زمانہ مستقبل بھی کبھی ختم نہیں ہوتا یعنی ان دونوں زمانوں میں دوام کارفرما ہے۔ اس آیت کریمہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کی اطاعت کے لیے مضارع کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے جس میں دوام اور ہمیشگی کا معنی پایا جاتا ہے کیونکہ فعل مضارع بیک وقت حال اور مستقبل یعنی دونوں زمانوں پر دلالت کرتا ہے۔ چنانچہ لفظ ’یطیع‘ کا معنی ومفہوم یہ ہو گا کہ جو کوئی اس رسول ﷺ کی اطاعت کرتا ہے یا کرے گا اس کی کوئی حد نہیں کہ کب تک کرے گا بلکہ عموم کا مفہوم اس پر دلالت کرتا ہے کہ جب تک کسی نہ کسی شکل میں نبی کی اطاعت کرنے والے موجود ہوں گے تب تک نبی ﷺ کی نبوت و رسالت دائماً قائم رہے گی۔

دوسری بات یہ ہے کہ چونکہ لفظ یطیع فعل مضارع میں دوام اور ہمیشگی کا معنی پایا جاتا ہے، اس لیے اطاعت رسول ﷺ کا حکم بھی دوام اور ہمیشگی کا معنی لیے ہوئے ہے یعنی

---

(۱) النساء، ۴: ۸۰

رسول اللہ ﷺ کی اطاعت ہر زمانہ میں بلافصل ہوگی۔ جس طرح رسالت محمدی ﷺ کا آفتاب دورِ صحابہ میں پوری آب و تاب سے چمکتا تھا اسی طرح آج بھی چمک رہا ہے اور اسی طرح قیامت تک چمکتا رہے گا۔ چنانچہ قیامت تک ہر طالب ہدایت آفتاب رسالت ِ محمدی ﷺ سے ضوگیر رہے گا، جس کے ہوتے ہوئے کسی اور نبی کا تصور کرنا معاذ اللہ آپ ﷺ کی رسالت و نبوت کا انکار ہے جو صریحاً کفر ہے۔

لفظ الرّسول کا مفہوم

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ میں لفظ رسول پر ال لگا کر اسے معرّف باللام بنایا گیا ہے۔ عربی زبان میں کوئی لفظ معرّف باللام ہو کر معرفہ بن جاتا ہے۔ چنانچہ یہاں الرّسول سے عام رسول نہیں بلکہ خاص رسول مراد ہے اور وہ حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات گرامی ہی ہے۔ اب قیامت تک صرف آپ ﷺ کی ذات مطاعِ مطلق ہے۔

اِطاعتِ خدا کے لیے اطاعتِ رسول ﷺ کی ناگزیریت

حضور نبی اکرم ﷺ کے لیے مذکورہ آیت کریمہ میں يُطِعِ مضارع کا صیغہ استعمال ہوا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے لیے اَطَاعَ ماضی کا صیغہ استعمال کیا ہے۔ اب قاعدہ یہ ہے کہ صیغہ ماضی تاکید کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور اس میں یقین کا معنی بھی پایا جاتا ہے۔ ایک تمثیل سے اس کی وضاحت یوں ہے کہ ایک آدمی اپنے دو دوستوں سے کہے کہ وہ فلاں کام سے لاہور چلے جائیں۔ ان کی طرف سے جواب نہ آنے پر وہ یوں کہے کہ آپ نے میری بات نہیں مانی۔ ایک دوست جواب میں کہے کہ اچھا میں آپ کی بات مانتا ہوں جبکہ دوسرا کہے کہ میں نے آپ کی بات مان لی۔ جواب دونوں کا ایک ہے۔ مگر پہلا جواب مضارع میں ہے جبکہ دوسرا ماضی میں، اس دوسرے جواب میں زیادہ تاکید بھی ہے اور یقین بھی۔ علیٰ ھذا القیاس اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرّم سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کی اطاعت کی عظمت کو بلند کرنے کے لیے فرمایا کہ جو بھی اس رسول کی اطاعت

کرتا ہے یا کرے گا اس نے میری اطاعت کی۔ یہ نہیں فرمایا کہ وہ اللہ کی اطاعت کرتا ہے بلکہ اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ اب اگر اللہ تعالیٰ کی اطاعت براہ راست کی جائے گی تو اس میں شک ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہوئی یا نہ ہوئی، لیکن جب رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور غلامی کا قلادہ کسی بندۂ مومن نے اپنے گلے میں ڈال لینے کے بعد یہ عہد کرلیا کہ وہ حال و مستقبل میں اسے کبھی گلے سے نہیں اتارے گا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی اطاعت و غلامی کو قبول کرنے کا اعلان فرما دیا کہ جو میرے رسول ﷺ کی اطاعت و غلامی اختیار کرتا ہے یا اختیار کرے گا وہ میری غلامی و اطاعت میں آ گیا پس اگر تم میرا بندہ بننا چاہتے ہو تو پہلے میرے مصطفیٰ ﷺ کے غلام بنو۔ علامہ اقبالؒ نے اس مفہوم کو بصورتِ شعر یوں بیان کیا ہے:

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے، تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا، لوح و قلم تیرے ہیں

اُولی الامر کی اطاعت مستقل بالذات نہیں

یہاں یہ بات قابل توجہ ہے کہ محولہ بالا آیہ کریمہ میں صاحبان امر کا حکم ماننے اور ان کی اطاعت کرنے کی تعلیم مشروط ہے اور اس کے لیے لفظ اَطِیْعُوا علیحدہ نہیں آیا بلکہ فرمایا: اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ۔ جس کا واضح مقصد یہ ہے کہ حکم دینا حق ہے اور اطاعت کا حق بالذات فقط اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا ہے اور بطور حقدار ہونے کے دونوں مفروض الاطاعت ہیں جبکہ ''اولی الامر'' کا کام فقط اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے حکم کی اطاعت کرانا ہے۔ اس لیے ان کے حکم کو ماننا فی الحقیقت ان کی اطاعت کرنا نہیں بلکہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنا ہے اس لیے فرمایا کہ اگر ان کا تمہارے ساتھ کسی معاملے میں اختلاف ہو جائے تو پھر اس نزاعی مسئلے کے آخری، حتمی اور قطعی فیصلے کے لیے اسے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی طرف لوٹا دو۔

بنظرِ غائر اَطِیْعُوا کے حکم پر غور کرنے سے پتا چلتا ہے کہ آیت کریمہ کا سارا مضمون اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ پاک کے نزدیک اہل ایمان کے لیے فقط دو حکم ماننے کے لائق یعنی مفروض الاطاعت ہیں:

۱۔ حکمِ ذاتِ اُلوہیت

۲۔ حکمِ ذاتِ رِسالت

اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے بعد اگر اُولِی الْاَمْر کی اطاعت کا حکم مستقل بالذات اور ابدی ہوتا تو اس کے لیے اَطِیْعُوا کے لفظ کا اعادہ کیا جاتا لیکن فقط اُولِی الْاَمْر کہہ دینا اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ اُولِی الْاَمْر اگر اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے تابع فرمان ہوں تو امت بھی ان کا حکم مان لے، اگر وہ اللہ اور رسول ﷺ کی راہ سے ہٹ جائیں اور ان کے حکم سے منحرف ہو جائیں تو ان کی اطاعت مسلمانوں پر فرض نہیں، بلکہ ان کا یہ فرض ہے کہ ان کی اطاعت کا قلادہ گلے سے اتار پھینکیں۔

یہ استدلال اس امر پر شاہد عادل ہے کہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے بعد امت مسلمہ کا کوئی حاکم خواہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو امت کا کوئی فرد اصلاً اس سے اختلاف کرنے کا حق رکھتا ہے۔ دورِ صحابہ میں ایسی مثالیں موجود ہیں کہ چھوٹے صحابہ نے بڑے صحابہ سے اختلاف کیا۔ تبع تابعین نے تابعین سے اختلاف کیا، شاگردوں نے ائمہ و اساتذہ سے اختلاف کیا اور مریدوں نے مشائخ سے اختلاف کیا کیونکہ قرآن اپنے ارشاد فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ کے ذریعے یہ اجازت دے چکا ہے کہ کتاب و سنت کے احکام کی تعبیر پر اختلاف کی صورت میں اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کیا جائے۔ مذکورہ آیت میں آگے اسی امر کی توضیح کی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَرُدُّوْهُ اِلَی اللهِ وَالرَّسُوْلِ.(۱)

''تو اسے (حتمی فیصلہ کے لیے) اللہ اور رسول (ﷺ) کی طرف لوٹا دو۔''

(۱) النساء، ۴: ۵۹

آیت کریمہ میں رسول سے مراد حضور نبی اکرم ﷺ ہیں؟

آیتِ کریمہ میں مذکور رسول سے مراد حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات ستودہ صفات ہے، قرآن مجید نے واضح اور غیر مبہم انداز سے حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات گرامی کو اپنے تمام نزاعات کے حل کے لیے آخری سند، حَکَم اور مرجع قرار دیا۔ اگر رسول اکرم ﷺ کے بعد کوئی اور نبی یا رسول مبعوث ہونا ہوتا تو اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں مطلقاً اختلاف رونما ہونے کی صورت میں اپنا نزاعی معاملہ رسول آخر و اعظم ﷺ کی طرف لوٹانے کا حکم دینے کی بجائے اپنے زمانے کے رسول کی طرف لوٹانے کی تلقین کرتا مگر ارشادِ ربانی کا منشاء یہی ہے کہ اے امت مسلمہ تم جس زمانے میں بھی ہو، جب بھی اختلاف پیدا ہو جائے تمہیں اپنا نزاعی معاملہ نپٹانے کے لیے فقط بارگاہ مصطفیٰ ﷺ کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔

یہ سوچ کہ صدیاں بیت جانے کے بعد نزاعی معاملات کے حل کے لیے انہیں رسول ﷺ کی بارگاہ کی طرف نہیں بلکہ کسی اور بارگاہ کی طرف لوٹانے کی ضرورت ہے، بے بنیاد اور غارت گر ایمان سوچ ہے اگر ہماری توجہ کا مرکز ومحور ایک لمحہ کے لیے بھی ذات رسالت مآب ﷺ کی بجائے کسی اور کا در بن جائے تو ہمارے ایمان کا خرمن جل کر خاکستر ہو جائے گا اور اخروی زندگی میں سوائے خسارے کے ہمارے ہاتھ کچھ نہیں آئے گا۔ اس لیے اللہ رب العزت نے قیامت تک آنے والے اہلِ ایمان کو ہر مسئلے کے حل کے لیے حضور ﷺ کی طرف رجوع کرنے کا حکم دے کر اس امکان ہی کو سرے سے رد کر دیا۔ اس آیہ کریمہ کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا فیصلہ آ جانے کے بعد کسی مومن مرد اور مومن عورت کو ہرگز یہ حق نہیں پہنچتا کہ پھر اس فیصلہ کے خلاف چیں بہ جبیں ہو اور اپنی عقل، تجربے اور مشاہدے کی بنیاد پر کچھ کہنے کی جسارت بھی کرے بلکہ حق اور ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ اور رسول ﷺ کا حکم آ جانے کے بعد اس کے آگے چوں چرا کرنے کی بجائے اپنی اطاعت کی جبیں بغیر کسی تامل اور پس و پیش کے دہلیز

رسالت پر ختم کر دے اور کوئی دوسری بات منہ سے نہ نکالے۔

یہاں یہ نکتہ قابلِ توجہ ہے کہ شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام کے آگے سجدے کا حکم ماننے سے انکار کیا تھا، اللہ تعالیٰ کی عبادت سے تو نہیں انکار کیا اور نہ ہی اس نے توحید میں شرک کیا تھا، فقط انکار تھا تو مٹی سے بنائے ہوئے آدم علیہ السلام کے پیکر کو سجدہ کرنے سے تھا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ ط اَبٰی وَاسْتَکْبَرَ (۱)

”اور (وہ وقت بھی یاد کریں) جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ آدم (علیہ السلام) کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے، اس نے انکار اور تکبر کیا۔“

...... **فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ قَالَ ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِیْنًا**○ (۲)

”......ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا، اس نے کہا: کیا اسے سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے پیدا کیا ہے؟“

اس حکم عدولی کا سبب اللہ رب العزت نے ابلیس سے پوچھا:

مَا مَنَعَکَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُکَ. (۳)

”(اے ابلیس!) تجھے کس (بات) نے روکا تھا کہ تو نے سجدہ نہ کیا جبکہ میں نے تجھے (سجدہ کرنے کا) حکم دیا تھا۔“

یہاں یہ نکتہ قابل غور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نہ پوچھا کہ ابلیس تم نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیوں نہیں کیا؟ اگر یہ سوال ہوتا تو معاملے کی نوعیت کچھ اور ہو جاتی ابلیس سے

(۱) البقرہ، ۲: ۳۴
(۲) الإسراء، ۱۷: ۶۱
(۳) الأعراف، ۷: ۱۲

صرف یہ پوچھا گیا کہ جب میں نے حکم دیا تو تمہیں سجدہ کرنے سے کس شے نے روکا؟ اس پر ابلیس کے جواب سے اس کی ذہنیت کا پتا چلتا ہے کہ اس نے حکمِ الٰہی کے ہوتے ہوئے اپنے علم، تجربے اور مشاہدے کی بنا پر انکارِ سجدہ کا سبب یہ بتایا:

اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ. (۱)

''میں اس سے بہتر ہوں۔''

ابلیس احساسِ برتری میں مبتلا تھا اس لیے کہنے لگا باری تعالیٰ میں آدم علیہ السلام کو سجدہ کیوں کرتا جبکہ میں اس سے بہتر ہوں۔ شیطان کی طرف سے دی گئی اس پہلی دلیل نے ایمان اور کفر کا فرق واضح کر دیا وہ یہ کہ جہاں ایمان کی بات ہوتی ہے وہاں دلیل نہیں چلتی۔ حکم الٰہی کو نہ ماننے کی دلیلیں انسان کو کفر کی طرف لے جاتی ہیں۔ ایمان یہ ہے کہ عقل وخرد اور مشاہدہ کو تعمیل حکم کی دہلیز پر قربان کر دیا جائے۔ شیطان نے دوسری دلیل دیتے ہوئے کہا:

خَلَقْتَنِىْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ○ (۲)

''استدلال تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو تو نے مٹی سے پیدا ہے○''

شیطان کا استدلال یہ تھا کہ مٹی کا کام نیچے گرنا اور آگ کا کام اُوپر اُٹھنا ہے۔ اس کی نظر میں اُوپر جانے والی شے نیچے گرنے والی شے سے بہتر تھی۔ آدم کی تخلیق مٹی سے اور شیطان کی آگ سے ہوئی اس نے اپنے مشاہدے کی بنا پر آگ کو مٹی سے لطیف اور مٹی کو کثیف شے پایا۔ اس امر کی تصدیق قرآن نے بھی کی کہ ابلیس آگ سے اور آدم مٹی سے بنائے گئے۔ شیطان حلقۂ جنات میں سے تھا اور قرآن نے کئی مقامات پر اس باب میں ارشاد فرمایا:

---

(۱) الاعراف، ۷: ۱۲ (۲) الاعراف، ۷: ۱۲

وَ خَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ○[1]

''اور جنّات کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا○''

جب کہ خاکی نہاد انسان کی تخلیق کے بارے میں فرمایا:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ○[2]

''اور بیشک ہم نے انسان کی (کیمیائی) تخلیق ایسے خشک بجنے والے گارے سے کی جو (پہلے) سِن رسیدہ (اور دھوپ اور دیگر طبیعیاتی اور کیمیائی اثرات کے باعث تغیر پذیر ہوکر) سیاہ بو دار ہو چکا تھا○''

شیطان کا مشاہدہ واقعتاً حقیقت پر مبنی ہونے کی وجہ سے غلط نہ تھا لیکن اس مشاہدے سے اخذ کی جانے والی دلیل غلط تھی۔ اس نے اپنی دلیل کو حکم پر ترجیح دی اور انکاری ہوگیا۔ دوسری طرف فرشتوں کو بھی یہ معلوم تھا کہ ہم نور سے اور آدم علیہ السلام مٹی سے بنائے گئے ہیں۔ وہ بھی دلیل دے سکتے تھے کہ جس طرح آگ مٹی سے بہتر ہے اسی طرح نور آگ سے بہتر ہے۔ یہ بات ان کے مشاہدے میں بھی تھی۔ مشاہدہ ابلیس کا اور ملائکہ کا یکساں تھا لیکن ملائکہ نے دلیل چھوڑ کر حکمِ خدا کے سامنے گردن جھکا دی جبکہ ابلیس نے حکم ماننے پر دلیل کو ترجیح دی اور یوں سردار ملائکہ اپنی دلیل کے ہاتھوں مارا گیا۔

اس ساری بحث کی روشنی میں ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ حکم آ جائے تو دلیل کو ترک کر دیا جائے۔ اس لیے اطاعت کے باب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ اور اُس کا رسول ﷺ حکم صادر کر دیں تو پھر تمہیں اپنی رائے سے کام لینے کا حق نہیں، رائے وہاں چلتی ہے، جہاں خدا اور خدا کے رسول ﷺ خاموش ہوں۔ اس لیے فقہاء اور ائمہ نے یہ اُصول وضع کیا کہ قرآن میں کوئی واضح حکم آجائے تو پھر وہی حکم نافذ ہوگا اگر قرآن میں واضح حکم نہ ملے تو پھر سنت کا حکم واجب الاطاعت ہے، اگر قرآن وسنت دونوں میں حکم نہ

(۱) الرحمن، ۵۵: ۱۵ (۲) الحجر، ۱۵: ۲۶

ملے تو پھر اجتہاد شرعی کی صورت میں رائے کا استعمال ناگزیر ہوتا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا منصب قضا سپرد کرتے وقت تعلیماً ارشاد فرمایا تھا:

كَيْفَ تَقْضِيْ إِذَا عَرَضَ لَكَ قَضَاءٌ قَالَ أَقْضِيْ بِكِتَابِ اللهِ قَالَ فَإِنْ لَمْ تَجِدْ فِي كِتَابِ اللهِ قَالَ فَبِسُنَّةِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ قَالَ فَإِنْ لَمْ تَجِدْ فِي سُنَّةِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ وَلَا فِيْ كِتَابِ اللهِ قَالَ أَجْتَهِدُ رَأْيِي وَلَا آلُوْ فَضَرَبَ رَسُوْلُ اللهِ صَدْرَهُ وَقَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَفَّقَ رَسُوْلَ رَسُوْلِ اللهِ لِمَا يُرْضِيْ رَسُوْلَ اللهِ.[1]

’’اگر تمہارے سامنے کوئی حل طلب مسئلہ پیش ہو تو کس طرح فیصلہ کرو گے؟ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اللہ کی کتاب سے، حضور ﷺ نے فرمایا اگر کتاب اللہ میں نہ ملے تو عرض کیا: رسول اللہ ﷺ کی سنت سے، حضور ﷺ نے فرمایا: اگر تمہیں سنت رسول میں بھی نہ ملے اور کتاب اللہ میں بھی نہ ملے تو؟ عرض کیا پھر اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور اس میں کوئی کسر نہیں اُٹھا رکھوں گا۔ حضور ﷺ نے ان کے سینے پر دست اقدس پھیرا اور فرمایا اللہ کا شکر ہے جس نے اپنے رسول کے قاصد کو اس چیز کی توفیق عطا فرمائی جس سے اس کا رسول خوش ہوتا ہے۔‘‘

اُولی الامر کبھی نبی نہیں ہو سکتے

اس آیتِ مبارکہ سے دوسری یہ حقیقت مترشح ہے کہ اولی الامر میں سے کوئی شخص منصب نبوت تک کو نہیں پہنچ سکتا اگر اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کے نتیجے میں کوئی منصبِ نبوت کا اہل ہوتا تو اللہ رب العزت امت کو اختلاف کا حق کبھی عطا

(۱) ابوداؤد، السنن کتاب القضاء باب إجتهاد الرأي في القضاء، ۳: ۳۰۳، رقم: ۳۵۹۲

نہ کرتا کیونکہ شرعی اور دینی امور میں اختلاف اس امر کا غماز ہے کہ امت اور اولی الامر دونوں کی ایک ہی حیثیت ہے اس لیے کہ نبی اور امتی کے درمیان کسی بھی امرِ دین اور امر شریعت پر اختلاف ہو ہی نہیں ہو سکتا کہ امورِ دینیہ میں نبی کی ذات سے اختلاف کفر کے مترادف ہے اور ایسا کرنے والا اسی لمحے کافر ہو جائے گا اور قرآن کفر کی اجازت نہیں دے سکتا۔

۴۷۔ حکمِ محمدی ﷺ ہی ہمیشہ حتمی و قطعی اور مفروض الاطاعت رہے گا

قرآن مجید اس تصور کو یوں واضح کرتا ہے:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَامُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللهُ وَ رَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ.(۱)

''اور نہ کسی مومن مرد کو (یہ) حق حاصل ہے اور نہ کسی مومن عورت کو کہ جب اللہ اور اس کا رسول (ﷺ) کسی کام کا فیصلہ (یا حکم) فرما دیں تو ان کے لیے اپنے (اس) کام میں (کرنے یا نہ کرنے کا) کوئی اختیار ہو۔''

۴۸۔ حضور ﷺ کے حکم کو قطعی مانے بغیر ایمان مقبول نہیں

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا○(۲)

''پس (اے حبیب!) آپ کے رب کی قسم یہ لوگ مسلمان نہیں ہو سکتے یہاں

---

(۱) الاحزاب، ۳۳: ۳۶ (۲) النساء، ۴: ۶۵

تک کہ وہ اپنے درمیان واقع ہونے والے ہر اختلاف میں آپ کو حاکم بنالیں پھر اس فیصلہ سے جو آپ صادر فرما دیں اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہ پائیں اور (آپ کے حکم کو) بخوشی پوری فرمانبرداری کے ساتھ قبول کر لیں○‘‘

جس طرح قرآن میں مذکور ہر حکمِ الٰہی قیامت تک اہل ایمان کے لیے واجب الاطاعت ہے اسی طرح حضور نبی اکرم ﷺ کا حکم بھی قیامت تک ان کے لیے حجت ہے۔ جب قرآن فقط حکم رسالت مآب ﷺ کو قیامت تک حجت اور مفروض الاطاعت قرار دے رہا ہے تو پھر کسی اور کا حکم آپ ﷺ کے بعد کس طرح حجت آ سکتا ہے؟ اگر اس طرح کے امکان کو بالفرض تسلیم کرلیا جائے تو پھر حکم محمدی ﷺ کی قطعیت باقی نہیں رہتی اور یہ نص قرآنی کے خلاف ہے، نیز اس طرح کی دوئی سے محبت میں یکتائی نہیں رہتی اور وہ تقسیم ہو جاتی ہے۔ قرآن کا منشا اس امر کا متقاضی ہے کہ ساری وفاداریاں اور محبتیں رسول اللہ ﷺ سے محبت اور وفا پر قربان کر دی جائیں کیونکہ اس باب میں حضور نبی اکرم ﷺ تو والدین سے محبت کو بھی اپنی محبت سے بڑھنے کی اجازت نہیں دیتے حتی کہ اولاد اور خود اپنی ذات سے محبت بھی رسول ﷺ کی محبت میں شریک نہیں ہوسکتی۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اس باب میں ارشاد فرمایا:

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ. (۱)

’’تم میں سے کوئی مومن نہیں ہوسکتا۔ یہاں تک کہ میں اسے اس کے والدین اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔‘‘

حضور نبی اکرم ﷺ سے پہلے جب نبوت کا سلسلہ ختم نہ ہوا تھا تو ایک نبی کے بعد دوسرا نبی مرجعِ محبت بن جاتا۔ اس طرح یکے بعد دیگرے ایک نبی کی جگہ دوسرا نبی لے لیتا، لیکن جب نبوت کا سلسلہ اپنے ارتقا کو پہنچ کر ختم ہو گیا تو ساری محبتیں، ساری

(۱) بخاری، الصحیح، کتابُ الایمان، باب حبّ الرّسُوْل، ۱: ۱۴، رقم: ۱۵

وفاداریاں اور ساری اطاعتیں سمٹ کر ذاتِ مصطفیٰ ﷺ میں جمع ہو گئیں۔

۴۹۔ ایمان والوں کو اطاعتِ مصطفیٰ ﷺ ہی کی دعوت دی گئی ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَاط وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَo[1]

’’ایمان والوں کی بات تو فقط یہ ہوتی ہے کہ جب انہیں اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ فرمائے تو وہ یہی کچھ کہیں کہ ہم نے سن لیا، اور ہم (سراپا) اطاعت پیرا ہو گئے، اور ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیںo‘‘

اس آیت کریمہ میں ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ جس رسول کی اطاعت کی دعوت دی گئی ہے وہ صرف حضور نبی اکرم ﷺ ہیں۔ اہل ایمان آپ ﷺ ہی کی دعوت پر لبیک کہتے ہیں اور آپ ﷺ ہی کی اطاعت گزاری میں ان کے لیے فلاح کا مژدہ ہے۔ یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔

۵۰۔ قیامت تک اطاعتِ مصطفیٰ ﷺ ہی فلاح کا وسیلہ ہے

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَo[2]

’’اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی اطاعت کرتا ہے اور اللہ سے ڈرتا اور اس کا تقویٰ اختیار کرتا ہے پس ایسے ہی لوگ مراد پانے والے ہیںo‘‘

---

(۱) النور، ۲۴: ۵۱

(۲) النور، ۲۴: ۵۲

اس آیت کریمہ میں بھی اطاعت الٰہی کے ساتھ حضور نبی اکرم ﷺ کی اطاعت کو حصول مراد کا وسیلہ قرار دیا گیا ہے۔ اگر حضور ﷺ کے بعد بھی کسی نبی کا آنا مقدر تھا تو ضرور اس کی اطاعت کو بھی شامل کیا جاتا۔

۵۱۔ قیامت تک اطاعتِ مصطفیٰ ﷺ ہی ہدایت کا ذریعہ ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ؕ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ؕ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ○(۱)

''فرما دیجئے: تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کرو، پھر اگر تم نے (اطاعت) سے رُوگردانی کی تو (جان لو) رسول (ﷺ) کے ذمہ وہی کچھ ہے جو ان پر لازم کیا گیا اور تمہارے ذمہ وہ ہے جو تم پر لازم کیا گیا ہے، اور اگر تم ان کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پا جاؤ گے، اور رسول (ﷺ) پر (احکام کو) صریحاً پہنچا دینے کے سوا (کچھ لازم) نہیں ہے○''

حضور نبی اکرم ﷺ کی اطاعت قیامت تک کے لیے ہدایت کا ذریعہ ہے۔ افراد امت آپ ﷺ کی اطاعت کرتے رہیں گے اور ہدایت پاتے رہیں گے۔

۵۲۔ اِطاعتِ مصطفیٰ ﷺ کی بدولت اللہ تعالیٰ بندوں پر رحم فرماتا ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ

---

(۱) النور، ۲۴: ۵۴

تُرۡحَمُوۡنَ○(۱)

’’اورتم نماز (کے نظام) کو قائم رکھو اور زکوٰۃ کی ادائیگی (کا انتظام) کرتے رہو اور رسول (ﷺ) کی (مکمل) اطاعت بجا لاؤ تاکہ تم پر رحم فرمایا جائے (یعنی غلبہ و اقتدار، استحکام اور امن و حفاظت کی نعمتوں کو برقرار رکھا جائے)○‘‘

مذکورہ بالا آیات میں اطاعتِ رسول کے حوالے سے حضور نبی اکرم ﷺ کی اطاعت اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو ایک دوسرے کے ساتھ لازم وملزوم قرار دیا گیا ہے اور ان دونوں اطاعتوں میں تفریق اور انقطاع کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جملہ انبیاء علیھم السلام میں صرف حضور ﷺ خاتم النبیین ہیں جن کی اطاعت قیامت تک مطلقاً واجب قرار دی گئی۔ مذکورہ بالا آیات میں صیغۂ امر سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ساتھ آپ ﷺ کی اطاعت کے وجوب کا ذکر ہے۔ ان آیاتِ بینات کی رو سے ان دونوں اطاعتوں کا وجوب دائمی ہے۔ ان دونوں میں تفریق نہیں کی جا سکتی۔ ایسا ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت تو جاری رہے اور مصطفیٰ ﷺ کی اطاعت منقطع ہو جائے، اب قیامت تک اطاعتِ الٰہی کے ساتھ صرف حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی اطاعت کی جائے گی۔ درمیان میں کوئی اور مطاع نہیں ہوسکتا۔

۵۳۔ اطاعت و اتباعِ مصطفیٰ ﷺ ہی مدارِ نجات ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَنۡ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوۡلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِمۡ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیۡقِیۡنَ وَالشُّہَدَآءِ وَالصّٰلِحِیۡنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیۡقًا○(۱)

---

(۱) النور، ۲۴: ۵۶

''اور جو کوئی اللہ اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کرے تو یہی لوگ (روزِ قیامت) ان (ہستیوں) کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے (خاص) انعام فرمایا ہے جو کہ انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں اور یہ بہت اچھے ساتھی ہیںo''

اس آیت کریمہ میں صاف طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ صرف اطاعت مصطفیٰ ﷺ اللہ کے انعام یافتہ بندوں میں شمولیت کے لیے کافی ہے۔

۵۴۔ اِطاعتِ مصطفیٰ ﷺ ہی اللہ تعالیٰ کے رحم و کرم کا وسیلہ ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَيُطِيعُونَ اللهَ وَرَسُولَهُ ط أُولَٰئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللهُ ط إِنَّ اللهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌo[۲]

''اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت بجا لاتے ہیں، ان ہی لوگوں پر اللہ عنقریب رحم فرمائے گا، بیشک اللہ بڑا غالب بڑی حکمت والا ہےo''

اس آیت کریمہ میں رسول کی اطاعت سے مراد حضور نبی اکرم ﷺ ہی کی اطاعت ہے۔ اسی اطاعت کی بدولت اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر رحم و کرم فرماتا ہے۔

۵۵۔ اِطاعتِ مصطفیٰ ﷺ ہی کا صلہ بڑی کامیابی ہے

اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ يُّطِعِ اللهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًاo[۳]

''اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرتا ہے تو بیشک وہ بڑی

---

(۱) النساء، ۴: ۶۹
(۲) التوبۃ، ۹: ۷۱
(۳) الاحزاب، ۳۳: ۷۱

کامیابی سے سرفراز ہواo‘‘

۵۶۔ اطاعتِ مصطفیٰ ﷺ ہی جنتوں میں داخل ہونے کا ذریعہ ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًاo(۱)

’’اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی اطاعت کرے گا وہ اسے بہشتوں میں داخل فرما دے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہوں گی، اور جو شخص (اطاعت سے) منہ پھیرے گا وہ اسے دردناک عذاب میں مبتلا کر دے گاo‘‘

۵۷۔ نورِ مصطفیٰ ﷺ کی بدولت دلوں کو ایمان کا نور نصیب ہوتا ہے

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَ يَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ؕ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌo يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍo(۲)

’’اے اہلِ کتاب! بیشک تمہارے پاس ہمارے (یہ) رسول تشریف لائے ہیں جو تمہارے لیے بہت سی ایسی باتیں (واضح طور پر) ظاہر فرماتے ہیں جو تم کتاب میں سے چھپائے رکھتے تھے اور (تمہاری) بہت سی باتوں سے درگزر (بھی) فرماتے ہیں۔ بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور (یعنی

---

(۱) الفتح، ۴۸: ۱۷

(۲) المائدۃ، ۵: ۱۵، ۱۶

حضرت محمد ﷺ) آ گیا ہے اور ایک روشن کتاب (یعنی قرآن مجید)o اللہ اس کے ذریعے ان لوگوں کو جو اس کی رضا کے پیرو ہیں، سلامتی کی راہوں کی ہدایت فرماتا ہے اور انہیں اپنے حکم سے (کفر و جہالت کی) تاریکیوں سے نکال کر (ایمان و ہدایت کی) روشنی کی طرف لے جاتا ہے اور انہیں سیدھی راہ کی سمت ہدایت فرماتا ہےo‘‘

۵۸۔ حضور ﷺ ہی امت سے بارِ گراں اور طوقِ قیود دور فرماتے ہیں

وَاكْتُبْ لَنَا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ اِنَّا هُدْنَآ اِلَيْكَ ط قَالَ عَذَابِيْٓ اُصِيْبُ بِهٖ مَنْ اَشَآءُ ج وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ط فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَo اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰةِ وَالْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ.(۱)

’’اور تو ہمارے لیے اس دنیا (کی زندگی) میں (بھی) بھلائی لکھ دے اور آخرت میں (بھی) بیشک ہم تیری طرف تائب و راغب ہو چکے، ارشاد ہوا: میں اپنا عذاب جسے چاہتا ہوں اسے پہنچاتا ہوں اور میری رحمت ہر چیز پر وسعت رکھتی ہے، سو میں عنقریب اس (رحمت) کو ان لوگوں کے لیے لکھ دوں گا جو پرہیزگاری اختیار کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے رہتے ہیں اور وہی لوگ ہی ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیںo (یہ وہ لوگ ہیں) جو اس رسول (ﷺ) کی

(۱) الأعراف، ۷: ۱۵۶، ۱۵۷

پیروی کرتے ہیں جو امی (لقب) نبی ہیں (یعنی دنیا میں کسی شخص سے پڑھے بغیر منجانب اللہ لوگوں کو اخبارِ غیب اورمعاش و معاد کے علوم و معارف بتاتے ہیں) جن (کے اوصاف و کمالات) کو وہ لوگ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، جو انہیں اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے منع فرماتے ہیں اور ان کے لیے پاکیزہ چیزوں کو حلال کرتے ہیں اور ان پر پلید چیزوں کو حرام کرتے ہیں اور ان سے ان کے بارِگراں اور طوقِ (قیود) جو ان پر (نافرمانیوں کے باعث مسلّط) تھے، ساقط فرماتے (اور انہیں نعمتِ آزادی سے بہرہ یاب کرتے) ہیں۔‘‘

۵۹۔ ہدایت اور نجات نبیِ آخر الزماں ﷺ ہی کی پیروی میں مضمر ہے

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَانِ الَّذِىْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ج لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِىْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ○(۱)

’’آپ فرما دیں: اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول (بن کر آیا) ہوں جس کے لیے تمام آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی جلاتا اور مارتا ہے، سوتم اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) پر ایمان لاؤ جو (شانِ اُمیّت کا حامل) نبی ہے (یعنی اس نے اللہ کے سوا کسی سے کچھ نہیں پڑھا مگر جمیع خلق سے زیادہ جانتا ہے اور کفر و شرک کے معاشرے میں جوان ہوا مگر بطنِ مادر سے نکلے ہوئے بچے کی طرح معصوم اور پاکیزہ ہے) جو

(۱) الأعراف، ۷: ۱۵۸

اللہ پر اور اس کے (سارے نازل کردہ) کلاموں پر ایمان رکھتا ہے اور تم انہی کی پیروی کرو تاکہ تم ہدایت پاسکوo''

۶۰۔ حضور ﷺ کی نصیحت پر عمل پیرائی ہی باعثِ بخشش و اَجر ہے

اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ ۚ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّ اَجْرٍ كَرِيْمٍo[1]

''آپ تو صرف اسی شخص کو ڈر سناتے ہیں جو نصیحت کی پیروی کرتا ہے اور خدائے رحمٰن سے بن دیکھے ڈرتا ہے، سو آپ اسے بخشش اور بڑی عزت والے اَجر کی خوشخبری سنا دیںo''

۶۱۔ حضور ﷺ ہی کی اتباع سے تائید ایزدی نصیب ہوتی ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَo[2]

''اے نبی (معظّم!) آپ کے لیے اللہ کافی ہے اور وہ مسلمان جنھوں نے آپ کی پیروی اختیار کر لیo''

۶۲۔ اِطاعت و پیرویِ رسول ﷺ میں ہی حیاتِ جاوداں ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۚ

(۱) یٰس، ۳۶: ۱۱

(۲) الأنفال، ۸: ۶۴

وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّـهٗٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ۝[1]

”اے ایمان والو! جب (بھی) رسول (ﷺ) تمہیں کسی کام کے لیے بلائیں جو تمہیں (جاودانی) زندگی عطا کرتا ہے تو اللہ اور رسول (ﷺ) کو فرمانبرداری کے ساتھ جواب دیتے ہوئے (فوراً) حاضر ہو جایا کرو اور جان لو کہ اللہ آدمی اور اس کے قلب کے درمیان (شانِ قربتِ خاصہ کے ساتھ) حائل ہوتا ہے اور یہ کہ تم سب (بالآخر) اسی کی طرف جمع کیے جاؤ گے۝“

مذکورہ بالا ارشادات ربّانی میں اتباع و اطاعت رسول ﷺ کے حوالے سے اس نکتے پر زور دیا گیا ہے کہ دنیوی و اخروی نجات کا دارومدار حضور نبی اکرم ﷺ کی غیر مشروط غلامی اور فرماں برداری پر ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات ستودہ صفات نہ صرف مطاعِ مطلق ہے بلکہ مدار نجات بھی فقط آپ ﷺ ہی کی اطاعت و اتباع ہے۔ دنیوی و اخروی فوز و فلاح اور کامیابی کا انحصار صرف آپ ﷺ کی غلامی اور آپ ﷺ کی ذات سے کامل وابستگی ہے۔ جو آپ ﷺ کے در کا گدا ہے وہی زمانے کا تاجدار ہے۔ بارگاہِ الٰہی سے رحم وکرم اور مغفرت و بخشش کی خیرات آپ ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری سے نصیب ہوتی ہے۔ بندہ انعام یافتہ ہوکر انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے زمرۂ لایحزنوں میں شامل ہو جاتا ہے۔ اطاعت و اتباع مصطفٰی ﷺ دوزخ سے نجات کا پروانہ اور جنت میں داخلے کا ٹکٹ ہے۔ روز قیامتِ میدان محشر میں بھی آپ ﷺ ہی کی شفاعت نجات کا ذریعہ بنے گی اور آپ ﷺ کہیں بھی اپنی گنہگار امت کو فراموش نہیں فرمائیں گے۔ معلوم ہوا کہ نجات کے لیے انبیائے سابقین پر ایمان کے ساتھ اطاعت و اتباع رسول ﷺ ہی لازمی و لابدی اور کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی کے صلے میں مغفرت و بخشش اور جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔ اگر اس امت میں حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی ظلی یا بروزی بھی آنا ہوتا تو ضروری تھا کہ نجات کے لیے اس کی اطاعت کو شرط ٹھہرایا

(۱) الأنفال، ۸: ۲۴

جاتا۔ قرآن حکیم نے مدارِ نجات چونکہ صرف اطاعت واتباعِ مصطفیٰ ﷺ کو قرار دیا ہے لٰہذا آپ ﷺ کے بعد کسی ظلی و بروزی نبی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ ۚ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ○ (۱)

’’اور جو کوئی اللہ اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کرے تو یہی لوگ (روزِ قیامت) ان (ہستیوں) کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے (خاص) انعام فرمایا ہے جو کہ انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں اور یہ بہت اچھے ساتھی ہیں○‘‘

اس آیت کریمہ کی تاویل کرتے ہوئے قادیانی اس میں مذکور چار درجات کا ذکر اس حوالے سے کرتے ہیں کہ اگر کوئی انسان اطاعت کاملہ کے نتیجہ میں صدیق، شہید اور صالح بن سکتا ہے تو اس کے نبی بننے میں کیا چیز مانع ہے، وہ نبی کیوں نہیں بن سکتا؟ ان کے بقول تین درجات کے اجراء کو ماننا اور ایک کو نہ ماننا تحریف معنوی کے مترادف ہے۔

اس شبہ کا ازالہ یہ ہے کہ مذکورہ آیت میں نبوت یا کوئی اور درجہ ملنے کا تو سرے سے ذکر ہی نہیں کہ کوئی انسان فلاں درجے تک رسائی حاصل کر سکتا ہے۔ یہاں تو محض اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کرنے والے بندوں کے لئے چار قسم کے انعام یافتہ بندوں کی معیت و رفاقت کا ذکر ہے۔ مزید برآں آیت میں معیت سے مراد آخرت کی معیت اور سنگت ہے جو اللہ اور رسول ﷺ کے اطاعت گزاروں کو نصیب ہو گی۔ دنیا میں انعام یافتہ بندوں کی سنگت ہر مومن کے لئے حاصل کرنا ممکن نہیں۔ اس آیت کی یہی تفسیر امام جلال

(۱) النساء، ۴: ۶۹

الدین سیوطیؒ نے جلالین میں،امام رازیؒ نے 'التفسیر الکبیر' میں اور بہت سے دیگر مفسرین نے کی ہے۔

اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی زیارت کے متمنی رہتے تھے اور زیادہ دیر جدائی پر صبر نہیں کر سکتے تھے۔ایک دفعہ وہ اس حالت میں حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ چہرے پر غم کے آثار نمایاں تھے، وجہ دریافت فرمائی تو عرض کرنے لگے: میں اگر آپ کی زیارت کروں تو طبیعت میں شوقِ ملاقات کی وجہ سے اضطراب اور بے چینی پیدا ہو جاتی ہے۔ مجھے یہ فکر کھائے جا رہی ہے کہ اخروی زندگی میں آپ جنت کے اعلیٰ درجے میں انبیاء کے ساتھ ہوں گے، وہاں ہم غلام آپ کی زیارت سے کیسے شاد کام ہوسکیں گے۔اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی جس میں یہ خوش خبری دی گئی ہے کہ جنت میں وہ سب گروہ جن کا تذکرہ اس آیت میں کیا گیا ہے ایک ساتھ ہوں گے۔ یہ خوش نصیب اللہ اور رسول ﷺ کے اطاعت گزار انعام یافتہ بندے ہوں گے۔اس میں معیت کا ذکر ہے، نبوت کا تو کوئی ذکر ہی نہیں جیسا کہ قادیانی دور کی کوڑی لاکر اطاعت کے صلے میں کسی انسان کا نبوت کے درجے تک رسائی پانے کا معنی نکالتے ہیں۔

یہاں یہ سوال بھی اٹھایا جاسکتا ہے کہ اگر صحابہ حضور نبی اکرم ﷺ کی اطاعت کے رنگ میں یہ درجہ کمال لئے ہوئے تھے تو ان میں سے کوئی نبی کیوں نہ بنا؟ وہ اس بات کو کیوں بھول جاتے ہیں کہ نبوت کسبی نہیں وہبی طور پر ملتی ہے قادیانیوں کا مرزا غلام احمد قادیانی کے بارے میں یہ عقیدہ ہے کہ مرزا صاحب کو نبوت اطاعت و اتباعِ رسول سے نہیں وہبی طور پر ملی ہے۔خود مرزا صاحب کی یہ تحریر اس امر کی شہادت دیتی ہے۔

۱۔ ''اس میں کوئی شک نہیں کہ محدثیت محض وہبی چیز ہے کسب سے حاصل نہیں ہو سکتی جیسا کہ نبوت کسب سے حاصل نہیں ہوسکتی۔''(۱)

۲۔ ''**صراط الّذین أنعمت علیهم** اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جس شخص کو یہ

---

(۱) غلام احمد قادیانی، حمامة البشریٰ،مندرجہ روحانی خزائن، ۷: ۳۰۱

مرتبہ ملا انعام کے طور پر ملا یعنی محض فضل سے نہ کسی عمل کا اجر۔''[۱]

نبوت وہبی شے ہے اور اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے جنہیں چاہا منتخب فرمایا اور سب سے آخر پر ختمِ نبوت کا تاج ہمارے آقا و مولا سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کے سر پر سجایا۔

۶۳۔ اطاعتِ مصطفیٰ ﷺ سے رُوگردانی پر دوزخ کی وعید سے اِستدلال

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝[۲]

''اور جو شخص رسول (ﷺ) کی مخالفت کرے اس کے بعد کہ اس پر ہدایت کی راہ واضح ہو چکی اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ کی پیروی کرے تو ہم اسے اسی (گمراہی) کی طرف پھیرے رکھیں گے جدھر وہ (خود) پھر گیا ہے اور (بالآخر) اسے دوزخ میں ڈالیں گے اور وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے ۝''

۶۴۔ اطاعتِ مصطفیٰ ﷺ سے منہ پھیرنے والا عواقب کا خود ذمہ دار ہے

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ؕ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ؕ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا

---

(۱) چشمہ مسیحی، ۲۰: ۳۶۵

(۲) النساء، ۴: ۱۱۵

الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ○[1]

''فرما دیجئے: تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کرو، پھر اگر تم نے (اطاعت) سے رُوگردانی کی تو (جان لو) رسول (ﷺ) کے ذمہ وہی کچھ ہے جو ان پر لازم کیا گیا اور تمہارے ذمہ وہ ہے جو تم پر لازم کیا گیا ہے، اور اگر تم ان کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پا جاؤ گے، اور رسول (ﷺ) پر (احکام کو) صریحاً پہنچا دینے کے سوا (کچھ لازم) نہیں ہے○''

۶۵۔ اِطاعتِ مصطفیٰ ﷺ سے اِنحراف بڑی مشکل کا سبب بنتا ہے

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ.[2]

''اگر وہ بہت سے کاموں میں تمہارا کہنا مان لیں تو تم بڑی مشکل میں پڑ جاؤ گے۔''

۶۶۔ دنیا میں حضور نبی اکرم ﷺ کی اطاعت سے رُوگردانی کرنے والوں کا آخرت میں اِظہارِ اَفسوس

يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا○[3]

''جس دن ان کے مُنہ آتشِ دوزخ میں (بار بار) الٹائے جائیں گے (تو) وہ کہیں گے: اے کاش! ہم نے اللہ کی اطاعت کی ہوتی اور ہم نے رسول

(۱) النور، ۲۴: ۵۴
(۲) الحجرات، ۴۹: ۷
(۳) الاحزاب، ۳۳: ۶۶

(ﷺ) کی اطاعت کی ہوتی۔‘‘

٦٧۔ اطاعتِ مصطفیٰ ﷺ سے رُوگردانی اُمت کی بزدلی کا باعث ہے

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا ط اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ۝(۱)

’’اور اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی اطاعت کرو اور آپس میں جھگڑا مت کرو ورنہ (متفرق اور کمزور ہوکر) بزدل ہو جاؤ گے اور (دشمنوں کے سامنے) تمہاری ہوا (یعنی قوت) اکھڑ جائے گی اور صبر کرو، بیشک اللہ صبر کرنیوالوں کے ساتھ ہے۝‘‘

مذکورہ بالا آیات کریمہ میں مطاعِ مطلق حضور نبی اکرم ﷺ کی مخالفت اور آپ ﷺ کی اطاعت و اتباع سے روگردانی کرنے والے کو کڑی وعید سنائی گئی ہے۔ قرآن حکیم نے امت پر واضح فرما دیا ہے کہ آپ ﷺ کی حکم عدولی کرنے والے اور آپ ﷺ کی راہ ہدایت کو چھوڑ کر کوئی اور راہ اختیار کرنے والے کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ جس طرح اطاعت و اتباعِ مصطفیٰ ﷺ اور جنت کے درمیان کسی اور کی اطاعت شرط نہیں اسی طرح آپ ﷺ کی اطاعت و اتباع سے روگردانی پر دوزخ کے عذاب سے کوئی کذّاب نبی نہیں بچا سکتا۔

---

(۱) الأنفال، ۸: ۴۶

۶۸۔ اِتباعِ محمدی ﷺ ہی قیامت تک محبتِ الٰہی کے حصول کا ذریعہ ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌo[1]

’’(اے حبیب!) آپ فرما دیں: اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو تب اللہ تمہیں (اپنا) محبوب بنا لے گا اور تمہارے لیے تمہارے گناہ معاف فرما دے گا، اور اللہ نہایت بخشنے والا مہربان ہےo‘‘

اس آیۂ کریمہ میں سرکار دوجہاں ﷺ کی اتباع کو محبتِ الٰہی کا زینہ قرار دیا گیا ہے۔ اللہ ربّ العزت نے اپنے محبوب ﷺ کی اطاعت و پیروی سے اپنی محبت کو مشروط کر دیا۔ مذکورہ بالا ارشاد خداوندی کا روئے خطاب حضور نبی اکرم ﷺ کی معرفت عہد نبوی ﷺ کے مسلمانوں ہی سے نہیں ہماری طرف بھی ہے اور ہمارے بعد آئندہ آنے والی نسلوں کی طرف بھی۔ گویا فرمانِ خداوندی کے مطابق حضور نبی اکرم ﷺ سے کہلوایا جا رہا ہے کہ لوگو! اللہ تعالیٰ سے محبت اور دوستی کرنا چاہتے ہو تو آؤ میری غلامی اختیار کرلو۔ وہ حکم جو کل صحابہ کرام کے لیے تھا اس کا اطلاق آج ہم پر بھی ہوتا ہے، جب تک حضور نبی اکرم ﷺ کی غلامی و اتباع کرنے والے رہیں گے تب تک حضور نبی اکرم ﷺ کا فرمان اور آپ ﷺ کی اتباع و اطاعت کا حکم باقی رہے گا۔

۶۹۔ سیرتِ نبوی ﷺ کی حفاظت و تمامیت سے استدلال

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

(۱) آل عمران، ۳: ۳۱

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ.(۱)

''فی الحقیقت تمہارے لیے رسول اللہ (ﷺ کی ذات) میں نہایت ہی حسین نمونۂ (حیات) ہے۔''

حضور نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ طیبہ کو تمام افرادِ امت کے لیے اسوۂ حسنہ یعنی بہترین نمونہ قرار دیا گیا ہے۔ آپ ﷺ کے وصال فرما جانے کے بعد بھی صاحبانِ حال اہل نظر یوں محسوس کرتے ہیں جیسے خود رسول اللہ ﷺ کی ذات ان کے درمیان موجود ہے۔ جب اللہ ﷻ کا حاضر و ناظر رسول ﷺ ہم میں موجود ہے تو پھر کسی نئے نبی کی کیا ضرورت ہوسکتی ہے؟

اِطاعت و اِتباع اور اُسوۂ وسیرتِ مصطفیٰ ﷺ کا باہمی تعلق

حضور ﷺ کی ختمِ نبوت کی بنیاد آپ ﷺ کی اطاعت و اتباع پر ہے کہ اس کے بغیر اطاعتِ الٰہی کا تصور بھی ممکن نہیں اور یہ حکم قیامت تک دائماً قائم رہے گا۔ سوال یہ ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے اسوہ اور سیرت کی پیروی کے بغیر اطاعت و اتباع متحقق نہیں ہوسکتی اور ایسا کرنے کے لیے ضروری ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی اطاعت اور غلامی کا دم بھرنے والے آپ ﷺ کی سیرت اور اسوہ حسنہ کے رنگ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اپنے آپ کو رنگ لیں۔ لیکن کسی شخصیت کی سیرت اور اسوہ ہمیشہ کے لیے تبھی لائق اتباع و اطاعت ہوسکتا ہے جب اس کی سیرت کی تفصیلات بتمام و کمال میسر ہوں اگر بالفرض محال یہ ریکارڈ محفوظ نہ رہے اور لوگ یہ نہ جان سکیں کہ آقائے دوجہاں ﷺ کس طرح کھاتے پیتے تھے؟ کس طرح پہنتے تھے؟ کس طرح سوتے اور جاگتے تھے؟ کس طرح گفتگو فرماتے تھے تو کیا آپ ﷺ کی اطاعت کے خواستگار امتی ایسا کرسکیں گے؟ فَاتَّبِعُوْنِیْ اور اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ پر عمل ہو سکے گا؟ اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر عمل اسی صورت میں ممکن ہے جب سیرت کا سارا ریکارڈ من وعن محفوظ و موجود ہو اور جس طرح صحابہ عہدِ رسالت مآب

(۱) الاحزاب، ۳۳: ۲۱

ﷺ میں آپ ﷺ کی سیرتِ مبارکہ کے آئینے میں جھانک کر تعلیمات حاصل کرتے تھے، ہم بھی سیرت رسول ﷺ کے تحریری سرمائے میں محفوظ تعلیمات سے استفادہ کرسکیں۔

پہلی امتوں کو بھی اپنے اپنے رسولوں کی اطاعت کا حکم تھا جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ.(۱)

''اور ہم نے کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر اس لیے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔''

اس آیت مبارکہ سے ظاہر ہے کہ ہر نبی کی امت اپنے نبی کی سیرت کا جیتا جاگتا نمونہ اپنے سامنے موجود پاتی تھی تبھی تو وہ اس قابل ہوتی تھی کہ اپنے نبی کی پیروی کر سکے۔ جب تک اس امت کے پاس اپنے نبی کی سیرت محفوظ رہی اس وقت تک وہ واجب الاطاعت تھی مگر جب گردشِ لیل ونہار سے اس کی سیرت کے نقوش ماند پڑ گئے اور کوئی دوسرا نبی اپنی سیرت کے خدوخال پیروی کے لیے لے کر آ گیا تو اب اس کی اطاعت لازمی ہوگئی۔ چونکہ سابقہ انبیاء کی تعلیماتی سیرت کچھ عرصہ بعد اپنی اصل حالت میں محفوظ نہ رہی اس لیے وہ ان کے لیے لائقِ اطاعت و اتباع نہیں۔

سابقہ اَنبیاء کی مکمل سیرتیں ریکارڈ میں محفوظ نہیں

آج دنیا میں کوئی مذہب اپنے انبیاء کے مکمل سیرتی ریکارڈ کے محفوظ ہونے کا دعویٰ نہیں کرسکتا کہ اسلام سے پہلے مختلف مذاہب کے پیروکار اب بھی موجود ہیں مثلاً کرشن مہاراج، مہاتما بدھ، مہاویر سوامی اور زرتشت کو ماننے والے دنیا کے کسی نہ کسی حصے میں پائے جاتے ہیں۔ یہی حال حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے نام لیواؤں کا ہے مگر کیا ان میں کوئی یہ دعویٰ کرسکتا ہے کہ ہمارے رہنما اور نبی کی سیرت کا ریکارڈ اپنی

(۱) النساء، ۴: ۶۴

اصل حالت میں ان کے پاس موجود ہے۔ زیادہ دور مت جائیے حضور نبی اکرم ﷺ کی بعثت سے کوئی پونے چھ سو سال پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ تھا مگر ان کے پیروکاروں میں جو عیسائی کہلاتے ہیں کوئی وثوق سے یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ ان پر اتری ہوئی بائبل (انجیل) اصل حالت میں محفوظ ہے۔ اسی طرح دیگر کتب مقدسہ میں کوئی تحریف سے پاک نہیں۔ عیسائی سکالرز کو اس امر کا اعتراف ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے صرف تین سالوں کا ریکارڈ موجود ہے بلکہ جدید تحقیق کہتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سیرت اور سوانح کا جو ریکارڈ اب تک دستیاب ہوا ہے وہ ان کی حیات مبارکہ کے پچاس دنوں سے زیادہ کا نہیں۔ ان کے باقی حالات زندگی گمنامی کے دبیز پردوں میں گم ہو کر رہ گئے۔

جب یہ سب سے قریب ترین برگزیدہ پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ریکارڈ کا حال ہے کہ ان کے نام لیواؤں کے پاس اپنے نبی کے دو ماہ کی سیرت کا ریکارڈ بھی محفوظ نہیں تو سابقہ انبیاء کے بارے میں ہمارا علم بالکل محدود ہے اس کے برعکس نبی آخر الزماں ﷺ کی سیرت مقدسہ کی حفاظت کا یہ عالم ہے کہ حیات مبارکہ کا کوئی ایک لمحہ بھی ایسا نہیں جس کا ریکارڈ بتمام و کمال کتب تاریخ و سیر میں موجود نہ ہو۔

سیرتِ محمدی ﷺ کا ہر گوشہ اپنی جزئیات کے ساتھ محفوظ ہے

تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں حضور سرورِ کائنات ﷺ کی حیات طیبہ کا ہر ایک گوشہ آپ ﷺ کے سیرت نگاروں نے کمال دیانت و ضمانت اور حزم و احتیاط سے اپنی جزئیات سمیت محفوظ کر لیا، اب ہم پورے اعتماد سے کہہ سکتے ہیں کہ حضور ﷺ کب پیدا ہوئے؟ بچپن کیسے گزرا؟ جوانی کیسے گزری؟ کتنے سفر کیے؟ کس قسم اور رنگ کا لباس پہنتے تھے؟ دستار کیسے پہنتے تھے؟ اس کے شملے کیسے چھوڑتے؟ دستار کا رنگ کیا تھا؟ آقائے دو جہاں ﷺ جوتا مبارک کیسے پہنتے؟ اس کے تسمے کیسے ہوتے؟ وہ کس شے کے بنے ہوتے تھے؟ آقائے دو جہاں ﷺ سرمہ کیسے لگاتے تھے؟ کتنی مرتبہ آنکھ میں سلائی کھینچتے؟ سوتے کس طرح تھے؟ کس کروٹ پر سوتے؟ مسکراتے کس طرح تھے؟ ہونٹ کتنے کھلتے؟

دانت مبارک کتنے نظر آتے؟ بازو اٹھاتے تو باہیں کتنی نظر آتیں؟ چلتے تو کس طرح قدم اٹھاتے؟ تاریخ و سیر میں یہاں تک درج ہے کہ حضور ﷺ گفتگو کس قدر اعتماد سے فرماتے تھے؟ گفتگو کے وقت دانت کتنے کھلتے؟ آپ ﷺ اپنی گفتگو میں گنے چنے الفاظ کس رفتار سے بولتے؟ کس طرح سمجھاتے؟ بات کے دوران میں ہاتھ مبارک کس طرح ہلاتے؟ حضور نبی اکرم ﷺ کا جسم مبارک اور سینہ مبارک کیسا تھا؟ سکوت کس طرح فرماتے؟ سفر و حضر کیسا تھا؟ کھاتے کیا تھے، پیتے کیا تھے، غذائیں کیا کیا تھیں؟ برتن کیا کیا تھے؟ کس چیز کو پسند فرماتے؟ سفر میں جاتے تو کس سواری پر سفر کرتے؟ کس کو ساتھ لے کر جاتے؟ آپ ﷺ کے متعلق یہ تفصیلات بھی ملتی ہیں کہ آپ ﷺ ناخن کیسے ترشواتے تھے؟ کس انگلی سے ابتداء فرماتے اور کس پر جا کر ختم کرتے؟ دنیا کا کون سا ایسا فرد ہے جس کے ناخن کاٹنے تک کا طریقہ سیرت نگاروں نے محفوظ کر لیا ہو؟ سفر و حضر کا ایک ایک لمحہ جس سے عام طور پر صرفِ نظر کر لیا جاتا ہے وہ بھی سیرت کے ریکارڈ میں محفوظ ہے۔ آقائے دوجہاں ﷺ کے شب و روز کے معمولات، عادات اور شمائل و خصائل سے کتب حدیث اور سیرت و فضائل بھری ہوئی ہیں۔

حضور نبی اکرم ﷺ کی سیرتِ طیبہ کیوں محفوظ رہی؟

آج دنیا کی کسی شخصیت کا نبی ہو یا غیر نبی، سوانحی ریکارڈ ایک تاریخی دستاویز کی صورت میں جزئیات سے لے کر کلیات تک دستیاب نہیں۔ عہد نبوی ﷺ میں ایسا کوئی رواج ہی نہ تھا۔ کسی اور کی اس قدر باریک بینی سے تفصیلات تاریخ کے سینے میں محفوظ اور جمع نہیں۔ حیرانگی کی بات یہ ہے کہ اس وقت آج کی طرح ادارے، لائبریریاں، یونیورسٹیاں اور تحقیق و تدوین کے شعبے بھی موجود نہ تھے۔ جب حضور نبی اکرم ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا تو مکہ کی پوری آبادی میں دس آدمی بھی پڑھے لکھے موجود نہ تھے پھر مدینہ طیبہ کی زندگی میں غزوات، مصائب و آلام، تکالیف و مشکلات سفر و حضر کا ایک طویل نہ ختم ہونے والا سلسلہ تھا۔ تحقیقی اداروں، مرتبین اور مدوّنین کی کاوشوں کے بغیر اتنا عظیم

ریکارڈ کیسے محفوظ ہو گیا؟ یہ ایک سربستہ راز ہے جس کی توجیہ اس کے سوا اور کچھ نہیں ہوسکتی کہ اتنی مبسوط سیرت کے اس تاریخی دستاویز کے تیار کرنے میں اللہ تعالیٰ کی مشیت کا ہاتھ کارفرما تھا جس کا منشاء تھا کہ آپ ﷺ کی سیرت طیبہ قیامت کے لیے قابل تقلید نمونہ کمال کے طور پر آنے والی نسلوں کے لیے مشعل راہ بنے تاکہ قیامت تک کے ہر انسان کے لیے اس ذاتِ مقدّسہ کی سیرت پر عمل کرنا ممکن ہو سکے اور ہر فردِ بشر حضور نبی اکرم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی روشنی میں آپ ﷺ کی اطاعت اور اتباع کو اپنا شعار بنا سکے۔ یہ صرف اس صورت ممکن تھا کہ آپ ﷺ پر نبوت ختم کر دی جائے چنانچہ یہ سارا کچھ مشیتِ الٰہی کا منصوبہ تھا جس کی تکمیل کے ذریعے آپ ﷺ کو نبوت و رسالت، اسوہ و سیرت کے حوالے سے کائنات کی دائمی و ابدی اور حتمی و قطعی شخصیت بنا دیا گیا تاکہ ہر دور میں، ہر زمانے کے لوگ اس کی پیروی اور اتباع کر سکیں۔ اس کے نتیجے میں آقا ﷺ کی سیرت کا ہر ہر گوشہ امت کے لیے محفوظ کر دیا گیا یہ سب کچھ ختم نبوت کی برکت سے ممکن ہوا اور اس کے صدقے امت کو یہ سرمایہ سعادت نصیب ہوا، اس لیے عقیدہ ختم نبوت کے لیے امت کا حساس ہونا اور اس کی حفاظت کے لیے جان دینے سے بھی دریغ نہ کرنا ایک ناقابلِ تردید تاریخی حقیقت ہے۔

۷۰۔ حضور ﷺ کا اپنی اُمت کے ساتھ قریبی اور دائمی تعلق

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ○(۱)

’’بیشک تمہارے پاس تم میں سے (ایک باعظمت) رسول (ﷺ) تشریف لائے۔ تمہارا تکلیف و مشقت میں پڑنا ان پر سخت گراں (گزرتا) ہے۔ (اے

(۱) التوبة، ۹: ۱۲۸

لوگو!) وہ تمہارے لیے (بھلائی اور ہدایت کے) بڑے طالب و آرزومند رہتے ہیں (اور) مومنوں کے لیے نہایت (ہی) شفیق بے حد رحم فرمانے والے ہیں٥''

۷۱۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ.(۱)

''یہ نبیِ (مکرّم ﷺ) مومنوں کے ساتھ اُن کی جانوں سے زیادہ قریب اور حقدار ہیں اور آپ کی اَزواجِ (مطہّرات) اُن کی مائیں ہیں۔''

اوپر درج کردہ آیات میں امت اور حضور ﷺ کے درمیان کارفرما خصوصی ربط اور تعلق کا ذکر کیا گیا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا اپنی امت کے ساتھ اس قدر گہرا تعلق قائم ہوا کہ سابقہ انبیاء علیہم السّلام میں سے کسی نبی کا اپنی امت کے ساتھ ایسا گہرا تعلق نہ تھا۔ آیاتِ مذکورہ میں آپ ﷺ کے اسی تعلّق بالأمّۃ کو بیان کیا گیا ہے۔

اول الذکر آیت کریمہ میں تین چیزیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔ امتی کا دکھ اور پریشانی قلبِ مصطفوی ﷺ پر ناگوار اور گراں گزرتی ہے۔

۲۔ حضور نبی اکرم ﷺ اپنی امت کے لیے بھلائی اور رحمت و خیر کی فراوانی کے طلب گار اور حریص ہیں۔

۳۔ حضور نبی اکرم ﷺ اہلِ ایمان پر نہایت شفقت فرمانے والے اور مہربان ہیں۔

مؤخر الذّکر آیتِ کریمہ کی توضیح میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

أَنَّ النَبِيَّ ﷺ قَالَ: مَا مِنْ مُؤْمِنٍ إِلَّا وَأَنَا أَوْلَى بِهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ.(۲)

---

(۱) الأحزاب، ۶:۳۳

(۲) بخاری، الصحیح، کتاب الإستقراض و أداء الدّیون، باب الصلاۃ علی من ترك دینا، ۲: ۸۴۵، رقم: ۲۲۶۹

''حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں دنیا و آخرت میں ہر صاحب ایمان کے سب سے زیادہ قریب ہوں۔''

صحیح مسلم کی روایت ہے:

أَنَا أَوْلَى بِكُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ نَفْسِهِ. (۱)

''میں ہر مومن کی جان سے بھی زیادہ قریب ہوں۔''

اس حدیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ جو شخص مومن ہے اسے دنیا وآخرت میں حضور نبی اکرم ﷺ کی قربت نصیب ہو گی۔ اب کوئی بدنصیب شخص ہی ہو سکتا ہے جو قربتِ مصطفوی ﷺ سے بیگانہ ہو کر کسی خودساختہ اور کذّاب مدعی نبوت سے ایسا قریبی تعلق استوار کرنے کی کوشش کرے۔

مذکورہ آیتِ کریمہ میں اللہ رب العزت نے حضور نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات کو مومنین کی مائیں قرار دیا۔ چنانچہ اسی تصور کو مزید واضح کرتے ہوئے دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْ ۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا. (۲)

''اور نہ یہ (جائز) ہے کہ تم اُن کے بعد ابد تک اُن کی ازواجِ (مطّہرات) سے نکاح کرو۔''

حضور نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات سے نکاح کرنے سے اس لیے منع فرمایا گیا کہ آپ ﷺ کا تعلق اپنے امتیوں کے ساتھ بعد از وصال بھی اسی طرح ہے جس طرح ظاہری حیات میں تھا جبکہ غیر نبی کے فوت ہو جانے سے وہ تعلق ٹوٹ جاتا ہے،

---

(۱) مسلم، الصحیح، کتاب الجمعة، باب تخفیف الصّلاة والخطبة، ۱: ۵۹۲، رقم: ۸۶۷

(۲) الاحزاب، ۳۳: ۵۳

ان کی بیویاں بیوہ ہو جاتی ہیں اور ان سے نکاح جائز ہوتا ہے۔ جب حضور نبی اکرم ﷺ کا تعلق اپنی امت سے منقطع نہیں ہوا بلکہ قائم و دائم ہے اور ہمیشہ ہمیشہ رہے گا تو پھر کون ایسا بدبخت اور بدنصیب شخص ہو سکتا ہے جو درِ مصطفیٰ ﷺ کو چھوڑ کر کسی اور در کا بھکاری بنے، جو دہلیزِ مصطفیٰ ﷺ سے تعلق توڑ کر خودساختہ نبوت کا تانا بانا بننے والے کذّاب اور دجال شخص کے دام فریب میں پھنس کر اپنی دنیا و آخرت کو تباہ و برباد کر بیٹھے اور عذاب قبر کو دعوت دے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دوزخ کا ایندھن بننے کے لیے تیار ہو جائے۔

جب حضور نبی اکرم ﷺ کا اپنے غلاموں کے ساتھ اتنا گہرا تعلق آج بھی قائم ہے تو پھر حضور ﷺ کے ہوتے ہوئے کسی اور نبی کی ضرورت ہی کیا رہ جاتی ہے؟

۷۲۔ اُمت کے اندر حضور نبی اکرم ﷺ کی موجودگی سے استدلال

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللهِ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ. (۱)

’’اور تم (اب) کس طرح کفر کرو گے حالانکہ تم وہ (خوش نصیب) ہو کہ تم پر اللہ کی آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں اور تم میں (خود) اللہ کے رسول (ﷺ) موجود ہیں۔‘‘

۷۳۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا كَانَ اللهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ. (۲)

’’اور (درحقیقت بات یہ ہے کہ) اللہ کی یہ شان نہیں کہ ان پر عذاب فرمائے

(۱) آل عمران، ۳: ۱۰۱

(۲) الانفال، ۸: ۳۳

درآنحالیکہ (اے حبیبِ مکرّم!) آپ بھی ان میں (موجود) ہوں۔‘‘

مذکورہ بالا آیات میں پیغمبر آخر و اعظم ﷺ کی امت کے اندر دائمی موجودگی کا ذکر کیا گیا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ جس طرح حیات ظاہری میں صحابہ کے درمیان موجود تھے اسی طرح قرآن کی نص کے مطابق آپ ﷺ ہر دور میں امت کے لیے راحتِ جاں اور طمانیت قلب کا باعث ہیں کیونکہ قرآن کا یہ مژدۂ جانفزا فقط صحابہ کرام کے لیے ہی نہیں بلکہ قیامت تک آنے والی تمام انسانیت کے لیے ہے۔ حضور ختمی مرتبت ﷺ کا وجود مسعود آج بھی بدستور امت کے لیے مشکلات و مصائب کے چلتے ہوئے تیروں کی یلغار میں ڈھال کا کام دیتا ہے۔

دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے؟

حضور نبی اکرم ﷺ آج بھی امت کے اندر موجود ہیں مگر فرق صرف یہ ہے کہ چہرۂ مصطفیٰ ﷺ کو دیکھنے والی ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ وعثمان رضی اللہ عنہ وحیدر رضی اللہ عنہ کی نظر کسی کسی کو نصیب ہوتی ہے ورنہ ظاہری حیات میں ابوجہل اور ابولہب بھی آپ ﷺ کو دیکھتے تھے مگر دیکھنے کے باوجود ان کو نظر نہیں آتا تھا مگر مقامِ معرفت و مشاہدہ پر فائز دل بینا رکھنے والے آج بھی چہرۂ زیبائے مصطفیٰ ﷺ کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔ جن کے قلوب نورِ معرفت سے روشن ہیں، وہ حضور نبی اکرم ﷺ کے کرم اور رحمت کی بارشیں آج بھی امت پر برستی دیکھ رہے ہیں مگر وہ کور چشم جن کے دلوں پر کفر و ارتداد اور ضلالت و گمراہی مسلط ہے ان کو کچھ نظر نہیں آتا اس لیے انہوں نے سمجھا کہ شاید آقا موجود نہیں ہیں۔ ان بدنصیبوں کو پتا نہیں کہ اگر دیکھنے والی آنکھ ہو تو جلوہ جاناں آج بھی بے نقاب ہے یہ ان کی نظر کا قصور ہے جو انہیں کچھ دکھائی نہیں دیتا۔

آنکھ والا تیرے جوبن کا تماشہ دیکھے
دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

۷۵۔ حضور ﷺ کے پیروکاروں کی کثرت سے ختمِ نبوت پر اِستدلال

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا ؕ كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَّجَعَلْنَاهُمْ اَحَادِيْثَ ۚ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ○[1]

’’پھر ہم نے پے در پے اپنے رسولوں کو بھیجا۔ جب بھی کسی امت کے پاس اس کا رسول آتا وہ اسے جھٹلا دیتے تو ہم (بھی) ان میں سے بعض کو بعض کے پیچھے (ہلاک در ہلاک) کرتے چلے گئے اور ہم نے انہیں داستانیں بنا ڈالا، پس ہلاکت ہو ان لوگوں کے لیے جو ایمان نہیں لاتے○‘‘

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ پہلی قوموں میں انبیاء علیہم السلام آتے تو ان کی تکذیب کی وجہ سے جو لوگوں کا وتیرہ بن چکی تھی قلیل تعداد میں لوگ ایمان لے آتے۔ جب ایک نبی چلا جاتا تو پھر دوسرا نبی آتا۔ اس طرح انبیاء کے یکے بعد دیگرے آنے کا سبب یہ تھا کہ ان قوموں کو پیغام توحید سنانے کی مسلسل ضرورت رہتی تھی مگر حضور نبی اکرم ﷺ کی اُمت کو یہ اعزاز حاصل ہوا کہ کثیر تعداد میں لوگ ایمان لائے اور وقت گزرنے کے ساتھ ان کی تعداد میں بتدریج معتدبہ اضافہ ہوتا رہا اور قرائن بتاتے ہیں کہ یہ اضافہ قیامت تک مزید ہوتا رہے گا۔ پیغام توحید اور نور قرآن کی بنا پر دُنیا سے کفر و شرک اور ضلالت و گمراہی کا خاتمہ ہوتا رہے گا۔ چونکہ انبیاء علیہم السّلام کے آنے کا مقصد حضور نبی اکرم ﷺ کی بعثت کے ساتھ پورا ہو چکا ہے اور پوری دنیا میں مسلمان کثرت سے پھیلے ہوئے ہیں اس لیے اب کسی اور نبی کی ضرورت نہیں۔

۷۶۔ حضور ﷺ کی شانِ شاہدیت سے ختمِ نبوت پر اِستدلال

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

(۱) المومنون، ۲۳: ۴۴

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۢ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ۝[1]

''پھر اس دن کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور (اے حبیب!) ہم آپ کو ان سب پر گواہ لائیں گے ۝''

متذکرہ بالا آیت کریمہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کی منفرد اور بے مثال شان کا ذکر کیا گیا ہے جو پہلے گزرنے والی امتوں پر شاہد ہونے سے متعلق ہے۔ ہر نبی اپنی امت کے اعمالِ نیک و بد کے لیے شاہد بنایا گیا ہے۔ سورۃ النحل میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ۝[2]

''اور جس دن ہم ہر اُمت سے (اس کے رسول کو اس کے اعمال پر) گواہ بنا کر اٹھائیں گے پھر کافر لوگوں کو (کوئی عذر پیش کرنے کی) اجازت نہیں دی جائے گی اور نہ (اس وقت) ان سے توبہ و رجوع کا مطالبہ کیا جائے گا ۝''

حضور ﷺ کو جملہ انبیاء کی امتوں پر شاہد اور گواہ بنایا گیا۔ قیامت کے دن ہر امت سے پوچھا جائے گا کہ تمہیں پیغام توحید پہنچا تھا کہ نہیں؟ بعض منکرینِ توحید عذاب کے ڈر سے انکار کر دیں گے اور کہیں گے کہ انہیں کوئی دعوت توحید دینے نہیں آیا، پھر ہر امت کے نبی کو لایا جائے گا اور وہ نبی گواہی دے گا کہ ہم نے پیغامِ توحید ان تک پہنچا دیا تھا اور یہ لوگ جھوٹے ہیں۔ جب سارے نبی گواہ بن کر آئیں گے، رب العالمین کی عدالت میں پوچھا جائے گا، ان سب پر گواہ کون ہے؟ پھر حضور اکرم ﷺ اٹھیں گے اور ان سب پر گواہی دیں گے۔ دوسرے نبیوں کی گواہی فقط اپنی امتوں تک محدود ہوگی مگر

(۱) النساء، ۴: ۴۱

(۲) النحل، ۱۶: ۸۴

آپ ﷺ کی گواہی عالمگیر اور ان سب پر ہو گی جب اس کائنات ارضی میں عالمگیر گواہ تشریف لا چکے ہیں تو اب کسی اور کی گواہی کی کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے؟

ان آیات بینات سے درج ذیل دو نکات بطورِ خاص مستنبط ہوئے:

۱۔ قیامت کے دن ہر امت کے لیے صرف ایک ہی نبی گواہ ہو گا اور ان سب انبیاء علیہم السّلام پر حضور نبی اکرم ﷺ گواہ ہوں گے۔ اب اگر حضور نبی اکرم ﷺ کی امت میں سے کوئی اور بھی دعوئ نبوت کرے تو اس کا مطلب لامحالہ یہ نکلے گا کہ اس نبی کو بھی گواہ ماننا پڑے گا جو منشائے قرآنی کے سراسر خلاف ہے کیونکہ قرآن کی نص سے ہر امت میں صرف ایک نبی کا گواہ ہونا ثابت ہے اور دو گواہ نہیں ہو سکتے یہ اس امر کی دلیل ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ ایسی عظیم اور عالمگیر گواہی والے پیغمبر کے آنے کے بعد اب کسی اور کا دعوئ نبوت کرنا سراسر کذب، دجل وفریب اور اس کے ماننے والوں کے لیے لمحۂ فکریہ ہے۔

۲۔ اگر امت مسلمہ میں کسی اور نبی کا آنا مقصود ہوتا تو یقیناً قیامت کے دن اس امت پر کسی دوسرے گواہ اور نبی کا ہونا قرآن میں مذکور ہوتا لیکن پورے قرآن میں حضور نبی اکرم ﷺ کے بعد کسی اور گواہ کا ذکر نہیں، تو اس سے ثابت ہوا کہ امت مسلمہ کا ایک ہی نبی ہے جو سب انبیاء علیہم السلام کے آخر میں تشریف لایا اور جس کے بعد کسی نبی کی گنجائش نہیں۔

۷۷۔ حضور ﷺ قیامت تک اُمت کی مغفرت و بخشش کا وسیلہ ہیں

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ○[1]

(۱) النساء، ۴: ۶۴

’’اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اوراللہ سے معافی مانگتے اور رسول (ﷺ) بھی ان کے لیے مغفرت طلب کرتے تو وہ (اِس وسیلہ اور شفاعت کی بنا پر) ضرور اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان پاتےo‘‘

اس آیت مقدسہ میں اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے گنہگاروں کو یہ مژدۂ جانفزا سنایا گیا ہے کہ وہ مایوس نہ ہوں۔ ان کی نجات اور مغفرت کا وسیلہ رسولِ محتشم ﷺ کی ذات ہے جس کی وساطت سے اگر توبہ کی جائے تو اللہ اسے ضرور قبول فرمائے گا۔ اس حوالے سے ایک ایمان افروز روایت کا تذکرہ خالی از فائدہ نہ ہوگا۔

حضور نبی اکرم ﷺ کے دنیا سے پردہ فرما جانے کے بعد عرب کے دور دراز علاقے میں رہنے والے ایک دیہاتی کے کانوں تک جب اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد پہنچا کہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں چلے جاؤ تو سب گناہ دھل جاتے ہیں تو وہ شہر مدینہ کی طرف دوڑا، اس خیال سے کہ حضور ﷺ حیات ہوں گے اور میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں گا اور اللہ رب العزت سے معافی مانگوں گا اور آپ ﷺ سے درخواست کروں گا کہ میری شفاعت فرمادیں لیکن جب وہ مدینہ پہنچا تو لوگوں نے اس کو بتایا کہ حضور ﷺ وصال فرما چکے ہیں۔ اس نے کہا مجھے آپ ﷺ کا مزار اقدس دکھا دو۔ لوگ اسے آپ ﷺ کی قبر انور پر لے گئے۔ آگے کا واقعہ امام ابن کثیرؒ عتبی کے حوالے سے نقل کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کی ایک جماعت جن میں شیخ ابومنصور الصباغ بھی شامل ہیں، انہوں نے عتبی سے روایت کیا ہے، عتبی کہتے ہیں:

كنت جالسًا عند قبر النّبيّ ﷺ، فجاء أعرابيّ، فقال: السّلام عليك يا رسول الله! سمعت الله يقول: ﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًاo﴾، وقد جئتك مستغفرًا لذنبي مستشفعًا بك

إلى ربّي. ثم انصرف الأعرابي، فغلبتني عيني، فرأيت النّبيّ ﷺ في النّوم، فقال: يا عتبي! الحق الأعرابيّ، فبشّرهُ أن الله قد غفر لهُ. (۱)

''میں حضور نبی اکرم ﷺ کے مزار اقدس کے قریب بیٹھا تھا کہ ایک دیہاتی آیا اور **السّلام علیک یا رسول اللہ** (ہدیہ صلوٰۃ وسلام پیش کرنے کے بعد) کہنے لگا: اللہ کا یہ ارشاد ﴿اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اوراللہ سے معافی مانگتے اور رسول (ﷺ) بھی ان کے لیے مغفرت طلب کرتے تو وہ (اِس وسیلہ اور شفاعت کی بنا پر) ضرور اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان پاتےo﴾ سن کر یا رسول اللہ میں آپ کے پاس حاضر ہوا تھا کہ اللہ رب العزت سے اپنے گناہوں کی معافی مانگوں اور آپ سے درخواست کروں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حضور میری شفاعت فرما دیں۔ (میری بدقسمتی کہ میرے پہنچنے سے پہلے آپ وصال فرما گئے اب میں مایوسی کی حالت میں واپس جا رہا ہوں۔) یہ کہہ کر وہ چل دیا کہ اتنے میں میری آنکھ لگ گئی اور میں نے حالتِ خواب میں حضور ﷺ کی زیارت کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے عتبی! (میرے عاشق اُٹھ) اس دیہاتی (میرے گنہگار امتی) کو خوش خبری دے (کہ اس کا آنا قبول کر لیا گیا ہے اور) اللہ تعالیٰ نے اس کی بخشش فرما دی ہے۔''

علامہ قرطبی نے ایک واقعہ سیدنا حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا:

قدم علينا أعرابي بعد ما دفنّا رسول الله ﷺ بثلاثة أيام فرمى

(۱) ابن کثیر، تفسیرالقران العظیم، ۱: ۵۲۰

بنفسه على قبر رسول الله ﷺ وحثا على رأسه من ترابه. فقال: قلت: يا رسول الله! فسمعنا قولک، ووعيتَ عن الله فوعينا عنک، وکان فيما أنزل الله عليک، ﴿وَلَوۡ اَنَّهُمۡ اِذۡ ظَّلَمُوۡٓا اَنۡفُسَهُمۡ جَآءُوۡکَ﴾، وقد ظلمتُ نفسي، وجئتک تستغفرلي. فنودي من القبر أنه قد غفرلک.[1]

’’حضور ﷺ کے وصال مبارک کے تین بعد ایک دیہاتی ہمارے پاس آیا وہ آتے ہی حضور ﷺ کے مزارِ اقدس پر گر پڑا اور آپ ﷺ کی تربت مبارکہ کی مٹی اپنے سر میں ڈالنا شروع ہو گیا اور (رو رو کر) عرض کرنے لگا یا رسول اللہ! ہم نے سنا جو آپ نے فرمایا اور جو آپ نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے سیکھا ہم نے وہ آپ سے سیکھا یا رسول اللہ! جو قرآن اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ پر نازل فرمایا اس میں یہ آیت مبارکہ ہے ﴿اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے ......﴾۔ اے میرے آقا! میں نے اپنے آپ پر بڑے ظلم کیے، اب میں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں۔ آپ میری بخشش و مغفرت کی دعا کیجئے اور میری شفاعت فرمائیے۔ (حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ) حضور ﷺ کی قبر انور سے آواز آئی: (اے میرے گنہگار اور دکھی دل امتی! خوش ہو جا) تجھے بخش دیا گیا ہے۔‘‘

اس روایت سے یہ بات اَلَمۡ نَشۡرَح ہو گئی کہ حضور نبی اکرم کے وصال مبارک سے آپ ﷺ کی نبوت اور اس کے فیوضات ختم نہیں ہوئے۔ آپ ﷺ آج بھی اپنی امت کے گنہگاروں کی شفاعت فرماتے ہیں۔ آپ ﷺ کی نبوت آج بھی جاری و ساری ہے اور قیامت تک رہے گی بلکہ قیامت کے بعد جنت میں بھی اسی طرح جاری رہے گی۔ آپ جس نبوت کا زمانہ آخرت تک محیط اور جنت تک پھیلا ہوا ہو وہ نبوت بھلا کس طرح

(۱) قرطبي، الجامع لأحكام القرآن، ۳، جزو ۵: ۲۶۵، ۲۶۶

ختم ہو سکتی ہے۔

۷۸۔ وصال سے حضور ﷺ کی نبوت و رسالت ختم نہیں ہوئی

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ج قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ط اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ط وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا ط وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ○(۱)

’’اور محمد (ﷺ بھی تو) رسول ہی ہیں (نہ کہ خدا)، آپ سے پہلے بھی کئی پیغمبر (مصائب اور تکلیفیں جھیلتے ہوئے اس دنیا سے) گزر چکے ہیں، پھر اگر وہ وفات فرما جائیں یا شہید کر دیئے جائیں تو کیا تم اپنے (پچھلے مذہب کی طرف) الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ (یعنی کیا ان کی وفات یا شہادت کو معاذ اللہ دین اسلام کے حق نہ ہونے پر یا ان کے سچے رسول نہ ہونے پر محمول کرو گے)، اور جو کوئی اپنے الٹے پاؤں پھرے گا تو وہ اللہ کا ہرگز کچھ نہیں بگاڑے گا، اور اللہ عنقریب (مصائب پر ثابت قدم رہ کر) شکر کرنے والوں کو جزا عطا فرمائے گا○‘‘

یہ آیت کریمہ وصال کے بعد حضور نبی اکرم ﷺ کی نبوت و رسالت کے غیر منقطع ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ اس سے واضح ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ بعد از وصال بھی امت کے نبی ہیں۔ آپ ﷺ کی وفات سے آپ ﷺ کی نبوت و رسالت منقطع نہیں ہوئی۔ امت پر آپ ﷺ کی اطاعت واتباع تا قیامت اسی طرح واجب ہے جس طرح آپ ﷺ کی حیات ظاہری میں واجب تھی۔ اب قیامت تک آپ ﷺ ہی کی نبوت و رسالت کا سکہ چلے گا اور آپ ﷺ کے دین، اسلام ہی کی پیروی ہو گی۔ نہ تو کوئی نیا نبی آئے گا اور نہ ہی کسی نئے دین یا شریعت کی پیروی کی ہوگی۔ اگر کوئی راہِ

---

(۱) آل عمران، ۳: ۱۴۴

ہدایت سے منحرف ہو جائے اور دین حق سے پھر جائے تو وہ ناکام و نامراد ہوگا۔

۷۹۔ اُمتِ محمدی ﷺ کو کارِ نبوت ''تبلیغ و دعوت'' کی تفویض

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ. (۱)

''اور تم میں سے ایسے لوگوں کی ایک جماعت ضرور ہونی چاہئے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائیں اور بھلائی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں۔''

اس آیہ کریمہ میں بین السطور یہ نکتہ بیان ہوا ہے کہ سلسلہ نبوت ختم ہونے کے بعد دعوت و تبلیغ دین کی ذمہ داریاں افرادِ امت کو سونپ دی گئی ہیں۔ اب اس میں سے ایک مخصوص جماعت وہی فریضہ سرانجام دے گی جو حینِ حیات حضور ﷺ کے ذمے تھا۔ فریضہ تبلیغ جو حضور ﷺ کی بعثت سے پہلے انبیاء کرام سرانجام دیتے تھے، سلسلہ نبوت ختم ہونے کے بعد اب آپ ﷺ کی امت کو سونپ دیا گیا جبکہ اس سے قبل صاحبِ شریعت نبی کے رخصت ہونے کے بعد دوسرا نبی آتا جو صاحب شریعت نبی کی تبلیغ اور اصلاح کا کام سرانجام دیتا، چونکہ حضور ﷺ کے بعد کسی نبی نے نہیں آنا اس لیے آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی امت کو یہ فریضۂ نبوت سونپ دیا گیا۔

حضور نبی اکرم ﷺ کی نبوت کو دائمی، ابدی اور عالمگیر بنانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی امت کو وہ کارِ نبوت عطا کیا جو امت کے لائق تھا اور جس کو آئندہ علی الدّوام جاری رہنے کی ضرورت تھی۔ ایسا اس لیے کیا گیا تاکہ کوئی یہ گمان نہ کرے کہ اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے نئے نبی کی آمد ضروری ہے، اس لیے جو ضروری امورِ نبوت پہلی امت میں نبی اور رسول آکر پورا کیا کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم ﷺ کی

(۱) آل عمران، ۳: ۱۰۴

رحمت کے توسط سے آپ ﷺ کی امت کو وہ مقام عطا کر دیا کہ فیضانِ نبوت حضور نبی اکرم ﷺ سے وہ ضروری امور اب آپ ﷺ کی امت ہی سرانجام دیتی رہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اس ضمن میں ارشاد فرمایا:

إِنَّ الْعُلَمَآءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ.(۱)

''بے شک علماء انبیاء کے وارث ہیں۔''

جس طرح رشد و ہدایت، دعوت وتبلیغ، اصلاحِ احوال اور احیاء وتجدیدِ دین پر مبنی ضروری امور پورا کرنے کے لیے بنی اسرائیل کے انبیاء آتے تھے اب انہیں پورا کرنے کے لیے حضور نبی اکرم ﷺ کی امت میں سے اہلِ حق علماء پیدا ہوتے رہیں گے جن سے رشد و ہدایت کے چشمے پھوٹیں گے۔ اس طرح دعوت اور تبلیغ و ارشاد کے امور امت مصطفوی ﷺ کے علماء کے ہاتھوں انجام پانے کا ایک مستقل نظام وجود میں آیا۔

۸۰۔ اُمت محمدی ﷺ کے خیر الامم ہونے سے ختم نبوت پر اِستدلال

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ

(۱) ۱۔ ترمذي، الجامع الصحيح، كتاب العلم، باب ما جاء في فضل الفقه، ۵: ۴۸، رقم: ۲۶۸۲
۲۔ ابوداؤد، السنن، كتاب العلم، باب الحثّ على طلب العلم، ۳: ۳۱۷، رقم: ۳۶۴۱
۳۔ ابن ماجه، السنن، ۱: ۸۱، رقم: ۲۲۳
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۱۹۶، رقم: ۲۱۷۶۳
۵۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۱: ۱۲۶
۶۔ طبراني، مسند الشاميين، ۲: ۲۲۴، رقم: ۱۲۳۱
۷۔ قضاعي، مسند الشهاب، ۲: ۱۰۳، رقم: ۹۷۵

الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللهِ.[1]

’’تم بہترین اُمّت ہو جو سب لوگوں (کی رہنمائی) کے لیے ظاہر کی گئی ہے، تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔‘‘

اس آیہ کریمہ میں حضور خیر الانام علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی امت کو اللہ تعالیٰ نے خیر الامم (بہترین امت) کے لقب سے سرفراز فرمایا اور جس طرح حبیبِ خدا ﷺ کو آخرالانبیاء والرسل اور افضل الخلائق ہونے کا شرف حاصل ہے، اسی طرح آپ ﷺ کی امت کے سر پر خیرالامم کا تاج سجا دیا۔ مذکورہ بالا آیت کریمہ کی تفسیر میں خود سرور کائنات ﷺ نے فرمایا:

إِنَّكُمْ تُتِمُّوْنَ سَبْعِيْنَ أُمَّةً أَنْتُمْ خَيْرُهَا وَأَكْرَمُهَا عَلَى اللهِ.[2]

’’تم ستر امتوں کو مکمل کرنے والے ہو اور اللہ کے نزدیک ان سب سے بہتر اور بزرگ ہو۔‘‘

حضور نبی اکرم ﷺ کے ارشاد مبارک سے مترشح ہے کہ اُمتِ مسلمہ بحیثیت مجموعی بے دین اور گمراہ نہیں ہوسکتی اور اس امر کی ضمانت دو چیزوں کے ساتھ مربوط کر دی

---

(۱) آل عمران، ۳: ۱۱۰

(۲) ۱۔ ترمذي، الجامع الصحيح، أبواب التفسير، باب من سورة آل عمران، ۵: ۲۲۶، رقم: ۳۰۰۱

۲۔ حاكم، المستدرك على الصحيحين، ۴: ۹۴، رقم: ۶۹۸۷

۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۶۱، رقم: ۱۱۶۰۴

۴۔ دارمي، السنن، ۲: ۴۰۴، رقم: ۲۷۶۰

۵۔ ابن ماجه، السنن، ۲: ۱۴۳۳، رقم: ۴۲۸۸

۶۔ ازدي، الجامع لمعمر بن راشد، ۱۱: ۳۴۷

۷۔ بيهقي، السنن الكبرىٰ، ۹: ۵

گئی ہے:

۱۔ قرآن مجید ایک ابدی صحیفۂ ہدایت ہے جس کی موجودگی کی وجہ سے اُمت گمراہ نہیں ہوگی۔

۲۔ خود اللہ تعالیٰ کا رسول ﷺ بحیثیت ہادی اعظم امت میں موجود ہے اس وجہ سے بھی اُمت کی گمراہی کا امکان نہیں۔ چنانچہ اگر امت انفرادی اور اجتماعی طور پر کفر وارتداد اور ضلالت و گمراہی میں بدعملی اور بے اعتقادی سے بچنا چاہتی ہے تو اُسے دامنِ قرآن اور دامنِ مصطفیٰ ﷺ کو مضبوطی سے تھامنا ہوگا۔

۸۱۔ اُمتِ محمدی ﷺ کے سوادِ اعظم کا کبھی گمراہی پر جمع نہ ہونے سے اِستدلال

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰٓى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ○[۱]

”اور جب ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) سے چالیس راتوں کا وعدہ لیا تھا (وہ چالیس دن رات اعتکاف میں بیٹھے تھے) پھر تم نے موسیٰ (علیہ السلام) کے (کوہ طور پر جانے کے) بعد بچھڑے کو اپنا خدا ٹھہرا لیا اور تم بڑے ظالم تھے○“

پہلی اُمتوں کی طرف اللہ تعالیٰ نے جو مختلف انبیاء کرام مبعوث فرمائے وہ اُنہیں پیغامِ حق دیتے رہے، جب ایک نبی دُنیا سے تشریف لے جاتا تو اس کی اُمت گمراہ ہو کر کفر و شرک میں مبتلا ہو جاتی بعض دفعہ ایک نبی کی موجودگی میں بھی امت گمراہ ہو جاتی جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حینِ حیات یہ دیکھنے میں آیا کہ ان کی اُمت نے بچھڑے کی

(۱) البقرہ، ۲: ۵۱

پوجا شروع کر دی۔ اسی طرح حضرت عزیر علیہ السلام کی قوم نے ان کو اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نصاریٰ نے اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہنا شروع کر دیا، جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عَزَيْرُنِ ابْنُ اللهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللهِ. (۱)

''اور یہود نے کہا: عزیر (علیہ السلام) اللہ کے بیٹے ہیں اور نصاریٰ نے کہا: مسیح (علیہ السلام) اللہ کے بیٹے ہیں۔''

تاریخِ انبیاء کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ سابقہ امتیں وقتاً فوقتاً شرک و گمراہی میں مبتلا ہوتی رہیں جس کی وجہ سے سلسلہ نبوت کا جاری رہنا ناگزیر ہو گیا جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد معاملے کی صورت یکسر بدل گئی۔ اس لیے کہ سلسلۂ نبوت اپنے اختتام کو پہنچ چکا اور امت کے سوادِ اعظم کے گمراہ ہونے کا اندیشہ باقی نہ رہا جیسا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی اُمت کے بارے میں فرمایا:

إِنَّ أُمَّتِي لَا تَجْتَمِعُ عَلَى ضَلَالَةٍ فَإِذَا رَأَيْتُمِ اخْتِلَافاً فَعَلَيْكُمْ بِالسَّوَادِ الْأَعْظَمِ. (۲)

''میری اُمت کبھی گمراہی پر جمع نہیں ہوگی پس اگر تم اختلاف دیکھو تو تم پر سوادِ اعظم کے ساتھ رہنا لازم ہے۔''

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللهَ لَا يَجْمَعُ أُمَّتِي أَوْقَالَ أُمَّةَ مُحَمَّدٍ عَلَى ضَلَالَةٍ وَيَدُ اللهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ وَمَنْ شَذَّ شَذَّ إِلَى النَّارِ. (۳)

---

(۱) التوبه، ۹:۳۰

(۲) ابن ماجه، السنن، كتاب الفتن، باب السواد الاعظم، ۲: ۱۲۹۵، رقم: ۳۵۹۰

(۳) ترمذی، السنن، أبواب الفتن، باب في لزوم الجماعة، ۴: ۴۶۶، رقم: ۲۱۶۷

''بے شک اللہ تعالیٰ میری اُمت کو گمراہی پر جمع نہیں کرے گا اور (سن لو کہ) جماعت (اجتماعی وحدت) پر اللہ تعالیٰ (کی حفاظت) کا ہاتھ ہے اور جو کوئی اس سے جدا ہوگا وہ دوزخ میں جا گرے گا۔''

لہٰذا اُمتِ مسلمہ بحیثیت مجموعی بے دین اور گمراہ نہیں ہوسکتی اور اس امر کی ضمانت دو چیزوں کے ساتھ مربوط کر دی گئی ہے۔

۱۔ قرآن مجید ایک ابدی صحیفۂ ہدایت ہے جس کی موجودگی میں اُمت گمراہ نہیں ہو گی۔

۲۔ خود اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے امت میں موجود ہونے کی وجہ سے بھی اُمت کی گمراہی کا امکان نہیں چنانچہ کثیر تعداد میں افرادِ امت کفر وارتداد، ضلالت و گمراہی اور بدعملی و بے اعتقادی سے محفوظ و مامون ہیں اور ایسا دامنِ قرآن اور دامنِ مصطفیٰ ﷺ کو مضبوطی سے تھامے رکھنے ہی سے ممکن ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ کے جملہ ارشادات اس پر شاہد عادل ہیں کہ اب ابدالآباد تک بحیثیتِ مجموعی آپ ﷺ کی اُمت کبھی گمراہی پر مجتمع نہ ہوگی اور حضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ مجھے اپنی اُمت کے بارے میں یہ ڈر نہیں کہ وہ شرکِ جلی میں مبتلا ہو گی۔ اس سے یہ امر ظاہر و باہر ہے کہ جو خطرہ سابقہ اُمتوں کو اپنے انبیاء علیہم السّلام کے رخصت ہو جانے کے بعد لاحق رہتا تھا وہ اب ختم ہو چکا ہے لہٰذا حضور ﷺ کے بعد کسی نبی کی ضرورت نہ رہی۔

۸۲۔ اُمتِ محمدی ﷺ کے آخر الامم ہونے سے اِستدلال

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ○ وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ○[1]

(۱) الواقعہ، ۵۶: ۱۳، ۱۴

’’(اِن مقرّبین میں) بڑا گروہ اگلے لوگوں میں سے ہوگا ○ اور پچھلے لوگوں میں سے (ان میں) تھوڑے ہوں گے ○‘‘

ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ○ وَ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ○[1]

’’(ان میں) بڑی جماعت اگلے لوگوں میں سے ہوگی ○ اور (ان میں) پچھلے لوگوں میں سے (بھی) بڑی ہی جماعت ہوگی ○‘‘

اوپر درج کردہ آیات کریمہ میں امت محمدی علی صاحبہا الصّلٰوۃ والسّلام کو امتِ آخرین کا لقب دیا گیا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ امت سب امتوں کے آخر میں ظہور پذیر ہوگی اور اس کے بعد کوئی امت نہیں۔

۸۳۔ اُمتِ محمدی ﷺ کے پہلی اُمتوں کا جانشین ہونے سے استدلال

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا ۙ وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ○ ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ○[2]

’’اور بیشک ہم نے تم سے پہلے (بھی بہت سی) قوموں کو ہلاک کر دیا جب انہوں نے ظلم کیا، اور ان کے رسول ان کے پاس واضح نشانیاں لے کر آئے مگر وہ ایمان لاتے ہی نہ تھے، اسی طرح ہم مجرم قوم کو (ان کے عمل کی) سزا دیتے

(۱) الواقعہ، ۵۶: ۳۹، ۴۰

(۲) یونس، ۱۰: ۱۳

ہیں○ پھر ہم نے ان کے بعد تمہیں زمین میں (ان کا) جانشین بنایا تاکہ ہم دیکھیں کہ (اب) تم کیسے عمل کرتے ہو○''

۸۴۔ اُمتِ محمدی ﷺ کو زمین میں گزشتہ اَقوام کی جانشین بنایا گیا

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

هُوَ الَّذِىْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ فِى الْاَرْضِ.[1]

''وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں (گزشتہ اقوام کا) جانشین بنایا○''

مذکورہ بالا آیات میں امت محمدی علی صاحبہا الصّلوۃ والسّلام کو زمین میں امم سابقہ کا خلیفہ کہا گیا ہے جس کا مطلب ہے کہ یہ امت آخر الامم ہے اس کے بعد نہ تو کوئی نئی امت پیدا ہوگی اور نہ نیا نبی آئے گا۔ قیامت تک یہی امت تاجدار کائنات سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے دامن رحمت سے وابستہ رہے گی، جس کا مفہوم یہ ہے کہ نہ دامن بدلے گا اور دامن گیر ہونے والے بدلیں گے۔

۸۵۔ حضور ﷺ کی اُمتِ دعوت کے کفار آخری اُمت کے کفار ہیں

اس حوالے سے ارشاد فرمایا گیا:

اَلَمْ نُهْلِكِ الْاَوَّلِيْنَ○ ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِيْنَ○[2]

''کیا ہم نے اگلے (جھٹلانے والے) لوگوں کو ہلاک نہیں کر ڈالا تھا○ پھر ہم

(۱) فاطر، ۳۵: ۳۹

(۲) المرسلات، ۷۷: ۱۶، ۱۷

بعد کے لوگوں کو بھی (ہلاکت میں) ان کے پیچھے چلائے دیتے ہیںo‘‘

ان آیات میں اولین سے مراد پہلی امتوں کے کفار اور آخرین سے امتِ محمدی علی صاحبھا الصّلوٰۃ والسّلام کے کفار مراد ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ امت محمدی علی صاحبھا الصّلوٰۃ والسّلام آخری امت ہے اور اس کا رسول آخری رسول ہے۔

۸۶۔ اُمتِ محمدی ﷺ کے اُممِ سابقہ پر گواہ ہونے سے استدلال

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا.(۱)

’’اور (اے مسلمانو!) اسی طرح ہم نے تمہیں (اعتدال والی) بہتر امت بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور (ہمارا یہ برگزیدہ) رسول (ﷺ) تم پر گواہ ہو۔‘‘

۸۷۔ اُمتِ محمدی ﷺ کا تمام بنی نوع انسان پر گواہ ہونا

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ.(۲)

’’تاکہ یہ رسولِ (آخر الزماں ﷺ) تم پر گواہ ہو جائیں اور تم بنی نوع انسان پر گواہ ہو جاؤ۔‘‘

مذکورہ بالا آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے امتِ مسلمہ کو پہلی امتوں پر یہ شرف و فضیلت عطا فرمائی کہ اسے ان پر گواہ ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔ یہ کتنی بڑی بات ہے کہ

---

(۱) البقرۃ، ۲: ۱۴۳

(۲) الحج، ۲۲: ۷۸

جہاں اس نے حضور نبی اکرم ﷺ کو افضل الخلائق، آخر الانبیاء والرسل اور شاہد و گواہ بنایا اور آپ ﷺ کے فیضانِ نبوت کے توسط سے آپ ﷺ کی امت کو خیرالامم اور آخر الامم ہونے کے ساتھ ساتھ امم سابقہ پر شاہد و گواہ بھی بنایا، اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم ﷺ کو شاہدِ اقوامِ عالم بنانے کے بعد آپ ﷺ کی امت کو تمام سابقہ امتوں پر گواہ بناتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ میرا رسول جس طرح تمہیں دین کی تبلیغ کرتا ہے اور تمہارے حال پر گواہ ہے اس طرح تم اوروں کو تبلیغ کر کے ان پر گواہ ہو جاؤ گے۔ انہیں یہ باور کرایا گیا کہ جس طرح میرے نبی کی شہادت تمہارے اوپر ہے، بطورِ امتِ محمدی تمہاری شہادت باقی اقوام عالم پر ہوگی۔ سب سے برگزیدہ، سب سے بڑی، سب سے اعلیٰ و ارفع اور چنیدہ امت ہونے کے ناطے تم علماءِ بنی اسرائیل کے انبیاء جیسا کام سرانجام دو گے یعنی دینِ حق کی دعوت و تبلیغ کے ذریعے گمراہی اور ضلالت کے اندھیروں میں بھٹکنے والوں کے لیے تمہارا کام رشد و ہدایت کی شمعیں جلانا، ظاہر و باطن کے احوال کی اصلاح کرنا اور دین کو زندہ کرنا ہے جو پہلے انبیاء کا کام تھا۔ اب اس کی سرانجام دہی حضور نبی اکرم ﷺ کی امت کے ذمے ہے جو امتِ وسط ہے۔ گویا سرتاجِ انبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ گمراہی کے اندھیروں میں سرگرداں لوگوں کے لیے رشد و ہدایت کی شمعیں جلا جلا کر تمہارے حوالے کر رہے ہیں اور تم ان شمعوں کو لے کر چار دانگ عالم میں روشنی پھیلانا تمہارا منصب ہوگا۔

۸۸-۱۱۰۔ لفظ مِنْ قَبْلِکَ سے ختمِ نبوتِ محمدی ﷺ پر استدلال

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن حکیم میں اپنے حبیب مکرم کو مخاطب فرما کر دیگر انبیا و رسل علیہم الصلوٰۃ و السلام کی بعثت و نبوت، احوال و واقعات اور خصائص و امتیازات کا ذکر کیا ہے۔ قرآن کریم شاہد ہے کہ رب کائنات نے یہ ذکر مِنْ قَبْلُ یا اس کے ساتھ ضمیر متکلم یا حاضر کا اضافہ کر کے مِنْ قَبْلِی یا مِنْ قَبْلِکَ کے الفاظ کے ساتھ کیا ہے، کسی ایک مقام پر بھی مِنْ بَعْد، مِنْ بَعْدِیْ یا مِنْ بَعْدِکَ کے الفاظ نہیں آئے جو اس بات کی واضح اور

روشن دلیل ہے کہ پیغمبر صرف وہی ہیں جو حضور نبی اکرم ﷺ سے پہلے گزر چکے۔ آپ کے بعد کوئی نیا نبی نئی شریعت لے کر نہیں آئے گا۔ اس مضمون کی تائید درج ذیل آیات کریمہ سے ہوتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

۸۸۔ قُلْ قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِنْ قَبْلِيْ بِالْبَيِّنٰتِ.(۱)

''آپ (ان سے) فرما دیں: بیشک مجھ سے پہلے بہت سے رسول واضح نشانیاں لے کر آئے۔''

۸۹۔ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ.(۲)

''اور بیشک ہم نے آپ سے پہلے بہت سی امتوں کی طرف رسول بھیجے۔''

۹۰۔ تَاللهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ.(۳)

''اللہ کی قسم! یقیناً ہم نے آپ سے پہلے (بھی بہت سی) امتوں کی طرف رسول بھیجے۔''

۹۱۔ كَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِيٍّ فِي الْاَوَّلِيْنَ ○(۴)

''اور پہلے لوگوں میں ہم نے کتنے ہی پیغمبر بھیجے تھے ○''

۹۲۔ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ.(۵)

''اور ہم نے آپ سے پہلے بھی مَردوں ہی کو رسول بنا کر بھیجا جن کی طرف ہم وحی بھیجتے تھے۔''

---

(۱) آل عمران، ۳: ۱۸۳

(۲) الانعام، ۶: ۴۲

(۳) النحل، ۱۶: ۶۳

(۴) الزخرف، ۴۳: ۶

(۵) یوسف، ۱۲: ۱۰۹

۹۳۔ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْٓ اِلَیْهِمْ.[۱]

’’اور ہم نے آپ سے پہلے بھی مَردوں ہی کو رسول بنا کر بھیجا جن کی طرف ہم وحی بھیجتے تھے۔‘‘

۹۴۔ وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَکَ اِلَّا رِجَالاً نُّوْحِیْ اِلَیْهِمْ.[۲]

’’اور (اے حبیبِ مکرّم!) ہم نے آپ سے پہلے (بھی) مردوں کو ہی (رسول بنا کر) بھیجا تھا جن کی طرف ہم وحی بھیجتے تھے۔‘‘

۹۵۔ فَاِنْ کَذَّبُوْکَ فَقَدْ کُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِکَ.[۳]

’’پھر بھی اگر آپ کو جھٹلائیں تو (محبوب آپ رنجیدہ خاطر نہ ہوں) آپ سے پہلے بھی بہت سے رسولوں کو جھٹلایا گیا۔‘‘

۹۶۔ وَلَقَدْ کُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِکَ.[۴]

’’اور بیشک آپ سے قبل (بھی بہت سے) رسول جھٹلائے گئے۔‘‘

۹۷۔ فَقَدْ کُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِکَ.[۵]

’’آپ سے پہلے کتنے ہی رسول جھٹلائے گئے۔‘‘

۹۸۔ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ج قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ.[۶]

’’اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تو) رسول ہی ہیں (نہ کہ خدا)، آپ سے پہلے بھی کئی پیغمبر (مصائب اور تکلیفیں جھیلتے ہوئے اس دنیا سے) گزر چکے ہیں۔‘‘

(۱) النحل، ۱۶: ۴۳
(۲) الانبیاء، ۲۱: ۷
(۳) آل عمران، ۳: ۱۸۴
(۴) الأنعام، ۶: ۳۴
(۵) فاطر، ۳۵: ۴
(۶) آل عمران، ۳: ۱۴۴

۹۹۔ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِکَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْکَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْکَ.[1]

’’اور بے شک ہم نے آپ سے پہلے بہت سے رسولوں کو بھیجا، ان میں سے بعض کا حال ہم نے آپ پر بیان فرما دیا اور ان میں سے بعض کا حال ہم نے (ابھی تک) آپ پر بیان نہیں فرمایا۔‘‘

۱۰۰۔ وَكَذٰلِکَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ.[2]

’’اور اسی طرح ہم نے کسی بستی میں آپ سے پہلے کوئی ڈر سنانے والا نہیں بھیجا۔‘‘

۱۰۱۔ وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رُّسُلِنَآ.[3]

’’اور جو رسول ہم نے آپ سے پہلے بھیجے آپ ان سے پوچھیے۔‘‘

۱۰۲۔ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِکَ.[4]

’’اور بیشک آپ سے قبل (بھی کفار کی جانب سے) رسولوں کے ساتھ مذاق کیا جاتا رہا۔‘‘

۱۰۳۔ سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَکَ مِنْ رُّسُلِنَا.[5]

’’ان سب رسولوں (کے لیے اللہ) کا دستور (یہی رہا ہے) جنہیں ہم نے آپ سے پہلے بھیجا تھا۔‘‘

۱۰۴۔ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا

(۱) المؤمن، ۴۰: ۷۸
(۲) الزخرف، ۴۳: ۲۳
(۳) الزخرف، ۴۳: ۴۵
(۴) الرعد، ۱۳: ۳۲
(۵) بنی اسرائیل، ۱۷: ۷۷

فَاعْبُدُوْنِ○[۱]

''اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر ہم اس کی طرف یہی وحی کرتے رہے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں پس تم میری (ہی) عبادت کیا کرو○''

۱۰۵۔ **وَلَقَدْ اُوْحِیَ اِلَیْکَ وَاِلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکَ لَئِنْ اَشْرَکْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُکَ وَلَتَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ○**[۲]

''اور فی الحقیقت آپ کی طرف (یہ) وحی کی گئی ہے اور اُن (پیغمبروں) کی طرف (بھی) جو آپ سے پہلے (مبعوث ہوئے) تھے کہ (اے انسان!) اگر تُو نے شرک کیا تو یقیناً تیرا عمل برباد ہو جائے گا اور تُو ضرور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گا○''

۱۰۶۔ **وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَکَ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّآ اِنَّھُمْ لَیَاْکُلُوْنَ الطَّعَامَ.**[۳]

''اور ہم نے آپ سے پہلے رسول نہیں بھیجے مگر (یہ کہ) وہ کھانا (بھی) یقیناً کھاتے تھے۔''

۱۰۷۔ **کَذٰلِکَ یُوْحِیْٓ اِلَیْکَ وَاِلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکَ اللهُ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ○**[۴]

''اسی طرح آپ کی طرف اور اُن (رسولوں) کی طرف جو آپ سے پہلے ہوئے ہیں اللہ وحی بھیجتا رہا ہے جو غالب ہے بڑی حکمت والا ہے○''

۱۰۸۔ **مَا یُقَالُ لَکَ اِلَّا مَا قَدْ قِیْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِکَ ط اِنَّ رَبَّکَ لَذُوْ**

---

(۱) الانبیاء، ۲۱: ۲۵
(۲) الزمر، ۳۹: ۶۵
(۳) الفرقان، ۲۵: ۲۰
(۴) الشوری، ۴۲: ۳

مَغۡفِرَةٍ وَّ ذُوۡعِقَابٍ اَلِيۡمٍ○[1]

’’(اے حبیب!) جو آپ سے کہی جاتی ہیں (یہ) وہی باتیں ہیں جو آپ سے پہلے رسولوں سے کہی جا چکی ہیں، بے شک آپ کا رب ضرور معافی والا (بھی) ہے اور دردناک سزا دینے والا (بھی) ہے○‘‘

۱۰۹۔ اَلَم تَرَاِلَى الَّذِيۡنَ يَزۡعُمُوۡنَ اَنَّهُمۡ اٰمَنُوۡا بِمَآ اُنۡزِلَ اِلَيۡکَ وَمَآ اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلِکَ.[2]

’’کیا آپ نے اِن (منافقوں) کو نہیں دیکھا جو (زبان سے) دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اس (کتاب یعنی قرآن) پر ایمان لائے جو آپ کی طرف اتارا گیا اور ان (آسمانی کتابوں) پر بھی جو آپ سے پہلے اتاری گئیں۔‘‘

۱۱۰۔ لٰكِنِ الرّٰسِخُوۡنَ فِى الۡعِلۡمِ مِنۡهُمۡ وَالۡمُؤۡمِنُوۡنَ يُؤۡمِنُوۡنَ بِمَآ اُنۡزِلَ اِلَيۡکَ وَمَآ اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلِکَ.[3]

’’لیکن ان میں سے پختہ علم والے اور مومن لوگ اس (وحی) پر جو آپ کی طرف نازل کی گئی ہے اور اس (وحی) پر جو آپ سے پہلے نازل کی گئی (برابر) ایمان لاتے ہیں، اور وہ (کتنے اچھے ہیں کہ) نماز قائم کرنے والے (ہیں) اور زکوٰۃ دینے والے (ہیں) اور اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والے (ہیں)۔ ایسے ہی لوگوں کو ہم عنقریب بڑا اجر عطا فرمائیں گے○‘‘

اوپر درج کردہ تمام کی تمام آیات میں تسلسل اور تکرار کے ساتھ ایک ہی مضمون بیان کیا گیا ہے جو حضور ختمی مرتبت سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کی ختم نبوت سے متعلق ہے۔ اس امر میں کوئی التباس اور ابہام نہیں کہ قرآن نے ہر مقام پر آپ ﷺ سے پہلے آنے

(۱) حٰمٓ السجدة، ۴۱: ۴۳
(۲) النساء، ۴: ۶۰
(۳) النساء، ۴: ۱۶۲

والے انبیاء کا ذکر بالالتزام کیا اور آپ ﷺ کے بعد کسی اور صاحبِ نبوت کی آمد کا اشارتاً اور کنایۃً کوئی حوالہ نہیں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جہاں بھی رسالت و نبوت اور وحی کا ذکر کیا تو مِنْ قَبْلِکَ فرمایا۔ کسی ایک جگہ بھی مِنْ بَعْدِکَ نہیں فرمایا۔ اگر آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی آنا ہوتا تو قرآن ضرور اس کا ذکر کرتا چونکہ قرآن مجید میں حضور نبی اکرم ﷺ کے بعد کسی نبی کے آنے کا ذکر نہیں ہے۔ اس لیے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

اَہم نکات

مذکورہ بالا آیات کریمہ سے درج ذیل اہم نکات مستنبط ہوتے ہیں جو حضور نبی اکرم ﷺ کی ختم نبوت کا واضح ثبوت ہیں:

۱۔ صرف پہلے انبیاء کرام کی نشانیوں کا ذکر کیا بعد کے کسی نبی کے نشانات کی خبر نہیں دی۔

۲۔ صرف حضور ﷺ سے پہلے امتوں کی طرف انبیاء کو بھیجنے کی بات کی، آپ ﷺ کے بعد کسی نبی یا رسول کو بھیجنے کی بات نہیں کی۔

۳۔ منصبِ رسالت کو حضور نبی اکرم ﷺ اور آپ ﷺ سے پہلے انبیاء کے ساتھ خاص کر کے واضح فرما دیا کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی بھی اس منصب کا حقدار نہیں اور کسی کو یہ عطا نہیں کیا جائے گا۔

۴۔ حضور نبی اکرم ﷺ سے پہلے انبیاء کی تکذیب اور ان کے تمسخر اڑائے جانے کا ذکر ہے، بعد کے نبی کی ایسی مشکلات کی خبر نہیں دی۔

۵۔ اسی طرح حضور نبی اکرم ﷺ سے پہلے انبیاء کی طرف وحی بھیجنے کا بیان ہے اور

بعد میں وحی بھیجے جانے کو بیان نہیں کیا

۶۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب فرما کر مِنْ قَبْلِ کے الفاظ سے پہلے انبیاء کے اوصافِ نبوت کو بیان کیا مگر کسی جگہ بھی مِنْ بَعْدِکَ کے کلمہ کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی نبی کا وصف بیان نہیں فرمایا۔ غرض جگہ جگہ مِنْ قَبْل، مِنْ قَبْلِی، مِنْ قَبْلِکَ کے الفاظ لا کر پہلے انبیاء کے تذکرے کرنا اور کہیں بھی مِنْ بَعْدِکَ یا اس کے مماثل کوئی لفظ لاکر بعد کے کسی نبی کا وصف بیان نہ کرنا اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری نبی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جب وصفِ نبوت ہی ختم کر دیا گیا تو موصوف یعنی صاحبِ نبوت کے آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

۱۱۱۔ بعثتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معاً بعد قیامت آئے گی

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَتٰۤی اَمۡرُ اللّٰہِ فَلَا تَسۡتَعۡجِلُوۡہُ. (۱)

’’اللہ کا وعدہ (قریب) آ پہنچا سو تم اس کے چاہنے میں عجلت نہ کرو۔‘‘

۱۱۲۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِقۡتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُہُمۡ وَہُمۡ فِیۡ غَفۡلَۃٍ مُّعۡرِضُوۡنَ ۝ (۲)

’’لوگوں کے لیے ان کے حساب کا وقت قریب آ پہنچا مگر وہ غفلت میں (پڑے طاعت سے) منہ پھیرے ہوئے ہیں ۝‘‘

---

(۱) النحل، ۱۶: ۱

(۲) الانبیاء، ۲۱: ۱

۱۱۳۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا. (۱)

''تو اب یہ (منکر) لوگ صرف قیامت ہی کا انتظار کر رہے ہیں کہ وہ ان پر اچانک آ پہنچے؟ سو واقعی اس کی نشانیاں (قریب) آ پہنچی ہیں۔''

۱۱۴۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَ انْشَقَّ الْقَمَرُ○ (۲)

''قیامت قریب آ پہنچی اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔''

۱۱۵۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَىْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ○ (۳)

''وہ تو سخت عذاب (کے آنے) سے پہلے تمہیں (بروقت) ڈر سنانے والے ہیں (تاکہ تم غفلت سے جاگ اٹھو)○''

حضور نبی اکرم ﷺ کی بعثتِ مبارکہ کا زمانہ قیامت سے متصل ہے اور اس کے فوراً بعد قیامت کا ظہور ہو گا جس کی خبر مذکورہ بالا ارشاداتِ الٰہیہ سے ملتی ہے

مفسرین نے سورۂ محمد کی محولہ بالا آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے اَشْرَاطُ السَّاعَة (قیامت کی نشانیوں) سے حضور نبی اکرم ﷺ کی بعثت مراد لی ہے۔ چنانچہ علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں:

فبعثة رسول الله ﷺ من أشراط الساعة لأنه خاتم الرسل الذى

(۱) محمد، ۴۷: ۱۸
(۲) القمر، ۵۴: ۱
(۳) سباء، ۳۴: ۴۶

أكمل اللّٰه تعالٰى به الدّين وأقام به الحجة على العالمين.[1]

''پس رسول اللہ ﷺ کی بعثت مبارکہ قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کیونکہ آپ ﷺ خاتم الرسل ہیں جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے دین کو مکمل کر دیا اور (سارے عالموں کی طرف رسول بنا کر) آپ ﷺ کے ذریعہ کائنات پر (اتمام) حجت قائم فرما دی۔''

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اپنی شہادت والی اور درمیانی انگلی کھڑی کرتے ہوئے فرمایا:

بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ.[2]

''میں اور قیامت ان دو اُنگلیوں کی طرح بھیجے گئے ہیں۔''

جس طرح دو اُنگلیاں ایک دوسرے کے قریب ہوتی ہیں اسی طرح حضور نبی اکرم ﷺ کی بعثت اور قیامت ایک دوسرے کے قریب ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی قربِ قیامت کے زمانے میں آمد کا مطلب یہ ہے کہ اب آپ ﷺ کی بعثت اور قیامِ قیامت کے درمیان کوئی نبی نہیں آئے گا۔ بلکہ قیامت تک حضور نبی اکرم ﷺ ہی کی نبوت و رسالت جاری و ساری رہے گی۔

۱۱۶۔ تمام اَدیانِ عالم پر غلبۂ دینِ حق ختمِ نبوت کی محکم ترین دلیل ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

(۱) ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۴: ۱۷۷

(۲) بخاری، الصحیح، کتاب الرقاق، باب قول النبي ﷺ: بعثت أنا والساعة كهاتين، ۵: ۲۳۸۵، رقم: ۶۱۳۹

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ وَلَوْ کَرِهَ الْمُشْرِکُوْنَ ○[1]

’’وہی (اللہ) ہے جس نے اپنے رسول (ﷺ) کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اس (رسول ﷺ) کو ہر دین (والے) پر غالب کر دے اگرچہ مشرکین کو برا لگے○‘‘

۱۱۷۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

هُوَالَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ ط وَکَفٰی بِاللهِ شَهِیْدًا○[2]

’’وہی ہے جس نے اپنے رسول (ﷺ) کو ہدایت اور دینِ حق عطا فرما کر بھیجا تاکہ اسے تمام ادیان پر غالب کر دے، اور (رسول ﷺ کی صداقت وحقانیت پر) اللہ ہی گواہ کافی ہے○‘‘

۱۱۸۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ وَلَوْ کَرِهَ الْمُشْرِکُوْنَ○[3]

’’وہی ہے جس نے اپنے رسول (ﷺ) کو ہدایت اور دینِ حق دے کر بھیجا تاکہ اسے سب ادیان پر غالب و سربلند کردے خواہ مشرک کتنا ہی ناپسند کریں○‘‘

مذکورہ بالا تینوں آیات میں لفظی اور معنوی اشتراک پایا جاتا ہے جو مضمون کی

(۱) التوبة، ۹: ۳۳

(۲) الفتح، ۴۸: ۲۸

(۳) الصّف، ۶۱: ۹

اہمیت کو اجاگر رہا ہے۔ وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولِ معظم ﷺ کو ہدایتِ عامہ اور دینِ حق کے ساتھ اس لیے مبعوث فرمایا ہے کہ وہ اس دینِ حق کو تمام ادیانِ عالم پر غالب کردے۔ یہ غلبہ اس امر کی دلیل ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی آمد تمام ادیان اور ان کے پیشوایان کی آمد کے بعد ہوئی اور یہ اس حقیقت پر شاہد عادل ہے کہ دینِ مصطفیٰ ﷺ سب سے آخری دین ہے اور اس کے لانے والے سیدنا محمد مصطفیٰ علیہ التحیّۃ والثناء سب سے آخری رسول ہیں۔ ختم نبوت کی اس سے زیادہ واضح اور محکم دلیل اور کیا ہوسکتی ہے؟

۱۱۹۔ لوگوں پر قرآن کے علاوہ کسی اور وحی کا اِتباع جائز نہیں

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِہٖٓ اَوْلِیَآءَ ط قَلِیْلًا مَّا تَذَکَّرُوْنَo(۱)

”(اے لوگو!) تم اس (قرآن) کی پیروی کرو جو تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف اتارا گیا ہے اور اس کے غیروں میں سے (باطل حاکموں اور) دوستوں کے پیچھے مت چلو، تم بہت ہی کم نصیحت قبول کرتے ہوo“

اس آیت کریمہ سے حضور نبی اکرم ﷺ کی ختم نبوت کے ضمن میں درج ذیل دو نکات اخذ ہوئے:

۱۔ لوگوں پر صرف اس وحی کا اتباع واجب ہے جو ان کی طرف حضور نبی اکرم ﷺ پر اتاری گئی۔

۲۔ اس کے علاوہ کسی دوسری وحی کے اتباع سے رکنا ہر شخص پر لازم ہے۔

اگر قرآن حکیم کے بعد کسی وحی کے نزول کا امکان ہوتا تو اس کی اتباع سے

(۱) الأعراف، ۷: ۳

روک کر پابندی عائد نہ کی جاتی بلکہ اس کے اتباع کا حکم بھی دیا جاتا۔ جب قرآن کریم کے بعد کسی وحی کا اتباع کلیتًا ممنوع ہوا تو پھر دنیا میں نیا نبی بھیج کر اس پر نئی وحی اتارنا ایک امرِ لا یعنی ہوا جس کے کرنے سے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے۔

۱۲۰۔ علی وجہ البصیرت داعیانِ حق کا حصر: دلیلِ ختمِ نبوت

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ. (۱)

”(اے حبیبِ مکرم!) فرما دیجئے: یہی میری راہ ہے۔ میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں، پوری بصیرت پر (قائم) ہوں، میں (بھی) اور وہ شخص بھی جس نے میری اتباع کی۔“

اس آیت کریمہ میں علی وجہ البصیرت دعوت حق دینے والوں کا ذکر ہے۔ جو خود حضور نبی اکرم ﷺ ہیں اور آپ ﷺ کے اسوہ پر چلنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور علمائے ربّانیین ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے مَنِ اتَّبَعَنِي سے صحابہ کرام اور علماءِ حق مراد لیے ہیں۔ یہ تفسیر منشاء ایزدی کے عین مطابق ہے۔ اگر اس امت میں کسی اور نبی کی گنجائش ہوتی تو ضرور پہلے اس کا ذکر کیا جاتا۔

۱۲۱۔ وارثینِ قرآن میں کوئی نبی شامل نہیں

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ۝ (۲)

---

(۱) یوسف، ۱۲: ۱۰۸

(۲) فاطر، ۳۵: ۳۲

’’پھر ہم نے اس کتاب (قرآن) کا وارث ایسے لوگوں کو بنایا جنہیں ہم نے اپنے بندوں میں سے چُن لیا (یعنی امّتِ محمدیہ ﷺ کو)، سو ان میں سے اپنی جان پر ظلم کرنے والے بھی ہیں، اور ان میں سے درمیان میں رہنے والے بھی ہیں، اور ان میں سے اللہ کے حکم سے نیکیوں میں آگے بڑھ جانے والے بھی ہیں، یہی (آگے نکل کر کامل ہو جانا ہی) بڑا فضل ہےo‘‘

اس آیت کریمہ میں قرآن حکیم کے وارثین کا ذکر کیا گیا ہے۔ وہ امت محمدی ﷺ کے مختلف گروہوں پر مشتمل ہے جن میں کوئی فرد بھی نبی نہیں۔ اگر حضور ﷺ کی امت میں اجرائے نبوت مقصود ہوتا تو وارثین کتاب میں سب سے پہلے امت کے ان افراد کا ذکر کیا جاتا جنہیں منصب نبوت دیا جانا تھا۔ ایسا نہ کیا جانا اس امر پر دلالت کرتا ہے آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں۔

۱۲۲۔ مَا بَیۡنَ یَدَیۡهِ کے الفاظ سے استدلال

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلۡ مَنۡ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبۡرِيۡلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلۡبِکَ بِاِذۡنِ اللّٰهِ مُصَدِّقاً لِّمَا بَيۡنَ يَدَيۡهِ وَ هُدًى وَّ بُشۡرٰى لِلۡمُؤۡمِنِيۡنَo [1]

’’آپ فرما دیں جو شخص جبریل کا دشمن ہے (وہ ظلم کر رہا ہے) کیونکہ اس نے (تو) اس (قرآن) کو آپ کے دل پر اللہ کے حکم سے اتارا ہے (جو) اپنے سے پہلے (کی کتابوں) کی تصدیق کرنے والا ہے اور مومنوں کے لیے (سراسر) ہدایت اور خوشخبری ہےo‘‘

(۱) البقرہ، ۲: ۹۷

۱۲۳۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

نَزَّلَ عَلَيْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقاً لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَ اَنْزَلَ التَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِيْلَO(۱)

”(اے حبیب!) اسی نے (یہ) کتاب آپ پر حق کے ساتھ نازل فرمائی ہے (یہ) ان (سب کتابوں) کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے اتری ہیں اور اسی نے تورات اور انجیل نازل فرمائی ہےO

۱۲۴۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقاً لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْکِتٰبِ. (۲)

”اور (اے نبیِ مکرّم!) ہم نے آپ کی طرف (بھی) سچائی کے ساتھ کتاب نازل فرمائی ہے جو اپنے سے پہلے کی کتاب کی تصدیق کرنے والی ہے۔“

۱۲۵۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَهٰذَا کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَکٌ مُّصَدِّقُ الَّذِیْ بَيْنَ يَدَيْهِ. (۳)

”اور یہ (وہ) کتاب ہے جسے ہم نے نازل فرمایا ہے، بابرکت ہے، جو کتابیں اس سے پہلے تھیں ان کی (اصلاً) تصدیق کرنے والی ہے۔“

۱۲۶۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا کَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰی مِنْ دُوْنِ اللهِ وَلٰکِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِیْ بَيْنَ يَدَيْهِ. (۴)

---

(۱) آل عمران، ۳: ۳
(۲) المائدة، ۵: ۴۸
(۳) الأنعام، ۶: ۹۲
(۴) یونس، ۱۰: ۳۷

’’یہ قرآن ایسا نہیں ہے کہ اسے اللہ (کی وحی) کے بغیر گھڑ لیا گیا ہو لیکن (یہ) ان (کتابوں) کی تصدیق (کرنے والا) ہے جو اس سے پہلے (نازل ہو چکی) ہیں۔‘‘

۱۲۷۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰـكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِىْ بَيْنَ يَدَيْهِ. (۱)

’’(بیشک ان کے قصوں میں سمجھداروں کے لیے عبرت ہے) یہ (قرآن) ایسا کلام نہیں جو گھڑ لیا جائے بلکہ (یہ تو) ان (آسمانی کتابوں) کی تصدیق ہے جو اس سے پہلے (نازل ہوئی) ہیں۔‘‘

محولہ بالا آیات کریمہ میں بَيْنَ يَدَيْهِ کے الفاظ سے واضح ہے کہ قرآن حکیم فقط اس وحی کی تصدیق کرتا ہے جو اس سے پہلے نازل ہوئی۔ وہ اپنے بعد کسی وحی کے نزول کی تصدیق تو درکنار اس کا ذکر تک نہیں کرتا، اگر قرآن حکیم کے بعد بھی وحی نازل ہونا ہوتی تو وہ اس کی لازماً تصدیق کرتا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ آخری نبی ہیں جن پر آخری وحی نازل ہوئی۔ جس طرح حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں اسی طرح قرآن حکیم کے بعد کوئی وحی نہیں۔

۱۲۸۔ بشارتِ عیسوی علیہ السلام سے ختمِ نبوت پر استدلال

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَىَّ مِنَ التَّوْرٰةِ وَمُبَشِّرًا ۢ بِرَسُوْلٍ يَّاْتِىْ مِنْ ۢ بَعْدِى اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ. (۲)

---

(۱) یوسف، ۱۲: ۱۱۱

(۲) الصف، ۶۱: ۶

''اور (وہ وقت بھی یاد کیجئے) جب عیسیٰ بن مریم (علیھما السّلام) نے کہا: اے بنی اسرائیل! بیشک میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا (رسول) ہوں، اپنے سے پہلی کتاب تورات کی تصدیق کرنے والا ہوں اور اُس رسولِ (معظّم ﷺ) کی (آمد) کی بشارت سنانے والا ہوں جو میرے بعد تشریف لا رہے ہیں جن کا نام (آسمانوں میں اس وقت) احمد (ﷺ) ہے۔''

قرآن حکیم میں مذکور انبیاء علیھم السلام اور ان پر نازل کردہ آسمانی کتب و صحائف کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ انبیاء سابقین جہاں اپنے سے پہلے انبیاء اور ان کی طرف نازل ہونے والی وحی کی تصدیق کی وہاں آئندہ آنے والے نبی کی خوشخبری بھی سناتے رہے ہیں۔ اس کی مثال سورۃ الصّف کی مذکورہ بالا آیت میں ہے جس میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ایک طرف وحی ماسبق کی تصدیق فرما رہے ہیں تو دوسری طرف اپنے بعد تشریف لانے والے نبی کا آسمانی نام لے کر خوشخبری بھی سنا رہے ہیں۔ قرآن حکیم میں اس مضمون کی آیات کثیر تعداد میں موجود ہیں جن میں سے چند آیات ہم گزشتہ صفحات میں بیان بھی کر چکے ہیں۔ لیکن قرآن اور صاحب قرآن اس باب میں فقط پہلے انبیاء اور وحی ماسبق کی تصدیق تو کرتے ہیں مگر اپنے بعد کسی نبی یا وحی کا سرے سے ذکر نہیں کرتے، لہٰذا اگر حضور ﷺ کے بعد سلسلہ نبوت کا اجراء مانا جائے تو اس کی تصدیق قرآن سے ہونی زیادہ اہم اور ضروری تھی کیونکہ کتب سابقہ کی تصدیق اگر اہلِ کتاب کو نعمتِ اسلام کی طرف راغب کرتی ہے تو زمانہ مابعد میں آنے والے انبیاء پر ایمان لانا آئندہ نسلوں کے لیے مدار نجات ہے۔

قرآن اور صاحب قرآن کا انبیاء سابقین کے اسلوب کے برعکس اشد ضرورت کے باوجود اپنے بعد جدید نبی اور جدید وحی کا ذکر نہ کرنا بلکہ حتمی طور پر انقطاعِ وحی اور ختمِ نبوت کا اعلان کرنا اس بات کا بین ثبوت ہے کہ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی نئے نبی کی آمد منشائے ایزدی ہی نہیں۔

۱۲۹۔ قبر میں صرف نبوتِ محمدی ﷺ پر ایمان کا سوال ہوگا

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يُثَبِّتُ اللهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ.(۱)

’’اللہ ایمان والوں کو (اس) مضبوط بات (کی برکت) سے دنیوی زندگی میں بھی ثابت قدم رکھتا ہے اور آخرت میں (بھی)۔‘‘

اس آیت کریمہ میں قولِ ثابت سے مراد وہ کلام ہے جو قبر میں ہر مسلمان قبر میں پوچھے گئے سوالات کے جواب میں کہے گا۔ احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے کہ ہر مومن شخص قبر میں شہادت دے گا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اپنے آقا و مولا حضرت محمد ﷺ کو پہچاننے کے بعد کہے گا کہ یہ میرے نبی ﷺ ہیں اور ایک روایت کے مطابق وہ کہے گا کہ یہ میرے نبی محمد ﷺ ہیں جو خاتم النبیین ہیں۔ یہی قول ثابت ہے۔

اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ قبر میں سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ ہی تشریف لائیں گے اور ہر شخص سے سوال بھی آپ ﷺ کے بارے میں کیا جائے گا۔ اس آیت کریمہ کی تفسیر بالحدیث والآثار سے یہی ثابت ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی ختمِ نبوت ہر مومن کے لیے دنیا سے لے کر قبر تک ایمان کا حصہ ہے اور وہاں سے حشر تک جاری و ساری ہے۔

اگر حضور ﷺ کے بعد کسی بھی قسم کا کوئی نبی مبعوث کیا جانا ہوتا اور اہلِ اسلام پر اس کی اتباع کو لازم ٹھہرایا جاتا تو لازمی طور قبر میں اس کی بھی پہچان کرائی جاتی اور امتی اس کا بھی نام لیتا لیکن اس کے برعکس ہر مسلمان قبر میں نہ صرف اپنے آقا و مولا سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کو نام لے کر پہچانتا ہے بلکہ خاتم النبیین کے الفاظ سے مرزائی اوہام کا رد بھی ہوتا ہے۔

(۱) ابراهیم، ۱۴: ۲۷

خلاصۂ بحث

گزشتہ صفحات میں ہم نے قرآن مجید سے جو دلائل پیش کیے ہیں ان سے یہ بات صراحتاً ثابت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ ہی خاتم النبیین ہیں لہٰذا آپ ﷺ کے بعد کسی نبی کا آنا محال ہے۔ سابقہ صحائفِ آسمانی میں آنے والے نبی کا حلیہ، حسب و نسب اور فضائل و خصائص بیان کیے گئے ہیں کیونکہ سابقین کی نسبت آئندہ آنے والوں پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ ان کی اطاعت و اتباع ضروری ہے۔ قرآن مجید میں سابقہ انبیاء کا ذکر تو ملتا ہے مگر کسی بعد میں آنے والے کا نام اور دیگر تفصیلات و جزئیات کا کسی بھی حوالے سے کوئی ذکر نہیں ملتا بلکہ قرآن مجید نے حضور نبی اکرم ﷺ کی نبوت و رسالت اور وحی کا تذکرہ کر کے مِنْ قَبْل یا مِنْ قَبْلِکَ کی قید لگا کر اس امر کا اعلان کر دیا ہے کہ نبوت و رسالت اور وحی کے تمام سلسلے صرف حضور ﷺ سے قبل زمانوں تک ہی محدود تھے جو آپ ﷺ کے بعد منقطع ہو گئے۔

دوسری بات یہ کہ حضور نبی اکرم ﷺ مطلع علی الغیب اور اپنی اُمت پر بے حد مہربان اور رؤف و رحیم ہیں۔ آپ نے قیامت تک پیش آنے والے تمام اہم معاملات کو صراحت کے ساتھ بیان فرما دیا مثلاً مسیح دجال کا خروج یا جوج ماجوج کا ظہور، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نازل ہونا، مختلف فتنوں کا رونما ہونا، الغرض ہر کوئی ایسا اہم معاملہ نہیں تھا جسے آپ نے بیان نہ فرمادیا ہو مگر کسی ایک مقام پر بھی آپ ﷺ نے اشارۃً یا کنایۃً یہ نہیں فرمایا کہ میرے بعد کوئی نیا نبی مبعوث ہو گا۔ یا میں مہر لگا کر کسی کو نبی بنادوں گا یا فلاں ملک میں یا فلاں زمانہ میں کوئی ظلی یا بروزی تشریعی غیر تشریعی، اصلی یا لغوی، مستقل یا غیر مستقل، نبی پیدا ہو گا۔ اس کی علامات یہ ہوں گی اس کی اطاعت تم پر فرض ہو گی اور اگر تم نے اطاعت نہ کی تو منکر اور کافر ہو جاؤ گے اور دوزخ کا ایندھن بنو گے بلکہ آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ جو بھی میرے بعد نبوت کا دعویٰ کرے گا وہ کذاب کافر اور دجال ہو گا۔

تیسری بات یہ ہے کہ حضور ﷺ نے سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ آسمان سے نزول کا ذکر کیا اور ان کی جائے نزول، وقتِ نزول اور ان کے کارہائے نمایاں، ان کی جائے مدفن وغیرہ کا صراحتاً ذکر فرما دیا تاکہ کسی کے دل میں کسی قسم کا کوئی التباس یا ابہام پیدا نہ ہو اور یہ بھی آپ ﷺ نے صراحتاً فرما دیا کہ وہ بحیثیت نبی نہیں بلکہ بحیثیت امام اور خلیفۃ الرسول تشریف لائیں گے اور آپ ﷺ ہی کے اُمتی ہوں گے۔

جب کتابِ الٰہی اور احادیث رسول ﷺ سے اجرائے نبوت یا اجرائے وحی کا کوئی ثبوت نہیں ملتا تو ایک سلیم الطبع آدمی کے لیے ایمان کے باب میں اتنا ہی کافی ہے کہ وہ یقین کر لے کہ آپ ﷺ کے بعد نہ کوئی نبی پیدا ہوگا اور نہ کوئی رسول۔

اگر مرزا غلام احمد قادیانی کے مطابق اَقسامِ نبوت تشریعی یا غیر تشریعی، ظلی یا بروزی میں سے کوئی قسم وجود پذیر ہونا ہوتی تو حضور نبی اکرم ﷺ اس کا ضرور تذکرہ فرماتے یا قرآن میں اس کا کوئی حوالہ ضرور ملتا مگر قرآن و سنت سے نبوت کی ایسی کوئی تقسیم نہیں ملتی۔ جس کے مطابق اجرائے نبوت مانا جائے۔ اتنے براہین قاطعہ کے باوجود بھی کوئی شپّرہ چشم ختم نبوت کے آفتاب کو ماننے سے انکار کرے اور اپنا دعویٰ نبوت کر بیٹھے تو وہ دجّال، کذّاب اور دائرہ اسلام سے خارج ہے اور اس کے اندھے مقلدین بھی گروہ کفار میں سے ہوں گے۔ اسلام سے اُن کا کوئی تعلق نہیں کیونکہ وہ دن کی روشنی دیکھتے ہوئے بھی سورج کا انکار کر رہے ہیں۔

باب چہارُم

ختمِ نبوت
احادیثِ نبوی ﷺ کی روشنی میں

اِسلام میں سنت و حدیثِ نبوی ﷺ کا مقام

عقیدۂ ختم نبوت پر قرآن حکیم سے دلائل پیش کرنے کے بعد ہم سنت و حدیث نبوی ﷺ کی طرف آتے ہیں۔ یہ امر واضح ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کا آخری نبی ہونا جس طرح قرآنی آیات میں صراحت کے ساتھ بیان ہوا ہے اسی طرح احادیث نبوی ﷺ میں تواتر کے ساتھ بیان ہوا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے بار بار تاکید کے ساتھ اپنے **خاتم النبیین** ہونے کا اعلان فرمایا ہے اور مختلف تمثیلات کے ذریعے اس اصطلاح کے معنی کی وضاحت فرمائی ہے جس کے بعد اس لفظ کے معنی میں کسی قسم کی تاویل وتعبیر کی گنجائش نہیں رہتی ۔

قبل اس کے کہ احادیثِ نبوی ﷺ کی روشنی میں لفظِ **خاتم النبیین** کا معنی و مفہوم بیان کیا جائے، حدیثِ نبوی ﷺ کا دینِ اسلام کے اندر مرتبہ و مقام اور اس کی حجیتِ مطلقہ کا اجاگر کرنا ضروری ہے، تاکہ واضح ہو جائے کہ قرآن حکیم کے ساتھ سنت و حدیثِ نبوی ﷺ بھی ہمارے لیے واجب العمل ہے۔ چنانچہ اب ہم اس بات پر مختصراً روشنی ڈالیں گے کہ شریعتِ اسلامی کے اندر سنت و حدیث نبوی ﷺ کا کیا مقام ہے۔

تعلیماتِ اسلام اور احکامِ شریعت کے بنیادی ماخذ دو ہیں: قرآن اور سنت۔ سیرت النبی ﷺ سے جو کچھ صحت کے ساتھ ثابت ہوتا ہے وہی سنت رسول ﷺ ہے۔ اسلام نے آپ ﷺ کی سنت و سیرت کو حجت مطلقہ قرار دیا ہے۔ اس کی اطاعت و پیروی بھی قرآن مجید کی طرح مستقل، دائمی و ابدی، غیر مشروط اور غیر متبدل ہے جو قیامت تک کے مسلمانوں کے لیے بلاکم و کاست واجب ہے، پوری اُمت مل کر بھی سنت رسول ﷺ اور اس کے احکام کو قرآنی احکام کی طرح منسوخ، معطل یا تبدیل نہیں کرسکتی حتیٰ کہ اس کی حجیت اور واجب الاطاعت اور قابل عمل ہونے کا مطلقاً انکار کفر ہے اور اس

پر ایمان و اعتقاد رکھنے کے باوجود اس سے عملی انحراف فسق، ظلم اور ضلالت ہے۔ مزید یہ کہ اس کے بغیر فقط قرآن مجید اور اس کے احکام پر ایمان رکھنے کو کافی سمجھنا بھی منافقت اور صریح گمراہی ہے اور ایسا عقیدہ عند اللہ نامقبول و مردود ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ اَطِيْعُوا اللهَ وَالرَّسُوْلَ.(۱)

''آپ فرما دیں کہ اللہ اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کرو۔''

اسی طرح ارشاد فرمایا گیا:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَطِيْعُوا اللهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللهِ وَالرَّسُوْلِ.(۲)

''اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کرو اور اپنے میں سے (اہلِ حق) صاحبانِ اَمر کی، پھر اگر کسی مسئلہ میں تم باہم اختلاف کرو تو اسے (حتمی فیصلہ کے لیے) اللہ اور رسول (ﷺ) کی طرف لوٹا دو۔''

یہاں اَطِيْعُوا کا حکم لفظ اللہ کے بعد الرَّسُوْل کے لیے دوبارہ آیا ہے جبکہ اُولِی الْاَمْرِ کے لیے اس کا تکرار نہیں ہوا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اطاعت جس طرح اللہ تعالیٰ کے لیے مستقل اور مطلق ہے اسی طرح رسول خدا ﷺ کے لیے بھی مستقل اور مطلق ہے مگر اولی الامر کے لیے اطاعت نہ مستقل ہے نہ مطلق بلکہ عارضی اور مشروط ہے اگر ان کا حکم اللہ اور رسول ﷺ کے احکام کے تابع ہو تو ان کی اطاعت واجب ہے اگر اللہ و رسول کی نافرمانی پر مبنی ہو تو ان کی اطاعت جائز نہیں۔

تصورِ حاکمیت اور مقامِ رسالت

اسلام میں شارع یعنی واضح قانون کی حیثیت صرف خدائے لم یزل اور اس کے

(۱) آل عمران، ۳: ۳۲

(۲) النساء، ۴: ۵۹

رسول ﷺ کو حاصل ہے۔ خدا کی حاکمیت حقیقی اور اصلی ہے جبکہ رسول ﷺ کی حاکمیت خدا کے نائب اور مظہر ہونے کے اعتبار سے نیابتی و تفویضی ہے۔ آپ ﷺ خدا کی طرف سے تشریعی اختیارات کے حامل ہونے کی بنا پر ابد الآباد تک انسانیت کے لیے مطاع مطلق ہیں لہٰذا کسی بھی معاملے میں رسول اللہ ﷺ کے اوامر و نواہی دراصل خدا ہی کے اوامر و نواہی کہلاتے ہیں۔ قرآن نے اس حقیقت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

۱۔ وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا.[۱]

''اور جو کچھ رسول (ﷺ) تمہیں عطا فرمائیں سو اُسے لے لیا کرو اور جس سے تمہیں منع فرمائیں سو (اُس سے) رُک جایا کرو۔''

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا گیا:

۲۔ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا○[۲]

''پس (اے حبیب!) آپ کے رب کی قسم یہ لوگ مسلمان نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ وہ اپنے درمیان واقع ہونے والے ہر اختلاف میں آپ کو حاکم نہ بنا لیں پھر اس فیصلہ سے جو آپ صادر فرما دیں اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہ پائیں اور (آپ کے حکم کو) بخوشی پوری فرمانبرداری کے ساتھ قبول کر لیں○''

یہی وجہ ہے اطاعتِ رسول ﷺ کو اطاعتِ خداوندی کا درجہ حاصل ہے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت سے قطع نظر اطاعتِ خداوندی کا کوئی تصور ہی موجود نہیں ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

۳۔ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللهَ.[۳]

---

(۱) الحشر، ۵۹: ۷

(۲) النساء، ۴: ۶۵

(۳) النساء، ۴: ۸۰

''جس نے رسول (ﷺ) کا حکم مانا بیشک اس نے اللہ (ہی) کا حکم مانا۔''

۴۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ.[۱]

''(اے حبیب !) آپ فرما دیں: اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو تب اللہ تمہیں (اپنا) محبوب بنا لے گا اور تمہارے لیے تمہارے گناہ معاف فرما دے گا۔''

علامہ ابن تیمیہؒ نے اس تصور کو بڑی شرح و بسط کے ساتھ ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

وقد أقامه الله مُقام نفسِهِ في أمره و نهيه و إخباره و بيانه، فلا يجوز أن يُّفَرَّقَ بين الله ورسوله في شئ من هذه الأمور.[۲]

''اللہ تعالیٰ نے اپنے اوامر و نواہی اور اخبار و بیان میں حضور ﷺ کو اپنے ہی مقام پر فائز فرما دیا ہے لہٰذا ان امور میں سے کسی ایک میں بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے درمیان تفریق کرنا ہرگز جائز نہیں۔''

رسول اللہ ﷺ کے حاکم و شارع ہونے کی حیثیت کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ فلسفہ بآسانی سمجھا جاسکتا ہے کہ دو ہستیوں (خدا اور اس کے رسول ﷺ) کے لیے قرآن ضمیر واحد کیوں استعمال کرتا ہے، ملاحظہ فرمائیے:

۵۔ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ○[۳]

حالاں کہ اللہ اور اس کا رسول (ﷺ) زیادہ حقدار ہے کہ وہ اسے راضی کریں اگر یہ لوگ ایمان والے ہوتے (تو یہ حقیقت جان لیتے اور رسول ﷺ کو

---

(۱) آل عمران، ۳: ۳۱

(۲) ابن تیمیہ، الصارم المسلول: ۴۱

(۳) التوبۃ، ۹: ۶۲

راضی کرتے، رسول ﷺ کے راضی ہونے سے ہی اللہ راضی ہو جاتا ہے کیوں
کہ دونوں کی رضا ایک ہے)○

یُرْضُوْہُ میں ہُ کی ضمیر ایک ذات کو ظاہر کرتی ہے لیکن یہاں بیک وقت خدا اور اس کے رسول ﷺ دونوں کے لیے استعمال ہوئی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ رضائے الٰہی اور رضائے رسول ﷺ حقیقت میں ایک ہی رضا ہے انہیں دو الگ حقیقتیں نہ سمجھا جائے۔

بمقام حدیبیہ بیعتِ رضوان کے موقع پر جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کے دستِ اقدس پر بیعت کرتے ہوئے آپ کی غیر مشروط اطاعت اور فرمانبرداری کا اظہار و اعلان کیا تو قرآن نے اس واقعہ کو ان الفاظ میں بیان کیا:

۷۔ **اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ.** (۱)

”(اے حبیب!) بیشک جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں، ان کے ہاتھوں پر (آپ کے ہاتھ کی صورت میں) اللہ کا ہاتھ ہے۔“

غور فرمایئے یہاں اطاعتِ رسول اللہ ﷺ کو عین اطاعتِ خداوندی اور رسول ﷺ کے ہاتھ کو عین اللہ کا ہاتھ قرار دیا جارہا ہے۔ یہی فلسفہ اس آیت میں بھی دہرایا گیا ہے:

۸۔ **وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی○ اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی○** (۲)

”اور وہ (اپنی) خواہش سے کلام نہیں کرتے○ اُن کا ارشاد سَراسَر وحی ہوتا ہے جو انہیں کی جاتی ہے○“

---

(۱) الفتح، ۴۸: ۱۰

(۲) النجم، ۵۳: ۳، ۴

یہاں فرمانِ رسول ﷺ کو عین حکم الٰہی قرار دیا جا رہا ہے اس لیے کہ خدا اور اس کے رسول ﷺ کے فرمودات کے مابین کوئی فرق و امتیاز گوارا نہیں کیا جاسکتا۔

مزید برآں افعالِ رسول ﷺ کو بھی خدا اپنے افعال قرار دیتے ہوئے اپنی طرف منسوب کر رہا ہے۔ ارشاد فرمایا گیا:

۹۔ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللهَ رَمٰى.[۱]

’’اور (اے حبیبِ محتشم!) جب آپ نے (ان پر سنگریزے) مارے تھے (وہ) آپ نے نہیں مارے تھے بلکہ (وہ تو) اللہ نے مارے تھے۔‘‘

یہ حقیقت درج ذیل آیات جس میں الوہیت اور رسالت کے درمیان تعلق کو واضح کرنے کے لیے رسول ﷺ کا اسم مبارک خدا کے اسم گرامی کے ساتھ متحد کیا گیا ہے مزید آشکار ہوجاتی ہے۔

۱۰۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللهُ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ.[۲]

’’بیشک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کو اذیت دیتے ہیں اللہ ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت بھیجتا ہے۔‘‘

۱۱۔ ذَالِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللهَ وَرَسُوْلَهٗ وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ○[۳]

’’یہ اس لیے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی مخالفت کی اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی مخالفت کرے تو بیشک اللہ (اسے) سخت عذاب دینے والا ہے○‘‘

---

(۱) الانفال، ۸: ۱۷

(۲) الاحزاب، ۳۳: ۵۷

(۳) الانفال، ۸: ۱۳

۱۲۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَادُّوْنَ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰئِكَ فِی الْاَذَلِّيْنَ○[۱]

’’بیشک جو لوگ اللہ اور اُس کے رسول (ﷺ) سے عداوت رکھتے ہیں وہی ذلیل ترین لوگوں میں سے ہیں○‘‘

۱۳۔ اَلَمْ يَعْلَمُوْا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا.[۲]

’’کیا وہ نہیں جانتے کہ جو شخص اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی مخالفت کرتا ہے تو اس کے لیے دوزخ کی آگ (مقرر) ہے وہ ہمیشہ اس میں رہے گا۔‘‘

۱۴۔ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ...... وَاَطِيْعُوا اللهَ وَرَسُوْلَهٗ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ○[۳]

’’فرما دیجیے: اموالِ غنیمت کے مالک اللہ اور رسول (ﷺ) ہیں ...... اور اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی اطاعت کیا کرو اگر تم ایمان والے ہو○‘‘

۱۵۔ قُلْ اَطِيْعُوا اللهَ وَالرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ○[۴]

’’آپ فرما دیں کہ اللہ اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کرو پھر اگر وہ روگردانی کریں تو اللہ کافروں کو پسند نہیں کرتا○‘‘

۱۶۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ.[۵]

’’اے ایمان والو! جب (بھی) رسول (ﷺ) تمہیں کسی کام کے لیے بلائیں جو تمہیں (جاودانی) زندگی عطا کرتا ہے تو اللہ اور رسول (ﷺ) کو فرمانبرداری

(۱) المجادلہ، ۵۸: ۲۰

(۲) التوبہ، ۹: ۶۳

(۳) الانفال، ۸: ۱

(۴) آل عمران، ۳: ۳۲

(۵) الانفال، ۸: ۲۴

کے ساتھ جواب دیتے ہوئے (فوراً) حاضر ہو جایا کرو۔‘‘

یہاں بھی خدا اور اس کے رسول ﷺ کے لیے صیغۂ واحد استعمال کیا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ خدا اور رسول ﷺ کی پکار، اعلان، حکم اور امر ایک دوسرے سے مختلف نہ سمجھے جائیں بلکہ دونوں کو ایک ہی چیز تصور کیا جائے۔

۱۷۔ **فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ.** (۱)

’’پھر اگر کسی مسئلہ میں تم باہم اختلاف کرو تو اسے (حتمی فیصلہ کے لیے) اللہ اور رسول (ﷺ) کی طرف لوٹا دو۔‘‘

۱۸۔ **وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا○** (۲)

’’اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی فرمانبرداری کرتا ہے تو بیشک وہ بڑی کامیابی سے سرفراز ہوا○‘‘

۱۹۔ **وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَی اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ یَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِیَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِیْنًا○** (۳)

’’اور نہ کسی مومن مرد کو (یہ) حق حاصل ہے اور نہ کسی مومن عورت کو کہ جب اللہ اور اس کا رسول (ﷺ) کسی کام کا فیصلہ (یا حکم) فرما دیں تو ان کے لیے اپنے (اس) کام میں (کرنے یا نہ کرنے کا) کوئی اختیار ہو، اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی نافرمانی کرتا ہے تو وہ یقیناً کھلی گمراہی میں بھٹک گیا○‘‘

---

(۱) النساء، ۴: ۵۹

(۲) الاحزاب، ۳۳: ۷۱

(۳) الاحزاب، ۳۳: ۳۶

۲۰۔ وَلَا یُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ. (۱)

’’اور نہ ان چیزوں کو حرام جانتے ہیں جنہیں اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) نے حرام قرار دیا ہے۔‘‘

۲۱۔ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَیَتَعَدَّ حُدُوْدَہٗ یُدْخِلْہُ نَارًا خَالِدًا فِیْھَا. (۲)

’’اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی نافرمانی کرے اور اس کی حدود سے تجاوز کرے اسے وہ دوزخ میں داخل کرے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔‘‘

مذکورہ بالا تمام آیات قرآنی اس حقیقت کا واشگاف اعلان کرتی ہیں کہ قانون سازی کا حق صرف خدا اور اس کے رسول ﷺ کو حاصل ہے اور ان دونوں کے مابین کوئی فرق و امتیاز یا اختلاف و تناقض ہرگز نہیں۔ قانون سازی کا حق حقیقتاً ایک ہی حق ہے جو خدا کو ہی حاصل ہے مگر اسے اس کا رسول ﷺ سیاسی آئینی اور تشریحی و قانونی تقاضوں کے تحت نیابتی حیثیت سے بروئے کار لاتا ہے اس اعتبار سے رسول اکرم ﷺ ہی پوری امت مسلمہ کے لیے اور ہر اسلامی ریاست کے لیے مقتدر اَعلیٰ کی حیثیت رکھتے ہیں اور تمام مسلم حکمران آپ کے خلفاء ہیں جیسا کہ علامہ ابن خلدون نے بیان کیا ہے:

وأنه نيابة عن صاحب الشريعة في حفظ الدين وسياسة الدنيا به. (۳)

’’خلافت دراصل صاحبِ شریعت یعنی رسول مقبول ﷺ کی نیابت کا ایسا منصب ہے جس کا مقصد دنیا کا تحفظ اور امور دنیا کو احسن طریقے سے چلانا ہے۔‘‘

موصوف مزید فرماتے ہیں:

وأما تسميته خليفةً فلكونه يخلُفُ النبيَّ ﷺ فى أمته. (۴)

(۱) التوبة، ۵: ۲۹

(۲) النساء، ۴: ۱۴

(۳) ابن خلدون، مقدمہ، ۱۸۹

(۴) ابن خلدون، مقدمہ، ۱۸۹

''خلیفہ کی وجہ تسمیہ یہی ہے کہ وہ امت میں حضور ﷺ کا نائب ہوتا ہے۔''

یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید نے غیر مبہم انداز سے اس حقیقت کو واضح فرما دیا:

۲۲۔ وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰی مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَی الرَّسُوْلِ رَاَیْتَ الْمُنٰفِقِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًاo(۱)

''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کے نازل کردہ (قرآن) کی طرف اور رسول (ﷺ) کی طرف آ جاؤ تو آپ منافقوں کو دیکھیں گے کہ وہ آپ (کی طرف رجوع کرنے) سے گریزاں رہتے ہیںo''

یہاں یہ امر واضح ہوگیا ہے کہ دین و ایمان دو دعوتوں کا نام ہے: **دعوت الی اللہ** ﷻ اور **دعوت الی الرّسول** ﷺ۔ قرآنی اصول کے مطابق منافقین کی علامت یہ ہے کہ وہ **دعوت الی اللہ** سے نہیں بلکہ **دعوت الی الرسول** ﷺ سے گریزاں ہوتے ہیں کیونکہ رسالت کی طرف رجوع کرنے سے ہی رجوع الی اللہ عملاً متحقق ہوتا ہے، اتباعِ رسالت کی طرف رجوع کیے بغیر رجوع الی ما انزل اللہ کا دعویٰ مجرد عقیدہ و تصور ہی رہتا ہے اس کی عملی شکل وجود میں نہیں آ سکتی اس لیے منافق سمجھتا ہے کہ میرا انکار اسلام بھی ثابت نہ ہوا اور میں اسلام پرعمل کی پابندی سے بھی بچا رہا پابندی تو اس وقت شروع ہوگی جب احکام قرآنی اور اطاعت الٰہی کی عملی صورت سامنے ہوگی اور وہ عملی صورت صرف سنت و سیرتِ نبوی ﷺ ہی تھی جس کا اس نے انکار کر دیا اس لیے وہ سمجھتا ہے کہ میں قرآن کو مان کر اسلام کا منکر بھی نہ بنا اور اسلام سے آزاد بھی رہا اس نفسیات کا جواب قرآن نے یہ دیا ہے کہ ایسا شخص سرے سے مسلمان ہی نہیں، منافق ہے۔

سو اسلام اور احکام شریعت کو کاملاً سمجھنے اور ان پر صحیح عمل کرنے کے لیے قرآن اور سنت وحدیث لازم وملزوم اور ناگزیر ہیں، دو میں سے کسی ایک کی بھی حجیت وضرورتِ

(۱) النساء، ۴: ۶۱

شرعی کا انکار دین اور شریعت اسلامی کو نامکمل اور ناقابل عمل بنا دے گا، بنابریں حضور ﷺ نے اُمت کو یہ تلقین فرمائی:

أمرينِ لن تَضِلّوا ما تَمَسَّكْتُمْ بهما كتابَ الله وسنّةَ نبيّه. (۱)

''میں تمہارے اندر دو امر چھوڑ رہا ہوں اللہ کی کتاب اور اپنی سنت۔ اگر تم ان دونوں کو تھامے رکھو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔''

اسی طرح حضور ﷺ نے فرمایا:

كلّ أمّتي يَدخلون الجنّةَ إلا من أبى.

''میری ساری اُمت جنت میں داخل ہوگی سوائے اس کے جس نے انکار کیا۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! انکار کون کرے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

من أطاعني دَخَلَ الجنّة ومن عصاني فقد أبى. (۲)

''جو میری اطاعت کرے گا جنت میں جائے گا اور جو میری اطاعت سے رُوگردانی کرے گا وہی منکر ہوگا۔''

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے خطبۂ حجۃ الوداع میں ارشاد فرمایا:

قد يئِس الشّيطانُ بأن يُّعبَدَ بأرضكم ولكنّهُ رضِي أن يُطاعَ فيما

---

(۱) ۱۔ امام مالك، الموطا، ۲: ۸۹۹، رقم: ۱۵۹۴

۲۔ ابن عبد البر، التمهيد، ۲۴: ۳۳۱، رقم: ۱۲۸

(۲) ۱۔ بخاری، الصحيح، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب الإقتداء بسنن رسول الله ﷺ، ۶: ۲۶۵۵، رقم: ۶۸۵۱

۲۔ ابن حبان، الصحيح، ۱: ۱۹۶، رقم: ۱۷

سوى ذلك مما تُحاقِرونَ من أعمالِكم فاحذرُوا يا أيها النّاسُ إني قد تركتُ فيكم ما إنِ اعْتَصَمْتُمْ به فلن تضلُّوا أبدا كتابَ الله وسنةَ نبيّه ﷺ. (۱)

’’بے شک شیطان اب اس بات سے نااُمید ہو گیا ہے کہ تمہاری سرزمین پر آئندہ اس کی عبادت کی جائے گی (یعنی آئندہ اس کی عبادت نہیں ہو گی) لیکن وہ اس بات پر خوش ہے کہ عبادت کے علاوہ دیگر معاملات میں جنہیں تم معمولی سمجھتے ہو اس کی اطاعت کی جائے گی، پس اس بات سے بچو، بے شک میں تمہارے اندر ایک ایسی چیز چھوڑ رہا ہوں اگر تم اسے مضبوطی سے تھامے رکھو گے تو کبھی بھی گمراہ نہیں ہو گے وہ اللہ کی کتاب اور اس کے نبی کی سنت ہے۔‘‘

چونکہ حضور نبی اکرم ﷺ نے خود قرآن مجید کے ساتھ اپنی سنت و سیرت کو اُمت کے لیے لازم و ناگزیر قرار دیا ہے سو جب تک قرآن ہے حضور ﷺ کی سنت و سیرت بھی اس وقت تک زندہ و تابندہ رہے گی اور آپ ﷺ کی نبوت و رسالت اور کتاب و سنت، خاتم النبیّین ہونے کی بناء پر قیامت تک قائم و دائم اور لازم و واجب رہیں گی، سو زمانوں کے بدلنے کے باوجود سیرتِ محمدی ﷺ کی کمالیت و دوامیت میں اس لیے فرق نہیں آ سکتا کہ آپ کی بعثت تمام زمانوں کے لیے ہے اور وہ روزِ محشر تک، روزِ اوّل کی طرح زندہ و تابندہ اور روشن و تابناک رہے گی کیونکہ وہ ناقابلِ عمل ہو جائے تو خاتمیت نبوت برقرار نہیں رہ سکتی، پھر نئے نبی کی بعثت لازمی ہو جاتی ہے اور یہ ناممکن ہے۔ قرآن مجید اور فرمانِ نبوی ﷺ کے ذریعے ابد الآباد تک کے لیے اس کا قطعی اعلان ہو چکا ہے۔ (۲)

ختمِ نبوت کے مسئلے کو احادیثِ متواترہ میں کثرت سے بیان کیا گیا ہے اور ان سے ہمیں جو علم حاصل ہوا ہے وہ اس قدر قطعی، یقینی اور بدیہی ہے جیسے مشاہدے کی بنیاد پر

(۱) حاکم، المستدرك على الصحيحين، ۱: ۱۷۱، رقم: ۳۱۸
(۲) اس موضوع کی تفصیل کے لیے ہماری تصنیف ’الحکم الشرعی‘ کا مطالعہ فرمائیں۔

ہم کسی چیز کے بارے میں جان لیتے ہیں اور اس پر کسی قسم کے اشتباہ اور شک کی گنجائش نہیں رہتی۔ آفتاب آمد دلیل آفتاب کے مصداق کلامِ نبوی ﷺ کی حقانیت و صداقت پر ہمارا یقین ایسا ہی ہے جیسے نصف النہار کے وقت آفتاب کے موجود ہونے کا ہوتا ہے۔اس ضمن میں ہم دو سے زائد احادیث بیان کریں گے۔

بعثتِ محمدی ﷺ کے ساتھ قصرِ نبوت کی تکمیل سے اِستدلال

۱۔ **عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ: أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ: إِنَّ مَثَلِي وَمَثَلَ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِي، كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنَى بَيْتًا فَأَحْسَنَهُ وَأَجْمَلَهُ إِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ مِنْ زَاوِيَةٍ، فَجَعَلَ النَّاسُ يَطُوْفُوْنَ بِهِ وَيَعْجَبُوْنَ لَهُ وَيَقُوْلُوْنَ: هَلَّا وُضِعَتْ هَذِهِ اللَّبِنَةُ؟ قَالَ: فَأَنَا اللَّبِنَةُ وَأَنَا خَاتِمُ النَّبِيِّيْنَ.** (۱)

’’حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال ایسی ہے، جیسے کسی شخص نے گھر تعمیر کیا اور اس کو خوب آراستہ و پیراستہ کیا، لیکن ایک گوشہ میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی۔ لوگ آ کر اس مکان کو دیکھنے لگے اور خوش ہونے لگے اور کہنے لگے! یہ اینٹ بھی

---

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب المناقب، باب خاتم النبيين ﷺ، ۳: ۱۳۰۰، رقم: ۳۳۴۲

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الفضائل، باب ذكر كونه ﷺ خاتم النبيين، ۴: ۱۷۹۱، رقم: ۲۲۸۶

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۲۵۶، رقم: ۷۴۷۹

۴۔ نسائی کی ’السنن الکبری (۶: ۴۳۶، رقم: ۱۱۴۲۲)‘ میں فَأَنَا مَوْضِعُ اللَّبِنَةِ کے الفاظ ہیں۔

۵۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۴: ۳۱۵، رقم: ۶۴۰۵

۶۔ عبد بن حميد، المسند، ۱: ۹۰، رقم: ۱۷۲

کیوں نہ رکھ دی گئی (پھر) آپ ﷺ نے فرمایا: پس میں وہی آخری اینٹ ہوں اور میں ہی خاتم النبیین ہوں۔‘‘

۲۔ **فَكَانَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: مَثَلِي وَمَثَلُ الْأَنْبِيَاءِ كَمَثَلِ قَصْرٍ أَحْسَنَ بُنْيَانَهُ وَتَرَكَ مِنْهُ مَوْضِعَ لَبِنَةٍ فَطَافَ بِهِ نُظَّارٌ فَتَعَجَّبُوْا مِنْ حُسْنِ بُنْيَانِهِ إِلَّا مَوْضِعَ تِلْكَ اللَّبِنَةِ لَا يَعِيْبُوْنَ غَيْرَهَا فَكُنْتُ أَنَا مَوْضِعُ تِلْكَ اللَّبِنَةِ خُتِمَ بِيَ الرُّسُلُ.** (۱)

’’حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال ایک محل کی سی ہے جسے کسی نے خوب آراستہ و پیراستہ کیا، لیکن ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی، لوگ آ کر اس مکان کو دیکھنے لگے اور اس کی خوبصورت تعمیر سے خوش ہونے لگے سوائے اس ایک اینٹ کی جگہ کے کہ وہ اس کے علاوہ اس محل میں کوئی کمی نہ دیکھتے پس میں ہی وہ آخری اینٹ رکھنے کی جگہ تھا، میری بعثت کے ساتھ انبیاء ختم کر دیئے گئے۔‘‘

۳۔ **عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَثَلِي وَمَثَلُ الْأَنْبِيَاءِ، كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰى دَارًا فَأَتَمَّهَا وَأَكْمَلَهَا إِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ فَجَعَلَ النَّاسُ يَدْخُلُوْنَهَا وَيَتَعَجَّبُوْنَ مِنْهَا وَيَقُوْلُوْنَ: لَوْلَا مَوْضِعُ اللَّبِنَةِ! قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: فَأَنَا مَوْضِعُ اللَّبِنَةِ جِئْتُ فَخَتَمْتُ الْأَنْبِيَاءَ.** (۲)

---

(۱) ابن حبان، الصّحيح، ۱۴: ۳۱۶، رقم: ۶۴۰۶

(۲) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب المناقب، باب خاتم النبيين ﷺ، ۳: ۱۳۰۰، رقم: ۳۳۴۱

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الفضائل، باب ذكر كونه ﷺ خاتم النبيين، ۴: ۱۷۹۱، رقم: ۲۲۸۷

←

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے کوئی گھر تعمیر کیا اور اسے ہر طرح سے مکمل کیا مگر ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی۔ لوگ اس میں داخل ہو کر اسے دیکھنے لگے اور اس کی خوبصورت تعمیر سے خوش ہونے لگے سوائے اس ایک اینٹ کی جگہ کے کہ وہ اس کے علاوہ اس محل میں کوئی کمی نہ دیکھتے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پس میں ہی وہ آخری اینٹ رکھنے کی جگہ ہوں، میں نے آ کر انبیاء کی آمد کا سلسلہ ختم کر دیا۔''

۴۔ **عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ ﷺ: مَثَلِي وَمَثَلُ الْأَنْبِيَاءِ، كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰى دَارًا فَأَكْمَلَهَا وَأَحْسَنَهَا إِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ فَكَانَ مَنْ دَخَلَهَا وَأَنْظَرَ إِلَيْهَا قَالَ: مَا أَحْسَنَهَا إِلَّا مَوْضِعَ هَذِهِ اللَّبِنَةِ فَأَنَا مَوْضِعُ اللَّبِنَةِ خُتِمَ بِيَ الأَنْبِيَاءُ.** (۱)

''حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے کوئی گھر تعمیر کیا اور اسے ہر طرح سے مکمل کیا مگر ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی۔ جو کوئی بھی اس مکان کو دیکھنے کے لیے آتا کہتا: اس ایک اینٹ کی جگہ کے علاوہ یہ مکان کتنا خوبصورت مکان ہے۔ پس میں ہی وہ آخری اینٹ رکھنے کی جگہ ہوں، میری بعثت کے ساتھ انبیاء ختم کر دیئے گئے۔''

۳۔ ترمذي، السنن ،كتاب الأمثال، باب في مثل النبي والأنبيا قبله، ۵: ۱۴۷، رقم: ۲۸۶۲

۴۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۶: ۳۲۴، رقم: ۳۱۷۷۰

۵۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۳۶۱، رقم: ۱۴۹۳۱

۶۔ بيهقي، السنن الكبرى، ۹: ۵

(۱) طيالسي، المسند، ۱: ۲۴۷، رقم: ۱۷۸۵

۵۔ عَنْ أُبَيِّ ابْنِ كَعْبٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ: مَثَلِي فِي النَّبِيِّيْنَ كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰى دَارًا فَأَحْسَنَهَا وَأَكْمَلَهَا وَأَجْمَلَهَا وَتَرَكَ مِنْهَا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ فَجَعَلَ النَّاسُ يَطُوْفُوْنَ بِالْبِنَاءِ وَيَعْجَبُوْنَ مِنْهُ وَيَقُوْلُوْنَ لَوْ تَمَّ مَوْضِعُ تِلْكَ اللَّبِنَةِ وَأَنَا فِي النَّبِيِّيْنَ مَوْضِعُ تِلْكَ اللَّبِنَةِ. (۱)

''حضرت ابی بن کعب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انبیاء میں میری مثال اس شخص کی سی ہے جس نے کوئی گھر تعمیر کیا اور اسے ہر طرح سے مکمل کیا اور خوب آراستہ کیا مگر ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی۔ لوگ اس عمارت کو آ کر دیکھنے لگے اور اس کی خوبصورت تعمیر سے خوش ہونے لگے اور کہنے لگے کاش اس اینٹ رکھنے کی جگہ کو بھی مکمل کر دیا جاتا! پس میں انبیاء میں وہ آخری اینٹ رکھنے کی جگہ ہوں۔''

۶۔ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: مَثَلِي وَمَثَلُ النَّبِيِّيْنَ مِنْ قَبْلِي كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰى دَارًا فَأَتَمَّهَا إِلَّا لَبِنَةً وَاحِدَةً فَجِئْتُ أَنَا فَأَتْمَمْتُ تِلْكَ اللَّبِنَةَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَأَحْمَدُ وَهٰذَا لَفْظُ أَحْمَدَ. (۲)

''حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد

---

(۱) ۱۔ ترمذي، السنن، كتاب المناقب، باب في فضل النبي ﷺ، ۵: ۵۸٦، رقم: ۳٦۱۳

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۱۳٦، رقم: ۲۱۲۸۱، ۲۱۲۸۲

۳۔ عبد بن حميد، المسند، ۱: ۹۰، رقم: ۱۷۲

(۲) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الفضائل، باب: ذكر كونه ﷺ خاتم النبيين، ۴: ۱۷۹۱، رقم: ۲۲۸٦

۲۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ٦: ۳۲۳، رقم: ۳۱۷٦۹

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۹، رقم: ۱۱۰۸۲

فرمایا: میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے کوئی گھر تعمیر کیا اور اسے ہر طرح سے مکمل کیا مگر ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی۔ میں نے اپنی بعثت کے ساتھ اس اینٹ کو مکمل کر دیا۔''

مذکورہ بالا احادیث میں آقا علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے اپنی ختمِ نبوت کو ایک بلیغ مثال کے ذریعے واضح فرمایا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے ایک اعلیٰ اور خوبصورت محل نما عمارت تعمیر کی جس کی تزئین و آرائش میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی گئی لیکن کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی۔ لوگ اس قصرِ رفیع الشان کو دیکھنے آتے اور اس کی تعریف میں رطب اللسان ہوتے لیکن کونے میں اینٹ کی خالی جگہ دیکھ کر کہتے کہ کتنا اچھا ہوتا کہ اینٹ رکھ کر اس کو بھی مکمل کر دیا جاتا۔ آگے حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ نبوت کے اس عالیشان محل کی تکمیل میری بعثت سے ہو گئی اور قصرِ نبوت کی وہ آخری اینٹ میں ہوں۔ اس تصریح کے بعد اس روایت سے کسی نئے نبی کے حوالے سے کوئی اور معنی نکالنے کی مطلقاً گنجائش نہیں رہی۔

ان احادیث مبارکہ میں 'مثل الأنبياء من قبلي' کے الفاظ تمام انبیاء سابقین کے لیے عام ہیں۔ قصرِ نبوت کی تعمیر میں نئی شریعت لانے والے انبیاء بھی تھے اور پہلی شریعتوں کی پیروی کرنے والے انبیاء بھی شریک تھے۔ قصرِ نبوت کی خشت اول حضرت آدم علیہ السلام تھے اور خشت آخر حضور خاتم النبیین ﷺ ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد سب انبیاء و رسل اپنی بعثت سے عمارتِ نبوت کی تعمیر و تزئین کرتے رہے۔ جب تمام انبیاء اپنا اپنا دورِ نبوت گزار چکے تو آخر میں قصرِ نبوت میں جو ایک اینٹ کی جگہ خالی رہ گئی تھی وہ بعثتِ محمدی ﷺ کی صورت میں رکھ دی گئی چنانچہ نبوت کی مذکورہ عمارت تاجدارِ انبیاء سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثتِ انور سے مکمل ہو گئی۔ قصرِ نبوت کی تکمیل کے بعد اس میں کسی قسم کی نئی نبوت کی راہ نکالنے کی قطعاً گنجائش نہ رہی۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے بعد کسی بھی مدعی نبوت کا نہ تو نبوت کی اس عمارت سے کوئی تعلق ہے اور نہ

ہی اس عمارت کو مکمل کرنے والوں سے اس کا کوئی واسطہ ہے۔ وہ صرف اس عالیشان عمارت میں نقب زنی کی سازش کرنے والا کذّاب ہے۔

مندرجہ بالا اَحادیث میں مذکور الفاظ – **وَأَنَا خَاتِمُ النَّبِيِّيْنَ؛ فختمت الأنبياء؛ ختم بي الأنبياء؛ ختم بي الرسل** - واضح طور پر بیان کر رہے ہیں کہ سلسلۂ نبوت حضور نبی اکرم ﷺ پر ختم ہو چکا ہے اور آپ ﷺ کے بعد قیامت تک کسی کو نبی بنا کر مبعوث نہیں کیا جائے گا۔ **ختمت** اور **ختم بي** کے الفاظ فعل ماضی ہیں جن میں آخری کے علاوہ کسی دوسرے معنی کا احتمال نہیں پایا جاتا۔ اس سے قادیانیت کے ان اوہام اور تاویلات کا ازالہ ہوتا ہے جو وہ **خاتم النبیین** کے الفاظ کی آڑ میں کرتے ہیں نیز خاتم کو مہر کے معنی میں لے کر مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت کو جائز قرار دینے کی ناپاک جسارت کرتے ہیں۔

مذکورہ بالا روایات سے واضح ہے کہ یہ حدیث کثرت سے ذخیرہ اَحادیث میں موجود ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ بھی متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسے روایت کیا ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ قائد المرسلین و خاتم النبیّین ہیں

۷۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ: فُضِّلْتُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ بِسِتٍّ: أُعْطِيْتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ، وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ، وَأُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ، وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ طَهُوْرًا وَمَسْجِدًا، وَأُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً، وَخُتِمَ بِيَ النَّبِيُّوْنَ. [1]

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب المساجد ومواضع الصّلاة، ۱: ۳۷۱، رقم: ۵۲۳
۲۔ ترمذي، الجامع الصحیح، کتاب السیر، باب ما جاء في الغنیمة، ۴: ۱۲۳، رقم: ۱۵۵۳
۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۴۱۱، رقم: ۹۳۲۶

’’حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے دیگر انبیاء پر چھ چیزوں کے باعث فضیلت دی گئی ہے۔ میں جوامع الکلم سے نوازا گیا ہوں اور رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی ہے اور میرے لیے اموالِ غنیمت حلال کیے گئے ہیں اور میرے لیے (ساری) زمین پاک کر دی گئی اور سجدہ گاہ بنا دی گئی ہے اور میں تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہوں اور میری آمد سے انبیاء کا سلسلہ ختم کر دیا گیا ہے۔‘‘

۸۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ: فُضِّلْتُ عَلَى سَائِرِ الْأَنْبِيَاءِ بِسِتٍّ: أُعْطِيْتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ، وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ، وَأُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ، وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ طَهُوْرًا، ومَسْجِدًا، وأُرْسِلْتُ إِلَى النَّاسِ كَافَّةً، وَخُتِمَ بِيَ الْأَنْبِيَاءُ. (۱)

’’حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے دیگر انبیاء پر چھ چیزوں کے باعث فضیلت دی گئی ہے۔ میں جوامع الکلم سے نوازا گیا ہوں اور رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی ہے اور میرے لیے اموال غنیمت حلال کیے گئے ہیں اور میرے لیے (ساری) زمین پاک کر دی گئی اور سجدہ گاہ بنا دی گئی ہے اور میں تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہوں اور میری آمد سے انبیاء کا سلسلہ ختم کر دیا گیا ہے۔‘‘

۹۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ (قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ): فُضِّلْتُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ

.... ۴۔ أبو يعلي، المسند، ۱۱: ۳۷۷، رقم: ۶۴۹۱

۵۔ ابن حبان، الصحيح، ۶: ۸۷، رقم: ۲۳۱۳

۶۔ أبو عوانة، المسند، ۱: ۳۳۰، رقم: ۱۱۶۹

(۱) ۱۔ أصبهاني، دلائل النبوة، ۱: ۱۹۳، رقم: ۲۵۶

۲۔ قزويني، التدوين في أخبار قزوين، ۱: ۱۷۸

بِسِتٍ: أُعْطِيْتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ، وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ، وَأُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ، وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ، مَسْجِدًا وَّطَهُوْرًا وَأُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً، وَخُتِمَ بِيَ النُّبُوَّةُ. (۱)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے دیگر انبیاء پر چھ چیزوں کے باعث فضیلت دی گئی ہے۔ میں جوامع الکلم سے نوازا گیا ہوں اور رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی ہے اور میرے لیے اموالِ غنیمت حلال کیے گئے ہیں اور میرے لیے (ساری) زمین پاک کر دی گئی اور سجدہ گاہ بنا دی گئی ہے اور میں تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہوں اور میری آمد سے سلسلہ نبوت ختم کر دیا گیا ہے۔''

۱۰۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما، قَالَ: جَلَسَ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ يَنْتَظِرُوْنَهُ قَالَ: فَخَرَجَ، حَتَّى إِذَا دَنَا مِنْهُمْ سَمِعَهُمْ يَتَذَاكَرُوْنَ فَسَمِعَ حَدِيْثَهُمْ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: عَجَبًا إِنَّ اللهَ عزوجل اتَّخَذَ مِنْ خَلْقِهِ خَلِيْلًا، اتَّخَذَ إِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلًا، وَقَالَ آخَرُ: مَاذَا بِأَعْجَبَ مِنْ كَلَامِ مُوْسَى كَلَّمَهُ تَكْلِيْمًا، وَقَالَ آخَرُ: فَعِيْسَى كَلِمَةُ اللهِ وَرُوْحُهُ، وَقَالَ آخَرُ: آدَمُ اصْطَفَاهُ اللهُ، فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ فَسَلَّمَ وَقَالَ: قَدْ سَمِعْتُ كَلَامَكُمْ وَعَجَبَكُمْ أَنَّ إِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلُ اللهِ وَهُوَ كَذٰلِكَ وَمُوْسَى نَجِيُّ اللهِ وَهُوَ كَذٰلِكَ، وَعِيْسَى رُوْحُ اللهِ وَكَلِمَتُهُ وَهُوَ كَذٰلِكَ، وَآدَمُ اصْطَفَاهُ اللهُ وَهُوَ كَذٰلِكَ، أَلَا وَأَنَا حَبِيْبُ اللهِ وَلَا فَخْرَ، وَأَنَا حَامِلُ لِوَاءِ الْحَمْدِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ وَأَنَا أَوَّلُ شَافِعٍ وَأَوَّلُ مُشَفَّعٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ يُحَرِّكُ حِلَقَ الْجَنَّةِ

(۱) ديلمي، الفردوس بمأثور الخطاب، ۳: ۱۲۳، رقم: ۴۳۳۴

فَيَفْتَحُ اللهُ لِي فَيُدْخِلُنِيهَا وَمَعِي فُقَرَاءُ الْمُؤْمِنِينَ وَلَا فَخْرَ، وَأَنَا أَكْرَمُ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ وَلَا فَخْرَ. (۱)

''حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ چند صحابہ کرام ﷺ حضور نبی اکرم ﷺ کے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے میں حضور نبی اکرم ﷺ تشریف لے آئے جب ان کے قریب پہنچے تو انہیں کچھ گفتگو کرتے ہوئے سنا۔ اُن میں سے بعض نے کہا: تعجب کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا۔ دوسرے نے کہا: یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے سے زیادہ تعجب خیز تو نہیں۔ ایک نے کہا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا کلمہ اور روح ہیں۔ کسی نے کہا: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو چن لیا۔ حضور نبی اکرم ﷺ اُن کے پاس تشریف لائے سلام کیا اور فرمایا: میں نے تمہاری گفتگو اور تمہارا اظہار تعجب سنا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ ہیں بیشک وہ ایسے ہی ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نجی اللہ ہیں بیشک وہ اسی طرح ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں واقعی وہ اسی طرح ہیں۔ آدم علیہ السلام کو اللہ تعالی نے چن لیا وہ بھی یقیناً ایسے ہی ہیں۔ سن لو! میں اللہ کا حبیب ہوں اور مجھے اس بات پر کوئی فخر نہیں۔ میں قیامت کے دن حمد کا جھنڈا اٹھانے والا ہوں اور مجھے اس بات پر کوئی فخر نہیں۔ قیامت کے دن سب سے پہلا شفاعت کرنے والا بھی میں ہی ہوں اور سب سے پہلے میری ہی شفاعت قبول کی جائے گی اور مجھے اس بات پر کوئی فخر نہیں۔ سب سے پہلے جنت کا کنڈا کھٹکھٹانے والا بھی میں ہوں۔ اللہ تعالیٰ میرے لیے اسے کھولے گا اور مجھے اس میں داخل کرے گا۔ میرے ساتھ فقیر و غریب مومن

(۱) ۱۔ ترمذي، الجامع الصحيح، كتاب المناقب، باب فی فضل النبي ﷺ، ۵: ۵۸۷، رقم: ۳۶۱۶

۲۔ دارمی، السنن، ۱: ۳۹، رقم: ۴۷

ہوں گے اور مجھے اس بات پر کوئی فخر نہیں۔ میں اولین و آخرین میں سب سے زیادہ عزت والا ہوں لیکن مجھے اس بات پر کوئی فخر نہیں۔‘‘

۱۱۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رضی الله عنه، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: أَنَا قَائِدُ الْمُرْسَلِيْنَ وَلَا فَخْرَ، وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ وَلَا فَخْرَ، وَأَنَا أَوَّلُ شَافِعٍ وَمُشَفَّعٍ وَلَا فَخْرَ. (۱)

’’حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں رسولوں کا قائد ہوں اور (مجھے اس بات پر) فخر نہیں اور میں خاتم النبیین ہوں اور (مجھے اس بات پر) کوئی فخر نہیں ہے۔ میں پہلا شفاعت کرنے والا ہوں اور میں ہی وہ پہلا (شخص) ہوں جس کی شفاعت قبول ہوگی ہے اور (مجھے اس بات پر) کوئی فخر نہیں ہے۔‘‘

۱۲۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كُنَّا فِي حَلْقَةٍ فِي الْمَسْجِدِ نَتَذَاكَرُ فَضَائِلَ الْأَنْبِيَاءِ أَيُّهُمْ أَفْضَلُ فَذَكَرْنَا نُوْحًا وَطُوْلَ عِبَادَتِهِ رَبَّهُ وَذَكَرْنَا إِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلَ الرَّحْمٰنِ وَذَكَرْنَا مُوْسَى كَلِيْمَ اللهِ وَذَكَرْنَا عِيْسَى بْنَ مَرْيَمَ وَذَكَرْنَا رَسُوْلَ اللهِ فَبَيْنَا نَحْنُ كَذٰلِكَ إِذْ خَرَجَ عَلِيْنَا رَسُوْلُ اللهِ فَقَالَ مَا تَذَاكَرُوْنَ بَيْنَكُمْ؟ قُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللهِ! تَذَاكَرْنَا فَضَائِلَ الْأَنْبِياءِ أَيُّهُمْ أَفْضَلُ؟ ذَكَرْنَا نوْحًا وَطُوْلَ عِبَادَتِهِ وَذَكَرْنَا إِبْرَاهِيْمَ خَلَيْلَ الرَّحْمَنِ وَذَكَرْنَا مُوْسىٰ كَلِيْمَ اللهِ وَذَكَرْنَا عَيْسى بْنَ مَرْيَمَ وَذَكَرْنَاكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ! قَالَ: فَمَنْ فَضَّلْتُمْ؟ قُلْنَا: فَضَّلْنَاكَ يَا

(۱) ۱۔ دارمي، السنن، ۱: ۴۰، رقم: ۴۹
۲۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۱: ۶۱، رقم: ۱۷۰
۳۔ بخاري، التاريخ الكبير، ۴: ۲۸۶، رقم: ۲۸۳۷
۴۔ بيهقي، كتاب الاعتقاد، ۱: ۱۹۲

رَسُوْلَ اللهِ! بَعَثَکَ اللهُ إِلَی النَّاسِ کَافَّةً وَغَفَرَ لَکَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَأَخَّرَ وَأَنْتَ خَاتَمُ الْأَنْبِيَاءِ.(۱)

’’حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم مسجد میں ایک مجلس میں انبیاء علیہم السّلام کے فضائل پر گفتگو کر رہے تھے کہ ان میں سے کون زیادہ فضیلت والا ہے؟ پس ہم نے حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی اپنے رب کی طویل عبادت گزاری کا ذکر کیا اور ہم نے حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن علیہ السلام کا ذکر کیا اور حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کا ذکر کیا اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السّلام کا ذکر کیا اور رسول اللہ ﷺ کا ذکر کیا۔ ابھی ہم اسی حال میں تھے کہ اچانک ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے اور فرمایا: تم آپس میں کس چیز کا ذکر کر رہے ہو؟ ہم نے عرض کی: یا رسول اللہ! ہم فضائلِ انبیاء کا ذکر کر رہے تھے کہ ان میں سے کون زیادہ افضل ہے؟ پس ہم نے حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی اپنے رب کی طویل عبادت گزاری کا ذکر کیا اور ہم نے حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن علیہ السلام کا ذکر کیا اور حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کا ذکر کیا اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السّلام کا ذکر کیا اور یا رسول اللہ! آپ کا ذکر کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے کسے افضل قرار دیا؟ ہم نے عرض کی: یا رسول اللہ! ہم نے آپ کو افضل قرار دیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام لوگوں کی طرف نبی بنا کر مبعوث فرمایا اور اور آپ کی خاطر اگلوں پچھلوں کی سب خطائیں معاف فرما دیں اور آپ انبیاء کے خاتم ہیں۔‘‘

حضرت علی المکی الھلالی سے ایک طویل حدیث میں مروی ہے کہ مرضِ وصال میں حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنی لختِ جگر سیدہ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا سے فرمایا:

---

(۱) ۱۔ طبراني، المعجم الكبير، ۱۲: ۲۱۸، رقم: ۱۲۹۳۸

۲۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۸: ۲۰۸، ۲۰۹

۱۳۔ وَنَحْنُ أَهْلُ بَيْتٍ قَدْ أَعْطَانَا اللهُ سَبْعَ خِصَالٍ لَمْ يُعْطَ أَحَدٌ قَبْلَنَا وَلاَ يُعْطَى أَحَدٌ بَعْدَنَا أَنَا خَاتِمُ النَّبِيِّيْنَ وَأَكْرَمُ النَّبِيِّيْنَ عَلَى اللهِ وَأَحَبُّ الْمَخْلُوْقِيْنَ إِلَى اللهِ ﷻ......(۱)

''ہم اہل بیت کو اللہ تعالیٰ نے سات ایسے امتیازات عطا فرمائے ہیں جو ہم سے پہلے کسی کو عطا نہیں فرمائے گئے اور نہ ہمارے بعد کسی کو عطا کیے جائیں گے میں انبیاء کا سلسلہ ختم فرمانے والا ہوں اور انبیاء میں سے سب سے زیادہ معزز ہوں اور تمام مخلوقات میں سے اللہ ﷻ کو سب سے زیادہ محبوب ہوں......''

مذکورہ بالا تمام اَحادیث حضور نبی اکرم ﷺ کی ختم نبوت پر صراحت کے ساتھ دلالت کر رہی ہیں۔ ان احادیث مبارکہ میں ان خصائص و امتیازات کا ذکر ہے جو حضور نبی اکرم ﷺ کو عطا فرمائے گئے ہیں۔ آپ ﷺ کی ایک خصوصیت آپ ﷺ کا قائد المرسلین اور سید الأنبیاء ہونا ہے۔ آپ ﷺ جامع کمالات انبیاء ہیں۔ انہی امتیازی اوصاف کی بنا پر آپ ﷺ تمام انبیاء و رسل سے افضل و اکرم قرار پائے۔ آپ ﷺ کا افضل الأنبیاء والرسل ہونا اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ نبوت کا زریں سلسلہ جس کا آغاز حضرت آدم علیہ السلام سے ہوا تھا بعثت محمدی ﷺ کے ساتھ اپنے منتہائے کمال کو پہنچ کر ختم ہو چکا، اب قیامت تک آپ ﷺ ہی کی نبوت و رسالت جاری و ساری رہے گی۔ احادیث مذکورہ میں آپ نے اپنی دیگر خصوصیات کے ساتھ خاتم النبیین ہونے کے امتیازی وصف کو واضح الفاظ میں بیان فرمایا ہے جس کے بعد کسی قسم کی نبوت کے احتمال کی گنجائش باقی نہ رہی۔ اگر حضور نبی اکرم ﷺ کے بعد کسی نئے نبی کی آمد کو جائز خیال کیا جائے تو یہ ماننا لازم آئے گا کہ نبوت ابھی تک اپنے منتہائے کمال کو نہیں پہنچی اور آپ ﷺ کے بعد کوئی

---

(۱) ۱۔ طبراني، المعجم الكبير، ۳: ۵۷، رقم: ۲٦۷۵
۲۔ طبراني، المعجم الأوسط، ٦: ۳۲۷، رقم: ٦۵۴۰
۳۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۸: ۲۵۳، ۹: ٦۵

ایسا فرد ہے جس پر وصف نبوت اپنے نقطۂ عروج پر پہنچے گا۔ اس اعتبار سے منتہائے کمال کو پہنچنے والا وہ فرد افضلیت کا حامل ہوگا۔ اس سے حضور نبی اکرم ﷺ کی شان افضلیت پر حرف آئے گا، حالانکہ حضور نبی اکرم ﷺ کے سید الانبیاء ہونے پر قادیانی ذرّیت بھی کم از کم قولی طور پر تو متفق ہے۔

یہاں یہ نکتہ قابل توجہ ہے کہ حدیث میں مذکور **قائد المرسلین** میں **الف لام** استغراقِ حقیقی کا ہے، اگر استغراق حقیقی کو نہ مانا جائے تو لا محالہ حضور نبی اکرم ﷺ تمام انبیاء کے سردار نہ ہوئے جو قادیانی امت کی مسلمہ تصریحات کے بھی خلاف ہے کہ زبان سے وہ بھی حضور نبی اکرم ﷺ کو تمام انبیاء کا رہبر و پیشوا تسلیم کرتے ہیں۔ اگر **المرسلین** بلاتخصیص و بلا استثناء عام ہے تو اس کے فوری بعد **خاتم النبیین** عام کیوں نہیں، اس وجہ سے کہ **المرسلین** کو عام رکھنے سے مرزا صاحب کی جھوٹی نبوت پر زد نہیں پڑتی جبکہ **خاتم النبیین** کو عام رکھنے سے مرزا صاحب کی خود ساختہ نبوت قائم نہیں رہتی۔

اَسمائے مصطفٰی ﷺ سے ''آخری نبی'' کے معنی پر دلالت

۱۴۔ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِيْهِ رضی الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: لِيْ خَمْسَةُ أَسْمَآءٍ أَنَا مُحَمَّدٌ، وَأَنَا أَحْمَدُ، وَأَنَا الْمَاحِي الَّذِيْ يَمْحُوْ اللهُ بِيَ الْكُفْرَ، وَأَنَا الْحَاشِرُ الَّذِي يُحْشَرُ النَّاسُ عَلَى قَدَمِي، وَاَنَا الْعَاقِبُ. (۱)

''محمد بن جبیر بن معطم اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب المناقب، باب ما جاء في أسماء رسول الله ﷺ، ۳: ۱۲۹۹، رقم: ۳۳۳۹

۲۔ بخاري، الصحيح، كتاب التفسير، باب تفسير سورة الصف، ۴: ۱۸۵۸، رقم: ۴۶۱۴

اکرم ﷺ نے فرمایا: میرے پانچ نام ہیں۔ میں محمد ہوں اور میں احمد ہوں اور ماحی ہوں یعنی اللہ تعالیٰ میرے ذریعہ کفر کو مٹا دے گا اور میں حاشر ہوں، یعنی میرے بعد ہی قیامت آ جائے گی اور حشر برپا ہو گا (اور کوئی نبی میرے اور قیامت کے درمیان نہ آئے گا) اور میں عاقب ہوں۔‘‘

۱۵۔ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِيْهِ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: أَنَا مُحَمَّدٌ، وَأَنَا أَحْمَدُ، وَأَنَا الْمَاحِي الَّذِي يُمْحَى بِيَ الْكُفْرُ، وَأَنَا الْحَاشِرُ الَّذِي يُحْشَرُ النَّاسُ عَلَى عَقِبِيْ، وَأَنَا الْعَاقِبُ، وَالْعَاقِبُ الَّذِي لَيْسَ بَعْدَهُ نَبِيٌّ. (۱)

’’حضرت جبیر بن معطم رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں محمد ہوں اور میں احمد ہوں اور میں ماحی ہوں یعنی میرے ذریعہ کفر کو مٹا دیا جائے گا اور میں حاشر ہوں یعنی میرے بعد ہی قیامت

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب الفضائل، باب في اسمائه ﷺ، ۴: ۱۸۲۸، رقم: ۲۳۵۴
۲۔ عبد الرزاق، المصنف، ۱۰: ۴۴۶، رقم: ۱۹۶۵۷
۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۸۰، رقم: ۱۶۷۸۰
۴۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۸۴، رقم: ۱۶۸۱۷
۵۔ أبو يعلي، المسند، ۱۳: ۳۲۰، رقم: ۷۳۹۵
۶۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۴: ۲۱۹، رقم: ۶۳۱۳
۷۔ طبراني، المعجم الكبير، ۲: ۱۲۰، رقم: ۱۵۲۰
۸۔ أبو عوانة، المسند، ۴: ۴۰۹، رقم: ۷۱۲۶
۹۔ بيهقي، شعب الإيمان، ۲: ۱۴۱ رقم: ۱۳۹۷
۱۰۔ حميدي، المسند، ۱: ۲۵۳، رقم: ۵۵۵
۱۱۔ ترمذي، الشمائل المحمديه، ۱: ۳۰۵، رقم: ۳۶۷

آ جائے گی اور حشر برپا ہو گا (اور کوئی نبی میرے اور قیامت کے درمیان نہ آئے گا) اور میں عاقب ہوں اور عاقب اس شخص کو کہا جاتا ہے جس کے بعد اور کوئی نبی نہ ہو۔''

۱۶۔ ابن ابی شیبہ کی روایت کے الفاظ ہیں:

وَأَنَا الْعَاقِبُ. قَالَ لَهُ إِنْسَانٌ: مَا الْعَاقِبُ؟ قَالَ: لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ. (۱)

''اور میں عاقب ہوں۔ ایک شخص نے عرض کیا: عاقب سے کیا مراد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔''

۱۷۔ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: إِنَّ لِي أَسْمَاءً أَنَا مُحَمَّدٌ، وَاَنَا أَحْمَدُ، وَأَنَا الْمَاحِي الَّذِي يَمْحُو اللهُ بِيَ الْكُفْرَ، وَاَنَا الْحَاشِرُ الَّذِي يُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰى قَدَمِي، وَأَنَا الْعَاقِبُ الَّذِي لَيْسَ بَعْدِي نَبِيٌّ. (۲)

''حضرت محمد بن جبیر بن معطم اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میرے کئی نام ہیں، میں محمد ہوں اور میں احمد ہوں اور میں ماحی ہوں یعنی میرے ذریعے اللہ تعالیٰ کفر کو مٹا دے گا اور میں حاشر ہوں، جس کے قدموں پر لوگ اٹھائے جائیں گے (یعنی میرے بعد ہی قیامت آ جائے گی اور حشر برپا ہو گا اور کوئی نبی میرے اور قیامت کے درمیان نہ آئے گا) اور میں عاقب ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔''

---

(۱) ابن أبي شيبة، المصنف، ٦: ٣١١، رقم: ٣١٦٩١

(۲) ١۔ ترمذي، الجامع الصحيح، كتاب الأدب، باب ما جاء فی أسماء النبی ﷺ، ٥: ١٣٥، رقم: ٢٨٤٠

٢۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ٦: ٣١١، رقم: ٣١٦٩١

٣۔ طبراني، المعجم الكبير، ٢: ١٢٠، رقم: ١٥٢٠

۱۸۔ أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ:إِنَّ لِي أَسْمَاءً أَنَا مُحَمَّدٌ، وَأَنَا أَحْمَدُ، وَأَنَا الْمَاحِي الَّذي يَمْحُو اللهُ بِيَ الْكُفْرَ، وَأَنَا الْحَاشِرُ الَّذِي يُحْشَرُ النَّاسُ عَلَى قَدَمِي، وَأَنَا الْعَاقِبُ وَالْعَاقِبُ الَّذِي لَيْسَ بَعْدَهُ أَحَدٌ.(۱)

''حضرت محمد بن جبیر بن معطم رضی اللہ عنہما اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میرے کئی نام ہیں، میں محمد ہوں اور میں احمد ہوں اور میں ماحی (مٹانے والا) ہوں یعنی میرے ذریعے اللہ تعالیٰ کفر کو مٹا دے گا اور میں حاشر ہوں، جس کے قدموں پر لوگ اٹھائے جائیں گے (یعنی میرے بعد ہی قیامت آ جائے گی اور حشر برپا ہوگا اور کوئی نبی میرے اور قیامت کے درمیان نہ آئے گا) اور میں عاقب ہوں اور عاقب اسے کہا جاتا ہے جس کے بعد کوئی نہ ہو۔''

۱۹۔ عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ: أَنَا مُحَمَّدٌ وَأَحْمَدُ وَالْمُقَفّٰى وَالْحَاشِرُ وَالْخَاتِمُ وَالْعَاقِبُ.(۲)

''حضرت نافع بن جبیر بن معطم رضی اللہ عنہما اپنے والد گرامی سے روایت کرتے

(۱) ۱۔ دارمي، السنن، ۲: ۴۰۹، رقم: ۲۷۷۵
۲۔ طبراني، المعجم الكبير، ۲: ۱۲۱، رقم: ۱۵۲۵
۳۔ أبو المحاسن، معتصر المختصر، ۱: ۴
۴۔ أزدي، الجامع، ۱۰: ۴۴۶، رقم: ۱۹۶۵۷
۵۔ ابن عبد البر، الاستذكار، ۸: ۱۲۱

(۲) ۱۔ حاكم، المستدرك على الصحيحين، ۲: ۶۶۰، رقم: ۴۱۸۶
۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۸۱، رقم: ۱۶۷۹۴
۳۔ طبراني، المعجم الكبير، ۲: ۱۳۳، رقم: ۱۵۶۳
۴۔ ابن سعد، الطبقات الكبرى، ۱: ۱۰۴

ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں محمد ہوں اور احمد ہوں اور مقفّی (آخری نبی) ہوں اور حاشر ہوں اور خاتم ہوں اور عاقب ہوں۔''

۲۰۔ عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِيْهِ ﷺ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ: إِنَّ لِي أَسْمَاءً أَنَا مُحَمَّدٌ، وأَحْمَدُ، وَالْعَاقِبُ وَالْمَاحِي وَالْحَاشِرُ الَّذِي يُحْشَرُ النَّاسُ عَلَى عَقِبِي، وَالْعَاقِبُ اٰخِرُ الْأَنْبِيَاءِ. (۱)

''حضرت نافع بن جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہما اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میرے کئی نام ہیں میں محمد ہوں اور احمد ہوں اور عاقب ہوں اور ماحی ہوں اور حاشر ہوں جس کے پیچھے لوگ اٹھائے جائیں گے اور عاقب سے مراد آخرِ انبیاء ہے۔''

۲۱۔ عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ ﷺ مَرْفُوْعًا فَوَاللهِ، إِنِّي لَأَنَا الْحَاشِرُ وَأَنَا الْعَاقِبُ وَأَنَا الْمُقَفّٰى. (۲)

''حضرت عوف بن مالک ﷺ سے مرفوعا روایت ہے (حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا): اللہ کی قسم! بے شک میں ہی حاشر ہوں اور میں ہی عاقب ہوں اور میں ہی مقفّی ہوں۔''

۲۲۔ عَنْ أَبِي مُوْسٰى قَالَ: سَمّٰى لَنَا رَسُوْلُ اللهِ نَفْسَهُ أَسْمَاءً فَمِنْهَا مَا حَفِظْنَاهُ وَمِنْهَا مَا نَسِيْنَاهُ قَالَ: أَنَا مُحَمَّدٌ وَأَنَا أَحْمَدُ وَالْمُقَفّٰى

---

(۱) بزار، المسند، ۸: ۳۳۹، ۳۴۰، رقم: ۳۴۱۳

(۲) ۱۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۶: ۱۱۹، رقم: ۷۱۶۲

۲۔ حاکم، المستدرك علی الصحیحین، ۳: ۴۶۹، رقم: ۵۷۵۶

۳۔ طبراني، المعجم الکبیر، ۱۸: ۴۶، رقم: ۸۳

۴۔ حسام الدین هندي، کنز العمال، ۲: ۲۰۸

وَالْحَاشِرُ وَنَبِيُّ التَّوْبَةِ وَالْمَلْحَمَةِ.(۱)

’’حضرت ابو موسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے لیے اپنے متعدد اسمائے گرامی بیان فرمائے جن میں سے کچھ ہمیں یاد رہے اور کچھ بھول گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں محمد ہوں اور میں احمد ہوں اور مقفی ہوں اور حاشر ہوں اور نبی التوبہ اور نبی الملحمہ ہوں۔‘‘

۲۳۔ عَنْ حُذَيْفَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ: أَنَا مُحَمَّدٌ وَأَحْمَدُ وَأَنَا الْمُقَفّٰى.(۲)

’’حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں محمد ہوں اور احمد ہوں اور مقفی ہوں۔‘‘

۲۴۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ: أَنَا أَحْمَدُ وَمُحَمَّدٌ وَالْحَاشِرُ وَالْمُقَفّٰى وَالْخَاتِمُ.(۳)

’’حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں احمد ہوں اور محمد ہوں اور حاشر ہوں اور مقفی ہوں اور خاتم ہوں۔‘‘

۲۵۔ عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ عَامِرِ بْنِ وَائِلَةَ (قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:) أَنَا مُحَمَّدٌ وَأَنَا أَحْمَدُ وَالْفَاتِحُ وَالْخَاتِمُ وَأَبُوْ الْقَاسِمِ وَالْحَاشِرُ

---

(۱) حاكم، المستدرك على الصحيحين، ۲: ۶۵۹، رقم: ۴۱۸۵

(۲) ۱۔ بزار، المسند، ۷: ۲۱۲، رقم: ۹۲۱۲

۲۔ قزويني، التدوين في أخبار قزوين، ۱: ۱۷۳

(۳) ۱۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۲: ۳۷۸، رقم: ۲۲۸۰

۲۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۸: ۲۸۴

۳۔ خطيب بغدادي، تاريخ بغداد، ۵: ۹۹، رقم: ۲۵۰۱

وَالْعَاقِبُ وَالْمَاحِي وَطٰهَ وَيٰس.[۱]

’’حضرت ابو الطفیل عامر بن وائلہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں محمد ہوں اور احمد ہوں اور فاتح ہوں اور خاتم ہوں اور ابو القاسم ہوں اور حاشر ہوں اور عاقب ہوں اور ماحی ہوں اور طٰہٰ اور یٰس ہوں۔‘‘

۲۶۔ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: أَنَا مُحَمَّدٌ وَّأَحْمَدُ وَأَنَا رَسُوْلُ الرَّحْمَةِ أَنَا رَسُوْلُ الْمَلْحَمَةِ أَنَا الْمُقَفّٰى وَالْحَاشِرُ.[۲]

’’حضرت مجاہد سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں محمد ہوں اور احمد ہوں اور میں رسول الرحمہ ہوں میں رسول الملحمہ ہوں، میں مقفی ہوں اور حاشر ہوں۔‘‘

۲۷۔ وَأَخْرَجَ أَبُوْ نُعَيْمٍ عَنْ يُوْنُسَ بْنِ مَيْسَرَةَ بْنِ حَلَبَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: أَتَانِي مَلَکٌ بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ فَشَقَّ بَطَنِي فَاسْتَخْرَجَ حُشْوَةً فِي جَوْفِيْ فَغَسَلَهَا ثُمَّ ذَرَّ عَلَيْهِ ذَرُوْرًا ثُمَّ قَالَ قَلْبٌ وَكِيْعٌ يَعِيْ مَا وَقَعَ فِيْهِ عَيْنَاکَ بَصِيْرَتَانِ، وَأُذُنَاکَ تَسْمَعَانِ وَأَنْتَ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللهِ الْمُقَفّٰى وَالْحَاشِرُ.[۳]

’’حضرت یونس بن میسرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس ایک فرشتہ سونے کا ایک طشت لے کر آیا پس اس نے میرا شکم

---

(۱) ۱۔ ديلمي، الفردوس بمأثور الخطاب، ۱: ۴۲، رقم: ۹۷
۲۔ سيوطي، تنوير الحوالك، ۱: ۲۶۳

(۲) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الكبرىٰ، ۱: ۱۰۵
۲۔ سيوطى، الخصائص الكبرىٰ، ۱: ۱۳۲

(۳) سيوطي، الخصائص الكبرى، ۱: ۱۱۱

چاک کیا اور اس میں سے ایک لوتھڑا نکالا پھر اس کو دھویا اور اس پر کسی سفوف نما چیز کا خوب چھڑکاؤ کیا، پھر کہا: حفاظت کرنے والا دل ہے جس میں دو سننے والے کان ہیں اور دو دیکھنے والی آنکھیں ہیں، آپ محمد اللہ کے وہ رسول ہیں جو سب سے آخر پر ہیں آپ کے بعد انعقاد محشر ہو گا۔‘‘

۲۸۔ عَنِ ابْنِ غَنَمٍ قَالَ: نَزَلَ جِبْرِيْلُ عَلَى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَشَقَّ بَطْنَهُ ثُمَّ قَالَ جِبْرِيْلُ: قَلْبٌ وَكِيْعٌ فِيْهِ اُذُنَانِ سَمِيْعَتَانِ وَعَيْنَانِ بَصِيْرَتَانِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ الْمُقَفّٰى الْحَاشِرُ. (۱)

’’حضرت ابن غنم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت جبریل امین علیہ السلام حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کا شکم مبارک چاک کیا پھر کہا: حفاظت کرنے والا دل ہے جس میں دو سننے والے کان ہیں اور دو دیکھنے والی آنکھیں ہیں، محمد ﷺ اللہ کے وہ رسول ہیں جو سب سے آخر پر ہیں ان کے بعد انعقاد محشر ہو گا۔‘‘

۲۹۔ عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ فِي حَدِيْثِ الْإِسْرَاءِ بَيْنَمَا هُوَ يَسِيْرُ إِذْ لَقِيَهُ خَلْقُ اللهِ فَسَلَّمُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا: السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَوَّلُ، السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اٰخِرُ، السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا حَاشِرُ، وَفِي اٰخِرِهِ قَالَ جِبْرِيْلُ: وَأَمَّا الَّذِيْنَ سَلَّمُوْا عَلَيْكَ فَذَاكَ إِبْرَاهِيْمُ علیہ السلام وَمُوْسَى علیہ السلام وَعِيْسَى علیہ السلام. (۲)

’’حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (شبِ معراج) جب حضور ﷺ آسمانوں کی سیر فرما رہے تھے کہ آپ ﷺ سے ایک جماعت نے ملاقات

(۱) دارمي، السنن، ۱: ۴۲، ۵۳

(۲) ۱۔ ضیاء مقدسي، الأحاديث المختارة، ۲: ۲۵۹، رقم: ۲۲۷۷
۲۔ طبري، جامع البيان في تفسير القرآن، ۱۵: ۲
۳۔ ابن كثير، تفسير القرآن العظيم، ۳: ۵

کی۔ انہوں نے آپ ﷺ کو سلام کیا اور کہا: اے اول! آپ پر سلامتی ہو، اے آخر! آپ پر سلامتی ہو، اے حاشر! آپ پر سلامتی ہو۔ اور اسی حدیث کے آخر میں ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے حضور نبی اکرم ﷺ کو بتایا کہ جن لوگوں نے آپ کو سلام کیا ہے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے۔‘‘

۳۰۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: لَمَّا خَلَقَ اللهُ عزوجل اٰدَمَ علیہ السلام أَخْبَرَهُ بِنَبِيِّهِ فَجَعَلَ يَرَى فَضَائِلَ بَعْضِهِمْ عَلٰى بَعْضٍ فَرَاٰى نُوْرًا سَاطِعًا فِي أَسْفَلِهِمْ قَالَ: يَا رَبِّ، مَنْ هٰذَا؟ قَالَ: هَذَا ابْنُکَ أَحْمَدُ هُوَ الْأَوَّلُ وَهُوَ الْاٰخِرُ وَهُوَ أَوَّلُ مُشَفَّعٍ وَفِي رَوَايَةٍ أَوَّلُ شَافِعٍ. (۱)

’’حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو انہیں اپنے حبیب مکرم ﷺ کی خبر دی پھر وہ انبیاء علیہم السلام کی بعض پر بعض کی فضیلتوں کا مشاہدہ کرتے رہے پھر انہوں نے اپنے نیچے ایک نور پھیلا ہوا دیکھا تو عرض کیا: مولا! یہ کون ہے؟ باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: یہ آپ کا بیٹا احمد ہے یہ اول بھی ہے اور آخر بھی اور سب سے پہلے اس کی شفاعت قبول کی جائے گی اور ایک روایت میں ہے سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہے۔‘‘

مذکورہ بالا احادیث مبارکہ میں مذکور حضور نبی اکرم ﷺ کے اسمائے گرامی - **الخاتم، الحاشر، العاقب، المقفی** اور **الاٰخر** - آپ ﷺ کی ختم نبوت پر دلالت کر رہے ہیں۔ ان اسماے مبارکہ میں سے **الخاتم** اور **الاٰخر** کے معانی واضح ہیں اور **الحاشر** کے معنی ہیں کہ آپ ﷺ کے بعد انعقادِ محشر ہوگا، درمیان میں کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔

---

(۱) ۱۔ ابن عساکر، مختصر تاریخ دمشق، ۱: ۱۶۲

۲۔ حسام الدين هندي، کنز العمال، ۱۱: ۵۸۸، رقم: ۳۲۰۵۶

عاقب کے معنی بھی یہی ہیں کہ جو سب سے آخری ہیں اور ان کے بعد کوئی نہیں المقفّٰی کے معنی بھی آخری ہیں۔

امام نووی المقفیّ کے معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَأَمَّا الْمُقَفّٰی فَقَالَ شِمْرٌ: هُوَ بِمَعْنَى الْعَاقِبِ. (۱)

''مقفی کا معنی شمر نے العاقب بیان کیا ہے۔''

امام ابن عبد البر المقفي کا معنی بیان کرتے ہیں:

قِيلَ لِنَبِيِّنَا: الْمُقَفّٰی، لِأَنَّهُ اٰخِرُ الْأَنْبِيَاءِ. (۲)

''ہمارے نبی مکرم ﷺ کو المقفّٰی کہا گیا کیونکہ آپ ﷺ سلسلۂ انبیاء کے آخری فرد ہیں۔''

قِيلَ فِي أَسْمَاءِ النَّبِيِّ ﷺ: الْمُقَفّٰی، لِأَنَّهُ اٰخِرُ الْأَنْبِيَاءِ. (۳)

''المقفّی حضور نبی اکرم کے اسمائے گرامی میں سے ہے کیونکہ آپ ﷺ تمام انبیاء کے آخر پر ہیں۔''

تخلیق آدم علیہ السلام سے قبل خاتم النبیین کا خطاب

۳۱۔ عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: إِنِّي عَبْدُ اللهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ. (۴)

''حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے

(۱) نووی، شرح صحیح مسلم، ۱۵: ۱۰۶

(۲) ابن عبد البر، التمہید، ۱۹: ۴۵

(۳) ابن عبد البرِ، الاستذکار، ۲: ۳۷۵

(۴) أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۱۲۸، رقم: ۱۷۱۵۱

فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کا بندہ اور نبیوں کو ختم کرنے والا ہوں۔‘‘

۳۲۔ عَنْ عِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ: إِنِّي عَبْدُ اللهِ لَخَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ وَإِنَّ آدَمَ عليه السلام لَمُنْجَدِلٌ فِي طِيْنَتِهِ. (۱)

’’حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں اللہ کا بندہ اس وقت خاتم النبیین لکھا جا چکا تھا جب کہ آدم علیہ السلام ابھی خمیر سے پہلے اپنی مٹی میں تھے۔‘‘

۳۳۔ عَنْ عِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: إِنِّي عِنْدَ اللهِ مَكْتُوْبٌ بِخَاتِمِ النَّبِيِّيْنَ وَإِنَّ آدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِي طِيْنَتِهِ. (۲)

’’حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کے ہاں خاتم النبیین لکھا جا چکا تھا جبکہ حضرت آدم علیہ السلام کا پیکر خاکی ابھی تیار کیا جا رہا تھا۔‘‘

۳۴۔ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: لَمَّا أَذْنَبَ

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۱۲۷، ۱۲۸

۲۔ ابن حبان، الصحیح ۱۴: ۳۱۳، رقم: ۶۴۰۴

۳۔ طبراني، المعجم الکبیر، ۱۸: ۲۵۲، ۲۵۳، رقم: ۶۲۹، ۶۳۰

۴۔ حاکم، المستدرک، ۲: ۶۵۶، رقم: ۴۱۷۵

۵۔ بیہقي، شعب الإیمان، ۲: ۱۳۴، رقم: ۱۳۸۵

۶۔ ابن أبي عاصم، کتاب السنة، ۱: ۱۷۹، رقم: ۴۰۹

۷۔ بخاری، التاریخ الکبیر، ۶: ۶۸، رقم: ۱۷۳۶

(۲) ۱۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴: ۳۱۳،رقم: ۶۴۰۴

۲۔ ہیثمي، موارد الظمآن، ۱: ۵۱۲، رقم: ۲۰۹۳

۳۔ دیلمي، الفردوس بمأثور الخطاب، ۱: ۷۶، رقم: ۲۳۰

آدَمُ الذَّنْبَ الَّذِي أَذْنَبَهُ رَفَعَ رَأْسَهُ إِلَى الْعَرْشِ فَقَالَ: أَسْأَلُکَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ أَلَا غَفَرْتَ لِي فَأَوْحَى اللهُ إِلَيْهِ وَمَا مُحَمَّدٌ وَمَنْ مَحَمَّدٌ؟ فَقَالَ: تَبَارَکَ اسْمُکَ لَمَّا خَلَقْتَنِي رَفَعْتُ رَأْسِي إِلَى عَرْشِکَ فَإِذَا هُوَ مَکْتُوْبٌ لَا اِلَهَ إِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللهِ فَعَلِمْتُ أَنَّهُ لَيْسَ أَحَدٌ أَعْظَمُ عِنْدَکَ قَدْرًا مِمَّنْ جَعَلْتَ إِسْمَهُ مَعَ اسْمِکَ فَأَوْحَى اللهُ ﷻ إِلَيْهِ يَا آدَمُ إِنَّهُ آخِرُ النَّبِيِّيْنَ مِنْ ذُرِّيَتِکَ وَإِنَّ أُمَّتَهُ آخِرُ الْأُمَمِ مِنْ ذُرِّيَّتِکَ وَلَوْلَا هُ يَا آدَمُ، مَا خَلَقْتُکَ.(1)

''حضرت عمر بن خطاب ﷺ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب حضرت آدم ؑ سے (حکمت ومشیت ایزدی کے تحت) خطا سرزد ہوئی تو انہوں نے اپنا چہرہ آسمان کی طرف اٹھایا اور عرض کرنے لگے: (اے میرے مولا!) میں تجھ سے محمد ﷺ کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں، کیا (پھر بھی) تو مجھے معاف نہیں فرمائے گا؟ پس اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم ؑ کی طرف وحی فرمائی کہ محمد کیا ہیں اور محمد کون ہیں؟ تو حضرت آدم ؑ نے عرض کی: اے اللہ! تیرا نام بابرکت ہے جب تو نے مجھے خلعتِ تخلیق پہنائی تو میں نے اپنا سر اٹھا کر تیرے عرش کی طرف دیکھا، وہاں لکھا تھا: لا اله إلا الله محمّد رسول الله۔ سو میں نے جان لیا کہ یہ کوئی تیرے نزدیک عظیم قدر و منزلت والی ذات ہی ہے کہ جس کا نام تو نے اپنے نام کے ساتھ ملا کر لکھ رکھا ہے چنانچہ اللہ ﷻ نے میری طرف وحی فرمائی کہ اے آدم! یہ تیری اولاد میں سے خاتم النبیین ہیں اور اس کی امت تیری اولاد میں سے آخر الامم ہے اور

(۱) ۱۔ طبراني، المعجم الصغير، ۲: ۱۸۲، رقم: ۹۹۲
۲۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۶: ۳۱۳، ۳۱۴، رقم: ۶۵۰۲
۳۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۸: ۲۵۳

اے آدم! اگر یہ نہ ہوتا تو میں تجھے خلعتِ تخلیق سے نہ نوازتا۔‘‘

زیرِ نظر احادیث مبارکہ میں حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنی شانِ خاتمیت کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا کہ میں اس وقت بھی خاتم النبیین لکھا جا چکا تھا جب حضرت آدم علیہ السلام کی تشکیل عنصری بھی نہ ہوئی تھی۔ وہ روح اور مٹی کے درمیان تھے پھر حضرت آدم علیہ السلام نے حضور نبی اکرم ﷺ کا اسم گرامی عرش معلیٰ پر اسم جلالت کے ساتھ لکھا ہوا دیکھا۔ باری تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے استفسار پر اپنے محبوب اکرم ﷺ کا تعارف کراتے ہوئے آپ ﷺ کو **خاتم النبیین** کے لقب سے یاد فرمایا۔ یہ احادیث مبارکہ اس بات کا حتمی ثبوت ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی ختم نبوت کا عقیدہ کوئی نیا عقیدہ نہیں بلکہ یہ اس وقت سے ہے جب ابھی تاریخ انسانی کا آغاز بھی نہیں ہوا تھا اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ ﷺ کا آخری نبی ہونا لکھ دیا تھا لہٰذا اگر کوئی اس کے بعد بھی حضور نبی اکرم ﷺ کو آخری نبی نہ مانے اور خاتم کے معنی میں تحریف کے ذریعے نئے نبی کی آمد کو جائز قرار دے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج اور گروہ کفار میں شامل ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ تخلیق میں اوّل اور بعثت میں آخر

۳۵۔ عَنْ قَتَادَةَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا قَرَأَ ﴿وَإِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُوحٍ......﴾(۱) يَقُوْلُ بُدِئَ بِي فِي الْخَيْرِ وَكُنْتُ اٰخِرَهُمْ فِي الْبَعْثِ.(۲)

’’حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ جب یہ آیت –

(۱) الأحزب، ۳۳: ۷

(۲) ۱۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۶: ۳۲۲، رقم: ۳۱۷۶۲

۲۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۷: ۸۰، رقم: ۳۴۳۴۲

۳۔ سيوطي، الدر المنثور، ۶: ۵۷۰

﴿اور اے حبیب! یاد کیجئے) جب ہم نے انبیاء سے اُن (کی تبلیغِ رسالت) کا عہد لیا اور خصوصا آپ سے اور نوح سے ......﴾ - پڑھتے تو فرماتے کہ نبوت کی مجھ سے ابتداء کی گئی اور بعثت میں، میں تمام انبیاء کے بعد آیا۔‘‘

۳۶۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فِي قَوْلِ اللهِ عزوجل ﴿وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْکَ وَمِنْ نُوحٍ﴾(۱) قَالَ: كُنْتُ أَوَّلَ النَّبِيِّيْنَ فِي الْخَلْقِ وَاٰخِرَهُمْ فِي الْبَعْثِ.(۲)

’’حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اللہ تعالی کے اس فرمان - ﴿(اے حبیب! یاد کیجئے) جب ہم نے انبیاء سے ان (کی تبلیغِ رسالت کا عہد لیا خصوصًا آپ سے اور نوح سے......﴾ - کی تفسیر میں روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں خلقت کے لحاظ سے سب سے پہلا اور بعثت کے لحاظ سے سب سے آخری نبی ہوں سو ان سب سے پہلے (نبوت) کی ابتداء مجھ سے ہی کی گئی۔‘‘

۳۷۔ عَنْ قَتَادَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ: كُنْتُ أَوَّلَ النَّاسِ فِي الْخَلْقِ وَاٰخِرَهُمْ فِي الْبَعْثِ.(۳)

---

(۱) الأحزب، ۳۳: ۷

(۲) ۱۔ ديلمي، الفردوس بمأثور الخطاب، ۴: ۴۱۱
۲۔ طبری، جامع البيان في تفسير القرآن، ۲۱: ۱۲۵
۳۔ ابن کثیر، تفسير القرآن العظيم، ۳: ۴۷۰
۴۔ سيوطي، الدر المنثور، ۶: ۵۷

(۳) ۱۔ طبرانی، مسند الشاميين، ۴: ۳۴، رقم: ۲۶۶۲
۲۔ ابن سعد، الطبقات الكبرىٰ، ۱: ۱۴۹
۳۔ ہندی، كنز العمال، ۱۱: ۴۱۲، رقم: ۳۲۱۲۶

’’حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں لوگوں میں تخلیق کے اعتبار سے سب سے اول اور بعثت کے اعتبار سے سب سے آخر پر ہوں۔‘‘

احادیث مذکورہ ختم نبوت کے اس بیان پر مشتمل ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی تخلیق سب سے پہلے ہوئی اور آپ ﷺ کو تمام انبیاء و رُسل کے بعد مبعوث کیا گیا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء و رُسل اپنی اپنی امت اور قوم کو ہمارے آقا و مولا حضور نبی آخر الزماں ﷺ کی آمد کی خوشخبری سناتے رہے اور آپ پر ایمان لانے اور آپ کی مدد کرنے کی تاکید و تلقین کرتے رہے، یہاں تک کہ آپ ﷺ بنی اسماعیل میں تشریف لے آئے۔ احادیث مذکورہ میں حضور نبی اکرم ﷺ نے تصریح فرما دی ہے کہ میری بعثت تمام انبیا و رُسل کی بعثتوں کے بعد ہوئی ہے، میرے بعد قیامت تک کوئی نبی یا رسول مبعوث نہیں ہوگا۔ حضور ﷺ کے بعد کسی بھی شکل میں ظلی و بروزی، حقیقی و غیر حقیقی، لغوی و مجازی یا تشریعی و غیر تشریعی نبوت وغیرہ کا خود ساختہ قول گھڑنے والا حضور نبی اکرم ﷺ کے بعد بھی سلسلہ بعثت کو جاری مانتا ہے جو قرآن و سنت کے بے شمار قطعی دلائل کے علاوہ مذکورہ بالا فرامین رسول ﷺ کے بھی خلاف ہے، لہٰذا ایسا شخص بالاتفاق مرتد اور خارج از اسلام ہے۔

جھوٹے مدعیانِ نبوت کے بارے میں حضور نبی اکرم ﷺ کی پیشین گوئی

۳۸۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتَّى يُبْعَثَ دَجَّالُوْنَ كَذَّابُوْنَ قَرِيْبًا مِنْ ثَلَاثِيْنَ كُلُّهُمْ يَزْعَمُ أَنَّهُ رَسُوْلُ اللهِ. (۱)

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب المناقب، باب علامات النبوة في الإسلام، ۳: ۱۳۲۰، رقم: ۳۴۱۳

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت اس وقت تک وقوع پذیر نہیں ہو گی جب تک تیس کے قریب دجال کذاب نہ پیدا ہو جائیں، ہر ایک کا دعویٰ ہو گا کہ وہ نبی ہے۔''

۳۹۔ عَنْ مُسْلِمِ بْنِ يَسَارٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ: قَالَ: رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَكُوْنُ فِيْ آخِرِ الزَّمَانِ دَجَّالُوْنَ كَذَّابُوْنَ يَأْتُوْنَكُمْ مِنَ الْأَحَادِيْثِ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوْا أَنْتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ فَإِيَّاكُمْ وَإِيَّاهُمْ لَا يُضِلُّوْنَكُمْ وَلَا يَفْتِنُوْنَكُمْ. (۱)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آخری زمانہ میں دجال، کذاب پیدا ہوں گے جو تمہیں اس قسم کی باتیں بیان کریں گے جو نہ تم نے پہلے کبھی سنی ہوں گی اور نہ تمہارے آبا واجداد نے ہی سنی ہوں گی،

.........۲۔ بخاري، الصحيح، كتاب الفتن، باب خروج النار، ۶: ۲۶۰۵، رقم: ۶۷۰۴

۳۔ مسلم، الصحيح، كتاب الفتن وأشراط الساعة، باب لا تقوم الساعه حتی يمر الرجل بقبر الرجل فيتمنی أن يكون الميت من البلاء، ۴: ۲۲۳۹، رقم: ۱۵۷

۴۔ ترمذي، الجامع الصحيح، كتاب الفتن، باب ما جاء لا تقوم الساعة حتی يخرج كذابون، ۴: ۴۹۸، رقم: ۲۲۱۸

۵۔ابو داؤد نے 'السنن، کتاب الملاحم، باب في خبر ابن صائد، ۴: ۱۲۱، رقم: ۴۳۳۳' میں لَا تَقُوْمُ السَّاعَةَ حَتَّی يَخْرُجَ ثَلاثُوْنَ دَجَّالُوْنَ کے الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے۔

۶۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۲۳۶، رقم: ۷۲۲۷

۷۔ أبو يعلی، المسند، ۱۱: ۳۹۴، رقم: ۶۵۱۱

۸۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۵: ۲۷، ۲۸، رقم: ۶۶۵۱

(۱) مسلم، الصحيح، مقدمه، باب النهي عن الرواية عن الضعفاء، ۱: ۱۲، رقم: ۷

پس میں تمہیں خبردار کرتا ہوں کہ ان سے ہوشیار رہنا! مبادا وہ تمہیں گمراہ کر دیں یا فتنے میں مبتلا کر دیں۔‘‘

۴۰۔ عَنْ ثَوْبَانَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: سَيَكُوْنُ فِي أُمَّتِي ثَلَاثُوْنَ كَذَّابُوْنَ، كُلُّهُمْ يَزْعَمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ، وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَانَبِيَّ بَعْدِي. (۱)

’’حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت میں تیس جھوٹے پیدا ہوں گے، ہر ایک کا دعوی ہوگا کہ وہ نبی ہے۔ سن لو! میں آخری نبی ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔‘‘

۴۱۔ عَنْ ثَوْبَانَ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ: سَيَخْرُجُ فِيْ أُمَّتِي كَذَّابُوْنَ ثَلَاثُوْنَ كُلُّهُمْ يَزْعَمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ وَأَنَا خَاتَمُ الْأَنْبِيَاءِ لَا نَبِيَّ

---

(۱) ۱۔ ترمذي، السنن، كتاب الفتن، باب ما جاء لا تقوم الساعة حتى يخرج كذابون، ۴:۴۹۹، رقم: ۲۲۱۹

۲۔ أبو داود، السنن، كتاب الفتن والملاحم، باب ذكر الفتن ودلائلها، ۴: ۹۷، رقم: ۴۲۵۲

۳۔ ابن ماجه في السنن، كتاب الفتن، باب ما يكون من الفتن، ۲: ۱۳۰، رقم: ۳۹۵۲

۴۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۷:۵۰۳، رقم: ۳۵۶۵،

۵۔ حاكم ،المستدرك على الصحيحين، ۴: ۴۹۶، رقم: ۸۳۹۰

۶۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۹: ۲۰۰، رقم: ۳۹۷،

۷۔ شيباني، الآحاد والمثاني، ۱: ۳۳۲، رقم: ۴۵۶

۸۔ شيباني، الآحاد و المثاني، ۳؛ ۲۴، رقم: ۱۳۰۹

۹۔ داني، السنن الواردة في الفتن، ۴: ۸۶۱، ۸۶۳، رقم: ۴۴۲، ۴۴۴

۱۰۔ سيوطي، الدر المنثور، ۶: ۶۱۸

بَعْدِيْ.(۱)

’’حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت میں تیس جھوٹے پیدا ہوں گے، ہر ایک کا دعویٰ ہو گا کہ وہ نبی ہے۔ سن لو! میں نبیوں کو ختم کرنے والا ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔‘‘

۴۲۔ عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ: قَالَ: رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: سَيَكُوْنُ فِي أُمَّتِي ثَلَاثُوْنَ كَذَّابُوْنَ كُلُّهُمْ يَزْعَمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ وَإِنِّي خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَانَبِيَّ بَعْدِي.(۲)

’’حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عنقریب میری امت میں تیس جھوٹے پیدا ہوں گے، ہر ایک کا دعوی ہو گا کہ وہ نبی ہے۔ سن لو! میں نبیوں کو ختم کرنے والا ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔‘‘

۴۳۔ عَنْ حُذَيْفَةَ أَنَّ نَبِيَّ اللهِ ﷺ قَالَ: فِي أُمَّتِي كَذَّابُوْنَ وَدَجَّالُوْنَ سَبْعَةٌ وَعَشْرُوْنَ مِنْهُمْ أَرْبَعُ نَسْوَةٍ وَإِنِّيْ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي.(۳)

’’حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت میں ستائیس جھوٹے اور دجال پیدا ہوں گے، ان میں سے چار عورتیں ہوں گی

---

(۱) ۱۔ حاكم، المستدرك على الصحيحين، ۴: ۴۹۶، رقم: ۸۳۹۰
۲۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۵: ۱۱۰، رقم: ۶۷۱۴

(۲) ۱۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۶: ۲۲۱، رقم: ۷۲۳۸
۲۔ بيهقي، السنن الكبرى، ۹: ۱۸۱، رقم: ۱۸۳۹۸

(۳) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۳۹۶، رقم: ۲۳۴۰۶
۲۔ أبو نعيم، حلية الأولياء، ۴: ۱۷۹
۳۔ ديلمي ،الفردوس بمأثور الخطاب، ۵: ۴۵۴، رقم: ۸۷۲۴
۴۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۷: ۳۳۲
۵۔ عسقلاني، فتح الباري، ۱۳: ۸۷

سن لو! میں نبیوں کو ختم کرنے والا ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔‘‘

۴۴۔ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرِ اللَّيْثِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتَّى يَخْرُجَ ثَلَاثُوْنَ كَذَّابًا كُلُّهُمْ يَزْعَمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ. (۱)

’’حضرت عبید بن عمیر اللیثي رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہو گی جب تک تیس جھوٹے پیدا نہ ہو جائیں، ہر ایک کا دعوی ہو گا کہ وہ نبی ہے روز قیامت سے پہلے۔‘‘

۴۵۔ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ: أَكْثَرُ النَّاسِ فِي شَأْنِ مُسَيْلَمَةَ الكَذَّابِ قَبْلَ أَنْ يَقُوْلَ فِيْهِ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ ثُمَّ قَامَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فَأَثْنٰى عَلَى اللهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ: اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ أَكْثَرْتُمْ فِي شَأْنِ هٰذَا الرَّجُلِ وَأَنَّهُ كَذَّابٌ مِّنْ ثَلَاثِيْنَ كَذَّابًا يَخْرُجُوْنَ قَبْلَ الدَّجَّالِ. (۲)

’’حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب تک حضور نبی اکرم ﷺ نے مسیلمہ کذّاب کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار نہیں فرمایا تھا، لوگوں نے اس کے بارے میں بہت کچھ کہا، پھر ایک روز حضور نبی اکرم ﷺ لوگوں کے درمیان خطاب کے لیے تشریف فرما ہوئے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی شان کے لائق اس کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا: یہ شخص جس کے متعلق تم بہت زیادہ گفتگو کر رہے ہو پس بے شک یہ دجال اکبر سے پہلے نکلنے والے تیس کذّابوں میں سے ایک ہے۔‘‘

۴۶۔ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: لَا تَقُوْمُ

---

(۱) ابن أبي شيبة، المصنف، ۷: ۵۰۳، رقم: ۳۷۵۶۵

(۲) ۱۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۵۸۳، ۵۸۴، رقم: ۸۶۲۴، ۸۶۲۵

۲۔ طحاوی، مشكل الآثار، ۴: ۱۰۴

السَّاعَةُ حَتّٰی يَخْرُجَ ثَـلَاثُوْنَ كَذَّابًا دَجَّالاً مِّنْهُمْ مُسَيْلَمَةُ وَالْعَنْسِيُّ وَالْمُخْتَارُ وَشَرُّ قَبَائِلِ الْعَرَبِ بَنُوْ أُمَيَّةَ وَبَنُوْ حَنِيْفَةَ وَثَقِيْفُ.(۱)

’’حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضي اللہ عنهما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک تیس کذاب دجال نہ نکل آئیں، انہی میں سے مسیلمہ، عنسی، مختار، عرب کے شر پسند قبائل بنو امیہ، بنو حنیفہ اور ثقیف ہیں۔‘‘

۴۷۔ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ أَبِي قَلَابَةَ يَرْفَعُهُ قَالَ إِنَّهُ سَيَكُوْنُ فِي أُمَّتِي كَذَّابُوْنَ ثَـلَاثُوْنَ كُلُّهُمْ يَزْعَمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ وَأَنَّا خَاتَمُ الْأَنْبِيَاءِ لَا نَبِيَّ بَعْدِي.(۲)

’’حضرت ابو قلابہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: عنقریب میری امت میں تیس جھوٹے پیدا ہوں گے، ہر ایک کا دعوی ہوگا کہ وہ نبی ہے۔ سن لو! میں نبیوں کو ختم کرنے والا ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔‘‘

حضور نبی اکرم ﷺ کی بعثت کے ساتھ بابِ نبوت مسدود ہو چکا اس لیے اب کسی شخص کے منصبِ نبوت پر متمکن کیے جانے کی کوئی گنجائش نہ رہی چنانچہ اب اگر کوئی شخص نبوت و رسالت کا دعویٰ کرتا ہے تو حضور ﷺ کے فرمان کے مطابق وہ دجال، کذاب اور جھوٹا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے نہ صرف حینِ حیات جھوٹے مدعیان نبوت کے بارے میں پیشگی اطلاع دے دی بلکہ آپ ﷺ نے تو ان کی تعداد کا تعین بھی فرما دیا۔ ان احادیثِ مبارکہ میں صاحبِ قرآن سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنے بعد جھوٹے مدعیانِ نبوت کی خبر دیتے ہوئے واضح فرما دیا کہ خاتم النبیین کا معنیٰ نہ تو مہر ہے اور نہ ہی انگوٹھی بلکہ اس کا معنیٰ آخری نبی ہے۔ خاتم النبیین کی تفسیر لا نبی بعدی کے ذریعے فرما دی جس میں لا، نفی جنس کا ہے جو جنسِ نبوت کی نفی کر رہا ہے اس سے مرزا صاحب کی تمام

(۱) أبو يعلى، المسند، ۱۲: ۱۹۷، رقم: ۶۸۲۰

(۲) داني، السنن الواردة فى الفتن، ۴: ۸۲۱، رقم: ۴۴۲

اقسامِ نبوت کی نفی ہوگئی خواہ وہ ظلی ہو یا بروزی، تشریعی و غیر تشریعی ہو یا لغوی و مجازی۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے واضح الفاظ میں اعلان فرما دیا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اور یہ کہ ختم نبوت کا تاج صرف میرے سر پر رکھا گیا ہے۔ میرے بعد جو کوئی بھی نبی ہونے کا دعویٰ کرے گا وہ کذاب اور دجال ہوگا۔

ان احادیث مبارکہ میں حضور نبی اکرم ﷺ نے تین طریقوں سے اپنی شانِ ختم نبوت کو بیان فرمایا ہے۔

۱۔ جھوٹے مدعیان نبوت کی خبر دے کر یہ اعلان فرما دیا کہ سلسلہ نبوت میری ذات پر ختم ہو چکا، لہٰذا آئندہ جو بھی نبوت کا دعویٰ کرے گا اس کا شمار ان جھوٹوں میں ہوگا۔

۲۔ لانفی جنس کے ذریعے اپنے بعد جنسِ نبوت کی نفی فرما دی

۳۔ خود کو خاتم النبیین یعنی تمام نبیوں کی آمد کو ختم کرنے والا فرمایا۔

جگر گوشۂ مصطفیٰ ﷺ سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات دلیلِ ختم نبوت ہے

۴۸۔ عَنْ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ: قُلْتُ لِابْنِ أَبِيْ أَوْفٰى: رَأَيْتَ إِبْرَاهِيْمَ ابْنَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَاتَ صَغِيْرًا، وَلَوْ قُضِيَ أَنْ يَّكُوْنَ بَعْدَ مُحَمَّدٍ ﷺ نَبِيٌّ عَاشَ ابْنُهُ، وَلٰكِنْ لَّا نَبِيَّ بَعْدَهُ. (۱)

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الأدب، باب من سمى بأسماء الأنبياء، ۵: ۲۲۸۹، رقم: ۵۸۴۱

۲۔ ابن ماجه، السنن، كتاب ما جاء في الجنائز، باب ما جاء في الصلاة على ابن رسول الله ﷺ وذكر وفاته، ۱: ۴۸۴، رقم: ۱۵۱۰

’’اسماعیل کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ کیا آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو دیکھا؟ انہوں نے فرمایا کہ وہ چھوٹی عمر میں ہی وفات پا گئے تھے۔ اگر اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہوتا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی ہوسکتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صاحبزادے زندہ رہتے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں۔‘‘

مذکورہ بالا حدیث مبارکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت پر صراحتاً دلالت کر رہی ہے۔ اس حدیث مبارکہ کی شرح ہم گذشتہ باب میں بیان کر چکے ہیں۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نبوت نہیں بلکہ مبشرات ہیں

۴۹۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يَقُوْلُ: لَمْ يَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ إِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ. قَالُوْا: وَمَا الْمُبَشِّرَاتُ؟ قَالَ: الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ. (۱)

’’حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: نبوت کا کوئی جزو سوائے مبشرات کے باقی نہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مبشرات کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نیک خواب۔‘‘

۵۰۔ عَنْ أَبِي سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللهِ يَقُوْلُ: الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَأَرْبَعِيْنَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ. (۲)

’’حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نیک خواب نبوت کے چھیالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔‘‘

---

(۱) بخاري، الصحيح، کتاب التعبير، باب مبشرات، ۶: ۲۵۶۴، رقم: ۶۵۸۹

(۲) بخاري، الصحيح، کتاب التعبير، باب الرويا الصالحة جزء من ستة وأربعين جزءا من النبوة، ۶: ۲۵۶۴، رقم: ۶۵۸۸

۵۱۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: كَشَفَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ السِّتَارَةَ وَرَأْسُهُ مَعْصُوْبٌ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيْهِ وَالنَّاسُ صُفُوْفٌ خَلْفَ أَبِي بَكْرٍ فَقَالَ: اَيُّهَا النَّاسُ، اِنَّهُ لَمْ يَبْقَ مِنْ مُبَشِّرَاتِ النُّبُوَّةِ اِلَّا الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ يَرَاهَا الْمُسْلِمُ أَوْ تُرَى لَهُ. (۱)

’’حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے (مرضِ وصال میں) حجرہ کا پردہ اٹھایا، اس وقت صحابہ کرام حضرت ابو بکر کی اقتداء میں صف باندھے کھڑے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! بشارات نبوت میں سے اب صرف اچھے خواب باقی رہ گئے ہیں جنہیں ایک مسلمان خود دیکھتا ہے یا اس کے لیے کوئی اور شخص دیکھتا ہے۔‘‘

۵۲۔ عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: إِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِي وَلَا نَبِيَّ قَالَ: فَشَقَّ ذٰلِکَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ: لٰكِنِ الْمُبَشِّرَاتُ قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللهِ! وَمَا الْمُبَشِّرَاتُ؟ قَالَ: رُؤْيَا الْمُسْلِمِ وَهِيَ جَزْءٌ مِنْ أَجْزَاءِ النُّبُوَّةِ. (۲)

’’حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الصلاة، باب النهي عن قراءة القرآن في الركوع والسجود، ۱: ۳۴۸، رقم: ۴۷۹
۲۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۳: ۴۱۰، رقم: ۶۰۴۵

(۲) ۱۔ ترمذي، الجامع الصحيح، كتاب الرؤيا، باب ذهبت النبوة وبقيت المبشرات، ۴: ۵۳۳، رقم: ۲۲۷۲
۲۔ حاكم، المستدرك على الصحيحين، ۴: ۴۳۳، رقم: ۸۱۷۸
۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۲۶۷، رقم: ۱۳۸۵۱
۴۔ مقدسي، الأحاديث المختارة، ۷: ۲۰۶، رقم: ۲۶۴۵

امامت و نبوت ختم ہو گئی پس میرے بعد نہ کوئی رسول ہے اور نہ ہی کوئی نبی۔ راوی کہتے ہیں کہ یہ بات لوگوں کے لیے باعثِ رنج ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: لیکن بشارتیں (باقی ہیں)۔ صحابہ کرام ﷢ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! بشارتیں کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مسلمان کا خواب اور یہ نبوت کا ایک حصہ ہے۔‘‘

۵۳۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ إِذَا انْصَرَفَ مِنْ صَلَاةِ الْغَدَاةِ يَقُوْلُ: هَلْ رَاٰى أَحَدٌ مِنْكُمُ اللَّيْلَةَ رُؤْيَا وَيَقُوْلُ: إِنَّهُ لَيْسَ يَبْقٰى بَعْدِي مِنَ النُّبُوَّةِ إِلَّا الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ. (۱)

’’حضرت ابو ہریرہ ﷜ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ جب صبح کی نماز ادا فرما لیتے تو آپ ﷺ (صحابہ کرام ﷢ سے) دریافت فرماتے: کیا تم میں سے رات کو کسی نے خواب دیکھا ہے؟ اور فرماتے: بے شک میرے بعد نبوت میں سے سوائے نیک خواب کے کچھ نہیں بچا۔‘‘

۵۴۔ عَنْ أُمِّ كُرْزٍ الْكَعْبِيَّةِ قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ: ذَهَبَتِ النُّبُوَّةُ وَبَقِيَتِ الْمُبَشِّرَاتُ. (۲)

---

(۱) ۱۔ أبو داود، السنن، كتاب الأدب، باب ما جاء في الرؤيا، ۴: ۳۰۴، رقم: ۵۰۱۷

۲۔ مالك، الموطأ، ۲: ۹۵۶، رقم: ۱۷۱۴

۳۔ نسائي، السنن الكبرى، ۴: ۳۸۲، رقم: ۷۶۲۱

۴۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۳: ۴۱۲، رقم: ۶۰۴۸

۵۔ ربيع، المسند، ۱: ۳۹، رقم: ۵۰

(۲) ۱۔ ابن ماجه، السنن، كتاب تعبير الرّؤيا، باب رؤية النبي ﷺ في المنام، ۲: ۱۲۸۳، رقم: ۳۸۹۶

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۶: ۳۸۱، رقم: ۲۷۱۸۵

’’حضرت ام کرز کعبیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ فرما رہے تھے: نبوت ختم ہوگئی صرف مبشرات باقی رہ گئے۔‘‘

۵۵۔ عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: لَا نُبُوَّةَ بَعْدِي إِلَّا الْمُبَشِّرَاتِ قَالَ: قِيْلَ: وَمَا الْمُبَشِّرَاتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ؟ قَالَ: الرُّؤْيَا الْحَسَنَةُ أَوْ قَالَ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ. (۱)

’’حضرت ابو طفیل راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے بعد نبوت باقی نہیں رہے گی مگر مبشرات۔ آپ ﷺ سے عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! مبشرات کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اچھے خواب؛ یا فرمایا: نیک خواب۔‘‘

۵۶۔ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: لَا يَبْقٰى بَعْدِي مِنَ النُّبُوَّةِ شَيْءٌ إِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللهِ! وَمَا الْمُبَشِّرَاتُ؟ قَالَ: الرَّؤْيَا الصَّالِحَةُ يَرَاهَا الرَّجُلُ أَوْ تُرَى لَهُ. (۲)

’’حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

۳۔ دارمي، السنن، ۲: ۱۶۶، رقم: ۲۱۳۸
۴۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۳: ۴۱۱، الرقم: ۶۰۲۴
۵۔ حميدي، المسند، ۱: ۱۶۸، رقم: ۳۴۸

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۴۵۴، رقم: ۲۳۸۴۶
۲۔ سعيد بن منصور، السنن، ۵: ۳۲۱، رقم: ۱۰۶۸
۳۔ مقدسي، الأحاديث المختارة، ۸: ۲۲۳، رقم: ۲۶۴
۴۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۷: ۱۷۳

(۲) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۶: ۱۲۹، رقم: ۲۵۰۲۱
۲۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۷: ۱۷۲
۳۔ خطيب بغدادي، تاريخ بغداد، ۱۱: ۱۴۰
۴۔ خطيب بغدادي، تاريخ بغداد، ۱۴: ۱۸۸

میرے بعد نبوت کی کوئی چیز باقی نہیں بچے گی سوائے مبشرات کے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مبشرات کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نیک خواب، جنہیں انسان دیکھتا ہے یا اسے دکھائے جاتے ہیں۔‘‘

۵۷۔ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ: لَنْ يَبْقٰى بَعْدِي مِنَ النُّبُوَّةِ إِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ، فَقَالُوْا: وَمَا الْمُبَشِّرَاتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ؟ قَالَ: الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ يَرَاهَا الرَّجُلُ الصَّالِحُ أَوْ تُرَى لَهُ جَزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَأَرْبَعِيْنَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ.(۱)

’’حضرت عطا بن یسار سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میرے بعد نبوت میں سے کوئی چیز نہیں بچے گی سوائے مبشرات کے، پس صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مبشرات کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نیک خواب جنہیں نیک شخص دیکھتا ہے یا اسے دکھائے جاتے ہیں۔‘‘

۵۸۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ قَالَ: الرُّؤْيَا الْحَسَنَةُ مِنَ الرَّجَلِ الصَّالِحِ جُزْءٌ مِنْ سِتَةٍ وَأَرْبَعِيْنَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ.(۲)

’’حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: نیک شخص کے نیک خواب نبوت کے چھیالیس (۴۶) حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔‘‘

۵۹۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: رُؤْيَا الْمُسْلِمِ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ

---

(۱) ۱۔ مالك، الموطأ، كتاب الجامع، باب ما جاء في الرؤيا، ۲: ۹۵۷، رقم: ۱۵۰۶

۲۔ ابن عبد البر، التمهيد، ۵: ۵۵

(۲) مالك، الموطأ، كتاب الجامع، باب ما جاء في الرؤيا، ۲: ۹۵۷، رقم: ۱۵۰۶

وَأَرْبَعِيْنَ جُزْأً مِّنَ النُّبُوَّةِ.(۱)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: مسلمان کا خواب نبوت کے چھیالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔''

۶۰۔ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: رُؤْيَا الْمُسْلِمِ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَأَرْبَعِيْنَ جُزْءًا مِّنَ النُّبُوَّةِ.(۲)

''حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ مسلمان کے خواب نبوت کے چھیالیس حصوں میں سے ایک ہے۔''

۶۱۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ: الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ جُزْءٌ مِنْ سَبْعِيْنَ جُزْءً مِّنَ النُّبُوَّةِ.(۳)

''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: نیک خواب نبوت کے ستر حصوں میں سے ایک ہے۔''

۶۲۔ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: إِنَّ النُّبُوَّةَ قَدِ انْقَطَعَتْ وَالرِّسَالَةَ فَخَرَجَ النَّاسُ فَقَالَ: مُبَشِّرَاتٌ وَهِيَ جُزْءٌ مِنَ النُّبُوَّةِ.(۴)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بے شک نبوت و رسالت کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے۔ پس لوگ (پریشانی کے عالم میں) باہر نکل آئے تو حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: مبشرات باقی ہیں اور یہ نبوت کا

(۱) ابن أبي شيبة، ۶: ۱۷۳، رقم: ۳۰۴۵۰

(۲) ابن أبي شيبة، المصنف، ۶: ۱۷۳، رقم: ۳۰۴۵۳

(۳) ابن أبي شيبة، المصنف، ۶: ۱۷۳، رقم: ۳۰۴۵۵

(۴) ابن أبي شيبة، المصنف، ۶: ۱۷۳، رقم: ۳۰۴۵۷

حصہ ہیں۔‘‘

۶۳۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: إِنَّ النَّبُوَّةَ وَالرِّسَالَةَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَجَزِعَ النَّاسُ قَالَ: قَدْ بَقِيَتِ الْمُبَشِّرَاتُ وَهِيَ جُزْءٌ مِّنَ النُّبُوَّةِ.(۱)

’’حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بے شک نبوت و رسالت کا سلسلہ بند ہو چکا ہے۔ پس لوگ خوفزدہ ہوگئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: مبشرات (خوش خبریاں) باقی ہیں اور یہ نبوت کا حصہ ہیں۔‘‘

۶۴۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ إِذَا انْصَرَفَ مِنْ صَلَاةِ الْغَدَاةِ يَقُوْلُ: هَلْ رَاٰى أَحَدٌ مِّنْكُمُ اللَّيْلَةَ رُؤْيَا؟ أَلَا إِنَّهُ لَا يَبْقٰى بَعْدِي مِنَ النُّبُوَّةِ إِلَّا الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ.(۲)

’’حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ جب صبح کی نماز سے فارغ ہوتے تو فرماتے: کیا تم میں سے کسی نے آج رات خواب دیکھا ہے؟ خبردار! میرے بعد نبوت میں سے کوئی چیز باقی نہیں بچے گی مگر نیک خواب۔‘‘

۶۵۔ عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ذَهَبَتِ النُّبُوَّةُ فَلَا نُبُوَّةَ بَعْدِي وَبَقِيَتِ الْمُبَشِّرَاتُ رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ يَرَاهَا أَوْ تُرَى لَهُ.(۳)

’’حضرت ابو طفیل سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: نبوت ختم ہوگئی، اب میرے بعد نبوت باقی نہیں رہی مگر مبشرات یعنی مومن کے (اچھے)

---

(۱) ۱۔ أبو يعلي، المسند، ۷: ۳۸، رقم: ۳۹۴۷

۲۔ ابن حزم، المحلی، ۱: ۹

(۲) حاكم، المستدرك على الصحيحين، ۴: ۴۳۲، رقم: ۸۱۷۶

(۳) مقدسي، الأحاديث المختارة، ۸: ۲۲۲، ۲۲۳، رقم: ۲۶۲، ۲۶۳

خواب جو وہ دیکھتا ہے یا اسے دکھائے جاتے ہیں۔‘‘

٦٦۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه عَنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ قَالَ: لَمْ يَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ إِلَّا رُؤْيَا الْعَبْدِ الصَّالِحِ وَهُوَ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَأَرْبَعِيْنَ جُزْءًا مِّنَ النُّبُوَّةِ. (۱)

’’حضرت ابو ہریرہ رضی الله عنه حضور نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: (میرے بعد) نبوت میں سے صرف نیک شخص کے خواب بچیں گے اور وہ نبوت کے چھیالیس حصوں میں سے ایک ہوں گے۔‘‘

٦٧۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ: ذَهَبَتِ النُّبُوَّةُ فَلاَ نُبُوَّةَ بَعْدِي إِلَّا الْمُبَشِّرَاتِ الرُّؤْيَا يَرَاهَا الْمُسْلِمُ أَوْ تُرَى لَهُ. (۲)

’’حضرت ابو ہریرہ رضی الله عنه بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: نبوت چلی گئی، پس میرے بعد کوئی نبوت نہیں ہے مگر مبشرات، وہ خوابیں جنہیں مسلمان دیکھتا ہے یا اسے دکھائی جاتی ہیں۔‘‘

٦٨۔ عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ أُسَيْدٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: ذَهَبَتِ النُّبُوَّةُ فَلَا نُبُوَّةَ بَعْدِي إِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ. قِيْلَ: وَمَا الْمُبَشِّرَاتُ؟ قَالَ: الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ يَرَاهَا الرَّجُلُ أَوْ تُرَى لَهُ. (۳)

’’حضرت حذیفہ بن اسید بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: نبوت ختم ہوگئی، پس میرے بعد کوئی نبوت نہیں ہے مگر مبشرات۔ عرض کیا گیا کہ مبشرات کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نیک خواب جنہیں بندہ دیکھتا ہے یا

---

(۱) إسحاق بن راهويه، المسند، ۱: ۲۷۲، رقم: ۲۴۹

(۲) ديلمي، الفردوس بمأثور الخطاب، ۲: ۲۴۷، رقم: ۳۱۶۲

(۳) ۱۔ طبراني، المعجم الكبير، ۳: ۱۷۹، رقم: ۳۰۵۱

۲۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۷: ۱۷۳

اسے دکھائے جاتے ہیں۔‘‘

۶۹۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَشَفَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ السِّتْرَ وَالنَّاسُ صُفُوْفٌ خَلْفَ أَبِي بَكْرٍ فَقَالَ: إِنَّهُ لَمْ يَبْقَ مِنْ مُبَشِّرَاتِ النُّبُوَّةِ إِلَّا الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ يَرَاهَا الْمُسْلِمُ أَوْ تُرَى لَهُ. (۱)

’’حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے پردہ ہٹایا درآنحالیکہ لوگ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے صفیں بنا کر کھڑے تھے، پس آپ ﷺ نے فرمایا: نبوت کی خوشخبریوں میں سے سوائے نیک خوابوں کے کوئی چیز نہیں بچی، وہ نیک خواب جنہیں مسلمان دیکھتا ہے یا اسے دکھائی جاتے ہیں۔‘‘

۷۰۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ رَفَعَ السِّتْرَ وَأَبُوْ بَكْرٍ يَؤُمُّ النَّاسَ فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ؟ اَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ؟ أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّهُ لَمْ يَبْقَ بَعْدِي مِنْ مُبَشِّرَاتِ النُّبُوَّةِ. (۲)

’’حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے پردہ اٹھایا درآنحالیکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ لوگوں کو امامت کروا رہے تھے، پس آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! کیا میں نے (تیرا دین لوگوں تک) پہنچا دیا؟ اے اللہ! کیا میں نے (تیرا پیغام) پہنچا دیا؟ اے لوگو! میرے بعد نبوت کی خوش خبریوں میں سے کوئی چیز نہیں باقی نہیں رہی۔‘‘

مذکورہ بالا فرموداتِ رسول ﷺ سے ثابت ہوا کہ اجرائے نبوت کے نظام کا

---

(۱) ابن أبي شيبة، المصنف، ۶: ۱۷۳، رقم: ۳۰۴۵۶

(۲) ۱۔ أبو عوانة، المسند، ۱: ۴۹۰، ۴۹۱، رقم: ۱۸۲۴

۲۔ أبو عوانة، المسند، ۲: ۱۷۱

خاتمہ بالخیر ہو چکا ہے اور حضور نبی اکرم ﷺ نے خود فرما دیا کہ میرے بعد نبوت نہیں ہے، صرف مبشرات سچے خواب باقی رہ گئے ہیں، اب اگر کوئی شخص دعویٰ نبوت کرتا ہے تو یہ اس امر کا آئینہ دار ہے کہ اس کی نبوت اجرائے نبوت کے الٰہی نظام سے مطابقت نہیں رکھتی بلکہ خودساختہ اور من گھڑت ہے نیز یہ کہ کسی کے نبوت کا دعویٰ کرنے کا معنی یہ ہے کہ اس کا حضور نبی اکرم ﷺ کے ارشادات پر اعتماد و ایمان نہیں ہے لہٰذا جو شخص بھی اس ارشادِ مصطفیٰ ﷺ پر اعتماد و ایمان نہیں رکھتا، وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے اور کافر و کذاب کبھی نبی نہیں ہوسکتا۔

’’میں خاتم النبیین ہوں‘‘

۷۱۔ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ لِعَمِّهِ الْعَبَّاسِ: أَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ ثُمَّ رَفَعَ يَدَهُ وَقَالَ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْعَبَّاسِ وَأَبْنَاءِ الْعَبَّاسِ وَأَبْنَاءِ أَبْنَاءِ الْعَبَّاسِ. (۱)

’’حضرت سہل بن سعد سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: **میں خاتم النبیین ہوں** پھر آپ ﷺ نے ہاتھ اٹھائے اور دعا کی اے اللہ! تو عباس، عباس کے بیٹوں اور عباس کے پوتوں کی مغفرت فرما۔‘‘

اس حدیث مبارکہ میں ’**خاتم النبیین**‘ کے صریح الفاظ حضور نبی اکرم ﷺ کے آخری نبی ہونے کا واضح ثبوت ہیں۔

---

(۱) ۱۔ طبراني، المعجم الكبير، ۶: ۲۰۵، رقم: ۶۰۲۰
۲۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۹: ۲۶۹

’’میرے بعد کوئی نبی نہیں‘‘

۷۲۔ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو يَقُوْلُ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَوْمًا كَالْمُوَدِّعِ فَقَالَ: أَنَا مُحَمَّدٌ النَّبِيُّ الْأُمِّيُّ قَالَهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَلَا نَبِيَّ بَعْدِيْ أُوْتِيْتُ فَوَاتِحَ الْكَلِمِ وَخَوَاتِمَهُ وَجَوَامِعَهُ وَعَلِمْتُ كَمْ خَزَنَةُ النَّارِ وَحَمَلَةُ الْعَرْشِ وَتُجَوِّزُ بِي وَعُوْفِيَتْ أُمَّتِي فَاسْمَعُوْا وَأَطِيْعُوْا مَا دُمْتُ فِيْكُمْ فَإِذَا ذُهِبَ بِي فَعَلَيْكُمْ بِكِتَابِ اللهِ أَحِلُّوا حَلَالَهُ وَحَرِّمُوْا حَرَامَهُ. (۱)

’’حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ کہتے ہیں: ایک دن حضور نبی اکرم ﷺ ہمارے پاس اس طرح تشریف لائے جیسے کوئی الوداع ہونے والا لاتا ہے۔ پس آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں محمد نبی امّی ہوں۔ آپ ﷺ نے یہ تین بار فرمایا، اور میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ مجھے کلمات کا آغاز اختتام اوران کی جامعیت عطا کی گئی ہے اور میں جانتا ہوں کہ دوزخ کے فرشتے کتنے ہیں اورعرش اٹھانے والے فرشتے کتنے ہیں اور میری امت سے میری وجہ سے درگزر کیا گیا اور معافی دے دی گئی ہے۔ پس میرے ارشادات سنو اور اطاعت کرو جب تک میں تمہارے درمیان موجود ہوں پس جب مجھے اس دنیا سے لے جایا جائے تو تم کتاب اللہ کو اپنے اوپر لازم کرلو اور اس کے حلال جانو اور اس کے حرام کو حرام جانو۔‘‘

اس حدیث مبارکہ میں ’’میرے بعد کوئی نبی نہیں‘‘ کے الفاظ حضور نبی اکرم ﷺ کی ختم نبوت کا واضح ثبوت ہیں۔

(۱) أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۱۷۲، رقم: ۶۶۰۶

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

قادیانی حضرات احادیث میں منقول الفاظ **لا نبی بعدی** پر نکتۂ اعتراض بلند کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں کیونکہ حضرت عائشہ صدیقہ کا قول ہے:

قولوا: خاتم النبیین؛ ولا تقولوا: لا نبی بعدی. (۱)

''تم کہو: خاتم النبیین۔ اور یہ نہ کہو: میرے بعد کوئی نبی نہیں۔''

یعنی ان کے نزدیک آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی آ سکتا ہے اور سلسلۂ نبوت ابھی ختم نہیں ہو۔

قادیانیوں کے اس استدلال کی عمارت اس وقت زمین بوس ہو جاتی جب ہم اسی کتاب میں منقول حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قول سے متصل حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا قول دیکھتے ہیں کہ کسی نے ان کے سامنے **لانبی بعدی** کہا تو حضرت مغیرہ نے یہ الفاظ کہے:

حسبک إذا قلت: خاتم الأنبیاء. فإنا کنا نحدث أن عیسیٰ علیہ السلام خارج، فإن هو خرج فقد کان قبله وبعده. (۲)

''تمہارا خاتم الانبیاء کہہ دینا کافی ہے۔ یعنی **لا نبی بعدی** کہنے کی ضرورت نہیں کیونکہ ہم کو یہ حدیث پہنچی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام بھی تشریف لائیں گے سو جب وہ تشریف لے آئیں گے تو وہ آپ سے پہلے اور بعد کے نبی ہوں گے۔''

چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اس قول میں اس اندیشے کا ازالہ کیا گیا

(۱) ۱۔ إبن أبی شیبة، المصنف، ۵: ۳۳۶، رقم: ۲۶۶۵۳
۲۔ سیوطی، الدر المنثور، ۶: ۶۱۸

(۲) ۱۔ إبن أبی شیبة، المصنف، ۵: ۳۳۶، رقم: ۲۶۶۵۳
۲۔ سیوطی، الدر المنثور، ۶: ۶۱۸

ہے کہ کل کلاں کوئی شخص لا نبی بعدی کی روایت کی آڑ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ آمد کا انکار نہ کردے، جیسا کہ قادیانی اس کے منکر ہیں۔ اور وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ نزول کونہیں مانتے۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے نبی نہ ہونے سے استدلال

۷۳۔ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لَوْ كَانَ بَعْدِي نَبِيٌّ لَكَانَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ. (۱)

’’حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہوتے۔‘‘

۷۴۔ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لَقَدْ كَانَ فِيْمَا قَبْلَكُمْ مِنَ الْأُمَمِ نَاسٌ مَحَدَّثُوْنَ فَإِنْ يَکُ فِي أُمَّتِي أَحَدٌ فَعُمَرُ زَادَ زَكَرِيَّاءُ بْنُ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ سَعْدٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنهما قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: لَقَدْ كَانَ فِيْمَنْ كَانَ

---

(۱) ۱۔ ترمذي، الجامع الصحيح، كتاب المناقب، باب في مناقب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، ۵: ۶۱۹، رقم: ۳۶۸۶

۲۔ حاكم، المستدرك على الصحيحين، ۳: ۹۲، رقم: ۴۴۹۵

۳۔ طبراني، المعجم الكبير، ۱۷: ۲۹۸، رقم: ۸۲۲

۴۔ روياني، المسند، ۱: ۱۷۴، رقم: ۲۲۳

۵۔ طبراني نے ’المعجم الكبير (۱۷: ۱۸۰، رقم: ۴۷۵)‘ میں حضرت عصمه سے الفاظ کے معمولی اختلاف کے ساتھ روایت کی ہے۔

۶۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۹: ۶۸

۷۔ أحمد بن حنبل کی ’المسند (۴: ۱۵۴، رقم: ۱۷۴۴۱)‘ میں مِنْ بَعْدِي نَبِيٌّ کے الفاظ ہیں۔

قَبْلَكُمْ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيْلَ رِجَالٌ يُكَلَّمُوْنَ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَّكُوْنُوْا أَنْبِيَاءَ، فَإِنْ يَّكُنْ مِنْ أُمَّتِي مِنْهُمْ أَحَدٌ فَعُمَرُ.(۱)

’’حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم سے پہلی امتوں میں محدث ہوا کرتے تھے اگر میری امت میں کوئی محدث ہے تو وہ عمر ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے دوسری روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم سے پہلے لوگوں یعنی بنی اسرائیل میں ایسے لوگ بھی ہوا کرتے تھے جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کلام فرمایا جاتا تھا حالانکہ وہ نبی نہ تھے۔ اگر ان میں سے میری اُمت کے اندر بھی کوئی ہے تو وہ عمر ہے۔‘‘

اس حدیث سے ملتے جلتے الفاظ کتبِ حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ،(۲) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا(۳) اور دیگر رُواۃ سے بھی مروی ہیں۔

---

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب فضائل الصحابة، باب مناقب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، ۳: ۱۳۴۹، رقم: ۳۴۸۶
۲۔ بخاري، الصحيح، كتاب الأنبياء، باب أم حسبت أن أصحاب الكهف والرقيم، ۳: ۱۲۷۹، رقم: ۳۲۸۲

(۲) ابن أبي شيبة، المصنف، ۶: ۳۵۴، رقم: ۳۱۹۷۲

(۳) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل عمر رضی اللہ عنہ، ۴: ۱۸۶۴، رقم: ۲۳۹۸
۲۔ ترمذي، الجامع الصحيح، كتاب المناقب، باب في مناقب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، ۵: ۶۲۲، رقم: ۳۶۹۳
۳۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۵: ۳۱۷، رقم: ۶۸۹۴
۴۔ حاكم، المستدرك، ۳: ۹۲، رقم: ۴۴۹۹
۵۔ نسائي، السنن الكبرى، ۵: ۳۹، رقم: ۸۱۱۹
۶۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۶: ۵۵، رقم: ۲۴۳۳۰
۷۔ ابن راهويه، المسند، ۲: ۴۷۹، رقم: ۱۰۵۱

←

مذکورہ بالا احادیث مبارکہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت کے ساتھ ساتھ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت کا بھی بیان ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کی شخصی فضیلت اور خصوصیات کے پیش نظر ارشاد فرمایا کہ اگر میرے بعد کسی نئے نبی کا آنا ممکن ہوتا تو وہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہوتے۔ چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلسلۂ نبوت ختم ہو چکا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی کو نبوت ملنا محال اور ممتنع تھا۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کے لیے منصبِ نبوت کے امکان کی نفی فرماتے ہوئے ''محدَّثیت'' کے رتبہ کا اعلان فرمایا اور اپنی اُمت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد کسی اور کے محدَّث ہونے کی بھی نفی فرما دی۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو منصبِ نبوت نہ ملنا اس بات کا ثبوت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری نبی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ مثلِ ہارون علیہ السلام ہونے کے باوجود نبی نہ ہوئے

۷۵۔ عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، قَالَ: خَلَّفَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ، فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْکَ. فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ! أَتُخَلِّفُنِي فِي النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ؟ فَقَالَ: أَمَا تَرْضٰی أَنْ تَكُوْنَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هٰرُوْنَ مِنْ مُوْسٰی؟ إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَ هَذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ.[1]

.........۸۔ ابن أبي عاصم، السنة: ۲: ۵۸۳

۹۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۹: ۶۱، رقم: ۳۷

۱۰۔ ابن سعد، الطبقات الکبری، ۲: ۳۳۵

۱۱۔ ابن جوزی، صفة الصفوة، ۱: ۲۷۷

۱۲۔ ابن عساکر، تاريخ مدينة دمشق، ۴۴: ۹۵

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب المغازی، باب غزوة تبوک وهی غزوة العسرة، ۴: ۱۶۰۲، رقم: ۴۱۵۴

۲۔ مسلم، الصحيح، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل علي بن أبي طالب، ۴: ۱۸۷۰، رقم: ۲۴۰۴

’’حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے غزوۂ تبوک کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں چھوڑ دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے (بطور نیاز مندانہ شکایت کے) عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں پیچھے چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے (اُن کو تسلی کے لیے) فرمایا: کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ میرے ساتھ تمہاری وہی نسبت ہو جو حضرت ہارون علیہ السلام کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھی (یعنی جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام جب کوہ طور پر تشریف لے گئے تو ہارون علیہ السلام کو بنی اسرائیل کے پاس اپنا نائب بنا کر چھوڑ گئے تھے اسی طرح سے تم اس وقت میرے نائب ہو) البتہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا (اس لیے تمہارا مرتبہ اگرچہ ہارون علیہ السلام کا سا ہے مگر تمہیں نبوت حاصل نہیں)۔‘‘

۷۶۔ عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ لَهُ خَلَّفَهُ فِي بَعْضِ مَغَازِيْهِ فَقَالَ لَهُ عَلِيٌّ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، خَلَّفْتَنِي مَعَ النِّسَآءِ وَالصِّبْيَانِ؟ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: أَمَا تَرْضٰى أَنْ تَكُوْنَ

۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب المناقب، باب مناقب علی بن أبی طالب، ۵: ۶۳۸، رقم: ۳۷۲۴

۴۔ ابن ماجه، السنن، المقدمة، باب فضل علي بن أبي طالب، ۱: ۴۲، ۴۵، رقم: ۱۱۵، ۱۲۱

۵۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۵: ۳۷۰، رقم: ۶۹۲۷

۶۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۱۸۵، رقم: ۱۶۰۸

۷۔ بیهقي، السنن الکبری، ۹: ۴۰

۸۔ ابن أبي شیبة، المصنف، ۷: ۴۲۴، رقم: ۳۷۰۰۸

۹۔ طبراني، المعجم الکبیر، ۱: ۱۴۶، ۱۴۸، رقم: ۳۳۴

مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰی إِلَّا أَنَّهُ لَا نُبُوَّةَ بَعْدِي. [1]

''حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک غزوہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پیچھے چھوڑ دیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ نے مجھے عورتوں اور بچوں میں پیچھے چھوڑ دیا ہے؟ تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے لیے ایسے ہو جیسے موسیٰ علیہ السلام کے لیے ہارون علیہ السلام تھے، البتہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔''

۷۷۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ لِعَلِيٍّ: أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي. [2]

''حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم میرے لیے وہی حیثیت رکھتے ہو جو ہارون علیہ السلام کی موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک تھی۔ (فرق یہ ہے کہ وہ دونوں نبی تھے) مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں۔''

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل علي بن أبي طالب رضی اللہ عنہ، ۴: ۱۸۷۱، رقم: ۲۴۰۴
۲۔ ترمذي، الجامع الصحیح، کتاب المناقب، باب مناقب علي بن أبي طالب رضی اللہ عنہ، ۵: ۶۳۸، رقم: ۳۷۲۴
۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۱۸۵، رقم: ۱۶۰۸

(۲) ۱۔ ترمذي، الجامع الصحیح، کتاب المناقب، باب مناقب علي بن أبي طالب رضی اللہ عنہ، ۲: ۶۴۰، رقم: ۳۷۳۰
۲۔ طبراني، المعجم الکبیر، ۲: ۲۴۷، رقم: ۲۰۳۵

۷۸۔ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ مِثْلَهُ. (۱)

''حضرت سعید بن مسیّب سے اسی طرح کی حدیث مروی ہے''

۷۹۔ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رضي الله عنها مِثْلَهُ. (۲)

''حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے اِسی کی مثل حدیث مروی ہے۔''

۸۰۔ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي رِوَايَةٍ طَوِيْلَةٍ وَمِنْهَا عَنْهُ قَالَ: وَخَرَجَ بِالنَّاسِ فِي غَزْوَةِ تَبُوْکَ. قَالَ، فَقَالَ لَهُ عَلِيٌّ: أَخْرُجُ مَعَکَ؟ قَالَ: فَقَالَ لَهُ نَبِيُّ اللهِ: لَا فَبَکَی عَلِيٌّ فَقَالَ لَهُ: أَمَا تَرْضٰی أَنْ تَکُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هٰرُوْنَ مِنْ مُوسٰی؟ إِلَّا أَنَّکَ لَسْتَ بِنَبِيٍّ. إِنَّهُ لَا يَنْبَغِي أَنْ أَذْهَبَ إِلَّا وَأَنْتَ خَلِيْفَتِي. (۳)

''حضرت عمرو بن میمون رضی اللہ عنہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک طویل حدیث میں روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ لوگوں کے ساتھ غزوہ تبوک کے لیے نکلے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا: کیا میں بھی آپ صلی اللہ علیک وسلم کے ساتھ چلوں؟ تو حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: نہیں اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ رو پڑے تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ تو میرے لیے ایسے ہو جیسے ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کے لیے تھے؟ مگر یہ کہ تو نبی نہیں۔ تجھے اپنا نائب بنائے بغیر میرا کوچ کرنا مناسب نہیں۔''

---

(۱) ترمذي، الجامع الصحيح، کتاب المناقب، باب مناقب علي بن أبي طالب رضي الله عنه، ۵: ۶۴۱، رقم: ۳۷۳۱

(۲) ابن حبان، الصحيح، ۱۵: ۱۵، رقم: ۶۶۴۳

(۳) أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۳۳۰، رقم: ۳۰۶۲

۸۱۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: لَمَّا أَرَادَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ أَنْ يُخَلِّفَ عَلِيًّا رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ لَهُ عَلِيٌّ: مَا يَقُوْلُ النَّاسُ فِيَّ إِذَا خَلَّفْتَنِي قَالَ: فَقَالَ: أَمَا تَرْضٰی أَنْ تَكُوْنَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی إِلَّا أَنَّهُ لَيْسَ بَعْدِي نَبِيٌّ أَوْلَا يَكُوْنُ بَعْدِي نَبِيٌّ.(۱)

’’حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو (غزوہ تبوک کے موقع پر) پیچھے چھوڑنے کا ارادہ فرمایا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ سے عرض گزار ہوئے: (یا رسول اللہ!) اگر آپ مجھے پیچھے چھوڑ گئے تو لوگ میرے بارے میں کیا کہیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تو اس بات سے راضی نہیں ہے کہ تیرا مجھ سے وہی مقام و مرتبہ ہو جو ہارون علیہ السلام کا موسیٰ علیہ السلام سے تھا، مگر یہ کہ **میرے بعد کوئی نبی نہیں** ہے۔ یا فرمایا: **میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔**‘‘

۸۲۔ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِيْهِ سَعْدٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ لِعَلِيٍّ: أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی إِلَّا أَنَّهُ لَيْسَ بَعْدِي نَبِيٌّ.(۲)

’’حضرت عامر بن سعد رضي الله عنهما اپنے والد حضرت سعد علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تیرا مجھ سے وہی مقام و مرتبہ ہو جو ہارون علیہ السلام کا موسیٰ علیہ السلام سے تھا، مگر یہ کہ **میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔**‘‘

۸۳۔ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لِعَلِيٍّ: أَمَا تَرْضٰی أَنْ تَكُوْنَ مِنِّي

---

(۱) أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۳۳۸، رقم: ۱۴۶۷۹

(۲) ۱۔ أبو يعلى، المسند، ۲: ۹۹، رقم: ۷۵۵

۲۔ أحمد بن حنبل، فضائل الصحابة، ۲: ۶۳۳، رقم: ۱۰۷۹

كَمَا هَارُوْنُ مِنْ مُوْسَى غَيْرَ أَنَّهُ لَيْسَ بَعْدِي نَبِيٌّ. (۱)

’’حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کیا تو اس بات پر راضی نہیں ہے کہ تیرا مجھ سے وہی مقام و مرتبہ ہو جیسا حضرت ہارون علیہ السلام کا موسیٰ علیہ السلام سے تھا سوائے یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔‘‘

۸۴۔ عَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ ...... أَمَا تَرْضٰى أَنْ تَكُوْنَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰى إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي. (۲)

’’حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا تو اس بات پر راضی نہیں ہے کہ تیرا مجھ سے وہی مقام و مرتبہ ہو جیسا حضرت ہارون علیہ السلام کا موسیٰ علیہ السلام سے تھا سوائے یہ کہ **میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔**‘‘

۸۵۔ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: وَخَرَجَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فِي غَزْوَةِ تَبُوْکَ وَخَرَجَ بِالنَّاسِ مَعَهُ قَالَ: فَقَالَ لَهُ عَلِيٌّ: أَخْرُجُ مَعَکَ؟ قَالَ: فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: لَا. فَبَکٰى عَلِيٌّ، فَقَالَ لَهُ: أَمَا تَرْضٰى أَنْ تَكُوْنَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰى إِلَّا أَنَّهُ لَيْسَ بَعْدِي نَبِيٌّ. (۳)

’’حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ لوگوں کے ساتھ غزوہ تبوک کے لیے تشریف لے جانے لگے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ عرض گزار ہوئے: (یا رسول اللہ!) میں بھی آپ کے ساتھ چلوں؟ تو حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ رو پڑے، تو حضور نبی

---

(۱) طبراني، المعجم الكبير، ۲۳: ۳۷۷، رقم: ۸۹۲

(۲) حاكم، المستدرك على الصحيحين، ۲: ۳۶۷، رقم: ۳۲۹۴

(۳) حاكم، المستدرك على الصحيحين، ۳: ۱۴۳، رقم: ۴۶۵۲

اکرم ﷺ نے اُنہیں فرمایا: کیا تو اس بات پر راضی نہیں ہے کہ تیرا مقام و مرتبہ بھی مجھ سے وہی ہو جو حضرت ہارون علیہ السلام کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھا۔ مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔‘‘

۸۶۔ عَنْ عَائِشَةَ عَنْ أَبِيهَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لِعَلِيٍّ فِي غَزْوَةِ تَبُوْکَ: أَمَا تَرْضٰی أَنْ تَکُوْنَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي.(۱)

’’حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے والد سے روایت کرتی ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو غزوہ تبوک کے موقع پر فرمایا: کیا تو اس بات پر مجھ سے راضی نہیں کہ تیرا مقام و مرتبہ بھی مجھ سے وہی ہو جو حضرت ہارون علیہ السلام کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھا۔ مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔‘‘

۸۷۔ عَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ: وُجِعْتُ وَجْعًا فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَأَقَامَنِي فِي مَکَانِهِ وَقَامَ يُصَلِّي وَأَلْقٰی عَلَيَّ طَرَفَ ثَوْبِهِ ثُمَّ قَالَ: بَرَأْتَ يَا ابْنَ أَبِي طَالِبٍ لَا بَأْسَ عَلَيْکَ مَا سَأَلْتُ اللهَ شَيْئًا إِلَّا سَأَلْتُ لَکَ مِثْلَهُ وَلَا سَأَلْتُ اللهَ شَيْئًا إِلَّا أَعْطَانِيْهِ غَيْرَ أَنَّهُ قِيْلَ لِي إِنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدَکَ.(۲)

’’حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں شدتِ درد میں مبتلا تھا، پس میں حضور نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا، آپ ﷺ نے مجھے اپنی جگہ کھڑا کیا اور خود نماز پڑھنے میں مشغول ہوگئے جبکہ میرے اُوپر اپنے کپڑے کا ایک کنارہ ڈال دیا پھر فرمایا: اے ابن ابی طالب! تو تندرست ہوگیا، اب تجھے کچھ بھی نہیں ہے۔

(۱) بزار، المسند، ۴: ۳۸، رقم: ۱۲۰۰

(۲) ۱۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۸: ۴۷، رقم: ۷۹۱۷
۲۔ نسائي، السنن الکبری، ۵: ۱۵۱، رقم: ۸۵۳۳
۳۔ ابن أبي عاصم، السنة، ۲: ۵۹۶، رقم: ۱۳۱۳
۴۔ ہیثمي، مجمع الزوائد، ۹: ۱۱۰

(اے علی!) میں نے اللہ تعالیٰ سے (اپنے لیے) کوئی چیز نہیں مانگی مگر یہ کہ وہی چیز تمہارے لیے بھی مانگی ہے، اور میں نے جب بھی اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز مانگی ہے اس نے مجھے عطا کی ہے، سوائے اس کے کہ مجھے کہا گیا کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔"

۸۸۔ عَنْ عَلِيٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: خَلَّفْتُکَ أَنْ تَکُوْنَ خَلِيْفَتِي قَالَ: أَتُخَلِّفُ عَنْکَ يَا رَسُوْلَ اللهِ، قَالَ: أَلَا تَرْضٰی أَنْ تَکُوْنَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي. (۱)

"حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں نے تمہیں پیچھے اِس لیے چھوڑا تاکہ تو میرا نائب ہو جائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا آپ مجھے اپنے پیچھے چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تو اس بات سے راضی نہیں ہے کہ تیرا مجھ سے وہی مقام و مرتبہ ہو جو حضرت ہارون علیہ السلام کا موسیٰ علیہ السلام سے تھا مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔"

۸۹۔ عَنْ أَبِي أَيُّوْبَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ لِعَلِيٍّ: اَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي. (۲)

"حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا: تو مجھ سے ایسے ہی ہے جیسا موسیٰ علیہ السلام سے ہارون علیہ السلام تھے، مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔"

۹۰۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ لِأُمِّ سَلَمَةَ: هٰذَا عَلِيُّ بْنُ

(۱) هيثمي، مجمع الزوائد، ۹: ۱۱۰

(۲) هيثمي، مجمع الزوائد، ۹: ۱۱۱

أَبِيْ طَالِبٍ لَحُمُهُ لَحُمِي وَدَمُهُ دَمِي فَهُوَ مِنِّي بِمَنُزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰى إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي.(۱)

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا: یہ علی بن ابی طالب ہے، اس کا گوشت میرا گوشت، اور اس کا خون میرا خون ہے، اور یہ مجھ سے ایسے ہی ہے جیسا کہ ہارون علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام سے تھے، مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔''

۹۱۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: لَمَّا آخَى النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَ أَصْحَابِهِ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ فَلَمْ يُؤَاخِ بَيْنَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رضی اللہ عنہ وَبَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ خَرَجَ عَلِيٌّ مُغْضَبًا حَتّٰى أَتٰى جَدْوَلًا فَتَوَسَّدَ ذِرَاعَهُ فَسَفَتْ عَلَيْهِ الرِّيْحُ فَطَلَبَهُ النَّبِيُّ ﷺ حَتّٰى وَجَدَهُ فَوَكَزَهُ بِرِجْلِهِ فَقَالَ لَهُ: قُمْ فَمَا صَلَحْتَ أَنْ تَكُوْنَ إِلَّا أَبَا تُرَابٍ أَغَضِبْتَ عَلَيَّ حِيْنَ أَخَيْتُ بَيْنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ وَلَمْ أُوَاخِ بَيْنَكَ وَبَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ أَمَا تَرْضٰى أَنْ تَكُوْنَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰى إِلَّا أَنَّهُ لَيْسَ بَعْدِيْ نَبِيٌّ.(۲)

''حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے مہاجر و انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی کے درمیان بھائی چارہ قائم نہ

(۱) هيثمي، مجمع الزوائد، ۹: ۱۱۱

(۲) ۱۔ طبراني، المعجم الكبير، ۱۱: ۷۵، رقم: ۱۱۰۹۲

۲۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۸: ۴۰، رقم: ۷۸۹۴

۳۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۹: ۱۱۱

کیا۔ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ پریشانی کے عالم میں باہر نکلے اور ایک چھوٹی نہر کے کنارے اپنے بازو کا تکیہ بنا کر لیٹ گئے۔ ایسے میں ہوا نے آپ پر گرد وغبار ڈال دیا، حضور نبی اکرم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو تلاش فرمایا یہاں تک کہ انہیں پالیا۔ آپ نے ان کو اپنے پاؤں مبارک سے ہلا کر فرمایا: کھڑے ہوجاؤ، تو ابو تراب ہونے کے ہی لائق ہے، کیا تو مجھ سے ناراض ہوگیا جس وقت میں نے مہاجرین و انصار کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا، اور تیرے اور کسی اور کے درمیان بھائی چارہ قائم نہیں کیا۔ کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ تیرا مقام و مرتبہ مجھ سے وہی ہو جو حضرت ہارون علیہ السلام کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھا مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔‘‘

۹۲۔ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ لِعَلِيٍّ: أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰى إِلَّا أَنَّهُ لَيْسَ بَعْدِي نَبِيٌّ. (۱)

’’حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تیرا مجھ سے مقام و مرتبہ وہی ہے جو حضرت ہارون علیہ السلام کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھا، مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔‘‘

۹۳۔ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ وَزَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ لِعَلِيٍّ

---

(۱) ۱۔ نسائي، السنن الكبرى، ۵: ۱۲۵، رقم: ۸۴۴۸
۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۶: ۴۳۸، رقم: ۷۵۰۷
۳۔ أحمد بن حنبل، فضائل الصحابة، ۲: ۵۹۸، رقم: ۱۰۲۰
۴۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۹: ۱۰۹
۵۔ مزي، تهذيب الكمال، ۳۵: ۲۶۳
۶۔ ذهبي، سير أعلام النبلاء، ۷: ۳۶۲
۷۔ هيثمي نے ’مجمع الزوائد (۹: ۱۱۰)‘ میں اسی مضمون کی حدیث حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

حِيْنَ أَرَادَ أَنْ يَغْزُوَ: إِنَّهُ لَا بُدَّ مِنْ أَنْ أُقِيْمَ أَوْ تُقِيْمَ فَخَلَّفَهُ فَقَالَ نَاسٌ: مَا خَلَّفَهُ إِلَّا شَيْءٌ كَرِهَهُ فَبَلَغَ ذٰلِكَ عَلِيًّا فَأَتٰى رَسُوْلَ اللهِ ﷺ فَأَخْبَرَهُ فَتَضَاحَكَ ثُمَّ قَالَ: يَا عَلِيُّ، أَمَا تَرْضٰى أَنْ تَكُوْنَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰى إِلَّا أَنَّهُ لَيْسَ نَبِيٌّ بَعْدِي.(۱)

''حضرت براء بن عازب اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے جب غزوہ پر جانے کا ارادہ فرمایا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ضروری ہے کہ میں رکوں یا تم رکو، پس آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پیچھے چھوڑا، لوگوں نے کہا: حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کسی ناخوشگوار چیز کی وجہ سے پیچھے چھوڑا ہے۔ پس جب یہ بات حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو وہ حضور نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے اور انہیں واقعہ سے آگاہ کیا، یہ سن کر حضور نبی اکرم ﷺ مسکرا پڑے اور فرمایا: اے علی! کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ تیرا مقام و مرتبہ مجھ سے وہی ہو جو حضرت ہارون علیہ السلام کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھا مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔''

۹۴۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لِعَلِيٍّ: أَمَا تَرْضٰى أَنْ تَكُوْنَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰى غَيْرَ أَنَّهُ لَا نُبُوَّةَ بَعْدِي وَلَا وَرَاثَةَ.(۲)

''حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کیا تو اس بات پر راضی نہیں ہے کہ تیرا مقام و مرتبہ مجھ سے وہی ہو جو حضرت ہارون علیہ السلام کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھا مگر یہ کہ میرے بعد نہ تو نبوت ہے اور نہ ہی میرا کوئی وارث ہے۔''

---

(۱) هيثمي، مجمع الزوائد، ۹: ۱۱۱

(۲) ۱۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۲: ۱۲۶، رقم: ۱۴۶۵

۲۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۹: ۱۱۰

یہ حدیث بے شمار کتبِ حدیث میں متعدد طرق سے مروی ہے اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور ان کا درجہ حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے نزدیک اس درجے کے مماثل قرار دیا ہے جو حضرت ہارون علیہ السلام کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک تھا۔ صرف اتنے فرق کے ساتھ کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنا نائب بنا کر بنی اسرائیل کی طرف چھوڑ گئے اسی طرح حضور نبی اکرم ﷺ ایک غزوہ پر تشریف لے جاتے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اہلِ مدینہ کی طرف نائب بنا کر چھوڑ گئے۔ چونکہ حضرت ہارون علیہ السلام ایک نبی تھے اس لیے کسی کے ذہن میں یہ خیال آ سکتا تھا کہ شاید حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی نبی ہوں۔ اس مغالطہ کے ازالہ کے لیے آپ ﷺ نے واضح فرما دیا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ایک نبی کے درجہ کے برابر درجہ رکھنے کے باوجود نبی نہیں کیونکہ نبوت و رسالت کا سلسلہ بھی ختم ہو چکا ہے۔

ان احادیث مبارکہ سے یہ نکتہ بھی اخذ ہوتا ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام مستقل نبی نہ تھے، ان کی نبوت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کی اتباع میں تھی، جس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی کو حضور نبی اکرم ﷺ کی نبوت کی اتباع میں نبی بنانا مقصود ہوتا تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بنایا جاتا نہ کہ صدیوں بعد آنے والے کسی شخص کو۔ ان احادیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ آقائے نامدار حضور رحمت عالم ﷺ آخری نبی ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ جیسی عظیم المرتبت ہستی منصبِ نبوت پر فائز نہیں ہو سکتی تو کوئی دوسرا کیسے ہوسکتا ہے۔

حضور ﷺ کی رِسالتِ عامّہ سے ختمِ نبوت پر اِستدلال

۹۵۔ أَخْبَرَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ إِلَى قَوْمِهِ خَاصَّةً وَبُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ عَامَّةً.(۱)

(۱) ا۔ بخاري، الصحيح، كتاب التيمم، باب قول الله تعالىٰ: فلم تجدوا ماء فتيمموا صعيدا طيبا، ۱: ۱۲۸: رقم: ۳۲۸

←

’’حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہر نبی کو خاص اس کی قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا جب کہ مجھے تمام انسانوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔‘‘

۹۶۔ حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: كَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ إِلَى قَوْمِهِ خَاصَّةً وَبُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ كَافَّةً. (۱)

’’حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہر نبی خاص اپنی قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا جب کہ مجھے تمام انسانوں کی طرف مبعوث فرمایا گیا ہے۔‘‘

۹۷۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنه أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ: بُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ كَافَّةً الْأَحْمَرِ وَالْأَسْوَدِ. (۲)

’’حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں سرخ اور سیاہ تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں۔‘‘

.... ۲۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۴: ۳۰۸، رقم: ۶۳۹۸
۳۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۶: ۳۰۳، رقم: ۳۱۶۴۲
۴۔ بيهقي، السنن الكبرىٰ، ۲: ۴۳۳، رقم: ۴۰۶۲

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، كتاب الصّلاة، بَاب قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ جعلت لي الأرض مسجدا وطهورا، ۱: ۱۶۸، رقم: ۴۲۷
۲۔ نسائی، السنن، كتاب الغسل والتيمم، باب التيمم بالصعيد، ۱: ۲۱۰، رقم: ۴۳۲
۳۔ دارمي، السنن، ۴: ۲۱۷، رقم: ۲۴۰

(۲) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۳۰۱، رقم: ۴۵۸۶
۲۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۸: ۲۳۹، رقم: ۷۹۳۱

۹۸۔ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فَأُرْسِلْتُ إِلَى النَّاسِ كُلِّهِمْ عَامَّةً وَكَانَ مِنْ قَبْلِي إِنَّمَا يُرْسَلُ إِلَى قَوْمِهِ.(۱)

''حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے، اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں تمام لوگوں کی طرف عمومی طور پر رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں اور مجھ سے قبل رسول کو اس کی قوم کی طرف ہی مبعوث کیا جاتا تھا۔''

۹۹۔ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ بُعِثْتُ إِلَى كُلِّ أَبْيَضَ وَأَسْوَدَ.(۲)

''حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں ہر سفید اور سیاہ کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں۔''

۱۰۰۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ فِي حَدِيْثٍ طَوِيْلٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: إِنِّي بُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ كَافَّةً أَحْمَرِهِمْ وَأَسْوَدِهِمْ.(۳)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک طویل حدیث میں روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۲۲۲، رقم: ۷۰۶۸
۲۔ أبوالمحاسن يوسف بن موسىٰ، معتصر المختصر، ۱: ۱۶
۳۔ منذري، الترغيب والترغيب، ۴: ۲۳۳، رقم: ۵۴۹۸
۴۔ ہندی، کنزالعمال، ۱۱: ۴۳۹، رقم: ۳۱۸۸۵

(۲) ۱۔ طبراني، المعجم الكبير، ۸: ۲۳۹، رقم: ۷۹۳۱
۲۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۸: ۲۵۹
۳۔ ہندی، کنز العمال، ۱۱: ۴۴۰

(۳) طحاوي، مشكل الآثار، ۴: ۲۱۰، رقم: ۱۴۳۶، ۱۰: ۴۶، رقم: ۳۸۴۹

اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں سرخ اور سیاہ تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں۔‘‘

۱۰۱۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ بُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ كَافَّةً الْأَحْمَرِ وَالْأَسْوَدِ وَإِنَّمَا كَانَ يُبْعَثُ كُلُّ نَبِيٍّ إِلَى قَرْيَتِهِ. (۱)

’’حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں سرخ اور سیاہ تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں اور (مجھ سے پہلے) ہر نبی محض اپنی بستی کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا۔‘‘

۱۰۲۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ فِي حَدِيْثِ الْإِسْرَاءِ فَقَالَ لَهُ رَبُّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: أَرْسَلْتُكَ إِلَى النَّاسِ كَافَّةً. (۲)

’’حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حدیثِ اسراء میں بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ سے آپ کے رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: میں نے آپ کو تمام لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے۔‘‘

۱۰۳۔ عَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أُرْسِلْتُ إِلَى الْأَبْيَضِ وَالْأَسْوَدِ وَالْأَحْمَرِ. (۳)

’’حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں سفید، سیاہ اور سرخ (تمام انسانوں) کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔‘‘

۱۰۴۔ عَنْ زَمْلِ بْنِ عَمْرٍو الْعُذْرِيِّ عَنْ اٰبَائِهِ يَا مَعْشَرَ الْعَرَبِ إِنِّي رَسُوْلُ

---

(۱) ۱۔ طبراني، المعجم الكبير، ۱۲: ۴۱۳، رقم: ۱۳۵۲۲
۲۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۸: ۲۵۹

(۲) هيثمی، مجمع الزوائد، ۱: ۷۱

(۳) ۱۔ لالكائي، إعتقاد أهل السنة، ۴: ۷۸۵، رقم: ۱۴۴۸
۲۔ ہندی، كنز العمال، ۱۱: ۴۳۸، رقم: ۳۲۰۶۰

اللهِ إِلَى الْأَنَامِ كَافَّةً.(۱)

’’حضرت زمل بن عمر العذری اپنے آباء سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے گروہ عرب! میں تمام مخلوق کی طرف رسول بنایا گیا ہوں۔‘‘

۱۰۵۔ عَنِ الْحَسَنِ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ أَنَا رَسُوْلُ مَنْ أَدْرَكْتُ حَيًّا وَمَنْ يُّوْلَدُ بَعْدِي.(۲)

’’حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں (ہر اس شخص کا) رسول ہوں جسے زندہ پاؤں گا اور جو میرے بعد پیدا ہوگا۔‘‘

مذکورہ بالا احادیث مبارکہ سے واضح ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ تمام کائنات کے لیے نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ کوئی زمانہ اور قیامت تک پیدا ہونے والا کوئی انسان آپ ﷺ کی نبوت و رسالت کے دائرہ سے باہر نہیں۔ قیامت تک آپ ﷺ ہی کی نبوت و رسالت قائم ہے۔ آپ ﷺ کی رسالت عامہ اس امر کی متقاضی ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔

تمام جہانوں کے لیے رحمت ہونے سے اِستدلال

۱۰۶۔ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: إِنَّ اللهَ عزوجل بَعَثَنِي رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ وَهُدًى لِّلْعَالَمِيْنَ.(۳)

(۱) ہندی، کنزالعمال، ۱: ۱۲۷، رقم: ۳۵۸

(۲) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۱۰۱

۲۔ ہندی، کنز العمال، ۱۱: ۴۰۴، رقم: ۳۱۸۸۵

(۳) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۲۶۸، رقم: ۲۲۳۶۱

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۴۳۷، رقم: ۲۳۷۵۷

''حضرت ابو امامہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام جہانوں کے لیے رحمت اور تمام جہانوں کے لیے ہدایت بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔''

۱۰۷۔ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ عَلٰی أَصْحَابِهِ، فَقَالَ: إِنَّ اللهَ ﷻ بَعَثَنِي رَحْمَةً لِّلنَّاسِ كَافَّةً. (۱)

''حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور نبی اکرم ﷺ اپنے صحابہ کرام کے پاس تشریف لے گئے اور ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام لوگوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔''

۱۰۸۔ عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي قُرَّةَ وَإِنَّمَا بَعَثَنِيَ اللهُ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ. (۲)

''حضرت عمرو بن ابی قرہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام جہانوں کے لیے سراسر رحمت بنا کر بھیجا ہے۔''

مذکورہ بالا احادیث حضور نبی اکرم ﷺ کی ختم نبوت پر بایں طور دلالت کرتی ہیں کہ آپ ﷺ تمام جہانوں اور زمانوں کے لیے رحمت و ہدایت ہیں۔ آپ ﷺ کی وسعت رحمت آپ ﷺ ہمہ گیر اور عالم گیر نبوت و رسالت کی آئینہ دار ہے۔ جب کوئی ایک زمانہ اور جہاں آپ ﷺ کے دائرہ رحمت سے باہر نہیں تو آپ ﷺ کے دائرہ نبوت

.... ۳۔ طبراني، المعجم الكبير، ۷: ۲۱۷، رقم: ۷۸۰۸

۴۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۵: ۶۹

۵۔ ہندی، کنز العمال، ۱۱: ۴۴۴، رقم: ۳۲۸۹

(۱) ۱۔ طبراني، المعجم الكبير، ۲۰: ۸، رقم: ۱۲

۲۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۵: ۳۰۵

۳۔ ہندی، کنز العمال، ۱۰: ۶۳۴، رقم: ۳۰۳۳۵

(۲) طبراني، المعجم الكبير، ۶: ۲۵۹، رقم: ۶۱۵۶

و رسالت سے باہر کیسے ہو سکتا ہے۔ جہاں جہاں تک آپ کی رحمت ہے وہاں وہاں تک آپ کی نبوت و رسالت ہے۔ چونکہ آپ ﷺ قیامت تک آنے والی مخلوق خدا کے لیے رحمت ہیں اس لیے آپ ﷺ کی نبوت و رسالت بھی قیامت تک جاری ہے۔

مہرِ نبوت سے ختمِ نبوت پر اِستدلال

۱۰۹۔ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدٍ مِنْ وَلَدِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ فِي حَدِيْثٍ طَوِيْلٍ: كَانَ عَلِيٌّ رضی اللہ عنہ إِذَا وَصَفَ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ ...... بَيْنَ كَتِفَيْهِ خَاتَمُ النُّبُوَّةِ وَهُوَ خَاتَمُ النَّبِيِّينَ. (۱)

''حضرت ابراہیم بن محمد جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں، فرماتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم ﷺ کی صفت بیان کرتے ہوئے فرماتے...... آپ ﷺ کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت تھی اور آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں۔''

۱۱۰۔ عَنْ أَبِي مُوْسٰى رضی اللہ عنہ، قَالَ فِي رِوَايَةٍ طَوِيْلَةٍ: خَرَجَ أَبُوْ طَالِبٍ إِلَى الشَّامِ، وَخَرَجَ مَعَهُ النَّبِيُّ ﷺ ...... فَخَرَجَ إِلَيْهِمُ الرَّاهِبُ فَقَالَ: ...... وَإِنِّي أَعْرِفُهُ بِخَاتَمِ النُّبُوَّةِ أَسْفَلَ مِنْ غُضْرُوْفِ كَتِفِهِ مِثْلَ التُّفَاحَةِ. (۲)

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب المناقب، ۵: ۵۹۹، رقم: ۳۶۳۸
۲۔ ابن ابي شيبة، المصنف، ۶: ۳۲۸، رقم: ۳۱۸۰۴
۳۔ ابن عبد البر، التمهيد، ۳: ۳۰، رقم: ۱۳۵۳

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب المناقب، باب: ما جاء فی نبوة النبي ﷺ، ۵: ۵۹۰، رقم: ۳۶۲۰
۲۔ ابن أبی شيبة، المصنف، ۶: ۳۱۷، رقم: ۳۱۷۳۳، ۳۶۵۴۱

’’حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ابو طالب رؤسائے قریش کے ہمراہ شام کے سفر پر روانہ ہوئے تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ راہب ان کے پاس آیا اور کہنے لگا: ...... میں انہیں مہر نبوت سے بھی پہچانتا ہوں جو ان کے کاندھے کی ہڈی کے نیچے سیب کی مثل ہے۔‘‘

۱۱۱۔ عَنْ وَهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ وَلَمْ يَبْعَثِ اللهُ نَبِيًّا إِلَّا وَقَدْ كَانَتْ عَلَيْهِ شَامَةُ النُّبُوَّةِ فِيْ يَدِهِ الْيُمْنٰى إِلَّا أَنْ يَّكُوْنَ نَبِيُّنَا مُحَمَّدٌ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَإِنَّ شَامَةَ النُّبُوَّةِ كَانَتْ بَيْنَ كَتِفَيْهِ وَقَدْ سُئِلَ نَبِيُّنَا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ: هٰذِهِ الشَّامَةُ الَّتِيْ بَيْنَ كَتِفَيَّ شَامَةُ الْأَنْبِيَاءِ قَبْلِي لِأَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي وَلَا رَسُوْلَ. (۱)

’’حضرت وہب بن منبہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں: اور اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو نہیں بھیجا مگر یہ کہ ان کے دائیں ہاتھ پر مہر نبوت ہوتی تھی مگر ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کہ آپ کی مہرِ نبوت آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان تھی۔ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس بارے میں پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ’’یہ میرے کندھوں کے درمیان وہ مہر نبوت ہے جو مجھ سے پہلے انبیاء کرام (علیہم السّلام) کی ہوتی تھی کیونکہ میرے بعد کوئی نبی اور رسول نہیں۔‘‘

ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت درحقیقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت کی علامت تھی۔

.... ۳۔ ابن حبان، الثقات، ۱: ۴۲

۴۔ أصبهانی، دلائل النبوة، ۱: ۴۵

۴۔ طبری، تاریخ الأمم و الملوك، ۱: ۵۱۹

(۱) حاكم، المستدرك علی الصحيحين، ۲: ۶۳۱، رقم: ۴۱۰۵

ختمِ ہجرت کی تمثیل میں ختمِ نبوت کا بیان

۱۱۲۔ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ: اسْتَأْذَنَ الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِالْمُطَّلِبِ النَّبِيَّ ﷺ فِي الْهِجْرَةِ فَقَالَ لَهُ يَا عَمِّ أَقِمْ مَكَانَکَ الَّذِي أَنْتَ بِهِ فَإِنَّ اللهَ ﷻ يَخْتِمُ بِکَ الْهِجْرَةَ کَمَا خُتِمَ بِيَ النُّبُوَّةُ. (۱)

''حضرت سہل بن سعد ساعدی بیان کرتے ہیں حضرت عباس بن عبد المطلب نے حضور نبی اکرم ﷺ سے ہجرت کی اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: اے چچا! آپ جہاں ہیں وہیں رہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ آپ پر ہجرت کو ختم فرمائے گا جیسے کہ مجھ پر نبوت ختم کر دی گئی۔''

۱۱۳۔ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: لَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مِنْ بَدْرٍ وَمَعَهُ عَمُّهُ الْعَبَّاسُ قَالَ لَهُ يَا رَسُوْلَ اللهِ، لَوْ أَذِنْتَ لِي فَخَرَجْتُ إِلَى مَکَّةَ فَهَاجَرْتُ مِنْهَا أَوْ قَالَ: فَأُهَاجِرُ مِنْهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَا عَمِّ اطْمَئِنْ فَإِنَّکَ خَا تَمُ الْمُهَاجِرِيْنَ فِي الْهِجْرَةِ کَمَا أَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ فِي النُّبُوَّةِ. (۲)

''حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضور نبی اکرم ﷺ بدر

---

(۱) ۱۔ أبو يعلی، المسند، ۵: ۵۵، رقم: ۲۶۲۴۶
۲۔ طبراني، المعجم الکبير، ۶: ۱۵۴، رقم: ۵۸۲۸
۳۔ روياني، المسند، ۲: ۲۱۴، رقم: ۱۰۶۱
۴۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۹: ۲۶۹
۵۔ ذهبي، سير أعلام النبلاء، ۲: ۹۹

(۲) ۱۔ احمد بن حنبل، فضائل الصحابة، ۲: ۹۴۱، رقم: ۱۸۱۲
۲۔ ہندی، کنز العمال، ۱۳: ۴۸۳، رقم: ۷۳۴۰

سے واپس تشریف لائے اور آپ کے ساتھ آپ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ تھے انہوں نے آپ ﷺ سے عرض کیا: یارسول اللہ! کاش آپ مجھے مکہ کی طرف کوچ کرنے اور وہاں سے ہجرت کرنے کی اجازت عطا فرمائیں تو حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے چچا جان مطمئن ہو جائیں، آپ ہجرت میں مہاجرین کے خاتم ہیں، جس طرح میں نبوت میں خاتم النبیین ہوں۔‘‘

اس حدیث مبارکہ میں حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے چچا حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے خاتم المہاجرین ہونے کو اپنے خاتم النبیین ہونے کی مثال دے کر واضح فرما دیا کہ سلسلۂ نبوت آپ ﷺ پر ختم ہو چکا چنانچہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

حضور نبی اکرم ﷺ آخری نبی ہیں اور مسجدِ نبوی آخری مسجد

۱۱۴۔ قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَشْهَدُ أَنِّي سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فَإِنِّي آخِرُ الْأَنْبِيَاءِ وَإِنَّ مَسْجِدِي آخِرُ الْمَسَاجِدِ.(۱)

۱۱۵۔ عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: أَنَا خَاتَمُ الْأَنْبِيَاءِ وَمَسْجِدِي خَاتَمُ مَسَاجِدِ الْأَنْبِيَاءِ. أَحَقُّ الْمَسَاجِدِ أَنْ يُزَارَ وَتُشَدُّ إِلَيْهِ الرَّوَاحِلُ الْمَسْجِدُ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِي. صَلَاةٌ فِي

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الحج، باب فضل الصّلاة بمسجدي مكة و المدينة، ۲: ۱۰۱۲، رقم: ۱۳۹۴
۲۔ نسائي، السنن، كتاب المساجد، ۲: ۳۵، رقم: ۶۹۴
۳۔ نسائي، السنن الكبرى، كتاب المساجد، فضل مسجد النبي ﷺ والصّلاة فية ۱: ۲۵۷، رقم: ۷۷۳
۴۔ ابن حبان، الصحيح، ۴: ۵۰۰، رقم: ۱۶۲۱

مَسْجِدِي اَفْضَلُ مِنْ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيْمَا سِوَاهُ مِنَ الْمَسَاجِدِ إِلَّا الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ.(۱)

’’حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں خاتم الانبیاء ہوں اور میری مسجد انبیاء کی مساجد کی خاتم ہے۔ اور مساجد میں سے سب سے زیادہ زیارت کیے جانے کی حقدار اور اس چیز کی حقدار کہ ان کی طرف رختِ سفر باندھا جائے دو مساجد ہیں مسجد حرام اور میری مسجد (مسجد نبوی) اور میری مسجد میں نماز دوسری مساجد میں پڑھی جانے والی ہزار نماز سے افضل ہے سوائے مسجد حرام کے۔‘‘

۱۱۶۔ عَنْ عَائِشَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: أَنَا خَاتِمُ الْأَنْبِيَاءِ وَمَسْجِدِي خَاتِمُ مَسَاجِدِ الْأَنْبِيَاءِ.(۲)

’’حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں خاتم الانبیاء ہوں اور میری مسجد انبیاء کرام کی مساجد کی خاتم ہے۔‘‘

مذکورہ بالا احادیث میں حضور نبی اکرم ﷺ نے صاف اور واضح الفاظ میں اعلان فرما دیا ہے کہ آپ ﷺ سلسلہ انبیاء کے خاتم اور مسجد نبوی ﷺ تمام انبیاء علیہم السلام کی مساجد کی خاتم ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور مسجد نبوی کے بعد قیامت تک روئے زمین پر کسی اور نبی کی تعمیر کردہ مسجد نہیں ہو گی۔ مسجد حرام کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کیا، مسجد اقصیٰ کو حضرت سلیمان علیہ السلام نے تعمیر کیا اور مسجدِ نبوی کو ہجرتِ مدینہ کے بعد سید الأنبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے تعمیر فرمایا، اس طرح یہ مسجد حضور خاتم النبیین ﷺ کے ہاتھوں تعمیر کا اعزاز پا کر انبیاء کی تعمیر کردہ مساجد کی خاتم

(۱) هيثمي، مجمع الزوائد، ۴: ۴

(۲) ۱۔ ديلمي، الفردوس بمأثور الخطاب، ۱: ۴۵، رقم: ۱۱۲

۲۔ منذري، الترغيب والترهيب، ۲: ۱۳۹، رقم: ۱۸۳۱

قرار پائی۔ اس حوالے سے متذکرہ بالا احادیث حضور نبی اکرم ﷺ کی ختم نبوت کی واضح دلیل ہیں۔

حضور ﷺ آخری نبی ہیں اور اُمتِ مسلمہ آخری اُمت

۱۱۷۔ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: أَنَا اٰخِرُ الْأَنْبِيَاءِ وَأَنْتُمْ اٰخِرُ الْأُمَمِ.(۱)

''حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تمام انبیاء میں سے آخر میں ہوں اور تم بھی آخری اُمت ہو۔''

۱۱۸۔ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ رضی اللہ عنہ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ: أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي وَلَا أُمَّةَ بَعْدَكُمْ فَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ عزوجل وَصَلُّوْا خَمْسَكُمْ وَ صُوْمُوْا شَهْرَكُمْ وَ أَدُّوْا زَكَاةَ أَمْوَالِكُمْ طَيِّبَةً بِهَا أَنْفُسُكُمْ وَ أَطِيْعُوْا وُلَاةَ أَمْرِكُمْ تَدْخُلُوْا جَنَّةَ رَبِّكُمْ.(۲)

---

(۱) ۱۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الفتن، ۲: ۱۳۵۹، رقم: ۴۰۷۷
۲۔ حاكم، المستدرك، ۴: ۵۸۰، رقم: ۸۶۲۰
۳۔ طبراني، المعجم الكبير، ۸: ۱۴۶، رقم: ۷۶۴۴
۴۔ روياني، المسند، ۲: ۲۹۵، رقم: ۱۲۳۹
۵۔ طبرانی، مسند الشاميين، ۲: ۲۸، رقم: ۸۶۱
۶۔ ابن أبی عاصم، السنة، ۱: ۱۷۱، رقم: ۳۹۱

(۲) ۱۔ طبراني، المعجم الكبير، ۸: ۱۱۵، رقم: ۷۵۳۵
۲۔ طبراني، المعجم الكبير، ۲۲: ۳۱۶، رقم: ۷۹۷
۳۔ طبراني، مسند الشاميين، ۲: ۱۹۳، رقم: ۱۱۷۳
۴۔ شيباني، الآحاد والمثاني، ۵: ۲۵۲، رقم: ۲۷۷۹
۵۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۳: ۲۷۳
۶۔ ابن عساكر، تاريخ مدينة دمشق، ۲۴: ۶۰

''حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو بیان کرتے ہوئے سنا، آپ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! بے شک میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور نہ ہی تمہارے بعد کوئی امت ہے۔ پس اپنے رب تعالیٰ کی عبادت کرو اور پانچ نمازیں پڑھو، اور رمضان کے روزے رکھو، اور اپنی رضامندی کے ساتھ اپنے اموال کی زکوٰۃ ادا کرو اور اپنے حکمرانوں کی اطاعت کرو، (نتیجتاً) تم اپنے رب کی جنت میں داخل ہوگے۔''

۱۱۹۔ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ فَاطِمَةَ بِنْتَ قَيْسٍ تَقُوْلُ: صَعِدَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ الْمِنْبَرَ فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: أُنْذِرُكُمُ الدَّجَّالَ فَإِنَّهُ لَمْ يَكُنْ نَبِيٌّ قَبْلِي إِلَّا وَقَدْ أَنْذَرَهُ أُمَّتَهُ وَهُوَ كَائِنٌ فِيْكُمْ أَيَّتُهَا الْأُمَّةُ إِنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ وَلَا أُمَّةَ بَعْدَكُمْ. (۱)

''شعبی بیان کرتے ہیں کہ میں نے فاطمہ بنت قیس کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ حضور نبی اکرم ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے، پس اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی پھر فرمایا: میں تمہیں دجال سے ڈراتا ہوں، پس مجھ سے پہلے کوئی نبی نہیں گزرا مگر یہ کہ اس نے اپنی امت کو اس سے ڈرایا، اور اے امتِ محمدیہ! وہ تجھ میں پایا جائے گا۔ بے شک میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمہارے بعد کوئی اُمت نہیں۔''

۱۲۰۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ (قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ): أَيُّهَا النَّاسُ، أَيُّ يَوْمٍ هٰذَا؟ قَالُوْا: يَوْمٌ حَرَامٌ. قَالَ: فَأَيُّ بَلَدٍ هٰذَا؟ قَالُوْا: بَلَدٌ حَرَامٌ. قَالَ: فَأَيُّ شَهْرٍ هٰذَا؟ قَالُوْا: شَهْرٌ حَرَامٌ. قَالَ: فَإِنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى حَرَّمَ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ كَحُرْمَةِ هٰذَا الْيَوْمِ وَهٰذَا الشَّهْرِ وَهٰذَا الْبَلَدِ أَلَا لِيُبَلِّغْ شَاهِدُكُمْ غَائِبَكُمْ لَا نَبِيَّ

---

(۱) ابن حبان، الصحيح، ۱۵: ۱۹۵، ۱۹۶، رقم: ۶۷۸۸

بَعْدِي وَلَا أُمَّةَ بَعْدَكُمْ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ. (۱)

’’حضرت عبد اللہ بن عمر رضي الله عنهما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا: اے لوگو! یہ کون سا دن ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: حج کا دن۔ پھر حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ کون سا شہر ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یہ بلد حرام (مکہ مکرمہ) ہے۔ پھر حضور ﷺ نے دریافت فرمایا: یہ مہینہ کون سا ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کیا: حرمت والا مہینہ۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تبارک و تعالیٰ نے تمہارے خون، تمہارے اموال اور تمہاری عزتوں کو اس دن، اس ماہ اور اس شہر کی حرمت کی طرح حرام کیا ہے، آگاہ ہو جاؤ، تم میں سے جو حاضر ہے وہ غائب کو پہنچا دے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں اور نہ تمہارے بعد کوئی امت ہے۔ پھر آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور فرمایا: اے اللہ! گواہ رہنا۔‘‘

۱۲۱۔ عَنِ ابْنِ زَمْلٍ الْجُهَنِيِّ فِي حَدِيْثٍ طَوِيْلٍ فِي الرُّؤْيَا مَرْفُوْعًا فَالدُّنْيَا سَبْعَةُ آلَافِ سَنَةٍ وَ أَنَا فِي اٰخِرِهَا اَلْفًا (إِلَى قَوْلِهِ) وَأَمَّا النَّاقَةُ الَّتِي رَأَيْتَ وَرَأَيْتَنِي أَتَّقِيْهَا فَهِيَ السَّاعَةُ عَلَيْنَا تَقُوْمُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي وَلَا اُمَّةَ بَعْدَ اُمَّتِي. (۲)

’’ابن زمل جہنی خوابوں کے باب میں ایک طویل مرفوع حدیث بیان کرتے

---

(۱) ۱۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۳: ۲۶۸
۲۔ روياني، المسند، ۲: ۴۱۲

(۲) ۱۔ طبراني، المعجم الكبير، ۸: ۳۰۳، رقم: ۸۱۴۶
۲۔ ديلمي، الفردوس بمأثور الخطاب، ۲: ۲۳۲، ۲۳۳، رقم: ۳۱۱۸
۳۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۷: ۱۸۴
۴۔ ابن كثير، تفسير القرآن العظيم، ۴: ۲۸۷

ہیں، جس میں حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: دنیا کی عمر سات ہزار سال ہے اور میں آخری ہزار سال میں ہوں ...... اور رہی وہ اونٹنی جسے تو نے دیکھا اور مجھے تو نے دیکھا کہ میں اس اونٹنی سے بچ رہا ہوں، تو اس سے مراد قیامت ہے، وہ ہمیں پر قائم ہوگی، اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور نہ ہی میری امت کے بعد کوئی امت ہے۔‘‘

ان تمام احادیث مبارکہ میں حضور نبی اکرم ﷺ نے واضح طور پر اعلان فرما دیا کہ میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں اور میری امت آخری امت ہے، اس کے بعد کوئی امت نہیں۔ اس صراحت کے باوجود اگر کوئی نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ کافر و مرتد اور زندیق ہے۔ اس کا نہ تو نبی آخر الزماں ﷺ کے ساتھ کوئی تعلق ہے اور نہ امت مسلمہ کے ساتھ کوئی واسطہ۔ مسلمان وہی ہے جو حضور رحمتِ عالم سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کو آخری نبی اور اُمتِ مسلمہ کو آخری امت تسلیم کرتا ہے جو اس عقیدے سے سر مو انحراف کرتا ہے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ کے بعد نبوت نہیں خلافت ہے

۱۲۲۔ عَنْ أَبِي حَازِمٍ قَالَ قَاعَدْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ خَمْسَ سِنِيْنَ فَسَمِعْتُهُ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: كَانَتْ بَنُو إِسْرَائِيْلَ تَسُوْسُهُمُ الْأَنْبِيَاءُ، كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ وَإِنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي. وَسَيَكُوْنُ خُلَفَاءُ فَيَكْثُرُوْنَ ...... الحديث. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. (۱)

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الأنبياء، باب ما ذكر عن بني اسرائيل، ۳: ۱۲۷۳، رقم: ۳۲۶۸

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الامارة، باب وجوب الوفاء ببيعة الخلفاء الأول فالأول، ۳: ۱۴۷۱، رقم: ۱۸۴۲

۳۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الجهاد، باب الوفاء بالبيعة، ۲: ۹۵۸، رقم: ۲۸۷۱

’’حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (پہلے زمانے میں) بنی اسرائیل کی قیادت ان کے انبیاء کیا کرتے تھے جب ایک نبی وصال فرما جاتا تو اللہ پاک دوسرا نبی مبعوث فرما دیتے (پھر میری بعثت ہوگئی) میرے بعد کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا (چونکہ میں آخری نبی ہوں لہٰذا میرے بعد) اب (میرے) خلفاء ہوں گے جو بکثرت ہوں گے۔‘‘

۱۲۳۔ عَنْ أَبِي حَازِمٍ قَالَ قَاعَدْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ خَمْسَ سِنِيْنَ فَسَمِعْتُهُ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وآله وسلم قَالَ: كَانَتْ بَنُو إِسْرَائِيْلَ تَسُوْسُهُمُ الْأَنْبِيَاءُ كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ وَإِنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي وَسَتَكُوْنُ خُلَفَاءُ تَكْثُرُ قَالُوْا: فَمَا تَأْمُرُنَا قَالَ: فُوْا بِبَيْعَةِ الْأَوَّلِ فَالْأَوَّلِ وَأَعْطُوْهُمْ حَقَّهُمْ فَإِنَّ اللهَ سَائِلُهُمْ عَمَّا اسْتَرْعَاهُمْ. (۱)

’’حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پہلے بنی اسرائیل کے انبیاء لوگوں پر حکمران ہوا کرتے تھے۔ ایک نبی کا وصال ہوتا تو دوسرا نبی اس کا خلیفہ ہوتا۔ لیکن یاد رکھو میرے بعد ہرگز کوئی نبی نہیں ہے، ہاں

.... ۴۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۲۹۷، رقم: ۷۹۴۷

۵۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۰: ۴۱۸، رقم: ۴۵۵۵،

۶۔ ابن أبي شیبة، المصنف، ۷: ۴۶۴، رقم: ۳۷۲۶۰

۶۔ أبویعلي، المسند، ۱۱: ۷۵، رقم: ۶۲۱۱،

۷۔ أبو عوانة، المسند، ۴: ۴۰۹، رقم: ۷۱۲۶

۸۔ بیهقي، السنن الکبریٰ، ۸: ۱۴۴

(۱) ۱۔ بخاري، الصحیح، کتاب الأنبیاء، باب ما ذکر عن إسرائیل، ۳: ۱۲۷۳، رقم: ۳۲۶۸

۲۔ مسلم، الصحیح، کتا ب الإمارة، باب وجوب الوفاء ببیعةالخلفاء، ۳: ۱۴۷۱، رقم: ۱۸۴۲

عنقریب خلفاء ہوں گے اور کثرت سے ہوں گے۔ لوگ عرض گزار ہوے، آپ ہمیں ان کے بارے میں کیا حکم فرماتے ہیں؟ فرمایا، یکے بعد دیگرے ہر ایک سے بیعت کرتے رہنا اور ان کی اطاعت کا حق ادا کرتے رہنا پس اللہ تعالیٰ جو انہیں حکمران بنائے گا وہی حقوق کے بارے میں ان سے بازپرس کرے گا۔''

۱۲۴۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِنَّ بَنِي إِسْرَائِيْلَ كَانَتْ تَسُوْسُهُمُ الْأَنْبِيَاءُ كُلَّمَا مَاتَ نَبِيٌّ قَامَ نَبِيٌّ وَ أَنَّهُ لَيْسَ بَعْدِي نَبِيٌّ.(۱)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: انبیاء کرام بنو اسرائیل پر حکمران ہوا کرتے تھے۔ ایک نبی کا وصال ہوتا تو دوسرا نبی اس کا خلیفہ ہوتا لیکن (یاد رکھو) میرے بعد ہرگز کوئی نبی نہیں ہے۔''

۱۲۵۔ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ: خَرَجْتُ تَاجِرًا إِلَى الشَّامِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَلَمَّا كُنْتُ بِأَدْنى الشَّامِ لَقِيَنِي رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ فَقَالَ: هَلْ عِنْدَكُمْ رَجُلٌ تَنَبَّأَ قُلْتُ: نَعَمْ. قَالَ: هَلْ تَعْرِفُ صُوْرَتَهُ إِذَا رَأَيْتَهَا قُلْتُ: نَعَمْ فَأَدْخَلَنِي بَيْتًا فِيهِ صُوَرٌ فَلَمْ أَرَ صُوْرَةَ النَّبِيِّ ﷺ فَبَيْنَا أَنَا كَذٰلِكَ إِذْ دَخَلَ رَجُلٌ مِنْهُمْ عَلَيْنَا فَقَالَ: فِيْمَ أَنْتُمْ فَأَخْبَرْنَا فَذَهَبَ بِنَا إِلَى مَنْزِلِهِ فَسَاعَةَ مَا دَخَلْتُ نَظَرْتُ إِلَى صُوْرَةِ النَّبِيِّ ﷺ وَإِذَا رَجُلٌ آخِذٌ بِعَقِبِ النَّبِيِّ ﷺ قُلْتُ مَنْ هَذَا عَلَى عَقِبِهِ قَالَ: إِنَّهُ لَمْ يَكُنْ نَبِيٌّ إِلَّا كَانَ بَعْدَهُ نَبِيٌّ إِلَّا هٰذَا فَإِنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ وَ هٰذَا الْخَلِيْفَةُ

(۱) ۱۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۰، ۴۱۸، رقم: ۴۵۵۵
۲۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۴: ۱۴۲، رقم: ۶۲۴۹
۳۔ أبو عوانة، المسند، ۴: ۴۰۹، رقم: ۷۱۲۸

بَعْدَهُ وَإِذَا صِفَةُ أَبِي بَكْرٍ رضی اللہ عنہ.(۱)

’’حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں، میں تجارت کی غرض سے شام کی طرف گیا۔ جب شام کے انتہائی قریب پہنچا تو اہل کتاب میں سے ایک شخص مجھے ملا اور کہا: کیا تمہارے ہاں کوئی ایسا شخص ہے جو نبوت کا دعویدار ہے، میں نے کہا: ہاں! اس نے کہا اگر تم ان کی تصویر دیکھو تو انہیں پہچان لوگے؟ میں نے کہا: ہاں! پھر اس نے مجھے ایسے کمرے میں داخل کر دیا، جس میں تصویریں تھیں، اسی دوران ان میں سے ایک آدمی اس کمرے میں داخل ہوا اور کہا: تم کس چیز میں مشغول ہو؟ ہم نے اسے بتایا، پس وہ ہمیں اپنے گھر لے گیا۔ جونہی میں اس کے گھر میں داخل ہوا میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصویر دیکھی، جس میں ایک آدمی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایڑھی کو تھامے ہوئے ہے۔ میں نے کہا یہ شخص کون ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایڑھی کو تھامے ہوئے ہے؟ اس نے کہا: اس سے پہلے کوئی نبی نہیں گزرا مگر یہ کہ اس کے بعد کوئی اور نبی آ جاتا سوائے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کہ ان کے بعد کوئی نبی نہیں ہے، اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد خلیفہ ہیں اور اس نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حلیہ بیان کیا۔‘‘

۱۲۶۔ قَالَ حُذَيْفَةُ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تَكُوْنُ النُّبُوَّةُ فِيْكُمْ مَا شَاءَ اللهُ أَنْ تَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَّرْفَعَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ خِلَافَةٌ عَلٰى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ فَتَكُوْنُ مَا شَاءَ اللهُ أَنْ تَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ اللهُ أَنْ يَّرْفَعَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ مُلْكًا عَاضًّا فَيَكُوْنُ مَا شَاءَ اللهُ أَنْ يَّكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَّرْفَعَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ مُلْكًا جَبْرِيَّةً فَتَكُوْنُ مَا شَاءَ اللهُ أَنْ تَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا

(۱) طبرانی، المعجم الکبیر، ۲: ۱۲۵، رقم: ۱۵۳۷

إِذَا شَاءَ أَنْ يَّرْفَعَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ خِلَافَةٌ عَلَى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ ثُمَّ سَكَتَ.[۱]

’’حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: نبوت تم میں اس وقت تک رہے گی جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا کہ وہ تم میں رہے پھر جب اللہ تعالیٰ چاہے گا وہ اسے اٹھا لے گا، پھر نبوت کے منہاج پر خلافت ہوگی، اور تب تک رہے گی جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا پھر جب چاہے گا اسے اٹھا لے گا۔ پھر ظالم ملوکیت ہوگی اور تب تک رہے گی جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا، پھر اللہ تعالیٰ اسے اٹھا لے گا۔ پھر جبری ملوکیت ہوگی اور تب تک رہے گی جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا پھر وہ اسے اٹھا لے گا۔ پھر خلافت علی منہاج النبوۃ ہوگی، پھر آپ ﷺ خاموش ہوگئے۔‘‘

۱۲۷۔ عَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ قَالَ: لَقِيْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، ادْفَعْنِي إِلَى رَجُلٍ حَسَنِ التَّعْلِيْمِ فَدَفَعَنِي إِلٰى أَبِي عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ ثُمَّ قَالَ قَدْ دَفَعْتُكَ إِلٰى رَجُلٍ يُحْسِنُ تَعْلِيْمَكَ وَأَدَبَكَ فَأَتَيْتُ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ وَهُوَ وَبَشِيْرُ بْنُ سَعْدٍ أَبُو النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ يَتَحَدَّثَانِ فَلَمَّا رَأَيَانِي سَكَتَا فَقُلْتُ يَا أَبَا عُبَيْدَةَ وَاللهِ مَا هٰكَذَا حَدَّثَنِي رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فَقَالَ: إِنَّكَ جِئْتَ وَ نَحْنُ نَتَحَدَّثُ حَدِيْثًا سَمِعْنَاهُ مِنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَاجْلِسْ حَتّٰى نُحَدِّثَكَ فَقَالَ: قَالَ رَسُوْلُ

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۲۷۳
۲۔ بزار، المسند، ۷: ۲۲۳
۳۔ طيالسي، المسند، ۱: ۵۸، رقم: ۴۳۸
۴۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۵: ۱۸۸
۵۔ ابن كثير، البداية والنهاية، ۶: ۲۳۸
۶۔ سيوطي، الخصائص الكبرى، ۲: ۱۹۷

اللهِ ﷺ إِنَّ فِيْكُمُ النُّبُوَّةَ ثُمّ تَكُوْنُ خِلَافَةٌ عَلَى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ ثُمَّ يَكُوْنُ مُلْكًا وَجَبَرِيَّةً.(۱)

''حضرت ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضور نبی اکرم ﷺ سے ملا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے کسی ایسے شخص کے سپرد کیجئے جو اچھی تعلیم والا ہو، تو حضور نبی اکرم ﷺ نے مجھے ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کے حوالے کیا، پھر فرمایا: میں نے تمہیں ایسے شخص کے حوالے کیا ہے جو تیری تعلیم و ادب کو سنوار دے گا، پس میں ابو عبیدہ بن الجراح کے پاس آیا، جبکہ وہ اور بشیر بن سعد جو کہ نعمان بن بشیر کے والد تھے آپس میں باتیں کر رہے تھے، جب ان دونوں نے مجھے دیکھا تو وہ خاموش ہوگئے۔ پس میں نے کہا: اے ابو عبیدہ! اللہ کی قسم! حضور نبی اکرم ﷺ نے مجھے اس طرح نہیں بتایا۔ انہوں نے کہا: جب تو آیا تو ہم وہ بات کر رہے تھے جو ہم نے حضور نبی اکرم ﷺ سے سنی، پس تو بھی بیٹھ کہ ہم تمہیں بھی وہ بات سنائیں۔ چنانچہ انہوں نے کہا: حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بے شک نبوت تم میں ہے (یعنی میں تم میں موجود ہوں) پھر (میرے بعد) علی منہاج النبوۃ خلافت ہوگی، پھر (خلافت کے بعد) ملوکیت اور جبریت ہوگی۔''

۱۲۸۔ عَنْ سَفِيْنَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ خِلَافَةُ النُّبُوَّةِ ثَلَاثُوْنَ سَنَةً ثُمَّ يُؤْتِي اللهُ الْمُلْكَ أَوْ مُلْكَهُ مَنْ يَّشَاءُ.(۲)

''حضرت سفینہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم نے فرمایا: نبوت کی خلافت تیس سال ہے اس کے بعد اللہ جس کو چاہے گا سلطنت یا اپنی سلطنت عطا

---

(۱) ۱۔ طبراني، المعجم الكبير، ۱: ۱۵۷، رقم: ۳۶۸
۲۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۵: ۱۸۹

(۲) أبو داود، السنن، كتاب السنة، باب في الخلفاء، ۴: ۲۱۱، رقم: ۴۶۴۶

فرمائے گا۔‘‘

۱۲۹۔ عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ يُحَدِّثُ أَنَّهُ سَمِعَ حُذَيْفَةَ بْنَ الْيَمَانِ يَقُوْلُ: يَآاَيُّهَا النَّاسُ، أَلاَ تَسْأَلُوْنِي فَإِنَّ النَّاسَ كَانُوْا يَسْأَلُوْنَ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ عَنِ الْخَيْرِ وَكُنْتُ أَسْأَلُهُ عَنِ الشَّرِّ أَنَّ اللهَ بَعَثَ نَبِيَّهُ ﷺ فَدَعَا النَّاسَ مِنَ الْكُفْرِ إِلَى الإِيْمَانِ وَمِنَ الضَّلاَلَةِ إِلَى الْهُدَى فَاسْتَجَابَ مَنِ اسْتَجَابَ فَحَيَّ مِنَ الْحَقِّ مَا كَانَ مَيِّتاً وَمَاتَ مِنَ الْبَاطِلِ مَا كَانَ حَيًّا ذَهَبَتِ النُّبُوَّةُ فَكَانَتِ الْخِلاَفَةُ عَلَى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ. (۱)

’’حضرت ابوطفیل بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت حذیفہ بن یمان کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ اے لوگو! کیا تم مجھ سے نہیں پوچھوگے، پس بے شک لوگ حضور نبی اکرم ﷺ سے خیر کے بارے سوال کرتے تھے اور میں آپ ﷺ سے شر کے بارے میں سوال کرتا تھا۔ بے شک اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے حضور ﷺ کو مبعوث فرمایا تو آپ ﷺ نے لوگوں کو کفر سے ایمان کی طرف اور گمراہی سے ہدایت کی طرف بلایا، پس جس نے دعوت قبول کی سو اس نے کی، اور حق سے مردہ شخص زندہ اور باطل سے زندہ شخص مردہ ہوگیا، پھر نبوت جاتی رہی اور خلافت علی منہاج النبوۃ قائم ہوگی۔‘‘

۱۳۰۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ الْعَبَّاسُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ! مَا لَنَا فِي هٰذَا الْأَمْرِ قَالَ: لِي النُّبُوَّةُ وَلَكُمُ الْخِلاَفَةُ بِكُمْ يُفْتَحُ هٰذَا الْأَمْرُ وَبِكُمْ يُخْتَمُ. (۲)

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۴۰۴، رقم: ۲۳۴۷۹

۲۔ أبو نعيم، حلية الأولياء، ۱: ۲۷۵

(۲) خطيب بغدادي، تاريخ بغداد، ۳: ۳۴۹

’’حضرت عبد اللہ بن عباس رضي الله عنهما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس دین کے معاملہ میں ہمارے لیے کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے لیے نبوت ہے اور تمہارے لیے خلافت۔ تم سے (یعنی امتِ محمدیہ) سے اس دین کے معاملہ کا آغاز ہوگا اور تم پر ہی ختم ہوگا۔‘‘

اس حدیث پاک سے واضح ہوگیا کہ پہلے زمانے میں لوگوں کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا قائم کردہ اجراء نبوت کا نظام جو بنی اسرائیل میں جاری ہوا تھا وہ نبی آخرالزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے ساتھ اپنے اختتام کو پہنچ گیا اور اس کی جگہ اب اُمتِ مسلمہ میں لوگوں کی رہنمائی کے لیے قیامت تک خلافت و نیابتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نظام روبہ عمل ہے جس کے تحت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت کے خلفاء و پیروکار اور علماء خلافت و نیابت کا فریضہ سرانجام دیتے رہیں گے جبکہ حقیقی قیادت و سیادت جو کہ خلافتِ الٰہیہ ہے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہمیشہ خود کو ’’خليفة رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم‘‘ کہتے اور دیگر تمام صحابہ اور عامّة الناس بھی آپ کو اسی لقب سے یاد کرتے تھے۔ جب تختِ خلافت پر متمکن ہوئے تو لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو ’’خليفة الله‘‘ پکارا جس کے جواب میں آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

لَسْتُ خَلِيْفَةَ اللهِ وَلٰكِنِّي خَلِيْفَةُ رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم. (۱)

’’میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا خلیفہ نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلیفہ ہوں۔‘‘

علامہ ابن خلدون اسی تصور کو واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَأَنَّهُ نِيَابَةٌ عَنْ صَاحِبِ الشَّرِيْعَةِ فِي حِفْظِ الدِّيْنِ وَسِيَاسَةِ الدُّنْيَا بِهِ تُسَمّٰى خِلَافَةً وَ اِمَامَةً. (۲)

(۱) ابن خلدون، مقدمہ: ۱۸۹

(۲) ابن خلدون، مقدمہ: ۱۸۹

''منصب خلافت و امامت دینی اور دنیوی امور کی حفاظت میں صاحبِ شریعت یعنی نبی کی نیابت کو کہتے ہیں۔''

اب قیامت تک اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کاملہ سے دین مکمل کر دیا اور اجرائے نبوت کا نظام ختم کر کے اس کی جگہ نبوت محمدی ﷺ کی خلافت و نیابت کا نظام جاری فرما دیا ہے۔ لہٰذا اب کسی نئے نبی کی بعثت کی ضرورت نہیں رہی۔

شبِ معراج جبریلِ امین علیہ السلام کا ملائکہ میں اعلانِ ختمِ نبوت

۱۳۱۔ مِنْ حَدِيْثٍ طَوِيْلٍ فِي الْإِسْرَاءِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: حَتّٰى أَتٰى بَيْتَ الْمَقْدِسِ فَنَزَلَ فَرَبَطَ فَرَسَهٗ إِلٰى صَخْرَةٍ فَصَلّٰى مَعَ الْمَلَائِكَةِ فَلَمَّا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ قَالُوْا: يَا جِبْرِيْلُ! مَنْ هٰذَا مَعَکَ؟ قَالَ: هَذَا مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ (إلى أن قال:) فَقَالَ لَهٗ رَبُّهٗ تَبَارَکَ وَتَعَالٰى: قَدِ اتَّخَذْتُکَ حَبِيْبًا وَمَکْتُوْبٌ فِی التَّوْرَاةِ مُحَمَّدٌ حَبِيْبُ الرَّحْمٰنِ وَأَرْسَلْنَاکَ لِلنَّاسِ کَافَّةً وَجَعَلْتُ أُمَّتَکَ هُمُ الْأَوَّلُوْنَ وَهُمُ الْأٰخِرُوْنَ وَجَعَلْتُ أُمَّتَکَ لَا تَجُوْزُ لَهُمْ خُطْبَةٌ حَتّٰى يَشْهَدُوْا أَنَّکَ عَبْدِي وَرَسُوْلِي وَجَعَلْتُکَ أَوَّلَ النَّبِيِّيْنَ خَلْقًا وَاٰخِرَهُمْ بَعْثًا وَأَعْطَيْتُکَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِي وَلَمْ أُعْطِهَا نَبِيًّا قَبْلَکَ وَأَعْطَيْتُکَ خَوَاتِيْمَ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ مِنْ کَنْزٍ تَحْتَ الْعَرْشِ لَمْ أُعْطِهَا قَبْلَکَ وَجَعَلْتُکَ فَاتِحًا وَخَاتِمًا. (1)

''اِسراء کے باب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک طویل حدیث میں سے ہے...... یہاں تک کہ حضور نبی اکرم ﷺ بیت المقدس تشریف لائے۔

---

(۱) هيثمي، مجمع الزوائد، ۱: ۶۸۔۷۲

آپ ﷺ نیچے اترے اور اپنے گھوڑے کو ایک چٹان کے ساتھ باندھ دیا، پھر ملائکہ کے ساتھ نماز ادا فرمائی، جب نماز ادا کر لی گئی تو ملائکہ نے سوال کیا، اے جبریل! آپ کے ساتھ یہ کون ہیں؟ تو جبریل علیہ السلام نے جواب دیا: یہ اللہ کے رسول، نبیوں کے خاتم حضرت محمد ﷺ ہیں۔ (اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ) اللہ تعالیٰ کی جانب سے مجھے ارشاد ہوا کہ میں نے تمہیں اپنا محبوب بنایا ہے اور توریت میں بھی لکھا ہوا ہے کہ محمد اللہ کے محبوب ہیں۔ اور ہم نے تمہیں تمام مخلوق کی طرف نبی بنا کر بھیجا ہے اور آپ کی امت کو اولین و آخرین بنایا، اور میں نے آپ کی امت کو اس طرح رکھا کہ ان کے لیے کوئی خطبہ جائز نہیں جب تک کہ وہ خالص دل سے گواہی نہ دیں کہ آپ میرے بندے اور میرے رسول ہیں، اور میں نے آپ کو باعتبار اصلِ خلقت کے سب سے اول اور باعتبار بعثت کے سب سے آخر بنایا ہے اور آپ کو سبع مثانی (سورہ فاتحہ) دی ہے جو آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی، اور آپ کو آخر سورۂ بقرہ کی آیتیں دی ہیں اس خزانہ سے جو عرش سے نیچے ہے اور آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیں، اور آپ کو فاتح اور خاتم بنایا۔‘‘

خاتم النبیین کے الفاظ پر مشتمل درود پاک کی تعلیم

۱۳۲۔ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: إِذَا صَلَّيْتُمْ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَأَحْسِنُوْا الصَّلَاةَ عَلَيْهِ فَإِنَّكُمْ لَا تَدْرُوْنَ لَعَلَّ ذٰلِكَ يُعْرَضُ عَلَيْهِ. قَالَ: فَقَالُوْا لَهُ: فَعَلِّمْنَا قَالَ: قُوْلُوْا: اَللّٰهُمَّ، اجْعَلْ صَلَاتَكَ وَرَحْمَتَكَ وَبَرَكَاتِكَ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَإِمَامِ الْمُتَّقِيْنَ وَخَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ، مُحَمَّدٍ، عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ وَإِمَامِ الْخَيْرِ وَقَائِدِ الْخَيْرِ وَرَسُوْلِ الرَّحْمَةِ، اَللّٰهُمَّ ابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُوْدًا يَغْبِطُهُ بِهِ الْأَوَّلُوْنَ

وَالْاٰخِرُوْنَ اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰی اٰلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّکَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ. اَللّٰهُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰی اٰلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّکَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ. (۱)

’’حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اُنہوں نے فرمایا: جب تم حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں درود بھیجو تو بڑے احسن انداز میں آپ ﷺ پر درود بھیجو کیونکہ تم نہیں جانتے کہ یہ درود آپ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں پیش کیا جاتا ہے تو لوگوں نے عرض کیا: آپ ہمیں سکھائیں کہ ہم حضور ﷺ پر درود کیسے بھیجیں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ تم یوں کہا کرو: ’’اے میرے اللہ! تو اپنا درود و رحمت اور برکتیں تمام رسولوں کے سردار، اہلِ تقویٰ کے امام اور خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اپنے بندے اور رسول کے لیے خاص فرما جو کہ بھلائی اور خیر کے امام اور قائد ہیں اور رسول رحمت ہیں۔ اے میرے اللہ! آپ ﷺ کو اس مقام محمود پر پہنچا جس پر اولین اور آخرین کے لوگ رشک کرتے ہیں۔ اے میرے اللہ! حضرت محمد ﷺ اور آپ ﷺ کی آل پر درود بھیج جس طرح کہ تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر درود بھیجا بے شک تو تعریف کیا ہوا اور بزرگی والا ہے۔ اے میرے اللہ! تو حضرت محمد ﷺ اور آپ ﷺ کی آل کو برکت عطاء فرما جس طرح تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل کو برکت عطاء فرمائی بے شک تو بہت زیادہ تعریف کیا ہوا اور بزرگی والا ہے۔‘‘

---

(۱) ۱۔ ابن ماجه، السنن، كتاب: إقامة الصلاة والسنة فيها، باب الصلاة على النبي ﷺ، ۱: ۲۹۳، رقم: ۹۰۶

۲۔ عبد الرزاق، المصنف، ۲: ۲۱۳، رقم: ۳۱۰۹

۱۳۳۔ عَنْ سَلَامَةَ بْنِ الْكِنْدِيِّ قَالَ: كَانَ عَلِيٌّ ﷛ يُعَلِّمُ النَّاسَ الصَّلَاةَ عَلَى نَبِيِّ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ، دَاحِيَ الْمَدْحُوَّاتِ، وَبَارِئَ الْمَسْمُوْكَاتِ، وَجَبَّارَ الْقُلُوْبِ عَلَى فِطْرَاتِهَا شَقِيِّهَا وَسَعِيْدِهَا، اجْعَلْ شَرَائِفَ صَلَوَاتِكَ وَنَوَامِي بَرَكَاتِكَ، وَرَافِعَ تَحِيَّتِكَ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ الْخَاتِمِ لِمَا سُبِقَ، وَالْفَاتِحِ لِمَا أُغْلِقَ.(۱)

''حضرت سلامہ بن کندی ﷛ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی ﷛ لوگوں کو حضور نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجنے کا طریقہ یوں سکھاتے تھے، آپ ﷛ فرماتے: اے اللہ! اے زمینوں کو پھیلانے والے! اے ساتوں آسمانوں کو پیدا فرمانے والے! اور اے خوش بخت اور بدبخت فطرت کے حامل دلوں کے جوڑنے والے! تو اپنی عظیم رحمتوں اور بڑھنے والی برکات اور اپنے بلند پایہ تحیات کو اپنے (کامل) بندے اور رسول پر بصورتِ درود بھیج جو سابقہ شریعتوں کے خاتم اور (حکمت و اسرار کے) بند خزانوں کے کھولنے والے۔''

مذکورہ بالا روایات سے معلوم ہوا کہ عقیدۂ ختم نبوت صحابہ کرام ﷡ میں اتنا عام تھا کہ وہ ہمہ وقت لوگوں کو اس کی تلقین کرتے اور درود وسلام میں اسے بطور وظیفہ اختیار کرنے کی تاکید فرماتے تھے۔

.... ۳۔ أبو يعلى، المسند، ۹: ۱۷۵، رقم: ۵۲۶۷
۴۔ شاشي، المسند، ۲: ۸۹، رقم: ۶۱۱
۵۔ بيهقي، شعب الإيمان، ۲: ۲۰۸، رقم: ۱۵۵۰

(۱) ۱۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۹: ۴۳، رقم: ۹۰۸۹
۲۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۶: ۲۶، رقم: ۲۹۵۲۰
۳۔ قاضي عياض، الشفاء، ۱: ۵۶۱، رقم: ۲۳۹۲
۴۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۱۰: ۱۶۳

اُمتِ محمدی ﷺ درجہ میں اَوّل اور وجود میں آخر

۱۳۴۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: نَحْنُ الْآخِرُونَ السَّابِقُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِنَا وَأُوتِينَاهُ مِنْ بَعْدِهِمْ. (۱)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہم آخری ہیں اور قیامت کے روز سب سے پہلے ہوں گے۔ بات صرف اتنی ہے کہ انہیں ہم سے پہلے کتاب دی گئی اور ہمیں ان کے بعد دی گئی۔''

۱۳۵۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَعَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَا: قَالَ: رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فِي حَدِيْثٍ طَوِيل وَمِنْهُ نَحْنُ الْآخِرُوْنَ مِنْ أَهْلِ الدُّنْيَا وَالْأَوَّلُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْمَقْضِيُّ لَهُمْ قَبْلَ الْخَلَائِقِ. (۲)

---

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الوضوء، باب البول في الماء الدائم، ۱: ۹۴، رقم: ۲۳۶
۲۔ بخاري، الصحيح، كتاب الجمعة، باب فرض الجمعة، ۱: ۲۹۹، رقم: ۸۳۶
۳۔ بخاري، الصحيح، كتاب الجمعة، باب هل على من لم يشهد الجمعة غسل من النساء والصبيان، ۱: ۳۰۵، رقم: ۸۵۶
۴۔ مسلم، الصحيح، كتاب الجمعة، باب هداية هذه الأمةليوم الجمعة ۲: ۵۸۶، رقم: ۸۵۵
۵۔ نسائي، السنن، كتاب الجمعة، باب إيجاب الجمعة، ۳: ۸۵، رقم: ۱۳۶۷
۶۔ بيهقي، السنن الصغري، ۱: ۳۶۷، رقم: ۲۶۷
۷۔ شافعي، المسند، ۱: ۶۱

(۲) ۱۔ مسلم الصحيح، كتاب الجمعة، باب إيجاب الجمعة، ۲: ۵۸۶، رقم: ۸۵۶
۲۔ ابن ماجه، السنن، كتاب إقامة الصلاة، باب في فرض الجمعة، ۱: ۳۴۴، رقم: ۱۰۸۳
۳۔ أبو عوانة، المسند، ۱: ۱۵۰

''حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ ایک طویل حدیث میں بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہم دنیا والوں کے اعتبار سے آخر ہیں اور قیامت کے دن سب سے اول ہوں گے جن کا فیصلہ قیامت کے دن سب سے پہلے ہوگا۔''

۱۳۶۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ: نَحْنُ آخِرُ الْأُمَمِ وَأَوَّلُ مَنْ يُّحَاسَبُ يُقَالُ: أَيْنَ الْأُمَّةُ الْأُمِّيَّةُ وَنَبِيُّهَا فَنَحْنُ الآخِرُوْنَ الْأَوَّلُوْنَ. (۱)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہم سب اُمتوں کے آخر پر ہیں اور سب سے پہلے حساب اس امت کا کیا جائے جائے گا۔ کہا جائے گا: امی امت اور اس کے نبی کہاں ہیں؟ سو ہم اول بھی ہیں اور آخر بھی۔''

۱۳۷۔ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: نَحْنُ الْآخِرُوْنَ وَالْأَوَّلُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. (۲)

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہم زمانہ کے اعتبار سے آخری اور روز قیامت (حساب کے اعتبار سے)

.........۴۔ بيهقي، شعب الإيمان، ۳: ۸۹، رقم: ۲۹۶۷
۵۔ منذري، الترغيب والترهيب، ۱: ۲۸۲، رقم: ۱۰۴۴
۶۔ ابن كثير، تفسير القرآن العظيم، ۲: ۵۹۲

(۱) ۱۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الزهد، باب صفة أمة محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ۲: ۱۴۳۴، رقم: ۴۲۹۰
۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۲۸۱، رقم: ۲۵۴۶
۳۔ ديلمي، الفردوس بما ثور الخطاب، ۴: ۲۸۲، رقم: ۶۸۳۳
۴۔ عسقلاني، فتح الباري، ۱۱: ۴۵۲

(۲) ابن حبان، الصّحيح، ۸: ۱۱، رقم: ۳۲۱۷

پہلے ہوں گے۔‘‘

۱۳۸۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: إِنَّ مُوْسٰى عليه السلام لَمَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِ التَّوْرَاةُ وَ قَرَأَهَا فَوَجَدَ فِيْهَا ذِكْرَ هٰذِهِ الْأُمَّةِ فَقَالَ: يَا رَبِّ، إِنِّي أَجِدُ فِي الْأَلْوَاحِ أُمَّةً هُمُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ فَاجْعَلْهُمْ أُمَّتِي. (۱)

’’حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بے شک موسیٰ علیہ السلام پر جب تورات نازل ہوئی اور آپ علیہ السلام نے اسے پڑھا اور اس میں اس امت کا ذکر پایا، پھر عرض کیا: اے میرے رب! بے شک میں ان تختیوں میں اس امت کا تذکرہ پا رہا ہوں جس کے لوگ زمانہ کے اعتبار سے آخری اور مقام و مرتبہ میں سبقت لے جانے والے ہوں گے، پس تو انہیں میری اُمت بنا۔‘‘

۱۳۹۔ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ مَكْحُوْلٍ: قَالَ فِي حَدِيْثٍ طَوِيْلٍ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: بَلْ يَا يَهُوْدِيُّ، أَنْتُمُ الْاَوَّلُوْنَ وَ نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. (۲)

’’حضرت عبد اللہ بن مالک، حضرت مکحول سے ایک طویل حدیث میں روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بلکہ اے یہودی! تم زمانہ کے اعتبار سے پہلے ہو اور ہم آخری لیکن روزِ قیامت سبقت لے جانے والے ہم ہیں۔‘‘

احادیثِ مذکورہ میں اُمتِ محمدیہ کے لیے ’السابقون‘ اور ’الأولون‘ کے الفاظ بیان ہوئے ہیں۔ امام ابن حجر عسقلانی ان الفاظ کی شرح میں لکھتے ہیں:

(۱) ۱۔ ابن عساکر، تاریخ دمشق، ۶۱: ۱۱۹
۲۔ سیوطي، الدر المنثور، ۳: ۵۵۶

(۲) ابن أبي شيبه، المصنف، ۶: ۳۲۷، رقم: ۳۱۸۰۳

أَيِ الْآخِرُوْنَ زَمَانًا الْأَوَّلُوْنَ مَنْزِلَةً وَالْمُرَادُ أَنَّ هٰذِهِ الْأُمَّةَ وَ إِنْ تَأَخَّرَ وُجُوْدُهَا فِي الْأُمَمِ الْمَاضِيَّةِ فَهِيَ سَابِقَةٌ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ.(۱)

’’یعنی زمانے کے اعتبار سے آخری، درجہ کے اعتبار سے اول اور اس سے مراد یہ ہے کہ امت محمدی کا وجود اگرچہ سب امتوں کے آخر پر ہے مگر یہ ان سے آخرت میں درجہ میں سبقت لے جانے والی ہے۔‘‘

مذکورہ بالا احادیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ اُمت محمدیہ باعتبار وجود سب امتوں کے آخر پر ہے لیکن روز قیامت درجہ وفضیلت کے اعتبار سے سب امتوں پر سبقت لے جائے گی۔ معلوم ہوا کہ حضور نبی اکرم ﷺ سب سے آخری امت کے نبی ہیں۔

اُمتِ محمدی ﷺ ہی خیر الأمم اور آخر الأمم ہے

۱۴۰۔ عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيْمٍ، عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾(۲) قَالَ: إِنَّكُمْ تُتِمُّوْنَ سَبْعِيْنَ أُمَّةً، أَنْتُمْ خَيْرُهَا وَأَكْرَمُهَا عَلَى اللهِ.(۳)

(۱) عسقلاني، فتح الباري، ۲: ۳۵۴

(۲) آل عمران، ۳: ۱۱۰

(۳) ۱۔ ترمذی، السنن، أبواب التفسير، باب ومن سورة آلِ عمران، ۵: ۲۲۶، رقم: ۳۰۰۱

۲۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الزهد، باب صفة أمة محمد ﷺ، ۲: ۱۴۳۳، رقم: ۴۲۸۷، ۴۲۸۸

۳۔ أحمد بن حنبل في المسند، ۳: ۶۱، رقم: ۱۱۶۰۴

۴۔ حاكم، المستدرك، ۴: ۹۴، رقم: ۶۹۸۷

۵۔ بيهقي، السنن الكبرى، ۹: ۵

۶۔ طبراني، المعجم الكبير، ۱۹: ۴۱۹، رقم: ۱۰۱۲، ۱۰۲۳

’’حضرت بہز بن حکیم بواسطہ والد اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمان الٰہی - ﴿تم بہترین اُمّت ہو جو سب لوگوں (کی رہنمائی) کے لیے ظاہر کی گئی ہے﴾ - کے بارے میں فرمایا: تم ستر امتوں کو مکمل کرنے والے ہو اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان سب سے بہتر اور معزز ہو۔‘‘

۱۴۱۔ عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيْمٍ، عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: نُكَمِّلُ، يَوْمَ الْقِيَامَةِ، سَبْعِيْنَ أُمَّةً. نَحْنُ آخِرُهَا، وَخَيْرُهَا. (۱)

’’حضرت بہز بن حکیم بواسطہ والد اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہم قیامت کے دن ستر امتوں کی تکمیل کریں گے اور ہم ان سب سے آخری اور سب سے بہتر ہیں۔‘‘

۱۴۲۔ عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيْمٍ، عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ: إِنَّكُمْ وَفَّيْتُمْ سَبْعِيْنَ أُمَّةً أَنْتُمْ خَيْرُهَا وَ أَكْرَمُهَا عَلَى اللهِ. (۲)

’’حضرت بہز بن حکیم بواسطہ والد اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی

.... ۷۔ عبد بن حميد، المسند، ۱: ۱۵۶، رقم: ۴۱۱

۸۔ روياني، المسند، ۲: ۱۱۵، رقم: ۹۲۴

۹۔ ابن المبارك، الزهد، ۱: ۱۱۴، رقم: ۳۸۲

(۱) ابن ماجه، السنن، كتاب الزهد، باب صفة أمة محمد ﷺ، ۲: ۱۴۳۳، رقم: ۴۲۸۷

(۲) ۱۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الزهد، باب صفة أمة محمد ﷺ، ۲: ۱۴۳۳، رقم: ۴۲۸۸

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۵، رقم: ۲۰۰۶۱

۳۔ دارمي، السنن، ۲: ۴۰۴، رقم: ۲۷۶۰

۴۔ بيهقي، السنن الكبرىٰ، ۹: ۵

اکرم ﷺ نے فرمایا: تم ستر اُمتوں کو پورا کر چکے ہو، تم اللہ کے نزدیک ان سب سے بہتر اور معزز ہو۔‘‘

۱۴۳۔ عَنْ حَكِيْمِ بْنِ مُعَاوِيَةَ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ: أَنْتُمْ تُوْفُوْنَ سَبْعِيْنَ أُمَّةً أَنْتُمْ خَيْرُهَا وَأَكْرَمُهَا عَلَى اللهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى.(۱)

’’حکیم بن معاویہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم ستر امتوں کو پورا کرنے والے ہو، اور تم اللہ تعالیٰ کے ہاں ان سب سے بہترین اور معزز ہو۔‘‘

۱۴۴۔ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ مِثْلَهُ وَ فِيْهِ إِنَّكُمْ تُتِمُّوْنَ سَبْعِيْنَ أُمَّةً.(۲)

’’حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے اسی طرح کی حدیث مروی ہے، اس میں: تم ستر امتوں کو مکمل کرو گے کے الفاظ ہیں۔‘‘

۱۴۵۔ عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيْمٍ، عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: أَنْتُمْ تُكْمِلُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، سَبْعِيْنَ أُمَّةً. نَحْنُ خَيْرُهَا وَاٰخِرُهَا.(۳)

’’بہز بن حکیم اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۴۴۷، رقم: ۲۰۰۲۹
۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۳، رقم: ۲۰۰۳۷
۳۔ حاكم، المستدرك، ۴: ۹۴، رقم: ۶۹۸۸
۴۔ طبراني، المعجم الكبير، ۱۹: ۴۱۹، رقم: ۱۰۱۲
۵۔ طبراني، المعجم الكبير، ۱۹: ۴۲۲، رقم: ۱۰۲۳
۶۔ عبد بن حميد، المسند، ۱: ۱۵۵، رقم: ۴۰۹
۷۔ نسائي، السنن الكبرى، ۶: ۴۳۹، رقم: ۱۱۴۳۱
(۲) أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۶۱، رقم: ۱۱۶۰۴
(۳) طبراني، المعجم الأوسط، ۲: ۱۱۱، رقم: ۱۴۱۵

فرمایا: تم روزِ قیامت ستر اُمتوں کی تکمیل کرو گے۔ ہم ان سب سے بہتر اور آخری ہیں۔''

۱۴۶۔ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رضي الله عنهما مِثْلَهُ. (۱)

''حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اسی مضمون کی حدیث مروی ہے۔''

۱۴۷۔ عَنْ قَتَادَةَ مِثْلَهُ. (۲)

''حضرت قتادہ سے اسی مضمون کی حدیث مروی ہے۔''

مذکورہ بالا احادیث مبارکہ میں اُمتِ محمدیہ کا 'آخر الأمم' اور'خیر الأمم' ہونا صراحتاً بیان ہوا ہے۔ قیامت تک یہی اُمت رہے گی اور اس میں نبوت و رسالت بلا شرکتِ غیرے صرف سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ ہی کی جاری رہے گی۔ نبی اور رسول کے لیے نئی اُمت کا ہونا لازم ہے، جب کوئی اُمت ہی نہیں ہو گی تو نیا نبی کس کے لیے آئے گا؟ یہ اُمت تا قیامت دامنِ مصطفیٰ ﷺ سے وابستہ و پیوستہ رہے گی کیونکہ اُن کے ایمان کا مرکز ومحور آپ ﷺ ہی کی ذات ہے۔

دنیا و آخرت میں اُمتِ محمدی ﷺ کا شرف و اِمتیاز

۱۴۸۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: عُرِضَتْ عَلَيَّ الْأُمَمُ، فَأَجِدُ النَّبِيَّ يَمُرُّ مَعَهُ الْأُمَّةُ، وَالنَّبِيُّ يَمُرُّ مَعَهُ النَّفَرُ، وَالنَّبِيُّ يَمُرُّ مَعَهُ الْعَشَرَةُ، وَالنَّبِيُّ يَمُرُّ مَعَهُ الْخَمْسَةُ، وَالنَّبِيُّ يَمُرُّ وَحْدَهُ، فَنَظَرْتُ

---

(۱) طرسوسي، مسند عبد الله بن عمر، ۱: ۲۷، رقم ۲۴

(۲) ۱۔ طبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، ۳: ۳۸۹

۲۔ سیوطي، الدر المنثور، ۲: ۲۹۴

۳۔ ہندی، کنز العمال، ۱۲: ۳۱۴، رقم: ۳۴۵۱۸

فَإِذَا سَوَادٌ كَثِيْرٌ، قُلْتُ: يَا جِبْرِيْلُ، هٰؤُلَاءِ أُمَّتِي؟ قَالَ: لَا، وَلٰكِنِ انْظُرْ إِلَى الْأُفُقِ، فَنَظَرْتُ فَإِذَا سَوَادٌ كَثِيْرٌ، قَالَ: هٰؤُلَاءِ أُمَّتُكَ، وَهٰؤُلَاءِ سَبْعُوْنَ أَلْفًا قُدَّامُهُمْ لَا حِسَابَ عَلَيْهِمْ وَلَا عَذَابَ، قُلْتُ: وَلِمَ؟ قَالَ: كَانُوْ لَا يَكْتَوُوْنَ، وَلَا يَسْتَرْقُوْنَ، وَلَا يَتَطَيَّرُوْنَ وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ. فَقَامَ إِلَيْهِ عُكَّاشَةُ بْنُ مِحْصَنٍ فَقَالَ: ادْعُ اللهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ، قَالَ: أَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ مِنْهُمْ. ثُمَّ قَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ آخَرُ قَالَ: ادْعُ اللهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ قَالَ: سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ.(۱)

’’حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: مجھ پر (تمام) امتیں پیش کی گئیں پس ایک نبی گزرنے لگا اور اس کے ساتھ اس کی امت تھی ایک نبی ایسا بھی گزرا کہ اس کے ساتھ چند افراد

(۱) ۱ـ بخاري، الصحيح، كتاب الرقاق، باب يدخل الجنّة سبعون ألفا بغير حسابٍ، ۵: ۲۳۹۶، رقم: ۶۱۷۵

۲ـ بخاري، الصحيح، كتاب الطب، باب مَنِ اكْتَوَى أو كَوَى غيرَهُ، وفضل من لم يَكْتَوِ، ۵: ۲۱۵۷، رقم: ۵۳۷۸

۳ـ بخاري، الصحيح، كتاب الطب، باب من لَمْ يَرْقِ، ۵: ۲۱۷۰، رقم: ۵۴۲۰

۴ـ بخاري، الصحيح، كتاب الأنبياء، باب وفاة موسى وذكرِهِ بعدُ، ۳: ۱۲۵۱، رقم: ۳۲۲۹

۵ـ مسلم، الصحيح، كتاب الإيمان، باب الدليل على دخول طوائف من المسلمين الجنة بغير حساب ولا عذاب، ۱: ۱۷۹ـ ۱۹۹، رقم: ۲۱۶ـ ۲۲۰

۶ـ ترمذي، الجامع الصحيح، كتاب صفة القيامة والرقائق والورع، باب: (۱۶)، ۴: ۶۳۱، رقم: ۲۴۴۶

۷ـ نسائي، السنن الكبرى، ۴: ۳۷۸، رقم: ۷۶۰۴

تھے، ایک نبی کے ساتھ دس آدمی، ایک نبی کے ساتھ پانچ آدمی، ایک نبی صرف تنہا، میں نے نظر دوڑائی تو ایک بڑی جماعت نظر آئی میں نے پوچھا: اے جبرئیل! کیا یہ میری امت ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں، بلکہ آپ افق کی جانب توجہ فرمائیں، میں نے دیکھا تو وہ بہت ہی بڑی جماعت تھی۔ انہوں نے کہا: یہ آپ کی امت ہے اور یہ جو ستر ہزار ان کے آگے ہیں ان کے لیے نہ حساب ہے نہ عذاب، میں نے پوچھا: کس وجہ سے؟ انہوں نے کہا: یہ لوگ داغ نہیں لگواتے تھے، غیر شرعی جھاڑ پھونک نہیں کرتے تھے، شگون نہیں لیتے تھے اور اپنے رب پر بھروسہ رکھتے تھے۔ حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر عرض گزار ہوئے: (یا رسول اللہ!) اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے بھی ان میں شامل فرما لے۔ آپ ﷺ نے دعا فرمائی: اے اللہ! اسے بھی ان لوگوں میں شامل فرما۔ پھر دوسرا آدمی کھڑا ہو کر عرض گزار ہوا: (یا رسول اللہ!) اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ مجھے بھی ان لوگوں میں شامل فرما لے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: عکاشہ تم سے سبقت لے گیا۔''

۱۴۹۔ عَنْ عَبْدِ اللهِ رضی اللہ عنہ قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي قُبَّةٍ، فَقَالَ: أَتَرْضَوْنَ أَنْ تَكُوْنُوْا ثُلُثَ أَهْلِ الْجَنَّةِ. قُلْنَا: نَعَمْ، قَالَ: وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ تَكُوْنُوْا نِصْفَ أَهْلِ الْجَنَّةِ، وَذٰلِكَ أَنَّ الْجَنَّةَ لَا يَدْخُلُهَا إِلَّا نَفْسٌ مُسْلِمَةٌ، وَمَا أَنْتُمْ فِي أَهْلِ الشِّرْكِ إِلَّا كَالشَّعْرَةِ الْبَيْضَاءِ فِي جِلْدِ الثَّوْرِ الْأَسْوَدِ، أَوْ كَالشَّعْرَةِ السَّوْدَاءِ فِي جِلْدِ الثَّوْرِ الْأَحْمَرِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.[1]

---

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الرقاق، باب كيف الحشر، ۵: ۲۳۹۲، رقم: ۶۱۶۳

۲۔ بخاري، الصحيح، كتاب الأيمان والنذور، باب كيف كانت يمين النبي ﷺ، ۶: ۲۴۴۸، رقم: ۶۲۶۶

’’حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ ہم ایک قبہ (مکان) میں تھے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم اس بات پر راضی ہو کہ اہلِ جنت کا تہائی حصہ تم (میں سے) ہو؟ ہم نے عرض کیا: ہاں۔ فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد کی جان ہے! مجھے امید ہے کہ تم (تعداد میں) اہلِ جنت میں سے نصف ہو گے اور وہ یوں کہ جنت میں مسلمان کے سوا کوئی داخل نہیں ہو گا اور مشرکوں کے مقابلے میں تم یوں ہو جیسے کالے بیل کی جلد پر ایک سفید بال یا سرخ بیل کی جلد پر ایک کالا بال۔‘‘

۱۵۰۔ عَنْ سُلَیْمَانَ بْنِ بُرَیْدَةَ رضی الله عنهما عَنْ أَبِیْهِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ أَهْلُ الْجَنَّةِ عِشْرُوْنَ وَمِائَةُ صَفٍّ، ثَمَانُوْنَ مِنْهَا مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ، وَأَرْبَعُوْنَ مِنْ سَائِرِ الْأُمَمِ.(۱)

۳۔ مسلم، الصحیح، کتاب الإیمان، باب کون هذه الأمة نصف أهل الجنة، ۱: ۲۰۰، رقم: ۲۲۱

۴۔ ترمذي، السنن، کتاب صفة الجنة، باب ما جاء فی صف أهل الجنة، ۴: ۶۸۴، رقم: ۲۵۴۷

۵۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الزهد، باب صفة أمة محمد ﷺ، ۲: ۱۴۳۲، رقم: ۴۲۸۳

۶۔ نسائي، السنن الکبری، ۶: ۴۰۹، رقم: ۱۱۳۳۹

۷۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۳۸۶، رقم: ۳۶۶۱

(۱) ۱۔ ترمذي، السنن، کتاب صفة الجنة، باب ما جاء في کم صَفّ أهل الجنّة، ۴: ۶۸۳، رقم: ۲۵۴۶

۲۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الزهد، باب صفة أمة محمد ﷺ، ۲: ۱۴۳۴، رقم: ۴۲۸۹

۳۔ أحمد بن حنبل في المسند، ۵: ۳۴۷

۴۔ حاکم، المستدرك، ۱: ۱۵۵، رقم: ۲۷۳

’’حضرت سلیمان بن بریدہ رضی اللہ عنہما اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جنتیوں کی ایک سو بیس صفیں ہوں گی جن میں سے اَسی (۸۰) صفیں میری اُمت کی ہوں گی اور باقی تمام امتوں کی صرف چالیس (۴۰) صفیں ہوں گی۔‘‘

۱۵۱۔ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ قَالَ: اَلْجَنَّةُ حُرِّمَتْ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ حَتَّى أَدْخُلَهَا، وَحُرِّمَتْ عَلَى الْأُمَمِ حَتَّى تَدْخُلَهَا أُمَّتِي. (۱)

’’حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، حضور نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جنت تمام انبیاء علیہم السّلام پر اس وقت تک حرام کر دی گئی ہے جب تک کہ میں اس میں داخل نہ ہو جاؤں اور تمام اُمتوں پر اس وقت تک حرام ہے کہ جب تک میری اُمت اس میں داخل نہ ہو جائے۔‘‘

۱۵۲۔ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ أَنَا أَوَّلُ مَنْ يُؤْذَنُ

۵۔ دارمي، السنن، ۲: ۴۳۴، رقم: ۲۸۳۵
۶۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۶: ۴۹۸، رقم: ۷۴۵۹
۷۔ بزار، المسند، ۵: ۳۶۸، رقم: ۱۹۹۹
۸۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۶: ۳۱۵، رقم: ۳۱۷۱۳
۹۔ طبراني، المعجم الصغير، ۱: ۶۷، رقم: ۸۲
۱۰۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۲: ۷۷، رقم: ۱۳۱۰
۱۱۔ طبراني، المعجم الكبير، ۱۰: ۱۸۴، رقم: ۱۰۳۹۸
۱۲۔ أبويعلى، المعجم، ۱: ۱۸۳، رقم: ۲۱۱

(۱) ۱۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۱: ۲۸۹، رقم: ۹۴۲
۲۔ ہندی، کنز العمال، ۱۱: ۴۱۶، رقم: ۳۱۹۵۳
۳۔ ہیثمي، مجمع الزوائد، ۱۰: ۶۹

لَهُ بِالسُّجُوْدِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ يُؤْذَنُ لَهُ أَنْ يَرْفَعَ رَأْسَهُ، فَأَنْظُرَ إِلَى بَيْنَ يَدَيَّ، فَأَعْرِفُ أُمَّتِي مِنْ بَيْنِ الْأُمَمِ، وَمِنْ خَلْفِي مِثْلُ ذٰلِكَ، وَعَنْ يَمِيْنِي مِثْلُ ذٰلِكَ. فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، كَيْفَ تَعْرِفُ أُمَّتَكَ مِنْ بَيْنِ الْأُمَمِ فِيْمَا بَيْنَ نُوْحٍ إِلَى أُمَّتِكَ؟ قَالَ: هُمْ غُرٌّ مُحَجَّلُوْنَ مِنْ أَثَرِ الْوُضُوْءِ، لَيْسَ أَحَدٌ كَذٰلِكَ غَيْرُهُمْ، وَأَعْرِفُهُمْ أَنَّهُمْ يُؤْتُوْنَ كُتُبَهُمْ بِأَيْمَانِهِمْ، وَأَعْرِفُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ أَيْدِيْهِمْ ذُرِّيَّتُهُمْ. (۱)

’’حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں ہی وہ سب سے پہلا شخص ہوں گا جسے قیامت کے دن (اللہ تعالیٰ کو) سجدہ کرنے کی اجازت دی جائے گی اور میں ہی ہوں گا جسے سب سے پہلے سر اٹھانے کی اجازت ہو گی۔ سو میں اپنے سامنے دیکھوں گا اور اپنی امت کو دوسری امتوں کے درمیان بھی پہچان لوں گا۔ اسی طرح اپنے پیچھے اور اپنی داہنی طرف بھی انہیں دیکھ کر پہچان لوں گا۔ ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ اپنی امت کو دوسری امتوں کے درمیان کیسے پہچانیں گے جبکہ اس وقت حضرت نوح علیہ السلام کی امت سے لے کر آپ کی امت تک کے لوگ ہوں گے؟...... آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان کے اعضاء وضو کے اثر سے چمک رہے

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۱۹۹، رقم: ۲۱۷۸۵
۲۔ ابن حبان، الصحیح، ۳: ۳۲۴، رقم: ۱۰۴۹
۳۔ حاکم، المستدرک، ۲: ۵۲۰، رقم: ۳۷۸۴
۴۔ طیالسي، المسند، ۱: ۴۸، رقم: ۳۶۱
۵۔ بیهقي، شعب الإیمان، ۳: ۱۷، رقم: ۲۷۴۵
۶۔ منذري، الترغیب والترهیب، ۱: ۹۱، رقم: ۲۸۶

ہوں گے اور ان کے سوا کسی اور (امت) کے ساتھ ایسا نہیں ہوگا اور میں انہیں پہچان لوں گا کہ ان کا نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور انہیں پہچان لوں گا کہ ان کے آگے ان کی اولاد دوڑتی ہوگی۔‘‘

۱۵۳۔ عَنْ أَبِي ذَرٍّ وَأَبِي الدَّرْدَاءِ رضي الله عنهما أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ: إِنِّي لَأَعْرِفُ أُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ بَيْنِ الْأُمَمِ. قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللهِ، وَكَيْفَ تَعْرِفُ أُمَّتَکَ؟ قَالَ: أَعْرِفُهُمْ يُؤْتَوْنَ كُتُبَهُمْ بِأَيْمَانِهِمْ. وَأَعْرِفُهُمْ بِسِيْمَاهُمْ فِي وُجُوْهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُوْدِ، وَأَعْرِفُهُمْ بِنُوْرِهِمْ يَسْعٰى بَيْنَ أَيْدِيْهِمْ. (۱)

’’حضرت ابو ذر اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہما سے مروی ایک روایت میں ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں قیامت کے روز ضرور اپنی امت کو دوسری امتوں کے درمیان پہچان لوں گا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ اپنی امت کو کیسے پہچانیں گے؟ فرمایا: میں انہیں پہچان لوں گا کہ ان کا نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور ان کی پیشانیوں پر سجدوں کا اثر ہوگا اور میں انہیں ان کے نور سے پہچان لوں گا جو ان کے آگے آگے دوڑ رہا ہوگا۔‘‘

۱۵۴۔ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ رضي الله عنه يَقُوْلُ: تَخْرُجُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُلَّةٌ غُرٌّ مُحَجَّلُوْنَ يَسُدُّ الْأُفُقَ نُوْرُهُمْ مِثْلُ الشَّمْسِ فَيُنَادِي مُنَادٍ: اَلنَّبِيُّ الْأُمِّيُّ فَيَتَحَسَّسُ لَهَا كُلُّ نَبِيٍّ أُمِّيٍّ، فَيُقَالُ: مُحَمَّدٌ ﷺ وَأُمَّتُهُ، فَيَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ لَيْسَ عَلَيْهِمْ حِسَابٌ وَلَا عَذَابٌ، ثُمَّ تَخْرُجُ ثُلَّةٌ أُخْرٰى غُرٌّ مُحَجَّلُوْنَ نُوْرُهُم مِثْلُ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ يَسُدُّ الْأُفُقَ نُوْرُهُمْ، فَيُنَادِي مُنَادٍ: اَلنَّبِيُّ الْأُمِّيُّ فَيَتَحَسَّسُ لَهَا كُلُّ نَبِيٍّ أُمِّيٍّ،

---

(۱) أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۱۹۹، الرقم: ۲۱۷۸۸

فَيُقَالُ: مُحَمَّدٌ ﷺ وَأُمَّتُهُ، فَيَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ وَلاَ عَذَابٍ، ثُمَّ تَخْرُجُ ثُلَّةٌ أُخْرٰی غُرٌّ مُحَجَّلُوْنَ نُوْرُهُمْ مِثْلُ أَعْظَمِ کَوْکَبٍ فِي السَّمَاءِ يَسُدُّ الْأُفُقَ نُوْرُهُمْ، فَيُنَادِي مُنَادٍ: اَلنَّبِيُّ الْأُمِّيُّ، فَيَتَحَسَّسُ لَهَا کُلُّ نَبِيٍّ أُمِّيٍّ فَيُقَالُ: مُحَمَّدٌ ﷺ وَأُمَّتُهُ فَيَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ وَلاَ عَذَابٍ، ثُمَّ يَجِيءُ رَبُّکَ ﷻ ثُمَّ يُوْضَعُ الْمِيْزَانُ وَالْحِسَابُ.(۱)

’’حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ قیامت کے روز روشن پیشانیوں اور چمکتے ہاتھ پاؤں والے لوگوں کی ایک جماعت نمودار ہوگی جو افق پر چھا جائے گی۔ ان کا نور سورج کی طرح ہوگا۔ سو ایک ندا دینے والا ندا دے گا ’’نبی اُمّی‘‘ پس اس ندا پر ہر امی نبی متوجہ ہوگا لیکن کہا جائے گا (کہ اس سے مراد) محمد ﷺ اور ان کی امت ہے۔ سو وہ جنت میں داخل ہوں گے۔ ان پر کوئی حساب اور عذاب نہیں ہوگا۔ پھر اس طرح کی ایک اور جماعت نمودار ہوگی جن کی پیشانیاں اور ہاتھ پاؤں چمک رہے ہوں گے۔ ان کا نور چودھویں کے چاند کی طرح ہوگا اور ان کا نور افق پر چھا جائے گا۔ سو پھر ندا دینے والا ندا دے گا اور کہے گا: نبی اُمّی۔ پس اس ندا پر ہر امّی نبی متوجہ ہوجائے گا لیکن کہا جائے گا: اس ندا سے مراد محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی امت ہے۔ سو وہ بغیر حساب اور سزا کے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ پھر اسی طرح کی ایک اور جماعت نمودار ہوگی ان کی (بھی) پیشانیاں اور ہاتھ پاؤں چمکتے ہوں گے۔ ان کا نور آسمان میں بڑے ستارے کی طرح ہوگا ان کا نور افق پر چھا جائے گا۔

(۱) ۱۔ طبراني، المعجم الکبير، ۸: ۱۷۳، رقم: ۷۷۲۳

۲۔ طبراني، مسند الشاميين، ۲: ۲۰۱، رقم: ۱۸۵

۳۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۱۰: ۴۰۹

پس ندا دینے والا آواز دے گا: 'نبی اُمّی' پس اس پر ہر اُمّی نبی متوجہ ہو جائے گا، کہا جائے گا: (اس سے مراد بھی) محمد ﷺ اور ان کی امت ہے۔ پس وہ بغیر حساب اور سزا کے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ پھر آپ ﷺ کا رب (اپنی شان کے لائق) تشریف لائے گا۔ پھر میزان وحساب قائم کیا جائے گا۔''

۱۵۵۔ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رضی اللہ عنہ يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ أُعْطِيْتُ مَا لَمْ يُعْطَ أَحَدٌ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ. فَقُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللهِ، مَا هُوَ؟ قَالَ: نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَأُعْطِيْتُ مَفَاتِيْحَ الْأَرْضِ وَسُمِّيْتُ أَحْمَدَ وَجُعِلَ التُّرَابُ لِي طَهُوْرًا وَجُعِلَتْ أُمَّتِي خَيْرَ الْأُمَمِ. (۱)

''حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: مجھے وہ کچھ عطا کیا گیا جو (سابقہ) انبیاء کرام علیہم السّلام میں سے کسی کو عطا نہیں کیا گیا۔ ہم نے عرض کیا: وہ کیا ہے؟ فرمایا: میری رعب و دبدبہ سے مدد کی گئی اور مجھے زمین (کے خزانوں) کی کنجیاں عطا کی گئیں اور میرا نام احمد رکھا گیا اور مٹی کو بھی میرے لیے پاکیزہ قرار دیا گیا اور میری اُمت کو بہترین اُمت بنایا گیا۔''

۱۵۶۔ عَنْ ثَوْبَانَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِنَّ اللهَ زَوَى لِيَ الْأَرْضَ. فَرَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا. وَإِنَّ أُمَّتِي سَيَبْلُغُ مُلْكُهَا مَا زُوِيَ لِيْ مِنْهَا وَأُعْطِيْتُ الْكَنْزَيْنِ الْأَحْمَرَ وَالْأَبْيَضَ. وَإِنِّيْ سَأَلْتُ رَبِّي لِأُمَّتِي أَنْ لَا يُهْلِكَهَا بِسَنَةٍ عَامَّةٍ، وَأَنْ لَا يُسَلِّطَ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا

---

(۱) ۱۔ ابن أبی شيبة، المصنف، ۶: ۳۰۴، رقم: ۳۱۶۴۷
۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۹۸، رقم: ۷۶۳، ۱۳۶۱
۳۔ بیہقي، السنن الکبری، ۱: ۲۱۳، رقم: ۹۶۵
۴۔ لالکائي، اعتقاد أهل السنة، ۴: ۷۸۳، رقم: ۱۴۴۳، ۱۴۴۷
۵۔ مقدسي، الأحاديث المختارة، ۲: ۳۴۸، رقم: ۷۲۸۔۷۲۹

مِنْ سِوٰی أَنْفُسِهِمْ، فَيَسْتَبِيْحَ بَيْضَتَهُمْ وَإِنَّ رَبِّي قَالَ: يَا مُحَمَّدُ، إِنِّي إِذَا قَضَيْتُ فَإِنَّهُ لَا يُرَدُّ وَإِنِّي أَعْطَيْتُکَ لِأُمَّتِکَ أَنْ لَا أُهْلِكَهُمْ بِسَنَةٍ عَامَّةٍ وَأَنْ لَا أُسَلِّطَ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِنْ سِوٰی أَنْفُسِهِمْ يَسْتَبِيْحُ بَيْضَتَهُمْ وَلَوِ اجْتَمَعَ عَلَيْهِمْ مَنْ بِأَقْطَارِهَا أَوْ قَالَ: مَنْ بَيْنَ أَقْطَارِهَا حَتَّى يَكُوْنَ بَعْضُهُمْ يُهْلِکُ بَعْضًا وَيَسْبِي بَعْضُهُمْ بَعْضًا. (۱)

’’حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **بیشک** اللہ تعالیٰ نے زمین کو میرے لیے لپیٹ دیا اور میں نے اس کے مشارق و مغارب کو دیکھا۔ عنقریب میری حکومت وہاں تک پہنچے گی جہاں تک میرے لیے زمین لپیٹی گئی۔ مجھے (قیصر و کسریٰ کے) دو خزانے سرخ اور سفید دیئے گئے۔ میں نے اپنے رب سے اپنی امت کے بارے میں سوال کیا کہ وہ انہیں قحط سالی سے ہلاک نہ فرمائے اور ان پر ان کے اپنوں کے سوا کوئی دشمن مسلط نہ کرے جو انہیں مکمل طور پر نیست و نابود کر دے اور بے شک میرے رب نے

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، کتاب الفتن وأشراط الساعة، باب هلاك هذه الأمة بعضهم ببعض، ۴: ۲۲۱۵، رقم: ۲۸۸۹

۲۔ ترمذی، السنن، کتاب الفتن، باب ما جاء في سؤال النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثلاثا في أمته، ۴: ۴۷۲، رقم: ۲۱۷۶

۳۔ أبو داود في السنن، کتاب الفتن والملاحم، باب ذکر الفتن ودلائلها، ۴: ۹۷، رقم: ۴۲۵۲

۴۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۲۷۸، رقم: ۲۲۴۴۸، ۲۲۵۰۵

۵۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۵: ۱۰۹، رقم: ۶۷۱۴

۶۔ بزار، المسند، ۸: ۴۱۳، رقم: ۳۴۸۷

۷۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۴۹۶، رقم: ۸۳۹۰

۸۔ ابن أبی شیبة، المصنف، ۶: ۳۱۱، رقم: ۳۱۶۹۴

مجھے فرمایا: اے محمد! میں جب ایک فیصلہ کر لیتا ہوں تو اسے واپس نہیں لوٹایا جا سکتا اور بیشک میں نے آپ کو آپ کی امت کے لیے یہ چیز عطا فرما دی ہے کہ میں انہیں قحط سالی سے ہلاک نہیں کروں گا اور نہ ہی ان کے علاوہ کسی اور کو ان پر دشمن مسلط کروں گا جو ان کو مکمل طور پر نیست و نابود کر دے اگرچہ وہ (دشمن) ان کے خلاف ہر طرف سے اکٹھے ہو جائیں یہاں تک کہ ان میں سے بعض بعض کو ہلاک نہ کریں اور بعض بعض کو قیدی نہ بنائیں۔‘‘

مذکورہ بالا احادیث مبارکہ دنیا و آخرت میں اُمت محمدی ﷺ کے شرف و امتیاز کی مظہر ہیں۔ ان سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضور ﷺ کی امت ہی سب امتوں سے بہتر ہے۔ اس کے بعد کسی اور نبی کی امت کا امکان تو اس وقت ہوتا جب امتِ مصطفوی ﷺ کی فضیلت میں کوئی کمی رہ جاتی۔ اور اگر اس امت کے بعد کسی نئے نبی کی امت کو آنا ہوتا تو لامحالہ طور پر اس کا زیادہ افضل ہونا لازم ٹھہرتا، مگر اللہ ﷻ نے اس امت کو تمام فضیلتیں عطا فرما کر اس میں کسی شبے کا احتمال بھی نہ رہنے دیا کہ قیامت تک امت محمدی ﷺ ہی کے سر پر شرف وفضیلت کا تاج سجا رہے گا۔ اب اس امر میں ذرہ بھر شک کی گنجائش نہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ آخری نبی ہیں اور آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ اگر کوئی دعویٰ کرتا ہے تو وہ اس کا دماغی خلل ہے اور ایسا دعویٰ کرنے والا دجال و کذاب اور اس کے پیروکار کافر و زندیق ہیں۔

حضور نبی اکرم ﷺ ہی اُمتِ محمدی ﷺ کے نبی ہیں

۱۵۷۔ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ ثَابِتٍ رضی الله عنه قَالَ جَاءَ عُمَرُ رضی الله عنه إِلَى النَّبِيِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، إِنِّي مَرَرْتُ بِأَخٍ لِي مِنْ قُرَيْظَةَ فَكَتَبَ لِي جَوَامِعَ مِنَ التَّوْرَاةِ أَلَا أَعْرِضُهَا عَلَيْکَ فَتَغَيَّرَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ قَالَ عَبْدُ اللهِ: فَقُلْتُ: أَلَا تَرٰى مَا بِوَجْهِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ. فَقَالَ عُمَرُ:

رَضِيْنَا بِاللهِ رَبًّا وَ بِالْإِسْلَامِ دِيْنًا وَبِمُحَمَّدٍ ﷺ رَسُوْلًا. قَالَ: فَسُرِّيَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، ثُمَّ قَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ أَصْبَحَ فِيْكُمْ مُوْسٰى ثُمَّ اتَّبَعْتُمُوْهُ لَضَلَلْتُمْ إِنَّكُمْ حَظِّي مِنَ الْأُمَمِ وَأَنَا حَظُّكُمْ مِنَ النَّبِيِّيْنَ. (۱)

’’حضرت عبد اللہ بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں بنی قریظہ میں سے ایک اپنے بھائی کے پاس سے گزرا تو اس نے میرے لیے تورات کی بعض چیزیں لکھیں، کیا وہ چیزیں میں آپ پر پیش نہ کروں، پس حضور نبی اکرم ﷺ کا چہرہ مبارک متغیر ہوگیا۔ حضرت عبد اللہ بیان کرتے کہ میں نے کہا: کیا آپ حضور ﷺ کے چہرہ اقدس کی کیفیت کو نہیں دیکھ رہے؟ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم اللہ تعالیٰ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے اور محمد ﷺ کے رسول ہونے پر راضی ہوئے۔ (آپ رضی اللہ عنہ کے اس قول سے) حضور نبی اکرم ﷺ کی کیفیت خوشگوار ہوگئی، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، اگر تم میں موسیٰ علیہ السلام بھی ہوتے اور تم ان کی اتباع بھی کرتے پھر بھی ضرور بضرور تم گمراہ ہوجاتے۔ بے شک امتوں میں سے تم میرا نصیب ہو اور انبیاء میں سے میں تمہارا نصیب ہو۔‘‘

کتبِ حدیث میں درج ذیل الفاظ بھی منقول ہیں:

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۴۷۰، رقم: ۱۵۹۰۳
۲۔ أیضاً، ۴: ۲۶۵، رقم: ۱۸۳۶۱
۳۔ عبد الرزاق، المصنف، ۶: ۱۱۳، رقم: ۱۰۱۶۴
۴۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۱: ۵۰۲
۵۔ سیوطي، الدر المثور، ۲: ۵۵۳

لَوْ نَزَلَ مُوْسٰی فَاتَّبَعْتُمُوْهُ وَتَرَكْتُمُوْنِي لَضَلَلْتُمْ أَنَا حَظُّكُمْ مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَأَنْتُمْ حَظِّي مِنَ الْأُمَمِ.(۱)

''اگر تم میں موسیٰ علیہ السلام نازل ہوتے اور مجھے چھوڑ کر تم ان کی اتباع کرتے تو تم ضرور بالضرور گمراہ ہو جاتے۔ انبیاء کرام میں سے میں تمہارا نصیب ہوں، اور تم امتوں میں سے میرا نصیب ہو۔''

مذکورہ بالا احادیثِ مبارکہ سے واضح ہے کہ اُمتِ محمدی علی صاحبها الصلوٰة والسلام کا نبی قیامت تک حضور نبی اکرم ﷺ کے علاوہ کوئی دوسرا ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ آپ ﷺ کی نبوت و رسالت کو اس امت کے ساتھ اور اس اُمت کو آپ ﷺ کی نبوت و رسالت کے ساتھ خاص کر دیا گیا ہے۔ اس امت کو قیامت تک دامنِ مصطفیٰ کے ساتھ وابستہ رہنے کا شرف عطا کر دیا گیا ہے۔ اس دوران کوئی اور نبی نہیں آ سکتا کہ جس کی پیروی کا حکم دیا جائے۔ جب اس امت میں کوئی اور نبی آ ہی نہیں سکتا تو پھر آپ ﷺ کے بعد کسی شخص کے دعویٰ نبوت کو کیونکر سچ مانا جائے اور اس کی تصدیق کی جائے؟

اُمت کے گمراہی پر جمع نہ ہونے سے استدلال

۱۵۸۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضي الله عنهما قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: إِنَّ اللهَ لَا يَجْمَعُ أُمَّتِي (أَوْ قَالَ أُمَّةَ مُحَمَّدٍ) عَلَى ضَلَالَةٍ، وَيَدُ اللهِ مَعَ الْجَمَاعَةِ، وَمَنْ شَذَّ شَذَّ إِلَى النَّارِ.(۲)

(۱) ۱۔ بيهقي، شعب الإيمان، ۴: ۳۰۷
۲۔ شوكاني، فتح القدير، ۴: ۲۹۶

(۲) ۱۔ ترمذي، السنن، كتاب الفتن، باب ما جاء في لزوم الجماعة، ۴: ۴۶۶، رقم: ۲۱۶۷
۲۔ حاكم، المستدرك، ۱: ۲۰۱، رقم: ۳۹۷

’’حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ میری امت کو (یا فرمایا: اُمتِ محمدیہ کو) کبھی گمراہی پر جمع نہیں فرمائے گا اور جماعت پر اللہ تعالیٰ (کی حفاظت) کا ہاتھ ہے اور جو شخص جماعت سے جدا ہوا وہ آگ کی طرف جدا ہوا۔‘‘

۱۵۹۔ عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْعَرِيِّ رضی الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِنَّ اللهَ أَجَارَكُمْ مِنْ ثَلَاثِ خِلَالٍ: أَنْ لَا يَدْعُوَ عَلَيْكُمْ نَبِيُّكُمْ فَتَهْلِكُوْا جَمِيْعًا، وَأَنْ لَا يَظْهَرَ أَهْلُ الْبَاطِلِ عَلٰى أَهْلِ الْحَقِّ، وَأَنْ لَا تَجْتَمِعُوْا عَلٰى ضَلَالَةٍ. (۱)

’’حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہیں تین آفتوں سے بچا لیا: (ایک یہ کہ) تمہارا نبی تمہارے لیے ایسی بد دعا نہ کرے گا کہ تم سارے ہلاک ہو جاؤ۔ (دوسرا یہ کہ) اہلِ باطل اہلِ حق پر (کلیتًا) غالب نہ ہوں گے۔ تیسرا یہ کہ تم گمراہی پر جمع نہیں ہو گے۔‘‘

۱۶۰۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضي الله عنهما قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ لَا يَجْمَعُ اللهُ هٰذِهِ الْأُمَّةَ عَلَى الضَّلَالَةِ أَبَدًا وَقَالَ: يَدُ اللهِ عَلوًى الْجَمَاعَةِ فَاتَّبِعُوْا السَّوَادَ الْأَعْظَمَ فَإِنَّهُ مَنْ شَذَّ شَذَّ فِي النَّارِ. (۲)

(۱) ۱۔ أبو داود، السنن، كتاب الفتن، باب ذكر الفتن ودلائلها، ۴: ۹۸، رقم: ۴۲۵۳

۲۔ طبراني، المعجم الكبير، ۳: ۲۹۲، رقم: ۳۴۴۰

۳۔ طبراني، مسند الشاميين، ۲: ۴۴۲، رقم: ۱۶۶۳

(۲) ۱۔ حاكم، المستدرك، ۱: ۱۹۹-۲۰۱، رقم: ۳۹۱-۳۹۷

۲۔ ابن أبي عاصم، كتاب السنة، ۱: ۳۹، رقم: ۸۰

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس امت کو کبھی بھی گمراہی پر اکٹھا نہیں فرمائے گا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ کا دستِ قدرت جماعت پر ہوتا ہے۔ پس سب سے بڑی جماعت کی اتباع کرو اور جو اس جماعت سے الگ ہوا وہ آگ میں ڈال دیا گیا۔''

۱۶۱۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: إِنَّ أُمَّتِي لَا تَجْتَمِعُ عَلَى ضَلَالَةٍ فَإِذَا رَأَيْتُمْ إِخْتِلَافًا فَعَلَيْكُمْ بِالسَّوَادِ الْأَعْظَمِ.(۱)

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بے شک میری امت کبھی گمراہی پر جمع نہیں ہوگی۔ پس اگر تم ان میں اختلاف دیکھو تو تم پر لازم ہے کہ سب سے بڑی جماعت (کا ساتھ) اختیار کرو۔''

۱۶۲۔ عَنْ عَمْرِو بْنِ قَيْسٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ: إِنَّ اللهَ أَدْرَكَ بِيَ الْأَجَلَ الْمَرْحُوْمَ وَاخْتَصَرَ لِي اخْتِصَارًا، فَنَحْنُ الْآخِرُوْنَ وَنَحْنُ السَّابِقُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَإِنِّي قَائِلٌ قَوْلًا غَيْرَ فَخْرٍ، إِبْرَاهِيْمُ خَلِيْلُ اللهِ وَمُوْسٰى صَفِيُّ اللهِ وَأَنَا حَبِيْبُ اللهِ وَمَعِي لِوَاءُ الْحَمْدِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. وَإِنَّ اللهَ وَعَدَنِي فِيْ أُمَّتِي وَأَجَارَهُمْ مِنْ ثَلَاثٍ: لَا يَعُمُّهُمْ بِسَنَةٍ وَلَا يَسْتَأْصِلُهُمْ عَدُوٌّ، وَلَا يَجْمَعُهُمْ عَلَى ضَلَالَةٍ.(۲)

.... ۳۔ لالكائي، اعتقاد أهل السنة، ۱: ۱۰۶، رقم: ۱۵۴،
۴۔ أبونعيم، حلية الأولياء، ۳: ۳۷
۵۔ ديلمي، الفردوس بماثور الخطاب، ۵: ۲۵۸، رقم: ۸۱۱۶
۶۔ حكيم ترمذي، نوادر الأصول، ۱: ۲۲۲۴

(۱) ۱۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الفتن، باب السَّوَادِ الأعْظَمِ، ۴: ۳۶۷، رقم: ۳۹۵۰
۲۔ طبراني، المعجم الكبير، ۱۲: ۴۴۷، رقم: ۱۳۶۲۳

(۲) دارمي، السنن، ۱: ۴۲، رقم: ۵۴

’’حضرت عمرو بن قیس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میری اُمت کو مرحوم قرار دیا اور اس کی عمر مختصر رکھی۔ سو ہم ہی آخری (اُمت) ہیں اور ہم ہی قیامت کے دن اوّل ہوں گے اور میں بغیر کسی فخر کے یہ بات کہہ رہا ہوں کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ ہیں اور حضرت موسیٰ صفی اللہ ہیں اور میں ہی حبیب اللہ ہوں اور روزِ قیامت میرے پاس ہی حمد کا جھنڈا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے میری امت کے بارے میں مجھ سے تین وعدے فرمائے ہیں اور تین چیزوں سے انہیں نجات عطا فرمائی ہے۔ (اور وہ تین وعدے یہ ہیں) ان پر عام قحط سالی مسلط نہیں فرمائے گا اور کوئی دشمن انہیں ختم نہیں کر سکے گا اور انہیں گمراہی پر جمع نہیں فرمائے گا۔‘‘

مذکورہ بالا تمام احادیث اس بات کی دلیل ہیں کہ اُمتِ محمدی علی صاحبہا الصّلوٰۃ والسّلام کبھی گمراہی پر جمع نہیں ہوگی۔ اس اُمت کی اکثریت ہمیشہ راہِ حق پر گامزن رہے گی۔ نئے نبی کی آمد اس وقت ہوتی ہے کہ جب کسی قوم کی اکثریت گمراہی اور بے راہ روی کا شکار ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کا اس اُمت پر خاص کرم ہے کہ یہ قیامت تک گمراہی پر جمع نہیں ہو گی۔ قرآن و سنت کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر اس اُمت کے افراد ضلالت و گمراہی سے محفوظ و مامون رہیں گے۔ لہٰذا کسی نئے نبی کی آمد کی کوئی وجہ نہیں رہتی۔ اس حوالہ سے یہ احادیث بھی حضور نبی اکرم ﷺ کی ختم نبوت کی دلیل ہیں۔

امتِ محمدی ﷺ کے شرک میں مبتلا نہ ہونے سے استدلال

۱۶۳۔ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: صَلّٰى رَسُوْلُ اللهِ ﷺ عَلٰى قَتْلٰى أُحُدٍ، بَعْدَ ثَمَانِي سِنِيْنَ كَالْمُوَدِّعِ لِلْأَحْيَاءِ وَالْأَمْوَاتِ، ثُمَّ طَلَعَ الْمِنْبَرَ، فَقَالَ: إِنِّي بَيْنَ أَيْدِيْكُمْ فَرَطٌ وَأَنَا عَلَيْكُمْ شَهِيْدٌ، وَإِنَّ مَوْعِدَكُمُ الْحَوْضُ، وَإِنِّي لَأَنْظُرُ إِلَيْهِ مِنْ مَقَامِي هٰذَا، وَإِنِّي لَسْتُ

أَخْشٰی عَلَيْكُمْ أَنْ تُشْرِكُوْا، وَلٰكِنِّي أَخْشٰی عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا أَنْ تَنَافَسُوْهَا قَالَ: فَكَانَتْ آخِرَ نَظْرَةٍ نَظَرْتُهَا إِلٰی رَسُوْلِ اللهِ ﷺ. (۱)

’’حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے شہداء اُحد پر آٹھ سال بعد (دوبارہ) اس طرح نماز پڑھی گویا زندوں اور مُردوں کو الوداع کہہ رہے ہوں۔ پھر آپ ﷺ منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور فرمایا: میں تمہارا پیش رَو ہوں، میں تمہارے اُوپر گواہ ہوں، ہماری ملاقات کی جگہ حوضِ کوثر ہے اور میں اس جگہ سے حوضِ کوثر کو دیکھ رہا ہوں اور مجھے تمہارے متعلق اس بات کا تو ڈر ہی نہیں ہے کہ تم شرک میں مبتلا ہو جاؤ گے بلکہ تمہارے متعلق مجھے دنیا داری کی محبت میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ حضرت عقبہ فرماتے ہیں کہ یہ میرا حضور نبی اکرم ﷺ کا آخری دیدار تھا۔‘‘

۱۶۴۔ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِنِّي فَرَطٌ لَكُمْ وَأَنَا شَهِيدٌ عَلَيْكُمْ وَإِنِّي وَاللهِ لَأَنْظُرُ إِلٰی حَوْضِي الْاٰنَ، وَإِنِّي أُعْطِيتُ مَفَاتِيحَ خَزَائِنِ الْأَرْضِ، أَوْمَفَاتِيحَ الْأَرْضِ، وَإِنِّي وَاللهِ مَا أَخَافُ

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب المغازي، باب غزوة أحد، ۴: ۱۴۸۶، رقم: ۳۸۱۶

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الفضائل، باب إثبات حوض نبينا ﷺ وصفاته، ۴: ۱۷۹۶، رقم: ۲۲۹۶

۳۔ أبو داود، السنن، كتاب الجنائز، باب الميت يصلي على قبره بعد حين، ۳: ۲۱۶، رقم: ۳۲۲۴

۴۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۱۵۴

۵۔ طبراني، المعجم الكبير، ۱۷: ۲۷۹، رقم: ۷۶۸

۶۔ بيهقي، السنن الكبرى، ۴: ۱۴، رقم: ۶۶۰۱

۷۔ شيباني، الآحاد والمثاني، ۵: ۴۵، رقم: ۲۵۸۳

عَلَيْكُمْ أَنْ تُشْرِكُوْا بَعْدِي وَلٰـكِنْ أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تَتَنَافَسُوْا فِيهَا. (۱)

’’حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک میں تمہارا پیش رو اور تم پر گواہ ہوں۔ اللہ رب العزت کی قسم! میں اپنے حوض کو اس وقت بھی دیکھ رہا ہوں اور بیشک مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں (یا فرمایا: زمین کی کنجیاں) عطا کر دی گئی ہیں اور اللہ رب العزت کی قسم! مجھے یہ ڈر نہیں کہ میرے بعد تم شرک کرنے لگو گے بلکہ مجھے ڈر اس بات کا ہے کہ تم دنیا کی محبت میں مبتلا ہو جاؤ گے۔‘‘

۱۶۵۔ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رضی الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی الله عليه وآله وسلم: إِنِّي لَسْتُ أَخْشٰى عَلَيْكُمْ أَنْ تُشْرِكُوْا بَعْدِي، وَلٰـكِنِّي أَخْشٰى عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا أَنْ تَنَافَسُوْا فِيْهَا، وَتَقْتَتِلُوْا فَتَهْلِكُوْا كَمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ. قَالَ عُقْبَةُ: فَكَانَ اٰخِرَ مَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صلی الله عليه وآله وسلم عَلَى الْمِنْبَرِ. (۲)

’’حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے تمہارے متعلق اس بات کا تو ڈر ہی نہیں ہے کہ تم میرے بعد شرک کرو گے

---

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب المناقب، باب علامات النبوة في الإسلام، ۳: ۱۳۱۷، رقم: ۳۴۰۱

۲۔ بخاري، الصحيح، كتاب الرقاق، باب ما يحذر من زهرة الدنيا والتنافس فيها، ۵: ۲۳۶۱، الرقم: ۶۰۶۱

۳۔ مسلم، الصحيح، كتاب الفضائل، باب إثبات حوض نبينا صلی الله عليه وآله وسلم وصفاته، ۴: ۱۷۹۵، رقم: ۲۲۹۶

۴۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۱۵۳

(۲) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الفضائل، باب إثبات حوض نبينا صلی الله عليه وآله وسلم وصفاته، ۴: ۱۷۹۶، رقم: ۲۲۹۶

۲۔ طبراني، المعجم الكبير، ۱۷: ۲۷۹، رقم: ۷۶۹

بلکہ مجھے ڈر ہے کہ تم دنیا کی محبت میں گرفتار ہو جاؤ گے اور آپس میں لڑو گے اور ہلاک ہو گے جیسا کہ تم سے پہلے لوگ ہوئے۔ حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: یہ آخری بار تھی جب میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو منبر پر جلوہ افروز دیکھا۔''

تاریخ انبیاء شاہد عادل ہے کہ دنیا میں جب بھی لوگ توحید باری تعالیٰ کا پیغام بھلا کر کفر و شرک کی گمراہی میں مبتلا ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کے لئے کسی نہ کسی نئے پیغمبر کو مبعوث فرما دیا۔ یہ سلسلہ حضور نبی اکرم ﷺ کی بعثت تک جاری رہا۔ آپ ﷺ کی بعثت کے بعد انبیاء کی آمد کا یہ سلسلہ اختتام پذیر ہو گیا اور کسی نئے نبی کی بعثت کی ضرورت نہ رہی، کیونکہ اس امت کے شرک میں مبتلا ہونے کا خوف نہیں۔ مذکورہ بالا احادیث مبارکہ اسی حقیقت کے بیان پر مشتمل ہیں۔

اُمّت میں اَئمہ مجدّدین کے بھیجے جانے سے استدلال

۱۶۶۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ فِيْمَا أَعْلَمُ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ قَالَ: إِنَّ اللهَ عزوجل يَبْعَثُ لِهٰذِهِ الْأُمَّةِ عَلَى رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُّجَدِّدُ لَهَا دِيْنَهَا. (۱)

---

(۱) ۱۔ أبو داود، السنن، کتاب الملاحم، باب ما یذکر فی قرن المئة، ۴: ۱۰۹ رقم: ۴۲۹۱

۲۔ حاکم، المستدرک علی الصحیحین، ۴: ۵۶۷، ۵۶۸، رقم: ۸۵۹۲، ۸۵۹۳

۳۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۶: ۳۲۳، رقم: ۶۵۲۷

۴۔ دیلمي، مسند الفردوس، ۱: ۱۴۸، رقم: ۵۳۲

۵۔ دانی، السنن الواردة فی الفتن، ۳: ۷۴۲، رقم: ۳۶۴

۶۔ ابن عساکر، تاریخ دمشق الکبیر، ۵۱: ۳۳۸، ۳۴۱

۷۔ خطیب بغدادي، تاریخ بغداد، ۲: ۶۱

’’حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس (علم) میں سے جو آپ نے حضور نبی اکرم ﷺ سے سیکھا، روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس امت کے لئے ہر صدی کے آخر میں کسی ایسے شخص (یا اشخاص) کو پیدا فرمائے گا جو اس (امت) کے لئے اس کے دین کی تجدید کرے گا۔‘‘

۱۶۷۔ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: إِنَّ أَدْنَى الرِّيَاءِ شِرْکٌ وَأَحَبَّ الْعَبِيْدِ إِلَى اللهِ تَبَارَکَ وَتَعَالَى الْأَتْقِيَاءُ الْأَخْفِيَاءُ الَّذِيْنَ إِذَا غَابُوْا لَمْ يُفْتَقَدُوْا وَإِذَا شَهِدُوْا لَمْ يُعْرَفُوْا أُوْلَئِکَ أَئِمَّةُ الْهُدٰى وَمَصَابِيْحُ الْعِلْمِ. (۱)

۱۶۸۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: مَنْ تَمَسَّکَ بِسُنَّتِي عِنْدَ فَسَادِ أُمَّتِي فَلَهُ أَجْرُ مِائَةِ شَهِيْدٍ. (۲)

’’حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے اس وقت میری سنت کو مضبوطی سے تھاما جب میری امت

---

(۱) ۱۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۳۰۳، رقم: ۵۱۸۲
۲۔ طبراني، المعجم الکبير، ۲۰: ۳۶، رقم: ۵۳
۳۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۵: ۱۶۳، رقم: ۴۹۵۰
۴۔ قضاعي، مسند الشهاب، ۲: ۲۵۲، رقم: ۱۲۹۸
۵۔ بيهقي، کتاب الزهد، ۲: ۱۱۲

(۲) ۱۔ بيهقي، کتاب الزهد الکبير، ۲: ۱۱۸، رقم: ۲۰۷
۲۔ أبو نعيم، حلية الأولياء ۸: ۲۰۰
۳۔ ديلمي، مسند الفردوس، ۴: ۱۹۸، رقم: ۶۶۰۸
۴۔ منذري، الترغيب والترهيب، ۱: ۴۱، رقم: ۶۵
۵۔ ذهبي، ميزان الاعتدال، ۲: ۲۷۰
۶۔ مزي، تهذيب الکمال، ۲۴: ۳۶۴

فساد میں مبتلا ہو چکی ہوگی تو اس کے لئے سو شہیدوں کے برابر ثواب ہے۔‘‘

۱۶۹۔ عَنْ كَثِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْمُزَنِيِّ رضی الله عنه عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: إِنَّ الدِّيْنَ (أَوْ قَالَ: إِنَّ الإِسْلَامَ) بَدَأَ غَرِيْبًا وَسَيَعُوْدُ غَرِيْبًا كَمَا بَدَأَ فَطُوْبٰى لِلْغُرَبَاءِ قِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ! مَنِ الْغُرَبَاءُ؟ قَالَ: اَلَّذِيْنَ يُحْيُوْنَ سُنَّتِي وَيُعَلِّمُوْنَهَا عِبَادَ اللهِ. (۱)

’’حضرت کثیر بن عبد اللہ مزنی بواسطہ والد اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بیشک دین (یا فرمایا: اسلام) کی ابتداء غریبوں سے ہوئی اور غریبوں میں ہی لوٹے گا جس طرح کہ اس کا آغاز ہوا تھا، سو غریبوں کو مبارک ہو۔ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! غرباء کون ہیں؟ فرمایا: وہ لوگ جو میری سنتوں کو زندہ کرتے اور اللہ کے بندوں کو ان کی تعلیم دیتے ہیں۔‘‘

۱۷۰۔ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ رضي الله عنهما قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: رَحْمَةُ اللهِ عَلَى خُلَفَائِي ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، قَالُوْا: وَمَنْ خُلَفَاؤُكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ؟ قَالَ: اَلَّذِيْنَ يُحْيُوْنَ سُنَّتِي وَيُعَلِّمُوْنَهَا النَّاسَ. (۲)

’’حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میرے خلفاء پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔ یہ تین مرتبہ فرمایا۔ صحابہ کرام

---

(۱) ۱۔ قضاعي، مسند الشهاب، ۲: ۱۳۸، رقم: ۱۰۵۲، ۱۰۵۳

۲۔ بيهقي، كتاب الزهد الكبير، ۲: ۱۱۷، رقم: ۲۰۵

۳۔ سيوطي، مفتاح الجنة، ۱: ۶۷

(۲) ۱۔ ابن عساكر، تاريخ دمشق الكبير، ۵۱: ۶۱

۲۔ ابن عبد البر، جامع بيان العلم وفضله، ۱: ۴۶

۳۔ ہندی، كنز العمال، ۱۰: ۲۲۹، الرقم: ۲۹۲۰۹

ﷺ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کے خلفاء کون لوگ ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ (لوگ) جو میری سنتوں کو زندہ کرتے ہیں اور (دوسرے) لوگوں کو ان کی تعلیم دیتے ہیں۔‘‘

پہلی امتوں میں یہ نظام تھا کہ جب لوگ کسی نبی کی تعلیمات کو فراموش کر دیتے تو ایک نیا نبی مبعوث کر دیا جاتا جو انہیں بھولا ہوا سبق یاد دلاتا۔ امتِ محمدی ﷺ کا نظام اس سے قطعاً مختلف ہے۔ اس امت کی ہدایت و رہنمائی کے لئے نبی نہیں بھیجے جائیں گے بلکہ مجددین بھیجے جائیں گے جو اصلاحِ احوال کا فریضہ سر انجام دیں گے۔ مذکورہ بالا احادیث اسی مضمون کو بیان کر رہی ہیں۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ آخری نبی ہیں اور آپ ﷺ کے بعد آپ کی امت میں تجدید و احیائے دین کا کام قیامت تک ائمہ و مجددین اور صلحاء امت کریں گے۔ اس مقصد کے لئے کسی پہلی امتوں کی طرح انبیاء کو مبعوث نہیں کیا جائے گا۔

اہلِ بیت اَطہار کے ذریعہ نجات ہونے سے استدلال

۱۷۱۔ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رضی الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: إِنِّي تَارِكٌ فِيْكُمْ خَلِيْفَتَيْنِ: كِتَابَ اللهِ حَبْلٌ مَمْدُوْدٌ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ. أَوْ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ، وَعِتْرَتِي أَهْلَ بَيْتِي، وَإِنَّهُمَا لَنْ يَّتَفَرَّقَا حَتَّى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ. (۱)

’’حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بے شک میں تم میں دو نائب چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ ایک اللہ تعالیٰ کی کتاب جو کہ آسمان و زمین کے درمیان پھیلی ہوئی رسی (کی طرح) ہے اور میری عترت

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۱۸۱، رقم: ۲۱۶۱۸
۲۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۹: ۱۶۲

یعنی میرے اہلِ بیت اور یہ دونوں اس وقت تک ہرگز جدا نہیں ہوں گے جب تک یہ میرے پاس حوضِ کوثر پر نہیں پہنچ جاتے۔‘‘

۱۷۲۔ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: أَيُّهَا النَّاسُ! إِنِّي تَارِكٌ فِيْكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوْا إِنِ اتَّبَعْتُمُوْهُمَا، وَهُمَا: كِتَابُ اللهِ، وَأَهْلُ بَيْتِيْ عِتْرَتِي. ثُمَّ قَالَ: أَ تَعْلَمُوْنَ أَنِّي أَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالُوْا: نَعَمْ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ. (۱)

’’حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جانے والا ہوں اور اگر تم ان کی اتباع کرو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے اور وہ دو چیزیں کتاب اللہ اور میرے اہل بیت ہیں پھر آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو میں مؤمنین کی جانوں سے بڑھ کر انہیں عزیز ہوں آپ ﷺ نے ایسا تین مرتبہ فرمایا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: ہاں، یا رسول اللہ! تو حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس کا میں مولی ہوں علی بھی اس کا مولیٰ ہے۔‘‘

۱۷۳۔ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ رضي الله عنه فِي رِوَايَةٍ طَوِيْلَةٍ: قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: انْظُرُوْا كَيْفَ تَخْلُفُوْنِي فِي الثَّقَلَيْنِ. فَنَادٰى مُنَادٍ: وَمَا الثَّقَلَانِ يَا رَسُوْلَ اللهِ؟ قَالَ: كِتَابُ اللهِ طَرَفٌ بِيَدِ اللهِ وَطَرَفٌ بِأَيْدِيْكُمْ فَاسْتَمْسِكُوْا بِهِ لَا تَضِلُّوْا، وَالآخَرُ عِتْرَتِي وَإِنَّ اللَّطِيْفَ الْخَبِيْرَ نَبَّأَنِي أَنَّهُمَا لَنْ يَّتَفَرَّقَا حَتّٰى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ، سَأَلْتُ رَبِّي ذٰلِكَ لَهُمَا، فَلَا تَقَدَّمُوْهُمَا فَتَهْلِكُوْا، وَلَا تَقْصُرُوْا عَنْهُمَا فَتَهْلِكُوْا، وَلَا

(۱) حاکم، المستدرک علی الصحیحین، ۳: ۱۱۸، رقم: ۴۵۷۷

تُعَلِّمُوْهُمْ فَإِنَّهُمْ أَعْلَمُ مِنْكُمْ ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِ عَلِيٍّ فَقَالَ: مَنْ كُنْتُ أَوْلَى بِهِ مِنْ نَفْسِي فَعَلِيٌّ وَلِيُّهُ. اَللّٰهُمَّ، وَالِ مَنْ وَالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ.(۱)

''حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ ایک طویل روایت میں بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پس یہ دیکھو کہ تم دو بھاری چیزوں میں مجھے کیسے باقی رکھتے ہو۔ پس ایک نداء دینے والے نے ندا دی کہ یا رسول اللہ! وہ دو بھاری چیزیں کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی کتاب جس کا ایک کنارا اللہ عزوجل کے ہاتھ میں اور دوسرا کنارا تمہارے ہاتھوں میں ہے پس اگر تم اسے مضبوطی سے تھامے رہو تو کبھی بھی گمراہ نہیں ہو گے اور دوسری چیز میری عترت ہے اور بے شک اس لطیف خبیر رب تعالیٰ نے مجھے خبر دی ہے کہ یہ دونوں چیزیں کبھی بھی جدا نہیں ہوں گی یہاں تک کہ یہ میرے پاس حوض پر حاضر ہوں گی اور ایسا ان کے لئے میں نے اپنے رب سے مانگا ہے۔ پس تم لوگ ان پر پیش قدمی نہ کرو کہ ہلاک ہو جاؤ اور نہ ہی ان سے پیچھے رہو کہ ہلاک ہو جاؤ اور نہ ان کو سکھاؤ کیونکہ یہ تم سے زیادہ جانتے ہیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا: پس میں جس کی جان سے بڑھ کر اسے عزیز ہوں تو یہ علی اس کا مولیٰ ہے اے اللہ! جو علی کو اپنا دوست رکھتا ہے تو اسے اپنا دوست رکھ اور جو علی سے عداوت رکھتا ہے تو اس سے عداوت رکھ۔''

۱۷۴۔ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: إِذَا صَلَّيْتُمْ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَأَحْسِنُوْا الصَّلَاةَ عَلَيْهِ فَإِنَّكُمْ لَا تَدْرُوْنَ لَعَلَّ ذٰلِكَ يُعْرَضُ عَلَيْهِ. قَالَ: فَقَالُوْا لَهُ: فَعَلِّمْنَا قَالَ: قُوْلُوْا: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلَاتَكَ وَرَحْمَتَكَ وَبَرَكَاتِكَ عَلَى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَإِمَامِ الْمُتَّقِيْنَ وَخَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ إِمَامِ الْخَيْرِ وَقَائِدِ الْخَيْرِ

(۱) طبراني، المعجم الكبير، ۵: ۱۶۶، رقم: ۴۹۷۱

وَرَسُوْلِ الرَّحْمَةِ، اَللّٰهُمَّ ابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُوْدًا يَغْبِطُهُ بِهِ الْأَوَّلُوْنَ وَالْاٰخِرُوْنَ، اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ.(۱)

''حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب تم حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں درودِ پاک کا نذرانہ پیش کرو تو نہایت خوبصورت انداز سے پیش کیا کرو کیونکہ شاید تم نہیں جانتے کہ یہ (ہدیہ درود) آپ ﷺ کی بارگاہ میں پیش کیا جاتا ہے تو بیان کیا کہ لوگوں نے ان سے عرض کیا: تو آپ ہی ہمیں (کوئی خوبصورت طریقہ) سکھا دیں تو انہوں نے فرمایا: تم اس طرح کہو: اے اللہ! تو اپنے درود، رحمتیں اور (تمام) برکتیں تمام رسولوں کے سردار، تمام پرہیزگاروں کے امام اور انبیاء کے خاتم (یعنی سب سے آخری نبی) تیرے (خاص) بندے اور (سچے) رسول تمام خیر اور بھلائیوں کے امام و قائد (یعنی تمام بھلائیاں جن کے نقشِ پا سے جنم لیتی ہیں) اور رسول رحمت (وبرکت) کے لئے خاص فرما، اے اللہ! حضور نبی اکرم ﷺ کو اس مقامِ محمود پر فائز فرما (جس کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے اور) جس پر تمام اولین و آخرین (یعنی تخلیق کائنات سے روزِ

(۱) ۱۔ ابن ماجة، السنن، كتاب إقامة الصّلاة والسنة فيها، باب الصلاة على النبي ﷺ، ۱: ۲۹۳، رقم: ۹۰۶

۲۔ عبد الرزاق، المصنف، ۲: ۲۱۴، رقم: ۳۱۱۲

۳۔ أبو يعلى، المسند، ۹: ۱۷۵، رقم: ۵۲۶۷

۴۔ طبراني، المعجم الكبير، ۹: ۱۱۵، رقم: ۸۵۹۴

۵۔ بيهقي، شعب الإيمان، ۲: ۲۰۸، رقم: ۱۵۵۰

۶۔ منذري، الترغيب والترهيب، ۲: ۳۲۹، رقم: ۲۵۸۸

قیامت تک) کے تمام لوگ رشک کریں گے، اے اللہ! تو درود بھیج حضور نبی اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کی آل پر جیسا کہ تو نے درود بھیجا حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر، بے شک تو تعریف کیا ہوا اور بزرگی والا ہے، اے اللہ! تو برکت عطا فرما حضور نبی اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کی آل کو جیسا کہ تو نے برکت عطا فرمائی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل کو بے شک تو بہت زیادہ تعریف کیا ہوا اور بزرگی والا ہے۔‘‘

۱۷۵۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رضي الله عنهما قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ: يَا أَيُّهَاالنَّاسُ! إِنِّي قَدْ تَرَكْتُ فِيْكُمْ مَا إِنْ أَخَذْتُمْ بِهِ لَنْ تَضِلُّوْا: كِتَابَ اللهِ، وَعِتْرَتِي أَهْلَ بَيْتِي. (۱)

’’حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے سنا حضور نبی اکرم ﷺ فرمارہے تھے: اے لوگو! میں تمہارے درمیان ایسی چیزیں چھوڑ رہا ہوں کہ اگر تم انہیں پکڑے رکھو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔ (ان میں سے ایک) اللہ تعالیٰ کی کتاب اور (دوسری چیز) میرے گھر والے ہیں۔‘‘

۱۷۶۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رضي الله عنهما قَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ فِي حَجَّتِهِ يَوْمَ عَرَفَةَ وَهُوَ عَلٰى نَاقَتِهِ الْقَصْوَاءِ يَخْطُبُ فَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنِّيْ قَدْ تَرَكْتُ فِيْكُمْ مَا إِنْ أَخَذْتُمْ بِهِ لَنْ تَضِلُّوْا، كِتَابَ

---

(۱) ۱۔ ترمذی، السنن، کتاب المناقب، باب مناقب أهل بيت النبي ﷺ، ۵: ۶۶۲، رقم: ۳۷۸۶

۲۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۵: ۸۹، رقم: ۴۷۵۷

۳۔ طبراني، المعجم الكبير، ۳: ۶۶، رقم: ۲۶۸۰

۴۔ ابن كثير، تفسير القرآن العظيم، ۴: ۱۱۴

اللهِ وَعِتْرَتِي أَهْلَ بَيْتِي. (۱)

’’حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو دورانِ حج عرفہ کے دن دیکھا کہ آپ ﷺ اپنی اونٹنی قصواء پر سوار خطاب فرما رہے ہیں۔ پس میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: اے لوگو! میں نے تم میں وہ چیز چھوڑی ہے کہ اگر تم اسے مضبوطی سے تھام لو تو کبھی گمراہ نہیں ہوگے اور وہ چیز کتاب اللہ اور میری عترت اہلِ بیت ہیں۔‘‘

۱۷۷۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: اَلنُّجُوْمُ أَمَانٌ لِأَهْلِ الْأَرْضِ مِنَ الْغَرْقِ وَأَهْلُ بَيْتِي أَمَانٌ لِأُمَّتِي مِنَ الإِخْتِلاَفِ، فَإِذَا خَالَفَتْهَا قَبِيْلَةٌ مِنَ الْعَرَبِ اخْتَلَفُوْا فَصَارُوْا حِزْبَ إِبْلِيْسَ. (۲)

’’حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ستارے اہلِ زمین کو غرق ہونے (یعنی گم ہونے اور بھٹکنے) سے بچانے والے ہیں اور میرے اہلِ بیت میری امت کو اختلاف سے بچانے والے ہیں اور جب کوئی قبیلہ ان کی مخالفت کرتا ہے تو اس میں اختلاف پڑ جاتا ہے یہاں تک کہ وہ شیطان کی جماعت میں سے ہو جاتا ہے۔‘‘

۱۷۸۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: مَثَلُ أَهْلِ

---

(۱) ۱۔ ترمذی، السنن، کتاب المناقب، باب مناقب أهل بيت النبي ﷺ، ۵: ۶۶۲، رقم: ۳۷۸۶
۲۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۵: ۸۹، رقم: ۴۷۵۷
۳۔ طبراني، المعجم الكبير، ۳: ۶۶، رقم: ۲۶۸۰
۴۔ حكيم ترمذي، نوادر الأصول، ۱: ۲۵۸
۵۔ قزويني، التدوين في أخبار قزوين، ۲: ۲۶۶

(۲) حاكم، المستدرك على الصحيحين، ۳: ۱۶۲، رقم: ۴۷۱۵

بَيْتِي مَثَلُ سَفِينَةِ نُوحٍ عليه السلام، مَنْ رَكِبَ فِيهَا نَجا، وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا غَرِقَ. وفي رواية: عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ رضي الله عنهما قَالَ: مَنْ رَكِبَهَا سَلِمَ، وَمَنْ تَرَكَهَا غَرِقَ.(۱)

’’حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے اہلِ بیت کی مثال حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی سی ہے جو اس میں سوار ہوگیا وہ نجات پا گیا اور جو اس سے پیچھے رہ گیا وہ غرق ہو گیا۔

’’اور ایک روایت میں حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو اس میں سوار ہوا وہ سلامتی پا گیا اور جس نے اسے چھوڑ دیا وہ غرق ہو گیا۔‘‘

۱۷۹۔ عَنْ أَبِي ذَرٍّ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم: مَثَلُ أَهْلِ بَيْتِي مَثَلُ سَفِيْنَةِ نُوحٍ عليه السلام: مَنْ رَكِبَ فِيهَا نَجا، وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا غَرِقَ، وَمَنْ قَاتَلَنَا فِي آخِرِ الزَّمَانِ فَكَأَنَّمَا قَاتَلَ مَعَ الدَّجَّالِ.(۲)

---

(۱) ۱۔ طبراني، المعجم الكبير، ۱۲: ۳۴، رقم: ۲۳۸۸،
۲۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۴: ۱۰، رقم: ۳۴۷۸
۳۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۵: ۳۵۵، رقم: ۵۵۳۶
۴۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۶: ۸۵، رقم: ۵۸۷۰
۵۔ طبراني، المعجم الصغير، ۱: ۲۴۰، رقم: ۳۹۱
۶۔ طبراني، المعجم الصغير، ۲: ۸۴، رقم: ۸۲۵
۷۔ بزار، المسند، ۹: ۳۴۳، رقم: ۳۹۰۰
۸۔ حاكم، المستدرك على الصحيحين، ۳: ۱۶۳، رقم: ۴۷۲۰
۹۔ ديلمي، مسند الفردوس، ۱: ۲۳۸، رقم: ۹۱۶
۱۰۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۹: ۱۶۸

(۲) ۱۔ طبراني، المعجم الكبير، ۳: ۴۵، رقم: ۲۶۳۷

←

’’حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میرے اہلِ بیت کی مثال حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی سی ہے جو اس میں سوار ہو گیا نجات پا گیا اور جو اس سے پیچھے رہ گیا وہ غرق ہو گیا اور آخری زمانہ میں جو ہمیں (اہلِ بیت کو) قتل کرے گا گویا وہ دجال کے ساتھ مل کر قتال کرنے والا ہے (یعنی وہ دجال کے ساتھیوں میں سے ہے)۔‘‘

مذکورہ بالا احادیث سے واضح ہے کہ صرف حضور نبی اکرم ﷺ کے اہل بیت امت کی پیشوائی و رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیں گے۔ اہل بیت عظام اور قرآن کریم باہم یک دگر لازم و ملزوم ہیں۔قرآن اہل بیت سے جدا نہیں اور اہل بیت قرآن سے جدا نہیں۔ قرآن کو صحیح معنوں میں سمجھنے والے بھی یہی ہیں اور اس کے احکام پر کما حقہ عمل کرنے والے بھی یہ ہیں۔ اہل بیت اور قرآن کی یہ رفاقت قیامت تک قائم ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے اہل بیت امت کی رہنمائی قیامت تک جاری و ساری ہے۔ ان کے ہوتے ہوئے امت کی ہدایت کے لئے کسی نئے نبی کی ضرورت نہیں۔ اہل بیتِ اطہار درحقیقت فیض نبوت محمدی ﷺ کے امین ہیں جن کے نفوس قدسیہ سے ہر خاص وعام مستفیض ہو رہا ہے۔ اسی طرح اہل بیتِ محمدی ﷺ قیامت تک امت کے لئے امان اور ذریعہ نجات ہیں۔ جو ان کے دامن سے وابستہ ہو گیا وہ دنیا و آخرت میں کامیاب وکامران ہو گیا۔ جو اِن سے اعراض کرے گا وہ ذلیل و رسوا ہو کر تباہ و برباد ہو گا۔

احادیث مبارکہ میں اہل بیت کا ذکر قرآن حکیم کے ساتھ کیا گیا ہے جس سے یہ نکتہ اخذ ہوتا ہے کہ جس طرح قرآن حکیم تا قیامت امت کے لیے سرچشمہ ہدایت ہے اسی طرح حضور نبی اکرم ﷺ کے اہل بیت تا قیامت امت کے لیے ذریعہ نجات ہیں لٰہذا امت محمدی ﷺ کو کسی نئے نجات دہندہ کی ضرورت نہیں۔ اگر حضور نبی اکرم ﷺ کے

۲۔ قضاعي، مسند الشهاب، ۲: ۲۷۳، رقم: ۱۳۴۳

۳۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۹: ۱۶۸

بعد کسی نئے نبی کو آنا ہوتا تو اہلِ بیت محمدی ﷺ کے ساتھ اس کے اہلِ بیت کو بھی ذریعہ نجات قرار دیا جاتا۔ مگر احادیث مبارکہ میں اس بات کا کوئی اشارہ نہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ آخری نبی ہیں۔

محشر میں حضور نبی اکرم ﷺ کی ختمِ نبوت کا تذکرہ

حضور نبی اکرم ﷺ کی ختم نبوت ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس کا علم ہر نبی اور ہر قوم کو تھا۔ اس کا اظہار وہ دنیا میں بھی کرتے رہے اور قیامت کے دن بھی کریں گے۔ احادیث مبارکہ سے ثابت ہے کہ میدان محشر میں جہاں آپ کی دیگر شانوں کے تذکرے ہوں گے وہاں آپ ﷺ کی ختم نبوت کا تذکرہ بھی عام ہوگا۔

(۱) حدیثِ شفاعت میں ختم نبوت کا تذکرہ

۱۸۰۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه فِي حَدِيْثٍ طَوِيْلٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: فَيَأْتُوْنَ مُحَمَّدًا ﷺ فَيَقُوْلُونَ: يَا مُحَمَّدُ! أَنْتَ رَسُوْلُ اللهِ وَخَاتَمُ الْأَنْبِيَاءِ وَقَدْ غَفَرَ اللهُ لَکَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَأَخَّرَ اشْفَعْ لَنَا إِلٰی رَبِّکَ. [1]

---

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، کتاب التفسير، باب ذرية من حملنا مع نوح إنه کان عبدا شکورا، ۴: ۱۷۴۵۔ ۱۷۴۶، رقم: ۴۴۳۵

۲۔ مسلم، الصحيح، کتاب الإيمان، باب أدنى أهل الجنةمنزلة فيها، ۱: ۱۸۵، رقم: ۱۹۴

۳۔ ترمذي، الجامع الصحيح، کتاب صفة القيامة والورع، باب ما جاء في الشفاعة، ۴: ۶۲۲، رقم: ۲۴۳۴

۴۔ ابن حبان کی 'الصحیح (۱۴: ۲۸۲، رقم: ۶۴۶۵)' میں خاتم النبیین کے الفاظ ہیں۔

←

’’حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث میں مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: چنانچہ لوگ محمد (ﷺ) کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض گزار ہوں گے، اے محمد! آپ اللہ کے رسول اور انبیاء کرام میں سب سے آخری ہیں! اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف فرما دیئے تھے لہٰذا اپنے رب کے حضور! ہماری شفاعت فرمائیے۔‘‘

۱۸۱۔ عَنْ سَلْمَانَ رضی اللہ عنہ فِي حَدِيْثِ الشَّفَاعَةِ فَيَأْتُوْنَ مُحَمَّدًا فَيَقُوْلُوْنَ: يَا نَبِيَّ اللهِ! فَتَحَ اللهُ بِکَ وَخَتَمَ وَغُفِرَ لَکَ مَا تَقَدَّمَ وَمَا تَأَخَّرَ. (۱)

’’حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے حدیثِ شفاعت میں روایت ہے کہ لوگ حضرت محمد ﷺ کی بارگاہ میں آئیں گے اور پھر عرض کریں گے: اے اللہ کے نبی! اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے (سلسلہ نبوت) کھولا اور بند کیا اور آپ کے صدقے تمام اگلوں پچھلوں کے گناہ معاف فرما دیئے۔‘‘

۱۸۲۔ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ قَالَ: خَطَبَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ عَلٰی مِنْبَرِ الْبَصْرَةِ فَقَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ ...... فَيَأْتُوْنَ عِيْسٰی فَيَقُوْلُوْنَ: يَا عِيْسٰی! اشْفَعْ لَنَا إِلٰی رَبِّکَ فَلْيَقْضِ بَيْنَنَا فَيَقُوْلُ إِنِّي لَسْتُ هُنَاکُمْ إِنِّي اتُّخِذْتُ إِلٰهًا مِنْ دُوْنِ اللهِ وَإِنَّهُ لَا يُهِمُّنِي الْيَوْمَ إِلَّا نَفْسِي وَلٰکِنْ أَرَأَيْتُمْ لَوْ کَانَ مَتَاعٌ فِي وِعَاءٍ مَخْتُوْمٍ عَلَيْهِ أَکَانَ يُقْدَرُ عَلٰی مَا فِي جَوْفِهِ حَتّٰی

.... ۵۔ نسائي، السنن الکبری، ۶: ۳۷۸، رقم: ۱۱۲۸۶

۶۔ ابو عوانه، المسند، ۱: ۱۴۸، رقم: ۴۳۷

۷۔ ابن راهويه، المسند، ۱: ۲۲۸، رقم: ۱۸۴

(۱) ۱۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۶: ۳۰۸، رقم: ۳۱۶۷۵

۲۔ طبراني، المعجم الکبير، ۶: ۲۴۷، رقم: ۶۱۱۷

۳۔ ابن أبي عاصم، السنة، ۲: ۳۸۴، رقم: ۸۱۳

يُفَضَّ الْخَاتَمُ قَالَ: فَيَقُوْلُوْنَ: لَا قَالَ: فَيَقُوْلُ: إِنَّ مُحَمَّدًا ﷺ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ وَقَدْ حَضَرَ الْيَوْمَ وَقَدْ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: فَيَأْتُوْنِي فَيَقُوْلُوْنَ: يَا مُحَمَّدُ! اشْفَعْ لَنَا إِلٰى رَبِّکَ فَلْيَقْضِ بَيْنَنَا فَأَقُوْلُ: أَنَا لَهَا حَتّٰى يَأْذَنَ اللهُ عزوجل لِمَنْ يَّشَاءُ وَيَرْضٰى فَإِذَا أَرَادَ اللهُ تَبَارَکَ وَتَعَالَى أَنْ يَّصْدَعَ بَيْنَ خَلْقِهِ نَادٰى مُنَادٍ أَيْنَ أَحْمَدُ وَأُمَّتُهُ فَنَحْنُ الْآخِرُوْنَ الْأَوَّلُوْنَ نَحْنُ آخِرُ الْأُمَمِ وَأَوَّلُ مَنْ يُّحَاسَبُ.(۱)

’’حضرت ابونضرہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بصرہ کے منبر پر ہم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ...... پس لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور عرض کریں گے: اے عیسیٰ! اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کر دیجئے کہ ہمارا فیصلہ فرمائے۔ اس پر وہ کہیں گے: میں اس کام کے لیے نہیں ہوں کیونکہ (دنیا میں) اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر مجھے معبود بنا یا گیا لیکن کیا تم جانتے ہو کہ اگر کسی برتن کو بند کر کے اس پر مہر لگا دی جائے تو کیا اس برتن کی چیز کو اس وقت تک لے سکتے ہیں جب تک کہ اس کی مہر نہ توڑی جائے۔ لوگ کہیں گے کہ ایسا تو نہیں ہوسکتا پھر عیسیٰ (علیہ السلام) فرمائیں گے کہ پس محمد ﷺ جو انبیاء کے خاتمہ پر بمنزلہ مہر کے ہیں، آج تشریف فرما ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف فرما دیئے تھے۔ (تم ان کے پاس جاؤ) حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ لوگ یہ سن کر میرے پاس آئیں اور کہیں گے کہ یا محمد! آپ ہی

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۲۸۱، رقم: ۲۵۴۶
۲۔ أبو یعلی، المسند، ۴: ۲۱۶، رقم: ۲۳۲۸
۳۔ مروزي، تعظیم قدر الصّلاۃ، ۱: ۲۷۴
۴۔ ہیثمي، مجمع الزوائد، ۱۰: ۳۷۲

ہماری شفاعت فرمائیے تاکہ ہمارا حساب ہو جائے میں کہوں گا کہ ہاں میں ہوں شفاعت کے لئے۔ پھر جب اللہ ﷻ فیصلہ کرنا چاہے گا ایک منادی پکارے گا، کہاں ہیں أحمد اور ان کی امت؟ پس ہم ہی سب سے آخری اور سب سے پہلے ہیں، ہم سب امتوں سے پیچھے آئے اور سب سے پہلے حساب ہمارا ہوگا۔‘‘

مذکورہ بالا احادیث مبارکہ میں بیان کیا گیا ہے کہ روز قیامت ساری امتیں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک باری باری سب نبیوں کے پاس حاضر ہو کر قیامت کی ہولناکیوں سے نجات کے لئے شفاعت کی درخواست کریں گی۔ جب وہ ہر طرف سے مایوس ہو کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوں گی تو وہ انہیں حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں بھیج دیں گے۔ وہ لوگ آپ ﷺ کے پاس آئیں گے تو آپ ﷺ فرمائیں گے کہ میں اسی کام لئے ہوں، آپ ﷺ انہیں کسی دوسرے نبی کے پاس نہیں بھیجیں گے۔ اگر آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی ہوتا تو آپ روزِ محشر تمام امتوں کو اس کی طرف بھیجتے۔ معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ ان احادیث میں خاتم النبیین کے صریح الفاظ بھی آپ ﷺ کی ختم نبوت کے آئینہ دار ہیں۔

(۲) حضور ﷺ اور آپ کی امت کی گواہی پر قومِ نوح کا تعجب!

۱۸۳۔ عَنْ وَهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ ذَكَرَ الْحَسَنُ بْنُ أَبِي الْحَسَنِ عَنْ سَبْعَةِ رَهْطٍ شَهِدُوْا بَدْرًا قَالَ وَهْبٌ وَقَدْ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبَّاسٍ كُلُّهُمْ رَفَعُوْا الْحَدِيْثَ إِلٰى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ (ومن هذ الحديث) فَيَقُوْلُ نُوْحٌ لِمُحَمَّدٍ وَأُمَّتِهِ هَلْ تَعْلَمُوْنَ أَنِّيْ بَلَّغْتُ قَوْمِي الرِّسَالَةَ وَاجْتَهَدْتُ لَهُمْ بِالنَّصِيْحَةِ وَجَهَدْتُ أَنِ اسْتَنْقِذَهُمْ مِنَ النَّارِ سِرًّا وَجِهَارًا فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَائِي إِلَّا فِرَارًا فَيَقُوْلُ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ وَأُمَّتُهُ فَإِنَّا نَشْهَدُ بِمَا نَشَدْتَنَا بِهِ إِنَّكَ فِي جَمِيْعِ مَا قُلْتَ مِنَ الصَّادِقِيْنَ فَيَقُوْلُ قَوْمُ نُوْحٍ وَأَنّٰى عَلِمْتَ هٰذَا يَا أَحْمَدُ! اَنْتَ وَأُمَّتُكَ وَنَحْنُ أَوَّلُ الْأُمَمِ وَأَنْتَ

وَأُمَّتُکَ آخِرُ الْأُمَمِ.(۱)

’’حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں حضرت حسن بن ابی الحسن نے سات بدری صحابہ کرام سے روایت کیا، اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے مجھے بیان کیا اور اس حدیث کو تمام لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مرفوعًا روایت کیا ہے۔ (اس حدیث میں سے یہ ہے) کہ حضرت نوح علیہ السلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت سے کہیں گے: کیا آپ جانتے ہیں کہ میں نے اپنی قوم کو (الوہی) پیغام پہنچا دیا تھا اور ان کی خیر خواہی کے لئے انتھک محنت کی اور انہیں دوزخ کی آگ سے بچانے کے لئے پوشیدہ اور اعلانیہ جدوجہد کی، مگر انہوں نے میری پکار کے جواب میں راہِ فرار اختیار کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی اُمت جواب دیں گے کہ جو کچھ آپ نے فرمایا ہے سچ ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کہے گی: یا احمد(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ! آپ نے اور آپ کی اُمت نے (ہمارے بارے میں) کہاں سے جانا حالانکہ ہم پہلی امت ہیں جبکہ آپ آخری رسول اور آپ کی امت آخری امت ہے۔‘‘

اِس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری نبی اور اُمت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری امت ہے۔

یہ گواہی دو کہ میں خاتمِ انبیاء و رُسل ہوں

۱۸۴۔ عَنْ زَیْدِ بْنِ حَارِثَةَ فِي قِصَّةٍ طَوِیْلَةٍ لَّهُ حِینَ جَاءَتْ عَشِیْرَتُهُ یَطْلُبُوْنَهُ مِنْ عِنْدِ رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بَعْدَ مَا أَسْلَمَ فَقَالُوْا لَهُ: إِمْضِ مَعَنَا یَا زَیْدُ فَقَالَ: مَا أُرِیْدُ بِرَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بَدَلًا وَلَا غَیْرِهٖ أَحَدًا فَقَالُوْا: یَا مُحَمَّدُ! اِنَّا مُعْطُوْکَ بِهٰذَا الْغُلَامِ دِیَّاتٍ فَسَمِّ مَا شِئْتَ فَإِنَّا

(۱) ۱۔ حاکم، المستدرک علی الصحیحین، ۲: ۵۹۷، رقم: ۴۰۱۲

۲۔ ہندی، کنز العمال، ۲: ۲۴۱، رقم: ۴۶۸۰

حَامِلُوْهُ إِلَيْکَ فَقَالَ: أَسْئَلُکُمْ أَنْ تَشْهَدُوْا أَنْ لَّا إِلٰـهَ اِلَّا اللهُ وَأَنِّي خَاتَمُ أَنْبِيَائِهِ وَرُسُلِهِ وَأُرْسِلُهُ مَعَکُمْ. (۱)

’’حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے مروی ان کے ایک طویل واقعہ میں ہے کہ ان کے قبول اسلام کے بعد جب ان کا خاندان انہیں لینے کے لیے رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔ تو انہوں نے حضرت زید سے کہا: اے زید! ہمارے ساتھ چلو تو انہوں نے کہا: میں نہ تو رسول اللہ ﷺ کے بدلہ میں کچھ لینا چاہتا ہوں اور نہ آپ ﷺ کے سوا کسی کے پاس جانا ہی چاہتا ہوں چنانچہ ان کے خاندان والوں نے کہا: اے محمد! ہم اس لڑکے کے بدلے آپ کو ہر طرح کا معاوضہ دیں گے۔ آپ جس چیز کا نام لیں گے ہم آپ کی خدمت میں حاضر کر دیں گے تو اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں تم سے صرف اس بات کا مطالبہ کرتا ہوں کہ تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ تعالیٰ کے انبیاء و رسل کا خاتم ہوں۔ پس میں اس لڑکے کو تمہارے ساتھ روانہ کر دوں گا۔‘‘

حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے خاندان سے شہادت توحید کے ساتھ اپنے خاتم الأنبیاء و الرسل ہونے کی شہادت طلب فرما کر عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت وضرورت کو مزید اجاگر فرما دیا۔

حضرت آدم علیہ السلام کے شانوں پرِ ختمِ نبوت کی شہادت

۱۸۵۔ عَنْ جَابِرٍ قَالَ: بَيْنَ کَتِفَيْ اٰدَمَ مَکْتُوْبٌ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللهِ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ. (۲)

’’حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: حضرت آدم علیہ السلام کے

(۱) حاکم، المستدرک علی الصحيحين، ۳: ۲۳۵، رقم: ۴۹۴۶

(۲) ۱۔ حلبي، السيرة الحلبية، ۱: ۳۶۰

۲۔ سيوطي، الخصائص الکبری، ۱: ۱۴

شانوں کے درمیان لکھا ہوا تھا: **محمد رسول الله خاتم النبین۔**‘‘

یہ روایت حضور نبی اکرم ﷺ کی ختم نبوت پر صراحتاً دلالت کر رہی ہے۔

۱۸۶۔ (مِنْ حَدِيْثٍ طَوِيلٍ عَنْ وَهْبِ بنِ مُنَبِّهٍ وَمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ:) وتَعْمَرُهُ يَا اٰدَمُ مَا كُنْتَ حَيًّا تَعْمَرُهُ مِنْ بَعْدِكَ الْأُمَمُ وَالْقُرُوْنُ وَالْأَنْبِيَاءُ مِنْ وَلَدِكَ أُمَّةً بَعْدَ أُمَّةٍ وَقَرْنًا بَعْدَ قَرْنٍ وَنَبِيًّا بَعْدَ نَبِيٍّ حَتّٰى يَنْتَهِيَ ذٰلِكَ إِلٰى نَبِيٍّ مِنْ وَلَدِكَ يُقَالُ لَهُ مُحَمَّدٌ وَهُوَ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ. (۱)

’’(حضرت وہب بن منبہ اور حضرت معاذ بن جبل رضي الله عنهما سے مروی ایک طویل حدیث قدسی میں ہے:) اے آدم! جب تک آپ زندہ رہیں گے میرے اس گھر (خانہ کعبہ) کو آباد کریں گے اور آپ کے بعد آپ کی اولاد میں سے مختلف گروہ، طبقات اور انبیاء ایک گروہ کے بعد دوسرا گروہ اور ایک طبقے کے بعد دوسرا طبقہ اور ایک نبی کے بعد دوسرا نبی اسے آباد کریں گے۔ یہاں تک کہ یہ سلسلہ آپ کی اولاد میں سے حضرت محمد ﷺ تک پہنچے گا اور (ان کی شان یہ ہے کہ) وہ تمام نبیوں کے خاتم ہیں۔‘‘

مذکورہ بالا حدیث قدسی میں حضور نبی اکرم ﷺ کو خاتم النبیین کے الفاظ سے یاد فرمایا گیا جو اس معنی پر صراحةً دلالت کر رہے ہیں کہ آپ ﷺ سلسلہ انبیاء کو ختم فرمانے والے ہیں۔ اس حدیث میں یہ بھی واضح کر دیا گیا کہ یہ نبی سب امتوں اور نبیوں کے بعد تشریف لائیں گے۔

ختمِ نبوتِ محمدی ﷺ پر ایک راہب کی گواہی

۱۸۷۔ عَنْ خَلِيْفَةَ بْنِ عَبْدَةَ بْنِ جَرْوَلٍ قَالَ سَأَلْتُ مُحَمَّدَ بْنَ عَدِيِّ بْنِ

(۱) ۱۔ بيهقي، شعب الإيمان، ۳: ۴۳۳، رقم: ۳۹۸۵

۲۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۷: ۲۶۴

۳۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۳: ۲۸۸

رَبِيْعَةَ بْنِ سُوَاءَ ةَ بْنِ جُشْمٍ كَيْفَ سَمَّاكَ أَبُوْكَ مُحَمَّدٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ قَالَ: أَمَا إِنِّي قَدْ سَأَلْتُ أَبِيْ عَمَّا سَأَلْتَنِيْ عَنْهُ فَقَالَ خَرَجْتُ رَابِعَ أَرْبَعَةٍ مِنْ بَنِي تَمِيْمٍ أَنَا أَحَدُهُمْ وَسُفْيَانُ بْنُ مُجَاشِعِ بْنِ دَارِمٍ وَأُسَامَةُ بْنُ مَالِكِ بْنِ جُنْدُبِ بْنِ الْعَنْبَرِ وَيَزِيْدُ بْنُ رَبِيْعَةَ بْنِ كَنَابِيَّةَ بْنِ حَرْقُوْصِ بْنِ مَازِنِ بِزَيْدِ بْنِ جِفْنَةَ بْنِ مَالِكِ بْنِ غَسَّانَ بِالشَّامِ فَلَمَّا قَدِمْنَا الشَّامَ نَزَلْنَا عَلَى غَدِيْرٍ عَلَيْهِ شَجَرَاتٌ لِدَيْرَانِيِّ يَعْنِيْ صَاحِبَ صَوْمَعَةٍ فَقُلْنَا لَوِ اغْتَسَلْنَا مِنْ هٰذَا الْمَاءِ وَادَّهَنَّا وَلَبِسْنَا ثِيَابَنَا ثُمَّ أَتَيْنَا صَاحِبَنَا فَأَشْرَفَ عَلَيْنَا الدَّيْرَانِيُّ فَقَالَ إِنَّ هٰذِهِ لُغَّةٌ مَا هِيَ بِلُغَّةِ أَهْلِ الْبَلَدِ فَقُلْنَا نَعَمْ نَحْنُ قَوْمٌ مِنْ مُضَرَ قَالَ مِنْ أَيِّ مُضَرَ قُلْنَا مِنْ خِنْدِفٍ قَالَ أَمَا إِنَّهُ سَيُبْعَثُ مِنْكُمْ وَشِيْكًا نَبِيٌّ فَسَارِعُوْا وَخُذُوْا بِحَظِّكُمْ مِنْهُ تَرْشُدُوْا فَإِنَّهُ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ فَقُلْنَا مَا اسْمُهُ؟ فَقَالَ مُحَمَّدٌ فَلَمَّا انْصَرَفْنَا مِنْ عِنْدِ ابْنِ جِفْنَةَ وُلِدَ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنَّا غُلَامٌ فَسَمَّاهُ مُحَمَّدًا قَالَ الْعَلَاءُ قَالَ قَيْسُ بْنُ عَاصِمٍ لِلنَّبِيِّ ﷺ تَدْرِيْ مَنْ أَوَّلُ مَنْ عَلِمَ بِكَ مِنَ الْعَرَبِ قَبْلَ أَنْ تُبْعَثَ قَالَ لَا قَالَ بَنُوْ تَمِيْمٍ وَقَصَّ عَلَيْهِ هٰذِهِ الْقِصَّةَ.(۱)

’’خلیفہ بن عبدہ بن جرول کہتے ہیں میں نے محمد بن عدی بن ربیعہ بن سواءۃ

---

(۱) ۱۔ طبراني، المعجم الكبير، ۱۷: ۱۱۱، رقم: ۲۷۳
۲۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۸: ۲۳۳، رقم: ۱۳۸۸۸
۳۔ ابن كثير، البدايه والنهايه، ۲: ۳۳۱
۴۔ عسقلاني، الاصابة في تمييز الصحابة، ۶: ۲۵، ۳۳۸
۵۔ سيوطي، الخصائص الكبري، ۱: ۴۰
۶۔ حلبي، السيرة الحلبية، ۱: ۱۳۳

بن جشم سے پوچھا: تمہارے باپ نے جاہلیت میں تمہارا نام محمد کیسے رکھا؟ انہوں نے کہا: میں نے اپنے باپ سے یہی سوال پوچھا جوتم مجھ سے پوچھا ہے تو انہوں نے کہا: ہم بنوتمیم سے چار افراد نکلے، میں ان میں چوتھا تھا۔ دیگر افراد میں سفیان بن مجاشع بن دارم اور اسامہ بن مالک بن جندب بن العنبر اور یزید بن ربیعہ بن کنابیہ بن حرقوص بن مازن، ہم زید بن جفنہ بن مالک بن غسان کے ساتھ شام کی طرف سفر کے لیے گئے۔ پس جب ہم شام پہنچ گئے تو ہم ایک تالاب کے پاس اترے جس پر ایک راہب کے درخت تھے۔ ہم نے کہا: پہلے ہم اس پانی سے غسل کرتے ہیں، تیل لگاتے ہیں اور کپڑے پہنتے ہیں، پھر اپنے صاحب کے پاس آئیں گے۔ ہمیں راہب نے دیکھا تو کہا: تمہاری زبان اس ملک والوں کی زبان نہیں ہم نے کہا: ہاں ہم مضر قبیلے سے ہیں اس نے کہا کہ کس مضر سے ہم نے کہا خندف سے۔ اس نے کہا: تو سنو! عنقریب تمہاری قوم میں سے ایک نبی مبعوث ہوں گے۔ پس جلدی کرو اور (اس خوش بختی میں سے) اپنا حصہ لے لو۔ تم ان سے ہدایت پاؤ گے وہ **خاتم النبیین** ہیں۔ ہم نے کہا: ان کا نام کیا ہوگا؟ اس نے کہا: محمد (ﷺ)۔ پس جب ہم ابن جفنہ سے لوٹے تو ہم میں سے ہر ایک کے گھر بیٹا پیدا ہوا، سو ہر ایک نے اس کا نام محمد رکھا۔ علاء کہتے ہیں، قیس بن عاصم نے حضور نبی اکرم ﷺ سے کہا: کیا آپ جانتے ہیں کہ آپ کی بعثت سے پہلے عربوں میں سب سے پہلے آپ کو کون جانتا تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں اس نے کہا: بنوتمیم اور پھر آپ ﷺ کو یہ قصہ سنایا۔‘‘

بصریٰ کے بازار میں ایک راہب کا اعلان

۱۸۸۔ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ طَلْحَةَ قَالَ: قَالَ لِي طَلْحَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَضَرْتُ سُوْقَ بُصْرٰى فَإِذَا رَاهِبٌ فِي صَوْمَعَتِهِ يَقُوْلُ سَلُوْا أَهْلَ

هَذَا الْمَوْسَمِ أَ فِيهِمْ أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ الْحَرَمِ قَالَ طَلْحَةُ: قُلْتُ: نَعَمْ أَنَا فَقَالَ: هَلْ ظَهَرَ أَحْمَدُ بَعْدُ؟ قَالَ: قُلْتُ: وَمَنْ أَحْمَدُ؟ قَالَ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ هَذَا شَهْرُهُ الَّذِي يَخْرُجُ فِيهِ وَهُوَ آخِرُ الْأَنْبِيَاءِ مَخْرِجُهُ مِنَ الْحَرَمِ وَمُهَاجِرُهُ إِلَى نَخْلِ وَحَرَّةٍ وَسباح إِيَّاکَ أَنْ تَسْبِقَ إِلَيْهِ.(۱)

''ابراہیم بن محمد بن طلحہ کہتے ہیں کہ مجھے طلحہ بن عبد اللہ نے کہا: میں بصریٰ کے بازار میں تھا تو وہاں ایک راہب اپنے گرجے میں کہہ رہا تھا: اس اجتماع والوں سے پوچھو کیا ان لوگوں میں کوئی اہل حرم میں سے ہے؟ طلحہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا: ہاں میں ہوں تو اس نے کہا: کیا احمد ظاہر ہو گئے ہیں؟ طلحہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا: یہ احمد کون ہیں؟ اس راہب نے کہا: یہ احمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہیں۔ یہ ان کا مہینہ ہے جس میں وہ اعلانِ نبوت فرمائیں گے اور وہ آخری نبی ہیں، وہ سرزمین حرم (مکہ مکرمہ) سے ہجرت فرمائیں گے اور ان کی ہجرت کھجوروں والی، سنگلاخ اور بنجر زمین (مدینہ منورہ) کی طرف ہو گی، پس تو ان سے کسی معاملے میں آگے نہ بڑھنا۔''

حضور نبی اکرم ﷺ کی ختمِ نبوت پر ایک گوہ کی گواہی

۱۸۹۔ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضی الله عنه فِي حَدِيْثٍ طَوِيْلٍ قَالَ:ثُمَّ أَقْبَلَ (الْأَعْرَابِيُّ) عَلَى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَقَالَ: وَاللَّاتِ وَالْعُزّٰى، لَا اٰمَنْتُ بِکَ. وَقَدْ قَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: يَا أَعْرَابِيُّ! مَا حَمَلَکَ عَلٰى أَنْ

(۱) ۱۔ حاکم، المستدرک علی الصحیحین، ۳: ۴۱۶، رقم: ۵۵۸۶
۲۔ مزي، تهذیب الکمال، ۱۳: ۴۱۴
۳۔ ابن سعد، الطبقات الکبری، ۳: ۲۱۵
۴۔ اصبهاني، دلائل النبوة، ۱: ۵۰

قُلْتَ مَا قُلْتَ، وَقُلْتَ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَمْ تُكْرِمْ مَجْلِسِي؟ فَقَالَ: وَتُكَلِّمُنِي أَيْضًا؟ اِسْتِخْفَافًا بِرَسُوْلِ اللهِ ﷺ، وَاللَّاتِ وَالْعُزّٰى، لَا آمَنْتُ بِکَ أَوْ يُؤْمِنُ بِکَ هٰذَا الضَّبُّ. فَأَخْرَجَ ضَبًّا مِنْ كُمِّهِ وَطَرَحَهُ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَقَالَ: إِنْ آمَنَ بِکَ هَذَا الضَّبُ اٰمَنْتُ بِکَ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: يَا ضَبُّ! فَتَكَلَّمَ الضَّبُ بِكَلَامٍ عَرَبِيٍّ مُبِيْنٍ فَهِمَهُ الْقَوْمُ جَمِيْعًا: لَبَّيْکَ وَسَعْدَيْکَ، يَا رَسُوْلَ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: مَنْ تَعْبُدُ؟ قَالَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ عَرْشُهُ وَفِي الْأَرْضِ سُلْطَانُهُ وَفِي الْبَحْرِ سَبِيْلُهُ وَفِي الْجَنَّةِ رَحْمَتُهُ وَفِي النَّارِ عَذَابُهُ. قَالَ: فَمَنْ أَنَا، يَا ضَبُّ؟ قَالَ: أَنْتَ رَسُوْلُ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَخَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ، قَدْ أَفْلَحَ مَنْ صَدَّقَکَ، وَقَدْ خَابَ مَنْ كَذَّبَکَ. فَقَالَ الْأَعْرَابِيُّ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّکَ رَسُوْلُ اللهِ حَقًّا.(۱)

’’حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ایک طویل حدیث میں بیان کرتے ہیں: پھر وہ اعرابی حضور نبی اکرم ﷺ کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا: مجھے لات وعزیٰ کی قسم! میں تم پر ایمان نہیں رکھتا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اس سے پوچھا: اے اعرابی! کس چیز نے تمہیں اس بات پر ابھارا ہے کہ تم میری مجلس کی تکریم کو

(۱) ۱۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۶: ۱۲۶-۱۲۹، رقم: ۵۹۹۶
۲۔ طبرانی، المعجم الصغير، ۲: ۱۵۳-۱۵۵، رقم: ۹۴۸
۳۔ أبو نعيم، دلائل النبوة: ۳۷۷-۳۷۹
۴۔ بيهقي، دلائل النبوة، ۶: ۳۶-۳۸
۵۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۸: ۲۹۲-۲۹۴
۶۔ ابن كثير، شمائل الرسول، ۳۵۱-۳۵۳
۷۔ السيوطي، الخصائص الكبرى، ۲: ۶۵

بالائے طاق رکھ کر ناحق گفتگو کرو؟ اس نے بے ادبی سے رسول اللہ ﷺ سے کہا: کیا آپ بھی میرے ساتھ ایسے ہی گفتگو کریں گے؟ اور کہا: مجھے لات و عزیٰ کی قسم! میں آپ پر اس وقت تک ایمان نہیں لاؤں گا جب تک یہ گوہ آپ پر ایمان نہیں لاتی۔ اس کے ساتھ ہی اس نے اپنی آستین سے گوہ نکال کر حضور نبی اکرم ﷺ کے سامنے پھینک دی اور کہا: اگر یہ گوہ آپ پر ایمان لے آئے تو میں بھی ایمان لے آؤں گا۔ پس حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے گوہ! پس گوہ نے ایسی واضح اور شستہ عربی میں کلام کیا کہ جسے تمام لوگوں نے سمجھا۔ اس نے عرض کیا: اے دو جہانوں کے رب کے رسول! میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اس سے پوچھا: تم کس کی عبادت کرتی ہو؟ اس نے عرض کیا: میں اس کی عبادت کرتی ہوں جس کا عرش آسمانوں میں ہے، زمین پر جس کی حکمرانی ہے اور سمندر پر جس کا قبضہ ہے، جنت میں جس کی رحمت ہے اور دوزخ میں جس کا عذاب ہے۔ آپ ﷺ نے پھر پوچھا: اے گوہ! میں کون ہوں؟ اس نے عرض کیا: آپ دو جہانوں کے رب کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں۔ جس نے آپ کی تصدیق کی وہ فلاح پا گیا اور جس نے آپ کی تکذیب کی وہ ذلیل و خوار ہوگیا۔ اعرابی یہ دیکھ کر بول اٹھا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔''

میں ایک ہزار یا اس سے بھی زیادہ انبیاء کا خاتم ہوں

۱۹۰۔ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ رضی اللہ عنہ مَرْفُوْعًا إِنِّي خَاتِمُ أَلْفِ نَبِيٍّ أَوْ أَكْثَرَ. [1]

(۱) ۱۔ حاکم، المستدرک علی الصحیحین، ۲: ۶۵۳، رقم: ۴۱۶۸
۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۷۹، رقم: ۱۱۷۶۹
۳۔ ابن سعد الطبقات الکبریٰ، ۱: ۱۹۲
۴۔ ہیثمي، مجمع الزوائد، ۷: ۳۴۶

’’حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: میں ہزار یا اس سے زائد انبیاء کرام کا خاتم ہوں۔‘‘

حضور نبی اکرم ﷺ تمام انبیاء کے آخر پر تشریف لائے، ان کی تعداد خواہ ایک ہزار ہو یا اس سے بھی زائد۔ مقصودِ بیان ختم نبوت ہے جو دیگر احادیث میں صراحت کے ساتھ موجود ہے۔

قرآن کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام جاننے سے استدلال

۱۹۱۔ عَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: اعْمَلُوْا بِالْقُرْاٰنِ أَحِلُّوا حَلَالَهُ وَحَرِّمُوْا حَرَامَهُ وَاقْتَدُوْا بِهِ وَلَا تَكْفُرُوْا بِشَيْءٍ مِنْهُ وَمَا تَشَابَهَ عَلَيْكُمْ فَرُدُّوْهُ إِلَى اللهِ وَإِلٰى أُولِي الْأَمْرِ مِنْ بَعْدِي كَي مَا يُخْبِرُوْكُمْ وَاٰمِنُوْا بِالتَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيْلِ وَالزَّبُوْرِ وَمَا أُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ. (۱)

’’حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: قرآن پر عمل کرو۔ اس کے حلال کو حلال جانو اور حرام کو حرام، اور اس کی پیروی کرو اور اس میں سے کسی چیز کا انکار نہ کرو اور جو چیز تم پر متشابہ ہو جائے اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف اور پھر اس کے بعد صاحبانِ اختیار کی طرف لوٹا دو تا کہ وہ تمہیں (اس شے کی نسبت) خبر دے سکیں (کہ وہ حلال ہے یا حرام)۔ تورات، انجیل اور زبور پر ایمان لاؤ اور ہر اس چیز پر جو انبیاء کرام علیہم السلام کو ان

---

(۱) ۱۔ حاكم، المستدرك على الصحيحين، ۱: ۷۵۷، رقم: ۲۰۸۷
۲۔ بيهقي، شعب الايمان، ۲: ۴۵۸، رقم: ۲۴۷۸
۳۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۱: ۴۱۲، ۷۸۲
۴۔ هندی، كنز العمال، ۱: ۳۳۷، ۹۶۵

کے رب کی طرف سے عطا کی گئی۔‘‘

اس حدیث مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ قیامت تک قرآن مجید کے حلال و حرام کا نظام ہی نافذ العمل ہوگا۔ اگر کسی شے کا حکم قرآن میں نہ ملے تو سنت رسول ﷺ اور اولی الامر کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ معلوم ہوا کہ قرآن مجید آخری الہامی کتاب ہے۔ چنانچہ صاحب قرآن سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ آخری نبی ہیں۔

حلال وحرام وہی ہے جس کا اعلان حضور ﷺ نے فرمایا

۱۹۲۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ﷜ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّ اللهَ أَنْزَلَ كِتَابَهُ عَلٰی لِسَانِ نَبِيِّهٖ فَأَحَلَّ حَلَالَهُ وَحَرَّمَ حَرَامَهُ فَمَا أَحَلَّ فِيْ كِتَابِهٖ عَلٰی لِسَانِ نَبِيِّهٖ فَهُوَ حَلَالٌ إِلٰی يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَا حَرَّمَ فِيْ كِتَابِهٖ عَلٰی لِسَانِ نَبِيِّهٖ فَهُوَ حَرَامٌ إِلٰی يَوْمِ الْقِيَامَةِ. (۱)

’’حضرت انس بن مالک ﷜ سے راویت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب اپنے نبی کی زبان پر نازل کی اور اس کے حلال کو حلال فرمایا اور اس کے حرام کو حرام فرمایا۔ پس اس نے اپنی کتاب میں اپنے نبی کی زبان پر جس چیز کو حلال فرمایا وہ قیامت تک حلال ہے اور جس چیز کو اس نے اپنی کتاب میں اپنے نبی کی زبان کے ذریعے حرام کر دیا وہ قیامت تک حرام ہے۔‘‘

ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حلال و حرام قیامت تک وہی ہے جو حضور رسالت مآب ﷺ کی زبان اقدس سے بصورت قرآن یا بصورت حدیث جاری ہوا۔ آپ ﷺ کے بعد کسی کے پاس حلال و حرام کا اختیار نہیں۔ معلوم ہوا کہ قیامت تک

(۱) ۱۔ مقدسی، الأحادیث المختارہ، ۶: ۱۳۴، رقم: ۲۱۳۲
۲۔ ہندی، کنز العمال، ۱: ۳۴۶، رقم: ۹۹۱

صرف حضور نبی اکرم ﷺ ہی کی نبوت و رسالت جاری رہے گی۔ اگر آپ ﷺ کے بعد کسی نبی کا آنا ممکن ہوتا تو اس کے لئے بھی حلال وحرام کی گنجائش رکھی جاتی، مگر ایسا نہیں ہوا جو آپ ﷺ کے خاتم النبیین ہونے پر صریحاً دلالت کرتا ہے۔

اَنبیاء کرام میں سے آدم علیہ السلام کے سب سے آخری بیٹے

۱۹۳۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: نَزَلَ آدَمُ بِالْهِنْدِ وَاسْتَوْحَشَ فَنَزَلَ جِبْرِيْلُ فَنَادٰی بِالْأَذَانِ: اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ مَرَّتَيْنِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللهِ مَرَّتَيْنِ، قَالَ اٰدَمُ: مَنْ مُحَمَّدٌ؟ قَالَ: آخِرُ وَلَدِکَ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ. (۱)

’’حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: حضرت آدم علیہ السلام ہند میں نازل ہوئے اور (نازل ہونے کے بعد) آپ نے وحشت محسوس کی تو (ان کی وحشت دور کرنے کے لئے) جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور اذان دی: اَللهُ اَكْبَرُ اللهُ اَكْبَرُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ دو مرتبہ کہا، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللهِ دو مرتبہ کہا تو حضرت آدم علیہ السلام نے دریافت کیا: محمد (ﷺ) کون ہیں؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا: آپ کی اولاد میں سے آخری نبی ﷺ۔‘‘

مذکورہ بالا حدیث حضور نبی اکرم ﷺ کے سب سے آخری نبی ہونے پر صراحتاً دلالت کر رہی ہیں۔

---

(۱) ۱۔ أبو نعیم، حلیة الأولیاء، ۵: ۱۰۷

۲۔ دیلمي، مسند الفردوس، ۴: ۲۷۱، رقم: ۶۷۹۸

۳۔ ابن عساکر، تاریخ دمشق الکبیر، ۷: ۴۳۷

ایک صحابی کی زبان پر بعد از وفات خاتم النبیین کے الفاظ

۱۹۴۔ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ فِی رِوَايَةٍ طَوِيْلَةٍ، فَأَتَانِي آتٍ وَأَنَا أُسَبِّحُ بَعْدَ الْمَغْرِبِ إِنَّ زَيْدًا قَدْ تَكَلَّمَ بَعْدَ وَفَاتِهِ فَجِئْتُ مُسْرِعًا فَأَتَيْتُهُ وَقَدْ حَضَرَهُ رَهْطٌ مِنَ الْأَنْصَارِ وَهُوَ يَقُوْلُ أَو يُقَالُ عَلَى لِسَانِهِ الْأَوْسَطِ (وَمِنْ كَلَامِهِ) أَحْمَدُ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ.(۱)

''حضرت نعمان بن بشیر سے طویل روایت میں ہے کہ پس میرے پاس ایک آنے والا آیا اور اس نے کہا کہ بے شک زید نے بعد از وفات کلام کیا ہے۔ میں تیزی سے ان کے پاس آیا تو ان کے پاس انصار کی ایک جماعت موجود تھی اور وہ کہہ رہے تھے یا ان کی زبان پر جاری تھا: (ان کے کلام میں سے یہ ہے) احمد (یعنی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ) اللہ کے رسول سب سے آخری نبی ہیں۔ یا رسول اللہ! آپ پر سلامتی ہو اور اللہ کی برکتیں نازل ہوں۔''(۲)

وادیِ مکہ میں خاتم النبیین ﷺ کی آمد کا اعلان

۱۹۵۔ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ الْجُهَنِيِّ قَالَ: خَرَجْتُ حَاجًّا فِي جَمَاعَةٍ مِنْ

(۱) ۱۔ شيباني، الآحاد والمثاني، ۱: ۷۴
۲۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۵: ۱۸۰
(۲) امام بخاری 'التاریخ الکبیر (۳: ۳۸۳، رقم: ۱۲۸۱)' میں لکھتے ہیں:

زيد بن خارجة ابن أبي زهير الخزرجي الأنصارى شهد بدرا توفي زمان عثمان هو الّذي تكلّم بعد الموت.

''زید بن خارجہ بن ابی زہیر الخزرجی الانصاری غزوہ بدر میں شریک ہوئے۔ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد میں وفات پائی۔ یہی وہ صحابی ہیں جنہوں نے بعد از وفات کلام کیا۔''

قَوْمِي فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَرَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ وَأَنَا بِمَكَّةَ نُوْرًا سَاطِعًا مِّنَ الْكَعْبَةِ حَتَّى وَصَلَ إِلَى جِبَالِ يَثْرِبَ بَأَسْعَرَ جُهَيْنَةَ فَسَمِعْتُ صَوْتًا فِي النُّوْرِ وَهُوَ يَقُوْلُ: انْقَشَعَتِ الظَّلْمَاءُ وَسَطَعَ الضِّيَاءُ وَبُعِثَ خَاتَمُ الْأَنْبِيَاءِ ثُمَّ أَضَاءَ إِضَاءَةً أُخْرٰى حَتّٰى نَظَرْتُ إِلٰى قُصُوْرِ الْحِيْرَةِ وَأَبْيَضِ الْمَدَائِنِ فَسَمِعْتُ صَوْتًا فِي النُّوْرِ وَهُوَ يَقُوْلُ: ظَهَرَ الْإِسْلَامُ وَكُسِرَتِ الْأَصْنَامُ وَوُصِلَتِ الْأَرْحَامُ.(۱)

’’عمرو بن مرہ جہنی کہتے ہیں کہ میں زمانۂ جاہلیت میں اپنی قوم کی ایک جماعت کے ساتھ حج کرنے کے لیے نکلا پس میں نے مکہ میں خواب میں دیکھا کہ ایک نہایت روشن نور کعبہ سے نکلا اور یثرب کے پہاڑوں تک پہنچ گیا۔ میں نے اس نور میں ایک آواز سنی اور کہنے والا کہہ رہا تھا: تاریکیاں چھٹ گئیں۔ روشنی نمودار ہوگئی اور خاتم الانبیاء مبعوث کر دیئے گئے پھر روشنی کو اور زیادہ چمکدار کر دیا گیا یہاں تک کہ میں نے حیرہ کے محلات دیکھے اور مدائن کو بھی اس نے روشن کر دیا میں نے نور میں ایک آواز سنی اور کہنے والا کہہ رہا تھا: اسلام ظاہر ہو گیا، بت ٹوٹ گئے اور صلہ رحمی کر دی گئی۔‘‘

حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرف بعثتِ خاتم الانبیاء کی وحی

۱۹۶۔ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ الْقُرَظِيِّ قَالَ: أَوْحٰى اللهُ إِلٰى يَعْقُوْبَ أَنِّي أَبْعَثُ مِنْ ذُرِّيَّتِکَ مُلُوْكًا وَأَنْبِيَاءَ حَتَّى أَبْعَثَ النَّبِيَّ الْحَرَمِيَّ الَّذِي

(۱) ۱۔ ہیثمي، مجمع الزوائد، ۸: ۲۴۴
۲۔ ابن هشام، السيرة النبويه، ۱: ۳۱۴
۳۔ ابن کثير، البداية والنهاية، ۲: ۳۱۹
۴۔ ہندی، کنز العمال، ۱۳: ۴۶۸، رقم: ۳۷۲۹۳

تَبْنِي أُمَّتُهُ هَيْكَلَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ وَهُوَ خَاتَمُ الْأَنْبِيَاءِ وَاسْمُهُ أَحْمَدُ.(۱)

''محمد بن کعب القرظی سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرف وحی نازل فرمائی کہ میں تمہاری اولاد میں سے بادشاہ اور انبیاء کرام مبعوث فرماؤں گا یہاں تک کہ نبی حرمی کو مبعوث فرماؤں گا جن کی امت بیت المقدس کا ہیکل تعمیر کرے گی اور وہ خاتم الانبیاء ہیں اور ان کا نام احمد ہے۔''

عرش کے پائے پر مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ خَاتَمُ الْأَنْبِيَاءِ

۱۹۷۔ عَنْ مَيْسَرَةَ قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ! مَتٰى كُنْتَ نَبِيًّا؟ قَالَ: لَمَّا خَلَقَ اللهُ الْأَرْضَ وَاسْتَوٰى إِلَى السَّمَآءِ فَسَوَّاهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَخَلَقَ الْعَرْشَ كَتَبَ عَلَى سَاقِ الْعَرْشِ: مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللهِ خَاتَمُ الْأَنْبِيَاءِ وَخَلَقَ اللهُ الْجَنَّةَ الَّتِيْ أَسْكَنَهَا آدَمَ وَحَوَّاءَ وَكَتَبَ اسْمِي أَيْ مَوْصُوْفًا بِالنُّبُوَّةِ أَوْ بِمَا هُوَ أَخَصُّ مِنْهَا وَهُوَ الرِّسَالَةُ عَلٰى مَا هُوَ الْمَشْهُوْرُ عَلَى الْأَبْوَابِ وَالْأَوْرَاقِ وَالْقِبَابِ وَالْخِيَامِ وَاٰدَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ أَيْ قَبْلَ أَنْ تَدْخُلَ الرُّوْحُ جَسَدَهُ فَلَمَّا أَحْيَاهُ اللهُ نَظَرَ إِلَى الْعَرْشِ فَرَأَى اسْمِي فَأَخْبَرَهُ اللهُ تَعَالَى أَنَّهُ سَيِّدُ وَلَدِكَ فَلَمَّا غَرَّهُمَا الشَّيْطَانُ تَابَا وَاسْتَشْفَعَا بِاسْمِي إِلَيْهِ أَيْ فَقَدْ وُصِفَ ﷺ بِالنُّبُوَّةِ قَبْلَ وُجُوْدِ اٰدَمَ.(۲)

''حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کب نبی بنے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین کو

(۱) ابن سعد، الطبقات الکبری، ۱: ۱۶۳

(۲) حلبي، السيرة الحلية، ۱: ۳۵۵

تخلیق فرمایا اور آسمان کی طرف متوجہ ہوا پس سات آسمانوں کو خوبصورتی سے تخلیق فرمایا اور عرش کو تخلیق فرمایا اور عرش کے پائے پر ''**محمد رسول الله خاتم الأنبياء**'' لکھا اور اللہ نے جنت کو تخلیق فرمایا جس میں حضرت آدم اور حضرت حواء کو ٹھہرایا اور میرا نام جنت کے دروازوں، پتوں اور گنبدوں پر لکھا۔ وصف نبوت کے ساتھ متصف لکھا یا اس سے زیادہ خاص یعنی رسالت کے ساتھ لکھا۔ مصنف نے لکھا: جس طرح کہ مشہور ہے اور حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے یعنی روح کے جسم میں داخل ہونے سے پہلے۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے ان کو حیات بخشی انہوں نے عرش کی طرف دیکھا تو میرا نام دیکھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو خبر دی کہ یہ تیری اولاد کے سردار ہیں۔ پھر جب حضرت آدم و حواء کو شیطان نے بہکایا تو انہوں نے توبہ کی اور میرے نام سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شفاعت طلب کی۔ پس آدم علیہ السلام کے وجود میں آنے سے قبل حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبوت کے ساتھ متصف کیا گیا۔''

سوالِ قبر کے جواب میں 'خاتم النبیین' کے الفاظ

۱۹۸۔ عَنْ تَمِيْمٍ الدَّارِيِّ رضی اللہ عنہ فِي حَدِيْثٍ طَوِيْلٍ فِي سُؤَالِ الْقَبْرِ فَيَقُوْلُ (اَيُ الْمَيِّتُ): اَلْإِسْلَامُ دِيْنِي وَمُحَمَّدٌ نَبِيِّيْ وَهُوَ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَهُ: صَدَقْتَ.(۱)

''تمیم داری، قبر میں سوال کے حوالے سے ایک طویل حدیث بیان کرتے ہیں پس میت کہے گی: اسلام میرا دین ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے نبی ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ فرشتے اسے کہتے ہیں: تو نے درست کہا۔''

اگر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی نبی کو آنا ہوتا تو مومن سوالِ قبر کے جواب

(۱) سیوطی، الدر المنثور، ۸: ۳۴

حضور نبی اکرم ﷺ کو خاتم النبیین کے نام سے یاد نہ کرتا بلکہ نعوذ باللہ بعض قبروں میں ظلی و بروزی نبیوں کے نام بھی لیے جاتے۔ مگر مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے اس قسم کے کسی بھی جواب کے امکان کی نفی کی گئی اور واضح کیا گیا ہے کہ مومن جواب میں صرف یہ کہے گا کہ میرے نبی حضرت محمد ﷺ ہیں جو سب سے آخری نبی ہیں۔ فرشتے اس کے جواب کی تصدیق کریں گے۔ اس حدیث مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ قبر میں نجات کے لئے حضور نبی کرم ﷺ کو خاتم النبیین ماننا ضروری ہے۔

حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی اقتداء کا حکم

۱۹۹۔ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: اقْتَدَوْا بِاللَّذَيْنِ مِنْ بَعْدِيْ مِنْ أَصْحَابِي أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَاهْتَدَوْا بِهَدْيِ عَمَّارٍ وَتَمَسَّكُوْا بِعَهْدِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ. (۱)

’’حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میرے بعد میرے ساتھیوں ابو بکر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی اقتداء کرو عمار کی ہدایت پر عمل کرو اور عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما کے عہد کو مضبوطی سے پکڑ لو۔‘‘

۲۰۰۔ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: اقْتَدَوْا بِاللَّذَيْنِ مِنْ بَعْدِيْ أَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ. (۲)

---

(۱) ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب المناقب، باب مناقب عبد اللہ بن مسعود، ۵: ۶۷۲، رقم: ۳۸۰۵

(۲) ۱۔ ترمذی، السنن، کتاب المناقب، باب في مناقب أبي بکر وعمر کلیهما، ۵: ۶۰۹، رقم: ۳۶۶۲

۲۔ حاکم، المستدرک علی الصحیحین، ۳: ۷۹، رقم: ۴۴۵۲

''حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے بعد ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی اقتداء کرو۔''

۲۰۱۔ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: اقْتَدَوْا بِاللَّذَيْنِ مِنْ بَعْدِي أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرُ فَإِنَّهُمَا حَبْلُ اللهِ الْمَمْدُوْدُ وَمَنْ تَمَسَّکَ بِهِمَا فَقَدْ تَمَسَّکَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى الَّتِيْ لَا انْفِصَامَ لَهَا. (۱)

''حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ان لوگوں کی پیروی کرو جو میرے بعد آئیں گے اور وہ ابو بکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) ہیں۔ یہ دنوں اللہ تعالیٰ کی دراز و کشادہ رسیاں ہیں اور جس نے ان دونوں کو مضبوطی سے تھام لیا تحقیق اس نے ایسی مضبوط رسی کو تھام لیا جو کھلنے والی نہیں۔''

حضور نبی اکرم ﷺ کا اپنے بعد ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پیروی کا حکم دینا، آپ ﷺ کے آخری نبی ہونے کی دلیل ہے۔ اگر آپ ﷺ کے بعد بھی نبی ہوتا تو پہلے اس کی پیروی کا حکم دیا جاتا، کیونکہ نبی ہمیشہ امتی سے افضل ہوتا ہے اور افضل کی اقتداء کا حکم پہلے دیا جاتا ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضور خاتم الانبیاء کے وصی ہیں

۲۰۲۔ عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ قَالَ: خَطَبَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ وَذَكَرَ أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِيًا رضی اللہ عنہ خَاتَمَ

.... ۳۔ بیہقي، السنن الكبرىٰ، ۵: ۲۱۲، رقم: ۹۸۳۶

۴۔ أحمد بن حنبل، فضائل الصحابة، ۱: ۲۳۸، رقم: ۲۹۳

۵۔ طبراني نے یہ حدیث 'المعجم الأوسط (۷: ۱۶۸، رقم: ۷۱۷۷)' میں حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت کی ہے۔

(۱) ہیثمي، مجمع الزوائد، ۹: ۵۳

الْأَوْصِيَاءِ وَوَصِيُّ خَاتَمِ الْأَنْبِيَاءِ وَأَمِيْنُ الصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ. (۱)

''ابو طفیل سے روایت ہے کہ حضرت حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا، پس اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی اور کہا کہ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ خاتم الاوصیاء ہیں اور خاتم الانبیاء کے وصی ہیں اور صدیقین اور شہداء کے امین ہیں۔''

۲۰۳۔ عَنْ كَعْبٍ قَالَ: إِنَّ أَبِي كَانَ مِنْ أَعْلَمِ النَّاسِ بِمَا أَنْزَلَ اللهُ عَلٰى مُوْسٰى وَكَانَ لَمْ يَدَّخِرْ عَنِّي شَيْئًا مِمَّا كَانَ يَعْلَمُ فَلَمَّا حَضَرَهُ الْمَوْتُ دَعَانِي فَقَالَ لِي: يَا بُنَيَّ! إِنَّکَ قَدْ عَلِمْتَ أَنِّي لَمْ أَدَّخِرْ عَنْکَ شَيْئًا مِمَّا كُنْتُ أَعْلَمُهُ إِلَّا أَنِّيْ قَدْ حَبَسْتُ عَنْکَ وَرَقَتَيْنِ فِيْهِمَا نَبِيٌّ يُبْعَثُ قَدْ أَطَلَّ زَمَانُهُ فَكَرِهْتُ أَنْ أُخْبِرَکَ بِذٰلِکَ فَلَا آمَنُ عَلَيْکَ أَنْ يَّخْرُجَ بَعْضُ هٰؤُلَآءِ الْكَذَّابِينَ فَتُطِيْعُهُ وَقَدْ جَعَلْتُهُمَا فِي هٰذِهِ الْكُوَّةِ الَّتِي تَرٰى وَطِيْنَتَ عَلَيْهِمَا فَلَا تَعْرِضَنَّ لَهُمَا وَلَا تَنْظُرَنَّ فِيْهِمَا حِيْنَکَ هٰذَا فَإِنَّ اللهَ إِنْ يُّرِدْ بِکَ خَيْرًا وَيَخْرُجُ ذٰلِکَ النَّبِيُّ تَتْبَعُهُ ثُمَّ إِنَّهُ قَدْ مَاتَ فَدَفَنَّاهُ فَلَمْ يَكُنْ شَيْءٌ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَنْظُرَ فِي الْوَرَقَتَيْنِ فَفَتَحْتُ الْكُوَّةَ ثُمَّ اسْتَخْرَجْتُ الْوَرَقَتَيْنِ فَإِذَا فِيْهِمَا: مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللهِ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ مَوْلِدُهُ بِمَكَّةَ وَمُهَاجِرُهُ بِطَيْبَةَ لَا فَظٌّ وَلَا غَلِيْظٌ وَلَا صَخَّابٌ فِي الْأَسْوَاقِ وَيَجْزِي بِالسَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ وَيَعْفُوْ وَيَصْفَحُ، أُمَّتُهُ الْحَمَّادُوْنَ الَّذِينَ يَحْمَدُوْنَ اللهَ عَلٰى كُلِّ حَالٍ تَذَلَّلَ أَلْسِنَتُهُمْ بِالتَّكْبِيْرِ. (۲)

---

(۱) ۱۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۲: ۳۳۶، رقم: ۲۱۵۵

۲۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۹: ۲۲۰، رقم: ۱۴۷۹۸

(۲) ۱۔ سیوطی، الخصائص الکبری، ۱: ۲۵

’’حضرت کعب سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میرا باپ تمام لوگوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل شدہ کتاب کا بہت بڑا عالم تھا۔ وہ علم کو مجھ سے چھپاتا بھی نہ تھا اس نے اپنی موت کے وقت مجھے بلایا اور کہا: اے بیٹے! تم جانتے ہو کہ میں نے اپنے علم کو تم سے پوشیدہ نہیں رکھا ہے بجز دو ورقوں کے ان اوراق میں ایک نبی کا ذکر ہے جن کی بعثت کا زمانہ بہت قریب ہے لہٰذا میں نے مناسب سمجھا کہ تم کو اس کی اطلاع کر دوں۔ اس لئے کہ مجھ کو خطرہ ہے بعض نبوت کے جھوٹے دعویدار ظاہر ہوں اور تم ان کی اطاعت کرنے لگو لہٰذا میں نے ان دونوں ورقوں کو تمہارے سامنے کے روزن میں رکھ دیا ہے اور ان پر مہر لگا دی ہے تم ان اوراق کو ابھی نہ دیکھنا ہوسکتا ہے تمہارے لئے اللہ بھلائی کا ارادہ فرما دے اور وہ نبی مذکور آ جائے تو تم اس کی پیروی کرنا اس کے بعد وہ فوت ہو گئے اور ہم نے ان کو دفن کر دیا۔ اس کے بعد میرے لئے اور کوئی شے اس سے زیادہ محبوب نہ تھی کہ میں ان اوراق کو دیکھوں۔ بالآخر میں نے اس روزن کو کھولا اور ان ورقوں کو نکالا ان میں لکھا تھا: محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبین ہیں ان کی جائے ولادت مکہ اور ان کا مقام ہجرت مدینہ ہے وہ نہ بدخلق ہیں نہ سخت مزاج، نہ بازاروں میں شور مچانے والے ہیں اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دینے والے ہیں، وہ عفو و درگزر سے کام لیں گے۔ ان کی امت بہت زیادہ حمد کرنے والی ہوگی ان کی زبانیں حمد و سپاس میں سرگرم، وہ دشمنان دین کے مقابلے میں اپنے نبی کی مدد کریں گے۔‘‘

اُمت کا اوّل و آخر بہتر ہونے سے اِستدلال

۲۰۴۔ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ رُوَيْمٍ مَرْفُوْعًا: خَيْرُ هَذِهِ الْأُمَّةِ أَوَّلُهَا وَاٰخِرُهَا.

۲۔ سيوطي، الدّر المنثور، ۳: ۵۷۷

۳۔ كلاعي، الإكتفاء بما تضمنه من مغازي رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم، ۳: ۲۹۷

اَوَّلُهَا فِيهِمْ رَسُوْلُ اللهِ وَاٰخِرُهَا فِيهِمْ عِيسٰى بْنُ مَرْيَمَ وَبَيْنَ ذٰلِكَ نَهْجٌ أَعْوَجُ لَيْسَ مِنْكَ وَلَسْتَ مِنْهُمْ. (۱)

’’حضرت عروہ بن رویم سے مرفوعاً روایت ہے اس امت کا سب سے بہتر وقت اس کا پہلا اور آخری زمانہ ہے کیونکہ اس کے پہلے زمانے میں رسول اللہ ﷺ ہیں اور آخری زمانہ میں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ہیں اور دونوں زمانوں کے درمیان کا زمانہ ٹیڑھا راستہ ہے، نہ وہ راستہ تیری طرف سے ہے اور نہ تو ان لوگوں میں سے ہے۔‘‘

اس حدیثِ مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک امتِ محمدی کا زمانہ ہے۔ اس دوران کوئی اور امت نہیں آئے گی۔ چونکہ امت کا وجود نبی کے ساتھ ہی ممکن ہے لہٰذا حضور نبی اکرم ﷺ ہی قیامت تک اس امت کے نبی ہیں۔

اُمت کے اَفضل ترین افراد کی خبر دینے سے استدلال

۲۰۵۔ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: أَرْحَمُ أُمَّتِي بِأُمَّتِي أَبُو بَكْرٍ وَأَشَدُّهُمْ فِي أَمْرِ اللهِ عُمَرُ وَأَصْدَقُهُمْ حَيَاءً عُثْمَانُ وَأَعْلَمُهُمْ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ. (۲)

---

(۱) ۱۔ ہندی، کنز العمال، ۱۱: ۱۷۴، رقم: ۳۲۴۵۶
۲۔ ہندی، کنز العمال، ۱۴: ۳۸۸، رقم: ۳۸۸۵۳

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب المناقب، باب مناقب معاذ بن جبل وزید بن ثابت أبي بن کعب رضی اللہ عنہ، ۵: ۶۶۴، رقم: ۳۷۹۰
۲۔ ابن ماجه، السنن، المقدمة، فضائل خباب، ۱: ۵۵، رقم: ۱۵۴
۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۲۹۲۷

←

’’حضرت قتادہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے امتیوں میں سے میری امت کے ساتھ سب سے زیادہ رحم کرنے والے حضرت ابو بکر صدیق ہیں اور اللہ تعالیٰ کے معاملے میں سب سے زیادہ سخاوت کرنے والے حضرت عمر ہیں اور ان میں سب سے زیادہ حیادار حضرت عثمان ہیں اور حلال و حرام کو سب سے زیادہ جاننے والے حضرت معاذ بن جبل ہیں۔‘‘

۲۰۶۔ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ: يَا أَبَا الدَّرْدَاءِ! أَتَمْشِي أَمَامَ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنْکَ فِيْ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ مَا طَلَعَتْ شَمْسٌ وَلَا غَرَبَتْ عَلَى أَحَدٍ بَعْدَ النَّبِيِّيْنَ وَالْمُرْسَلِيْنَ أَفْضَلَ مِنْ أَبِي بَکْرٍ. (۱)

’’حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ابو درداء! کیا تم اس شخصیت کے آگے چلتے ہو جو دنیا و آخرت میں تم سے بہتر ہے۔ انبیاء و رسل کے بعد یہ سورج کسی ایسے شخص پر نہ طلوع ہوا نہ غروب ہوا جو شخص حضرت ابو بکر صدیق سے افضل ہو۔‘‘

.... ۴۔ نسائی، السنن الکبری، ۵: ۴۸، رقم: ۸۲۸۷

۵۔ حاکم، المستدرک علی الصحیحین، ۳: ۲۱۶، رقم: ۶۲۸۱

۶۔ طیالسی، المسند، ۱: ۱۸۲، رقم: ۲۰۹۶

(۱) ۱۔ ہندی، کنز العمال، ۱۱: ۵۵۷، رقم: ۸۴۰۱

۲۔ ديلمي، الفردوس بمأثور الخطاب، ۵: ۳۵۱، رقم: ۲۴۳۳

۳۔ أحمد بن حنبل، فضائل الصحابة، ۱: ۱۵۲، رقم: ۱۳۵

۴۔ خطیب بغدادي، تاريخ بغداد، ۱۲: ۴۳۸، رقم: ۶۹۰۱

۵۔ طبري، الرياض النضرة، ۲: ۲۸، رقم: ۴۳۳

۶۔ لالکائی، اعتقاد أهل السنة، ۷: ۱۲۸۱، رقم: ۲۴۳۳

۷۔ ابن عساکر، تاريخ مدينة دمشق، ۳۰: ۲۰۹

۲۰۷۔ عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ: قَامَ عَلِيٌّ رضی الله عنه عَلَى مِنْبَرِ الْكُوْفَةِ قَالَ: أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا أَلَا إِنَّ خَيْرَ هٰذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا أَبُوْ بَكْرٍ ثُمَّ عُمَرُ وَلَوْ شِئْتُ أَنْ أُخْبِرَكُمْ بِالثَّالِثِ لَأَخْبَرْتُكُمْ.(۱)

’’حضرت ابو جحیفہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی الله عنه کوفہ کے منبر پر کھڑے ہوئے ارشاد فرما رہے تھے: کیا میں تمہیں حضور نبی اکرم ﷺ کے بعد اس امت کے سب سے بہتر شخص کی خبر نہ دوں۔ تو سنو اس امت کے نبی کے بعد سب سے بہتر شخص حضرت ابو بکر صدیق رضی الله عنه ہیں پھر حضرت عمر رضی الله عنه اور اگر میں چاہوں تو تمہیں تیسرے کے بارے میں خبر دوں۔ تو میں تمہیں اس کے بارے میں خبر دے دوں گا۔‘‘

۲۰۸۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: إِنَّ اللهَ تَعَالٰى أَيَّدَنِي بِأَرْبَعَةِ وُزَرَاءَ نُقَبَاءَ قُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللهِ! مَنْ هٰؤُلَاءِ الْأَرْبَعُ؟ قَالَ: اثْنَيْنِ مِنْ أَهْلِ السَّمَاءِ وَاثْنَيْنِ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ فَقُلْتُ: مَنِ الْإِثْنَيْنِ مِنْ أَهْلِ السَّمَاءِ؟ قَالَ: جِبْرِيلُ وَمِيكَائِيلُ قُلْنَا: مَنِ الْإِثْنَيْنِ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ قَالَ: أَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ.(۲)

---

(۱) ۱۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۷: ۲۳۹، رقم: ۷۳۸۲
۲۔ ابن أبی شیبه، المصنف، ۶: ۳۵۱، رقم: ۳۱۹۵۰
۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۱۰۶، رقم: ۸۳۴
۴۔ أبو نعیم، حلیة الأولیاء، ۷: ۲۰۱
۵۔ لالكائي، إعتقاد أهل السنة، ۸: ۱۳۶۵، رقم: ۲۶۰۴

(۲) ۱۔ طبرني، المعجم الكبير، ۱۱: ۱۷۹
۲۔ أبو نعیم، حلیة الأولیاء، ۸: ۱۶۰
۳۔ ابن عساكر، تاريخ مدينة دمشق، ۴۴: ۶۲
۴۔ مناوي، فيض القدير، ۲: ۲۱۷

’’حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے چار وزراء نقباء کے ذریعے میری تائید فرمائی ہے۔ ہم نے عرض کی: یہ چار کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: دو آسمان سے ہیں اور دو زمین میں سے ہیں۔ میں نے عرض کیا: آسمان میں سے دو کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جبرائیل اور میکائیل۔ ہم نے عرض کیا: اہل زمین میں کون سے دو ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ابو بکر و عمر۔‘‘

۲۰۹۔ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ: جَاءَ الْعَاقِبُ وَالسَّيِّدُ صَاحِبَا نَجْرَانَ إِلٰى رَسُولِ اللهِ ﷺ يُرِيدَانِ أَنْ يُّلَاعِنَاهُ قَالَ: فَقَالَ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ: لَا تَفْعَلْ فَوَاللهِ لَئِنْ كَانَ نَبِيًّا فَلَاعَنَّا لَا نُفْلِحُ نَحْنُ وَلَا عَقِبُنَا مِنْ بَعْدِنَا. قَالَا: إِنَّا نُعْطِيكَ مَا سَأَلْتَنَا وَابْعَثْ مَعَنَا رَجُلًا أَمِينًا وَلَا تَبْعَثْ مَعَنَا إِلَّا أَمِينًا فَقَالَ: لَأَبْعَثَنَّ مَعَكُمْ رَجُلًا أَمِينًا حَقَّ أَمِينٍ فَاسْتَشْرَفَ لَهُ أَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ: قُمْ يَا أَبَا عُبَيْدَةَ بْنِ الْجَرَّاحِ! فَلَمَّا قَامَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: هٰذَا أَمِينُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ. (۱)

’’حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نجران کے سرداروں میں سے عاقب اور سید دونوں رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے۔ دونوں چاہتے تھے کہ حضور ہم سے

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، كتاب المغازي، باب قصة أهل نجران، ۴: ۱۵۹۲، رقم: ۴۱۱۹

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب فضائل الصحابة، باب فضائل أبي عبيدة بن الجراح، ۴: ۱۸۸۱، رقم: ۲۴۱۹

۳۔ ابن ماجه، السنن، المقدمة، باب فضل أبي عبيدة بن الجراح، ۱: ۴۹، رقم: ۱۳۵

۴۔ بیهقی، السنن الكبرى، ۵: ۵۷، رقم: ۸۱۹۶

مباہلہ کریں۔ راوی کا بیان ہے کہ ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ ان سے مباہلہ نہ کرو۔ خدا کی قسم! اگر یہ نبی ہوئے تو ہم اور ہمارے بعد ہماری نسلیں بھی فلاح نہیں پا سکیں گی۔ دونوں کہنے لگے کہ حضور جو آپ ہم سے مانگیں گے ہم اتنا مال پیش کر دیا کریں گے، آپ ہمارے پاس کوئی امانت دار آدمی بھیج دیں اور ایسا نہ بھیجئے جو امانت دار نہ ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ ایسا امانت دار بھیجوں گا جو حقیقت میں امین ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں اس شخص کے منتظر تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابو عبیدہ! کھڑے ہو جاو جب وہ کھڑے ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ اس امت کے امین ہیں۔''

۲۱۰۔ عَنْ أَبِيْ نَضْرَةَ عَنْ أُسَيْرِ بْنِ جَابِرٍ أَنَّ أَهْلَ الْكُوْفَةِ وَفَدُوْا إِلٰى عُمَرَ وَفِيْهِمْ رَجُلٌ مِمَّنْ كَانَ يَسْخَرُ بِأُوَيْسٍ فَقَالَ عُمَرُ: هَلْ هَاهُنَا أَحَدٌ مِنَ الْقَرَنِيِّيْنَ فَجَاءَ ذٰلِكَ الرَّجُلُ فَقَالَ عُمَرُ: إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَدْ قَالَ: إِنَّ رَجُلًا يَأْتِيْكُمْ مِنَ الْيَمَنِ يُقَالُ لَهُ أُوَيْسٌ لَا يَدَعُ بِالْيَمَنِ غَيْرَ أُمٍّ لَهُ قَدْ كَانَ بِهِ بَيَاضٌ فَدَعَا اللهَ فَأَذْهَبَهُ عَنْهُ إِلَّا مَوْضِعَ الدِّيْنَارِ أَوِ الدِّرْهَمِ فَمَنْ لَقِيَهُ مِنْكُمْ فَلْيَسْتَغْفِرْ لَكُمْ. (۱)

''اسیر بن جابر بیان کرتے ہیں کہ اہل کوفہ ایک وفد لے کر حضرت عمر فاروق

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضل أويس القرني، ۴: ۱۹۶۸، رقم: ۲۵۴۲

۲۔ إبن أبي شيبة، المصنف، ۶: ۳۹۷، رقم: ۳۲۳۴۴

۳۔ ابن المبارك، المسند، ۱: ۱۹

۴۔ أبو نعيم، حلية الأولياء، ۲: ۸۰

۵۔ ابن عساكر، تاريخ مدينة دمشق، ۹: ۴۱۵

ﷺ کے پاس گئے، وفد میں ایک ایسا آدمی بھی تھا جو حضرت اویس سے مذاق کرتا تھا، حضرت عمر نے پوچھا کہ یہاں کوئی قرن کا رہنے والا ہے، تو وہ شخص پیش ہوا، حضرت عمر نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: تمہارے پاس یمن سے ایک شخص آئے گا، اس کا نام اویس ہو گا، یمن میں اس کی والدہ کے سوا کوئی نہیں ہو گا، اس کو برص کی بیماری تھی، اس نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ایک دینار یا درہم کے برابر سفید داغ کے سوا باقی داغ اس سے دور کر دیے، تم میں سے جس شخص کی اس سے ملاقات ہو وہ اس سے اپنے لیے مغفرت کی دعا کرائے۔''

حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنی امت کے بہترین افراد کے نام لے کر ان کے بارے میں امت کو آگاہ فرمایا۔ ذخیرۂ احادیث میں کثرت کے ساتھ آپ ﷺ کے ایسے اقوال موجود ہیں جن میں بشمول خلفائے راشدین و دیگر اکابر صحابہ اور بعد میں آنے والی شخصیات کے نام لے کر بتایا کہ فلاں فلاں میری امت کے بہترین فرد ہے۔ فلاں شخص میری امت کے لئے ہدایت، بخشش اور مغفرت کا ذریعہ بنے گا۔ جیسے خواجہ اویس قرنیؓ کے بارے میں فرمایا کہ وہ قرن سے ہوں گے اور ان سے امت کی مغفرت کی دعا کے لئے تلقین فرمائی، اسی طرح آپ ﷺ نے ہر صدی کے بعد ایک مجدد کے آنے کی پیشین گوئی فرمائی اور بے شمار آئندہ پیش آنے والے امور سے آگہی عطا کی۔ اگر کسی آنے والے دور میں کسی نبی کے ظہور کا امکان ہوتا تو آپ نہ صرف اس کے آنے کی خبر دیتے بلکہ اس کے اتباع کا حکم بھی ارشاد فرماتے۔ لیکن آپ ﷺ نے اپنی ختم نبوت کا بار بار تواتر کے ساتھ اعلان فرما کر ہر قسم کے امکان کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند کر دیا۔ اب اگر کوئی اپنی نبوت کا اعلان کرتا ہے جیسا کہ غلام احمد قادیانی نے کیا تو اس پر صرف یہی کہا جا سکتا ہے:

آنکھ والا تیری قدرت کا تماشا دیکھے
دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

خلاصۂ کلام

مذکورہ بالا احادیث مبارکہ سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ سب سے آخری نبی ہیں۔آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ۔ نبوت کا جو سلسلہ ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا تھا ہوا تھا ہمارے آقا و مولا، ملجا و ماویٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر ختم ہو چکا ہے ۔قرآن مجید کی طرح احادیثِ نبوی ﷺ میں بھی حضور نبی اکرم ﷺ کی رسالتِ عامہ اور رحمتِ عامہ کو کمال صراحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے جس سے واضح ہوتاہے کہ آپ ﷺ کی نبوت و رسالت قیامت تک جاری و ساری ہے اور آپ ﷺ قیامت تک پیدا ہونے والی تمام مخلوقات کے نبی ہیں۔ آپ ﷺ نے مختلف تمثیلات کے ذریعے قرآنی اصطلاح خاتم النبیین کے معنی کو بلیغ انداز سے واضح فرما دیا ہے۔ آپ ﷺ نے نبوت کو ایک محل سے تشبیہ دے کر خود کو اس کی آخری اینٹ قرار دیا جس کے معنی یہ ہیں کہ قصرِ نبوت مکمل ہو چکنے کے بعد اب اس میں ایک اینٹ کی گنجائش بھی نہیں رہی۔ آپ ﷺ نے احادیث میں خاتم النبیین کی صراحت لَا نَبِیَّ بَعْدِی کے الفاظ کے ذریعے فرما کر ہر قسم کی نبوت کے امکان کی کلیتًا نفی فرما دی۔ آپ ﷺ نے اپنے بعد نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والوں کی پیشگی خبر دے کر امت کو بر وقت ان کے فتنے سے خبردار فرما دیا۔ آپ ﷺ نے حضرت عمر اور حضرت علی رضي الله عنهما جیسے جلیل القدر صحابہ کے لئے بھی امکانِ نبوت کی نفی فرما کر ''اُمتی نبی'' کے تصور ہی کو جڑ سے کاٹ کر معدوم فرما دیا۔ آپ ﷺ نے اپنی زبانِ حق ترجمان سے واضح فرما دیا کہ میرے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا، البتہ میرے بعد امت میں خلفاء ہوں گے۔ اس سے ثابت ہوا کہ امتِ محمدی ﷺ میں کوئی شخص خلیفۃ الرّسول تو ہوسکتا ہے مگر نبی نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے بعد نبوت نہیں مگر بشارات ہیں جو نیک خوابیں ہیں۔ اس فرمان اقدس سے آپ ﷺ نے اس امکان کی نفی فرما دی کہ کوئی شخص عالمِ خواب میں ہونے والی بشارات کی بنیاد پر دعویٰ نبوت کر دے۔ غرض حضور نبی اکرم ﷺ

اپنے بعد نبوت کے ہر احتمال اور امکان کی کلیتاً نفی فرما دی۔

مذکورہ بالا دو سو دس احادیث و روایات جن میں بیسیوں احادیث متواتر کا درجہ رکھتی ہیں سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ لفظ **خاتم النبیین** کا معنی آخری نبی ہی ہے کچھ اور نہیں۔ جب حضور نبی اکرم ﷺ نے خود لفظ خاتم النبیین کا معنی ''آخری نبی جس کے بعد کوئی نبی نہیں'' متعین فرما دیا ہے تو اب اگر کوئی شخص اس لفظ کا معنی ''افضل نبی''، ''مہر لگانے والا نبی'' یا کچھ اور کرتا ہے تو وہ حضور نبی اکرم ﷺ کے تشریحی مقام سے انکار کر کے کافر اور کذّاب ٹھہرتا ہے، کیونکہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کے بیان کردہ معنی کو چھوڑ کر کتبِ لغت سے اپنی پسند کا معنی تلاش کر کے اپنی خواہشاتِ نفسانی کی تکمیل چاہتا ہے وہ رسولِ خدا ﷺ کا منکر ہے اور جو رسول ﷺ کا منکر ہے اس کا اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ قرآن و حدیث کے رُو سے یہ امر طے شدہ ہے کہ جس نے حضور نبی اکرم ﷺ کو آخری نبی تسلیم کیا وہی مسلمان ہے اور جس نے اس کا انکار کیا وہ کافر و مرتد اور زندیق ہے۔

باب پنجم

عقیدۂ ختمِ نبوت
پر ائمہ و محدِّثین کا موقف

اس باب میں ہم عقیدۂ ختم نبوت کے بارے میں بعض اَئمہ تفسیر، اَئمہ حدیث، اَئمہ فقہ اور چند اکابرینِ امت کے اقوال اور تصریحات پیش کریں گے تاکہ یہ بات اچھی طرح واضح ہو جائے کہ دورِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک امتِ مسلمہ کے اہلِ علم کے درمیان **خاتم النبیین** کے معنی و مفہوم کے تعین میں کوئی ابہام و التباس نہیں۔ جمیع امت کا اس پر اجماع اور اتفاق ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور رسول ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثتِ مبارکہ کے ساتھ ہی سلسلہ نبوت و رسالت اپنے اختتام کو پہنچ چکا ہے۔ اب قیامت تک نہ کوئی نبی پیدا ہوگا اور نہ ہی رسول۔ اس پر کوئی دوسری رائے نہیں کہ اگر کوئی شخص حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت و رسالت کے بعد نبوت یا رسالت کا دعویٰ کرے خواہ کسی معنی میں بھی ہو وہ کافر، مرتد اور خارج از اسلام ہے۔ جو شخص اس کے کفر و ارتداد میں شک کرتا ہے وہ بھی کافر و مرتد اور جہنمی ہے۔

ا۔ اَئمہ تفسیر کی آراء

جملہ متقدمین و متاخرین اَئمہ تفسیر نے سورۂ احزاب کی آیت: ۴۰ کی تشریح و توضیح اور تفسیر کرتے ہوئے **خاتم النبیین** کا معنی آخری نبی اور سلسلہ نبوت کو ختم کرنے والا ہی کیا ہے۔ چند معروف اَئمہ تفسیر کی آراء درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما (م ۶۸ھ)

ترجمان القرآن حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

﴿وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ﴾ ختم الله به النبيين قبله فلا يكون نبي بعده. (۱)

(۱) **فیروز آبادی، تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس: ۳۵۴**

''خاتم النبيين کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سلسلہ انبیاء حضور ﷺ کی ذات اقدس پر ختم فرما دیا ہے پس آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا۔''

(۲) امام ابن جریر طبری (م ۳۱۰ھ)

امام المفسرین ابن جریر طبری خاتم النبیین کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ولكنه رسول الله وخاتم النبيين، الذى ختم النبوة فطبع عليها فلا تفتح لأحد بعده إلى قيام الساعة.(۱)

''لیکن آپ ﷺ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں، یعنی وہ ہستی جس نے (مبعوث ہوکر) سلسلہ نبوت ختم فرما دیا ہے اور اس پر مہر ثبت کر دی ہے اور قیامت تک آپ ﷺ کے بعد یہ کسی کے لیے نہیں کھلے گی۔''

امام ابن جریر طبری اختلافِ قراءت کی صورت میں لفظ خاتم کا معنی بیان کرتے ہیں:

۱۔ اگر یہ لفظ بکسر التاء یعنی خَاتِم پڑھا جائے تو اس کا معنی ہوگا:

أنه الذى ختم الأنبياء صلى الله عليه وسلم و عليهم.

''وہ ذات ﷺ جس نے (سلسلہ) انبیاء علیہم السلام ختم فرما دیا۔''

۲۔ اگر یہ لفظ بفتح التاء یعنی خَاتَم پڑھا جائے تو اس کا معنی ہوگا:

أنه آخر النّبيّين.(۲)

''بیشک آپ ﷺ آخری نبی ہیں۔''

---

(۱) طبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، ۲۲: ۱۲

(۲) طبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، ۲۲: ۱۳

(۳) امام بغوی شافعی (م ۵۱۶ھ)

محی السنہ امام بغوی شافعی خاتم النبیین کی شرح بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

﴿وَلٰـكِنْ رَّسُوْلَ اللهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ﴾ ختم الله به النبوة وقرأ ابن عامر وابن عاصم (خَاتَم) بفتح التاء على الاسم أي آخرهم، وقرأ الآخرون بكسر التاء على الفاعل لأنه ختم به النبيين فهو خاتمهم.(۱)

''﴿لیکن آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں﴾ آپ ﷺ کی بعثت مبارکہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے نبوت ختم فرما دی ہے۔ ابن عامر اور ابن عاصم نے (لفظ خاتم) بر بنائے اسم زبر کے ساتھ پڑھا ہے یعنی آخرِ انبیاء اور دیگر (اہل فن) نے بر بنائے فاعل تاء کی زیر کے ساتھ پڑھا ہے کیونکہ آپ ﷺ نے اپنی بعثت کے ساتھ سلسلۂ انبیاء ختم فرما دیا۔ سو آپ ﷺ ان کے خاتم ہیں۔''

(۴) امام زمخشری (م ۵۲۸ھ)

امام زمخشری حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ نزول کے تناظر میں حضور ﷺ کے آخر الانبیاء ہونے کی خصوصیت کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

فإن قلت: كيف كان آخر الأنبياء وعيسى ينزل في آخر الزمان؟ قلت: معنى كونه آخر الأنبياء أنه لا ينبأ أحد بعده وعيسى ممّن نبي قبله وحين ينزل عاملا على شريعة محمّد (ﷺ) مصليًّا إلى قبلته كأنّه بعض أمته.(۲)

---

(۱) بغوی، معالم التنزیل، ۳: ۵۳۳

(۲) زمخشری، الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل، ۳: ۵۴۴-۵۴۵

''اگر آپ کہیں کہ حضور ﷺ آخری نبی کیسے ہو سکتے ہیں؟ جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آخری زمانہ میں (یعنی قرب قیامت میں) نازل ہوں گے تو میں کہتا ہوں کہ آپ ﷺ کا آخری نبی ہونا اس معنی میں ہے کہ آپ ﷺ (کی بعثت) کے بعد کوئی شخص نبی کی حیثیت سے مبعوث نہیں ہو گا۔ رہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معاملہ تو وہ ان انبیاء میں سے ہیں جنہیں آپ ﷺ (کی بعثت) سے قبل نبوت سے سرفراز کیا گیا تھا اور جب وہ دوبارہ آئیں گے تو حضرت محمد ﷺ کی شریعت کے پیرو ہوں گے اور انہی کے قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھیں گے گویا کہ وہ آپ ﷺ کی امت کے ایک فرد ہوں گے۔''

(۵) امام ابن جوزی (م ۵۹۷ھ)

امام ابن جوزی خاتم کے معنی کی وضاحت انتہائی جامع الفاظ میں اس طرح کرتے ہیں:

خاتم بکسر التاء فمعناه: وختم النبيين ومن فتحها، فالمعنى: آخر النّبيّين.[۱]

''لفظ خاتم تا کی زیر کے ساتھ ہو تو اس کا معنی ہے: حضور ﷺ نے سلسلہ انبیاء کو ختم فرما دیا ہے، اور اگر تا کی زبر کے ساتھ ہو تو اس کا معنی ہے کہ آپ ﷺ آخری نبی ہیں۔''

(۶) امام فخر الدین رازی (م ۶۰۶ھ)

امام فخر الدین رازی اس حوالے سے رقم طراز ہیں:

﴿وخاتم النبيين﴾ وذالک لأن النبی الذّی یکون بعده نبی إن

(۱) ابن جوزی، زاد المسیر فی علم التفسیر، ۶: ۳۹۳

ترک شيئًا من النصيحة والبيان يستدركه من يأتي بعده، وأما من لا نبي بعده يكون أشفق على أمته وأهدى لهم وأجدى، إذ هو كوالد لولده الذي ليس له غيره من أحدٍ. (۱)

''اور آپ ﷺ آخری نبی ہیں (آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں)۔ اگر ایک نبی کے بعد دوسرا نبی آنا ہوتا تو وہ تبلیغ اور احکام کی توضیح کا مشن کسی حد تک نامکمل چھوڑ جاتا جسے بعد میں آنے والا مکمل کرتا، لیکن جس نبی کے بعد اور کوئی نبی آنے والا نہ ہو تو وہ اپنی امت پر بہت زیادہ شفیق ہوتا ہے اور ان کے لیے واضح قطعی اور کامل ہدایت فراہم کرتا ہے کیونکہ اس کی مثال ایسے باپ کی طرح ہوتی ہے جو جانتا ہو کہ اس کے بعد اس کے بیٹے کی نگہداشت کرنے والا کوئی سرپرست اور کفیل نہ ہوگا۔''

(۷) امام قرطبی (م ۶۷۱ھ)

امام قرطبی مالکی لفظ خاتم کی شرح یوں بیان کرتے ہیں:

وخَاتَمَ قرأ عاصم وحده بفتح التاء بمعنى أنهم به خُتموا فهو كالخاتَم والطابَع لهم، وقرأ الجمهور بكسر التاء بمعنى أنّه ختمهم أي جاء آخرهم. (۲)

''صرف عاصم (قاری) نے خاتم تاء کی زبر کے ساتھ پڑھا ہے جس کا معنی ہے کہ ان (انبیاء) کا سلسلہ آپ ﷺ پر ختم ہو گیا ہے۔ پس آپ ان کے لیے مہر کی طرح ہیں (یعنی آپ ﷺ نے سلسلہ انبیاء پر مہر ثبت کر دی ہے)۔ جمہور نے خاتِم تاء کی زیر کے ساتھ پڑھا ہے جس کا معنی ہے کہ آپ ﷺ

---

(۱) رازی، التفسیر الکبیر، ۲۵: ۲۱۴

(۲) قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ۱۴: ۱۹۶

نے سلسلہ انبیاء ختم فرما دیا ہے، یعنی آپ ﷺ سب سے آخر میں تشریف لائے۔‘‘

(۸) امام بیضاوی (م ۶۸۵ھ)

امام بیضاوی شافعی خاتم النبیین کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وآخرهم الذي ختمهم أو ختموا به على قراءة عاصم بالفتح ولا يقدح فيه نزول عيسى بعده لأنه إذا نزل كان على دينه. (۱)

’’آپ ﷺ (بعثت کے اعتبار سے) انبیاء میں سب سے آخری نبی ہیں۔ آپ ﷺ نے (تشریف لا کر) ان کے سلسلہ کو ختم کر دیا اور سلسلہ نبوت پر مہر لگا دی ہے اور ...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حضور ﷺ کے بعد (دوبارہ قربِ قیامت میں) نازل ہونا آپ ﷺ کی ختم نبوت میں حارج نہیں ہے (کیونکہ انہیں آپ ﷺ کی بعثت سے قبل منصب نبوت پر فائز کیا گیا تھا) چنانچہ اب وہ حضور ﷺ کے دین اور شریعت کے متبع اور پیروکار کی حیثیت سے نازل ہوں گے۔‘‘

(۹) امام ابوالبرکات عبد اللہ بن احمد بن محمود نسفی (م ۷۱۰ھ)

امام نسفی اس حوالے سے فرماتے ہیں:

﴿وخاتم النّبيّين﴾ ...... أي آخرهم يعني لا ينبأ أحد بعده، وعيسى ممن نبي قبله وحين ينزل ينزل عاملاً على شريعة محمد ﷺ كأنّه بعض أمته. (۲)

’’خاتم النبیین کا معنی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ انبیاء میں سب سے آخری نبی

(۱) بیضاوی، أنوار التنزیل، ۳: ۳۸۵

(۲) نسفی، مدارك التنزیل، ۳: ۳۰۶

ہیں (بعثت کے اعتبار سے) آپ ﷺ کے بعد کوئی شخص نبی نہیں بنایا جائے گا۔ رہے عیسیٰ علیہ السلام تو وہ آپ سے پہلے انبیاء میں سے ہیں اور جب وہ دوبارہ آئیں گے تو وہ شریعت محمدی ﷺ پر عمل کریں گے اور حضور ﷺ کی امت کے ایک فرد کی طرح ہوں گے۔''

(۱۰) امام علاؤ الدین بغدادی خازن (م ۷۲۵ھ)

امام علاؤ الدین بغدادی خازن اس نکتے پر اپنا موقف یوں بیان کرتے ہیں:

﴿وخاتم النّبيّين﴾ ختم الله به النبوة فلا نبوة بعده أي ولا معه. (۱)

''اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات اقدس پر نبوت ختم فرما دی ہے اب آپ ﷺ کے بعد نہ کوئی نبوت ہے اور نہ اس (یعنی نبوتِ محمدی ﷺ) میں کسی قسم کی شراکت یا حصہ داری۔''

وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا کی تفسیر میں آگے لکھتے ہیں:

أي دخل في علمه أنه لا نبي بعده. (۲)

''اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہ ہوگا۔''

(۱۱) امام ابو حیان اندلسی (م ۷۵۴ھ)

امام ابو حیان اندلسی لکھتے ہیں:

وقرأ الجمهور بكسر التاء بمعنى أنه ختمهم أي جاء آخرهم ...... وروي عنه عليه السلام ألفاظ تقتضي نصًّا أنه لا نبي بعده ﷺ، والمعنى

---

(۱) خازن، لباب التأویل فی معانی التنزیل، ۳: ۴۷۰

(۲) خازن، لباب التأویل فی معانی التنزیل، ۳: ۴۷۰

أنه يتنبأ أحد بعده ولا يرد نزول عيسى آخر الزمان لأنه ممن نبى قبله وينزل عاملاً على شريعة محمد ﷺ مصليًّا إلى قبلته كأنه بعض أمّته.(۱)

''اور جمہور نے اسے تاء کے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے اس معنی میں کہ حضور ﷺ سلسلہ نبوت کو ختم کرنے والے ہیں یعنی آپ ﷺ سب انبیاء کے آخر میں تشریف لائے۔ آپ ﷺ سے جو الفاظ روایت کیے گئے ہیں (متعدد متواتر احادیث کی صورت میں) وہ صراحت کے ساتھ اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں یعنی آپ ﷺ کے بعد کسی کو منصب نبوت پر فائز نہیں کیا جائے گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آخری زمانہ میں آمد سے اس بات (یعنی حضور ﷺ کی ختم نبوت) کی تردید نہیں ہوتی کیونکہ وہ ان انبیاء میں سے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے بعثت مصطفوی ﷺ سے قبل منصب نبوت پر فائز کیا تھا۔ اب وہ حضور علیہ الصلوۃ والسّلام کی شریعت کے متبع کی حیثیت سے تشریف لائیں گے اور آپ ﷺ کے قبلہ کی طرف چہرہ کر کے نماز پڑھیں گے گویا ان کی حیثیت حضور ﷺ کے امتی کی سی ہوگی۔''

امام اندلسی منکرین ختم نبوت کے کفر و ارتداد اور انجام کے بارے میں لکھتے ہیں:

ومن ذهب إلى أنّ النّبوة مكتسبة لا ينقطع أوإلى أنّ الولى أفضل من النّبي فهو زنديق يجب قتله وقد ادعى ناس فقتلهم المسلمون على ذلك.(۲)

''اور جس کسی کا یہ مذہب ہو کہ نبوت کسبی ہے ختم نہیں ہوئی یا یہ عقیدہ رکھے ولی

(۱) أبو حيان، تفسير البحر المحيط، ۷: ۲۳۶

(۲) ابو حيان، تفسير البحر المحيط، ۷: ۲۳۶

نبی سے افضل ہے وہ کافر ہے اس کو قتل کرنا واجب ہے کچھ لوگوں نے یہ دعوی کیا تھا جس پر اہل اسلام نے انہیں قتل کر دیا۔‘‘

(۱۲) امام نظام الدین نیشاپوری (م ۷۲۸ھ)

امام نظام الدین نیشاپوری لکھتے ہیں:

لا نبی بعد محمّد ﷺ و مجئ عیسی علیہ السلام فی آخر الزّمان لا ینافي ذالک لأنّه ممّن نبئ قبل وهو یجئ علی شریعة نبیّنا مصلیًّا إلی قبلته و کأنّه بعض أمته.[1]

’’حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قربِ قیامت کے زمانہ میں آنا اس کے منافی نہیں ہے کیونکہ وہ ان انبیاء میں سے ہیں جو حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے پہلے منصبِ نبوت پر فائز رہ چکے تھے۔ اب وہ ہمارے نبی مکرم ﷺ کی شریعت کے پیروکار کی حیثیت سے آئیں گے۔ آپ ﷺ کے قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز ادا کریں گے جس طرح امت کے دیگر افراد کرتے ہیں۔‘‘

(۱۳) امام ابن کثیر (م ۷۷۴ھ)

رئیس المفسرین امام ابن کثیر مذکورہ آیہ مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

فهذه الآیة نصّ فی أنه لا نبیّ بعده وإذا کان لا نبی بعده فلا رسول بالطریق الأولی والأحری لأن مقام الرّسالة أخصّ من مقام النبوّة فإنّ کلّ رسول نبیّ ولا ینعکس.[2]

---

(۱) نیشاپوری، تفسیر غرائب القرآن ورغائب الفرقان بهامش جامع البیان للطبری، ۲۲: ۱۵

(۲) ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۳: ۴۹۳

’’پس یہ آیت کریمہ ﴿ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین﴾ اس بارے میں نص ہے کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور جب نبی کا آنا محال ہے تو رسول کا آنا بدرجہ اولیٰ محال ہے کیونکہ منصب رسالت خاص ہے منصب نبوت سے، ہر رسول نبی ہوتا ہے جبکہ ہر نبی رسول نہیں ہوتا۔‘‘

امام ابن کثیر اس کے بعد حضور ﷺ کی ختم نبوت پر متعدد احادیث پیش کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

وقد أخبر اللہ تبارک وتعالی فی کتابه ورسوله ﷺ فی السنّة المتواترة عنه أنّه لا نبی بعده لیعلموا أن کلّ من ادّعی هذا المقام بعده فهو کذّاب أفّاک دجّال ضالّ مضلّ ولو تحرق و شعبذ وأتی بأنواع السحر والطلاسم النیرنجیات. [1]

’’اور تحقیق آگاہ فرما دیا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب قرآن مجید میں اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی سنت متواترہ میں کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ (آگاہ اس لیے فرمایا) تاکہ امت محمدیہ ﷺ جان لے کہ آپ ﷺ کے بعد جو شخص بھی اس منصب (یعنی نبوت) کا دعویٰ کرے وہ کذاب، جھوٹا، بہتان طراز، مکار و دجال، گمراہ اور دوسروں کو گمراہ کرنے والا ہے۔ خواہ وہ خرقِ عادت، واقعات، شعبدہ بازیاں اور کسی قسم کے غیر معمولی کرشمے اور سحر و طلسم دکھاتا پھرے۔‘‘

(۱۴) امام جلال الدین سیوطی (م ۹۱۱ھ)

امام جلال الدین سیوطی اس موضوع کے حوالے سے لکھتے ہیں:

﴿وخاتم النبیین﴾ فلا یکون له ابن رجل بعده یکون نبیًّا وفي قراءة

(۱) ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۳: ۴۹۴

بفتح التاء كآلة الختم أي به ختموا ﴿وكان الله بكل شیء عليما﴾ منه بأن لا نبی بعده وإذا نزل السیّد عیسٰی یحکم بشریعته. (۱)

''اور آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں، پس آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کا کوئی مرد بیٹا نہیں جو منصبِ نبوت پر فائز ہو (اور اللہ تعالیٰ ہر چیز سے آگاہ ہے)، وہ جانتا ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہ ہو گا اور جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام (دوبارہ) نازل ہوں گے تو وہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی شریعت کے متبع اور پیروکار ہوں گے۔''

(۱۵) امام ابوسعود محمد بن محمد العمادی (م ۹۵۱ھ)

امام ابوسعود محمد بن محمد العمادی نے اپنی رائے یوں بیان کی ہے:

﴿وخاتم النبيين﴾ أي كان آخرهم الذي ختموا به وقرئ بكسر التاء أي كان خاتِمهم ...... ولا يقدح فيه نزول عيسى بعده لان معنى كونه خاتم النبيين أنه لا ينبأ أحد بعده وعيسى ممن نبئ قبله وحين ينزل إنما ينزل عاملاً على شريعة محمد ﷺ مصليًّا إلى قبلته كأنّه بعض أمته. (۲)

''خاتم النبیین کا معنی ہے کہ حضور ﷺ سب انبیاء کے آخر میں مبعوث ہوئے اور آپ ﷺ نے سلسلہ نبوت پر مہر لگا دی۔ خاتم تا کی زیر کے ساتھ، اس کا معنی ہے آپ ﷺ نے سلسلہ نبوت کو ختم فرما دیا۔ اب آپ ﷺ کی بعثت کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے ختم نبوت کی تردید نہیں ہوتی کیونکہ خاتم النبیین کا معنی ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کسی کو منصب نبوت عطا نہیں کیا

(۱) سیوطی، تفسیر جلالین، ۱: ۵۵۶

(۲) ابو سعود، ارشاد العقل السلیم إلی مزایا القرآن الکریم، ۷: ۱۰۶

جائے گا۔ رہا معاملہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تو وہ ان انبیاء میں شامل ہیں جنہیں آپ ﷺ کی بعثت سے پہلے منصب نبوت عطا کیا جا چکا ہے اور جب ان کا نزول ہوگا تو بے شک وہ شریعت محمدی پر عمل پیرا ہوں گے اور آپ ﷺ کے قبلہ (خانہ کعبہ) کی طرف منہ کر کے نماز ادا کریں گے، گویا وہ آپ ﷺ کے ایک امتی ہیں۔''

(۱۶) امام اسماعیل حقی (م ۱۱۳۷ھ)

امام اسماعیل حقی اس موضوع پر اپنا نقطہ نظر بیان کرتے ہیں:

وقال أهل السنّة والجماعة لا نبی بعد نبینا لقوله تعالى ﴿ولكن رسول الله وخاتم النبيين﴾ وقوله عليه السلام: لا نبی بعدي. ومن قال بعد نبینا نبی یکفر لأنه أنكر النصّ وكذلك لو شك فيه لأن الحجة تبين الحقّ من الباطل ومن ادّعى النبوّة بعد موت محمّد (ﷺ) لا يكون دعواه إلا باطلا. [1]

''اہل سنت والجماعت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ ہمارے نبی اکرم ﷺ کے مبعوث ہونے کے بعد اب کسی نبی کی بعثت نہیں ہوگی کیونکہ فرمان باری تعالیٰ ہے کہ حضور ﷺ اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں اور حضور علیہ الصلوۃ والسّلام نے خود فرما دیا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اب جو شخص یہ کہے کہ ہمارے نبی اکرم ﷺ کے بعد کوئی نبی ہے تو اسے کافر قرار دیا جائے گا کیونکہ اس نے نص کا انکار کیا ہے۔ اس طرح جو اس میں شک کرے وہ بھی کافر ہے کیونکہ حجت نے حق کو باطل سے واضح اور روشن کر دیا ہے اور جس نے محمد ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کیا تو اس کا یہ دعویٰ کرنا سوائے باطل اور کفر کے کچھ نہیں۔''

(۱) إسماعيل حقی، تفسير روح البيان، ۲۲: ۱۸۸

(۱۷) قاضی ثناء اللہ پانی پتی (م ۱۲۲۵ھ)

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں کہ خاتم بفتح التاء کا معنی آخر اور خاتم بکسر التاء کا معنی ہے:

وخاتم قرأ عاصم بفتح التاء على الاسم بمعنى الأخر، والباقون بكسر التاء على وزن فاعل يعني الذي ختم النبيين حتى لا يكون بعده نبيّ. (۱)

''اور لفظِ خاتم کو عاصم نے اسم کی بنا پر تاء کی زبر کے ساتھ بمعنیٰ آخر پڑھا ہے اور باقی (قراء) نے بر وزنِ فاعل تاء کی زیر کے ساتھ پڑھا ہے یعنی وہ ذات جس نے سلسلہ انبیاء کو یوں ختم فرما دیا کہ اب آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔''

اس کے بعد فرماتے ہیں:

ولا يقدح فيه نزول عيسى بعده لأنه إذا ينزل يكون على شريعته مع أن عيسى عليه السلام صار نبيًّا قبل محمّد ﷺ وقد ختم الله سبحانه الاستنباء بمحمد ﷺ وبقاء نبى سابق لا ينافي ختم النبوة. (۲)

''حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حضور ﷺ کے بعد نازل ہونا اس میں حارج نہیں ہے کیونکہ ان کی حیثیت حضور ﷺ کی شریعت کے پیروکار کی ہوگی ساتھ یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعثتِ محمدی ﷺ سے قبل کے نبی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ پر سلسلۂ نبوت ختم فرما دیا ہے اور کسی سابق نبی کا باقی رہنا ختمِ نبوت کے منافی نہیں ہے۔''

---

(۱) پانی پتی، تفسیر المظہری، ۷: ۳۵۰، ۳۵۱

(۲) پانی پتی، تفسیر المظہری، ۷: ۳۵۱

(۱۸) علامہ شوکانی (م ۱۲۵۵ھ)

علامہ شوکانی فرماتے ہیں:

وقرا الجمهور خاتم بكسرالتاء، وقرأ عاصم بفتحها ومعنى القراءة الأولى: أنه ختمهم أي جاء آخرهم ومعنى القراءة الثانية أنه صار كالخاتم لهم الذى يتختمون به. (۱)

”(لفظ خاتم کی قراءت کے بارے میں قراء حضرات کے مابین اختلاف ہے، چنانچہ) جمہور نے خاتم تا کی زیر کے ساتھ پڑھا ہے جبکہ عاصم نے تا کی زبر کے ساتھ پڑھا ہے۔ پہلی قرات کا معنی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سلسلہ انبیاء ختم فرما دیا ہے یعنی آپ ﷺ تمام انبیاء کے بعد تشریف لائے اور دوسری قراءت کا معنی ہے کہ آپ ﷺ سابقہ انبیاء کے لیے مہر کی مانند ہیں جس سے ان کا سلسلہ نبوت سربمہر ہو چکا ہے

(۱۹) امام سید محمود آلوسی (م ۱۲۷۰ھ)

امام آلوسیؒ لفظِ خاتم کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَالْخَاتَمُ اسم آلة لما يختم به كالطّابعِ لما يطبع به فمعنىٰ خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ الّذي ختم النّبِيّون به ومآله آخِر النّبِيين ...... وقرأ الجمهور وخاتم بكسر التاء على أنه اسم فاعل أي الذي ختم النّبيّين والمراد به آخرهم. (۲)

خاتَم (بفتح التاء) اس آلہ کا نام ہے جس سے مہر لگائی جاتی ہے، اس آلہ کی

(۱) شوکانی، فتح القدیر، ۴: ۲۸۵

(۲) آلوسی، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، ۲۲: ۳۴

طرح جس سے ٹکٹ پر مہر لگائی جاتی ہے۔ پس خاتم النبین کے معنی ہوں گے: وہ ذات جس پر سلسلۂ انبیاء کو ختم کردیا گیا۔ اس معنی کی رُو سے خاتم النّبیّن سے مراد آخر النّبیّن ہے ...... اور جمہور نے خاتم کی قراءت بکسر التاء کی ہے، اس بناپر کہ یہ اسم فاعل ہے یعنی وہ ذات جس نے سلسلۂ انبیاء ختم فرما دیا اور اس سے مراد آخرِ انبیاء ہیں۔''

خاتم کو اسم آلہ کے معنی میں لیا جائے تو اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ حضور ﷺ نے آ کر سلسلہ انبیاء کو سربمہر کر دیا اور جس طرح لفافے پر ٹکٹ لگا کر اس پر مہر کر دی جاتی ہے اور اس میں کوئی اور چیز داخل نہیں کی جاسکتی اسی طرح آپ ﷺ کی آمد کے بعد اب اور کوئی نبی نبوت کے حصار میں داخل نہیں ہوسکتا۔

امام آلوسیؒ حضور نبی اکرم کے منصبِ ختم نبوت سے سرفراز ہونے کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

والمراد بالنبي ما هوأعم من الرسول فيلزم من كونه ﷺ خاتم النّبيّين كونه خاتم المرسلين والمراد بكونه عليه الصّلوة والسّلام خاتمهم انقطاع حدوث وصف النبوة فى أحد من الثّقلين بعد تحليه عليه الصلوة والسلام بها فى هذه النشأة. (۱)

''نبی کا لفظ عام ہے اور رسول کا خاص، اس لیے حضور ﷺ کے خاتم النبیین ہونے سے یہ لازم ہو جاتا ہے کہ آپ خاتم المرسلین بھی ہیں، چنانچہ آپ کے خاتم النبیین اور خاتم المرسلین ہونے کا معنی یہ ہے کہ اس دنیا میں آپ ﷺ کے منصب نبوت و رسالت پر فائز ہونے کے بعد جن و انس میں سے اب کسی کو یہ منصب عطا نہ ہوگا۔''

---

(۱) آلوسی، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، ۲۲: ۳۴

امام آلوسی آگے لکھتے ہیں:

وکونه ﷺ خاتم النبیین مما نطق به الکتاب وصدعت به السنّة وأجمعت علیه الأمّة فیکفر مدعی خلافه ویقتل إن أصر.[1]

''حضور ﷺ کا آخری نبی ہونا ایسی حقیقت ہے جس کی تصریح خود کتاب اللہ نے کر دی ہے اور سنت نے اس کی توضیح وتشریح کر دی ہے اور اس مسئلہ پر اجماعِ امت ہے، لہٰذا اس کے خلاف جو دعویٰ کرے گا، کافر قرار پائے گا اور اگر اس پر اصرار کرے تو (عدالتی عمل کے ذریعے) قتل کیا جائے گا۔''

(۲۰) ملا جیون (۱۱۳۰ھ)

برصغیر کے معروف مفسر ملا جیون لفظ ختم کا معنی بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

والمآل علی کلِّ توجیه هو المعنی الأٰخِرُ ولذٰلک فسَّر صاحب الُمدارک قراءة عَاصم بِالاٰخِرِ وصاحب الُبیضاوی کلا القراءتین بالأٰخِرِ.[2]

''اور ہر دو صورت میں خاتم کا معنی آخر ہی ہے۔ اسی لیے صاحبِ ''تفسیر مدارک'' نے امام عاصم کی قراءت پر اس کا معنی آخر کیا ہے اور صاحبِ ''تفسیر بیضاوی'' نے دونوں قراءتوں پر آخر ہی کیا ہے۔''

مذکورہ بالا عبارات سے ائمہ تفسیر کا نقطۂ نظر واضح ہے۔ ان کے نزدیک حضور نبی اکرم ﷺ کے خاتم النبین ہونے کا معنی ہے کہ آپ ﷺ کی تشریف آوری سے سلسلۂ نبوت منقطع ہو چکا ہے۔ اب قیامت تک کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام

---

(۱) آلوسی، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، ۲۲: ۴۱
(۲) ملا جیون، التفسیرات الأحمدیة: ۶۲۲

چونکہ نبی سابق ہیں اور وہ شریعت محمدی ﷺ کے تابع ہوں گے اس لیے قربِ قیامت ان کا نزول حضور نبی اکرم ﷺ کی شان ختم نبوت کے منافی نہیں۔ حضور ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والا قرآن و سنت اور اجماعِ امت کا منکر ہے۔ چنانچہ متفقہ طور پر وہ کافر، مرتد اور خارج از اسلام ہے۔

۲۔ ائمہ حدیث کی آراء

آئمہ حدیث کے نزدیک بھی خاتم النبیین کا وہی معنی ہے جو ہم گزشتہ صفحات میں بیان کر چکے ہیں۔ چند ائمہ کے اقوال اور آراء درج ذیل ہیں:

(۱) امام ابن حبان (م ۳۵۴ھ)

امام قسطلانی نے ختم نبوت کے حوالے سے امام ابن حبان کا قول نقل کیا ہے:

من ذهب إلی أن النبوة مكتسبة لا تنقطع أو إلی أن الولی أفضل من النّبی فهو زنديق يجب قتله. (۱)

”جو یہ عقیدہ رکھے کہ نبوت کسب کے ذریعے حاصل کی جاسکتی ہے، یہ ختم نہیں ہوتی یا یہ کہ ولی نبی سے افضل ہے تو وہ کافر ہے، اس کا قتل (قانوناً) واجب ہے (جس کی تنفیذ کا حق عدالت کے پاس ہے)۔“

امام زرقانی اس قول کی شرح میں ایسے شخص کے ارتداد اور قتل کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

لتكذيب القرآن و خاتم النبيين. (۲)

(۱) قسطلانی، المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، ۳: ۱۷۳

(۲) زرقانی، شرح المواهب اللدنية، ۸: ۳۹۹

(۲) قاضی عیاض (م۵۴۴ھ)

ابو الفضل قاضی عیاض شافعی نے ہر قسم کی نبوت اور القاء وحی کے دعویٰ کو کفر قرار دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

أو من ادّعى النبوة لنفسه او جوّز اكتسابها والبلوغ بصفاء القلب إلى مرتبتها ...... وكذلک من ادّعى منهم أنه يوحى إليه و إن لم يدّع النبوة ...... فهؤلاء كلّهم كفّار و مكذِّبون للنبى ﷺ لأنّه أخبر - عليه السلام - أنه خاتم النبيين لا نبى بعده، وأخبر أيضاً عن الله -تعالىٰ- أنه خاتم النبيين وأنه أرسل إلى كافَّة للناس وأجمعت الأمة على حمل هذا الكلام على ظاهره وأن مفهومه المراد منه دون تأويل ولا تخصيص فلا شک فی كفر هؤلاء الطوائف كلها قطعاً إجماعاً و سمعاً. (۱)

''یا جو شخص (حضور ﷺ کے بعد) نبوت کا دعویٰ کرے یا سمجھے کہ (ریاضت و مجاہدے کے ذریعے) کوئی اسے حاصل کر سکتا ہے اور صفائے قلبی سے منصب نبوت پا سکتا ہے۔ اسی طرح جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ اس پر وحی نازل ہوتی ہے اگرچہ وہ نبوت کا دعویٰ نہ کرے پس ایسے سب مدعیان کافر ہیں اور تاجدارِ کائنات ﷺ کی تکذیب کرنے والے ہیں کیونکہ آپ ﷺ نے باخبر کر دیا کہ آپ آخری نبی ہیں آپ کے بعد کوئی نبی نہیں اور آپ ﷺ نے من جانب اللہ (ہمیں) آگاہ فرما دیا ہے کہ آپ سلسلہ نبوت کو ختم کرنے والے ہیں۔ بیشک اللہ نے آپ کو تمام کائنات انسانی کی طرف مبعوث کیا ہے

---

(۱) قاضی عیاض، الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ، ۲: ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، القسم الرابع، الباب الثالث، فصل ماھو من المقالات کفر

(قرآن و سنت کے علاوہ) تمام امت کا اس پر اجماع ہے کہ اس کلام کو اپنے ظاہر پر محمول کیا جائے گا اور ان الفاظ کا جو ظاہری مفہوم ہے بالکل وہی بغیر کسی تاویل و تخصیص کے مراد ہو گا۔ (جو لوگ اس کے خلاف کریں) قرآن و حدیث اور اجماع امت کی رو سے ان (سب) کے کفر میں کوئی شک نہیں۔‘‘

(۳) امام ابن قیم الجوزیہ (م ۷۵۱ھ)

امام ابن قیم لفظ عاقب اور خاتم کو ہم معنی قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

والعاقب الذي جاء عَقِبَ الأنبياء فليس بعده نبي فإن العاقب هو الآخر فهو بمنزلة الخاتم.(۱)

’’اور آپ ﷺ عاقب ہیں جو تمام انبیاء کے پیچھے تشریف لائے۔ پس آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں، سو عاقب سے مراد آخری ہے اور یہ خاتم کے ہم معنی ہے۔‘‘

(۴) امام ابن حجر عسقلانی (م۸۵۲ھ)

امام ابن حجر عسقلانی یوں رقم طراز ہیں:

وفضل النبی ﷺ علی سائر النبیین، وان الله خاتم به المرسلین وأکمل به شرائع الدین.(۲)

’’حضور نبی اکرم ﷺ تمام انبیاء علیہم السّلام پر فضیلت رکھتے ہیں اور اللہ نے آپ ﷺ پر رُسلِ عظام کی بعثت کا سلسلہ ختم کر دیا اور آپ ﷺ کے ذریعے شریعت کی تکمیل فرما دی۔‘‘

---

(۱) ابن قیم الجوزیہ، زاد المعاد في هدی خیر العباد، ۱: ۵۸

(۲) عسقلانی، فتح الباری، ۶: ۵۵۹

(۵) امام بدرالدین عینی (م ۸۵۵ھ)

امام عینی اس ضمن میں لکھتے ہیں:

وأن اللہ ختم به المرسلين وأكمل به شرائع الدين. [1]

''اور بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر رسولوں (کی بعثت) کو ختم فرما دیا اور آپ ﷺ کے (دین اسلام) کے ساتھ شریعت مکمل فرما دی۔''

(۶) امام قسطلانی (م ۹۲۳ھ)

امام قسطلانی خاتم النبیین کا معنی بیان کرتے ہیں:

خاتم النبيين أي آخرهم الذى ختمهم أو ختموا به. [2]

''خاتم النبیین کا معنی ہے آپ ﷺ تمام انبیاء کے وہ فردِ آخر ہیں کہ جس نے (تشریف لا کر) انہیں ختم کر دیا یا وہ اس (کی بعثت) کے ساتھ ختم کر دیئے گئے۔''

امام قسطلانی سورۂ احزاب کی آیت نمبر ۴۰ کے ذیل میں لکھتے ہیں:

وهذه الآية نص فى أنه لا نبى بعده فلا رسول بطريق الأولى، لأن مقام الرسالة أخص من مقام، فأن كل رسول نبى، ولا ينعكس. [3]

یہ آیت کریمہ اس پر نص ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں تو کوئی رسول بدرجہ اولی نہیں کیونکہ منصبِ رسالت منصبِ نبوت سے خاص ہے، پس بے شک

(۱) عینی، عمدۃ القاری، ۱۶: ۹۸

(۲) قسطلانی، ارشاد الساری شرح صحیح البخاری، ۶: ۲۱، کتاب المناقب، باب خاتم النبیین، ۶: ۲۱

(۳) قسطلانی، المواہب اللّدنیة بالمنح المحمّدیة، ۳: ۱۷۲

ہر رسول نبی ہے مگر ہر نبی رسول نہیں۔‘‘

امام قسطلانی مزید لکھتے ہیں:

فمن تشريف الله تعالىٰ له ختم الأنبياء والمرسلين به وإكمال الدين الحنيف له وقد أخبر الله في كتابه ورسوله في السنة المتواترة عنه أنه لا نبی بعده ليعلموا أن كل من ادعى هذا المقام بعده فهو كذاب أفّاک دجّال ضالّ ولو تحذق وتشعبذ وأتى بأنواع السحر والطلاسم والنيرنجيات.[1]

’’اور اللہ تعالیٰ کے آپ کو عطا کردہ شرف میں سے ہے کہ اس نے آپ ﷺ کی بعثت سے انبیاء ومرسلین (کے سلسلہ) کو ختم فرما دیا اور آپ ﷺ کے لیے دینِ حنیف کی تکمیل فرما دی اور تحقیق اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب (قرآن حکیم) میں اور اس کے رسول ﷺ نے سنت متواترہ میں خبر دی ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کسی (نئے) نبی کی آمد نہیں ہوگی تا کہ سب لوگ جان لیں کہ آپ ﷺ کے بعد جس کسی نے بھی اس مقام (منصب نبوت) کا دعویٰ کیا وہ بہت بڑا دروغ گو، دجال، گمراہ اور گمراہی پھیلانے والا ہے اگرچہ وہ بڑی عقلی مہارت دکھائے، شعبدہ بازی کرے اور طرح طرح کے سحر و طلسمات اور کرشمات کا مظاہرہ کرے۔‘‘

(۷) ملا علی قاری (م ۱۰۱۴ھ)

ملا علی قاری تاجدارِ کائنات حضرت محمد ﷺ کے بعد دعویٰ نبوت کے بارے میں لکھتے ہیں:

---

(۱) قسطلانی، المواهب اللّدنية بالمنح المحمّدية، ۳: ۱۷۳

ودعوی النبوة بعد نبینا ﷺ کفر بالإجماع. (۱)

''ہمارے نبی اکرم ﷺ کے بعد دعویٰ نبوت بالاجماع کفر ہے۔''

(۸) امام احمد شہاب الدین خفاجی (م ۱۰۶۹ھ)

علامہ احمد شہاب الدین خفاجی اس حوالے سے لکھتے ہیں:

وکذلک نکفر من ادعی نبوة أحد مع نبینا ﷺ ان في زمنه کمسیلمة الکذاب والأسود العنسی أو ادعی نبوة أحد بعده فإنه خاتم النبیین بنص القرآن والحدیث، فھذا تکذیب ﷲ ورسوله ﷺ. (۲)

''(حضور ﷺ کے بعد) جو بھی دعویٰ نبوت کرے گا، ہم اسے کافر قرار دیں گے خواہ آپ ﷺ کے زمانہ میں کرے یا آپ ﷺ کے بعد، بیشک آپ ﷺ سلسلہ انبیاء کو ختم فرمانے والے ہیں۔ قرآن وسنت نے اس کی تصریح کر دی ہے پس (مدعی نبوت) اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب کرنے والا ہے۔ (چنانچہ وہ قرآن وسنت کا منکر اور کافر ہے)''

(۹) امام زرقانی مالکی (م۱۱۲۲ھ)

امام زرقانی مالکی اپنا نقطۂ نظر یوں بیان کرتے ہیں:

﴿ولکن رسول الله وخاتم النبیین﴾ أي آخرھم الذی ختمھم أو ختموا به. (۳)

---

(۱) ملا علی قاری، شرح کتاب الفقه الأکبر: ۲۴۷، المسئلة المعلقة بالکفر

(۲) خفاجی، نسیم الریاض، فصل فی بیان ماھو من المقالات کفر، ۴: ۵۰۶

(۳) زرقانی، شرح المواھب اللدنیة، ۸: ۳۹۵، الفصل الرابع ما اختص به من الفضائل والکرامات

''آپ ﷺ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں یعنی سب نبیوں کے آخر ہیں جس نے (آ کر) ان (کی آمد کے سلسلہ) کو ختم فرما دیا یا وہ آپ ﷺ کی بعثت کے ساتھ ختم کر دیئے گے۔''

(۱۰) شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (م ۱۱۷۴ھ)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنی رائے کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:

أو قال: إن النبی ﷺ خاتم النبوة ولکن معنی هذا الکلام أنه لا یجوز أن یسمی بعده أحد بالنبی وأما معنی النبوة وهو کون الإنسان مبعوثا من الله تعالٰی إلی الخلق مفترض الطاعة معصوماً من الذنوب ومن البقاء علی الخطأ فیما یری فهو موجود فی الائمةبعد فذلک الزندیق وقد اتفق جماهیر المتأخرین من الحنفیة والشافعیة علی قتل من یجری هذا المجریٰ. [۱]

''یا وہ شخص یہ کہے: ''بے شک حضور نبی اکرم ﷺ خاتم النبیین ہیں، اور اس سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کسی کو نبی کہنا جائز نہیں، مگر نبوت کی حقیقت یہ ہے کہ کوئی انسان اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخلوق کی طرف اس حال میں مبعوث ہو کہ وہ واجب الطاعت ہو اور گناہوں سے اور غلطی کو ظاہراً دیکھ کر اس پر قائم رہنے سے معصوم ہو سو ایسا انسان آپ ﷺ کے بعد آئمہ میں بھی موجود ہے۔'' ایسا کہنے والا شخص زندیق ہے۔ ایسی چال چلنے والے شخص کے قتل پر احناف اور شوافع کا اتفاق ہے۔ (یعنی جو شخص حضور نبی اکرم ﷺ کی ختم نبوت کا اقرار تو کرے مگر نبوت کی حقیقت آپ ﷺ کے بعد ائمہ میں بھی

---

(۱) ولی اللہ دہلوی، المسوّی من أحادیث المؤطا، ۲: ۲۹۹–۲۹۳

ثابت کرے۔)''[1]

۳۔ آئمہ فقہ وعقائد کی آراء

اَئمہ لغت و ائمہ تفسیر نے لفظ ''خاتم النبیین'' کا جو معنی ومفہوم مراد لیا ہے وہ پیش کرنے کے بعد اب ہم اختصار کے ساتھ اَئمہ فقہ کا موقف پیش کریں گے تاکہ یہ چیز اظہر من الشّمس ہو جائے کہ خاتم النبیین کا معنی یہ ہے کہ حضور ﷺ آخری نبی ہیں، آپ ﷺ نے تشریف لا کر بعثت انبیاء کا سلسلہ ختم فرما دیا ہے۔ اب آپ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا۔ اس معنی پر تمام امت کا اتفاق و اجماع ہے بلکہ امت کا یہ بھی اجتماعی فیصلہ ہے کہ آپ ﷺ کے بعد دعویٰ نبوت کفر و ارتداد اور کذب و افتراء ہے۔

(۱) امام اعظم ابو حنیفہؒ (م ۱۵۰ھ)

امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک تو مدعی نبوت سے دلیل طلب کرنا بھی کفر ہے۔ اس حوالے سے آپ کا موقف یہ ہے:

وتنبأ رجل فی زمن أبي حنيفة رحمه الله وقال أمهلونی حتى أجيئ بالعلامات. وقال أبوحنيفة رحمه الله: من طلب منه علامة فقد كفر لقول النبی ﷺ: لا نبی بعدی.[2]

(۱) اس سے شاہ ولی اللہؒ کا اشارہ ان فرق باطلہ کی طرف ہے جو مخصوص صفاتِ نبوت اَئمہ اہل بیت میں ثابت کرتے ہیں حتیٰ کہ بعض امامت کو نبوت پر فوقیت دیتے ہیں۔ نیز جس طرح اَئمہ اہلِ بیت میں ان صفات کو ثابت کرنا کفر و ارتداد کا باعث ہے اسی طرح غیر ائمہ میں، اگر چہ ایسا شخص حضور نبی اکرم ﷺ کی ختم نبوت کا اقرار کرنے والا ہی کیوں نہ ہو بہر حال وہ کافر و مرتد ہی سمجھا جائے گا۔

(۲) **کردری، مناقب الإمام الأعظم أبی حنيفه، باب ۷: من طلب علامة من المتنبی فقد كفر، ۱: ۱۶۱**

''امام ابوحنیفہؒ کے زمانے میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا اور اس نے کہا کہ مجھے مہلت دو تا کہ اپنی نبوت پر دلائل پیش کروں، حضرت امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا (جو شخص حضور ﷺ کے بعد دعویٰ نبوت کرے وہ بھی کافر ہے اور) جو اس سے دلیل طلب کرے وہ بھی کافر ہے کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔''

(۲) امام محمد شہاب الکردری (م ۸۲۷ھ)

محمد شہاب الکردری فرماتے ہیں:

وأما الايمان بسيدنا عليه الصلوة والسلام فيجب بأنه رسولنا فى الحال وخاتم الأنبياء والرسل فاذا أمن بأنه رسول ولم يؤمن بأنه خاتم الرسل لا ينسخ دينه إلى يوم القيامة لا يكون مؤمنا وعيسى عليه الصلوة والسلام ينزل إلى الناس يدعوا إلى شريعته وهو سائق لأمته إلى دينه. (۱)

''حضور نبی اکرم ﷺ پر ایمان لانا یہ واجب کرتا ہے کہ (ہم اعتقاد رکھیں) آپ ﷺ آج بھی ہمارے رسول ہیں اور سلسلہ انبیاء و رسل کو ختم فرمانے والے ہیں اگر کوئی شخص یہ ایمان رکھے کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں مگر یہ ایمان نہ رکھے کہ آپ ﷺ آخری رسول ہیں (اسی طرح اگر کوئی شخص یہ اعتقاد بھی نہ رکھے کہ) تاقیامت آپ ﷺ کا دین منسوخ نہیں ہوگا تو وہ مومن نہیں (ہمارا یہ اعتقاد بھی ہونا چاہئے کہ) حضرت عیسیٰ علیہ السلام لوگوں کی طرف نازل ہوں گے اور انہیں شریعت مصطفوی ﷺ کی طرف بلائیں گے اور وہ آپ ﷺ کی

---

(۱) کردری، الفتاویٰ البزازیہ، الجزء الثالث، کتاب السیر، بهامش الفتاوی الهندیہ، ۶: ۳۲۷

امت کو آپ ﷺ کے دین (پر عمل پیرا ہونے) کی رغبت دلائیں گے۔‘‘

(۳) امام ابو جعفر الطحاوی (م ۳۲۱ھ)

امام ابو جعفر الطحاوی اپنی کتاب ’العقیدة السلفیة‘ میں امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد علیہم الرحمة کے عقائد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وکل دعوی النبوة بعده علیه السلام فغیّ وهوی. (۱)

’’حضور ﷺ کے بعد ہر قسم کا دعویٰ نبوت گم راہی اور خواہش نفس کی پیروی ہے۔‘‘

(۴) امام ابن حزم اندلسی (م ۴۵۶ھ)

علامہ ابن حزم اندلسی فرماتے ہیں:

وکذلک من قال ...... إن بعد محمد ﷺ نبیًا غیر عیسی بن مریم فإنه لا یختلف اثنان فی تکفیره. (۲)

’’اسی طرح جو یہ کہے کہ حضرت محمد ﷺ کے بعد کوئی نبی ہے سوائے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے تو ایسے شخص کو کافر قرار دینے میں دو مسلمانوں میں بھی اختلاف نہیں ہے (یعنی یہ امت کا متفقہ اور اجتماعی اور اجماعی موقف ہے)۔‘‘

دوسرے مقام پر علامہ موصوف فرماتے ہیں:

وأن الوحی قد انقطع مذمات النبی ﷺ برهان ذلک أن الوحی لا یکون الا إلی نبی وقد قال عزوجل: ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ﴾. (۳)

---

(۱) طحاوی، العقیدة السلفیة: ۱۷

(۲) ابن حزم، الفصل فی الملل والاهواء والنحل، ۳: ۲۴۹

(۳) ابن حزم، المحلی، مسائل التوحید، مسئله: ۴۴، ۱: ۲۶

''بیشک حضور نبی اکرم ﷺ کے وصال کے بعد نزول وحی منقطع ہو گیا اس کی دلیل یہ ہے کہ وحی کا نزول صرف نبی پر ہوتا ہے اور جیسا کہ اللہ ﷻ نے فرمایا ہے محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں مگر اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں یعنی جن کے بعد کوئی نبی نہیں۔''

ایک اور جگہ علامہ اندلسی فرماتے ہیں:

وأنه عليه السلام خاتم النبيين لانبي بعده برهان ذلک: قول الله تعالى ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ﴾.[1]

''بیشک نبی کریم ﷺ خاتم النبیین ہیں آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ دلیل اس کی فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور سب انبیاء کے آخر میں (سلسلہ نبوت ختم کرنے والے) ہیں﴾۔''

(۵) امام نجم الدین عمر نسفی (م ۵۳۷ھ)

امام نجم الدین عمر نسفی فرماتے ہیں:

وأول الأنبياء آدم وآخرهم محمّد عليهما الصّلوة والسّلام.[2]

''انبیاء میں سے پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور سب سے آخری حضرت محمد ﷺ۔''

(٦) علامہ سعد الدین تفتازانی (م ۷۹۱ھ)

علامہ سعد الدین تفتازانی **العقائد النسفية** کی عبارت کی شرح کرتے ہوئے

(۱) ابن حزم، المحلى، ۱: ۹

(۲) العقيدة النسفية، بيان في إرسال الرسل: ۲۸

فرماتے ہیں:

وقد دلّ كلامه وكلام الله المنزل عليه أنه خاتم النّبيّين وأنّه مبعوث إلى كافة الناس بل إلى الجن والإنس ثبت أنه آخر الأنبياء. (۱)

’’حضور نبی اکرم ﷺ کا کلام (حدیث مبارکہ) اور کلام الٰہی جو آپ ﷺ پر نازل ہوا (یعنی قرآن مجید) اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے سلسلہ نبوت کو ختم کر دیا ہے اور آپ ﷺ تمام کائنات انسانی بلکہ تمام جن و انس کی طرف (رسول بن کر) مبعوث ہوئے ہیں۔ (قرآن و حدیث) سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ آخری نبی ہیں۔‘‘

علامہ تفتازانی اس سوال کا جواب دیتے ہوئے کہ ’’احادیث مبارکہ سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہو گا پھر آپ ﷺ آخری نبی کیسے ہوئے؟‘‘ فرماتے ہیں:

لكنه يتابع محمّداً عليه السلام لأن شريعته قد نسخت فلا يكون إليه وحي ونصب الأحكام بل يكون خليفة رسول الله عليه السّلام. (۲)

’’لیکن وہ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی متابعت اور پیروی کریں گے کیونکہ ان کی شریعت منسوخ ہو چکی ہے ان کی طرف نہ تو وحی ہو گی اور نہ ان کے ذمہ نئے احکامِ شریعت کو قائم کرنا ہو گا بلکہ آپ حضور ﷺ کے خلیفہ کی حیثیت سے آئیں گے۔‘‘

(۱) تفتازاني، شرح العقائد النسفية، بيان في إرسال الرسل: ۱۳۷

(۲) تفتازانی، شرح العقائد النسفيه، بيان فی إرسال الرسل: ۱۳۸

(۷) علامہ ابن ابی العزحنفی (م۷۹۲ھ)

علامہ صدر الدین محمد بن علاء الدین علی بن محمد ابن ابی العزحنفی اذرعی صالحی دمشقی (أو كل دعوى النبوة بعده فغي وهوى) کی شرح میں لکھتے ہیں:

لما ثبت أنه خاتم النبيين علم أن من ادعى بعده النبوة فهو كاذب ولا يقال فلو جاء المدعى للنبوة بالمعجزات الخارقة والبراهين الصادقة كيف يقال بتكذيبه؟ لأنا نقول: هذا لا يتصور أن يوجد وهو من باب فرض المحال لأن الله تعالى لما أخبر أنه يدعى النبوة ولا يظهر أمارة كذبه فى دعواه والغى ضد الرشاد والهوى عبارة عن شهوة النفس أي أن تلك الدعوى بسبب هوى النفس لا عن دليل فتكون باطلة. (۱)

’’جب یہ ثابت ہو گیا کہ حضرت محمد ﷺ نبیوں (کے سلسلہ) کو ختم فرما دیا ہے تو معلوم ہوا کہ جو کوئی آپ ﷺ (کی بعثت) کے بعد نبوت کا دعویٰ کرتا وہ جھوٹا ہے اور ہرگز نہیں کہا جائے گا کہ اگر وہ خرقِ عادت معجزات اور سچے دلائل پیش کرتا ہے تو اسے کیونکر جھٹلایا جائے گا، کیونکہ ایسی شے کے وجود کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا اور یہ فرضِ محال ہے، کیونکہ جب باری تعالیٰ نے فرما دیا کہ آپ ﷺ آخری نبی ہیں تو یہ محال ہے کہ آپ کے بعد کسی مدعی نبوت کے دعویٰ میں جھوٹ، گمراہی اور نفسانی خواہش کی علامت ظاہر نہ ہو۔ پس اس کا یہ دعویٰ محض اس کی نفسانی خواہش ہے کسی دلیل کی بنیاد پر نہیں سو یہ باطل ہے۔‘‘

(۱) ابن أبى العز الحنفى، شرح العقيدة الطحاوية: ۱۶٦

(۸) امام شیخ زین الدین ابن نجیم (م ۹۷۰ھ)

علامہ ابن نجیم حنفی کا ارشاد ہے:

اذا لم يعرف أن محمّداً ﷺ آخر الانبياء فليس بمسلم لأنه من الضروريات. (۱)

''اگر کوئی شخص یہ نہ مانے کہ حضرت محمد ﷺ تمام انبیاء میں سب سے آخری نبی ہیں تو وہ مسلمان نہیں کیونکہ ختم نبوت کا عقیدہ ضروریات دین میں سے ہے۔''

شیخ زین الدین ابن نجیم دوسری جگہ فرماتے ہیں:

أنه يكفر به ...... بقوله لا أعلم أن آدم علیہ السلام نبی أولا ولو قال آمنت بجميع الأنبياء عليهم السّلام بعدم معرفة أن محمدا ﷺ آخر الأنبياء. (۲)

''اس شخص کو کافر قرار دیا جائے گا جو یہ کہے کہ میں نہیں جانتا کہ آدم علیہ السلام پہلے نبی ہیں اور حضرت محمد ﷺ آخری نبی اگرچہ وہ یہ کہتا پھرے کہ میں تمام انبیاء پر ایمان رکھتا ہوں۔''

علامہ موصوف اس کے بعد لکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ انا رسول الله (میں اللہ کا رسول ہوں) تو اسے بھی کافر قرار دیا جائے گا۔

---

(۱) ابن نجیم، الاشباه والنظائر، الفتن الثانی، کتاب السیر و الردة، ۱: ۲۹۶

(۲) ابن نجیم، البحر الرائق شرح کنز الدقائق، کتاب السیر، باب أحکام المرتدین، ۵: ۱۳۰

۴۔ آئمہ سلوک وتصوف کی آراء

ختم نبوت کے بارے میں آئمہ سلوک وتصوف کا عقیدہ ہ مذکورہ بالا آئمہ کے عقائد سے کچھ مختلف نہیں۔ اس کا اندازہ چند آئمہ کی درج ذیل آراء سے بخوبی ہو جاتا ہے:

(۱) امام غزالی (م ۵۰۵ھ)

امام غزالی فرماتے ہیں:

إن الأمة فهمت بالإجماع من هذا اللفظ ومن قرائن أحواله أنه أفهم عدم نبی بعده أبداً وعدم رسول اللّٰه أبداً وأنه ليس فيه تأويل ولا تخصيص فمنكر هذا لا يكون وإلا منكر الإجماع.[۱]

''بیشک تمام امت محمدیہ ﷺ نے اس لفظ (یعنی خاتم النبیین اور لا نبی بعدی) سے اور قرائن احوال سے یہی سمجھا ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کبھی بھی نہ کوئی نبی ہو گا اور نہ رسول، نیز یہ کہ اس میں کسی قسم کی نہ کوئی تاویل ہو سکتی ہے نہ تخصیص پس اس کا منکر اجماعِ امت کا منکر ہے۔''

(۲) شیخ اکبر محی الدین ابن عربی (م ۶۳۸ھ)

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی اپنے موقف کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:

فما بقى للأولياء اليوم إلا التعريفات وانسدت أبواب الأوامر الالٰهية والنواهي فمن ادعاها بعد محمّد ﷺ فهومدع شريعة أوحى بها إليه سواء وافق بها شرعنا أو خالف فان كان مكلفاً

(۱) غزالی، الاقتصاد فی الاعتقاد : ۱۶۰

ضربنا عنقه و إلا ضربنا عنه صفحاً. (۱)

''رفعِ نبوت کے بعد اب اولیاء کے لیے تعریفات کے سوا کچھ باقی نہیں رہا اور الوہی اوامر و نواہی کے تمام دروازے بند ہو چکے ہیں پس جو کوئی حضرت محمد ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے گا تو وہ (بزعم خویش) اپنی طرف وحی کردہ نئی شریعت کا مدعی ہوگا، برابر ہے کہ وہ ہماری شریعت کے موافق ہو یا مخالف، پس اگر وہ مکلّف یعنی عاقل بالغ ہے تو ہم (اہل قضا) اسے قتل کی سزا دیں گے اور اگر مجنون ہے تو ہم اس سے کنارا کشی اختیار کریں گے۔''

علامہ شعرانی، شیخ اکبر ابن عربی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ شیخ نے 'فتوحات' میں فرمایا ہے:

هذا باب أغلق بعد موت محمّد ﷺ فلا يفتح لأحد إلى يوم القيامة. (۲)

''یہ (وحی کا) باب حضور ﷺ کے وصال کے بعد بند ہو چکا ہے اب قیامت تک کسی کے لیے نہیں کھلے گا۔''

(۳) امام عبد الوهاب شعرانیؒ (م ۹۷۳ھ)

امام عبد الوھاب شعرانی فرماتے ہیں:

اعلم أن الإجماع قد انعقد على أنه ﷺ خاتم المرسلين كما أنه خاتم النبيين. (۳)

(۱) ۱۔ ابن عربی، الفتوحات المکية، ۳: ۵۱
۲۔ شعرانی، اليواقيت والجواهر في بيان عقائد الاكابر، ۲: ۳۷۳
(۲) شعرانی، اليواقيت والجواهر، المبحث الخمس والثلاثون، ۲: ۳۷۱
(۳) شعرانی، اليواقيت والجواهر، ۲: ۳۷

''جان لو کہ امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے سلسلہ رسل ختم فرما دیا ہے جس طرح آپ ﷺ نے سلسلہ انبیاء ختم فرمایا ہے۔''

(۴) حضرت مجدد الف ثانیؒ (م۱۰۳۴ھ)

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فرماتے ہیں:

۱۔ باید دانست کہ منصب نبوت ختم بر ختم الرسل شده است علیه و علی اٰله الصلوات والتسلیمات۔[۱]

''جان لینا چاہیے کہ منصب نبوت ختم الرسل حضرت محمد ﷺ پر ختم ہو چکا ہے۔''

۲۔ خاتمِ انبیاء محمد رسول اللّٰہ است صلی اللّٰہ تعالیٰ و سلّم وعلٰی اٰله و علیهم اجمعین و دینِ او ناسخِ ادیانِ سابق ست و کتابِ او بہترین کتب ما تقدم ست و شریعتِ او را ناسخے نخواهد بود بلکه تا قیامِ قیامت خواهد ماند و عیسیٰ علی نبیّنا و علیه الصّلٰوۃ و السّلام که نزولِ خواهد نمود عمل بشریعتِ او خواهد کرد و بعنوان امتِ او خواهد بود۔[۲]

محمد رسول اللہ ﷺ تمام انبیاء علیہم السّلام کے خاتم اور آپ ﷺ کا دین ادیانِ سابقہ کا ناسخ ہے اور آپ ﷺ کی کتاب پہلی کتب سے بہترین ہے، آپ ﷺ کی شریعت کا ناسخ کوئی نہیں ہوگا اور قیامت تک یہی شریعت رہے گی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو نزول فرمائیں گے وہ بھی آپ ﷺ کی شریعت ہی

(۱) مجدد الف ثانی، مکتوبات، دفتر اول، حصہ چہارم: ۱۱۰، مکتوب نمبر۲۶۰

(۲) مجدد الف ثانی، مکتوبات، دفتر دوم، حصہ ہفتم: ۴۹، مکتوب نمبر: ۶۷

پر عمل کریں گے اور آپ ﷺ کے امتی کی حیثیت سے رہیں گے۔"

۳۔ نبوت عبارت از قرب الٰہی است جل سلطانه که شائبه ظلیت ندارد و عروجش رو بحق دارد جل وعلا و نزولش رو بخلق این قرب بالاصالة نصیب انبیاء است علیهم الصلوات و التسلیم و این منصب مخصوص باین بزرگواران است وخاتم این منصب سید البشر است علیه و علی اٰله الصّلوٰة والسّلام حضرت عیسیٰ علی نبیّنا و علیه الصّلوةُ والتحیّة بعد از نزول متابع شریعتِ خاتم الرسل خواهدبود علیه الصّلوة و السّلام۔[1]

"نبوت قرب الٰہی سے عبارت ہے جس میں ظلیت کا شائبہ تک نہیں ہوتا۔ اس کا عروج حق کی طرف اور نزول مخلوق کی طرف ہوتا ہے، قرب کا یہ درجہ اِصالتاً انبیاء علیہم السلام کا حصہ ہے اور یہ انہیں معزز ہستیوں کے ساتھ مخصوص ہوتا ہے۔ اس منصب کے ختم فرمانے والے سید البشر حضرت محمد ﷺ ہیں حضرت عیسی علیہ السلام بھی نزول کے بعد آپ ﷺ کی شریعت کی اتباع کریں گے۔"

۴۔ در شان فاروق رضی اللہ عنہ فرموده است علیه وعلی اله الصّلٰوة والسّلام: لَوْكَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَكَانَ عُمَرُ یعنی لوازم و کمالاتے که در نبوت درکار است همه را عمر رضی اللہ عنہ دارد امّا چون منصبِ نبوت بخاتمِ الرُّسُل ختم شده است علیه وعلی اله الصّلٰوة والسّلام بدولتِ منصبِ نبوت مشرف

(۱) مجدد الف ثانی، مکتوبات، دفتر اول، حصه پنجم: ۱۴۸، مکتوب نمبر: ۳۰۱

نگشت۔[۱]

''سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شان میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتے یعنی تمام لوازمات و کمالات نبوت ان کے اندر موجود ہیں لیکن چونکہ منصبِ نبوت حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تمام ہو چکا ہے اس لیے وہ اس منصب سے سرفراز نہیں ہو سکتے۔''

اسی مکتوب میں ہے:

۵۔ مقرر است ہیچ ولی امتے بمرتبۂ صحابی آں امت نرسد فکیف بہ نبی آں امت۔[۲]

''یہ بات طے شدہ ہے کہ کسی امت کا ولی اس امت کے صحابی کے مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا چہ جائیکہ ایک امتی اس امت کے نبی کے درجہ تک رسائی حاصل کرے۔''

ماحصل کلام

آئمہ امت کی مذکورہ بالا تصریحات، تشریحات اور دلائل و اقوال سے ثابت ہو گیا کہ امت نے خاتم النبیین کا مطلب ہمیشہ یہی سمجھا ہے کہ حضور سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری نبی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد قیامت تک ہر قسم کی نبوت و رسالت کا سلسلہ بند ہو چکا ہے۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جو شخص بھی نبوت و رسالت کا دعویٰ کرے اور پھر اس دعویٰ کے بارے میں کتنی ہی تاویلیں کیوں نہ کرے، اپنی نبوت کو ظلی، بروزی، لغوی ثابت کرنے کے لاکھ جتن کرے، بالاجماع اسے کافر، مرتد اور زندیق ہی سمجھا جائے گا اور

---

(۱) مجدد الف ثانی، مکتوبات، دفتر سوم، حصہ ہشتم: ۶۹، ۷۰، مکتوب نمبر: ۲۴

(۲) مجدد الف ثانی، مکتوبات، دفتر سوم، حصہ ہشتم: ۷۰، مکتوب نمبر: ۲۴

صرف اسے ہی نہیں بلکہ اسے سچا ماننے والوں کو بھی اس دائرہ میں شامل کیا جائے گا حتیٰ کہ جو اس دجال اور اس کے ماننے والوں کے کفر میں شک بھی کرے اسے بھی خارج از اسلام قرار دیا جائے گا۔

مذکورہ بالا صفحات میں جن آئمہ کی تصریحات پیش کی گئیں ہیں ہم نے ان کے ناموں کے ساتھ ان کے سنینِ وفات بھی دے دیئے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر دور اور ہر صدی کے اکابرینِ امت **خاتم النبیین** سے مراد ''آخری نبی'' ہی لیتے رہے ہیں اور پہلی صدی ہجری سے لے کر آج تک تمام اُمتِ مسلمہ کا عقیدہ یہی رہا ہے نیز ان اہل علم و دانش کا تعلق ہندوستان سے لے کر مراکش اور اندلس تک اور ترکی سے لے کر یمن تک دنیا کے مختلف ملکوں اور خطوں سے تھا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر صدی میں دنیا کے ہر خطہ کے مسلمانوں کا موقف یہی رہا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ آخری نبی ہیں۔

حصہ دوم

قادیانیّت

اسلام میں توحید، ختم نبوت اور عقیدۂ آخرت جیسے بنیادی عقائد اساسی اہمیت کے حامل ہیں۔ اسلامی تعلیمات میں اس لیے سعادت و نجاتِ دارین کے لیے ہر ایسا ضابطہ پیش کیا گیا ہے جس کا تعلق مندرجہ بالا اصولِ ثلاثہ سے ہے۔ یہ ایک ابدی اور دائمی حقیقت ہے کہ اسلام تمام امورِ دینیہ و دنیویہ کو اتمام و کمال تک پہنچا کر ان میں کسی قسم کے حذف و اضافہ اور ترمیم و تنسیخ کی نفی فرماتے ہوئے برملا اور بڑے شد و مد سے حضور رحمت عالم ﷺ کی ختم نبوت کا واضح اعلان کرتا ہے۔

اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ نے ختمِ نبوت کے مسئلہ کو اتنی اہمیت دی ہے اور قرآن و حدیث میں اس قدر صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ اب کسی ذی ہوش اور صاحبِ عقل و خرد انسان کے لیے اس مسئلے کے بارے میں ایک لمحہ کے لیے بھی تردد اور شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی۔ قرآن حکیم کی نصوصِ قطعیہ اور احادیث متواترہ سے بدیہی طور پر ثابت ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہی اللہ کے آخری نبی اور رسول ہیں اور آپ ﷺ کی آمد کے ساتھ ہی سلسلہ بعثت انبیاء و رُسل اپنے کمال کو پہنچ کر اختتام پذیر ہو چکا ہے۔ اب قیامت تک نہ کوئی نبی پیدا ہوگا اور نہ کوئی رسول۔ چنانچہ امتِ مسلمہ کا یہ متفقہ اور اجماعی عقیدہ ہے کہ جو شخص بھی آپ ﷺ کے بعد نبوت یا رسالت کا دعویٰ کرے گا وہ کذاب، دجال، کافر، مرتد اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔ اب قیامت تک آپ ﷺ کی نبوت و رسالت ہی جاری و ساری رہے گی۔ اسی کا نام عقیدۂ ختم نبوت ہے۔

بلاشبہ ہمارے نزدیک ختمِ نبوت ہی کا دوسرا نام عشقِ رسول ﷺ ہے جو کہ ہر

مسلمان کے ایمان کی اساس ہے، اس لیے اس عقیدہ کی حفاظت اور پاسبانی میں اُمتِ مسلمہ کی زندگی مضمر ہے۔ اس غیر معمولی اہمیت کے پیش نظر امت ابتداء ہی سے اس عقیدہ کے بارے میں بہت حساس رہی ہے اور ایسا کیوں نہ ہو جبکہ اسے یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ آقاے دو جہاں ﷺ کے بعد کسی نئے نبی کے تصور ہی سے مسلمان کا رشتہ اپنے نبی ﷺ سے کٹ جاتا ہے۔ اسی لیے امت ہمیشہ دامنِ مصطفیٰ ﷺ کو آخری سہارا جانتے ہوئے مضبوطی سے تھامے رکھتی ہے۔ ناموسِ مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ میں اسے پروا نہیں، جان جاتی ہے تو جائے مگر اس رشتہ مصطفوی پر آنچ نہ آنے پائے۔ یہی اس امت کی پہچان رہی ہے۔ بارہا ایسا ہوا کہ شمع رسالت کے پروانے ہر رشتے کو بالائے طاق رکھ کر یہ کہتے ہوئے دہلیز مصطفیٰ ﷺ پر نقد جاں ہار گئے

یہ جان تو آنی جانی ہے اس جان کی کوئی بات نہیں

سرفروشی و جاں نثاری کا یہی وہ لافانی جذبہ ہے جس سے باطل ہمیشہ لرزاں و ترساں رہتا ہے۔ اسلام دشمن قوتیں اس امر سے بھی بخوبی آگاہ ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی ناموس کی بات آجائے تو مسلمان کے نزدیک جان جیسی متاعِ عزیز بھی بے معنی اور بے حقیقت ہوکر رہ جاتی ہے۔ باطل قوتیں یہ بات بخوبی جان چکی ہیں کہ جب تک مسلمان کے دل میں روحِ محمد ﷺ موجود ہے قومِ رسولِ ہاشمی کو شکست سے دوچار نہیں کیا جاسکتا۔ وہ اس حقیقت سے بھی آشنا ہیں کہ جسدِ امت میں جو روح و جان اور حرارت موجود ہے، وہ شعلہ عشقِ رسول ﷺ ہی سے فروزاں ہے۔

اس لیے باطل کی اوّل و آخر یہی کوشش رہتی ہے کہ امتِ مسلمہ کے باطن سے یہ حرارت بتدریج اس قدر کم کر دی جائے کہ اس کی رمق بھی باقی نہ رہے۔ اس کے لیے نت نئے ہتھکنڈے اور حربے استعمال کیے جاتے ہیں۔ مگر ان میں سب سے خطرناک ہتھکنڈہ وہ ہے جس کی نوعیت اور طریقہ واردات تو نہیں بدلتا مگر اس کا نام بدلتا رہتا ہے۔ کسی دور میں اس کا نام اَسود عنسی ہوتا ہے تو کبھی طلحہ اسدی، کبھی سجاح بنت حارث تو کبھی

مسلیمہ کذاب، کبھی بہاء اللہ تو کبھی مرزا غلام احمد قادیانی۔ موخر الذکر انگریز کا وہ خود کاشتہ پودا ہے جو قادیان کی زمین پر اگایا گیا، اور اس کی آب یاری انگریز حکومت کی نوازشات سے کی گئی۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے ختمِ نبوت کے اجماعی عقیدہ کا انکار کرتے ہوئے دعویٰ نبوت کر دیا۔ یوں تو مرزا صاحب نے پے در پے کئی دعوے کئے جن کی ایک طویل فہرست ہے، لیکن کلیدی دعوے تین ہیں:

۱۔ دعوی وحی و الہام

۲۔ دعوی مسیحیت

۳۔ دعوی نبوت و رسالت

یہ امر قابلِ توجہ ہے کہ مرزا صاحب کا ہر دعویٰ کبھی پوشیدہ اور کبھی کھلا اس قدر مختلف قسم کے تضاد، تناقض و تعارض کا آئینہ دار ہے کہ اس پر

بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بو العجبیست

کہنا پڑتا ہے۔

مرزا قادیانی چند سکوں کے عوض اپنے ایمان کا سودا کر کے نہ صرف نسلوں کی نسلیں کفر و ارتداد، اور گمراہی و ضلالت کی دلدل میں اتار گیا بلکہ امت مسلمہ کے جسد میں وہ رسنے والا ناسور پیدا کر گیا جس کی چبھن اور جلن سے امت آج ایک صدی بعد بھی اسی طرح بے قرار ہے جس طرح پہلے تھی۔ قلبِ امت مسلمہ میں پیوست اس خنجر کا نام قادیانیت ہے۔ پچھلے سو سالہ دور میں امتِ مسلمہ کو جس قدر نقصان قادیانیت سے پہنچا ہے تاریخ کے اوراق میں اس کی نظیر ڈھونڈنا مشکل ہے۔ قادیانیت کا طریقہ واردات یہ ہے کہ وہ اسلام پر اسلام کے نام سے وار اور مسلمانوں کو مار آستین بن کے ڈستی ہے۔

قادیانی امت عالم اسلام کے لیے بالعموم اور وطن عزیز کے لیے بالخصوص وہ خطرناک اور زہریلی اقلیت ہے جو محمد عربی ﷺ کے اسلام کو (معاذ اللہ) مردہ کہتے

ہوئے[۱] اپنے اوہام وفریب کو زندہ اسلام قرار دیتی ہے۔[۲]

امت مسلمہ کے لیے قادیانیت سب سے بڑا فتنہ اور سب سے بڑی آزمائش اس اعتبار سے ہے کہ یہ دجل وفریب سے سور کا گوشت بیچتی ہے لیکن گائے کا گوشت کہہ کر پیش کرتی ہے۔ پیش شراب کرتی ہے اور کہتی میٹھا شربت ہے، اسی لیے امت کو اس خطرناک دھوکے، فراڈ اور بلیک میلنگ سے بچانے کے لیے مکمل ایک صدی تک ملت اسلامیہ کے بہترین دماغ اپنی پوری صلاحیتیں بروئے کار لاکر اس کے خلاف نبرد آزما رہے ہیں۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد امت نے سب سے بڑی اجتماعی قربانی اسی فتنہ کے سدباب کے لیے پیش کی ہے۔

امت مسلمہ مذہبی اور دینی محاذ پر اس اقلیت کے غیر مسلم، مرتد اور زندیق ہونے کے بارے میں ہمیشہ متفق رہی ہے اور اس کی حیثیت کے بارے میں امت کے کسی طبقہ کو کبھی بھی شک نہیں رہا مگر یہ شاید کم لوگوں کے علم میں ہوگا کہ یہ پراسرار اقلیت جس قدر دین و ایمان کے لیے خطرناک ہے اس قدر مملکت خداداد پاکستان کے لیے بھی زہر قاتل ہے۔

---

(۱) غلام احمد قادیانی، نجم الهدیٰ: ۱۰

(۲) اخبار "الفضل" قادیان، جلد: ۲، نمبر: ۳۲، مورخہ ۱۹ اکتوبر ۱۹۲۸ء

باب اوّل

مرزا غلام احمد قادیانی

کی

پیدائش اور اِبتدائی زندگی

زیرِنظر باب میں مرزا غلام احمد قادیانی کی ذاتی زندگی، خاندانی پس منظر، پیدائش اور بچپن سے لے کر اِبتدائے شباب تک کے جو حالات قلم بند کیے گئے ہیں وہ مرزا صاحب اور ان کے پیروکاروں کی ان تحریروں سے ماخوذ ہیں جو ان کی مستند و معتبر کتب میں موجود ہیں۔ قارئین کرام کو یہ معلومات بہم پہنچانے کا مقصد یہ ہے کہ جھوٹے مدعی نبوت کی شخصیت کو پوری جزئیات سمیت خود اس کی اور اس کے حواریوں کی تحریروں کی روشنی میں اجاگر کیا جاسکے اور اس کا کوئی گوشہ قاری کی نظر سے اوجھل نہ رہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی پیدائش

مرزا صاحب اپنی پیدائش کے متعلق لکھتے ہیں:

''میں تو اُم پیدا ہوا تھا اور میرے ساتھ ایک لڑکی تھی جس کا نام جنت تھا اور یہ الہام کہ **یَا آدَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُکَ الْجَنَّۃ** جو آج سے بیس برس پہلے براہینِ احمدیہ کے صفحہ ۴۹۶ میں درج ہے اس میں جو جنت کا لفظ ہے اس میں یہ ایک لطیف اشارہ ہے کہ وہ لڑکی جو میرے ساتھ پیدا ہوئی اس کا نام جنت تھا۔''(۱)

چونکہ مرزا صاحب کے ساتھ پیدا ہونے والا دوسرا بچہ لڑکی تھی اس لیے انہیں یہ وہم تھا کہ ان کے اندر بھی **انثیّت** کا مادہ موجود ہے چنانچہ انہوں نے اپنے اس خیال کا اظہار یوں کیا:

---

(۱) غلام احمد قادیانی، تریاق القلوب: ۳۵۱؛ روحانی خزائن، ۱۵: ۴۷۹

''میں خیال کرتا ہوں کہ اس طرح پر خدا تعالیٰ نے انثیت کا مادہ مجھ سے بکلّی الگ کر دیا۔''(۱)

مرزا صاحب کی تاریخِ پیدائش کا معمہ

مرزا صاحب کی تاریخ پیدائش کے متعلق متضاد بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ حتمی تاریخ کا علم خود مرزا صاحب کو اور ان کے اہل خانہ کو بھی نہیں۔ معروف یہی ہے کہ وہ لاہور کے شمال مشرق میں ۵۰، ۵۵ میل پر واقع ہندوستان کے ضلع گورداسپور کے ایک چھوٹے سے قصبہ قادیان میں ۱۳ فروری ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں پیدا ہوئے، جب سکھ حکومت دم توڑ رہی تھی اور ہندوستان میں برطانوی اقتدار کا سورج طلوع ہو رہا تھا۔ اس دور کے متعلق ان کی اپنی تحریروں سے پتا چلتا ہے کہ جب ۱۸۵۷ کا ہنگامہ آزادی شروع ہوا تو اس وقت ان کی عمر سولہ سترہ سال تھی۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں:

''میری پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں سکھوں کے آخری وقت میں ہوئی ہے اور میں ۱۸۵۷ء میں سولہ برس کا یا سترھویں برس میں تھا اور ریش و برودت کا آغاز نہیں تھا۔''(۲)

اپنی تاریخ پیدائش سے متعلق قادیانیت کے پیشوا کے بیان پر غیر تو غیر ٹھہرے ان کے اپنے بیٹے کو بھی اعتماد نہیں۔ وہ اسے صحیح تسلیم نہیں کرتا اور اپنے اختلاف کا اظہار اس طرح کرتا ہے:

''لیکن بعد میں ان کے خاندان کے افراد میں ان کے سالِ ولادت کے بارے میں اختلاف پیدا ہوگیا تھا۔ پہلے نظریے کے مطابق سال ولادت ۱۸۳۶ء یا

(۱) یعقوب علی قادیانی، حیات النّبی، ۱: ۵۰

(۲) غلام احمد قادیانی، کتاب البریہ، حاشیہ: ۱۵۹؛ مندرجہ روحانی خزائن ۱۳: ۱۷۷

۱۸۳۷ء ہوسکتا ہے۔"[۱]

"ایک تخمینہ کے مطابق سال ولادت ۱۸۳۱ء ہوسکتا ہے۔"[۲]

"پس ۱۳ فروری ۱۸۳۵ عیسوی بمطابق ۱۴ شوال ۱۲۵۰ ہجری بروز جمعہ والی تاریخ صحیح قرار پاتی ہے۔"[۳]

"جبکہ دیگر ۱۸۳۳ء یا ۱۸۳۴ء کو سال ولادت قرار دیتے ہیں۔"[۴]

"معراج دین نے تاریخ ولادت ۱۷ فروری ۱۸۳۲ء مقرر کی ہے۔"[۵]

مرزا صاحب کی تاریخ پیدائش کا تعین ایک ایسا معمہ ہے جسے ان کا بیٹا بھی حل نہ کر سکا اور شش و پنج میں پڑ گیا۔

مرزا غلام احمد قادیانی کا نام ونسب اور خاندان

مرزا غلام احمد قادیانی کے نام ونسب اور خاندان کے بارے میں جاننا اس لیے ضروری ہے کہ کسی تنظیم اور تحریک کے بانی کے عزائم و مقاصد اور نظریات و خیالات اس کی شخصیت کے گرد گھومتے ہیں اور انہیں اس کی ذات سے الگ کر کے دیکھنا اور پرکھنا ممکن نہیں۔

مرزا صاحب کا نام غلام احمد، ماں کا نام چراغ بی بی، باپ کا نام غلام مرتضیٰ، دادا کا نام عطا محمد اور پردادا کا نام گل محمد تھا۔ مرزا کے اس شجرۂ نسب سے اس کی اور اس کے آباء و اجداد کی نسل متعین کرنا مشکل ہی نہیں ناممکن نظر آتا ہے کیونکہ مرزائے قادیان کو

---

(۱) مرزا بشیر احمد، سیرۃ المہدی، ۲: ۱۵۰

(۲) مرزا بشیر احمد، سیرۃ المہدی، ۲: ۷۴

(۳) مرزا بشیر احمد، سیرۃ المہدی، ۲: ۷۶

(۴) مرزا بشیر احمد، سیرۃ المہدی، ۳: ۱۹۴

(۵) مرزا بشیر احمد، سیرۃ المہدی، ۳: ۳۰۲

خود معلوم نہیں کہ ان کی نسل اور خاندان کیا ہے؟ وہ اس حوالے سے تشکیک و ابہام کا شکار نظر آتے ہیں۔ اس کا ثبوت خود ان کی تحریریں ہیں۔ وہ اپنی اصل ونسل کے بارے میں متضاد بیانات دیتے ہیں اور کسی ایک نسل یا خاندان پر اکتفا نہیں کرتے۔ یہ بات عام قاری کے لیے حیرانی کا باعث ہے۔ ہم ذیل میں مرزا کی تحریروں کی روشنی میں ان کی نسل وخاندان معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

۱۔ مغل برلاس

مرزا صاحب کی ایک تحریر کے مطابق ان کا تعلق مغل قوم اور اس کی شاخ برلاس سے تھا۔ وہ اپنی تصنیف ''کتاب البریہ'' کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

''اب میرے سوانح اس طرح پر ہیں کہ میرا نام غلام احمد میرے والد صاحب کا نام غلام مرتضیٰ اور دادا صاحب کا نام عطا محمد اور پڑدادا صاحب کا نام گُل محمد تھا اور جیسا کہ بیان کیا گیا ہے ہماری قوم برلاس ہے اور میرے بزرگوں کے پرانے کاغذات سے جو اب تک محفوظ ہیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس ملک میں ثمرقند سے آئے تھے۔''(۱)

۲۔ فارسی الاصل ہونے کا گمان

لیکن پھر انہیں جانے کیا سوجھی کہ قرآنی آیات اور احادیثِ نبوی ﷺ کی کچھ نصوص کو پڑھتے ہی انہوں نے خود کو ان کا مصداق سمجھنا شروع کر دیا اور کچھ عبارتیں اپنے پاس سے گھڑ کر انہیں الہام قرار دے دیا۔ بعض احادیثِ مبارکہ میں حضور ﷺ نے فارس کا تذکرہ فرمایا اور محدثین کی اکثریت نے اس سے مراد امام اعظم ابو حنیفہؒ لیے ہیں کیونکہ وہ فارسی النسل تھے اور ان کی علمی خدمات کا ایک جہان معترف ہے اور یہ اعتراف صدیوں پر

(۱) غلام احمد قادیانی، کتاب البریہ، حاشیہ: ۱۴۴، ۱۴۵؛ روحانی خزائن، ۱۳: ۱۶۲، ۱۶۳

پھیلا ہوا ہے۔ لیکن مرزا صاحب نے خود ہی اسے اپنے بارے میں الہام بنا کر اپنے آباء و اجداد کو فارسی الاصل قرار دینے کی کوشش کی۔ چنانچہ مذکورہ کتاب کے حاشیے میں لکھتے ہیں:

''دوسرا الہام میری نسبت یہ ہے: **لَوْ كَانَ الايْمَانُ مُعَلَّقًا بِالثُّرَيَّا لَيَنَالُهُ رَجُلٌ مِنْ فَارَس۔**(۱) یعنی اگر ایمان ثریا سے معلّق ہوتا تو یہ مرد جو فارسی الاصل ہے وہیں جا کر اس کو لے لیتا۔ اور پھر تیسرا الہام میری نسبت یہ ہے: **إن الذين كفروا رد عليهم رجل من فارس شكر الله سعيه۔** یعنی جو لوگ کافر ہوئے اس مرد نے جو فارسی الاصل ہے ان کے مذاہب کو رد کر دیا۔ خدا اس کی کوشش کا شکر گزار ہے۔ یہ تمام الہامات ظاہر کرتے ہیں کہ ہمارے آباء اوّلین فارسی تھے۔''(۲)

اپنے خاندان کے حوالے سے اپنے اس خلافِ حقیقت بیان کی وہ خود ہی ایک جگہ نفی کرتے ہوئے کہتے ہیں:

---

(۱) یہ حدیث اختلافِ الفاظ کے ساتھ صحیحین اور دیگر کتب حدیث میں مذکور ہے۔ 'صحیح بخاری (۴: ۱۸۵۸، رقم: ۴۶۱۵)' میں بروایتِ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس طرح آئی ہے:

وضع رسول الله ﷺ يده على سلمان، ثم قال: لو كان الإيمان عند الثريا لناله رجال أو رجل من هؤلاء.

'صحیح مسلم (۴: ۱۹۷۲، رقم: ۲۵۴۶)' میں درج ذیل الفاظ مذکور ہیں:

لو كان الدين عند الثريا لذهب به رجل من فارس أو قال من أبناء فارس حتى يتناوله.

اس حدیث مبارکہ کی مزید تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو ہماری کتاب: 'اِمام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ: اِمام الائمہ فی الحدیث (جلد اوّل)'۔

(۲) **غلام احمد قادیانی، کتاب البریه، حاشیه: ۱۳۵؛ مندرجه روحانی خزائن، ۱۳: ۱۶۳**

’’یاد رہے کہ اس خاکسار کا خاندان بظاہر مغلیہ خاندان ہے کوئی تذکرہ ہمارے خاندان کی تاریخ میں یہ نہیں دیکھا گیا کہ وہ بنی فارس کا خاندان تھا، ہاں بعض کاغذات میں یہ دیکھا گیا کہ ہماری بعض دادیاں شریف اور مشہور سادات میں سے تھیں، اب خدا کے کلام سے معلوم ہوا کہ در اصل ہمارا خاندان فارسی خاندان ہے، سو اس پر ہم پورے یقین سے ایمان لاتے ہیں کیونکہ خاندانوں کی حقیقت جیسا کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کسی دوسرے کو ہرگز معلوم نہیں، اسی کا علم صحیح اور یقینی اور دوسرے کا شکی اور ظنی۔‘‘(۱)

۳۔ بیک وقت اِسرائیلی اور فاطمی

مرزا قادیانی اس حد تک تضاد بیانی کا شکار ہیں کہ کبھی وہ مغلوں کی شاخ برلاس کہتے ہیں، پھر فارسی الأصل ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور جب طبیعت اس پر بھی اکتفا نہیں کرتی تو بیک جنبشِ قلم خود کو اسرائیلی اور فاطمی بھی قرار دینے لگتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

’’خدا نے مجھے یہ شرف بخشا ہے کہ میں اسرائیلی بھی ہوں اور فاطمی بھی۔‘‘(۲)

۴۔ چینی النسل

اپنی نسل اور اصل کے بارے میں مرزا صاحب نے ایک اور پینترا بدلا اور خود کو چینی النسل ثابت کرنے لگے۔ اپنی کتاب ’’تحفہ گولڑویہ‘‘ میں لکھا:

’’میرے بزرگ چینی حدود سے پنجاب میں پہنچے ہیں۔‘‘(۳)

---

(۱) غلام احمد قادیانی، اربعین، حاشیہ: ۲۳؛ مندرجہ روحانی خزائن، ۱۷: ۳۶۵

(۲) مرزا غلام احمد قادیانی، ایک غلطی کا ازالہ: ۱۲؛ مندرجہ روحانی خزائن، ۱۸: ۲۱۶

(۳) مرزا غلام احمد قادیانی، تحفہ گولڑویہ: ۴۱؛ مندرجہ روحانی خزائن، ۱۷: ۱۲۷

۵۔ بنی فاطمہ سے ہونے کا دعویٰ

مرزائے قادیان نے مہدی بننے کے چکر میں بھی اپنی نسل بدلنے کی تحریری کاوشیں کیں۔ بعض احادیث میں چونکہ امام مہدی کے خاندانی نسب کی نشاندہی بھی موجود ہے اس لیے مرزا صاحب نے بڑے ہی تکلف کے ساتھ بنی فاطمہ سے ہونے کا دعویٰ کیا:

''میں اگر چہ علوی تو نہیں ہوں مگر بنی فاطمہ میں سے ہوں۔ میری بعض دادیاں مشہور اور صحیح النسب سادات میں سے تھیں۔''(۱)

۶۔ ایک معجون مرکب

مرزا صاحب اپنی خاندانی اصل کے بارے میں درجہ بالا متضاد معلومات بہم پہنچانے کے بعد خود ہی لکھتے ہیں:

''اور میں اپنے خاندان کی نسبت کئی دفعہ لکھ چکا ہوں کہ وہ ایک شاہی خاندان ہے اور بنی فارس اور بنی فاطمہ کے خون سے ایک معجون مرکب ہے۔''(۲)

۷۔ ہندو ہونے کا اعلان

ہندوستان میں اپنے اردگرد پھیلے ہوئے ہندوؤں کو خوش کرنے کے لیے مرزا صاحب اپنا ناتہ ان سے بھی جوڑنے سے نہیں چونکتے بلکہ نت نئے دعووں کا ریکارڈ بناتے ہوئے اعلان کرتے ہیں:

''پس جیسا کہ آریہ قوم کے لوگ کرشن کے ظہور کا ان دنوں میں انتظار کرتے

---

(۱) غلام احمد قادیانی، نزول المسیح، حاشیہ: ۴۸؛ مندرجہ روحانی خزائن، ۱۸: ۶۲۶

(۲) غلام احمد قادیانی، تریاق القلوب: ۱۵۸، ۱۵۹؛ مندرجہ روحانی خزائن، ۱۵: ۲۸۶، ۲۸۷

ہیں وہ کرشن میں ہی ہوں۔‘‘(۱)

۸۔سکھ ہونے کا اعلان

مرزا صاحب نے سکھوں کے ساتھ بھی اپنا تعلق ظاہر کیا۔ چنانچہ سکھ ہونے کا اعلان اس تعارف کے ساتھ کرتے ہیں:

’’۸ستمبر ۱۹۰۶ء بوقت فجر کئی الہام ہوئے۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے امین الملک جے سنگھ بہادر۔‘‘(۲)

۹۔آریوں کا بادشاہ ہونے کا اعلان

مرزا صاحب اپنے ایک الہام میں خود کو آریوں کا بادشاہ قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’یہ دعویٰ صرف میری طرف سے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ نے بار بار میرے پر ظاہر کیا ہے کہ جو کرشن آخر زمانہ میں ظاہر ہونے والا تھا وہ تو ہی ہے۔ آریوں کا بادشاہ۔(۳)

۱۰۔رُدّر گوپال ہونے کا اعلان

’’جو ملک ہند میں کرشن نام ایک نبی گذرا ہے جس کو رڈر گوپال بھی کہتے ہیں

(۱) ا۔ غلام احمد قادیانی، حقیقة الوحی، تتمہ: ۸۵؛ مندرجہ روحانی خزائن، ۲۲: ۵۲۱

۲۔ تذکرہ، مجموعہ الہامات مرزا: ۳۸۱

(۲) تذکرہ، مجموعہ الہاماتِ مرزا: ۴۷۲

(۳) غلام احمد قادیانی، تتمہ حقیقہ الوحی: ۸۵؛ مندرجہ روحانی خزائن، ۲۲: ۵۲۲

(یعنی فنا کرنے والا اور پرورش کرنے والا)اس کا نام بھی مجھے دیا گیا ہے۔"(۱)

۱۱۔نسلیں ہیں میری بے شمار

مختلف نسلیں تبدیل کرنے کے بعد وہ ایسی لفظی قلابازی کھاتے ہیں کہ عقل حیران اور ناطقہ سربگریبان ہونے لگتا ہے۔ وہ کہتے ہیں:

میں کبھی آدم، کبھی موسیٰ، کبھی یعقوب ہوں
نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار(۲)

۱۲۔ اعترافِ حقیقت

پھر ان تمام نسلوں پر خطِ تنسیخ پھیرتے ہوئے ایک اور چھلانگ لگاتے ہیں اور خودکونوع انسانی سے نکال باہر کرتے ہیں اور اپنی حقیقت کااعتراف یوں کرتے ہیں:

کِرم خاکی ہوں میں پیارے نہ میں آدم زاد ہوں
ہوں بشر کی جائے نفرت اور اِنسانوں کی عار(۳)

اس خلط مبحث سے بقول غالب:

اک معمہ ہے سمجھنے کا نہ سمجھانے کا

کے مصداق مرزا کی نسل کا مسئلہ ابھی تک لاینحل ہے، اس لیے ہم اس بحث کو یہیں سمیٹتے ہیں۔

---

(۱) غلام احمد قادیا نی، تتمہ حقیقۃ الوحی: ۸۵؛ مندرجہ روحانی خزائن، ۲۲: ۵۲۱

(۲) غلام احمد قادیانی، در ثمین: ۱۰۰

(۳) غلام احمد قادیانی، در ثمین: ٦٨

مرزا قادیانی کی جنس

مرزا صاحب کے بقول ان کے ساتھ پیدا ہونے والی لڑکی کی موت کے ساتھ ہی ان سے انثیت کا مادہ کلیتًا الگ کر دیا گیا تھا۔ اس کے بعد مرزا صاحب کو اپنی مردانگی کا یقین ہو جانا چاہیے تھا مگر ایسا نہیں ہوا، وہ بعد میں جنس مخالف ہونے کا دعویٰ کرتے رہے۔ اس کا سبب مرزا صاحب ہی جانتے ہوں گے ہم تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ مرزا صاحب ایک عجیب وغریب شخص تھے۔ بھول بھلیوں اور پہیلیوں کے شوقین حضرات کے لیے وہ گویا ایک پہیلی تھے وہ مرد تھے یا عورت؟ آپ بھی عقل آزمائیں۔ ان کی کہانی ان کی زبانی ملاحظہ کریں:

۱۔ ''الہام ہوا کہ تو فارسی جوان ہے۔''(۱)

۲۔ ''الہام ہوا سلامت برتو اے مرد سلامت۔''(۲)

۳۔ لیکن اس کے بعد دعویٰ مردانگی سے منحرف ہوکر دعویٰ نسوانیت کرنے لگتے ہیں:

مرزا صاحب کا ایک مرید قاضی یار محمد اپنے ٹریکٹ نمبر۳۴ موسومہ ''اسلامی قربانی'' میں لکھتا ہے:

> ''حضرت مسیح موعود (مرزا) نے ایک موقع پر اپنی حالت یہ ظاہر فرمائی کہ کشف کی حالت آپ پر اس طرح طاری ہوئی گویا کہ آپ عورت ہیں اور اللہ تعالیٰ نے رجولیت کی طاقت کا اظہار فرمایا تھا۔''(۳)

۴۔ ''خدا نے مجھے الہام کیا کہ تیرے گھر میں لڑکا پیدا ہوگا۔''(۴)

---

(۱) تذکرہ، مجموعہ الہامات: ۲۳۴

(۲) تذکرہ، مجموعہ الہامات: ۲۹۷

(۳) قاضی یار محمد، اسلامی قربانی، ٹریکٹ نمبر ۳۴، صفحہ: ۳۴

(۴) غلام احمد قادیانی، حقیقۃ الوحی: ۹۵؛ تذکرہ: ۱۴۴

۵۔ ''بابو الٰہی بخش چاہتا ہے کہ تیرا حیض دیکھے۔''(۱)

مرزا کے ان الہامات سے کوئی بھی ذی شعور انسان سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ ان کی جنس کیا تھی؟ آیا وہ مرد تھے یا عورت یا پھر کچھ اور!

بچپن کی ''سیرت'' کے چند واقعات

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اللہ والوں کا بچپن ان کی آئندہ زندگی کا ایک خوبصورت دیباچہ ہوتا ہے۔ لوگ ان کے بچپن سے ان کے سیرت و کردار کی ندرت اور عظمت کا اندازہ لگا لیتے ہیں، جبکہ اس کے برعکس مرزائے قادیان کا بچپن ''ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات'' کے مصداق ان کی آئندہ زندگی کا آئینہ دار اپنی نوعیت کا عجیب بچپن تھا۔ مرزا کی اوائل عمری کی ناقابل رشک سیرت کے چند گوشے قارئین کی نذر کیے جاتے ہیں۔

۱۔ چڑیوں کا شکار

مرزا صاحب بچپن میں چڑیاں شکار کرنے کے شوقین تھے۔ ان کا بیٹا مرزا بشیر احمد اپنی والدہ کے حوالے سے لکھتا ہے:

''والدہ صاحبہ نے فرمایا ایک دفعہ چند بوڑھی عورتیں وہاں سے آئیں تو انہوں نے باتوں باتوں میں کہا کہ سندھی ہمارے گاؤں میں چڑیاں پکڑا کرتا تھا، والدہ صاحبہ فرماتی ہیں کہ میں سندھی کا مفہوم نہ سمجھ سکی آخر معلوم ہوا کہ سندھی سے مراد حضرت صاحب ہیں۔''(۲)

مرزا بشیر احمد آگے لکھتا ہے:

---

(۱) غلام احمد قادیانی، تتمہ حقیقۃ الوحی: ۱۴۳؛ مندرجہ روحانی خزائن، ۲۲: ۵۸۱

(۲) مرزا بشیر احمد قادیانی، سیرت المہدی، ۱: ۴۵

''بیان کیا مجھ سے والدہ صاحبہ نے کہ ہماری دادی ایم ضلع ہوشیاپور کی رہنے والی تھیں۔ حضرت صاحب فرماتے تھے کہ ہم اپنی والدہ کے ساتھ بچپن میں کئی دفعہ ایم گئے ہیں۔ والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ وہاں حضرت بچپن میں چڑیاں پکڑا کرتے تھے اور چاقو نہیں ملتا تھا تو سرکنڈے سے ذبح کر لیتے تھے۔''(۱)

۲۔ روٹی پر راکھ کا سالن

مرزا صاحب بچپن میں روٹی پر راکھ بطور سالن رکھ کر کھا گئے۔ مرزا بشیر احمد لکھتا ہے:

''بیان کیا مجھ سے والدہ صاحبہ نے کہ بعض بوڑھی عورتوں نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ بچپن میں حضرت صاحب نے اپنی والدہ سے روٹی کے ساتھ کچھ کھانے کو مانگا، انہوں نے کوئی چیز شاید گڑ دیا کہ یہ لے لو۔ حضرت نے کہا یہ میں نہیں لیتا۔ انہوں نے کوئی اور چیز بتائی، حضرت صاحب نے اس پر بھی وہی جواب دیا وہ اس وقت کسی بات پر چڑی ہوئی بیٹھی تھیں سختی سے کہنے لگیں کہ جاؤ پھر راکھ سے کھا لو، حضرت صاحب روٹی پر راکھ ڈال کر بیٹھ گئے اور گھر میں لطیفہ ہو گیا۔''(۲)

۳۔ مرزا صاحب کے دماغی خلل کا ایک اور واقعہ

مرزا بشیر احمد اپنے والد مرزا غلام احمد قادیانی کے دماغی خلل کا ایک اور واقعہ بیان کرتا ہے جو کسی لطیفے سے کم نہیں:

''بیان کیا مجھ سے والدہ صاحبہ نے کہ ایک دفعہ حضرت صاحب سناتے کہ جب میں بچہ ہوتا تھا تو ایک دفعہ بعض بچوں نے مجھے کہا کہ جاؤ گھر سے میٹھا لاؤ۔

---

(۱) مرزا بشیر احمد قادیانی، سیرت المہدی، ۱: ۴۵

(۲) مرزا بشیر احمد، سیرت المہدی، ۱: ۲۴۵

میں گھر آیا اور بغیر کسی سے پوچھنے کے ایک برتن میں سے سفید بورا اپنی جیبوں میں بھر کر باہر لے گیا اور راستہ میں ایک مٹھی بھر کر منہ میں ڈال لی۔ بس پھر کیا تھا؟ میرا دم رک گیا اور بڑی تکلیف ہوئی کیونکہ معلوم ہوا کہ جسے میں نے سفید بورا سمجھ کر جیبوں میں بھرا تھا وہ بورا نہ تھا بلکہ پسا ہوا نمک تھا۔"(۱)

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ مرزا صاحب کو چوری کی عادت بچپن سے ہی تھی جو بڑھتے بڑھتے ختمِ نبوت کی عمارت میں نقب زنی پر منتج ہوئی۔

۴۔شعبدہ بازی اور کیمیا گری کا شوق

۱۔ "لالہ بھیمن سین وکیل سیالکوٹ کا بیان ہے کہ جب میں اور مرزا غلام احمد بٹالہ میں پڑھا کرتے تھے تو ان کی عادت تھی کہ مٹی کا ایک لوٹا (سبلو چہ گلی) پانی سے بھرواتے اور دو لڑکوں سے کہتے کہ اسے ہاتھ میں ایک ایک انگلی سے اٹھائے رہو۔ لڑکے انگلیوں کے سہارے لوٹے کو تھام لیتے اس کے بعد مرزا صاحب کیمیا کے نسخوں کی دوائیں جدا کاغذ کے پرزوں پر لکھ کر گولیاں بناتے اور ایک ایک گولی اس لوٹے میں ڈالتے جاتے اور ساتھ ہی کوئی اسم پڑھتے جاتے تھے، جس گولی کی نوبت پر لوٹا گھوم جاتا تھا، اس گولی کا نسخہ پڑھ کر علیحدہ رکھ لیتے تھے اور پھر اس نسخہ کا تجربہ کرتے تھے لیکن کیمیا گری میں کامیابی کا منہ دیکھنا نصیب نہ ہوا۔"(۲)

۲۔ "مولوی محمد حسین بٹالوی اور مرزا قادیانی بٹالہ میں ہم سبق تھے، ایک مرتبہ مولوی محمد حسین، مرزا قادیانی اور چند لڑکے رات کے وقت قصبہ بٹالہ سے باہر کھیتوں میں قضائے حاجت کے لیے گئے۔ گرمی کا موسم تھا، جگنو اڑ رہے تھے۔ رفع

(۱) مرزا بشیر احمد، سیرت المہدی، ۱: ۲۴۴

(۲) چودھویں صدی کا مسیح: ۱۱، مطبوعہ امرتسر، ۱۳۲۴ھ

حاجت کے وقت ایک جگنو مرزا قادیانی کے گریبان میں آ گیا۔ مرزا صاحب نے اسے ہاتھ میں دبا لیا۔ جب سب لڑکے جمع ہوئے تو مرزا قادیانی نے ہم جولیوں سے کہا: دیکھو میرے پیرہن کے نیچے درخشاں چیز کیا ہے؟ اور کہا اگر اسی طرح کوئی شعبدہ کیا جائے تو لوگوں کو پھانسا جا سکتا ہے یا نہیں؟''(۱)

اوائلِ جوانی اور آوارگی

مرزا صاحب کی جوانی کا اوائل دور بھی کسی عام نوجوان سے کم نہیں۔ موصوف نے عمر کے اس سنہری دور میں خوب مزے کیے۔ درج ذیل واقعہ جس کی راویہ مرزا صاحب کی اپنی اہلیہ اور ناقل صاحبزادے ہیں اس بات کا واضح ثبوت ہے:

''بیان کیا مجھ سے والدہ صاحبہ نے کہ ایک دفعہ اپنی جوانی کے زمانے میں حضرت مسیح موعود تمہارے دادا کی پنشن مبلغ ۷۰۰ روپے وصول کرنے گئے تو پیچھے پیچھے مرزا امام الدین چلا گیا۔ جب آپ نے پنشن وصول کر لی تو آپ کو بھلا پھسلا کر اور دھوکا دے کر بجائے قادیان لانے کے باہر لے گیا اور ادھر ادھر پھراتا رہا۔ پھر جب اس نے سارا روپیہ اڑا کر ختم کر دیا تو آپ کو چھوڑ کر کہیں اور جگہ چلا گیا۔ حضرت مسیح موعود اس شرم سے گھر واپس نہیں آئے۔''(۲)

آج سے قریباً سوا سو سال قبل ۷۰۰ روپیہ ایک خطیر رقم تھی۔ اتنی رقم کو کہاں اڑا کر ختم کر دیا؟ اس کا جواب سوائے ''آوارگی'' کے اور کیا ہو سکتا ہے؟

ابتدائی تعلیم

یہ ایک مسلمہ حقیقت اور طے شدہ امر ہے کہ نبی کا اس دنیا میں کوئی استاد نہیں

(۱) مولانا ابو القاسم رفیع دلاروی، رئیس قادیان: ۱۶

(۲) مرزا بشیر احمد قادیانی، سیرۃ المہدی، ۱: ۳۴، ۳۵

ہوتا، بلکہ وہ براہ راست اللہ رب العزت سے فیض حاصل کرتا ہے۔ نبی کی تعلیم و تربیت کا انتظام و انصرام اللہ پاک خود فرماتا ہے، انبیاء کی تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ کسی نبی نے دنیوی مکتب میں استاد کے آگے زانوئے تلمذ طے نہیں کیئے، نبوت کی یہ ایک ایسی تسلیم شدہ علامت ہے کہ مرزا قادیانی کو بھی یہ ڈھونگ رچانے کے لیے کہ اس کا کوئی استاد نہیں یہ مضحکہ خیز اعلان کرنا پڑا۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ اسے ثابت نہیں کر سکا بلکہ اس بات میں اپنے جھوٹے ہونے کی ایک اور شہادت رقم کر گیا۔ مرزا صاحب اپنے بارے میں رقمطراز ہیں:

''سو آنے والے کا نام جو مہدی رکھا گیا، سو اس میں یہ اشارہ ہے کہ وہ آنے والا علم دین خدا سے ہی حاصل کرے گا اور قرآن و حدیث میں کسی استاد کا شاگرد نہیں ہو گا۔ سو میں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ میرا حال یہی ہے۔ کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ میں نے کسی انسان سے قرآن یا حدیث یا تفسیر کا ایک سبق بھی پڑھا ہے یا کسی مفسر یا محدث کی شاگردی اختیار کی ہے پس یہی مہدویت ہے جو نبوت محمدیہ کے منہاج پر مجھے حاصل ہوئی ہے اور اسرار دین بلاواسطہ میرے پر کھولے گئے۔''(۱)

اس دعویٰ کی تکذیب مرزا صاحب کی اپنی خود نوشت سے ہوتی ہے جو درج ذیل ہے:

''بچپن کے زمانہ میں میری تعلیم اس طرح پر ہوئی کہ جب میں چھ سات سال کا تھا تو ایک فارسی خواں معلم میرے لیے نوکر رکھا گیا، جنہوں نے قرآن شریف اور چند فارسی کتابیں مجھے پڑھائیں اور اس بزرگ کا نام فضل الٰہی تھا اور جب میری عمر تقریباً دس برس کے ہوئی تو ایک عربی خواں مولوی صاحب میری تربیت کے لیے مقرر کیے گئے جن کا نام فضل احمد تھا۔ میں خیال کرتا ہوں

(۱) غلام احمد قادیانی، ایام الصلح: ۱۴۷؛ مندرجہ روحانی خزائن، ۱۴: ۳۹۴

کہ چونکہ میری تعلیم خدا تعالیٰ کے فضل کی ایک ابتدائی تخم ریزی تھی اس لیے ان استادوں کے نام کا پہلا لفظ بھی فضل ہی تھا۔ مولوی صاحب موصوف جو ایک دیندار اور بزرگ وار آدمی تھے۔ وہ بہت توجہ اور محنت سے پڑھاتے رہے اور میں نے صرف کی بعض کتابیں پڑھیں اور کچھ قواعدِ نحو ان سے پڑھے اور بعد اس کے جب میں سترہ یا اٹھارہ سال کا ہوا تو ایک مولوی صاحب سے چند سال پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ ان کا نام گل علی شاہ تھا۔ ان کو بھی میرے والد صاحب نے نوکر رکھ کر قادیان میں پڑھانے کے لیے مقرر کیا تھا اور ان آخر الذکر مولوی صاحب سے میں نے نحو اور منطق اور حکمت وغیرہ کے علومِ مروجہ کو جہاں تک خدا تعالیٰ نے چاہا حاصل کیا۔''(۱)

طب کا علم انہوں نے اپنے والد صاحب سے پڑھا جو ایک مجرب و حاذق طبیب تھے۔

''اور بعض طبابت کی کتابیں میں نے اپنے والد صاحب سے پڑھیں اور وہ فن طبابت میں بڑے حاذق طبیب تھے۔''(۲)

انہیں اپنے زمانہ طالب علمی میں کتابوں سے گہرا شغف تھا وہ ایک جگہ لکھتے ہیں:

''اور ان دنوں مجھے کتابوں کے دیکھنے کی طرف اس قدر توجہ تھی کہ گویا میں دنیا میں نہ تھا۔ میرے والد صاحب مجھے بار بار یہی ہدایت کرتے تھے کہ کتابوں کا مطالعہ کم کرنا چاہیے کیونکہ وہ نہایت ہمدردی سے ڈرتے تھے کہ صحت میں فرق نہ آوے۔''(۳)

---

(۱) غلام احمد قادیانی، کتاب البریہ، حاشیہ: ۱۶۱؛ مندرجہ روحانی خزائن، ۱۳: ۱۷۹-۱۸۱

(۲) غلام احمد قادیانی، کتاب البریہ، حاشیہ: ۱۶۳؛ روحانی خزائن، ۱۳: ۱۸۱

(۳) غلام احمد قادیانی، کتاب البریہ، حاشیہ: ۱۶۳؛ روحانی خزائن، ۱۳: ۱۸۱

لیکن ان کو اپنے والد کے اصرار پر تعلیمی سلسلہ منقطع کرکے اپنی آبائی زمینوں کے حصول کے لیے تگ و دو اور عدالتی کارروائیوں میں مصروف ہونا پڑا جیسا کہ وہ لکھتے ہیں:

''میرے والد صاحب اپنے بعض آباؤ و اجداد کے دیہات کو دوبارہ لینے کے لیے انگریزی عدالتوں میں مقدمات کر رہے تھے۔ انہوں نے انہی مقدمات میں مجھے بھی لگایا اور ایک زمانہ دراز تک میں ان کاموں میں مشغول رہا۔ مجھے افسوس ہے کہ بہت سا وقت عزیز میرا ان بیہودہ جھگڑوں میں ضائع گیا اوراس کے ساتھ ہی والد صاحب موصوف نے زمینداری امور کی نگرانی میں مجھے لگا دیا۔ میں اس طبیعت اور فطرت کا آدمی نہیں تھا اس لیے اکثر والد صاحب کی ناراضگی کا نشانہ رہتا تھا۔''(۱)

مرزا قادیانی کا جھوٹ

مرزا قادیانی کا یہ کہنا کہ میرا کوئی استاد نہیں، ایسا جھوٹ ہے جو تاویلات کے ہزار پردوں میں بھی چھپائے نہیں چھپتا۔ اب جھوٹے کے ساتھ کیا سلوک ہونا چاہیے یہ بھی مرزا صاحب خود ہی بتائیں گے۔

جھوٹے کے بارے میں مرزا صاحب کے اپنے اَقوال

جھوٹے کے بارے میں مرزا صاحب کے چند اپنے اقوال درج ذیل ہیں:

۱۔ ''ظاہر ہے جب ایک بات میں کوئی جھوٹا ثابت ہو جائے تو پھر دوسری باتوں میں بھی اس پر اعتبار نہیں رہتا۔''(۲)

---

(۱) غلام احمد قادیانی، کتاب البریہ، حاشیہ: ۱۶۴؛ مندرجہ روحانی خزائن، ۱۳: ۱۸۲

(۲) غلام احمد قادیانی، چشمہ معرفت: ۲۲۲؛ مندرجہ روحانی خزائن، ۲۳: ۲۳۱

۲۔ ''اور محض ہنسی کے طور پر یا لوگوں کو اپنا رسوخ جتانے کے لیے دعویٰ کرتا ہے کہ مجھے یہ خواب آئی اور یا الہام ہوا اور جھوٹ بولتا ہے یا اس میں جھوٹ ملاتا ہے وہ اس نجاست کے کیڑے کی طرح ہے جو نجاست میں ہی پیدا ہوتا ہے اور نجاست میں ہی مر جاتا ہے۔''(۱)

۳۔ ''جھوٹ بولنا مرتد ہونے سے کم نہیں۔''(۲)

پہلی شادی

مرزا صاحب کی عمر پندرہ سال تھی اور وہ ابھی زمانہ طالب علمی میں تھے کہ ان کی شادی اپنے ماموں مرزا جمعیت بیگ کی بیٹی، مرزا شیر علی ہوشیار پوری کی ہمشیرہ سے کر دی گئی۔ مرزا صاحب کی اس بیوی سے دو لڑکے مرزا سلطان احمد اور مرزا فضل احمد پیدا ہوئے۔(۳)

مرزا قادیانی کے سوانح نگار ڈاکٹر بشارت احمد کے مطابق اس شادی کے وقت مرزا صاحب کی عمر ۱۹ سال تھی، وہ اس اختلاف کا سبب مرزا صاحب کی تاریخِ پیدائش میں اختلاف کو قرار دیتا ہے۔(۴)

ملازمت

مرزا قادیانی نہ صرف دنیاوی تعلیم حاصل کرتے رہے بلکہ اس سے فائدہ اٹھایا اور ۱۸۶۴ء سے ۱۸۶۸ء تک چار سال ڈپٹی کمشنر آفس سیالکوٹ میں ملازمت کرتے

(۱) مرزا غلام احمد قادیانی، تحفہ گولڑویہ: ۲۰؛ مندرجہ روحانی خزائن، ۱۷: ۵۶

(۲) مرزا غلام احمد قادیانی، تحفہ گولڑویہ، حاشیہ: ۲۰؛ مندرجہ روحانی خزائن، ۱۷: ۵۶

(۳) مرزا بشیر احمد، سیرۃ المہدی، ۲: ۱۵۰

(۴) ڈاکٹر بشارت احمد، مجدد اعظم، ۱: ۲۵

رہے۔ مرزا محمود احمد اپنے والد کے بارے میں کہتا ہے:

''اور ایسا ہوا کہ ان دنوں میں آپ گھر والوں کے طعنوں کی وجہ سے کچھ دنوں کے لیے قادیان سے باہر چلے گئے اور سیالکوٹ جا کر رہائش اختیار کر لی تو گزارہ کے لیے ضلع کچہری میں ملازمت بھی کر لی۔''(۱)

گھر والوں کے طعنے کس بات پر تھے؟ اس بارے میں مرزا محمود کی خاموشی صورتحال کو پراسرار بنا دیتی ہے۔

مرزا بشیر احمد اپنے والد کی ملازمت کے بارے میں نقل کرتا ہے:

''چونکہ تمہارے دادا کا منشا رہتا تھا کہ آپ کہیں ملازم ہو جائیں اس لیے آپ سیالکوٹ شہر میں ڈپٹی کمشنر کی کچہری میں قلیل تنخواہ پر ملازم ہو گئے اور کچھ عرصہ تک وہاں ملازمت پر رہے۔ پھر جب تمہاری دادی بیمار ہوئیں تو تمہارے دادا نے آدمی بھیجا کہ ملازمت چھوڑ کر آ جاؤ۔ حضرت صاحب فوراً روانہ ہو گئے ...... خاکسار عرض کرتا ہے کہ مسیح موعود علیہ السلام کی سیالکوٹ کی ملازمت ۱۸۶۴ء تا ۱۸۶۸ء کا واقعہ ہے۔''(۲)

ملازمت کے دوران مرزا صاحب ترقی کے لیے کوشاں رہے مگر ترقی کے لیے ضروری امتحان میں فیل ہو گئے۔ مرزا بشیر احمد لکھتا ہے:

''چونکہ مرزا صاحب ملازمت کو پسند نہیں فرماتے تھے اس واسطے آپ نے مختاری کے امتحان کی تیاری کے لیے قانونی کتابوں کا مطالعہ شروع کیا، پر اس امتحان میں کامیاب نہ ہوئے۔''(۳)

---

(۱) تحفہ شہزادہ ویلز: ۳۴۱ بحوالہ رئیس قادیان

(۲) مرزا بشیر احمد، سیرۃ المہدی، ۱: ۳۵، روایت نمبر: ۴۹

(۳) مرزا بشیر احمد، سیرۃ المہدی، ۱: ۱۳۸، روایت نمبر: ۱۵۰

انگریزی خوانی

دوران ملازمت مرزا صاحب نے دو کتابیں انگریزی کی بھی پڑھیں۔ مرزا بشیر احمد اس حوالے سے لکھتا ہے:

''اسی زمانہ میں مولوی الٰہی بخش صاحب کی سعی سے جو چیف محرر مدراس تھے، کچہری کے ملازم منشیوں کے لیے ایک مدرسہ قائم ہوا کہ رات کو کچہری کے ملازم منشی انگریزی پڑھا کریں۔ ڈاکٹر امیر شاہ صاحب جو اس وقت اسسٹنٹ سرجن پنشنر ہیں، استاد مقرر ہوئے۔ مرزا صاحب نے بھی انگریزی شروع کی اور ایک دو کتابیں انگریزی کی پڑھیں۔''(۱)

مرزا صاحب کا انگریزی پڑھنا یقیناً ملازمت میں ترقی اور قرب شاہی کی خاطر تھا، ترقی تو مل نہ سکی مگر قرب شاہی میں بہت آگے تک پہنچ گئے۔

مختاری کا امتحان

مرزا صاحب نے وکیل بننے کی غرض سے مختاری کا امتحان بھی دیا مگر ناکام ہو گئے۔ مرزا بشیر احمد لکھتا ہے:

''چونکہ مرزا صاحب ملازمت کو پسند نہیں فرماتے تھے اس واسطے آپ نے مختاری کے امتحان کی تیاری شروع کر دی اور قانونی کتابوں کا مطالعہ شروع کیا پر امتحان میں کامیاب نہ ہوئے اور کیوں کر ہوتے، وہ دنیوی اشغال کے لیے بنائے نہیں گئے تھے۔''(۲)

یہ دنیاوی امتحانوں میں ناکامی مرزا صاحب کو انگریز کے در پر لے گئی اور

---

(۱) مرزا بشیر احمد قادیانی، سیرۃ المہدی، ۱: ۱۳۷، روایت نمبر: ۱۵۰

(۲) مرزا بشیر احمد، سیرۃ المہدی، ۱: ۱۳۸؛ روایت نمبر: ۱۵۰

وفاداری بشرط استواری کی بدولت دیکھتے ہی دیکھتے وہ سلطنت برطانیہ کے منظورِ نظر بن گئے۔ قادیان کے مدعی نبوت مرزا غلام احمد کی ابتدائی زندگی سے ان کی آئندہ کی زندگی کا اندازہ ہوتا ہے۔ بچپن میں چڑیوں کا شکار کر کے انہیں سرکنڈے سے ذبح کرنے والے مرزا صاحب عمر بھر سادہ لوح مسلمانوں کا شکار کر کے ان کے عقائد کو اپنے مکر وفریب کی چھری سے ذبح کرتے رہے۔

بابِ دُوُم

مرزائے قادیاں کا ختم نبوت کی نسبت اِبتدائی عقیدہ

اس سے پہلے ہم معروف ائمہ لغت، ائمہ تفسیر و حدیث اور اکابر علمائے امت کے اقوال کی روشنی میں لفظِ خاتم النبیین کے معنی ''آخری نبی اور سلسلۂ نبوت و رسالت کو ختم کرنے والا'' بیان کر چکے ہیں جس پر تمام امتِ مسلمہ کا ہمیشہ سے اجماع چلا آ رہا ہے۔ دعویٰ نبوت کا ارادہ کرنے سے پہلے مرزا صاحب مسلکِ حق اہلِ سنت و جماعت سے وابستہ تھے اور ان کا عقیدہ بھی وہی تھا جو قرآن و سنت پر مبنی جمہور مسلمانوں اور ائمہ اعلام کا عقیدہ ہے۔ وہ خاتم النبیین کا معنی آخری نبی کرتے اور ختم نبوت سے آخری نبوت مراد لیتے تھے۔ ان کے نزدیک بھی حضور نبی اکرم ﷺ کے بعد مدعیٔ نبوت کافر، کذّاب، بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج تھا۔ جب انہوں نے شیطان کے بہکاوے میں آ کر خود دعویٰ نبوت کا ارادہ کر لیا جو ان کے اپنے خبثِ باطن اور پراگندہ ذہن کی پیداوار تھا یا بین الاقوامی طاغوتی و سامراجی طاقتوں کے اس منصوبے کا حصہ تھا جو وہ اسلام کو نقصان پہنچانے اور وحدتِ امت کو پارہ پارہ کرنے کے لیے پروان چڑھا رہے تھے یا داخلی اور خارجی دونوں عوامل اس میں بیک وقت جمع ہو گئے تھے۔ غرض اس کے پیچھے عوامل چاہے جو بھی کارفرما ہوں، یہ بات واضح ہے کہ انہوں نے باطن میں خود ساختہ باطل نبوت کے دعویٰ کا ارادہ کر لیا تھا، اسی بنا پر انہوں نے براہ راست دعویٰ نبوت سے پہلے ختم نبوت کے معنی کو بدلا اور خاتم النبیین کے معنی کی نئی تعبیر شروع کی۔

حضور نبی اکرم ﷺ کے آخری نبی ہونے پر قطعیت کے ساتھ وہ جو کچھ لکھ چکے تھے اور اس کے منکر کو خارج از اسلام قرار دے چکے تھے، چونکہ یہ سب کچھ ریکارڈ پر تھا، لہٰذا اب نئی باطل نبوت کے دعویٰ کو جواز فراہم کرنے کے لیے انہوں نے اپنے پچھلے بیان کردہ موقف اور نئے عزائم اور ارادوں کے درمیان ایک تسلسل قائم کرنا ضروری سمجھا۔

اس دوران انہوں نے اپنی تحریروں میں ختم نبوت کے بیان کردہ معنی و مفہوم سے تدریجاً انحراف کیا اور اپنی جھوٹی نبوت کی راہ ہموار کرنے کے لیے بتدریج پہلے مؤقف سے منحرف ہوگئے اور بالآخر معنوی انحراف کرتے ہوئے اسے نئے معنی پہنائے اور ایک ایسا موقف اختیار کرلیا جو سابقہ مؤقف سے یکسر متضاد تھا۔ یہ تحریف اس لیے کی تاکہ ختم نبوت اور خاتم النبیین کا نیا معنی ان کے اپنے اقوال اور وضاحتوں سے ان کو ماننے والے لوگوں کے ذہنوں میں راسخ ہو جائے۔ اس کا ذکر ہم اگلے باب میں کریں گے کہ کس طرح ان کی نئی تحریریں سابقہ موقف سے انحراف پر دلالت کرتی ہیں۔

اس باب میں ہم مرزائے قادیان کی ان تحریروں سے ماخوذ چند عبارات بطور حوالہ پیش کرتے ہیں جن میں انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کی ختم نبوت کا اقرار اور اس پر ایمان کا بڑی شدت سے اظہار کیا یہاں تک کہ اس کے منکر کو خارج از اسلام اور کافر قرار دیا۔

لفظِ خاتم کی معنوی تفسیر: جس کے بعد کوئی نہ آئے

ابتدائی دور میں مرزا صاحب کے نزدیک خاتم کا معنی کیا تھا وہ ان کی درج ذیل عبارت سے ظاہر ہے اور اس کے واضح ہونے میں کسی کو کوئی کلام نہیں ہوسکتا:

> ''میرے ساتھ (جڑواں) ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی جس کا نام جنت تھا۔ پہلے وہ لڑکی پیٹ میں سے نکلی تھی اور بعد اس کے میں نکلا تھا اور میرے بعد میرے والدین کے گھر میں اور کوئی لڑکی یا لڑکا نہیں ہوا اس لیے میں ان کے لیے خاتم الاولاد تھا۔''(۱)

مرزا صاحب کے مذکورہ بیان سے صاف واضح ہو رہا ہے کہ ان کے نزدیک آخر کے معنی ''سب سے آخر میں آنے والا، جس کے بعد کوئی دوسرا نہ ہو'' ہی تھے۔

(۱) غلام احمد قادیانی، تریاق القلوب: ۳۵۱

حضور نبی اکرم ﷺ کی ختم نبوت پر محکم ایمان

دعوی نبوت سے قبل مرزا صاحب جیسا کہ ان کی تحریروں سے واضح ہے حضور نبی مکرّم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو آخری نبی مانتے تھے۔ ان کا خود اپنا تحریر کردہ موقف ملاحظہ ہو:

۱۔ ’’نہ مجھے دعوی نبوت وخروج از امت اور نہ میں منکر معجزات و ملائکہ اور نہ لیلۃ القدر سے انکاری ہوں میں آنحضرت ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کا قائل ہوں اور یقین کامل سے جانتا ہوں۔ اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی اکرم ﷺ خاتم الانبیاء اور حضور ﷺ کے بعد اس امت کے لیے کوئی نبی نہیں آئے گا نیا ہو یا پرانا اور قرآن کا ایک شوشہ ایک نقطہ منسوخ نہیں ہوگا۔‘‘(۱)

۲۔ مرزا صاحب کے ابتدائی موقف کا حتمی اظہار ان کی درج ذیل تحریر سے بھی ہوتا ہے:

ولایجئ نبی بعد رسول الله ﷺ وهو خاتم النبيين بعد وما كان لأحد أن ينسخ القرآن بعد تكميله.(۲)

’’پھر رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی بھی نبی نہیں آ سکتا کیونکہ آپ خاتم انبیاء ہیں اور کوئی قرآن کو اس کی تکمیل کے بعد منسوخ نہیں کرسکتا۔‘‘(۳)

۳۔ ختم نبوت سے متعلق ایک حدیث اور قرآنی آیت کا حوالہ دیتے ہوئے مرزا

---

(۱) غلام احمد قادیانی، نشان آسمانی: ۳۰، مندرجہ روحانی خزائن، ۴: ۳۹۰

(۲) غلام احمد قادیانی، حمامۃ البشری: ۳۲، مندرجہ روحانی خزائن، ۷: ۱۹۹

(۳) غلام احمد قادیانی، حمامۃ البشری، مترجم: ۷۶

صاحب لکھتے ہیں:

’’آنحضرت ﷺ نے بار بار فرما دیا تھا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ ایسی مشہور تھی کہ کسی کو اس کی صحت میں کلام نہ تھا اور قرآن شریف جس کا لفظ لفظ قطعی ہے اپنی آیت کریمہ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ سے بھی تصدیق کرتا تھا کہ فی الحقیقت ہمارے نبی ﷺ پر نبوت ختم ہو چکی ہے۔‘‘(۱)

۴۔ اپنی کتاب ’’تحفہ گولڑویہ‘‘ میں ختمِ نبوتِ محمدی ﷺ سے جو وہ مراد لیتے تھے اس کو یوں بیان کیا:

’’ایسا ہی آیت اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ اور آیت وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ میں صریح نبوت آنحضرت ﷺ پر ختم کر چکا ہے اور صریح لفظوں میں فرما چکا ہے کہ آنحضرت ﷺ خاتم الانبیاء ہیں جیسا کہ فرمایا ہے وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ۔‘‘(۲)

۵۔ اپنی کتاب ’’اِزالہ اوہام‘‘ میں اسی موقف کی وضاحت میں مزید لکھا:

’’اکیسویں آیت یہ ہے: مَاکَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِکُمْ وَلٰـکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ یعنی محمد ﷺ تم میں سے کسی مرد کا باپ نہیں ہے مگر وہ رسول اللہ ہے اور ختم کرنے والا نبیوں کا۔ یہ آیت بھی صاف دلالت کر رہی ہے کہ بعد ہمارے نبی ﷺ کے کوئی رسول دنیا میں نہیں آئے گا پس اس سے بھی بکمال وضاحت ثابت ہے کہ مسیح ابن مریم دنیا میں نہیں آ سکتا کیونکہ مسیح ابن مریم

(۱) غلام احمد قادیانی، کتاب البریہ حاشیہ: ۹۹، ۱۰۰، مندرجہ روحانی خزائن، ۱۷: ۲۱۷، ۲۱۸

(۲) غلام احمد قادیانی، تحفہ گولڑویہ: ۸۸، مندرجہ روحانی خزائن، ۱۷: ۱۷۴

رسول ہے اور رسول کی حقیقت اور ماہیت میں یہ امر داخل ہے کہ دینی علوم کو بذریعہ جبرائیل حاصل کرے۔''(۱)

۶۔ اپنی کتاب ''اَیامِ صلح'' میں لکھتے ہیں:

''قرآن شریف میں مسیح ابن مریم کے دوبارہ آنے کا تو کہیں بھی ذکر نہیں لیکن ختم نبوت کا بہ کمال تصریح ذکر ہے اور پرانے یا نئے نبی کی تفریق یہ شرارت ہے۔ نہ حدیث میں نہ قرآن میں یہ تفریق موجود ہے اور حدیث **لانبی بعدی** میں بھی نفی عام ہے۔ پس یہ کس قدر جرات اور دلیری اور گستاخی ہے کہ خیالات رکیکہ کی پیروی کر کے نصوص صریحہ قرآن کو عمداً چھوڑ دیا جائے اور خاتم الانبیاء کے بعد ایک نبی کا آنا مان لیا جائے اور بعد اس کے جو وحی منقطع ہو چکی تھی پھر سلسلہ وحی نبوت کا جاری کر دیا جائے کیونکہ جس میں شان نبوت باقی ہے اس کی وحی بلاشبہ نبوت کی وحی ہوگی۔''(۲)

۷۔ مرزا صاحب ایک جگہ بطور گواہی اپنی رائے کا اظہار یوں کرتے ہیں:

''اور اصل حقیقت جس کی میں عَلٰی رُؤُسِ الْاَشْھَادِ گواہی دیتا ہوں یہی ہے جو ہمارے نبی ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ کوئی پرانا اور نہ کوئی نیا۔''(۳)

۸۔ ختمِ نبوت کا ثبوت فرمانِ رسول ﷺ - **لا نبی بعدی** - کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ایسا ہی آپ نے لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کہہ کر کسی نئے نبی یا دوبارہ آنے والے نبی کا

---

(۱) غلام احمد قادیانی، ازالہ اوہام: ۶۱۴، مندرجہ روحانی خزائن، ۳: ۴۳۲

(۲) غلام احمد قادیانی، ایام صلح: ۱۴۶، مندرجہ روحانی خزائن، ۱۴: ۳۹۲، ۳۹۳

(۳) غلام احمد قادیانی، انجام آتھم حاشیہ: ۲۷

قطعاً دروازہ بند کردیا۔"(۱)

۹۔ ختم نبوت پر اپنے ایمان کا اظہار مزید ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"ہمارا یہ ایمان ہے کہ آنحضرت ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اور قرآن ربانی کتابوں کا خاتم ہے۔"(۲)

۱۰۔ حقیقۃ الوحی میں کسی شک و شبہ کا امکان رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اللہ وہ ذات ہے جو رب العالمین ہے اور رحمٰن اور رحیم ہے جس نے زمین اور آسمان کو چھ دن میں بنایا اور آدم کو پیدا کیا اور رسول بھیجے اور کتابیں بھیجیں اور سب کے آخر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو پیدا کیا جو خاتم الانبیاء اور خیر الرسل ہے۔"(۳)

۱۱۔ اپنی کتاب چشمۂ معرفت میں حضور ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کے بارے میں قطعیت کے ساتھ لکھتے ہیں:

"آنحضرت ﷺ کی نبوت کا زمانہ قیامت تک ممتد ہے اور آپ خاتم الانبیاء ہیں۔"(۴)

۱۲۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی ختمِ نبوت پر اپنے عقیدہ کے بارے میں یقین دہانی کراتے ہوئے اسی کتاب میں اپنے اسی موقف کی تائید میں لکھتے ہیں:

"ہم بارہا لکھ چکے ہیں کہ واقعی اور حقیقی طور پر یہ امر ہے کہ ہمارے سید و مولا

---

(۱) غلام احمد قادیانی، ایام الصلح: ۱۵۲

(۲) غلام احمد قادیانی، اربعین نمبر ۴: ۶

(۳) غلام احمد قادیانی، حقیقۃ الوحی: ۱۴۵

(۴) غلام احمد قادیانی، چشمہ معرفت: ۸۲، مندرجہ روحانی خزائن، ۲۳: ۹۰

آنحضرت ﷺ خاتم الانبیاء ہیں۔''(۱)

۱۳۔ جامع مسجد دہلی میں عقیدۂ ختم نبوت کا اقرار کرتے ہوئے کہا:

''ان تمام امور میں میرا وہی مذھب ہے جو دیگر اہلِ سنت و الجماعت کا مذہب ہے ...... اب میں مفصلہ ذیل امور کا مسلمانوں کے سامنے صاف صاف اقرار اس خانۂ خدا (جامع مسجد دہلی) میں کرتا ہوں کہ میں جناب خاتم الانبیاء ﷺ کی ختم نبوت کا قائل ہوں اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اس کو بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔''(۲)

۱۴۔ سلسلہ رسالت کے حضور نبی اکرم ﷺ پر ختم ہونے کا اعلان اور اس پر اپنے ایمان کا اظہار کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''میں ایمان لاتا ہوں اس پر کہ ہمارے نبی محمد خاتم الانبیاء ہیں اور ہماری کتاب قرآن کریم ہدایت کا وسیلہ ہے ...... اور میں ایمان لاتا ہوں اس بات پر کہ ہمارے رسول آدم کے فرزندوں کے سردار اور رسولوں کے سردار ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ نبیوں کو ختم کر دیا۔''(۳)

---

(۱) غلام احمد قادیانی، چشمہ معرفت، حاشیہ: ۳۲۵، مندرجہ روحانی خزائن، ۲۳: ۳۴۰

(۲) ۱۔ غلام احمد قادیانی، مجموعہ اشتہارات، ۱: ۲۵۵
۲۔ تبلیغ رسالت، ۲: ۴۴، مولفہ میر قاسم علی قادیانی
۳۔ غلام احمد قادیانی، آسمانی فیصلہ: ۲، مندرجہ روحانی خزائن، ۴: ۳۱۳

(۳) ۱۔ مرزا غلام احمد قادیانی، آئینہ کمالات اسلام: ۲۱
۲۔ مرزا غلام احمد قادیانی، روحانی خزائن، ۵: ۲۱

’’اللہ کو شایان نہیں کہ خاتم النبیین کے بعد نبی بھیجے‘‘

مرزا صاحب خودکُسی اور نبوت سے انکار اور ختم نبوت پر اقرار کرتے ہوئے کہتے ہیں:

’’اور اللہ کو شایان نہیں کہ خاتم النبیین کے بعد نبی بھیجے اور نہیں شایان کہ سلسلہ نبوت کو دوبارہ از سرنو شروع کردے۔ بعد اس کے کہ اسے قطع کر چکا ہو اور بعض احکام قرآن کریم کے منسوخ کر دے اور ان پر بڑھا دے۔‘‘(۱)

حضور نبی اکرم ﷺ کے بعد انقطاع وحی پر یقین کا اظہار

۱۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے بعد وحی ربّانی کے انقطاع پر یقین کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب محمد ﷺ پر ختم ہوگئی۔‘‘(۲)

۲۔ اپنی کتاب ’’حمامۃ البشریٰ‘‘ میں اپنا عقیدہ پہلے عربی اور پھر اردو میں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ما كان محمّد أبا أحد من رجالكم ولكن رسول الله وخاتم النبيين. الا تعلم انّ الربّ الرّحيم المتفضل سمّى نبيّنا صلّى الله عليه و سلّم خاتم الأنبياء بغير إستثناء وفسره نبيّنا فى قوله لا نبي بعدى ببيان واضح للطّالبين ولو جوّزنا ظهور نبيّ بعد نبيّنا صلّى الله عليه و سلّم لجوزّنا ظهورالفتاح باب وحى النبوّة بعد تغليقها

---

(۱) مرزا غلام احمد قادیانی، آئینہ کمالات اسلام: ۳۷۷

(۲) غلام احمد قادیانی، مجموعہ اشتہارات، ۱: ۲۳۰، مورخہ ۲ اکتوبر، ۱۸۹۱ء

وھذا خلاف کما لا یخفی علی المسلمین. و کیف یجئ نبیّ بعد رسولنا صلّی اللہ علیہ وسلّم وقد انقطع الوحی بعد وفاته وختم اللہ به النبیین. (۱)

مذکورہ بالا عبارت کا ترجمہ مرزا صاحب کے الفاظ میں ہی ملاحظہ ہو:

''محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں۔ ہاں وہ اللہ کے رسول اور نبیوں کو ختم کرنے والے ہیں۔ کیا تو نہیں جانتا کہ فضل اور رحم کرنے والے رب نے ہمارے نبی ﷺ کا نام بغیر کسی استثناء کے خاتمِ انبیاء رکھا اور آنحضرت ﷺ نے لا نبی بعدی کے طالبوں کے لیے بیان واضح سے اس کی تفسیر کی ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں اور اگر ہم آنحضرت ﷺ کے بعد کسی نبی کے ظہور کو جائز قرار دیں تو ہم وحی نبوت کے دروازہ کو بند ہونے کے بعد اس کا کھلنا جائز قرار دیں گے جو بالبداہت باطل ہے جیسا کہ مسلمانوں پر مخفی نہیں اور ہمارے رسولؐ کے بعد کوئی نبی کیسے آ سکتا ہے جبکہ آپ کی وفات کے بعد وحی منقطع ہو گئی ہے اور اللہ نے آپؐ کے ذریعے نبیوں کا سلسلہ ختم کر دیا۔''(۲)

۳۔ اپنی کتاب ''ازالہ اوہام'' میں مرزا صاحب قیامت تک وحی نبوت کے انقطاع کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''**مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّيْنَ** یہ آیت بھی صاف دلالت کرتی ہے کہ بعد ہمارے نبی ﷺ کے کوئی رسول دنیا میں نہیں آئے گا اور اب وحی و رسالت تا قیامت منقطع ہے۔''(۳)

---

(۱) غلام احمد قادیانی، حمامۃ البشری: ۳۴
(۲) غلام احمد قادیانی، حمامۃ البشری (مترجم): ۸۱-۸۴
(۳) غلام احمدقادیانی، ازالہ اوہام: ۶۱۴

۴۔ اسی کتاب میں مزید لکھتے ہیں:

''ہر ایک دانا سمجھ سکتا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ صادق الوعد ہے اور جو آیت خاتم النبیین میں وعدہ دیا گیا ہے اور جو حدیثوں میں بتصریح بیان کیا گیا ہے کہ اب جبرائیل کو بعد وفاتِ رسول اللہ ﷺ ہمیشہ کے لیے وحی نبوت لانے سے منع کیا گیا ہے۔ یہ تمام باتیں سچ اور صحیح ہیں تو پھر کوئی شخص بحیثیت رسول ہمارے نبی ﷺ کے بعد ہرگز نہیں آ سکتا۔''(۱)

۵۔ مرزا صاحب ''ازالہ اوہام'' میں مزید لکھتے ہیں:

''قرآن کریم بعد خاتم النبیین کے کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا۔ خواہ وہ نیا رسول ہو یا پرانا ہو کیونکہ رسول کو علم دین بتوسط جبرئیل ملتا ہے اور باب نزول جبرئیل بہ پیرایہ وحی رسالت مسدود ہے اور یہ بات خود ممتنع ہے کہ رسول تو آوے مگر سلسلہ وحی رسالت نہ ہو۔''(۲)

۶۔ وحی رسالت پر مہر لگنے کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اور کیونکر ممکن تھا کہ خاتم النبیین کے بعد کوئی اور نبی اسی مفہوم تام اور کامل کے ساتھ جو نبوت تامہ کی شرائط میں سے ہے آ سکتا۔ کیا یہ ضروری نہیں کہ ایسے نبی کی نبوت تامہ کے لوازم جو وحی اور نزول جبریل ہے اس کے وجود کے ساتھ لازم ہونی چاہئے کیونکہ حسب تصریح قرآن کریم رسول اسی کو کہتے ہیں جس نے احکام وعقائد دین جبریل کے ذریعہ سے حاصل کیے ہوں لیکن وحی نبوت پر تو تیرہ سو برس سے مہر لگ گئی ہے۔ کیا یہ مہر اس وقت ٹوٹ جائے گی۔''(۳)

---

(۱) غلام احمد قادیانی، ازالہ اوہام: ۵۷۷، مندرجہ روحانی خزائن، ۳: ۴۱۲

(۲) مرزا غلام احمد قادیانی، ازالہ اوہام: ۷۶۱، مندرجہ روحانی خزائن، ۳: ۵۱۱

(۳) ۱۔ مرزا غلام احمد قادیانی، ازالہ اوہام: ۵۳۴

۲۔ مرزا غلام احمد قادیانی، روحانی خزائن، ۳: ۳۸۷

مرزا صاحب کا دعویٰ نبوت سے صریحاً انکار

۱۔ مرزا صاحب نے دعویٰ نبوت کا انکار کرتے ہوئے وضاحت کی:

''میرا نبوت کا کوئی دعویٰ نہیں، یہ آپ کی غلطی ہے یا آپ کسی خیال سے کہہ رہے ہیں۔ کیا یہ ضروری ہے کہ جو الہام کا دعویٰ کرتا ہے وہ نبی بھی ہو جائے۔ میں تو محمدی اور کامل طور پر اللہ اور رسول کا متبع ہوں اور ان نشانیوں کا نام معجزہ رکھنا نہیں چاہتا بلکہ ہمارے مذہب کی رو سے ان نشانیوں کا نام کرامات ہے جو اللہ کے رسول کی پیروی سے دیئے جاتے ہیں۔''(۱)

۲۔ ''میں نہ نبوت کا مدعی ہوں اور نہ معجزات اور ملائکہ اور لیلۃ القدر وغیرہ سے منکر ...... اور سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔''(۲)

۳۔ ''میں جانتا ہوں کہ ہر وہ چیز جو مخالف ہے قرآن کے وہ کذب و الحاد و زندقہ ہے۔ پھر میں کس طرح نبوت کا دعویٰ کروں جب کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں۔''(۳)

حضور نبی اکرم ﷺ کے بعد کسی نبی کی ضرورت ہی نہیں

۱۔ مرزا صاحب اپنا مبنی برحق موقف تحریر کرتے ہیں:

''پس اگر ہمارے رسول اکرم ﷺ اور قرآن کریم کو سب آئندہ زمانوں سے اور ان کے رہنے والوں سے علاج اور اصلاح کے لحاظ سے مناسبت نہ ہوتی تو یہ

(۱) غلام احمد قادیانی، جنگ مقدس: ۷۴، روحانی خزائن، ۶: ۱۵۶

(۲) ۱۔ تبلیغ رسالت، ۲: ۲۲، مولفہ، میر قاسم علی قادیانی
۲۔ مجموعہ اشتہارات، ۱: ۲۳۰، مورخہ ۲ اکتوبر ۱۸۹۱ء

(۳) ۱۔ مرزا غلام احمد قادیانی، حمامۃ البشری: ۹۶
۲۔ مرزا غلام احمد قادیانی، روحانی خزائن، ۷؛ حاشیہ: ۲۹۷

نبی عظیم ان کی اصلاح اور علاج کے لیے قیامت تک کے لیے مبعوث نہ ہوتے۔ پس محمد ﷺ کے بعد کسی اور نبی کی ضرورت نہیں کیونکہ آپ کی برکات نے ہر زمانہ کا احاطہ کر لیا ہے۔''(۱)

۲۔ اکمال دین کے حوالے سے حضور نبی اکرم ﷺ کی ختم نبوت کے حوالے سے کوئی ابہام نہ رہنے دیا اور اپنے عقیدے کو یوں بیان کیا:

''حضرت سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ ﷺ خاتم النبیین و خیر المرسلین ہیں جن کے ہاتھ سے اکمال دین ہو چکا اور وہ نعمت بمرتبہ اتمام پہنچ چکی جس کے ذریعہ سے انسان راہ راست کو اختیار کر کے خدا تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے۔''(۲)

۳۔ مرزا صاحب نے حضور نبی اکرم ﷺ کی شانِ ختمیت کے حوالے سے مزید تاکید کے ساتھ کہا:

''پس بلا شبہ ہمارے نبی ﷺ روحانیت قائم کرنے کے لحاظ سے آدم ثانی تھے بلکہ حقیقی آدم وہی تھے جن کے ذریعہ اور طفیل سے تمام انسانی فضائل کمال کو پہنچے اور تمام نیک قوتیں اپنے اپنے کام میں لگ گئیں اور کوئی شاخ فطرت انسانی کی بے بار و بر نہ رہی اور ختم نبوت آپ پر نہ صرف زمانہ کی تاخر کی وجہ سے ہوا بلکہ اس وجہ سے بھی کہ تمام کمالات نبوت آپ پر ختم ہو گئے۔''(۳)

۴۔ نبوتِ محمدی ﷺ کی ہمہ گیریت اور آفاقیت کو بیان کرتے ہوئے کہا:

''تمام نبوتیں اور تمام کتابیں جو پہلے گذر چکیں ان کی الگ طور پر پیروی کی

---

(۱) ۱۔ مرزا غلام احمد قادیانی، حمامۃ البشریٰ (مترجم): ۱۷۹-۱۸۰
۲۔ مرزا غلام احمد قادیانی، روحانی خزائن، ۷: ۲۴۳، ۲۴۴

(۲) غلام احمد قادیانی، ازالہ اوہام: ۱۳۷، مندرجہ روحانی خزائن، ۳: ۱۶۹-۱۷۰

(۳) غلام احمد قادیانی، لیکچر اسلام سیالکوٹ: ۶، مندرجہ روحانی خزائن، ۲۰: ۲۰۷

حاجت نہیں رہی کیونکہ نبوت محمدیہ ان سب پر مشتمل اور حاوی ہے اور بجز اس کے سب راہیں بند ہیں تمام سچائیاں جو خدا تک پہنچاتی ہیں اسی کے اندر ہیں نہ اس کے بعد کوئی نئی سچائی آئے گی اور نہ ہی اس سے پہلے کوئی ایسی سچائی تھی جو اس میں موجود نہیں اس لیے اس نبوت پر تمام نبوتوں کا خاتمہ ہے اور ہونا چاہیے تھا کیونکہ جس چیز کے لیے ایک آغاز ہے اس کے لیے ایک انجام بھی ہے۔''(۱)

۵۔ حضور نبی اکرم کی تعلیمات کو کامل قرآن کو خاتم الکتب اور آپ کو خاتم الانبیاء قرار دیتے ہوئے کہا:

''انبیاء علیهم السلام کی تعلیم وقت اور موقعہ کے حسب حال ہوتی ہے، لیکن آنحضرت ﷺ کے وقت چونکہ ہر قسم کے فساد کمال تک پہنچ چکے تھے اس لیے ان کی اصلاح کے لیے جو تعلیم دی گئی وہ کامل تھی یہی وجہ ہے کہ خاتم الکتب قرآن مجید نازل ہوا اور آپ پر نبوت ختم ہوگئی۔''(۲)

حضور ﷺ کے بعد ہر مدعیِ نبوت دائرۂ اسلام سے خارج ہے

اس مضمون کی توضیح میں کہ دعوی نبوت سے قبل مرزا صاحب کس طرح سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی ختم نبوت کے منکر اور آپ ﷺ کے بعد نبوت کے مدعی کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے تھے:

۱۔ اس حوالے سے بشرح صدر لکھتے ہیں:

''اور خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ میں مسلمان ہوں اور ان سب عقائد پر ایمان رکھتا ہوں جو اہل سنت و الجماعت مانتے ہیں۔ میں کلمۂ طیبہ - لَاۤ اِلٰـهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ - کا قائل ہوں اور قبلہ کی طرف نماز پڑھتا ہوں اور میں

(۱) غلام احمد قادیانی، الوصیت: ۱۳، روحانی خزائن، ۲۰: ۳۱۱

(۲) غلام احمد قادیانی، ملفوظات احمدیہ، ۹: ۷۸

نبوت کا مدعی نہیں بلکہ اس کے مدعی کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔''(۱)

۲۔ مرزا صاحب دوسری جگہ اپنے خیالات کا اظہار مزید وضاحت کے ساتھ ان الفاظ میں کرتے ہیں:

''ان تمام امور میں میرا وہی مذھب ہے جو دیگر اہل سنت و الجماعت کا مذہب ہے ......اب میں مفصلاً ذیل امور کا مسلمانوں کے سامنے صاف صاف اقرار اس خانہ خدا (جامع مسجد دہلی) میں کرتا ہوں کہ میں خاتم الانبیاء ﷺ کی ختم نبوت کا قائل ہوں اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اس کو بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔''(۲)

حضور ﷺ کے بعد ہر مدعیِ نبوت کافر و کذّاب ہے

ا۔ مرزا صاحب کے نزدیک حضور ختمی مرتبت ﷺ کی شانِ ختمیت کا منکر کافر اور کذاب ہے وہ اس باب میں اپنا نقطۂ نظر بیان کرتے ہیں:

''میں ان تمام امور کا قائل ہوں جو اسلامی عقائد میں داخل ہیں اور جو اہلِ سنت و الجماعت کا عقیدہ ہے۔ ان سب باتوں کو مانتا ہوں جو قرآن و حدیث کی رو سے مسلم الثبوت ہیں اور سیدنا و مولانا حضرت محمد ﷺ ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی رسالت کو کافر اور کاذب جانتا ہوں۔ میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جانب محمد ﷺ پر ختم ہو گئی۔''(۳)

---

(۱) غلام احمد قادیانی، آسمانی فیصلہ: ۲

(۲) مرزا غلام احمد قادیانی، مجموعہ اشتہارات، ۱: ۲۵۵

(۳) ۱۔ اشتہار مرزا غلام احمد قادیانی، مجموعہ اشتہارات، ۱: ۲۳۰، مورخہ ۲ اکتوبر ۱۸۹۱ء

۲۔ تبلیغ رسالت، ۲: ۲

۲۔ ایک اور مقام پر مرزا صاحب مستقبل میں کیے جانے والے دعویٔ نبوت کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ما كان لى أن أدعى النبوة وأخرج من الإسلام والحق بقوم كافرين. (۱)

''میرے لیے جائز نہیں کہ میں نبوت کا دعویٰ کروں اور اسلام سے نکل جاؤں اور کافروں سے مل جاؤں۔'' (۲)

۳۔ اپنی کتاب ''انجام آتھم'' میں دعویٰ نبوت کو افترا پردازی قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''کیا ایسا بدبخت مفتری جو خود رسالت و نبوت کا دعویٰ کرتا ہے قرآن شریف پر ایمان رکھ سکتا ہے اور کیا ایسا وہ شخص جو قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہے اور آیت ولکن رسول الله وخاتم النبیین کو خدا کا کلام یقین رکھتا ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ میں بھی آنحضرت ﷺ کے بعد نبی اور رسول ہوں۔''(۳)

''مرزا صاحب قرآن حکیم کو خاتمِ کتبِ سماوی مانتے تھے

۱۔ قرآن حکیم کو آخری وحی اور کتب سماویہ کی خاتم قرار دیتے ہوئے مرزا صاحب لکھتے ہیں:

''اور ہم پختہ یقین کے ساتھ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ قرآن شریف خاتم کتب سماوی ہے اوار ایک شعشہ یا نکتہ اس کی شرائع اور حدود اور احکام اور اوامر

---

(۱) غلام احمد قادیانی، حمامة البشری: ۹۶

(۲) غلام احمد قادیانی، حمامة البشری، مترجم: ۲۸۲، مندرجه روحانی خزائن، ۷: ۲۹۷

(۳) غلام احمد قادیانی، انجام آتم: ۲۷، مندرجه روحانی خزائن، ۱۱: ۲۷، حاشیه

سے زیادہ نہیں ہوسکتا اور نہ کم ہوسکتا اور اب کوئی ایسی وحی اور ایسا الہام من جانب اللہ نہیں ہوسکتا جو احکام فرقانی کی ترمیم یا تنسیخ یا کسی ایک حکم کو تبدیل یا تغیر کرسکتا ہو اگر کوئی ایسا خیال کرے تو وہ ہمارے خیال سے جماعت مومنین سے خارج اور کافر اور ملحد ہے۔''(۱)

کوئی قرآن کو منسوخ نہیں کرسکتا

مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ قرآن حکیم ہدایتِ ابدی کی حامل آخری کتاب ہے۔ کوئی اسے کسی طرح بھی منسوخ نہیں کرسکتا، اس میں ترمیم یا تحریف نہیں کرسکتا۔ دعویٰ نبوت سے قبل مرزا صاحب کا عقیدہ بھی یہی تھا، ان کی تحریر ملاحظہ ہو:

ولا نبي بعد رسول الله ﷺ و هو خاتم النبين و ما كان لأحد ان ينسخ القرآن بعد تكميله. (۲)

''پھر رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی نبی بھی نہیں آ سکتا کیونکہ آپ خاتم انبیاء ہیں اور کوئی قرآن کو اس کی تکمیل کے بعد منسوخ نہیں کرسکتا۔''

لَا نَبِیَّ بَعْدِی میں لَا نفیِ عموم کے لیے ہے

مرزا صاحب حدیث **لا نبی بعدی** پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حدیث پاک میں لا نفی عموم کے لیے ہے، اس لیے آپ ﷺ کے بعد اور کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

''قرآن شریف میں مسیح ابن مریم کے دوبارہ آنے کا تو کہیں بھی ذکر نہیں لیکن

(۱) غلام احمد قادیانی، ازالہ اوھام، ۱۳۷۔ ۱۳۸، مندرجہ روحانی خزائن، ۳: ۱۶۹۔ ۱۷۰

(۲) غلام احمد قادیانی، حمامۃ البشریٰ، مترجم: ۷۶

ختم نبوت کا بہ کمال تصریح ذکر ہے اور پرانے یا نئے نبی کی تفریق یہ شرارت ہے۔ نہ حدیث میں نہ قرآن میں یہ تفریق موجود ہے اور حدیث لا نبی بعدی میں بھی نفی عام ہے۔ پس یہ کس قدر جرات اور دلیری اور گستاخی ہے کہ خیالات رکیکہ کی پیروی کر کے نصوص صریحہ قرآن کو عمداً چھوڑ دیا جائے اور خاتم الانبیاء کے بعد ایک نبی کا آنا مان لیا جائے اور بعد اس کے جو وحی منقطع ہو چکی تھی پھر سلسلہ وحی نبوت کا جاری کر دیا جائے کیونکہ جس میں شان نبوت باقی ہے اس کی وحی بلاشبہ نبوت کی وحی ہو گی۔''(۱)

مرزا صاحب کی اس تحریر سے ان کا وفات مسیح اور انکار نزول مسیح کا عقیدہ ظاہر ہو رہا ہے۔ ہم نے ان کے اس بے بنیاد عقیدے کا رد الگ باب میں تفصیلی دلائل کے ساتھ پیش کیا ہے جو آگے آ رہا ہے۔

دعویٰ نبوت سے اللہ کی پناہ

اس اوائل دور میں مرزا صاحب غلام احمد قادیانی نے دعویٰ نبوت سے اللہ کی پناہ مانگی ہے۔ اس دور میں حضور نبی اکرم ﷺ کے **خاتم النبیین** ہونے کے بارے میں ان کے اور جملہ مسلمانوں کے عقیدے میں کامل ہم آہنگی پائی جاتی تھی جس کا اظہار ان کی اس تحریر سے بھی ہوتا ہے:

فلا تظن یا اخی انی قلت کلمة فیه رائحة ادعاء النبوة کما فهم المتهورون فی ایمانی و عرضی بل کلما قلت انما قلتها تبییناً لمعارف القرآن و دقائقه انما الاعمال بالنیات و معاذ الله ان ادعی النبوة بعد ما جعل الله نبینا و سیدنا محمد المصطفی ﷺ

(۱) مرزا غلام احمد قادیانی، ایام صلح: ۱۴۶، مندرجہ روحانی خزائن، ۱۴: ۳۹۲۔۳۹۳

خاتم النبیین. [۱]

''اے میرے بھائی تو یہ خیال نہ کر کہ میں نے کوئی ایسی بات کی ہے جس میں دعویٰ نبوت کی بو بھی پائی جاتی ہو جیسا کہ میرے ایمان اور میری عزت پر حملہ کرنے والوں نے سمجھا ہے بلکہ جب کبھی میں نے یہ کلمہ کہا ہے تو وہ معارف اور دقائق قرآنیہ کو بیان کرنے کے لیے کہا ہے اور اعمال کا دارومدار نیات پر ہے اور میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں نبوت کا دعویٰ کروں بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی اور آقا محمد مصطفیٰ ﷺ کو خاتم النبیین قرار دیا۔''

مدعی نبوت پر لعنت

ایک اشتہار (مورخہ ۲۰ شعبان ۱۳۱۴ھ/ ۱۸۹۷ء) میں مدعی نبوت کو لعنت کا حقدار سمجھتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ہم بھی مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں۔ **لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ** کے قائل ہیں اور آنحضرت ﷺ کے ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں اور وحی نبوت نہیں بلکہ وحی ولایت جو زیر سایہ نبوت محمدیہ اور باتباع آنجناب ﷺ اولیاء کو ملتی ہے اس کے ہم قائل ہیں۔''[۲]

یہ تھا مرزائے قادیان کا ابتدائی عقیدہ جو کسی طرح جماعت اہل سنت اور جمیع امت مسلمہ کے عقیدے سے قطعاً مختلف نہیں مگر بعد میں بتدریج مختلف ادوار میں پہلے موقف سے انحراف کی راہ اختیار کرتے ہوئے مختلف دعوے کیے جن کی تفصیل آئندہ صفحات میں دی جارہی ہے۔

---

(۱) غلام احمد قادیانی، حمامۃ البشری، مترجم: ۲۹۴

(۲) ۱۔ تبلیغ رسالت، ۶: ۲، ۳۔ مولفہ میر قاسم علی قادیانی

۲۔ مجموعہ اشتہارات، ۲: ۲۹۷، ۲۹۸

مرزا صاحب کا دعوی ۱۹۰۰ء سے قبل امام الزمان، محدَّث، مہدی معہود اور مسیح موعود تک محدود تھا اور وہ حضور نبی محتشم حضرت محمد ﷺ کی ختم نبوت پر ایمان رکھتے تھے۔ موصوف کا یہ نظریہ اس شعر سے بھی عیاں ہو رہا ہے:

هست او خیر الرسل خیر الانام
هر نبوت را برو شد تمام[۱]

بعد میں انہوں نے کیا کیا پینترے بدلے اور اپنے سابقہ موقف سے کس طرح دست بردار ہو گئے اس کی تفصیل اگلے باب میں بیان کی جا رہی ہے۔

---

(۱) غلام احمد قادیانی، سراج منیر (۱۸۹۷ء)

باب سوُم

مرزا غلام احمد قادیانی

کے

دعوائے نبوت کا تدریجی سفر

”خاتم النبیین“ کے صحیح معنٰی سے اِنحراف

پوری تاریخ انبیاء میں ایسا کبھی نہیں ہوا اور نہ ایسا واقعہ ہمارے علم میں ہے کہ ایک نبی نے اعلان نبوت سے پہلے اپنے نبی ہونے کا انکار کیا ہو اور یہ کہ بعد میں اس کا عقیدہ بدل گیا ہو، ایسا دیکھنے میں نہیں آیا کہ اوائل دورِ بعثت میں اعلان نبوت کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی اور بعد میں سوچ بچار کے بعد موقف میں تبدیلی کر دی گئی، سلسلہ انبیاء میں ایسا کوئی فرد نہیں گزرا جس نے پہلے صراحت کے ساتھ ایک عقیدہ بیان کیا اور کچھ عرصہ گزرنے کے بعد ایک نیا عقیدہ وضع کر لیا، جس سے پہلے اور بعد میں بیان کردہ عقیدے میں واضح تضاد اور تعارض نظر آنے لگا یا تاویل کے ذریعے سابقہ موقف سے خروج کا راستہ نکالا اور اعلان نبوت کر دیا۔ یہ ممکن بھی نہ تھا کیونکہ اعلانِ نبوت تو نبی کی بعثت ہوتی ہے، نہ یہ کہ اس کے ذریعے اسے نبوت عطا کی جاتی ہے، اس لیے کہ جس کو نبوت ملنا تھی وہ عالم ارواح میں مل چکی جب تمام انبیاء کرام نبی آخر الزماں سیدنا محمد مصطفٰی ﷺ کی نبوت پر ایمان اور آپ کی مدد و نصرت کا حلف اٹھا کر شرفِ نبوت سے بہرہ یاب ہو چکے۔ اب دنیوی زندگی میں اعلان نبوت ہر نبی کی بعثت قرار پائی۔ قرآن حکیم نے اس میثاقِ نبوت کو یوں بیان فرمایا ہے:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝[1]

(۱) آل عمران، ۳: ۸۱

’’اور (اے محبوب! وہ وقت یاد کریں) جب اللہ نے انبیاء سے پختہ عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتاب اور حکمت عطا کر دوں پھر تمہارے پاس وہ (سب پر عظمت والا) رسول (ﷺ) تشریف لائے جو ان کتابوں کی تصدیق فرمانے والا ہو جو تمہارے ساتھ ہوں گی تو ضرور بالضرور ان پر ایمان لاؤ گے اور ضرور بالضرور ان کی مدد کرو گے، فرمایا: کیا تم نے اقرار کیا اور اس (شرط) پر میرا بھاری عہد مضبوطی سے تھام لیا؟ سب نے عرض کیا: ہم نے اِقرار کر لیا، فرمایا کہ تم گواہ ہو جاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں○‘‘

ہر نبی کو اس میثاق کے تحت عالمِ ارواح میں ہی نبوت عطا کر دی گئی۔ لہٰذا وہ عالم اجسام میں آنے سے قبل ہی نبی ہوتا ہے۔ البتہ انسانی اور بشری زندگی میں اعلان نبوت کا ایک مقررہ وقت ہوتا ہے جس کو بعثت کہتے ہیں۔ ایسا ممکن نہیں کہ کوئی انسان اپنی عمر کے ابتدائی دور میں تو نبی نہ ہو مگر بعد میں اسے اچانک نبوت دے دی جائے۔ یہ قانون قدرت کے خلاف ہے۔ نبوت ایک وہبی استعداد ہے جو ہر نبی کو پیدائشی طور پر ودیعت کر دی جاتی ہے۔ اس میں کسی کے کسب و کمال کا سرے سے دخل نہیں ہوتا۔ ہر نبی بچپن سے ہی نبی ہوتا ہے اس کا ثبوت قرآن حکیم کی درج ذیل آیات کریمہ سے ملتا ہے:

۱۔ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّاِبْرٰهِيْمَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ.[۱]

’’اور بیشک ہم نے نوح اور ابراہیم (علیہما السّلام) کو بھیجا اور ہم نے دونوں کی اولاد میں رسالت اور کتاب مقرر فرما دی۔‘‘

۲۔ وَوَهَبْنَا لَهٗ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ.[۲]

’’اور ہم نے انہیں اسحاق اور یعقوب (علیہما السّلام بیٹا اور پوتا) عطا فرمائے اور ہم

(۱) الحدید، ۵۷: ۲۶

(۲) العنکبوت، ۲۹: ۲۷

نے ابراہیم (علیہ السلام) کی اولاد میں نبوت اور کتاب مقرر فرما دی۔‘‘

ان آیات کریمہ سے ظاہر ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیھما السّلام کی اولاد میں کتاب اور نبوت مقرر فرما دی تھی یعنی ان کی نسل میں سے جس کسی کو نبی بنانا تھا اس کا تعین ان کی پیدائش سے پہلے ہی فرما دیا تھا۔ لہٰذا جب اللہ تعالیٰ نے انہیں عالم ارواح سے عالم وجود میں منتقل فرمایا تو یہ حضرات صفت نبوت سے سرفراز تھے۔ جیسے حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیھما السّلام دونوں باپ اور بیٹا ابراہیمی ذریت میں تشریف لائے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے بچپن ہی سے نبی ہونے کا یوں اعلان فرمایا:

يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ؕ وَ اٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ۝[1]

’’اے یحییٰ! (ہماری) کتاب (تورات) کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور ہم نے انہیں بچپن ہی سے حکمت و بصیرت (نبوت) عطا فرما دی تھی ۝‘‘

۴۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پنگھوڑے میں ہی نبی ہونے کا اعلان کر دیا۔ قرآن فرماتا ہے:

قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ ؕ اٰتٰىنِيَ الْكِتٰبَ وَ جَعَلَنِيْ نَبِيًّا ۝[2]

’’(بچہ خود) بول پڑا: بیشک میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب عطا فرمائی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے ۝‘‘

اگر چہ ہر نبی کی بعثت مقررہ وقت پر ہوتی ہے مگر کبھی پنگھوڑے میں ہی اعلان کرنا پڑتا ہے کہ مجھے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے نبی بنایا ہے جیسے حضرت عیسیٰ ابن مریم علیھما السّلام نے پنگھوڑے میں اپنی نبوت کا اعلان کیا۔ وہ ایسا نہ کرتے اگر ان کی ولادت عام طریقے سے

---

(۱) مریم، ۱۹: ۱۲

(۲) مریم، ۱۹: ۳۰

ہوئی ہوتی اور ان کی والدہ ماجدہ حضرت مریم علیہا السّلام پر تہمت نہ لگی ہوتی۔ یہ تہمت صرف ان کی ذات پر نہیں تھی بلکہ معاذ اللہ ان کی آغوش میں موجود نومولود کے تولد پر ناجائز ہونے کا الزام تھا۔ اس سے نہ صرف آپ علیہا السّلام کی ذات کی پاکیزگی و طہارت پر حرف آتا تھا بلکہ اس کا معنی و مراد یہ تھا کہ یہ ناجائز مولود ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کو کب منظور ہوتا کہ اس کے نبی کی سیرت کا جو تقدس و احترام بچپن سے ملحوظ رکھا جانا ضروری ہے اس پر لوگوں کی انگلیاں اٹھیں اس لیے پنگھوڑے ہی میں اس کا اعلان کرنا پڑا، تاہم اس کا مطلب یہ نہیں کہ صرف وہی پنگھوڑے میں نبی تھے اور باقی سب نہیں تھے، نبی تو سارے ہی پیدائشی تھے مگر ان کو پیدائش کے وقت سے اپنی نبوت کے اعلان کی ضرورت پیش آئی اور نہ باری تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا۔ وہ اپنے زمانۂ بعثت میں ہی اعلان نبوت کرتے رہے۔

چونکہ نصِ قرآن کی رو سے نبوت پیدائشی ہوتی ہے اس لیے تاریخ انبیاء میں اعلان نبوت سے قبل کسی نبی کا عقیدہ و عمل اس قسم کا نہیں رہا کہ اعلان نبوت کے بعد اس میں کوئی تضاد واقع ہو گیا ہو۔ نبی کے عقیدہ و عمل دونوں میں ایک تسلسل کارفرما ہوتا ہے جس سے نہ کبھی انحراف ہوتا ہے اور نہ اس میں کبھی ترمیم و تبدیلی ہوتی ہے۔ اس کی نبوت و رسالت کی صداقت کی یہ ایک سب سے بڑی دلیل ہوتی ہے۔ یہی وہ دلیل ہے جو حضور نبی اکرم ﷺ نے اعلان بعثت کے وقت بیان فرمائی جسے قرآن حکیم نے یوں بیان فرمایا:

فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ط اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ○[1]

”بیشک میں اس (قرآن کے اترنے) سے قبل (بھی) تمہارے اندر عمر (کا ایک حصہ) بسر کر چکا ہوں، سو کیا تم عقل نہیں رکھتے○“

حضور نبی اکرم ﷺ نے اعلان بعثت اور نزول قرآن سے پہلے کی زندگی کو اپنی نبوت و رسالت کی حقانیت کی دلیل بنایا کیونکہ یہ ہر قسم کے تضاد اور تناقض سے کلیتًا مبرّا تھی۔

(۱) یونس، ۱۰: ۱۶

جب ہم مرزا صاحب کی زندگی کا ناقدانہ مطالعہ کرتے ہیں تو وہ اَز اَوّل تا آخر تضادات و تناقضات کا شکار نظر آتی ہے۔ دعویٰ نبوت کا ارادہ کرنے سے قبل وہ لفظ **خاتم النبیین** کا معنی وہی کرتے رہے جو امتِ مسلمہ کا متفق علیہ تھا، پھر اجماعِ امت کا انکار کرتے ہوئے خاتم النبیین کا معنی محض اپنے باطل وہم سے یہ تراشا کہ جن نبیوں کا بعد میں آنا مقدر ہے ان کی آمد کے لیے حضرت محمد ﷺ کی ذات مہر ہے۔ مراد یہ کہ حضرت محمد ﷺ کے بعد جو بھی نبی بن کر آئے گا وہ لازماً اُن کی مہر ہی سے آئے گا۔ اس مفہوم کی آڑ میں وہ امت محمدی ﷺ میں خود ہی نیا نبی ہونے کا دعوی کرتے ہیں۔

''خاتم النبیین'' کے صحیح معنٰی سے اِنحراف کی تاویل کا ردّ

جب مرزا غلام احمد قادیانی کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے خاتم النبیین کے صحیح معنی سے انحراف کیوں کیا اور اس کو نئے معنی کیوں پہنائے؟ تو قادیانی حضرات یہ تاویل پیش کرتے ہیں کہ مرزا صاحب کو پہلے علم نہیں تھا کہ وہ نبی بننے والے ہیں، اس لیے ختمِ نبوت اور خاتم النبیین کے وہ معنی بیان کرتے رہے جو امت میں متداول ہیں۔ مگر جب انہیں علم ہو گیا تو پہلے معنی سے رجوع کرلیا اور نئے معنی بیان کر دیئے۔

بالفرض قادیانی حضرات کی یہ من گھڑت تاویل ایک لمحے کے لیے برائے بحث قبول کر بھی لی جائے تو ہم کہیں گے کہ اس صورت میں بھی مرزا صاحب کے لیے دعویٰ نبوت کی کوئی راہ نہیں نکلتی، کیونکہ اس طرح وہ اپنے نئے عقیدہ کی رُو سے کافر و مرتد قرار پاتے ہیں جو کہ نبوت کے منافی ہے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ بقول قادیانی حضرات جب مرزا صاحب اپنی تحریروں اور تقریروں میں ختم نبوت کا وہی عقیدہ بیان کر رہے تھے جو امت مسلمہ کا متفق علیہ ہے، اس وقت انہیں اپنی نبوت کا شعور نہیں تھا کہ میں نبی ہوں یا مجھے نبی ہونا ہے، اس وقت مرزا صاحب یہ کہہ کر کہ جو حضور نبی اکرم ﷺ کے بعد اعلان نبوت کرے گا وہ خارج اَز اسلام اور مرتد ہو گا، ایک ایسے عمل کو جو ان کے نئے عقیدہ کی رو سے ممکن اورا صول دین میں سے تھا کفر و ارتداد کا باعث قرار دیا۔ گویا وہ اسلام اور

ایمان کے ایک مسئلہ کو کفر کہتے رہے اور جب مرزا صاحب کو شعور ہوا تو بنیادی عقیدے سے منحرف ہو کر ختمِ نبوت اور خاتم النبیین کے معنی بدل لیے اور حضور نبی اکرم ﷺ کے بعد نئی نبوت کے امکان کو جائز مان کر علی الاعلان کہہ دیا کہ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی نہیں بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جس پر وہ مہر لگا دیں وہ نبی بن جاتا ہے، پھر اس من گھڑت تاویل کا سہارا لے کر اعلان نبوت کر دیا۔

اس بحث سے سوائے اس کے کیا نتیجہ اخذ کیا جائے کہ اس شعور اور دعویٰ نبوت سے پہلے مرزا صاحب کی پوری زندگی عقیدۂ کفر پر گذری کیونکہ ان کا بیان کردہ نیا معنی نبوتِ محمدی ﷺ کی ایک شان ہے اور شان بھی اتنی اونچی اور عظیم ہے کہ جس پر ان کی مہر لگ جائے وہ بھی نبی بن جاتا ہے۔ گویا اس سے پہلے وہ نبوتِ محمدی ﷺ کی اس شان اور آپ ﷺ کے بعد نبوت کے امکان کے انکاری رہے جو ان کے نئے عقیدہ کی رُو سے صریح کفر ہوا۔ چونکہ شعور نبوت سے پہلے ان کی پوری زندگی ان کے نئے عقیدے کے مطابق شانِ نبوت اور اِمکانِ نبوت سے انکار کے باعث کفر میں گزری تو کیا ایسا بھی کبھی ہوا ہے کہ کفر یہ عقیدہ رکھنے والا شخص شعور ملنے کے بعد نبی بن جائے؟ بھلا اتنا بڑا تضاد بھی ہوسکتا ہے کہ شعور نبوت آنے سے پہلے عقیدہ کفر کا رہا ہو اور شعورِ نبوت ملنے کے بعد عقیدہ ایمان کا ہوجائے۔ گویا مرزا صاحب کے ابتدائی (اصولی) عقیدے کے مطابق دعویٰ نبوت کے بعد کافر ہیں اور بعد والے (خود ساختہ) عقیدے کے مطابق شعور نبوت ملنے سے قبل کافر تھے، لہٰذا یہ قادیانی حضرات کے لیے ایک لمحۂ فکریہ ہے۔ اب ہم ان کی سہولت کے لیے ان پر چھوڑ دیتے ہیں کہ جس زمانے کو وہ چاہیں کفر کا مان لیں اور جس کو چاہیں ایمان کا مان لیں، یہ ان کی مرضی پر موقوف ہے کہ پہلے دور کو کفر کا دور مان لیں یا بعد کے دور کو۔ مگر ان کے اپنے بیان کیے گئے بیانات کی روشنی میں ایک دور ضرور کفر کا ہے۔ یہ فیصلہ کرنا ان کی صوابدید پر ہے۔ ہم انہیں اپنی طرف سے کچھ تجویز نہیں کرتے۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ وہ امکان نبوت سے انکار کر کے بھی مسلمان رہیں اور دعویٰ نبوت کر کے بھی

مسلمان رہیں۔ یہ دونوں چیزیں ایک ساتھ نہیں چل سکتیں۔

ہم نے گزشتہ باب میں مرزا غلام احمد قادیانی کے وہ تمام اقوال جو ان کی اپنی تحریروں پر مبنی ہیں ضروری حوالہ جات کے ساتھ قارئین کی سہولت کے لیے یکجا جمع کر دیئے تھے تاکہ وہ جان لیں کہ اعلان نبوت سے پہلے ان کا سابقہ عقیدہ کیا تھا۔ جمیع امت مسلمہ کی طرح حضور نبی اکرم ﷺ کی ختم نبوت پر ان کا ایمان تھا اور اس سے انکار کو وہ کفر جانتے تھے۔ خاتم النبیین کا معنی ان کے نزدیک وہی تھا جو دیگر تمام مسلمانوں کے نزدیک ہے اور اس کے منکر کو وہ خارج از دائرہ اسلام جانتے تھے۔ پھر انہوں نے پلٹا کھایا اور یک لخت ایک نیا موقف اختیار کیا جس کا شان نبوت کے ساتھ کوئی جوڑ نہ بنتا تھا، ایک مرتبہ جب انہوں نے ایمان کی حد پار کی تو پھر ان کے سامنے کوئی رکاوٹ نہ رہی۔ وہ پھر پینترے پر پینترہ بدلتے ہوئے اپنے ہر سابقہ موقف سے انحراف کرتے گئے اور بالآخر حضور نبی اکرم ﷺ کی ختم نبوت کے منکر ہو گئے۔ ہم ذیل میں مرزا صاحب کی وہ تحریریں پیش کر رہے ہیں جن میں انہوں نے اپنی سابقہ تحریروں سے صاف انحراف کیا ہے:

۱۔ مرزا صاحب اپنے سابقہ موقف کے برعکس وحی الٰہی کا سلسلہ جاری مانتے ہیں اور وحی الٰہی کا دروازہ بند ہونے کے عقیدہ کو سخت تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’یہ کس قدر لغو اور باطل عقیدہ ہے کہ ایسا خیال کیا جائے کہ بعد آنحضرت کے وحی الٰہی کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا ہے اور آئندہ کو قیامت تک اس کی کوئی بھی امید نہیں۔ صرف قصّوں کی پوجا کرو پس کیا ایسا مذہب کچھ مذہب ہو سکتا ہے جس میں براہ راست خدا تعالیٰ کا کچھ بھی پتہ نہیں لگتا جو کچھ ہیں قصے ہیں اور کوئی اگرچہ اس کی راہ میں اپنی جان بھی فدا کرے اس کی رضا جوئی میں فنا ہو جائے اور ہر ایک چیز پر اس کو اختیار کرے تب بھی وہ اس پر اپنی شناخت کا دروازہ نہیں کھولتا اور مکالمات و مخاطبات سے اس کو مشرف نہیں کرتا میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس زمانہ میں مجھ سے زیادہ بیزار ایسے مذہب

سے اور کوئی نہ ہوگا، میں ایسے مذہب کا نام شیطانی مذہب رکھتا ہوں نہ کہ رحمانی اور میں یقین رکھتا ہوں کہ ایسا مذہب جہنم کی طرف لے جاتا ہے اور اندھا رکھتا ہے اور اندھا ہی مارتا اور اندھا ہی قبر میں لے جاتا ہے۔ مگر میں ساتھ ہی خدائے کریم و رحیم کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اسلام ایسا مذہب نہیں ہے بلکہ دنیا میں صرف اسلام ہی یہ خوبی اپنے اندر رکھتا ہے کہ وہ بشرط سچی اور کامل اتباع ہمارے سید و مولیٰ آنحضرت ﷺ کے مکالمات الٰہیہ سے مشرف کرتا ہے۔ اسی وجہ سے تو حدیث میں آیا ہے کہ **علماء أمتی کأنبیاء بنی اسرائیل** یعنی میری امت کے علماء ربانی بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں۔ اس حدیث میں علماء ربانی کو ایک طرف امتی کہتا ہے اور دوسری طرف نبیوں سے مشابہت دی ہے۔‘‘(۱)

۲۔ ’’اور اگر کوئی شخص کہے کہ جب نبوت ختم ہوچکی ہے تو اس امت میں نبی کس طرح ہوسکتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ خدائے عزوجل نے اس بندہ (یعنی مرزا صاحب) کا نام اسی لیے نبی رکھا ہے کہ سیدنا محمد رسول اللہ کی نبوت کا کمال، امت کے کمال کے ثبوت کے بغیر ہرگز ثابت نہیں ہوتا اور اس کے بغیر محض دعویٰ ہی دعویٰ ہے جو اہل عقل کے نزدیک بے دلیل ہے اور کسی فرد پر ختم نبوت ہونے کے یہی معنی ہیں کہ کمالات نبوت اس پر ختم ہیں اور نبی کے بڑے کمالات میں سے نبی کا فیض پہنچانے میں کامل ہونا ہے اور یہ جب تک امت میں اس کا نمونہ نہ پایا جائے ثابت نہیں ہوسکتا۔‘‘(۲)

۳۔ ’’وہ خاتم الانبیاء بنے مگر ان معنوں سے نہیں کہ آئندہ اس سے کوئی روحانی فیض نہیں ملے گا بلکہ ان معنوں سے کہ وہ صاحب خاتم ہے بجز اس کی مہر کے کوئی فیض کسی کو نہیں پہنچ سکتا اور اس کی امت کے لیے قیامت تک مکالمہ اور مخاطبہ الٰہیہ کا دروازہ کبھی

---

(۱) غلام احمد قادیانی، ضمیمہ براہین احمدیہ، ۵: ۱۸۳، ۱۸۴، مندرجہ روحانی خزائن، ۲۱: ۳۵۴

(۲) غلام احمد قادیانی، ضمیمہ حقیقۃ الوحی: ۱۶، حاشیہ، مندرجہ روحانی خزائن، ۲۲: ۶۳۷

بند نہ ہوگا اور بجز اس کے کوئی نبی صاحب خاتم نہیں ایک وہی ہے جس کی مہر سے ایسی نبوت بھی مل سکتی ہے جس کے لیے امتی ہونا لازمی ہے۔''(۱)

۴۔ ''آنحضرت ﷺ کو یہ ایک خاص فخر دیا گیا ہے کہ وہ اِن معنوں سے خاتم الانبیاء ہیں کہ ایک تو تمام کمالاتِ نبوت ان پر ختم ہیں اور دوسرے یہ کہ ان کے بعد کوئی نئی شریعت لانے والا رسول نہیں اور نہ کوئی ایسا نبی ہے جو ان کی امت سے باہر ہو۔ بلکہ ہر ایک کو جو شرف مکالمہ الٰہیہ ملتا ہے وہ انہیں کے فیض اور انہیں کی وساطت سے ملتا ہے اور وہ امتی کہلاتا ہے نہ کوئی مستقل نبی۔''(۲)

۵۔ ''میں کہتا ہوں کہ نہ من کل الوجوہ باب نبوت مسدود ہوا ہے اور نہ ہر ایک طور سے وحی پر مہر لگائی گئی ہے بلکہ جزئی طور پر وحی اور نبوت کا اس امت مرحومہ کے لیے ہمیشہ دروازہ کھلا ہے۔''(۳)

۶۔ ''مسیح موعود جو آنے والا ہے۔ اس کی علامت یہ لکھی ہے کہ وہ نبی اللہ ہوگا۔ یعنی خدائے تعالیٰ سے وحی پانے والا۔ لیکن اس جگہ نبوت تامہ کاملہ مراد نہیں۔ کیونکہ نبوت تامہ کاملہ پر مہر لگ چکی ہے بلکہ وہ نبوت مراد ہے جو محدثیت کے مفہوم تک محدود ہے جو مشکوٰۃ نبوت محمدیہ سے نور حاصل کرتی ہے۔ سو یہ نعمت خاص طور پر اس عاجز کو دی گئی ہے۔''(۴)

۷۔ ''جس بناء پر میں اپنے تئیں نبی کہلاتا ہوں، وہ صرف اس قدر ہے کہ میں خدا

---

(۱) غلام احمد قادیانی، حقیقۃ الوحی: ۲۷۔ ۲۸، مندرجہ روحانی خزئن، ۲۲: ۲۹، ۳۰

(۲) غلام احمد قادیانی، خاتمہ چشمہ معرفت: ۹، مندرجہ روحاني خزائن، ۲۳: ۳۸۰

(۳) غلام احمد قادیانی، توضیح المرام، مندرجہ روحانی خزائن، ۳: ۶۰

(۴) غلام احمد قادیانی، ازالہ اوہام: ۷۰۱، مندرجہ روحانی خزائن، ۳: ۴۷۸

تعالیٰ کی ہم کلامی سے مشرف ہوں اور وہ میرے ساتھ بکثرت بولتا اور کلام کرتا ہے اور میری باتوں کا جواب دیتا ہے اور بہت سی غیب کی باتیں میرے پر ظاہر کرتا اور آئندہ زمانوں کے وہ راز میرے پر کھولتا ہے کہ جب تک انسان کو اس کے ساتھ خصوصیت کا قرب نہ ہو، دوسرے پر وہ اسرار نہیں کھولتا اور ان ہی امور کی کثرت کی وجہ سے اس نے میرا نام نبی رکھا ہے۔ سو میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں اور اگر میں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے، تو میں کیوں کر اس سے انکار کرسکتا ہوں۔ میں اس پر قائم ہوں۔ اس وقت تک جو اس دنیا سے گزر جاؤں۔''(۱)

۸۔ ''میرے پاس آئیل آیا اور اس نے مجھے چن لیا اور اپنی انگلی کو گردش دی اور یہ اشارہ کیا کہ خدا کا وعدہ آ گیا...... اس جگہ آئیل خدا تعالیٰ نے جبرائیل کا نام رکھا ہے اس لیے کہ بار بار رجوع کرتا ہے۔''(۲)

۹۔ ''ہماری جماعت میں سے بعض صاحب جو ہمارے دعویٰ اور دلائل سے کم واقفیت رکھتے ہیں جن کو بغور کتابیں دیکھنے کا اتفاق ہوا اور نہ وہ معقول مدت تک صحبت میں رہ کر اپنی معلومات کی تکمیل کر سکے وہ بعض حالات میں مخالفین کے کسی اعتراض پر ایسا جواب دیتے ہیں کہ جو سراسر واقعہ کے خلاف ہوتا ہے اس لیے باوجود اہل حق ہونے کے ان کو ندامت اٹھانا پڑتی ہے چنانچہ چند روز ہوئے ہیں کہ ایک مخالف کی طرف سے یہ اعتراض پیش ہوا کہ جس سے تم نے بیعت کی ہے، وہ نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور اس کا جواب محض انکار کے الفاظ سے دیا گیا حالانکہ ایسا جواب صحیح نہیں ہے، حق یہ ہے

(۱) ۱۔ غلام احمد قادیانی کا خط، مؤرخہ ۲۳ مئی ۱۹۰۸ء بنام ایڈیٹر اخبار عام لاہور، حقیقۃ النبوۃ: ۲۷۱، ۲۷۰
۲۔ مرزا بشیر احمد، کلمۃ الفصل، مندرجہ رسالہ ریویو آف ریلیجز بابت مارچ و اپریل ۱۹۱۵ء ص ۱۱۰، نمبر ۳، ج ۱۴
(۲) غلام احمد قادیانی، حقیقۃ الوحی: ۱۰۳، مندرجہ روحانی خزائن، ۲۲: ۱۰۶

خدا تعالیٰ کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوئی ہے اس میں ایسے الفاظ رسول اور مرسل اور نبی کے موجود ہیں نہ ایک دفعہ بلکہ صدہا دفعہ۔ پھر کیونکر یہ جواب صحیح ہوسکتا ہے کہ ایسے الفاظ موجود نہیں ہیں بلکہ اس وقت تو پہلے زمانے کی نسبت بہت تصریح اور توضیح سے یہ الفاظ موجود ہیں۔''(۱)

۱۰۔ ''اور خدا تعالیٰ نے اس بات کے ثابت کرنے کے لیے کہ میں اس کی طرف سے ہوں اس قدر نشان دکھلائے ہیں کہ اگر وہ ہزار نبی پر بھی تقسیم کیے جائیں تو ان کی بھی ان سے نبوت ثابت ہوسکتی ہے۔''(۲)

۱۱۔ ''خدا نے میرے ہزارہا نشانوں سے میری وہ تائید کی ہے کہ بہت ہی کم نبی گزرے ہیں جن کی یہ تائید کی گئی۔ لیکن پھر بھی جن کے دلوں پر مہریں ہیں، وہ خدا کے نشانوں سے کچھ بھی فائدہ نہیں اٹھاتے۔''(۳)

۱۲۔ ''اور میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اسی نے مجھے بھیجا ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے اور اسی نے مجھے مسیح موعود کے نام سے پکارا ہے اور اس نے میری تصدیق کے لیے بڑے بڑے نشان ظاہر کیے ہیں جو تین لاکھ تک پہنچتے ہیں۔''(۴)

مرزا صاحب کی تحریروں سے واضح ہے کہ جب انہوں نے اپنا موقف تبدیل کیا

---

(۱) غلام احمد قادیانی، ایک غلطی کا ازالہ: ۳، مندرجہ روحانی خزائن، ۱۸: ۲۰۶

(۲) غلام احمد قادیانی، چشمہ معرفت: ۳۱۷، مندرجہ روحانی خزائن، ۲۳: ۳۳۲، مندرجہ روحانی خزائن، ۲۳: ۳۳۲

(۳) غلام احمد قادیانی، تتمہ حقیقہ الوحی: ۱۴۸، مندرجہ روحانی خزائن، ۲۲: ۵۸۷

(۴) غلام احمد قادیانی، تتمہ حقیقہ الوحی: ۶۸، مندرجہ، روحانی خزائن، ۲۲: ۵۰۳

تو براہ راست دعویٰ نبوت نہیں کیا بلکہ پہلے امکان کا راستہ کھولا جس سے کوئی بھی صاحب فراست آدمی بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ یہ راستہ کس لیے کھولا جا رہا ہے۔ جب تک ارادہ نہیں بنا تھا تو یہ راستہ اپنے لیے اور سب کے لیے بند تھا۔ جب ارادہ بن گیا یا بنا لیا گیا تو ایک عرصہ تک راستہ کھول کر اپنی تحریروں اور تقریروں کے ذریعے لوگوں کے ذہنوں میں نئے معانی راسخ کراتے رہے تاآنکہ ان کے لیے کھلم کھلا دعویٰ نبوت کی راہ ہموار ہوگئی۔

مجدّدِیت سے دعویٰ نبوت تک کا سفر

مرزا غلام احمد صاحب نے اپنے مذہبی سفر کا آغاز بطورِ مبلغ اسلام اور ایک مصنف کے کیا۔ جس دور میں مرزا صاحب کے شعور نے آنکھ کھولی اس میں ایک طرف دینِ مسیحیت کے علم بردار پادریوں کہ (جن کی اعلانیہ سرپرستی حکومت کرتی تھی) سے مناظروں کا رجحان عام ہو چکا تھا تو دوسری طرف آریہ سماج اپنے مذہب کا پرچار بڑے زور شور اور شدو مد سے کر رہے تھے۔ مرزا صاحب کی مہم جوُطبیعت نے اس میدان کو اپنے لیے منتخب کیا اور اپنی مناظرانہ صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے بہت جلد اپنی علمیت کا سکہ اپنے ہم عصروں پر جمانے کے لیے ''براہین احمدیہ'' کے نام سے ایک ضخیم کتاب کی تصنیف کا بیڑہ اٹھایا۔ براہین احمدیہ کی تصنیف ۱۸۷۹ء میں شروع ہوئی اور مصنف نے اس کتاب کے موضوع کے حوالے سے ہم عصر اہل علم حضرات سے بذریعہ خط و کتابت درخواست کی کہ وہ اس کام میں مدد دینے کے لیے اپنے مضامین بھیجیں جن لوگوں نے اس دعوت پر لبّیک کہا ان میں سرسید کے ایک قریبی ساتھی مولوی چراغ علی بھی تھے۔

اس کتاب کو جو چار جلدوں میں شائع ہوئی بڑی شہرت ملی اور مرزا صاحب جو قادیان کے قصبے میں گمنامی کی زندگی گزار رہے تھے یکا یک شہرت کی بلندیوں پر پہنچ گئے جیسا کہ وہ خود براہین احمدیہ کی تصنیف سے پہلے اپنے احوال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''یہ وہ زمانہ تھا جس میں کوئی بھی مجھے نہیں جانتا تھا نہ کوئی موافق تھا نہ مخالف

کیونکہ میں اس زمانہ میں کچھ بھی چیز نہ تھا اورایک اَحدمن الناس زاویہ گمنامی میں پوشیدہ تھا۔‘‘[۱]

(۱) غلام احمد قادیانی، تتمہ حقیقیت الوحی: ۲۷، ۲۸، مندرجہ روحانی خزائن، ۲۲: ۴۶۰

(۲) غلام احمد قادیانی، تتمہ حقیقیت الوحی: ۲۸، ۲۹، مندرجہ روحانی خزائن، ۲۲: ۴۶۱

(۳) مرزا بشیر احمد، سیرت المہدی، ۱: ۳۹

کے آثار اور قبولیت اور محبوبیت کے انوار دکھائی دیتے ہیں) دکھا دے۔ اسی غرض سے کتاب براہین احمدیہ تالیف پائی ہے جس کی ۳۷ جزو چھپ کر شائع ہو چکی ہیں اور اس کا خلاصہ مطلب اشتہار ہمراہی خط ہذا میں درج ہے لیکن چونکہ ساری کتاب کا شائع ہونا ایک طویل مدت پر موقوف ہے اسی لیے یہ قرار پایا ہے کہ بالفعل یہ خط مع اشتہار انگریزی شائع کیا جائے اور اس کی ایک کاپی بخدمت معزز پادری صاحبان پنجاب و ہندوستان و انگلستان وغیرہ بلاد جہاں تک ارسال خط ممکن ہو جو اپنی قوم میں خاص طور پر مشہور و معزز ہیں برہمو صاحبان و آریہ صاحبان و نیچری صاحبان و حضرات مولوی صاحبان جو وجود خوارق و کرامات سے منکر ہیں اور اس وجہ سے اس عاجز سے بدظن ہیں ارسال کی جاوے۔"(۱)

الہامات اور دعووں کی بھرمار

براہین احمدیہ میں بکثرت الہامات، کشف و مکالمات اور پیش گوئیاں ان دعووں کے ساتھ ملتی ہیں جن سے صاف پتا چلتا ہے کہ مصنف نے جگہ جگہ اپنی شخصیت کا ڈھنڈورا پیٹا ہے۔ اس کی کتاب کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ الہام کا سلسلہ بلا انقطاع جاری ہے اور الہام ہی اس کے دعوے کی صداقت اور مذہب وعقیدہ کی صحت کی بنیاد ہے اپنے ان دعووں کے ثبوت میں وہ طویل الہامات کا ایک سلسلہ نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اس الہام کی مثالیں ہمارے پاس بہت ہیں مگر جو ابھی اس حاشیہ کے تحریر کے وقت یعنی مارچ ۱۸۸۲ء میں ہوا جس میں یہ امر غیبی بطور پیش گوئی ظاہر کیا گیا ہے کہ اس اشتہاری کتاب کے ذریعے سے اور اس کے مضامین پر مطلع ہونے سے انجام کار مخالفین کو شکست فاش آئے گی اور حق کے طالبوں کو ہدایت ملے گی اور بدعقیدگی دور ہو گی اور لوگ خدائے تعالیٰ کے القا اور رجوع دلانے سے مدد کریں گے اور متوجہ ہوں گے اور آئیں گے وغیرھا من الامور۔"(۲)

---

(۱) مرزا غلام احمد کے مختصر حالات، مرتبہ معراج الدین قادیانی، شامل براہین احمدیہ، ۱: ۸۲

(۲) غلام احمد قادیانی، براہین احمدیہ، ۳: ۲۳۸

جیسا کہ ہم ذکر کرچکے ہیں اس کتاب کی اشاعت نے مرزا صاحب کو اس مقام پر لا کھڑا کیا جہاں مخالف اور موافق لوگوں کی نگاہیں خود بخود ان کی طرف اٹھنے لگیں۔ اس کا تذکرہ مرزا بشیر احمد نے اپنی کتاب ''سیرۃ المہدی'' میں کیا ہے۔

''براہین کی تصنیف سے پہلے حضرت مسیح موعود ایک گمنامی کی زندگی بسر کرتے تھے اور گوشہ نشینی میں درویشانہ حالت تھی۔ گو براہین سے قبل بعض اخباروں میں مضامین شائع کرنے کا سلسلہ آپ نے شروع فرما دیا تھا اور اس قسم کے اشتہارات سے آپ کا نام ایک گونہ پبلک میں بھی آ گیا تھا مگر بہت کم ...... دراصل مستقل طور پر ''براہین احمدیہ'' کے اشتہار نے ہی سب سے پہلے آپ کو ملک کے سامنے کھڑا کیا اور اس طرح علم دوست اور مذہبی امور سے لگاؤ رکھنے والے طبقہ میں آپ کا انٹروڈکشن ہوا اور لوگوں کی نظریں اس دیہات کے رہنے والے گمنام شخص کی طرف حیرت کے ساتھ اٹھنی شروع ہوئیں جس نے اس تحدّی اور اتنے بڑے انعام کے وعدے کے ساتھ اسلام کی حقانیت کے متعلق ایک عظیم الشان کتاب لکھنے کا اعلان کیا، اب گویا آفتاب ہدایت جو لاریب اس سے قبل طلوع کر چکا تھا، افق سے بلند ہونے لگا۔ اس کے بعد براہینِ احمدیہ کی اشاعت نے ملک کے مذہبی حلقہ میں ایک غیر معمولی تموّج پیدا کر دیا۔ مسلمانوں نے عام طور پر مصنف براہین کا ایک مجدد ذی شان کے طور پر خیر مقدم کیا اور مخالفین اسلام کے کیمپ میں بھی اس گولہ باری سے ایک ہلچل مچ گئی۔''(۱)

مذکورہ بالا کتاب کی تصنیف کے تسلسل میں مرزا صاحب نے ہوشیار پور میں مرلی دھر آریہ سماج سے مناظرہ کے بعد ایک کتاب لکھی جس کا نام انہوں نے ''سرمۂ چشم آریہ'' رکھا جو مناظرۂ مذاہب کے باب میں ان کی دوسری کتاب ہے ان دو کتابوں کی تصنیف کے بعد مرزا صاحب پر اپنی مناظرانہ ومتکلمانہ صلاحیتیں آشکار ہوئیں اور ان پر یہ انکشاف ہوا کہ ان میں ایک نئی تحریک چلانے کی صلاحیت بدرجہ اتم موجود ہے۔ اس خود پسندانہ

(۱) بشیر احمد، سیرۃ المہدی، ۱: ۱۰۳، ۱۰۴

انکشاف نے ان کے مطمحِ نظر میں ایک تبدیلی پیدا کر دی اور ان کا رخ بجائے عیسائیوں اور آریہ سماجیوں کے خود مسلمانوں کی طرف ہو گیا اور وہ انہیں مناظرہ اور مقابلہ کی دعوت دینے پر اتر آئے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے مرحلہ وار دعوے

قادیانی لٹریچر کو بغور پڑھنے سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ مرزا صاحب نے دعویٰ نبوت تک چھلانگ لگانے سے پہلے اور بعد میں مرحلہ وار مختلف دعوے کیے جو اس طرح ہیں:

پہلا مرحلہ ...... مجدّد ہونے کا دعویٰ

دوسرا مرحلہ ...... محدَّث ہونے کا دعویٰ

تیسرا مرحلہ ...... مہدی ہونے کا دعویٰ

چوتھا مرحلہ ...... مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ

پانچواں مرحلہ ...... عینِ مسیح ہونے کا دعویٰ

چھٹا مرحلہ ...... مسیح علیہ السلام پر فضیلت کا دعویٰ

ساتواں مرحلہ ...... صریح دعویٰ نبوت

آٹھواں مرحلہ ...... ظلّی نبوت کا دعویٰ

نواں مرحلہ ...... بروزی نبوت کا دعویٰ

دسواں مرحلہ ...... حقیقی و تشریعی نبوت کا دعویٰ

گیارھواں مرحلہ ...... عینِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونے کا دعویٰ

بارھواں مرحلہ ...... حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فضیلت کا دعویٰ

تیرھواں مرحلہ...... اپنی نسبت آخری نبی ہونے کا دعویٰ

اب ہم اِس اِجمال کو قدرے تفصیل سے بیان کریں گے۔

پہلا مرحلہ: مجدّد ہونے کا دعویٰ

اس حوالے سے ڈاکٹر بشارت احمد قادیانی اپنی کتاب 'مجدد اعظم' میں لکھتے ہیں:

''سب سے پہلے براہین احمدیہ میں آپ (یعنی مرزا غلام احمد نے) مجدد ہونے کا دعویٰ کیا لیکن اس دعویٰ مجددیّت کا اعلان خاص طور پر آپ نے ۱۸۸۵ء کے شروع میں ایک اشتہار کے ذریعے کیا۔''(۱)

اپنے اس دعویٰ مجددیت کے بارے میں خود مرزا صاحب لکھتے ہیں:

۱۔ ''جب تیرھویں صدی کا اخیر ہوا اور چودھویں صدی کا ظہور ہونے لگا تو خدا تعالیٰ نے الہام کے ذریعہ سے مجھے خبر دی کہ تو اس صدی کا مجدد ہے۔''(۲)

۲۔ ''میں اس وقت محض للہ اس ضروری امر سے اطلاع دیتا ہوں کہ مجھے خدا تعالیٰ نے اس چودھویں صدی کے سر پر اپنی طرف سے مامور کر کے دینِ متین اسلام کی تجدید اور تائید کے لیے بھیجا ہے تاکہ میں اس پرآشوب دور میں زمانہ قرآن کی خوبیوں اور حضرت رسول اللہ ﷺ کی خوبیاں بیان کروں۔''(۳)

۳۔ اشتہار مرزا غلام احمد قادیانی، مورخہ ۲۰ شعبان، ۱۳۱۴ھ میں لکھا ہے:

''غرض نبوت کا دعویٰ اس طرف بھی نہیں صرف ولایت اور مجددیت کا

(۱) ڈاکٹر بشارت احمد قادیانی، مجدد اعظم، ۱: ۱۱۳

(۲) غلام احمد قادیانی، کتاب البریہ: ۱۶۸، مندرجہ روحانی خزائن، ۱۳: ۲۰۱

(۳) سلسلہ تصانیف احمدیہ، ۳: ۳۳

دعویٰ ہے۔"(۱)

۴۔ "میرا نبوت کا کوئی دعویٰ نہیں۔ یہ آپ کی غلطی ہے یا آپ کسی خیال سے کہہ رہے ہیں۔ کیا یہ ضروری ہے کہ جو الہام کا دعویٰ کرتا ہے، وہ نبی بھی ہوجائے۔ میں تو محمدی اور کامل طور پر اللہ اور رسول کا متبع ہوں اور ان نشانوں کا نام معجزہ رکھنا نہیں چاہتا۔ بلکہ ہمارے مذہب کی رو سے ان نشانوں کا نام کرامات ہے جو اللہ و رسول کی پیروی سے دیے جاتے ہیں۔"(۲)

۵۔ "اور خدا کلام اور خطاب کرتا ہے اس امت کے ولیوں کے ساتھ اور ان کو انبیاء کا رنگ دیا جاتا ہے مگر وہ حقیقت میں نبی نہیں ہوتے۔ کیونکہ قرآن کریم نے شریعت کی تمام حاجتوں کو مکمل کر دیا ہے۔"(۳)

۶۔ "اوّل اس عاجز کی اس بات کو یاد رکھیں کہ ہم لوگ معجزے کا لفظ اس محل پر بولا کرتے ہیں جب کوئی خوارق عادت کسی نبی یا رسول کی طرف منسوب ہو لیکن یہ عاجز نہ نبی ہے اور نہ رسول ہے۔ صرف اپنے نبی معصوم محمد مصطفیٰ ﷺ کا ایک ادنیٰ خادم اور پیرو ہے اور اسی رسول مقبول کی برکت اور متابعت سے یہ انوار و برکات ظاہر ہو رہے ہیں سو اس جگہ کرامت کا لفظ موزوں ہے نہ معجزے کا۔"(۴)

---

(۱) ۱۔ تبلیغ رسالت، ۲:۶، ۳، مؤلفہ میر قاسم علی قادیانی
۲۔ مجموعہ اشتہارات، ۲: ۲۹۷، ۲۹۷

(۲) غلام احمد قادیانی، جنگ مقدس: ۶۷، مندرجہ روحانی خزائن، ۶: ۱۵۶

(۳) غلام احمد قادیانی، مواہب الرحمن: ۶۶، مندرجہ روحانی خزائن، ۱۹: ۲۸۵

(۴) غلام احمد قادیانی کا قول، مندرجہ اخبار "الحکم" قادیان، نمبر ۲۳، جلد: ۵، منقول از "قمر الہدیٰ" ص: ۵۸، مولفہ قمر الدین جہلمی قادیانی

دوسرا مرحلہ: محدَّث ہونے کا دعویٰ

مجددِیت کے دعویٰ کو کچھ عرصہ گزر چکا تو مرزا صاحب اس سے چند قدم آگے بڑھے اور کہا کہ ان پر الہام کے ذریعے یہ منکشف ہوا ہے کہ وہ محدَّث ہیں اس زمانے میں ان کے قلم سے یہ الہام نکلا:

۱۔ ''حضور نبی اکرم ﷺ کے خاتم النبین ہونے کا قائل اور یقین کامل سے جانتا ہوں اور اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی خاتم الانبیاء ہیں اور آنجناب کے بعد اس امت کے لیے کوئی نبی نہیں آئے گا ہاں محدث ضرور آئیں گے جو اللہ جلّ شانہ سے ہمکلام ہوتے ہیں اور نبوت تامہ کے بعض صفات ظلی طور پر اپنے اندر رکھتے ہیں اور بلحاظ بعض وجوہ نشانِ نبوت کے رنگ سے رنگین کیے جاتے ہیں اور ان میں سے ایک میں ہوں۔''(۱)

۲۔ ''مسیح موعود جو آنے والا ہے۔ اس کی علامت یہ لکھی ہے کہ وہ نبی اللہ ہوگا۔ یعنی خدائے تعالیٰ سے وحی پانے والا۔ لیکن اس جگہ نبوت تامہ کاملہ مراد نہیں۔ کیونکہ نبوت تامہ کاملہ پر مہر لگ چکی ہے بلکہ وہ نبوت مراد ہے جو محدثیت کے مفہوم تک محدود ہے جو مشکوٰۃ نبوت محمدیہ سے نور حاصل کرتی ہے۔ سو یہ نعمت خاص طور پر اس عاجز کو دی گئی ہے۔''(۲)

۳۔ ''ماسوا اس کے اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ عاجز خدا تعالیٰ کی طرف سے اس امت کے لیے محدَّث ہوکر آیا ہے اور محدَّث بھی ایک معنی سے نبی ہی ہوتا ہے۔ گو اس کے لیے نبوت تامہ نہیں مگر تاہم جزئی طور پر وہ ایک نبی ہی ہے کیونکہ وہ خدا تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کا ایک شرف رکھتا ہے۔ امور غیبیہ اس پر ظاہر کیے جاتے ہیں اور رسولوں اور

(۱) غلام احمد قادیانی، نشان آسمانی: ۲۸

(۲) غلام احمد قادیانی، ازالہ اوہام: ۷۰۱، مندرجہ روحانی خزائن، ۳: ۴۷۸

نبیوں کی وحی کی طرح اس کی وحی کو بھی دخل شیطان سے منزہ کیا جاتا ہے اور مغز شریعت اس پر کھولا جاتا ہے اور بعینہ انبیاء کی طرح مامور ہو کر آتا ہے اور انبیاء کی طرح اس پر فرض ہوتا ہے کہ اپنے تئیں با آواز بلند ظاہر کرے اور اس سے انکار کرنے والا ایک حد تک مستوجب سزا ٹھہرتا ہے اور نبوت کے معنی بہ جز اس کے اور کچھ نہیں کہ امور متذکرہ بالا اس میں پائے جائیں۔''(۱)

۴۔ ''میں نبی نہیں ہوں بلکہ اللہ کی طرف سے محدَّث اور اللہ کا کلیم ہوں تا کہ دین مصطفیٰ کی تجدید کروں۔''(۲)

۵۔ ''میں نے ہرگز نبوت کا دعویٰ نہیں کیا اور نہ میں نے انہیں کہا ہے کہ میں نبی ہوں لیکن ان لوگوں نے جلدی کی اور میرے قول کے سمجھنے میں غلطی کی ...... میں نے لوگوں سے سوائے اس کے جو میں نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے اور کچھ نہیں کہا کہ میں محدث ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے اسی طرح کلام کرتا ہے جس طرح محدثین سے۔''(۳)

۶۔ ''نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے جو خدائے تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے اور اس میں کیا شک ہے کہ محدثیت بھی ایک شعبہ قویہ نبوت کا اپنے اندر رکھتی ہے۔''(۴)

۷۔ ''محدث جو مرسلین میں سے امتی بھی ہوتا ہے اور ناقص طور پر نبی بھی۔ امتی وہ اس وجہ سے کہ وہ بہ کلی تابع شریعت رسول اللہ اور مشکوٰۃ رسالت سے فیض پانے والا ہوتا

(۱) غلام احمد قادیانی، توضیح المرام: ۱۸، روحانی خزائن، ۳: ۶۰

(۲) غلام احمد قادیانی، آئینہ کمالات اسلام: ۳۸۳، مندرجہ روحانی خزائن، ۵: ۳۸۳

(۳) غلام احمد قادیانی، حمامۃالبشریٰ: ۹۶، مندرجہ روحانی خزائن، ۷: ۲۹۶، ۲۹۷

(۴) غلام احمد قادیانی، ازالہ اوہام: ۴۲۱، مندرجہ روحانی خزائن، ۳: ۳۲۰

ہے اور نبی اس وجہ سے کہ خدا تعالیٰ نبیوں کا سا معاملہ اس سے کرتا ہے اور محدث کا وجود انبیاء اور امم میں بطور برزخ کے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ وہ اگرچہ کامل طور پر امتی ہے مگر ایک وجہ سے نبی بھی ہوتا ہے اور محدَّث کے لیے ضرور ہے کہ وہ کسی نبی کا مثیل ہو اور خدا تعالیٰ کے نزدیک وہی نام پاوے جو اس نبی کا نام ہے۔"[1]

مرزا صاحب نے اگلے قدم میں صرف محدث ہونے کے دعوے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ اس دعوے پر قلم تنسیخ پھیر کر مہدی ہونے کا دعویٰ کر دیا۔

تیسرا مرحلہ: مہدی ہونے کا دعویٰ

اگلے قدم میں انہوں نے اپنے آپ کو خود ساختہ مہدی کے منصب پر فائز کرلیا اور اس کے جواز میں یہ تحریر قلم بند کی:

۱۔ "وہ آخری مہدی جو تنزلِ اسلام کے وقت اور گمراہی کے پھیلنے کے زمانے میں براہِ راست خدا سے ہدایت پانے والا اور اس آسمانی مائدہ کو نئے سرے سے انسانوں کے آگے پیش کرنے والا تقدیرِ الٰہی میں مقرر کیا گیا تھا۔ جس کی بشارت آج سے تیرہ سو سال پہلے رسول کریم ﷺ نے دی تھی وہ میں ہی ہوں۔"[2]

۲۔ "رسول کریم ﷺ کی پیش گوئیوں سے پتہ چلتا ہے کہ آئندہ بھی کئی تغیرات ہوں گے۔ مہدی کے متعلق جو پیش گوئیاں ہیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ کئی مہدی ہوں گے۔ ان مہدیوں میں سے ایک مہدی تو خود حضرت مرزا صاحب ہیں اور آئندہ بھی کئی مہدی آسکتے ہیں۔"[3]

(۱) غلام احمد قادیانی، ازالہ اوہام: ۵۶۹، مندرجہ روحانی خزائن، ۳: ۴۰۷

(۲) غلام احمد قادیانی، تذکرۃ الشہادتین: ۲

(۳) مکالمہ محمود احمد قادیانی، خلیفہ قادیان، مندرجہ اخبار "الفضل" قادیان، ۲۷ فروری ۱۹۲۸ء، نمبر ۶۸، ج ۱۴

چوتھا مرحلہ: مثیلِ مسیح ہونے کا دعویٰ

مرزا صاحب ۱۸۹۱ء میں پہلے مسیح ناصری کی وفات کا پرچار کرتے رہے اور اپنے دعوے کی زمین ہموار کرنے کے لیے بعد ازاں اپنے ہم دم دیرینہ اور انتہائی قریبی ساتھی حکیم نور الدین کے مشورہ سے مثیل مسیح ہونے کا دعوی کر دیا۔ ذیل میں مرزا صاحب کے اس تاریخی خط کا اقتباس نقل کیا جاتا جو انہوں نے حکیم صاحب کے خط کے جواب میں لکھا تھا جس میں موخر الذکر نے انہیں مسیح موعود کا دعویٰ کرنے کا مشورہ دیا۔ اس خط پر ۲۴ جنوری ۱۸۹۱ء کی تاریخ درج ہے:

۱۔ ’’جو کچھ آں مخدوم نے تحریر فرمایا ہے کہ اگر دمشقی حدیث کے مصداق کو علیحدہ چھوڑ کر الگ مثیل مسیح کا دعویٰ ظاہر کیا جائے تو اس میں حرج کیا ہے؟ درحقیقت اس عاجز کو مثیل مسیح بننے کی کچھ حاجت نہیں، یہ بننا چاہتا ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے عاجز اور مطیع بندوں میں داخل کر لیوے لیکن ہم ابتلا سے کسی طرح بھاگ نہیں سکتے، خدا تعالیٰ نے ترقیات کا ذریعہ صرف ابتلا ہی کو رکھا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے (**اَحَسِبَ النَّاسُ اَنۡ يُّتۡرَكُوۡۤا اَنۡ يَّقُوۡلُوۡۤا اٰمَنَّا وَهُمۡ لَا يُفۡتَنُوۡنَ**)۔‘‘(۱)

اس پس منظر میں بالآخر مرزا صاحب نے بغیر کسی لگی لپٹی کے مثلِ مسیح ہونے کا اعلان کر دیا۔

۲۔ ’’اس عاجز نے جو مثیل موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے، جس کو کم فہم لوگ مسیح موعود خیال کر بیٹھے ہیں، یہ کوئی نیا دعویٰ نہیں جو آج ہی میرے منہ سے سنا گیا ہو بلکہ یہ وہی پرانا الہام ہے جو میں نے خدا تعالیٰ سے پا کر ’’براہین احمدیہ‘‘ کے کئی مقامات پر بہ تصریح درج کر دیا تھا۔ جس کے شائع کرنے پر سات سال سے بھی کچھ زیادہ عرصہ گزر گیا ہوگا۔ میں نے یہ دعویٰ ہرگز نہیں کیا کہ میں مسیح ابن مریم ہوں۔ جو شخص یہ الزام میرے پر لگاوے، وہ

---

(۱) مکتوبات احمدیہ، ۵: ۸۵

سراسر مفتری اور کذّاب ہے بلکہ میری طرف سے عرصہ سات آٹھ سال سے برابر یہی شائع ہورہا ہے کہ میں مثیل مسیح ہوں۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعض روحانی خواص طبع اور عادت اور اخلاق وغیرہ کے خدا تعالیٰ نے میری فطرت میں بھی رکھے ہیں۔''(۱)

۳۔ ''یہ بات سچ ہے کہ اللہ جلّ شانہ کی وحی اور الہام سے میں نے مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے ...... میں اسی الہام کی بنا پر اپنے تئیں وہ موعود مثیل سمجھتا ہوں جس کو دوسرے لوگ غلط فہمی کی وجہ سے مسیح موعود کہتے ہیں۔ مجھے اس بات سے انکار بھی نہیں کہ میرے سوا کوئی اور مثیل مسیح بھی آنے والا ہو۔''(۲)

۴۔ ''مجھے مسیح ابن مریم ہونے کا دعویٰ نہیں اور نہ میں تناسخ کا قائل ہوں بلکہ مجھے تو فقط مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ ہے جس طرح محدَّثیت نبوت سے مشابہہ ہے ایسا ہی میری روحانی حالت مسیح ابن مریم کی روحانی حالت سے اشد درجہ کی مناسبت رکھتی ہے۔''(۳)

۵۔ ''اس عاجز پر ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ خاکسار اپنی غربت اور انکسار اور توکل اور ایثار اور آیات اور انوار کے رو سے مسیح کی پہلی زندگی کا نمونہ ہے اور اس عاجز کی فطرت اور مسیح کی فطرت باہم نہایت ہی متشابہ واقع ہوئی ہے۔''(۴)

۶۔ ''اور مصنف کو اس بات کا بھی علم دیا گیا ہے کہ وہ مجدّد وقت ہے اور روحانی طور پر اس کے کمالات مسیح ابن مریم کے کمالات سے مشابہ ہیں اور ایک کو دوسرے سے بہ

---

(۱) غلام احمد قادیانی، ازالہ اوہام: ۱۹۰، مندرجہ روحانی خزائن، ۳: ۱۹۲

(۲) ۱۔ اشتہار مرزا غلام احمد قادیانی، مورخہ ۱۱ فروری ۱۸۹۱ء، مجموعہ اشتہارات، ۱: ۲۰۷

(۳) ۱۔ اشتہار مندرجہ تبلیغ رسالت، ۲: ۲۱، مولفہ میر قاسم علی قادیانی
۲۔ مجموعہ اشتہارات، ۱: ۲۳۱

(۴) غلاماحمد قادیانی، براہین احمدیہ: ۴۹۹، مندرجہ روحانی خزائن، ۱: ۵۹۳، حاشیہ در حاشیہ، نمبر ۳

شدت مناسبت و مشابہت ہے۔‘‘[۱]

۷۔ ’’غرض مجھ پر یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ دمشق کے لفظ سے دراصل وہ مقام مراد ہے جس میں یہ دمشق والی مشہور خاصیت پائی جاتی ہے۔ خدا تعالیٰ نے مجھ پر یہ ظاہر فرما دیا ہے کہ یہ قصبہ قادیان بہ وجہ اس کے کہ اکثر یزیدی الطبع لوگ اس میں سکونت رکھتے ہیں، دمشق سے ایک مناسبت اور مشابہت رکھتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ تشبیہات میں پوری پوری تطبیق کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ بسا اوقات ایک ادنیٰ مماثلت کی وجہ سے بلکہ صرف ایک جزو میں مشارکت کے باعث ایک چیز کا نام دوسری چیز پر اطلاق کر دیتے ہیں ......سو خدا تعالیٰ نے اس عام قاعدے کے موافق اس قصبہ قادیان کو دمشق سے مشابہت دی اور اس بارے میں قادیان کی نسبت مجھے یہ بھی الہام ہوا کہ **اخرج منه اليزيديون** یعنی اس میں یزیدی لوگ پیدا کیے گئے۔‘‘[۲]

۸۔ ’’میں اس سے ہرگز انکار نہیں کرسکتا اور نہ کروں گا کہ شاید مسیح موعود کوئی اور بھی ہو اور شاید یہ پیش گوئیاں جو میرے حق میں روحانی طور پر ہیں ظاہری طور پر اس پر جمتی ہوں اور شاید سچ مچ دمشق میں کوئی مثیل مسیح نازل ہو۔‘‘[۳]

۹۔ ’’اس عاجز کی طرف سے بھی یہ دعویٰ نہیں ہے کہ مسیحیت کا میرے وجود پر ہی خاتمہ ہے اور آئندہ کوئی مسیح نہیں آئے گا بلکہ میں تو مانتا ہوں اور بار بار کہتا ہوں کہ ایک کیا دس ہزار سے بھی زیادہ مسیح آ سکتا ہے اور ممکن ہے کہ ظاہری جلال و اقبال کے ساتھ

---

(۱) ۱۔ اشتہار مندرجہ تبلیغ رسالت، ۱: ۱۵، مؤلفہ میر قاسم علی قادیانی
۲۔ مجموعہ اشتہارات، ۱: ۲۴

(۲) غلام احمد قادیانی، ازالہ اوہام: ۶۳-۷۳، حاشیہ، مندرجہ روحانی خزائن، حاشیہ، ۳: ۱۳۴-۱۳۸

(۳) غلام احمد قادیانی کا خط بنام مولوی عبدالجبار، مورخہ ۱۱ فروری ۱۸۹۱ء، مجموعہ اشتہارات، ۱: ۲۰۸، مندرجہ تبلیغ رسالت، جلد اول، ملحقہ جلد دوم ۱۵۹

بھی آئے اور ممکن ہے کہ اوّل وہ دمشق میں ہی نازل ہو۔''(۱)

۱۰۔ ''میں نے صرف مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور میرا یہ بھی دعویٰ نہیں کہ صرف مثیل ہونا میرے پر ہی ختم ہوگیا ہے بلکہ میرے نزدیک ممکن ہے کہ آئندہ زمانوں میں میرے جیسے اور دس ہزار بھی مثیل مسیح آجائیں۔ ہاں اس زمانہ کے لیے میں مثیل مسیح ہوں اور دوسرے کی انتظار بے سود ہے ...... پس اس بیان کی رو سے ممکن اور بالکل ممکن ہے کہ کسی زمانہ میں کوئی ایسا مسیح بھی آجائے جس پر حدیثوں کے بعض ظاہری الفاظ صادق آسکیں۔ کیونکہ یہ عاجز اس دنیا کی حکومت اور بادشاہت کے ساتھ نہیں آیا۔ درویشی اور غربت کے لباس میں آیا ہے اور جب کہ یہ حال ہے تو پھر علماء کے لیے اشکال ہی کیا ہے۔ ممکن ہے کہ کسی وقت ان کی یہ مراد بھی پوری ہوجائے۔''(۲)

۱۱۔ ''بالآخر ہم یہ بھی ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ ہمیں اس سے انکار نہیں کہ ہمارے بعد کوئی اور بھی مسیح کا مثیل بن کر آئے۔ کیونکہ نبیوں کے مثیل ہمیشہ دنیا میں ہوتے رہتے ہیں بلکہ خدا تعالیٰ نے ایک قطعی اور یقینی پیش گوئی میں میرے پر ظاہر کر رکھا ہے کہ میری ہی ذریّت سے ایک شخص پیدا ہوگا جس کو کئی باتوں میں مسیح سے مشابہت ہوگی۔ وہ آسمان سے اترے گا اور زمین والوں کی راہ سیدھی کردے گا۔ وہ اسیروں کو دستگاری بخشے گا اور ان کو جو شبہات کی زنجیروں میں مقید ہیں، رہائی دے گا۔''(۳)

پانچواں مرحلہ: عینِ مسیح ہونے کا دعویٰ

مرزا صاحب نے اپنی ترقی پسند افتادِ طبع سے مجبور ہوکر مثیلِ مسیح سے اگلا مرحلہ طے کیا اور اگلی سیڑھی پر قدم رکھا۔ چنانچہ ۱۸۹۱ء میں ہی عینِ مسیح ہونے کا دعویٰ کردیا۔ وہ اپنی کتاب ''فتح اسلام'' میں لکھتے ہیں:

(۱) غلام احمد قادیانی، ازالہ اوہام: ۲۹۶، مندرجہ روحانی خزائن۳: ۲۵۱
(۲) غلام احمد قادیانی، ازالہ اوہام: ۱۹۹، مندرجہ روحانی خزائن، ۳: ۱۹۷
(۳) غلام احمد قادیانی، ازالہ اوہام: ۱۵۶، مندرجہ روحانی خزائن، ۳: ۱۷۹، ۱۸۰

۱۔ ''اگر تم ایماندار ہو تو شکر کرو اور شکر کے سجدات بجالاؤ کہ وہ زمانہ جس کا انتظار کرتے کرتے تمہارے بزرگ آبا گزر گئے اور بے شمار روحیں اس کے شوق میں ہی سفر کر گئیں وہ وقت، تم نے پالیا ہے اب اس کی قدر کرنا یا نہ کرنا اور اس سے فائدہ اٹھانا یا نہ اٹھانا تمہارے ہاتھ میں ہے میں اس کو بار بار بیان کروں گا اور اس کے اظہار سے میں رک نہیں سکتا کہ میں وہی ہوں جو وقت پر اصلاح خلق کے لیے بھیجا گیا تا کہ دین کو تازہ طور پر دلوں میں قائم کر دیا جائے۔ میں اسی طرح بھیجا گیا ہوں جس طرح وہ شخص بعد کلیم اللہ مردِ خدا کے بھیجا گیا تھا جس کی روح ہیروڈیس کے عہد حکومت میں بہت تکلیفوں کے بعد آسمان پر اٹھائی گئی سو جب دوسرا کلیم اللہ جو حقیقت میں سب سے پہلا اور سید الانبیاء ہے، دوسرے فرعونوں کی سرکوبی کے لیے آیا جس کے حق میں ہے: **اِنَّا اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَیۡکُمۡ رَسُوۡلاً شَاهِداً عَلَیۡکُمۡ کَمَا اَرۡسَلۡنَا اِلٰی فِرۡعَوۡنَ رَسُوۡلًا**، تو اس کو بھی جو اپنی کارروائیوں میں کلیم اول کا مثیل مگر رتبہ میں اس سے بزرگ تر تھا، ایک مثیل المسیح کا وعدہ دیا گیا اور وہ مثیل المسیح قوت اور طبع اور خاصیت مسیح ابن مریم کی پا کر اسی زمانہ کی مانند اور اسی مدت کے قریب قریب جو کلیم اول کے زمانہ سے مسیح ابن مریم کے زمانہ تک تھی یعنی چودھویں صدی میں آسمان سے اترا اور وہ اترنا روحانی طور پر تھا جیسا کہ مکمل لوگوں کا صعود کے بعد خلق اللہ کی اصلاح کے لیے نزول ہوتا ہے اور سب باتوں میں اسی زمانہ کے ہم شکل زمانہ میں اترا جو مسیح ابن مریم کے اترنے کا زمانہ تھا تا کہ سمجھنے والوں کے لیے نشان ہو۔''[۱]

اسی کتاب میں آگے چل کر وہ دعویٰ مسیحیت کی بنیاد پر اپنے دعویٰ نبوت کی عمارت تعمیر کرنے کے لیے تحریر کرتے ہیں:

۲۔ ''سو اس عاجز کو اور بزرگوں کی فطرتی مشابہت سے علاوہ جس کی تفصیل براہین احمدیہ میں بہ بسط تمام مندرج ہیں۔ حضرت مسیح کی فطرت سے ایک خاص مشابہت ہے اور اسی فطرتی مشابہت کی وجہ سے مسیح کے نام پر یہ عاجز بھیجا گیا تا صلیبی اعتقاد کو پاش پاش

(۱) غلام احمد قادیانی، فتح اسلام: ۹–۱۱، مندرجہ روحانی خزائن، ۳: ۷، ۸

کر دیا جائے سو میں صلیب کو توڑنے اور خنزیروں کے قتل کرنے کے لیے بھیجا گیا ہوں میں آسمان سے اترا ہوں ان پاک فرشتوں کے ساتھ جو میرے دائیں بائیں تھے۔''(۱)

۳۔ ''مسلمانوں اور عیسائیوں کا کسی قدر اختلاف کے ساتھ یہ خیال ہے کہ حضرت مسیح بن مریم اسی عنصری وجود سے آسمان کی طرف اٹھائے گئے ہیں اور پھر وہ کسی زمانہ میں آسمان سے اتریں گے۔ میں اس خیال کا غلط ہونا اپنے اسی رسالہ میں لکھ چکا ہوں کہ اس نزول سے مراد درحقیقت مسیح بن مریم کا نزول نہیں بلکہ استعارہ کے طور پر ایک مثیل مسیح کے آنے کی خبر دی گئی ہے جس کا مصداق حسب اعلام و الہام الٰہی یہی عاجز ہے۔''

۴۔ ''مکاشفات اکابر اولیاء بالاتفاق اس بات پر شاہد ہیں کہ مسیح موعود کا ظہور چودھویں صدی سے پہلے چودھویں صدی کے سر پر ہوگا اور اس سے تجاوز نہیں کرے گا۔ چنانچہ ہم نمونہ کے طور پر کسی قدر اس رسالہ میں لکھ بھی آئے ہیں اور ظاہر ہے کہ اس وقت بجز اس عاجز کے اور کوئی شخص دعوے دار اس منصب کا نہیں ہوا۔''(۲)

۵۔ ''مگر جب وقت آ گیا تو وہ اسرار مجھے سمجھائے گئے تب میں نے معلوم کیا کہ میرے اس دعوے مسیح موعود ہونے میں کوئی نئی بات نہیں ہے۔ یہ وہی دعویٰ ہے جو ''براہین احمدیہ'' میں بار بار بہ تصریح لکھا گیا ہے۔''(۳)

۶۔ ''سوچوں کہ خدا جانتا تھا کہ اس نکتہ پر علم ہونے سے یہ دلیل ضعیف ہو جائے گی اس لیے گو اس نے ''براہین احمدیہ'' کے تیسرے حصے میں میرا نام مریم رکھا۔ پھر جیسا کہ ''براہین احمدیہ'' سے ظاہر ہے دو برس تک صفت مریمیت میں میں نے پرورش پائی اور پردہ میں نشوونما پاتا رہا پھر ...... مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا اور آخر کئی مہینے کے بعد جو دس مہینے سے زیادہ نہیں بہ

(۱) غلام احمد قادیانی، فتح اسلام، حاشیہ: ۱۷، مندرجہ روحانی خزائن، ۳: ۱۱
(۲) غلام احمد قادیانی، کشتی نوح: ۴۶، مندرجہ روحانی خزائن، ۱۹: ۵۰
(۳) غلام احمد قادیانی، کشتی نوح: ۴۷، مندرجہ روحانی خزائن، ۱۹: ۵۱

ذریعہ اس الہام کے جو سب سے آخر ''براہین احمدیہ'' کے حصہ چہارم ۵۵۶ میں درج ہے مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا۔ پس اس طور سے میں ابن مریم ٹھہرا اور خدا نے ''براہین احمدیہ'' کے وقت میں اس سرِ خفی کی مجھے خبر نہ دی۔''(۱)

۷۔ ''اور یہی عیسیٰ ہے جس کی انتظار تھی اور الہامی عبارتوں میں مریم اور عیسیٰ سے میں ہی مراد ہوں۔ میری نسبت ہی کہا گیا ہے کہ ہم اس کو نشان بناویں گے اور نیز کہا گیا کہ یہ وہی عیسیٰ بن مریم ہے جو آنے والا تھا جس میں لوگ شک کرتے ہیں۔ یہی حق ہے اور آنے والا یہی ہے اور شک محض نافہمی سے ہے۔''(۲)

مرزا صاحب نے احادیث میں بیان کردہ نزولِ مسیح کی کیفیات کو اپنے اوپر منطبق کرنے میں جس موشگافی اور نکتہ آفرینی سے کام لیا ہے اس کی تفصیل میں جانا طوالت کا باعث ہوگا۔ تاہم یہ بات قابل ذکر ہے کہ ان کی تحریروں میں سنجیدگی اور متانت کی بجائے طنز و تشنیع اور استہزاء کا عنصر زیادہ ہوگیا ہے جو پیغمبروں سے درکنار مبلغین و مصلحین کے وقار و متانت کے بھی منافی ہے۔ انہوں نے حیاتِ نزول مسیح کے باب میں جمیع مسلمانوں کے عقیدہ کا جس انداز سے مذاق اڑایا ہے وہ درباری مصاحبوں کی فقرہ سازیوں اور جگت بازیوں سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔ حضرت مسیح کے آسمان پر زندہ رہنے کے عقیدے کو عقلاً محال بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

۸۔ ''ازاں جملہ ایک یہ اعتراض کہ اگر ہم فرض محال کے طور پر قبول کر لیں کہ حضرت مسیح اپنے جسم خاکی کے سمیت آسمان پر پہنچ گئے تو اس بات کے اقرار سے ہمیں چارہ نہیں کہ وہ جسم جیسا کہ تمام حیوانی و آسمانی اجسام کے لیے ضروری ہے آسمان پر بھی تاثیر زمانہ سے ضرور متاثر ہوگا اور یہ مرور زمانہ لابدی و لازمی طور پر ایک دن ضرور اس کے لیے موت واجب ہوگی۔ پس اس صورتحال میں تو حضرت مسیح کی نسبت یہ ماننا پڑتا ہے کہ

(۱) غلام احمد قادیانی، کشتی نوح: ۴۶، مندرجہ روحانی خزائن، ۱۹: ۵۰

(۲) غلام احمد قادیانی، کشتی نوح: ۴۸، مندرجہ روحانی خزائن، ۱۹: ۵۲

اپنی عمر کا دورہ پورا کر کے آسمان پر ہی فوت ہو گئے ہیں اور کواکب کی آبادی جو آج کل تسلیم کی جاتی ہے، اسی کے کسی قبرستان میں دفن کیے گئے ہوں گے اور اگر پھر فرض کے طور پر اب تک زندہ رہنا اس کا تسلیم کر لیں تو کچھ شک نہیں کہ اتنی مدت کے گزرنے پر پیر فرتوت ہو گئے ہوں گے اور اس کام کے ہرگز لائق نہیں ہوں گے کہ کوئی خدمت دینی ادا کر سکیں، پھر ایسی حالت میں ان کا دنیا میں تشریف لانا بجز ناحق تکلیف کے اور کچھ فائدہ بخش نہیں معلوم ہوتا۔"

"ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے کہ اس وقت جو ظہور مسیح موعود کا وقت ہے کسی نے بجز اس عاجز کے دعویٰ نہیں کیا کہ میں مسیح موعود ہوں بلکہ اس مدت تیرہ سو برس میں کبھی کسی مسلمان کی طرف سے ایسا دعویٰ نہیں ہوا کہ میں مسیح موعود ہوں۔"(۱)

۹۔ "آنے والے مسیح موعود کا نام جو صحیح مسلم وغیرہ میں زبان مقدّس حضرت نبوی سے نبی اللہ نکلا ہے، وہ ان ہی مجازی معنوں کی رو سے ہے جو صوفیاء کرام کی کتابوں میں مسلم اور ایک معمولی محاورہ مکالمات الٰہیہ کا ہے ورنہ خاتم الانبیاء کے بعد نبی کیسا۔"(۲)

۱۰۔ "ہم اپنی کتابوں میں بہت جگہ بیان کر چکے ہیں کہ یہ عاجز جو حضرت عیسیٰ بن مریم کے رنگ میں بھیجا گیا ہے بہت سے امور میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مشابہت رکھتا ہے۔ یہاں تک کہ جیسے عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش میں ایک ندرت تھی اس عاجز کی پیدائش میں بھی ایک ندرت ہے اور وہ یہ کہ میرے ساتھ ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی اور یہ امر انسانی پیدائش میں نادرات سے ہے۔ کیونکہ اکثر ایک ہی بچہ پیدا ہوا کرتا ہے۔"(۳)

۱۱۔ "اس امت کے مسیح موعود کے لیے ایک اور مشابہت حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ہے اور وہ یہ کہ حضرت مسیح ں پورے طور پر بنی اسرائیل میں سے نہ تھے بلکہ صرف ماں کی وجہ سے اسرائیلی کہلاتے تھے۔ ایسا ہی اس عاجز کی بعض دادیاں سادات میں سے ہیں۔ گو

(۱) غلام احمد قادیانی، ازالہ اوہام: ۶۸۵، مندرجہ روحانی خزائن، ۳: ۴۶۹

(۲) غلام احمد قادیانی، انجام آتھم: ۲۸، مندرجہ روحانی خزائن، ۱۱: ۲۸، ۱۱

(۳) غلام احمد قادیانی، تحفہ گولڑویہ: ۱۱۰، مندرجہ روحانی خزائن، ۱۷: ۲۰۲

باپ سادات میں سے نہیں اور حضرت عیسیٰ کے لیے خدا نے جو یہ پسند کیا کہ کوئی اسرائیلی حضرت مسیح کا باپ نہ تھا اس میں یہ بھید تھا کہ خدا تعالیٰ بنی اسرائیل کی کثرت گناہوں کی وجہ سے ان پر سخت ناراض تھا۔‘‘[۱]

۱۲۔ ’’چودھویں خصوصیت یسوع مسیح میں یہ تھی کہ وہ باپ کے نہ ہونے کی وجہ سے بنی اسرائیل میں سے نہ تھا مگر بایں ہمہ موسوی سلسلہ کا آخری پیغمبر تھا جو موسیٰ کے بعد چودھویں صدی میں پیدا ہوا۔ ایسا ہی میں بھی خاندان قریش میں سے نہیں ہوں اور چودھویں صدی میں مبعوث ہوا ہوں اور سب سے آخر ہوں۔‘‘[۲]

۱۳۔ ’’سو یقیناً سمجھو کہ نازل ہونے والا ابن مریم یہی ہے جس نے عیسیٰ ابن مریم کی طرح اپنے زمانے میں کسی ایسے شیخ والد روحانی کو نہ پایا جو اس کی روحانی پیدائش کا موجوب ٹھہرتا۔ تب خدا تعالیٰ خود اس کا متولی ہوا اور تربیت کی کنار میں لیا اور اس اپنے بندہ کا نام ابن مریم رکھا ...... پس مثالی صورت کے طور پر یہی عیسیٰ ابن مریم ہے جو بغیر باپ کے پیدا ہوا۔ کیا تم ثابت کر سکتے ہو کہ اس کا کوئی والد روحانی ہے۔ کیا تم ثبوت دے سکتے ہو کہ تمہارے سلاسل اربع میں سے کسی سلسلے میں یہ داخل ہے۔ پھر اگر یہ ابن مریم نہیں تو کون ہے؟‘‘[۳]

دعویٰ مسیحیت کی آڑ میں دعویٰ نبوت

مختلف دعوے کرتے ہوئے جب مرزا صاحب بزعم خویش مسیحیت کے مقام پر فائز ہو گئے تو اب انہوں نے دعویٰ نبوت کے لیے پر تولنا شروع کر دیئے چنانچہ انہوں نے اسلامی عقائد اور تاریخ میں پہلی مرتبہ نبوت کاملہ اور غیر کاملہ وغیرہ کی خود ساختہ اصطلاحات

---

(۱) غلام احمد قادیانی کا لکچر سیالکوٹ: ۱۷، مندرجہ روحانی خزائن ۲۰: ۲۱۵

(۲) غلام احمد قادیانی، تذکرۃ الشہادتین: ۳۳، مندرجہ روحانی خزائن، ۲۰: ۳۵

(۳) غلام احمد قادیانی، ازالہ اوہام: ۶۵۹، مندرجہ روحانی خزائن، ۳: ۴۵۶

وضع کیں اور پھر ان پر اپنی مزعومہ نبوت کی بنیادیں استوار کرنا شروع کر دیں اور دور از کار تاویلات باطلہ سے پہلے محدثیت کا دعویٰ کیا پھر مزید ترقی کرتے ہوئے قصر نبوت میں نقب زنی کرنے کا مکروہ دھندہ شروع کر دیا۔ مرزائی نبوت کے اس تدریجی سفر کے مختلف مراحل خود مرزا صاحب اور ان کے پیروکاروں کے اقوال کی روشنی میں ملاحظہ ہوں:

۱۔ ''مسیح موعود جو آنے والا ہے۔ اس کی علامت یہ لکھی ہے کہ وہ نبی اللہ ہوگا۔ یعنی خدائے تعالیٰ سے وحی پانے والا۔ لیکن اس جگہ نبوت تامہ کاملہ مراد نہیں۔ کیونکہ نبوت تامہ کاملہ پر مہر لگ چکی ہے بلکہ وہ نبوت مراد ہے جو محدثیت کے مفہوم تک محدود ہے جو مشکوٰۃ نبوت محمدیہ سے نور حاصل کرتی ہے۔ سو یہ نعمت خاص طور پر اس عاجز کو دی گئی ہے۔''(۱)

۲۔ ''اسی طرح اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح سے کیا نسبت ہے۔ وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہے اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا تو میں اس کو جزوی فضیلت قرار دیتا تھا۔ مگر بعد میں خدا کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی۔ اس نے مجھے اس عقیدے پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔ مگر اس طرح سے ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی۔''(۲)

۳۔ ''میرا دعویٰ یہ ہے کہ میں وہ مسیح موعود ہوں جس کے بارے میں خدا تعالیٰ کی تمام پاک کتابوں میں پیش گوئیاں ہیں کہ وہ آخری زمانے میں ظاہر ہوگا۔''(۳)

۴۔ ''جس آنے والے مسیح موعود کا حدیثوں سے پتہ لگتا ہے اس کا ان ہی حدیثوں سے یہ نشان دیا گیا ہے کہ وہ نبی ہوگا اور امتی بھی۔''(۴)

---

(۱) غلام احمد قادیانی، ازالہ اوہام، ۷۰۱، مندرجہ روحانی خزائن، ۳: ۴۷۸

(۲) غلام احمد قادیانی، حقیقۃ الوحی: ۱۴۹، مندرجہ روحانی خزائن، ۲۲: ۱۵۳، ۱۵۴

(۳) غلام احمد قادیانی، تحفہ گولڑویہ: ۱۹۵، مندرجہ روحانی خزائن، ۱۷: ۲۹۵

(۴) ۱۔ غلام احمد قادیانی، حقیقت الوحی: ۲۹

۲۔ غلام احمد قادیانی، روحانی خزائن، ۲۲: ۳۱

چھٹا مرحلہ: مسیح علیہ السلام پر فضیلت کا دعویٰ

مرزا صاحب کے اعلانات اور دعاوی کا غیر جانبدارانہ مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت اپنے دعویٰ نبوت کو پروان چڑھانے کے لیے کیے گئے تھے۔ مسیح موعود کے دعوے سے دعویٰ نبوت تک وہ قدم بہ قدم آگے بڑھتے دکھائی دیتے ہیں۔ پہلے تمام انبیاء سے ہمسری کا دعویٰ کرتے ہوئے یہ کہا کہ تمام انبیاء کے فضائل و کمالات ان کے اندر جمع کر دیئے گئے ہیں جیسا کہ وہ ایک جگہ لکھتے ہیں۔

۱۔ ''اس زمانہ میں خدا نے چاہا کہ جس قدر نیک اور راستباز نبی گزر چکے ہیں ایک ہی شخص کے وجود میں ان کے نمونے ظاہر کیے جائیں سو وہ میں ہوں۔''(۱)

۲۔ پھر جوش میں آ کر وہ یہ حد بھی پھلانگ گئے اور اپنے آپ کو حضرت مسیح علیہ السلام کی نبوت سے بھی آگے اور ان کی ذات سے بھی افضل قرار دیتے ہوئے یہ اعلان کیا:

''اور مسیح کی طرح میرے پر بھی بہت حملے ہوئے مگر ہر ایک حملے میں دشمن ناکام رہے اور مجھے پھانسی دینے کے لیے منصوبہ کیا گیا مگر میں مسیح کی طرح صلیب پر نہیں چڑھا بلکہ ایک بلا کے وقت میرے خدا نے مجھے بچایا اور میرے لیے اس سے بڑے بڑے معجزات دکھلائے اور بڑے بڑے قوی ہاتھ دکھائے...... اور میں عیسیٰ مسیح کو ہرگز ان امور میں اپنے پر کوئی زیادہ نہیں دیکھتا۔ یعنی جیسے اس پر خدا کا کلام نازل ہوا ایسا ہی مجھ پر بھی ہوا اور جیسے اس کی نسبت معجزات منسوب کیے جاتے ہیں۔ میں یقینی طور پر ان معجزات کا مصداق اپنے نفس کو دیکھتا ہوں بلکہ ان سے زیادہ۔''(۲)

---

(۱) غلام احمد قادیانی، براہین احمدیہ، ۵: ۹۰

(۲) غلام احمد قادیانی، چشمہ مسیحی: ۱۵، مطبوعہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام، لاہور

۳۔ ''اسی طرح اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو ابن مریم سے کیا نسبت ہے۔ وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہے۔ اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا ہے تو میں اس کو جزئی فضیلت قرار دیتا تھا مگر بعد میں جو خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔''(۱)

۴۔ آگے ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

''خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس سے پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے۔''(۲)

۵۔ اسی دعویٰ کو ایک اور مقام پر شاعرانہ تعلّی سے کام لیتے ہوئے یوں بیان کرتے ہیں:

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑ
اس سے بہتر غلام احمد ہے(۳)

ساتواں مرحلہ: صریح دعویٰ نبوت

مرزا صاحب کا نبوت کے حوالے سے یہ طریق کار رہا کہ وہ نبوت اور نبی کا لفظ صاف زبان پر لائے بغیر نبوت کی صفات اور خصائص کو زیر بحث لاتے اور ان کو اپنی ذات پر چسپاں کر دیتے جس کا نتیجہ لامحالہ یہی نکلنا تھا کہ ایک دن سب تحفظات بالائے طاق رکھتے ہوئے صریحاً دعویٰ نبوت کر دیتے سو یہی ہوا، ۱۹۰۱ء میں ایک رسالہ۔غلطی کا ازالہ۔لکھ کر اپنے سابقہ دعوؤں کی تردید کرتے ہوئے صریح نبوت کا اعلان کر دیا۔

مرزا صاحب خود تحریر کرتے ہیں:

---

(۱) غلام احمد قادیانی، حقیقۃ الوحی: ۱۴۹، مندرجہ روحانی خزائن، ۲۲ ۱۵۳، ۱۵۴

(۲) غلام احمد قادیانی، حقیقت الوحی: ۱۴۸، مطبوعہ قادیان، مئی ۱۹۰۷ء

(۳) غلام احمد قادیانی، دافع البلاء: ۴۳

۱۔ میں رسول بھی ہوں اور نبی بھی ہوں یعنی بھیجا گیا بھی اور خدا سے غیب کی خبریں پانے والا بھی۔''(۱)

وہ لکھتے ہیں:

۲۔ ''اسی طرح اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح سے کیا نسبت ہے۔ وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہے اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا تو میں اس کو جزوی فضیلت قرار دیتا تھا۔ مگر بعد میں خدا کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی۔ اس نے مجھے اس عقیدے پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔ مگر اس طرح سے ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی۔''(۲)

۳۔ ''اور میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اسی نے مجھے بھیجا ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے اور اسی نے مجھے مسیح موعود کے لقب سے پکارا ہے۔''(۳)

۴۔ ''اور میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اسی نے مجھے بھیجا ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے اور اسی نے مجھے مسیح موعود کے نام سے پکارا ہے اور اس نے میری تصدیق کے لیے بڑے بڑے نشان ظاہر کیے ہیں جو تین لاکھ تک پہنچتے ہیں۔''(۴)

۵۔ ''تیسری بات جو اس وحی سے ثابت ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ بہرحال جب تک طاعون دنیا میں رہے گا، گو ستر برس تک رہے، قادیان کو اس کی خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا کیونکہ یہ اس کے رسول کا تخت گاہ ہے اور یہ تمام امتوں کے لیے نشان

---

(۱) ایک غلطی کا ازالہ، روحانی خزائن، ۱۸: ۲۱۱

(۲) غلام احمد قادیانی، حقیقة الوحی: ۱۴۹، مندرجہ روحانی خزائن، ۲۲: ۱۵۳، ۱۵۴

(۳) غلام احمد قادیانی، تتمہ حقیقة الوحی: ۶۸ مطبوعہ ربوہ ۱۹۵۰ء

(۴) غلام احمد قادیانی، تتمہ حقیقه الوحی: ۶۸، روحانی خزائن، ۲۲: ۵۰۳

ہے ......سچا خدا وہی خدا ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔‘‘(۱)

۶۔ ’’(ایک انگریز اور لیڈی جو شکاگو سے قادیان آئے) ان کے اس سوال پر کہ آپ نے جو دعویٰ کیا ہے، اس کی سچائی کے دلائل کیا ہیں۔ مرزا صاحب نے فرمایا میں کوئی نیا نبی نہیں۔ مجھ سے پہلے سینکڑوں نبی آ چکے ہیں ......جن دلائل سے کوئی سچا نبی مانا جاسکتا ہے۔ وہی دلائل میرے صادق ہونے کے ہیں۔ میں بھی منہاج نبوت پر آیا ہوں۔‘‘(۲)

۷۔ ’’میں کوئی نیا نبی نہیں ہوں پہلے بھی کئی نبی گزرے ہیں، جنہیں تم لوگ سچا مانتے ہو۔‘‘(۳)

۸۔ ’’غور کا مقام ہے کہ ہم موسیٰ کو تو صرف اس لیے نبی کہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں اس کو نبی کہا ہے۔ عیسیٰ کو نبی اللہ صرف اس لیے جانیں کہ قرآن کریم میں اس کی نسبت نبی کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ مگر جب مسیح موعود (یعنی مرزا صاحب) کا سوال آوے تو ہم اصول کو چھوڑ کر لفظی تاویلات میں پڑ جائیں۔ موسیٰ اور عیسیٰ کی نبوت کا ہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ کے کلام نے ان کو بطور نبی کے پیش کیا ہے پس جب اسی خدا کے کلام (یعنی مرزا صاحب کی وحی) میں مسیح موعود کو کئی دفعہ نبی کے نام سے پکارا گیا ہے تو ہم کون ہیں کہ اس کی نبوت کا انکار کریں۔‘‘(۴)

۹۔ ’’اگر کوئی شخص مخلی بالطبع ہوکر اس بات پر غور کرے گا ...... روز روشن کی طرح اس پر ظاہر ہوجائے گا کہ مسیح موعود ضرور نبی ہے کیونکہ یہ ممکن ہی نہیں کہ ایک شخص کا نام

(۱) غلام احمدقادیانی، دافع البلاء: ۱۰، ۱۱، مندرجہ روحانی خزائن، ۱۸: ۲۳۲

(۲) ۱۔ اخبار ’’الحکم‘‘ قادیان، مورخہ ۱۰ اپریل ۱۹۰۸ء

۲۔ ملفوظات، ۱۰: ۲۱۷، منقول از اخبار ’’الفضل‘‘ قادیان، جلد ۲۲، نمبر ۸۵، مورخہ ۱۵ جنوری ۱۹۳۵ء

(۳) اخبار ’’الفضل‘‘ قادیان، جلد ۱۸، نمبر ۷، ص ۷، مورخہ ۱۵ جولائی ۱۹۳۰ء

(۴) بشیر احمد قادیانی، کلمۃ الفصل، مندرجہ رسالہ ’’ریویو آف ریلیجز‘‘ قادیان ص: ۱۱۴، نمبر: ۳، ج: ۱۴

قرآن کریم نبی رکھے۔ آنحضرت ﷺ نبی رکھیں، کرشن نبی رکھے، زرتشت نبی رکھے، دانیال نبی رکھے اور ہزاروں سالوں سے اس کے آنے کی خبریں دی جارہی ہوں، لیکن باوجود ان سب شہادتوں کے وہ پھر بھی غیر نبی کا غیر نبی ہی رہے۔''(۱)

مرزا بشیر احمد اپنے والد کے دعویٰ نبوت کے حوالے سے تحریر کرتے ہیں:

۱۰۔ اور مسیح موعود نے ابھی اپنی کتابوں میں اپنے دعویٰ رسالت اور نبوت کو بڑی صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے جیسا کہ آپ لکھتے ہیں کہ ''ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں۔'' (دیکھو: ''بدر'' ۵ مارچ ۱۹۰۸ء)(۲)

آٹھواں مرحلہ: ظلّی نبوت کا دعویٰ

خاتم النبیین کی معنوی تحریف اور تاویل کرتے ہوئے مرزا صاحب نے اپنے دعویٰ نبوت کو قابل قبول بنانے کے لیے ظلّی نبوت کا شوشہ چھوڑا اور نیا پینترا بدلتے ہوئے یہ دعویٰ کر ڈالا۔

۱۔ ''ہم بارہا لکھ چکے ہیں کہ حقیقی اور واقعی طور پر تو یہ امر ہے کہ ہمارے سید ومولا آنحضرت ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اور آنجناب کے بعد مستقل طور پر کوئی نبوت نہیں اور نہ کوئی شریعت ہے اور اگر کوئی ایسا دعویٰ کرے تو بلا شبہ وہ بے دین اور مردود ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ نے ابتداء سے ارادہ کیا تھا کہ آنحضرت ﷺ کے کمالات معتدیہ کے اظہار و اثبات کے لیے کسی شخص کو آنجناب کی پیروی اور متابعت کی وجہ سے وہ مرتبہ کثرت مکالمات اور مخاطبات الٰہیہ بخشے کہ جو اس کے وجود میں عکسی طور پر نبوت کا رنگ پیدا کردے، سو اس طرح سے خدا نے میرا نام نبی رکھا۔ یعنی نبوت محمدیہ میرے آئینہ نفس میں منعکس ہوگئی اور

(۱) میاں محمود احمد، خلیفہ قادیان، حقیقة النبوة: ۱۹۸

(۲) مرزا بشیر احمد، کلمة الفصل، مندرجہ رسالہ ''ریویو آف ریلیجنز'' قادیان، ص: ۱۱۰، نمبر: ۳، ج: ۱۴

ظلی طور پر نہ اصلی طور پر مجھے یہ نام دیا گیا۔ تا کہ میں آنحضرت ﷺ کے فیوض کا کامل نمونہ ٹھہروں۔''[۱]

۲۔ ''اور اس کے نام محمد اور احمد سے مسمی ہو کر میں رسول بھی ہوں اور نبی بھی ہوں یعنی بھیجا گیا ہوں۔ اور خدا سے غیب کی خبریں پانے والا بھی اور اس طور خاتم النبیین کی مہر محفوظ رہی کیونکہ میں نے انعکاسی اور ظلی طور پر محبت کے آئینہ کے ذریعہ سے وہی نام پایا۔''[۲]

۳۔ ''پس مسیح موعود کا منکر کافر تو ضرور ہوا مگر ہاں اس پر کفر کا فتویٰ مسیح موعود کی طرف سے نہیں لگایا جائے گا بلکہ خود دربار محمدی سے یہ فرمان جاری ہوگا کیونکہ مسیح موعود اپنی ذات میں کچھ چیز نہیں بلکہ محمد رسول اللہ کا کامل ظل ہونے کی وجہ سے قائم ہے۔''[۳]

۴۔ ''پس اس لیے امت محمدیہ میں صرف ایک شخص نے نبوت کا درجہ پایا اور باقیوں کو یہ رتبہ نصیب نہیں ہوا کیونکہ ہر ایک کا کام نہیں کہ اتنی ترقی کر سکے۔ بے شک اس امت میں بہت سارے ایسے لوگ پیدا ہوئے جو علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کے حکم کے ماتحت انبیائے بنی اسرائیل کے ہم پلہ تھے لیکن ان میں سوائے مسیح موعود کے کسی نے بھی نبی کریم کی اتباع کا اتنا نمونہ نہیں دکھایا کہ نبی کریم کا کامل ظل کہلا سکے۔ اس لیے نبی کہلانے کے لیے صرف مسیح موعود مخصوص کیا گیا۔''[۴]

ظل کا معنی

ظل کا معنی سایہ ہے۔ نبوت کی اس قسم سے مرزا غلام احمد قادیانی کی مراد یہ تھی

(۱) غلام احمد قادیانی، چشمہ معرفت: ۳۲۴، مندرجہ روحانی خزائن، ۲۳: ۳۴۰

(۲) غلام احمد قادیانی، ایک غلطی کا ازالہ: ۹

(۳) مرزا بشیر احمد، کلمة الفصل، مندرجہ رسالہ ''ریویو آف ریلیجنز'' قادیان، ص ۱۵۷، نمبر ۳، ج ۱۴

(۴) مرزا بشیر احمد، کلمة الفصل، مندرجہ رسالہ ''ریویو آف ریلیجز'' قادیان، ص ۱۱۶، نمبر ۳، ج ۱۴

کہ کوئی حقیقی نبی تو نہیں آ سکتا مگر فیضانِ نبوت سے فریضہ نبوت پر فائز ہوسکتا ہے اور کہا کہ (معاذ اللہ) باقی نبی تو صرف نبی تھے اور ہمارے نبی ﷺ نبی گر ہیں۔ اس بات سے سادہ لوح مسلمان کو خوش کرنا مقصود تھا کہ ہمارے نبی کریم ﷺ اتنی بڑی شان کے مالک ہیں کہ فیضان نبوت سے امتیوں کو بھی نبوت کے درجے پر فائز کر دیتے ہیں۔ یہ وہ بھیانک دجل وفریب اور تلبیسِ ابلیس ہے جس کے ذریعے مرزا صاحب نے مسلمانوں کو شکار کرنے اور دھوکہ دینے کی کوشش کی۔

نواں مرحلہ: بروزی نبوت کا دعویٰ

ظلی نبوت کے بعد بروزی نبوت کا تانا بانا بھی اسی لیے بنا گیا کہ اس آڑ میں اپنی خودساختہ نبوت کا جواز فراہم کیا جا سکے۔

۱۔ ”ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔ اس آیہ میں ایک پیش گوئی مخفی ہے اور وہ یہ کہ اب نبوت پر قیامت تک مہر لگ گئی ہے اور بجز بروزی وجود کے جو خود آنحضرت ﷺ کا وجود ہے، کسی میں یہ طاقت نہیں کہ جو کھلے طور پر نبیوں کی طرح خدا سے کوئی علم غیب پاوے اور چونکہ وہ بروز محمدی جو قدیم سے موعود تھا وہ میں ہوں، اس لیے بروزی رنگ کی نبوت مجھے عطا کی گئی اور اس نبوت کے مقابل پر اب تمام دنیا بے دست و پا ہے کیونکہ نبوت پر مہر ہے ایک بروز محمدی جمیع کمالات محمدیہ کے ساتھ آخری زمانہ کے لیے مقدر تھا سو وہ ظاہر ہوگیا اب بجز اس کھڑکی کے اور کوئی کھڑکی نبوت کے چشمے سے پانی لینے کے لیے باقی نہیں۔“(۱)

۲۔ ”غرض خاتم النبیین کا لفظ ایک الٰہی مہر ہے جو آنحضرت ﷺ کی نبوت پر لگ گئی ہے۔ اب ممکن نہیں کہ کبھی یہ مہر ٹوٹ جائے۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ آنحضرت ﷺ نہ ایک

---

(۱) غلام احمد قادیانی، ایک غلطی کا ازالہ: ۱۱، مندرجہ روحانی خزائن، ۱۸ حاشیہ ص ۲۱۵

دفعہ بلکہ ہزار دفعہ دنیا میں بروزی رنگ میں آ جائیں اور بروزی رنگ میں اور کمالات کے ساتھ اپنی نبوت کا بھی اظہار کریں اور یہ بروز خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک قرار یافتہ عہدہ تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ**۔''(١)

٣۔ ''مجھے بروزی صورت میں نبی اور رسول بنایا گیا ہے اور اس بنا پر خدا نے بار بار میرا نام نبی اور رسول رکھا مگر بروزی صورت میں میرا نفس درمیان میں نہیں بلکہ محمد ﷺ ہے۔ اس لحاظ سے میرا نام محمد اور احمد ہوا۔ پس نبوت و رسالت کسی دوسرے کے پاس نہیں گئی محمد ﷺ کی چیز محمد ﷺ کے پاس ہی رہی۔''(٢)

٤۔ ''مگر میں کہتا ہوں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد جو درحقیقت ''خاتم النبیین'' تھے رسول اور نبی کے لفظ سے پکارے جانا کوئی اعتراض کی بات نہیں اور نہ اس سے مہر ختمیت ٹوٹتی ہے کیونکہ میں بارہا بتلا چکا ہوں کہ میں بموجب آیہ **وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ** بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا ہے اور مجھے آنحضرت ﷺ کا وجود قرار دیا ہے پس اس طور سے آنحضرت ﷺ کے خاتم الانبیاء ہونے میں میری نبوت سے کوئی تزلزل نہیں آیا کیونکہ ظل اپنے اصل سے علیحدہ نہیں ہوتا اور چونکہ میں ظلی طور پر محمد ہوں پس اس طور سے خاتم النبیین کی مہر نہیں ٹوٹی کیونکہ محمد ﷺ کی نبوت محمد تک ہی محدود رہی یعنی بہر حال محمد ﷺ ہی نبی رہے نہ اور کوئی۔ یعنی جبکہ میں بروزی طور پر آنحضرت ﷺ ہوں اور بروزی رنگ میں تمام کمالات محمدی مع نبوت محمدیہ کے میرے آئینہ ظلّیت میں منعکس ہیں۔ تو پھر کون سا الگ انسان ہوا جس نے علیحدہ طور پر نبوت کا دعویٰ کیا۔''(٣)

---

(١) غلام احمد قادیانی، ایک غلطی کا ازالہ، مندرجہ روحانی خزائن، ١٨: ٢١٤

(٢) غلام احمد قادیانی، ایک غلطی کا ازالہ: ١٦، روحانی خزائن، ١٨: ٢١٦

(٣) غلام احمد قادیانی، ایک غلطی کا ازالہ، مندرجہ روحانی خزائن، ١٨: ٢١٢

۵۔ ''اس نکتہ کو یاد رکھو کہ میں رسول اور نبی نہیں ہوں یعنی باعتبار نئی شریعت اور نئے دعوے اور نئے نام کے اور میں رسول اور نبی ہوں۔ یعنی باعتبار ظلیت کاملہ کے میں وہ آئینہ ہوں جس میں محمدی شکل اور محمدی نبوت کا کامل انعکاس ہے اور میں کوئی علیحدہ شخص نبوت کا دعویٰ کرنے والا ہوتا تو خدا تعالیٰ میرا نام محمد اور احمد اور مصطفیٰ اور مجتبیٰ نہ رکھتا۔''(۱)

بروز کا معنی

بروز کا معنی اخفاء سے ظاہر ہونا یا اخفاء سے ظہور میں آنا ہے۔ مرزا کے نزدیک اس کا مفہوم یہ تھا کہ (معاذ اللہ) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت اتنی صدیاں گزر جانے کے بعد پردۂ اخفاء میں چلی گئی اور نبوت محمدی ﷺ کا ظہور اپنے فیوض و اثرات سے عام نہ رہا۔ سو اللہ نے چاہا کہ نبوت محمدی ﷺ کو دوبارہ ظاہر کیا جائے، اس وجہ سے مرزا کا آنا گویا نبوتِ محمدی کا ظہور ثانی ہے۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ مرزائی نبوت عینِ نبوتِ محمدی ہے۔ (معاذ اللہ)

دسواں مرحلہ: حقیقی وتشریعی نبوت کا دعویٰ

مرزا صاحب نے ایک قدم اور آگے بڑھایا اور اور صاحب شریعت نبی کا دعویٰ کرنے کی غرض سے صاحب شریعت نبی کی تعریف میں چند تبدیلیاں کر دیں۔ درج ذیل اقتباسات مرزا صاحب کے حقیقی اور تشریعی نبوت کے دعویٰ کا ثبوت فراہم کرتے ہیں:

۱۔ ''یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر و نہی بیان کیے اور اپنی امت کے لیے ایک قانون مقرر کیا۔ وہی صاحب شریعت ہوگیا ...... میری وحی میں امر بھی ہے اور نہی بھی۔ مثلاً یہ الہام **قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ**۔ یہ ''براہین احمدیہ'' میں درج ہے اور اس میں

(۱) غلام احمد قادیانی، نزول المسیح: ۳، حاشیہ، مندرجہ، روحانی خزائن، ۱۸: ۳۸۱

امر بھی ہے اور نہی بھی۔ اور اس پر تئیس برس کی مدت بھی گزر گئی اور ایسا ہی اب تک میری وحی میں امر بھی ہوتے ہیں اور نہی بھی اور اگر کہو کہ شریعت سے وہ شریعت مراد ہے جس میں نئے احکام ہوں تو یہ باطل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى** (۱) یعنی قرآنی تعلیم تورات میں بھی موجود ہے۔''(۲)

۲۔ ''چونکہ میری تعلیم میں امر بھی ہے اور نہی بھی اور شریعت کے ضروری احکام کی تجدید ہے اس لیے خدا تعالیٰ نے میری تعلیم کو اور اس وحی کو جو میرے پر ہوتی ہے، فلک یعنی کشتی کے نام سے موسوم کیا ...... اب دیکھو خدا نے میری وحی اور میری تعلیم اور میری بیعت کو نوح کی کشتی قرار دیا اور تمام انسانوں کے لیے اس کو مدار نجات ٹھہرایا۔ جس کی آنکھیں ہوں دیکھے اور جس کے کان ہوں سنے۔''(۳)

۳۔ مرزا صاحب کے نزدیک ۱۹۰۰ء میں جہاد کا حکم منسوخ کیا گیا جو ایک تشریعی امر ہے۔ یہ حکم اربعین میں اس طرح درج ہے:

> ''جہاد یعنی دینی لڑائیوں کی شدت کو خدا تعالیٰ آہستہ آہستہ کم کرتا گیا ہے۔ حضرت موسیٰ کے وقت میں اس قدر شدت تھی کہ ایمان لانا بھی قتل سے بچا نہیں سکتا تھا اور شیر خوار بچے بھی قتل کیے جاتے تھے۔ پھر ہمارے نبی ﷺ کے وقت میں بچوں اور بڈھوں اور عورتوں کا قتل کرنا حرام کیا گیا اور پھر بعض قوموں کے لیے بجائے ایمان کے صرف جزیہ دے کر مواخذہ سے نجات پانا قبول کیا گیا اور پھر مسیح موعود کے وقت قطعاً جہاد کا حکم موقوف کر دیا گیا۔''(۴)

(۱) الأعلیٰ: ۱۹-۲۰

(۲) غلام احمد قادیانی، أربعین'' نمبر ۴، ص: ۷، ۸۳، مندرجہ روحانی خزائن، ۱۷: ۴۳۵، ۴۳۶

(۳) غلام احمد قادیانی، حاشیہ اربعین'' نمبر: ۴، ص: ۷، ۸۳، مندرجہ روحانی خزائن، ۱۷: ۴۳۵، حاشیہ

(۴) غلام احمد قادیانی، اربعین'' نمبر ۴، ص: ۱۵، حاشیہ، مندرجہ روحانی خزائن۱۷: ۴۴۳، حاشیہ

۴۔ ’’آج سے انسانی جہاد جو تلوار سے کیا جاتا تھا خدا کے حکم کے ساتھ بند کیا گیا۔ اب اس کے بعد جو شخص کافر پر تلوار اٹھاتا اور اپنا نام غازی رکھتا ہے وہ اس رسول کریم کی نافرمانی کرتا ہے، جس نے آج سے تیرہ سو برس پہلے فرما دیا ہے کہ مسیح موعود کے آنے پر تمام تلوار کے جہاد ختم ہوجائیں گے۔ سو اب میرے ظہور کے بعد تلوار کا کوئی جہاد نہیں۔ ہماری طرف سے امان اور صلح کاری کا سفید جھنڈا بلند کیا گیا۔‘‘(۱)

۵۔ مرزا صاحب برطانوی حکومت کی حمایت میں انکار جہاد کے باب میں مزید لکھتے ہیں:

’’میں یقین رکھتا ہوں کہ جیسے جیسے میرے مرید بڑھیں گے ویسے ویسے مسئلہ جہاد کے معتقد کم ہوجائیں گے کیونکہ مجھے مسیح اور مہدی مان لینا ہی مسئلہ جہاد کا انکار کرنا ہے۔‘‘(۲)

۶۔ ’’دیکھو میں ایک حکم لے کر آپ لوگوں کے پاس آیا ہوں وہ یہ ہے کہ اب سے تلوار کے جہاد کا خاتمہ ہے مگر اپنے نفسوں کے پاک کرنے کا جہاد باقی ہے۔‘‘(۳)

۷۔ مرزا صاحب نزول جبریل کا بھی اعلان کرتے ہیں جو تشریعی نبوت کے دعویٰ کو ثابت کرتا ہے:

وقالوا انی لك هذا قل هو اللہ عجیب جاایل واختار و دار اصبعه واشار ان وعد اللہ اتی فطوبی لمن وجد رأی الامراض تساع والنفوس تضاع۔

مرزا صاحب نے اس کا اردو ترجمہ یوں لکھا ہے:

---

(۱) ۱۔ تبلیغ رسالت، ۹: ۴۷
۲۔ مجموعه اشتہارات، ۳: ۲۹۵

(۲) غلام احمد قادیانی، مجموعه اشتہارات، ۳: ۱۹

(۳) ۱۔ جہاد اور گورنمنٹ انگریزی: ۴
۲۔ الخطب الالهامیه: ۲۹

''اور کہیں گے تجھے یہ مرتبہ کہاں سے حاصل ہوا کہ خدا ذو العجائب ہے میرے پاس آئیل آیا اور اس نے مجھے چن لیا اور اپنی انگلی کو گردش دی اور یہ اشارہ کیا کہ خدا کا وعدہ آ گیا۔ پس مبارک وہ جو اس کو پاوے اور دیکھے کئی طرح کی بیماریاں پھیلائی جائیں گی اور کئی آفتوں سے جانوں کا نقصان ہوگا۔''(۱)

حاشیے پر مرزا صاحب نے آئیل کا ترجمہ جبرائیل بتایا ہے، جبرائیل کا نزول نبوت کی تکمیل کی علامت ہے اور یوں مرزا صاحب ایک کامل نبی بن بیٹھے۔

مرزا صاحب کے پیروکار بھی انہیں حقیقی نبی تصور کرتے تھے جیسا کہ درج ذیل بیانات سے واضح ہے:

۸ ''درحقیقت خدا کی طرف سے خدا تعالیٰ کی مقرر کردہ اصطلاح کے مطابق قرآن کریم کے بتائے ہوئے معنوں کی رو سے نبی ہو اور نبی کہلانے کا مستحق ہو، تمام کمالات نبوت اس میں اس حد تک پائے جاتے ہوں جس حد تک نبیوں میں پائے جانے ضروری ہیں تو میں کہوں گا کہ ان معنوں کی رو سے حضرت مسیح موعود حقیقی نبی تھے۔''(۲)

۹۔ ''پس شریعت اسلام نبی کے جو معنی کرتی ہے اس کے معنی سے حضرت (مرزا) صاحب ہرگز مجازی نبی نہیں ہیں بلکہ حقیقی نبی ہیں۔''(۳)

۱۰۔ ''غرضیکہ یہ ثابت شدہ امر ہے کہ مسیح موعود (یعنی مرزا غلام احمد قادیانی صاحب) اللہ تعالیٰ کا ایک رسول اور نبی تھا اور وہی نبی تھا جس کو نبی کریم ﷺ نے نبی اللہ کے نام سے پکارا اور وہی نبی تھا جس کو خود اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی میں یا ایھا النبی کے الفاظ سے مخاطب کیا۔''(۴)

(۱) غلام احمد قادیانی، حقیقة الوحی: ۱۰۳، مندرجه روحانی خزائن، ۲۲: ۱۰۶

(۲) میاں محمود احمد خلیفه قادیان، القول الفصل: ۱۲

(۳) میاں محمود احمد، خلیفه قادیان، حقیقة النبوة: ۱۷۴

(۴) صاحبزاده بشیر احمد قادیانی، کلمة الفصل، مندرجه رساله "ریویو آف ریلیجنز" قادیان، ص ۱۱۴، نمبر ۳، جلد ۱۴

۱۱۔ ''میں حلفیہ بیان کرتا ہوں کہ میں حضرت مسیح موعود کے زمانے کا احمدی ہوں اور میں نے ۱۸۹۹ء میں بیعت کی تھی۔ میں ان معنوں میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خدا کا نبی اور رسول یقین کیا کرتا تھا جن معنوں میں رسول کریم ﷺ نے آپ کا نام اپنی پیش گوئی میں نبی اللہ رکھا ہے اور میں اس دعویٰ نبوت حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر یقین رکھتا ہوں۔ میرے سامنے حضرت مولوی عبدالکریم صاحب اور مولوی محمد احسن صاحب آپس میں بحث کر رہے تھے تو دوران مباحثہ میں آوازیں بلند گئیں اور اونچا اونچا بولنا شروع ہوگیا تو حضرت مسیح موعود ں نے فرمایا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی اس کے بعد مولوی عبدالکریم صاحب تو بالکل خاموش ہوگئے اور مولوی محمد احسن صاحب کچھ آہستہ آہستہ بولتے رہے۔''(۱)

۱۲۔ ''سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام(مرزا صاحب) کی زبان مبارک سے بارہا براہ راست اپنے کانوں سنا۔حضور کی موجودگی میں حضور کو نبی اللہ اور خدا کا رسول کے نام سے ذکر کیا گیا۔ ذکر کرنے والوں میں سے حضرت مولوی عبدالکریم صاحب خصوصیت سے پیش پیش تھے اور بعض احباب کے استفسار پر حضور نے مہر تصدیق بھی ثبت فرمائی۔(۲)

۱۳۔ ''میں حلفی بیان دیتا ہوں کہ خدا ایک اور محمد رسول اللہ اس کے سچے نبی خاتم النبیین ہیں اور حضرت مرزا غلام احمد صاحب اسی طرح نبی اللہ ہیں جس طرح دوسرے ایک لاکھ ۲۴ ہزار نبی اللہ تھے۔ ذرہ فرق نہیں۔ فقط۔''(۳)

(۱) حافظ محمد ابراہیم قادیانی کا حلفیہ بیان، مندرجہ رسالہ ''فرقان'' قادیان، ص: ۱۰، جلد ۱، نمبر ۱۰، بابت اکتوبر ۱۹۴۲ء)

(۲) عبدالرحمان قادیانی کی شہادت، مندرجہ رسالہ ''فرقان'' قادیان، ص ۱۶، جلد ۱، نمبر ۱۰، بابت اکتوبر ۱۹۴۲ء

(۳) بابو غلام محمد قادیان، ریٹائرڈ فورمین لاہور کی حلفیہ شہادت، مندرجہ رسالہ ''فرقان'' ص: ۱۲، قادیان، جلد: ۱، نمبر: ۱۰، بابت ماہ اکتوبر ۱۹۴۲ء

مرزا صاحب نے اپنے منکرین کو کافر اور مرتد کہا

۱۴۔ مرزا صاحب اپنے منکرین کو کافر اور مرتد قرار دیتے ہیں جبکہ ان کے نزدیک صاحب شریعت نبی کا انکار ہی کفر و ارتداد کا باعث ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ خود کو صاحب شریعت نبی سمجھتے تھے۔

> ''یہ نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اپنے دعویٰ کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں لیکن صاحب شریعت کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدث ہیں گو وہ کیسی ہی جناب الٰہی میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں اور خلعت مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔''(۱)

مرزا صاحب کے نزدیک نزول مسیح کا منکر کافر نہیں، وہ لکھتے ہیں:

> ''اول تو جاننا چاہیے کہ مسیح کے نزول کا عقیدہ کوئی ایسا عقیدہ نہیں ہے جو ہماری ایمانیات کی کوئی جز یا ہمارے دین کے رکنوں میں سے کوئی رکن ہو۔''(۲)

مرزا صاحب کی مندرجہ بالا عبارات سے متحقق ہو گیا کہ ان کے نزدیک نزول مسیح کا منکر کافر نہیں بلکہ صاحب شریعت نبی کا منکر ہی کافر ہے۔

اب ہم ذیل میں مرزا صاحب کی وہ عبارات نقل کرتے ہیں جن میں انہوں نے اپنے منکرین کو کافر اور مرتد کہا ہے۔

۱۔ ''علاوہ اس کے جو مجھے نہیں مانتا وہ خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا کیونکہ میری نسبت خدا اور رسول کی پیشگوئی موجود ہے ...... اب جو شخص خدا اور رسول کے احکام کو نہیں

---

(۱) غلام احمد قادیانی، تریاق القلوب، حاشیہ: ۲۵۸، ۲۵۹؛ ۲۸ اکتوبر ۱۹۰۲ء (مطبوعہ قادیان)

(۲) غلام احمد قادیانی، ازالۂ اوہام: ۵۵ مطبوعہ گرویہ ۱۳۰۸ھ

مانتا اور قرآن کی تکذیب کرتا ہے اور عمداً خدائے تعالیٰ کے نشانوں کو رد کرتا ہے اور مجھ کو باوجود صدہا نشانوں کے مفتری ٹھہراتا ہے تو وہ مومن کیونکر ہوسکتا ہے۔''(۱)

۲۔ ''کفر دو قسم پر ہے ایک کفر یہ ہے کہ ایک شخص اسلام سے ہی انکار کرتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا رسول نہیں مانتا دوسرا یہ کفر کہ وہ مسیح موعود (یعنی مرزا صاحب) کو نہیں مانتا اور اس کو باوجود اتمام حجت کے جھوٹا جانتا ہے جس کے ماننے اور سچا جاننے کے بارے میں خدا اور رسول نے تاکید کی ہے اور پہلے نبیوں کی کتابوں میں بھی تاکید پائی جاتی ہے پس اس لیے کہ وہ خدا اور رسول کے فرمان کا منکر ہے کافر ہے اور اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ دونوں قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں۔''(۲)

۳۔ مرزا صاحب اپنی مزعومہ دعوت کے منکرین کو صریح الفاظ میں کافر قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''خدا تعالیٰ نے میرے پر ظاہر کیا کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں۔''(۳)

۴۔ مرزا بشیر احمد قادیانی اپنے والد کے نظریات وخیالات کی وضاحت کرتے ہوئے رقمطراز ہے:

> ''ہر ایک ایسا شخص جو موسیٰ کو تو مانتا ہے مگر عیسیٰ کو نہیں مانتا یا عیسیٰ کو مانتا ہے مگر محمد کو نہیں مانتا اور یا محمد کو مانتا ہے پر مسیح موعود کو نہیں مانتا وہ نہ صرف کافر بلکہ پکا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔''(۴)

---

(۱) غلام احمد قادیانی، حقیقة الوحی، روحانی خزائن، ۲۲: ۱٦۸

(۲) غلام احمد قادیانی، حقیقه الوحی: ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸ نومبر ۱۹۵۰، مطبوعه ربوه، مندرجه روحانی خزائن ۲۲: ۱٦۸

(۳) تذکره، مجموعه الهامات: ۲۰۰

(۴) مرزا بشیر احمد قادیانی، کلمة الفصل، مندرجه "رساله ریویو آف ریلیجنز" ۱۱۰، نمبر ۳، جلد ۱۴

۵۔ مرزا بشیر احمد اپنی اسی کتاب میں مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اب معاملہ صاف ہے اگر نبی کریم کا انکار کفر ہے تو مسیح موعود کا انکار بھی کفر ہونا چاہیے کیونکہ مسیح موعود نبی کریم سے الگ کوئی چیز نہیں ہے بلکہ وہی ہے اور اگر مسیح موعود کا منکر کافر نہیں تو نعوذ باللہ نبی کریم کا منکر بھی کافر نہیں کیونکہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ پہلی بعثت میں تو آپ کا انکار کفر ہو مگر دوسری بعثت میں جس میں بقول حضرت مسیح موعود آپ کی روحانیت اقوی اور اکمل اور اشد ہے آپ کا انکار کفر نہ ہو۔''(۱)

۶۔ مرزا صاحب کے دوسرے بیٹے مرزا بشیر الدین محمود انکارِ مرزا کو کفر قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔''(۲)

۷۔ مرزا صاحب کے ایک مرید خاص میاں عبد الحکیم خان بوجوہ علیحدہ ہو گئے تو مرزا صاحب نے ان کے مرتد ہونے کا فتویٰ جاری کر دیا۔ مرزا صاحب ایمان بالرسالت اور اطاعت رسول ﷺ کی ناگزیریت سے متعلق آیات کا اطلاق اپنی ذات پر کرتے ہیں اور آخر پر لکھتے ہیں:

''اب کہاں ہے میاں عبدالحکیم خان مرتد جو میری اس تحریر سے مجھ سے برگشتہ ہو گیا۔ چاہیے کہ آنکھیں کھول کر دیکھے کہ کس طرح خدا نے اپنی ذات پر ایمان لانا رسولوں پر ایمان لانے سے وابستہ کیا ہے۔ اس میں راز یہ ہے کہ انسان میں توحید قبول کرنے کی استعداد اس آگ کی طرح رکھی گئی ہے جو پتھر میں مخفی ہوتی ہے اور رسول کا

---

(۱) مرزا بشیر احمد قادیانی، کلمة الفصل، مندرجہ ''رسالہ ریویو آف ریلیجنز'' ۱۱۰، نمبر ۳، جلد ۱۴

(۲) مرزا بشیر الدین، آئینہ صداقت: ۳۵

وجود چقماق کی طرح ہے جو اس پتھر پر ضرب لگا کر اس آگ کو باہر نکالتا ہے پس ہر گز ممکن نہیں کہ بغیر رسول کی چقماق کے توحید کی آگ کسی دل میں پیدا ہو سکے توحید کو صرف رسول زمین پر لاتا ہے اور اسی کی معرفت یہ حاصل ہوتی ہے خدا مخفی ہے اور وہ اپنا چہرہ رسول کے ذریعہ دکھلاتا ہے۔''(۱)

۸۔ مرزا صاحب نے اولاً اس بات کا اقرار کیا ہے کہ صاحبِ شریعت نبی کا انکار ہی کفر ہے اور ساتھ اس بات کا بھی اقرار کیا کہ نزول مسیح کے عقیدے کا منکر کافر نہیں۔ اب ان کا اپنے منکرین کو کافر، مرتد، جہنمی اور اللہ و رسول کا نافرمان کہنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ خود کو صاحبِ شریعت نبی گردانتے ہیں جیسا کہ اس سے پہلے امر و نہی کے نزول کا دعویٰ کر کے بھی اپنے صاحب شریعت نبی ہونے کا اعلان کر چکے ہیں۔ مگر جب ان کے دعویٰ نبوت پر کسی نے گرفت کی تو انہوں نے اپنا دامن بچانے کے لیے اور سادہ لوح مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لیے مسیح موعود کے لفظ کا سہارا لیا۔

مرزا صاحب اور ان کے جانشینوں کی مندرجہ بالا عبارات سے واضح ہوتا ہے کہ وہ حقیقی وتشریعی نبوت کے مدعی تھے۔ اور ان کے متبعین بھی ان کو حقیقی وتشریعی نبی مانتے ہیں۔

گیارھواں مرحلہ: عینِ محمد ﷺ ہونے کا دعویٰ

اپنی مزعومہ نبوت کو بنیاد فراہم کرنے کے لیے مرزا صاحب نے خود عین محمد ہونے کا دعویٰ کر دیا جیسا کہ ان کی اس تحریر سے ظاہر ہے:

۱۔ ''ادھر بچہ پیدا ہوتا ہے اور اس کے کان میں اذان دی جاتی ہے اور شروع ہی میں اس کو خدا اور خدا کے رسول پاک کا نام سنایا جاتا ہے۔ بعینہ یہ بات میرے ساتھ ہوئی میں ابھی احمدیت میں بطور بچہ ہی کے تھا جو میرے کانوں میں یہ آواز پڑی کہ ''مسیح

(۱) غلام احمد قادیانی، حقیقة الوحی: ۱۱٦–۱۲۸، مطبوعه قادیان، ۱۸ نومبر ۱۹۵۰

موعود محمد است و عین محمد است۔"(۱)

۲۔ "مسیح موعود (مرزا صاحب) اور نبی کریم ﷺ میں کوئی دوئی باقی نہیں رہی حتیٰ کہ ان دونوں کا وجود بھی ایک وجود کا ہی حکم رکھتے ہیں تو اس صورت میں کیا اس بات میں کوئی شک رہ جاتا ہے کہ قادیان میں اللہ تعالیٰ نے پھر محمد کو اتارا۔"(۲)

۳۔ "اور آپ (مرزا صاحب) کو چونکہ حضور ﷺ کا بروزی وجود عطا کیا گیا تھا اس لیے آپ عینِ محمد ﷺ تھے۔"(۳)

۴۔ "تو اس صورت میں کیا اس بات میں کوئی شک رہ جاتا ہے کہ قادیان میں اللہ تعالیٰ نے پھر محمد کو اتارا تاکہ اپنے وعدہ کو پورا کرے۔"(۴)

۵۔ "اور یہ اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ وہ ایک دفعہ اور خاتم النبیین کو دنیا میں مبعوث کرے گا جیسا کہ آیہ واٰخرین منھم سے ظاہر ہے کہ پس مسیح موعود خود محمد رسول اللہ ہے جو اشاعتِ اسلام کے لیے دوبارہ دنیا میں تشریف لائے۔"(۵)

۶۔ "اس رؤیت اور معرفت سے مراد وہ مرتبہ روئیت و معرفت ہے جس کی نسبت حضرت مسیح موعود نے خطبہ الہامیہ میں فرمایا ہے کہ **من فرق بینی و بین المصطفی ما**

---

(۱) ۱۔ اخبار "الفضل" قادیان، مورخہ ۱۷، اگست ۱۹۱۵ء
۲۔ خطبہ الہامیہ: ۱۷۱

(۲) "کلمۃ الفصل" مصنفہ صاحب زادہ بشیر احمد صاحب قادیانی، مندرجہ رسالہ "ریویو آف ریلیجز" ص ۱۰۴، نمبر ۳، جلد ۱۴

(۳) الفضل، ۱۶ ستمبر ۱۹۱۵

(۴) مرزا بشیر احمد قادیانی، کلمۃ الفصل مندرجہ رسالہ "ریویو آف ریلیجز" ص: ۱۰۵، نمبر: ۳، جلد: ۱۴

(۵) مرزا بشیر احمد قادیانی، کلمۃ الفصل، مندرجہ "رسالہ ریویو آف ریلیجنز" ص ۱۵۸، نمبر ۳، جلد ۱۴

عرفنی و ماراٰنی یعنی جس نے میرے اور حضرت محمد مصطفیٰ کے درمیان فرق کیا اور دونوں کو الگ الگ سمجھا اس نے نہ مجھے شناخت کیا اور پہچانا اور نہ ہی دیکھا اور سمجھا۔ پس حضور کے اس ارشاد کے مطابق حضور کا دیکھنا اور پہچاننا ان ہی معنوں میں ہے کہ حضور (مرزا صاحب) کو محمد مصطفیٰ ہی یقین کیا جائے۔"(۱)

۷۔ "الغرض مسیح موعود کی تحریروں سے یہ بات پختہ طور سے ثابت ہو رہی ہے کہ حضرت مسیح موعود یقیناً محمد تھے اور آپ کو چونکہ آنحضرت صلعم کا بروزی وجود عطا کیا گیا تھا اس لیے آپ عین محمد تھے اور آپ میں جمیع کمالات محمدیہ کامل طور پر منعکس تھے۔ پس اس لیے آپ کے عین محمد ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں اور ایسا ہونا قدیم سے مقدر تھا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد ایک بروز محمد جمیع کمالات محمدی کے ساتھ مبعوث ہوگا۔"(۲)

بارھواں مرحلہ: حضور نبی اکرم ﷺ پر فضیلت کا دعویٰ

۱۔ مرزا صاحب کے بارے میں قادیانیوں کا یہ عقیدہ ہے:

"یہ بات بالکل صحیح ہے کہ ہر شخص ترقی کرسکتا ہے اور بڑے سے بڑا درجہ پا سکتا ہے حتیٰ کہ محمد ﷺ سے بھی بڑھ سکتا ہے۔"(۳)

۲۔ مرزا صاحب کا ایک پیرو کار لکھتا ہے:

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں
اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شاں میں

(۱) اخبار "الفضل" قادیان، جلد ۲، نمبر ۱۵۶، ص ۷، مورخہ ۱۷ جون ۱۹۱۵ء

(۲) اخبار "الفضل" قادیان، ج ۳، نمبر ۳۷، مورخہ ۱۶ ستمبر ۱۹۱۵ء

(۳) اخبار الفضل، ۱۷۔۷۔۱۹۲۲

محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل
غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں(۱)

۳۔ مرزا صاحب کے بیٹے مرزا بشیر احمد اس ضمن میں لکھتے ہیں:

''کیونکہ خطبہ الہامیہ میں مسیح موعود علیہ السّلام فرما چکے ہیں: ''اور جان کہ ہمارے نبی کریم ﷺ جیسا کہ پانچویں ہزار میں مبعوث ہوئے ایسا ہی موعود کی بروزی صورت اختیار کر کے چھٹے ہزار کے اخیر میں مبعوث ہوئے...... پس جس نے ان سے انکار کیا۔ اس نے حق کا اور نص قرآن کا انکار کیا بلکہ حق یہ ہے کہ آنخضرت ﷺ کی روحانیت چھٹے ہزار کے اخیر میں یعنی ان دونوں میں بہ نسبت ان سالوں کی اقویٰ اور اکمل اور اشد ہے بلکہ چودھویں رات کے چاند کی طرح ہے۔''(۲)

۴۔ ''اگر مسیح موعود کا منکر کافر نہیں تو نعوذ باللہ نبی کریم کا منکر بھی کافر نہیں کیونکہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ پہلی بعثت میں تو آپ کا انکار کفر ہو مگر دوسری بعثت میں جس میں بقول حضرت مسیح موعود آپ کی روحانیت اقوی اور اکمل اور اشد ہے آپ کا انکار کفر نہ ہو۔''(۳)

تیرھواں مرحلہ: اپنی نسبت آخری نبی ہونے کا دعویٰ

آخر میں مرزا صاحب نے نبوت میں اپنی خاتمیت کا اعلان کر دیا۔ اس دعویٰ کے حوالے سے ان کی درج ذیل تحریریں قابل ذکر ہیں:

---

(۱) از قاضی محمد ظہور الدین اکمل قادیانی، منقول از اخبار ''پیغام صلح'' مورخہ ۱۴ مارچ، ۱۹۱۶ء، اخبار ''بدر'' قادیان، نمبر ۴۳، ج ۲، ۲۵ اکتوبر ۱۹۰۶ء، ص ۴

(۲) اخبار ''فاروق'' قادیان، ج ۲۱، نمبر ۲۶۔۲۷، مورخہ ۱۴۔ ۲۱ اکتوبر ۱۹۳۶

(۳) مرزا بشیر احمد قادیانی، کلمۃ الفصل، مندرجہ رسالہ ریویو آف ریلیجنز، ۱۴: ۱۱۰، نمبر ۳

۱۔ ’’پس اس وجہ سے (اس امت میں) نبی کا نام پانے کے لیے میں ہی مخصوص کیا گیا اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں اور ضرور تھا کہ ایسا ہوتا جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے ایسا شخص ایک ہی ہوگا وہ پیشگوئی پوری ہوجائے۔‘‘(۱)

۲۔ ’’ہلاک ہوگئے وہ جنہوں نے ایک برگزیدہ رسول کو قبول نہ کیا۔ مبارک وہ جس نے مجھے پہچانا۔ میں خدا کی سب راہوں میں سے آخری راہ ہوں اور اس کے سب نوروں میں سے آخری نور ہوں۔ بدقسمت ہے وہ جو مجھے چھوڑتا ہے کیونکہ میرے بغیر سب تاریکی ہے۔‘‘(۲)

۳۔ ’’آنحضرت ﷺ کے بعد صرف ایک ہی نبی کا ہونا لازم ہے اور بہت سارے انبیاء کا ہونا خدا تعالیٰ کی بہت سی مصلحتوں اور حکمتوں میں رخنہ واقع کرتا ہے۔‘‘(۳)

۴. وقد ختمت النبوّة على نبينا صلى الله عليه وسلم فلا نبي بعده إلا الذي نُوّر بنوره و جُعل وارثه من حضرة الكبرياء. اعلموا أن الختمية أعطيت من الازل لمحمد صلى الله عليه وسلم ثم أعطيت لمن علّمه روحه وجَعَله ظلّه فتبارک من علّم وتعلّم فإن الختمية الحقيقية كانت مقدرة في الألف السادس الذي هو يومٌ سادسٌ من أيام الرحمٰن (۴)

(۱) غلام احمد قادیانی، حقیقت الوحی، ۳۹۱، روحانی خزائن، ۲۲: ۴۰۶، ۴۰۶

(۲) غلام احمد قادیانی، کشتی نوح: ۵۶، مندرجہ روحانی خزائن، ۱۹: ۶۱، حاشیہ

(۳) تشحیذ الاذہان، قادیان، نمبر: ۸، جلد: ۱۲، ص: ۱۱، ماہ اگست ۱۹۱۷ء

(۴) غلام احمد قادیانی، ما الفرق في آدم والمسيح الموعود، ضمیمہ خطبہ الهامیہ، مندرجہ روحانی خزائن، ۲۲: ۳۱۰۔

''اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم کی گئی ہے اس لیے آپ کے بعد اس کے سوا کوئی نبی نہیں ہے جسے آپ کے نور سے منور کیا گیا ہو اور جو بارگاہ کبریائی سے آپ کا وارث بنایا گیا ہو۔ معلوم ہوا کہ ختمیت ازل سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی، پھر اس کو دی گئی جسے آپ کی روح نے تعلیم دی اور اپنا ظل بنایا۔ اس لیے مبارک ہے وہ جس نے تعلیم دی اور وہ جس نے تعلیم حاصل کی، پس بلاشبہ حقیقی ختمیت مقدر تھی چھٹے ہزار میں جو رحمٰن کے دنوں میں چھٹا دن ہے۔''

مرزا غلام احمد قادیانی جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں اپنے موقف کی تائید میں مختلف ادوار میں مختلف پینترے بدلتے رہے اور ان میں تضاد اس انتہائی درجے کو پہنچ گیا کہ خود ان کے متبعین بھی کسی ایک موقف کا تعین نہ کر سکے جس کے نتیجے میں وہ دو گروہوں میں بٹ گئے۔ مرزا صاحب کو گزرے ایک صدی سے زیادہ عرصہ بیت چکا ہے مگر ان کے پیروکار یہ فیصلہ نہیں کر پائے کہ مرزا صاحب کے کس دعوے کو تسلیم کیا جائے؟ آیا انہیں مجدد مانا جائے یا ان کے دعویٰ نبوت پر آمنا و صدقنا کہا جائے۔ ان کی ابتدائی کتب کو سامنے رکھیں جس میں واضح طور پر لکھا ہوا ہے کہ میں نبوت کا دعویٰ نہیں کرتا۔ اس عقیدے کو دیکھیں تو ایک سچا مسلمان یہ سوچنے لگتا ہے کہ ہمارے علماء نے ہمیں خواہ مخواہ مرزا صاحب کے بارے میں چکر میں ڈال رکھا ہے۔ وہ غریب تو دعویٰ نبوت سے انکار کر رہا ہے۔ لیکن اس کے آخری عمر کے کیے جانے والے دعوؤں کو دیکھا جائے تو ان سے اس کا اپنا سابقہ عقیدہ اور ایک ایک دعویٰ باطل ہوتا نظر آتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ نفس و شیطان کے دھوکے میں آچکے تھے اور ہر دن نئی تاویلوں سے نئے سے نئے دعوے کرتے رہے حتی کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی شانِ ختم نبوت میں نقب زنی کرتے ہوئے دعویٰ نبوت کر دیا۔

مرزا صاحب کے کلام میں تضاد اور تناقض کا نتیجہ

گزشتہ صفحات میں مندرج مرزا صاحب کے کلام کا جائزہ لینے کے بعد عقلِ سلیم

رکھنے والا ایک عام شخص بھی اسی نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ ان کا کلام تناقضات اور تضادات کا مجموعہ ہے۔ کیا کسی صاحبِ عقل و خرد کے کلام میں اس درجہ کا تناقض پایا جا سکتا ہے؟ اس کا فیصلہ مرزا صاحب کے اپنے قلم سے لیتے ہیں: وہ لکھتے ہیں:

۱۔ ''کسی سچیار اور عقلمند اور صاف دل انسان کے کلام میں ہرگز تناقض نہیں ہوتا۔ ہاں اگر کوئی پاگل یا مجنوں یا ایسا منافق ہو کہ خوشامد کے طور پر ہاں میں ہاں ملا دیتا ہو۔ اس کا کلام بے شک متناقض ہو جاتا ہے۔''(۱)

۲۔ ''ظاہر ہے کہ ایک دل سے دو متناقض باتیں نکل نہیں سکتیں کیونکہ ایسے طریق سے یا انسان پاگل کہلاتا ہے یا منافق۔''(۲)

۳۔ ''اس شخص کی حالت ایک مخبّط الحواس انسان کی حالت ہے کہ ایک کھلا کھلا تناقض اپنے کلام میں رکھتا ہے۔''(۳)

۴۔ ''جھوٹے کلام میں تناقض ضرور ہوتا ہے۔''(۴)

مندرجہ بالا اقتباسات سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے حضور نبی اکرم سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی ختمِ نبوت کا انکار کیا۔ آپ ﷺ کے بعد نزولِ وحی کو جائز قرار دیا۔ مسیح موعود اور نبی اللہ ہونے کا دعویٰ کیا اور بالآخر عین محمد ﷺ اور خاتم الانبیاء ہونے کا جھوٹا دعویٰ کیا، اپنے منکر کو اللہ اور رسول کا منکر کہا اور جمیع اہلِ اسلام کو کافر اور مرتد قرار دیا، جبکہ قرآن و سنت کے دلائل سے ثابت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ خاتم النبیین ہیں، آپ ﷺ کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی ظلی و

---

(۱) غلام احمد قادیانی، ست بچن: ۳۰، روحانی خزائن، ۱۰: ۱۴۲،

(۲) غلام احمد قادیانی، ست بچن: ۳۱، روحانی خزائن، ۱۰: ۱۴۳

(۳) غلام احمد قادیانی، حقیقة الوحی: ۱۸۴، روحانی خزائن، ۲۲: ۱۹۱

(۴) غلام احمد قادیانی، ضمیمہ براہین احمدیہ، حصہ پنجم، ص: ۱۱۲، روحانی خزائن، ۲۱: ۲۷۵

بروزی ہو یا مجازی و غیر تشریعی یا حقیقی و تشریعی وغیرہ نہیں آ سکتا۔ ختمِ نبوت کا تاج قیامت تک صرف سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ ﷺ کے سر پر رہے گا۔ جو کوئی حضور نبی اکرم ﷺ کی ختم نبوت کا انکار کرے، خود دعویٰ نبوت کرے یا کسی جھوٹے مدعی نبوت پر ایمان لائے وہ کافر اور مرتد اور جہنمی ہے۔ یہ امت مسلمہ کا اجماعی عقیدہ ہے کوئی اس عقیدہ سے سرِ مُو انحراف نہیں کر سکتا۔ مرزا صاحب اور ان کے پیروکاروں نے قرآن و سنت سے ثابت شدہ، اُمت کے متفق علیہ اور اِجماعی عقیدہ سے انحراف کیا۔ سو وہ کافر، مرتد اور ملحد قرار پائے۔

باب چہارم

شانِ اُلوہیت و رِسالت میں مرزا صاحب کی گستاخیاں اور قرآن و حدیث کی توہین

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی تحریروں میں شانِ الٰہی، شانِ مصطفیٰ ﷺ، شانِ انبیاء علیہم السلام میں جو گستاخیاں، دشنام طرازیاں اور ہرزہ سرائیاں کی ہیں اور قرآن مجید اور احادیثِ رسول ﷺ کے متعلق جو کلمات کہے ہیں وہ اس قدر گستاخانہ اور توہین آمیز ہیں کہ ان کی توقع کسی عام مسلمان سے نہیں کی جا سکتی۔ ان کلمات کا اعادہ من وعن ہم یہاں اس لیے نہیں کر سکتے کہ وہ قارئین کی طبع لطیف کو پراگندہ اور متعفن کرنے کا موجب بنے گا۔ تاہم مرزا صاحب کی بدکلامیوں اور درشت گوئیوں کو ریکارڈ پر لانے کے لیے ان کی زبان وقلم سے نکلے ہوئے بعض خرافات کا نقلِ کفر کفر نباشد کے مصداق حوالہ دینا ناگزیر ہے۔

مرزائے قادیاں نے اپنی بدزبانی اور توہین آمیز گستاخی کا نشانہ تمام پاکیزہ، برگزیدہ اور منزہ و مزکّی ہستیوں کو بنایا ہے اور شاید ہی کوئی اس کے زبان وقلم کی زخم سے بچا ہو۔ ہم یہاں مرزا صاحب کی اپنی تحریروں سے چند اقتباسات نقل کر رہے ہیں تا کہ ان کے ذریعے زہر میں بجھے ہوئے لغو اور طنزیہ و ہجویہ خرافات کے چند نمونے پیش کیے جا سکیں جس سے مقصود قارئین کو قادیانیت کا حقیقی روپ دکھانا ہے۔

۱۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی توہین

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے بارے میں مرزائے قادیاں کی جن تحریروں سے توہین کا پہلو نکلتا ہے ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

(۱) شانِ الوہیت کے منافی کلمات کا استعمال

۱۔ مرزا صاحب کے نزدیک خدا کا تصور کیا ہے ان کی درج ذیل تحریر سے واضح ہے:

''اس بیان مذکورہ کی تصویر دکھانے کے لیے تخیلی طور ہم فرض کر سکتے ہیں کہ قیوم العالمین ایک ایسا وجود اعظم ہے جس کے لیے بے شمار ہاتھ، بے شمار پیر اور ہر ایک عضو اس کثرت سے ہے کہ تعداد سے خارج اور لاانتہا عرض اور طول رکھتا ہے اور تیندوے کی طرح اس وجود اعظم کی تاریں بھی ہیں جو صفحہ ہستی کے تمام کناروں تک پھیل رہی ہیں اور کشش کا کام دے رہی ہیں، یہ وہی اعضاء ہیں جن کا دوسرے لفظوں میں عالم نام ہے۔ جب قیوم عالم کوئی حرکت جزوی یا کلی کرے گا تو اس حرکت کے ساتھ اس کے اعضاء میں حرکت پیدا ہو جانا ایک لازمی امر ہے۔''(۱)

۲۔ مرزا صاحب مزید لکھتے ہیں:

ربنا عاج. (۲)

''ہمارا رب عاجی ہے (اس کے معنی ابھی تک معلوم نہیں ہوئے)۔''

اس عبارت میں مرزا صاحب نے خدا تعالیٰ کے لیے ایک ایسا مہمل لفظ استعمال کیا ہے جس کا معنیٰ ان کو خود بھی معلوم نہیں۔ اللہ ﷻ کی طرف اس قسم کے الفاظ منسوب کرنا صراحتاً گستاخی ہے۔

۳۔ اسی طرح انہوں نے اللہ تعالیٰ کو (نعوذ باللہ) چوروں کے ساتھ تشبیہ دینے سے بھی احتراز نہ کیا اور لکھا کہ

---

(۱) غلام احمد قادیانی، توضیح المرام: ۷۵، مندرجہ روحانی خزائن، ۳: ۹۰

(۲) ۱۔ غلام احمد قادیانی، براہین احمدیہ: ۵۵۶، روحانی خزائن، ۱: ۶۶۳

۲۔ تذکرہ، مجموعہ الہاماتِ مرزا: ۱۰۵

''وہ خدا جس کے قبضہ میں ذرہ ذرہ ہے اس سے انسان کہاں بھاگ سکتا ہے۔ وہ فرماتا ہے کہ میں چوروں کی طرح پوشیدہ آؤں گا۔''(۱)

۴۔ مزید برآں انہوں نے خدا کی حقانیت کو اپنی بعثت سے مشروط کرتے ہوئے کہا:

''سچا خدا وہی خدا ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔''(۲)

۵۔ مرزا صاحب اللہ تعالیٰ پر مرض میں مبتلا ہونے کا الزام لگانے سے بھی باز نہیں آتے۔ وہ ایک جگہ لکھتے ہیں:

''کیا کوئی عقلمند اس بات کو قبول کر سکتا ہے کہ اس زمانہ میں خدا سنتا تو ہے مگر بولتا نہیں پھر بعد اس کے یہ سوال ہوگا کہ کیوں نہیں بولتا کیا زبان پر کوئی مرض لاحق ہوگئی ہے مگر کان مرض سے محفوظ ہیں۔''(۳)

(۲) عینِ خدا ہونے کا دعویٰ

کہتے ہیں جب کسی کی جھجک ختم ہو جائے تو وہ آگے ہی بڑھتا چلا جاتا ہے۔ مرزا صاحب بھی کفر کے سفر پر جب گامزن ہوئے تو بڑھتے ہی چلے گئے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے مقام و مرتبہ کا حیا بھی نہ کیا۔ مرزا صاحب جب مجدد اور مسیح کے بعد انبیاء و رُسل کی مثلیت کے دعوے کر چکے تو خواب پریشاں میں اپنے آپ کو رسول سے بھی آگے خدا کے منصب پر فائز کر لیا۔

مرزا صاحب خواب پریشاں میں اپنے آپ کو رسول سے بھی آگے خدا کے منصب پر فائز کر لیتے ہیں۔ وہ عینِ خدا ہونے کا دعویٰ ان الفاظ میں کرتے ہیں:

---

(۱) غلام احمد قادیانی، تجلیّاتِ الٰہیہ: ۴، مندرجہ روحانی خزائن، ۲۰: ۳۹۶

(۲) غلام احمد قادیانی، دافع البلاء: ۱۱ مندرجہ روحانی خزائن، ۱۸: ۲۳۱

(۳) غلام احمد قادیانی، ضمیمہ براہین احمدیہ، ۵: ۱۴۴، مندرجہ روحانی خزائن، ۲۱: ۳۱۲

۱۔ ورأیتنی فی المنام عین اللہ وتیقنت أننی ھو. [1]

’’میں (مرزا غلام احمد قادیانی) نے اپنے ایک کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں۔‘‘

ایک جگہ مرزا صاحب خود کو کن فیکون کے مقامِ الوہیت پر فائز کرتے ہوئے کہتے ہیں:

۲۔ انما أمرک اذا أردت شیئا تقول لہ کن فیکون. [2]

’’تو جس بات کا ارادہ کرتا ہے وہ تیرے حکم سے فی الفور ہو جاتی ہے۔‘‘

۳۔ أنت منی بمنزلۃ توحیدی وتفریدی. [3]

’’تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ میری توحید اور تفرید۔‘‘

۴۔ انت منی بمنزلۃ عرشی. [4]

’’تو مجھ سے بمنزلہ میرے عرش کے ہے۔‘‘

۵۔ انت منی وانا منک. [5]

---

(۱) ۱۔ غلام احمد قادیانیآئینہ کمالات اسلام: ۵۶۴ مندرجہ روحانی خزائن، ۵: ۵۶۴

۲۔ غلام احمد قادیانی، کتاب البریہ: ۸۵، مندرجہ روحانی خزائن، ۱۳: ۱۰۳

(۲) غلام احمد قادیانی، حقیقۃالوحی: ۱۰۵، مندرجہ روحانی خزائن، ۲۲: ۱۰۸

(۳) ۱۔ مرزا قادیانی، لیکچر لدھیانہ: ۵، مندرجہ روحانی خزائن، ۲۰: ۲۵۳

۲۔ غلام احمد قادیانی، حقیقۃ الوحی: ۸۶، مندرجہ روحانی خزائن: ۸۹

(۴) غلام احمد قادیانی، حقیقۃ الوحی: ۸۶، مندرجہ روحانی خزائن: ۸۹

(۵) ۱۔ مفتی محمد صادق قادیانی، ذکر حبیب: ۲۲۱ ←

''تو مجھ سے اور میں تجھ سے ہوں۔''

۶۔ يَا قَمَرُ يَا شَمْسُ اَنْتَ مِنِّي وَاَنَا مِنْکَ.(۱)

''اے چاند اور اے سورج تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔''

۷۔ اَنت منی بمنزلة بروزی.(۲)

''اور تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ میں ہی ظاہر ہو گیا یعنی تیرا ظہور بعینہ میرا ظہور ہو گیا۔''

(۳) اپنے وجود میں خدا کے حلول اور تخلیق کا دعویٰ

''خدا تعالیٰ میرے وجود میں داخل ہو گیا اور میرا غضب وحلم اور تلخی وشرینی اور حرکت وسکون سب اسی کا ہو گیا۔ اور اس حالت میں، میں یوں کہہ رہا تھا کہ ہم ایک نیا نظام اور نیا آسمان اور نئی زمین چاہتے ہیں۔ سو میں نے پہلے تو آسمان اور زمین کو اجمالی صورت میں پیدا کیا جس میں کوئی ترتیب اور تفریق نہ تھی پھر میں نے منشاءِ حق کے موافق اس کی ترتیب وتفریق کی۔ اور میں دیکھتا تھا کہ میں اس کے خلق پر قادر ہوں۔ پھر میں نے آسمانِ دنیا کو پیدا کیا اور کہا انّا زيّنا السّمَاءَ الدّنيا بمَصَابيح. پھر میں نے کہا اب ہم انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کریں گے۔ پھر میری حالت کشف سے الہام کی طرف منتقل ہو گئی اور میری زبان پر جاری ہوا أردت أن استخلف فخلقت آدمَ انا خلقنا الإنسان في أحسن تقويم.''(۳)

.... ۲۔ تذکرہ، الہامات مرزا: ۵۱۷، ۷۰۰، ۷۷۱

(۱) ۱۔ غلام احمد قادیانی، حقیقۃ الوحی: ۷۴، مندرجہ روحانی خزائن، ۲۲: ۷۷
۲۔ تذکرہ، مجموعہ الہامات مرزا: ۵۸۱

(۲) تذکرہ، مجموعہ الہامات مرزا: ۵۹۶

(۳) غلام احمد قادیانی، کتاب البریہ: ۸۶، ۸۷، مندرجہ روحانی خزائن، ۳: ۱۰۴، ۱۰۵

(۴) خدا قادیان میں نازل ہوگا

۱۔ ’’ایک بار مجھے یہ الہام ہوا تھا کہ خدا قادیان میں نازل ہوگا اپنے وعدہ کے موافق۔‘‘(۱)

۲۔ **انّا نبشّرک بغلام مظهر الحق والعلٰی ط کانّ الله نزل من السّمآء.** (۲)

’’ہم ایک لڑکے کی تجھے بشارت دیتے ہیں جس کے ساتھ حق کا ظہور ہوگا گویا آسمان سے خدا اترے گا۔‘‘

(۵) مرزا کا اپنے خدا سے ایک پوشیدہ تعلق

یہاں آ کر تو مرزا قادیانی متانت و شائستگی کی تمام حدود پھلانگ گیا۔ اس مقام پر بسوخت عقل زحیرت که ایں چه بوالعجبیست کہنے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں۔

مرزا صاحب ’’براہینِ احمدیہ‘‘ میں یہ گل کھلاتے ہیں:

۱۔ ’’اور درحقیقت میرے اور میرے خدا کے درمیان ایسے باریک راز ہیں جن کو دنیا نہیں جانتی اور مجھے خدا سے ایک نہانی تعلق ہے جو قابلِ بیان نہیں۔‘‘(۳)

اس پوشیدہ تعلق کی وضاحت مرزا صاحب کا ایک پیروکار قاضی یار محمد قادیانی بایں الفاظ کرتا ہے:

---

(۱) تذکرہ، مجموعہ الہامات ومکاشفات مرزا: ۴۵۲

(۲) غلام احمد قادیانی، حقیقۃالوحی: ۹۵ مندرجہ روحانی خزائن، ۲۲: ۹۸، ۹۹

(۳) غلام احمد قادیانی، براہین احمدیہ، ۵: ۶۴، روحانی خزائن، ۲۱: ۸۱

۲۔ ''حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) نے ایک موقع پر اپنی حالت یہ ظاہر فرمائی کہ کشف کی حالت آپ پر اس طرح طاری ہوئی کہ گویا آپ عورت ہیں اور اللہ تعالیٰ نے رجولیت کی طاقت کا اظہار فرمایا تھا۔''(۱) (معاذ اللہ)

یہ کلمہ یقیناً شیطان کی وسوسہ اندازی کی معراج کا مظہر ہے جس نے مرزا کے نہاں خانہ ذہن میں ایسے بیہودہ خیال کی میخ لگا دی۔ اس سے دل میں یہ گمان گزرتا ہے کہ شاید مرزا صاحب کے ذہنی توازن میں خاصہ خلل واقع ہو گیا تھا اور وہ ترنگ میں آ کر ایسے کفریہ کلمات بکنے لگتے جن کی کسی جاہل، ان پڑھ کلمہ گو سے بھی توقع نہیں کی جا سکتی۔ خدا تعالیٰ کے لیے ایسے نازیبا اور بیہودہ الفاظ استعمال کرنا اور قومِ لوط کے اس فعل کا اپنی طرف منسوب کرنا مرزا صاحب کی بدترین مریضانہ ذہنی کیفیت کا آئینہ دار ہے۔

آگے چل کر وہ اپنی اسی نفسیاتی مریضانہ کیفیت کے باعث ایک اور انکشاف کرتے ہیں:

۳۔ ''مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا اور آخر کئی مہینہ کے جو دس مہینے سے زیادہ نہیں بذریعہ اس الہام کے جو سب کے آخر براہین کے حصہ چہارم صفحہ نمبر ۵۵۸ میں درج ہے۔ مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا پس اسی طور سے میں ابن مریم ٹھہرا۔''(۲)

۴۔ ''بابو الٰہی بخش چاہتا ہے کہ تیرا حیض دیکھے یا کسی پلیدی اور ناپاکی پر اطلاع پائے مگر خدا تجھے اپنے انعامات دکھلائے گا جو متواتر ہوں گے اور تجھ میں حیض نہیں بلکہ وہ بچہ ہو گیا ہے جو بمنزلہ اطفال اللہ ہے۔''(۳)

(۱) قاضی یار محمد قادیانی، اسلامی قربانی ٹریکٹ نمبر، ۳۴، ص: ۱۳
(۲) غلام احمد قادیانی، کشتی نوح: ۴۷، مندرجہ روحانی خزائن، ۱۹: ۵۰
(۳) غلام احمد قادیانی، تتمہ حقیۃ الوحی: مندرجہ روحانی خزائن، ۲۲: ۵۸۱

(٦) خدا کا بیٹا ہونے کا دعویٰ

قرآن حکیم نے سورۂ اخلاص میں توحید باری تعالیٰ کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے صراحتاً فرمایا ہے:

لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ۝[1]

''نہ اس سے کوئی پیدا ہوا ہے اور نہ ہی وہ پیدا کیا گیا ہے۝''

نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہا یہود نے حضرت عزیر علیہ السلام کو ابن اللہ کہا، کفار مکہ نے فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہا جبکہ مرزا سب سے آگے نکل گئے اور خود کو خدا کا بیٹا کہنے لگے۔ اپنے ایک خود ساختہ الہام میں لکھتے ہیں:

۱۔ انت منی بمنزلة ولدی.[2]

''تو مجھ سے بمنزلہ میرے فرزند کے ہے۔''

۲۔ اسمع ولدی.[3]

''اے میرے بیٹے سُن!''

۳۔ میں نے تجھ سے ایک خرید و فروخت کی ہے یعنی ایک چیز میری تھی جس کا تو مالک بنایا گیا اور ایک چیز تیری تھی جس کا میں مالک بن گیا تو بھی اس خرید و فروخت کا اقرار کر اور کہہ دے کہ خدا نے مجھ سے خرید و فروخت کی، تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ اولاد تو مجھ میں سے ہے اور میں تجھ میں سے ہوں۔[4]

---

(۱) الاخلاص، ۱۱۲: ۳

(۲) غلام احمد قادیانی، حقیقة الوحی: ۸۶: مندرجه روحانی خزائن، ۲۲: ۸۹

(۳) منظور الٰہی قادیانی، البشری، ۱: ۴۹

(۴) مرزا غلام احمد قادیانی، دافع البلاء: ۸، مندرجه روحانی خزائن، ۱۸: ۲۲۸

۴۔ أنت من ماءنا وهم من فشلٍ.[۱]

''تو ہمارے پانی سے ہے، اور وہ لوگ فشل سے۔''

(۷) خدا عرش پر مرزا کی تعریف کرتا ہے

۱۔ یحمدک الله من عرشه ویمشی إلیک.[۲]

''خدا اپنے عرش سے تیری تعریف کرتا ہے اور تیری طرف چلا آتا ہے۔''

(۸) خدا نماز پڑھتا، روزہ رکھتا اور جاگتا سوتا بھی ہے

مرزا صاحب کو ان کے خدا کی طرف سے یہ الہام ہوا:

۱۔ اُصَلِّی وَ اَصُوْمُ اَسْهَرُ وَ اَنَامُ.[۳]

''میں نماز پڑھوں گا اور روزہ رکھوں گا اور افطار کروں گا جاگتا ہوں اور سوتا ہوں۔''

(۹) خدا غلطی بھی کرتا ہے

اِنِّیْ مَعَ الْاَسْبَابِ اٰتِیْکَ بَغْتَةً اِنِّیْ مَعَ الرَّسُوْلِ اُجِیْبُ اُخْطِیُ وَاُصِیْبُ اِنِّیْ مَعَ الرَّسُوْلِ مُحِیْطٌ.[۴]

''میں اسباب کے ساتھ اچانک تیرے پاس آؤں گا۔ خطا کروں گا اور بھلائی

---

(۱) تذکرہ، مجموعه الہامات: ۴۹۶

(۲) تذکرہ، مجموعه الہامات: ۸۱، ۴۹۹

(۳) ۱۔ البشریٰ، مجموعه الہاماتِ مرزا، ۲: ۷۹،
۲۔ مجموعه اشتہارات، ۳: ۵۹۲، تذکرہ، مجموعه الہامات مرزا: ۴۷۴

(۴) ۱۔ البشریٰ، مجموعه الہاماتِ مرزا، ۲: ۷۹
۲۔ تذکرہ، مجموعه الہامات مرزا: ۴۷۵

کروں گا۔ اپنے رسول کے ساتھ محیط ہوں۔‘‘

مرزا صاحب کی مذکورہ بالا عبارات سے ظاہر ہے کہ ان کا خدا وہ نہیں جو مسلمانوں کا ہے، کیونکہ مسلمانوں کا خدا ان تمام صفات سے منزہ ہے جو انہوں نے بیان کی ہیں۔ اس خدا کی نہ کوئی مثال ہے اور نہ کوئی مثیل۔ جب مرزا کا مسلمانوں کے خدا سے کوئی واسطہ ہی نہ رہا تو عیاں را چہ بیاں کے مصداق ان کا اسلام سے بھی کوئی واسطہ نہ رہا۔ خود مرزا صاحب اور ان کے پیروکار ضروریات دین کے انکار کے باعث دائرہ اسلام سے نکل گئے۔ مسلمان فقط وہ ہے جو ضروریات دین کو تمام تر لوازم و شرائط کے ساتھ مانتا ہے اور جو ان میں سے کسی ایک کا بھی انکار کرے گا وہ کافر ہے اور جو سرے سے خدا کا ہی انکار کر دے، بلکہ اپنی ذات میں خدائی صفات پائے جانے کا دعویٰ کرے تو اس کے کفر میں کیا کسر باقی رہ جاتی ہے۔ سو مرزا صاحب اور ان کے پیروکاروں کے کافر ہونے میں ذرہ برابر شک نہیں رہ جاتا۔

۲۔ حضور خاتم الانبیاء ﷺ کی توہین

خدائے ﷻ کی شان میں ہرزہ سرائی کے بعد مرزا اور اس کے حواریوں نے اس ذات کو اہانت کا نشانہ بنانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی جو بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر کی مصداق ہے۔ بطور نمونہ چند عبارات درج ذیل ہیں:

(ا) خود کو ’’محمد رسول اللہ‘‘ قرار دینا

ا۔ ’’پھر اسی کتاب میں اس مکالمہ کے قریب ہی یہ وحی اللہ ہے **محمد رسول اللہ والذین معه اشداء علی الکفار رحماء بینھم**۔ اس وحی الٰہی میں میرا نام محمد رکھا گیا اور رسول بھی۔‘‘(۱)

(۱) غلام احمد قادیانی، ایک غلطی کا ازالہ: ۳، مندرجہ روحانی خزائن، ۱۸: ۲۰۷

۲۔ ’’خدا تعالیٰ نے آج سے ۲۶ برس پہلے میرا نام براہین احمدیہ میں محمد اور احمد رکھا ہے اور آنحضرت ﷺ کا بروز مجھے قرار دیا ہے۔‘‘(۱)

۳۔ ’’نبوت کی تمام کھڑکیاں بند کی گئیں مگر ایک کھڑکی سیرتِ صدیقی کی کھلی ہے یعنی فنا فی الرسول کی پس جو شخص اس کھڑکی کی راہ سے خدا کے پاس آتا ہے اس پر ظلی طور پر وہی نبوت کی چادر پہنائی جاتی ہے جو نبوت محمدی کی چادر ہے اس لیے اس کا نبی ہونا غیرت کی جگہ نہیں کیونکہ وہ اپنی ذات سے نہیں بلکہ اپنے نبی کے چشمہ سے لیتا ہے اور نہ اپنے بلکہ اُسی کے جلال کے لیے۔ اسی لیے اس کا نام آسمان پر محمد اور احمد ہے، اس کے یہ معنی ہیں کہ محمد کی نبوت آخر محمد کو ہی ملی۔ گو بروزی طور پر مگر کسی اور کو۔‘‘(۲)

۴۔ ’’اور چونکہ مشابہت تامہ کی وجہ سے مسیح موعود (مرزا قادیانی) اور نبی کریم ﷺ میں کوئی دوئی باقی نہیں حتی کہ ان دونوں کے وجود بھی ایک وجود کا ہی حکم رکھتے ہیں جیسا کہ خود مسیح موعود نے فرمایا ہے کہ صار وجودی وجوده (دیکھو خطبہ الہامیہ: ۱۷۱) اور حدیث میں بھی آیا ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مسیح موعود (مرزا قادیانی) میری قبر میں دفن کیا جائے گا جس سے یہی مراد ہے کہ وہ میں ہی ہوں یعنی مسیح موعود (مرزا قادیانی) نبی کریم ﷺ سے الگ کوئی چیز نہیں ہے بلکہ وہی ہے جو بروزی رنگ میں دوبارہ دنیا میں آئے گا تاکہ اشاعت اسلام کے کام پورے کرے اور **هو الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کله** کے فرمان کے مطابق تمام ادیان باطلہ پر اتمام حجت کر کے اسلام کو دنیا کے کونوں تک پہنچا دے تو اس صورت میں کیا اس بات میں کوئی شک رہ جاتا ہے کہ قادیان میں اللہ تعالیٰ نے پھر محمد کو اتارا تاکہ اپنے وعدہ کو پورا کرے جو اس نے **آخرین منهم لما یلحقوا بهم** میں فرمایا تھا۔‘‘(۳)

---

(۱) غلام احمد قادیانی، حقیقة الوحی: ۶۷، مندرجہ روحانی خزائن، ۲۲: ۵۰۲

(۲) غلام احمد قادیانی، ایک غلطی کا ازالہ: ۴، روحانی خزائن: ۱۸: ۲۰۷، ۲۰۸

(۳) بشیر احمد قادیانی، کلمة الفصل، مندرجہ رسالہ ’’ریویو آف ریلیجنز‘‘ قادیان، ص: ۱۰۵، نمبر: ۴، جلد: ۱۴

۵۔ ''اگر ہم بفرض محال یہ بات مان بھی لیں کہ کلمہ شریف میں نبی کریم کا اسم مبارک اس لیے رکھا گیا ہے کہ آپ آخری نبی ہیں تو تب بھی کوئی حرج واقع نہیں ہوتا اور ہم کو نئے کلمہ کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ کیونکہ مسیح موعود نبی کریم سے کوئی الگ چیز نہیں جیسا کہ وہ (مرزا صاحب) خود فرماتا ہے: **صار وجودی وجوده نیز من فرق بینی و بین المصطفی فما عرفنی وما رانی** اور یہ اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ وہ ایک دفعہ اور خاتم النبیین کو دنیا میں مبعوث کرے گا جیسا کہ آیت **اخرین و منهم** سے ظاہر ہے۔ پس مسیح موعود (مرزا صاحب) خود محمد رسول اللہ ہے جو اشاعت اسلام کے لیے دوبارہ دنیا میں تشریف لائے۔ اس لیے ہم کو کسی نئے کلمہ کی ضرورت نہیں۔ ہاں اگر محمد رسول اللہ کی جگہ کوئی اور آتا تو ضرورت پیش آتی۔''[1]

۶۔ مرزا قادیانی کے خاص مرید قاضی ظہور الدین اکمل نے مرزا صاحب کی شان میں ایک نظم لکھی جسے انہوں نے خوب سراہا۔ اس کے دو شعر درج ذیل ہیں:

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں
اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شاں میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل
غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں[2]

۷۔ ''اور ہمارے نزدیک تو کوئی دوسرا آیا ہی نہیں۔ نہ نیا نبی نہ پرانا بلکہ خود محمد رسول اللہ ﷺ ہی کی چادر دوسرے کو پہنائی گئی ہے اور وہ خود ہی آئے ہیں۔''[3]

---

(۱) بشیر احمد قادیانی، کلمة الفصل، مندرجہ رسالہ ''ریویو آف ریلیجنز'' قادیان، ص: ۱۵۸، نمبر: ۴، جلد: ۱۴

(۲) از قاضی محمد ظہور الدین اکمل قادیانی، منقول از اخبار ''پیغام صلح'' مورخہ، ۱۴ مارچ، ۱۹۱۶ء، اخبار ''بدر'' قادیان، نمبر ۴۳، ج ۲، ۲۵ اکتوبر ۱۹۰۶ء، ص ۴

(۳) ارشاد مرزا غلام احمد قادیانی، مندرجہ اخبار ''الحکم'' قادیان، نمبر، ۳۰ ←

۸۔ ''اب معاملہ صاف ہے اگر نبی کریم کا انکار کفر ہے تو مسیح موعود کا انکار بھی کفر ہونا چاہئے کیونکہ مسیح موعود نبی کریم سے کوئی الگ چیز نہیں ہے بلکہ وہی ہے۔ اگر مسیح موعود کا منکر کافر نہیں تو نعوذ باللہ نبی کریم کا منکر بھی کافر نہیں۔ کیونکہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ پہلی بعثت میں تو آپ کا انکار کفر ہو مگر دوسری بعثت میں جس میں بقول حضرت مسیح موعود آپ کی روحانیت اقوی اور اکمل اور اشد ہے۔ آپ کا انکار کفر ہو۔''(۱)

(۲) آیت میں مذکور 'اِسْمُهٗ اَحْمَد' کا مصداق مرزا قادیانی

مرزا غلام احمد قادیانی نے سورۃ الصّف میں مذکور حضور نبی اکرم ﷺ کے اسم مبارک احمد کا مصداق خود کو قرار دینے کی بھونڈی گستاخی کی، جس کا ثبوت درج ذیل عبارات ہیں:

۱۔ ''اور جیسا کہ آیت و مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمه احمد میں یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کا آخر زمانہ میں ایک مظہر ظاہر ہوگا گویا وہ اس کا ایک ہاتھ ہوگا جس کا نام آسمان پر احمد ہوگا۔''(۲)

۲۔ ''خوب توجہ کر کے سن لو کہ اب اسم محمد کی تجلی ظاہر کرنے کا وقت نہیں، یعنی اب جلالی رنگ کی کوئی خدمت باقی نہیں کیونکہ مناسب حد تک وہ جلال ظاہر ہو چکا۔ سورج کی کرنوں کی اب برداشت نہیں، اب چاند کی ٹھنڈی روشنی کی ضرورت ہے اور وہ احمد کے رنگ میں ہو کر میں ہوں۔ اب اسم احمد کا نمونہ ظاہر کرنے کا وقت ہے یعنی جمالی طور کی خدمات کے ایام ہیں اور اخلاقی کمالات کے ظاہر کرنے کا زمانہ ہے۔''(۳)

.... نومبر ۱۹۰۱ء

(۱) بشیر احمدقادیانی، کلمة الفصل" مندرجه رساله "ریویو آف ریلیجز" ص ۱۴۶۔۱۴۷، نمبر ۳، جلد ۱۴

(۳) غلام احمد قادیانی، اربعین نمبر ۴: ۱۷، مندرجه روحانی خزائن، ۱۷: ۴۴۵، ۴۴۶

۳۔ ''وسمّانی ربی أحمد فاحمدونی فلا تشتمونی (میرے رب نے میرا نام احمد رکھا ہے، پس میری تعریف کرو اور مجھے دشنام مت دو اور اپنے امر کو ناامیدی کے درجہ تک مت پہنچاؤ اور جس نے میری تعریف کی اور کوئی قسم کی تعریف نہ چھوڑی تو اس نے سچ بولا اور جھوٹ کا ارتکاب نہ کیا اور جس نے اس بیان کو جھٹلایا، پس اس نے جھوٹ بولا ہے اور اپنے خدا کے غصے کو بھڑکایا ہے۔''(۱)

۴۔ ''اور اس آنے والے کا نام جو احمد رکھا گیا ہے وہ بھی اس کے مثیل ہونے کی طرف اشارہ ہے کیونکہ محمد جلالی نام ہے اور احمد جمالی اور احمد اور عیسیٰ اپنے جمالی معنوں کی رو سے ایک ہی ہیں اسی کی طرف یہ اشارہ ہے: **ومبشرا برسول یأتی من بعدی اسمہ احمد** مگر ہمارے نبی فقط احمد ہی نہیں محمد بھی ہیں یعنی جامع جلال و جمال ہیں لیکن آخری زمانہ میں برطبق پیش گوئی مجرد احمد جو اپنے اندر حقیقت عیسویت رکھتا ہے بھیجا گیا۔''(۲)

۵۔ مرزا محمود صاحب اس کی تائید میں لکھتے ہیں:

''پہلا مسئلہ یہ ہے کہ آیا حضرت مسیح موعود کا نام احمد تھا یا آنحضرت ﷺ کا ...... اور کیا سورۃ صف کی آیت جس میں ایک رسول کی جس کا نام احمد ہوگا بشارت دی گئی ہے، آنحضرت ﷺ کے متعلق ہے یا حضرت مسیح موعود کے متعلق؟ میرا یہ عقیدہ ہے کہ آیت مسیح موعود کے متعلق ہے اور احمد آپ ہی ہیں۔''(۳)

٦۔ ''ان تمام الہامات میں اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود کو احمد کے نام سے پکارا ہے۔ دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں حضرت مسیح موعود بیعت لیتے وقت یہ اقرار لیا کرتے تھے کہ ''آج میں احمد کے ہاتھ پر اپنے تمام گناہوں سے توبہ کرتا ہوں'' پر اس پر بس نہیں جبکہ آپ نے اپنی جماعت کا نام بھی احمدی جماعت رکھا۔ پس یہ بات یقینی ہے کہ آپ

---

(۱) غلام احمد قادیانی خطبہ الہامیہ: ۲۰، مندرجہ روحانی خزائن، ۱٦: ۵۳

(۲) غلام احمد قادیانی، ازالہ اوہام حصہ دوم: ٦۷۳، روحانی خزائن، ۳: ۴٦۳

(۳) مرزا محمود، انوار خلافت: ۱۸

احمد تھے۔‘‘(۱)

۷۔ ’’اب یہاں سوال ہوتا ہے کہ وہ کون سا رسول ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد آیا اور اس کا نام احمد ہے۔ میرا اپنا دعویٰ ہے اور میں نے یہ دعویٰ یوں ہی نہیں کر دیا بلکہ حضرت مسیح موعود کی کتابوں میں بھی اسی طرح لکھا ہوا ہے اور حضرت خلیفۃ المسیح اول نے بھی یہ ہی فرمایا ہے کہ مرزا صاحب احمد ہیں چنانچہ ان کے درسوں کے نوٹوں میں یہی چھپا ہوا ہے اور میرا ایمان ہے کہ اس آیت (اسمہ احمد) کے مصداق حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہی ہیں۔‘‘(۲)

(۳) نبوتِ محمدیہ ﷺ کے تمام کمالات کا اِحاطہ

۱۔ ’’ہر ایک نبی کو اپنی استعداد اور کام کے مطابق کمالات عطا ہوتے تھے۔ کسی کو بہت، کسی کو کم مگر مسیح موعود کو تو تب نبوت ملی جب اس نے نبوت محمدیہ ﷺ کے تمام کمالات کو حاصل کر لیا اور اس قابل ہو گیا کہ ظلی نبی کہلائے۔ پس ظلی نبوت نے مسیح موعود کے قدم کو پیچھے نہیں ہٹایا بلکہ آگے بڑھایا اور اس قدر آگے بڑھایا کہ نبی کریم کے پہلو بہ پہلو لا کھڑا کیا۔‘‘(۳)

۲۔ ’’الغرض مسیح موعود کی تحریروں سے یہ بات پختہ طور سے ثابت ہو رہی ہے کہ حضرت مسیح موعود یقیناً محمد تھے اور آپ کو چونکہ آنحضرت صلعم کا بروزی وجود عطا کیا گیا تھا اس لیے آپ عین محمد تھے اور آپ میں جمیع کمالاتِ محمدیہ کامل طور پر منعکس تھے۔ پس اس لیے آپ کے عین محمد ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں اور ایسا ہونا قدیم سے مقدر تھا کہ

---

(۱) مرزا بشیر احمد، کلمۃ الفصل:، مندرجہ رسالہ ریویو آف ریلیجنز، قادیان: ۱۳۹، نمبر: ۳، ج: ۱۴

(۲) مرزا محمود احمد، انوار خلافت: ۲۱

(۳) بشیر احمد قادیانی، کلمۃ الفصل، مندرجہ رسالہ ”ریویو آف ریلیجنز“ قادیان، ص: ۱۱۳، نمبر: ۴، جلد: ۱۴

آنحضرت ﷺ کے بعد ایک بروز محمد جمیع کمالات محمدی کے ساتھ مبعوث ہوگا۔‘‘[۱]

(۴) حضور نبی اکرم ﷺ پر فضیلت کا دعویٰ

۱۔ ’’اس (نبی کریم ﷺ) کے لیے چاند کے خسوف کا نشان ظاہر ہوا اور میرے لیے چاند اور سورج دونوں کا، اب کیا تو انکار کرے گا؟‘‘[۲]

۲۔ ’’اور جس نے اس بات سے انکار کیا کہ نبی علیہ السلام کی بعثت چھٹے ہزار سے تعلق رکھتی ہے جیسا کہ پانچویں ہزار سے تعلق رکھتی تھی پس اس نے حق کا اور نص قرآن کا انکار کیا بلکہ حق یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی روحانیت چھٹے ہزار کے آخر میں یعنی ان دنوں میں بہ نسبت ان سالوں کے اقویٰ اور اکمل اور اشد ہے بلکہ چودھویں رات کے چاند کی طرح ہے۔‘‘[۳]

۳۔ ’’ہمارے نبی کریم ﷺ کی روحانیت نے پانچویں ہزار میں اجمالی صفات کے ساتھ ظہور فرمایا اور وہ زمانہ اس روحانیت کی ترقیات کا انتہا نہ تھا بلکہ اس کے کمالات کے معراج کے لیے پہلا قدم تھا۔ پھر اس روحانیت نے چھٹے ہزار کے آخر میں یعنی اس وقت (مرزا کے زمانہ میں) پوری طرح سے تجلی فرمائی۔‘‘[۴]

۴۔ ’’اور ظاہر ہے کہ فتح مبین کا وقت ہمارے نبی کریم کے زمانہ میں گزر گیا اور دوسری فتح باقی رہی کہ پہلے غلبہ سے بہت بڑی اور زیادہ ظاہر ہے اور مقدر تھا کہ اس کا وقت مسیح موعود کا وقت ہو اور اسی کی طرف خدا تعالیٰ کے اس قول میں اشارہ ہے: **سبحان الذی اسری**......۔‘‘[۵]

---

(۱) اخبار ”الفضل“ قادیان، ج: ۳، نمبر: ۳۷، مورخہ ۱۶ ستمبر ۱۹۱۵ء

(۲) غلام احمد قادیانی، اعجاز احمدی: ۷۱، مندرجہ روحانی خزائن، ۱۹: ۱۸۳

(۳) غلام احمد قادیانی، خطبہ الہامیہ، مندرجہ روحانی خزائن، ۱۶: ۲۷۱، ۲۷۲

(۴) غلام احمد قادیانی، خطبہ الہامیہ: ۱۷۷، مندرجہ روحانی خزائن، ۱۶: ۲۶۶

(۵) غلام احمد قادیانی، خطبہ الہامیہ، مندرجہ روحانی خزائن، ۱۶: ۲۸۸

۵۔ ’’اسی بناء پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر آنحضرت ﷺ پر ابن مریم اور دجال کی حقیقت کاملہ بوجہ نہ موجود ہونے کسی نمونہ کے موبمو منکشف نہ ہوئی ہو اور نہ دجال کے ستر باع کے گدھے کی اصل کیفیت کھلی ہو اور نہ یاجوج ماجوج کی عمیق تہ تک وحی الٰہی نے اطلاع دی ہو اور نہ دابۃ الارض کی ماہیت کماہی ہی ظاہر فرمائی گئی۔‘‘(۱)

۶۔ ’’غرض اس زمانہ کا نام جس میں (ہم) ہیں زمان البرکات ہے لیکن ہمارے نبی ﷺ کا زمانہ فرمان التائیدات اور دفع الافات تھا۔‘‘(۲)

۷۔ یہ بالکل صحیح بات ہے کہ ہر شخص ترقی کرسکتا ہے اور بڑے سے بڑا درجہ پا سکتا ہے حتی کہ محمد رسول اللہ ﷺ سے بھی بڑھ سکتا ہے۔‘‘(۳)

۸۔ ’’حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذہنی ارتقاء آنحضرت ﷺ سے زیادہ تھا...... اس زمانہ میں تمدنی ترقی زیادہ ہوئی ہے اور یہ جزوی فضیلت ہے جو حضرت مسیح موعود کو آنحضرت ﷺ پر حاصل ہے، نبی کریم ﷺ کی ذہنی استعدادوں کا پورا ظہور بوجہ تمدن کے نقص کے نہ ہوا اور نہ قابلیت تھی۔ اب تمدن کی ترقی سے حضرت مسیح موعود کے ذریعہ (بعثت ثانی) ان کا پورا ظہور ہوا ہے۔ اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ آپ کو موقع ملا اور ذہنی طاقتوں کی نشوونما ہو گئی چنانچہ آج کل باریک اقسام گناہ کی نکل آئی ہیں اور کئی باریک نیکیاں بھی ظاہر ہو رہی ہیں۔ مقابلہ زیادہ سخت ہے، لوگ اعلیٰ تربیت کی وجہ سے اعتراض کرتے ہیں جن کا جواب بغیر ذہنی ترقی کے مشکل تھا۔ تلوار کے جہاد کے بجائے قلمی جہاد کا

---

(۱) غلام احمد قادیانی، ازالہ اوہام، حصہ دوم: ۶۹۱، مندرجہ روحانی خزائن، ۳: ۴۷۳

(۲) اشتہار مرزا غلام احمد قادیانی، مورخہ ۲۸ مئی ۱۹۰۰ء مجموعہ اشتہارات، ۳: ۹۲۔ حاشیہ مندرجہ تبلیغ رسالت، ۹: ۴۴

(۳) ۱۔ ”میاں محمود احمد، خلیفہ قادیان ڈائری مندرجہ اخبار ”الفضل“ جلد ۱۰، نمبر ۵۰، ص ۵، مورخہ ۱۷، جولائی ۱۹۲۲ء

۲۔ قول خلیفۃ المسیح۔ اخبار الفضل، ۱۷ جولائی ۱۹۲۲

وقت ہے۔‘‘[۱]

(۵) مرزا قادیانی پر درود و سلام

مرزا صاحب نے گستاخی کا ارتکاب کرتے ہوئے خود کو درود و سلام کا مصداق قرار دیا ہے۔ اس حوالے چند اقتباسات درج ذیل ہیں:

۱۔ **صلّی اللہ علیک وعلی محمد.**[۲]

۲۔ **یُصلّون علیک صلحاءُ العرب و ابدالُ الشّام و تصلّی علیک الارضُ والسّماءُ و یَحمَدکَ اللہُ مِن عرشِہ.**[۳]

’’تجھ پر عرب کے صلحاء اور شام کے ابدال درود بھیجیں گے، زمین و آسمان تجھ پر درود بھیجتے ہیں اور اللہ تعالیٰ عرش سے تیری تعریف کرتا ہے۔‘‘

۳۔ ’’ان الہامات کے کئی مقامات میں اس خاکسار پر خدا تعالیٰ کی طرف سے صلوٰۃ اور سلام ہے۔‘‘[۴]

۴۔ ایک قادیانی شاعر مرزا کی مدح میں یوں رقمطراز ہے:

اے امام الوریٰ سلام علیک
مہ بدر الدجے سلام علیک

---

(۱) مضمون از ڈاکٹر شاہنواز خاں، مندرجہ رسالہ ریویو آف ریلیجنز، قادیانی بابت ماہ مئی ۱۹۲۹ء

(۲) تذکرہ مجموعہ الہامات: ۷۹۴

(۳) تذکرہ مجموعہ الہامات: ۱۶۸

(۴) غلام احمد قادیانی، اربعین، ۲۱۲، روحانی خزائن، ۱۷: ۳۶۸

مہدی عہد و عیسیٰ موعود
احمد مجتبیٰ سلام علیک

مطلع قادیاں پہ تو چمکا
ہو کے شمس الہدیٰ سلام علیک

تیرے آنے سے سب نبی آئے
مظہر الانبیاء سلام علیک

مسقط وحی مہبط جبرئیل
سدرۃ المنتہٰی سلام علیک

کفر کی شب کو کر دیا کافور
مثل شمس الضحیٰ سلام علیک

مانتے ہیں تیری رسالت کو
اے رسول خدا سلام علیک

اہل عالم کا تو مطاع ہوا
مظہر مصطفیٰ سلام علیک

تیرے ہاتھوں میں سیف قرآں ہے
اے شہے لافتیٰ سلام علیک

ہے مصدق تیرا کلام خدا
اے مرے میرزا سلام علیک

تیرے ملنے سے مل گیا مولیٰ
احمد حق نما سلام علیک

تیرے یوسف کا تحفہ صبح و مسا
ہے درود و دعا سلام علیک[(۱)]

(۶) مرزا قادیانی کا وجود محمد رسول اللہ کے وجود میں

۱۔ ''اور خدا نے مجھ پر اس رسول کریم کا فیض نازل فرمایا اور اس کو کامل بنایا اور اس نبی اکرم کے لطف اور جود کو میری طرف کھینچا یہاں تک کہ میرا وجود اس کا وجود ہو گیا پس وہ جو میری جماعت میں داخل ہوا درحقیقت میرے سردار خیرالمرسلین کے صحابہ میں داخل ہوا یہی معنی آخرین منھم کے لفظ کے بھی ہیں جیسا کہ سوچنے والوں پر پوشیدہ نہیں اور جو شخص مجھ میں اور مصطفیٰ میں تفریق کرتا ہے اس نے مجھے نہیں دیکھا ہے اور نہیں پہچانا ہے۔''[(۲)]

(۷) محمد رسول اللہ ﷺ کی دو بعثتیں

۱۔ ''ہمارے نبی کریم ﷺ جیسا کہ پانچویں ہزار میں مبعوث ہوئے ایسا ہی مسیح موعود بروزی صورت اختیار کر کے چھٹے ہزار کے آخر میں مبعوث ہوئے۔''[(۳)]

۲۔ ''پس ان معنوں میں مسیح موعود (جو آنحضرت کے بعث ثانی کے ظہور کا ذریعہ ہے) کے احمد اور نبی اللہ ہونے سے انکار کرنا گویا آنحضرت کے بعث ثانی اور آپ کے احمد اور نبی اللہ ہونے سے انکار کرنا ہے جو منکر کو دائرہ اسلام سے خارج اور پکا کافر بنا دینے والا ہے۔''[(۴)]

۳۔ ''اور آنحضرت کی بعثت اول میں آپ کے منکروں کو کافر اور دائرہ اسلام سے

---

(۱) قاضی محمد یوسف قادیانی، روزنامہ الفضل قادیان، ۳۰ جون ۱۹۲۰ء
(۲) غلام احمد قادیانی، خطبہ الہامیہ: مندرجہ روحانی خزائن، ۱۶: ۲۵۸، ۲۵۹
(۳) خطبہ الہامیہ: ۱۸۰، مندرجہ روحانی خزائن، ۱۶: ۲۷۰
(۴) اخبار ''الفضل'' قادیان، ج ۳، نمبر ۳، مورخہ ۲۹، جون ۱۹۱۵ء

خارج قرار دینا لیکن آپ کی بعثت ثانی میں آپ کے منکروں کو داخل اسلام سمجھنا یہ آنخضرت کی ہتک اور آیات سے استہزاء ہے۔ حالانکہ خطبہ الہامیہ میں حضرت مسیح موعود نے آنخضرت کی بعثت اول و ثانی کی باہمی نسبت کو ہلال اور بدر کی نسبت سے تعبیر فرمایا ہے جس سے لازم آتا ہے کہ بعثت ثانی کے کافر کفر میں بعث اول کے کافروں سے بہت بڑھ کر ہیں۔ مسیح موعود کی جماعت و اخرین منھم کی مصداق ہونے سے آنخضرت کے صحابہ میں داخل ہے۔''(۱)

(۸) حضور ﷺ کے مقابلے میں مرزا صاحب کے معجزات

۱۔ ''مثلاً کوئی شریر النفس ان تین ہزار معجزات کا کبھی ذکر نہ کرے جو ہمارے نبی ﷺ سے ظہور میں آئے اور حدیبیہ کی پیش گوئی کو بار بار ذکر کرے کہ وہ وقت اندازہ کردہ پر پوری نہیں ہوئی۔''(۲)

۲۔ ''بلکہ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے میرا جواب یہ ہے کہ اس نے میرا دعویٰ ثابت کرنے کے لیے اس قدر معجزات دکھائے ہیں کہ بہت ہی کم نبی ایسے آئے ہیں جنہوں نے اس قدر معجزات دکھائے ہوں بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اس نے اس قدر معجزات کا دریا رواں کر دیا ہے کہ باستثناء ہمارے نبی ﷺ کے باقی تمام انبیاء میں ان کا ثبوت اس کثرت کے ساتھ قطعی اور یقینی طور پر محال ہے اور خدا نے اپنی حجت پوری کر دی ہے اب چاہے کوئی قبول کرے یا نہ کرے۔''(۳)

۳۔ میری تائید میں اس (خدا) نے وہ نشان ظاہر فرمائے ہیں کہ...... اگر میں ان کو

---

(۱) اخبار ''الفضل'' قادیان، ج۳، نمبر ۱۰، مورخہ ۱۵، جولائی ۱۹۱۵ء

(۲) غلام احمد قادیانی، تحفہ گولڑویہ: ۶۷، مندرجہ روحانی خزائن، ۱۷: ۱۵۳

(۳) غلام احمد قادیانی، حقیقۃ الوحی: ۱۳۶، مندرجہ روحانی خزائن، ۲۲: ۵۷۴

فرداً فرداً شمار کروں تو میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ وہ تین لاکھ سے بھی زیادہ ہیں۔ (۱)

۴۔ ''ان چند سطروں میں جو پیشگوئیاں ہیں وہ اس قدر نشانوں پر مشتمل ہیں جو دس لاکھ سے زیادہ ہوں گے اور نشان بھی ایسے کھلے کھلے ہیں جو اول درجہ پر خارق عادت ہیں۔''(۲)

۵۔ ''اور درحقیقت یہ خارق عادت نشان ہیں اور اگر بہت ہی سخت گیری اور زیادہ سے زیادہ احتیاط سے بھی ان کا شمار کیا جائے تب بھی یہ نشان جو ظاہر ہوئے دس لاکھ سے زائد ہوں گے۔'' (۳)

۶۔ ''اور خدا تعالیٰ نے اس بات کے ثابت کرنے کے لیے کہ میں اس کی طرف سے ہوں اس قدر نشان دکھلائے ہیں کہ اگر وہ ہزار نبی پر بھی تقسیم کیے جائیں تو ان کی بھی ان سے نبوت ثابت ہوسکتی ہے لیکن چونکہ یہ آخری زمانہ تھا اور شیطان کا مع اپنی تمام ذریت کے آخری حملہ تھا اس لیے خدا نے شیطان کو شکست دینے کے لیے ہزارہا نشان ایک جگہ جمع کر دیے لیکن پھر بھی جو انسانوں میں سے شیطان ہیں وہ نہیں مانتے۔''(۴)

۷۔ ''میرے خدا نے عین صدی کے سر پر مجھے مامور فرمایا اور جس قدر دلائل میرے سچا ماننے کے لیے ضروری تھے وہ سب دلائل تمہارے لیے مہیا کر دیئے اور آسمان سے لے کر زمین تک میرے لیے نشان ظاہر کیے اور تمام نبیوں نے ابتداء سے آج تک

---

(۱) غلام احمد قادیانی حقیقة الوحی: ۶۷، روحانی خزائن، ۲۲: ۷۰

(۲) غلام احمد قادیانی، براہین احمدیہ، ۵: ۵۶، مندرجہ روحانی خزائن، ۲۱: ۷۲

(۳) غلام احمد قادیانی، براہین احمدیہ، ۵: ۵۶، مندرجہ روحانی خزائن، ۲۱: ۷۲

(۴) غلام احمد قادیانی، چشمہ معرفت: ۳۱۷، روحانی خزائن، ۲۳: ۳۳۲

میرے لیے خبریں دی ہیں۔"(۱)

(۹) نشان اور معجزہ ایک ہی ہے

"امتیازی نشان جس سے وہ شناخت کیا جاتا ہے پس یقیناً سمجھو کہ سچا مذہب اور حقیقی راست باز ضرور اپنے ساتھ امتیازی نشان رکھتا ہے اور اسی کا نام دوسرے لفظوں میں معجزہ اور کرامت اور خارق عادت امر ہے۔"(۲)

(۱۰) ہلال اور بدر کی نسبت

۱۔ "اور اسلام ہلال کی طرح شروع ہوا اور مقدر تھا کہ انجامِ کار آخر زمانہ میں بدر ہو جائے۔ خدا تعالیٰ کے حکم سے پس خدا تعالیٰ کی حکمت نے چاہا کہ اسلام اس صدر میں بدر کی شکل اختیار کرے جو شمار کے رو سے بدر کی مشابہ ہو۔"(۳)

۲۔ "اور اس آنے والے کا نام جو احمد رکھا گیا ہے وہ بھی اس کے مثیل ہونے کی طرف اشارہ ہے کیونکہ محمد جلالی نام ہے اور احمد جمالی، احمد اور عیسیٰ اپنے جمالی معنوں کے رو سے ایک ہی ہیں اسی کی طرف یہ اشارہ ہے **و مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد** مگر ہمارے نبی ﷺ فقط احمد ہی نہیں بلکہ محمد بھی ہیں یعنی جامع جلال و جمال لیکن آخری زمانہ میں برطبق پیش گوئی مجرد احمد جو اپنے اندر حقیقت عیسویت رکھتا ہے بھیجا گیا۔"(۴)

---

(۱) غلام احمد قادیانی، تذکرۃ الشہادتین: ۶۳، روحانی خزائن، ۲۰: ۶۴

(۲) غلام احمد قادیانی، براہین احمدیہ، ۵: ۵۸، مندرجہ روحانی خزائن، ۲۱: ۶۳

(۳) غلام احمد قادیانی، خطبہ الہامیہ: ۱۸۴، مندرجہ روحانی خزائن، ۱۶: ۲۷۵

(۴) غلام احمد قادیانی، ازالہ اوہام: ۶۷۳، مندرجہ روحانی خزائن، ۳: ۴۶۳

۴۔ ''اب دیکھو کہ صحابہ کو بدر میں نصرت دی گئی اور فرمایا گیا کہ یہ نصرت ایسے وقت میں دی گئی جبکہ تم تھوڑے تھے۔ اس بدر میں کفر کا خاتمہ ہو گیا۔ بدر پر ایسے عظیم الشان نشان کے اظہار میں آئندہ کی بھی ایک خبر رکھی گئی تھی اور وہ یہ کہ بدر چودھویں کے چاند کو بھی کہتے ہیں۔ اس سے چودھویں صدی میں اللہ تعالیٰ کی نصرت کے اظہار کی طرف بھی ایما ہے اور یہ کہ چودھویں صدی وہی صدی ہے جس کے لیے عورتیں تک کہتی ہیں کہ چودھویں صدی خیر و برکت کی آئے گی۔ خدا کی باتیں پوری ہوئیں اور چودھویں صدی میں اللہ تعالیٰ کے منشاء کے موافق اسم احمد کا بروز ہوا اور وہ میں ہوں جس کی طرف اس واقعہ بدر میں پیش گوئی تھی جس کے لیے رسول اللہ ﷺ نے سلام کہا مگر افسوس کہ جب وہ دن آیا اور چودھویں کا چاند نکلا تو اس کو دوکاندار خودغرض کہا گیا۔''(۱)

(۱۱) اپنی آواز مرزا کی آواز سے بلند نہ کرو

''حافظ محمد ابراہیم نے مجھ سے بیان کیا کہ ۱۹۰۳ء کا واقعہ ہے کہ میں ایک دن مسجد مبارک کے پاس والے کمرہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ مولوی عبدالکریم مرحوم تشریف لائے اور اندر سے حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) بھی تشریف لے آئے اور تھوڑی دیر میں مولوی محمد احسن امروہی بھی آ گئے اور آتے ہی حضرت مسیح موعود سے حضرت مولوی نور الدین خلیفہ اول کے خلاف بعض باتیں بطور شکایت بیان کرنے لگے اس پر مولوی عبدالکریم کو جوش آ گیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ ہر دو کی ایک دوسرے کے خلاف آوازیں بلند ہو گئیں اور آواز کمرے سے باہر جانے لگی۔ اس پر حضرت اقدس نے فرمایا **لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی** (یعنی اے مومنو! اپنی آوازوں کو نبی کی آواز کے سامنے بلند نہ کیا کرو) اس حکم کے سنتے ہی مولوی عبدالکریم تو فوراً خاموش ہو گئے اور مولوی محمد احسن تھوڑی دیر تک آہستہ آہستہ اپنا جوش نکالتے رہے اور حضرت اقدس وہاں سے اٹھ کر

(۱) مرزا غلام احمد قایانی، مندرجہ ملفوظات احمدیہ، ۱: ۱۶۳

(۲) مرزا بشیر احمد، سیرت المہدی، ۲: ۳۰

ظہر کی نماز کے واسطے مسجد مبارک میں تشریف لے آئے۔"(۲)

(۱۲) شانِ مصطفیٰ ﷺ میں نازل ہونے والی آیات کا مصداق

مرزائے قادیان کی دیدہ دلیری دیکھئے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی شانِ اقدس میں نازل ہونے والی وحی الٰہی کو اپنے سے منسوب کر لیا، وہ آیات قرآنی جن کے مفہوم کو مرزا صاحب نے اپنی ارذل ترین ذات کی قبا پر چسپاں کر لیا ان میں سے چند ایک ذیل میں مع حوالوں کے دی جاتی ہیں:

۱۔ "چنانچہ وہ مکالمات الٰہیہ جو براہینِ احمدیہ میں شائع ہو چکے ہیں، ان میں سے ایک یہ وحی اللہ ہے: **هو الذی أرسل رسوله بالهدی ودین الحق لیظهره علی الدین کله**۔ دیکھو ص: ۴۹۸ "براہین احمدیہ"۔ اس میں صاف طور پر اس عاجز کو رسول کر کے پکارا گیا ہے پھر...... اسی کتاب میں اس مکالمہ کے قریب ہی یہ وحی اللہ ہے: **محمد رسول الله والذین معه اشداء علی الکفار رحماء بینهم**۔ اس وحی الٰہی میں میرا نام محمد رکھا گیا اور رسول بھی...... اسی طرح "براہین احمدیہ" میں اور کئی جگہ رسول کے لفظ سے اس عاجز کو یاد کیا گیا۔"(۱)

۲۔ "مجھے بتلایا گیا تھا تیری خبر قرآن اور حدیث میں موجود ہے اور تو ہی اس آیت کا مصداق ہے: **هو الذی أرسل رسوله بالهدی ودین الحق لیظهره علی الدین کله**۔"(۲)

۳۔ انا اعطیناک الکوثر، فصل لربک وانحر، ان شانئک ھو

.... حلفیہ بیان محمد ابراہیم قادیانی مندرجہ رسالہ "فرقان" قادیان، جلد: ۱، ص: ۱۰، بابت اکتوبر ۱۹۴۲ء

(۱) غلام احمد قادیانی، ایک غلطی کا ازالہ: ۲، روحانی خزائن، ۱۸: ۲۰۷

(۲) غلام احمد قادیانی، اعجاز احمدی: ۷، ضمیمہ نزول المسیح، روحانی خزائن، ۲۹: ۱۱۳

(۳) تذکرہ مجموعہ الہامات مرزا: ۲۸۱، ۲۸۲

الابتر.[۳]

۴۔ و رفعنا لک ذکرک.[۱]

۵۔ هو الذی ارسل رسوله بالهدی ودین الحق لیظهره علی الدین کله.[۲]

۶۔ و داعیا الی اللہ و سراجا منیرا.[۳]

۷۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ.[۴]

۸۔ وما ارسلنک الا رحمة للعالمین.[۵]

۹۔ قل یایها الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا (ای مرسل من اللہ)۔

''کہہ (اے غلام احمد) اے تمام لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول ہو کر آیا ہوں۔''[۶]

۱۰۔ وما ینطق عن الهوی ان هو الا وحی یوحی.[۷]

''اور یہ (مرزا صاحب) اپنی طرف سے نہیں بولتا بلکہ جو کچھ تم سنتے ہو یہ خدا کی وحی ہے۔''

---

(۱) تذکرہ، مجموعہ الہاماتِ مرزا: ۲۸۲

(۲) تذکرہ، مجموعہ الہامات مرزا: ۶۲۱

(۳) تذکرہ مجموعہ الہامات: ۶۲۶

(۴) تذکرہ مجموعہ الہامات: ۶۳۴

(۵) تذکرہ مجموعہ الہامات: ۶۳۴

(۶) منظور الٰہی قادیانی، البشری، ۲: ۵۶

(۷) غلام احمد قادیانی، اربعین، ۳: ۳۶

(۸) غلام احمد قادیانی، اربعین، ۳: ۳۲۔۶۱

۱۱۔ وما ارسلنک الا رحمة للعالمین. (۸)

''اور ہم نے دنیا پر رحمت کے لیے تجھے بھیجا ہے۔''

۱۲۔ ما رمیت اذ رمیت ولکن اللّٰہ رمی. (۱)

۱۳۔الرحمن علم القرآن. (۲)

۱۴۔قل انی امرت وانا اول المومنین. (۳)

۱۵۔هو الذی ارسل رسوله بالهدی ودین الحق لیظهره علی الدین کله. (۴)

۱۶۔ داعیا الی اللّٰہ سراجا منیرا. (۵)

۱۷۔دنی فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی. (۶)

۱۸۔سبحان الذی اسری بعبده لیلا. (۷)

۱۹۔ قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ. (۸)

---

(۱) غلام احمد قادیانی، حقیقت الوحی: ۷۰
(۲) غلام احمد قادیانی، حقیقت الوحی: ۷۰
(۳) غلام احمد قادیانی، حقیقت الوحی: ۷۰
(۴) غلام احمد قادیانی، حقیقت الوحی: ۷۱
(۵) غلام احمد قادیانی، حقیقت الوحی: ۷۵
(۶) غلام احمد قادیانی، حقیقت الوحی: ۷۶
(۷) غلام احمد قادیانی، حقیقت الوحی: ۷۸
(۸) غلام احمد قادیانی، حقیقت الوحی: ۷۹
(۹) غلام احمد قادیانی، حقیقت الوحی: ۸۰

۲۰۔ ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ یداللہ فوق ایدیھم۔[۹]

۲۱۔ سلام علی ابراھیم۔[۱]

۲۲۔فاتخذوا من مقام ابراھیم مصلی۔[۲]

۲۳۔ انا فتحنا لک فتحا مبینا لیغفرلک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر۔[۳]

۲۴۔ انا اسلنا الیکم رسولا شاھدا علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا۔[۴]

۲۵۔انا اعطیناک الکوثر۔[۵]

۲۶۔ اراد اللہ ان یبعثک مقاما محمودا۔[۶]

۲۷۔یس والقران الحکیم، انک لمن المرسلین، علی صراط مستقیم۔[۷]

(۱۳) مرزا قادیانی بروزی خاتم الانبیاء

۱۔ ''میں بارہا بتلا چکا ہوں کہ میں بموجب آیت وآخرین منھم لما یلحقوبھم

(۱) غلام احمد قادیانی، حقیقت الوحی: ۸۷
(۲) غلام احمد قادیانی، حقیقت الوحی: ۸۸
(۳) غلام احمد قادیانی، حقیقت الوحی: ۹۴
(۴) غلام احمد قادیانی، حقیقت الوحی: ۱۰۱
(۵) غلام احمد قادیانی، حقیقت الوحی: ۱۰۲
(۶) غلام احمد قادیانی، حقیقت الوحی: ۱۰۲
(۷) غلام احمد قادیانی، حقیقت الوحی: ۱۰۷

بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں اور خدا نے آج سے ۲۰ برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا ہے اور مجھے آنحضرت ﷺ کا ہی وجود قرار دیا ہے۔ پس اس طور پر آنحضرت ﷺ کے خاتم الانبیاء ہونے میں میری نبوت سے کوئی تزلزل نہیں آیا کیونکہ ظل اپنے اصل سے علیحدہ نہیں ہوتا۔''(۱)

۲۔ ''مبارک وہ جس نے مجھے پہچانا، میں خدا کی سب راہوں میں سے آخری راہ ہوں اور میں اس کے سب نوروں میں سے آخری نور ہوں۔ بدقسمت ہے وہ جو مجھے چھوڑتا ہے کیونکہ میرے بغیر سب تاریکی ہے۔''(۲)

۲۔ اَنبیاء کرام علیہم السّلام کی توہین

انبیاء کرام کائنات کی بزرگ ترین، مقدس ترین اور افضل ترین شخصیات ہیں۔ تمام انبیاء کرام براہ راست اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے منتخب بندے ہیں۔ انہیں ہر غلطی، کوتاہی اور خطا سے پاک اور معصوم رکھا گیا۔ ان کی سیرت و کردار میں انسانیت کے لیے بہترین نمونہ ہے۔ ہر مذہب اور قوم کے نزدیک ہر نبی قابل احترام اور لائق تعظیم ہے۔ تمام انبیاء پر ایمان لانا اور بلا تفریق سب کا ادب و احترام کرنا اسلام کے بنیادی عقائد میں شامل ہے یہ امت مسلمہ کا اجتماعی عقیدہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر سیدنا ومولانا محمد رسول اللہ ﷺ تک کسی بھی نبی کی توہین کفر ہے۔ مگر مرزا صاحب کی نظر میں ان مقدس ہستیوں کی بھی کوئی اہمیت نہیں۔ انہوں نے انتہائی دیدہ دلیری اور جسارت کے ساتھ تمام انبیاء کرام علیہم السّلام کی پاکیزہ ذوات کو طعن و تشنیع اور تنقید کا نشانہ بنایا، خود کو ان سے افضل قرار دیا اور جابجا ان کی تنقیص و توہین کے مرتکب ہوئے۔ حالانکہ خود ان کے نزدیک انبیاء کرام کی تحقیر، معصیت اور غضب الٰہی کا موجب اور کفر کا باعث ہے۔

---

(۱) ایک غلطی کا ازالہ: ۱۰، مندرجہ روحانی خزائن، ۱۸: ۲۱۲

(۲) مرزا غلام احمد قادیانی، کشتی نوح: ۵۶، مندرجہ روحانی خزائن، ۱۹: ۶۱

مرزا صاحب اپنی دریدہ دہنی کے باوصف اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں:

''اسلام میں کسی نبی کی تحقیر کفر ہے اور سب پر ایمان لانا فرض ہے ...... کسی نبی کی اشارہ سے بھی تحقیر سخت معصیت ہے اور موجب نزول غضب الٰہی۔''(۱)

ستم ظریفی یہ کہ اسی قلم سے جو انگریز کے لیے رطب اللساں رہتا ہے انبیاء کرام علیھم السّلام کی شان میں ایسے ایسے توہین آمیز جملے نکلے ہیں کہ کسی مسلمان کے قلم سے اس کی توقع نہیں کی جا سکتی۔

درج ذیل چند اقتباسات کی روشنی میں فیصلہ کیا جاسکتا ہے کہ آیا مرزا صاحب خود اپنے بقول دائرۂ اسلام سے نکل کر دائرۂ کفر میں داخل ہوئے یا نہیں؟

(ا) مرزا غلام احمد قادیانی تمام انبیاء کا مظہر

مرزا صاحب کذب و افتراء سے کام لیتے ہوئے لکھتے ہیں:

۱۔ ''خدا تعالیٰ نے مجھے تمام انبیاء علیھم السّلام کا مظہر ٹھہرایا ہے اور تمام نبیوں کے نام میری طرف منسوب کیے ہیں۔ میں آدم ہوں، میں شیث ہوں، میں نوح ہوں، میں ابراہیم ہوں، میں اسحاق ہوں، میں اسماعیل ہوں، میں یعقوب ہوں، میں یوسف ہوں، میں موسیٰ ہوں، میں داؤد ہوں، میں عیسیٰ ہوں اور آنحضرت ﷺ کے نام کا میں مظہر اتم ہوں یعنی ظلی طور پر محمد اور احمد ہوں۔''(۲)

۲۔ ''اور دنیا میں کوئی نبی نہیں گزرا جس کا نام مجھے نہیں دیا گیا سو جیسا کہ براھین احمدیہ میں خدا نے فرمایا ہے۔ میں آدمؑ ہوں، میں نوحؑ ہوں میں ابراہیمؑ ہوں میں اسحاقؑ ہوں میں یعقوبؑ ہوں، میں اسمٰعیلؑ ہوں میں موسیٰؑ ہوں میں داؤدؑ ہوں میں عیسیٰؑ ابن مریم

(۱) غلام احمد قادیانی، چشمہ معرفت: ۳۹۰، مندرجہ روحانی خزائن، ۲۳: ۳۹۰

(۲) غلام احمد قادیانی، حقیقۃ الوحی، حاشیہ، ص: ۷۳، مندرجہ روحانی خزائن، ۲۲: ۷۶

ہوں میں محمد ﷺ ہوں یعنی بروزی طور پر جیسا کہ خدا نے اسی کتاب میں یہ سب نام مجھے دیئے اور میری نسبت جری اللہ فی حلل الأنبیاء فرمایا یعنی خدا کا رسول پیرایوں میں۔ سو ضرور ہے کہ ہر نبی کی شان مجھ میں پائی جاوے اور ہر ایک نبی کی ایک صفت کا میرے ذریعہ سے ظہور ہو۔‘‘(۱)

۳۔ اپنے ایک شعر میں کہا:

میں کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں
نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار(۲)

(۲) ’’ہر رسول میری قمیص میں چھپا ہوا ہے‘‘

انبیاء گرچه بودند بسے
من بعرفان نه کمترم ز کسے
آدمم نیز احمد مختار
در برم جامه همه ابرار
آنچه داد ست هر نبی را جام
داد آن جام را مرا به تمام
زنده شد هر نبی بآمدنم
هر رسولے نہاں به پیراهنم کم نیم زاں
همه بروئے یقیں
هر که گوید دروغ هست لعین(۳)

(۱) غلام احمد قادیانی، حقیقۃ الوحی: ۸۴، ۸۵، روحانی خزائن ۲۲: ۵۲۱

(۲) غلام احمد قادیانی، در ثمین: ۱۰۰

(۳) غلام احمد قادیانی ’’در ثمین‘‘: ۲۸۷۔ ۲۸۸، ’’نزول المسیح‘‘: ۹۹۔ ۱۰۰، ’’روحانی خزائن‘‘ ۱۸: ۴۷۷۔ ۴۷۸

''انبیاء اگرچہ بہت سے ہوئے ہیں
میں عرفان میں کسی سے کم نہیں ہوں
میں آدم ہوں اور احمد مختار بھی ہوں
میں تمام نیکوں کے لباس میں ہوں
خدا نے ہر نبی کو جو جام دیا تھا
وہ تمام کے تمام جام مجھے دے دیئے ہیں
ہر نبی میری آمد سے زندہ ہو گیا
ہر رسول میری قمیص میں چھپا ہوا ہے
مجھے اپنی وحی پر مکمل یقین ہے (اور اس یقین میں کسی نبی سے کم تر نہیں ہوں)
جو جھوٹ کہے وہ لعین ہے''

(۳) ''کیا یہ پرلے درجے کی بے غیرتی نہیں''

''پس اب کیا یہ پرلے درجے کی بے غیرتی نہیں کہ جہاں **لا نفرق بین احد من رسلہ** میں داؤد اور سلیمان اور زکریا و یحی علیہم السلام کو شامل کرتے ہیں، وہاں مسیح موعود جیسے عظیم الشان نبی کو چھوڑ دیا جاوے۔''[۱]

(۴) ''نبیوں کو بھی اس مقام کا رشک ہے''

مرزا صاحب کے بیٹے مرزا محمود لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود کو جو بلحاظ مدارج کئی نبیوں سے افضل ہیں اور صرف محمد کے نائب ہو کر ایسے مقام پر پہنچے کہ نبیوں کو بھی اس مقام کا رشک ہے۔''[۲]

---

(۱) مرزا بشیر احمد قادیانی، کلمۃ الفصل مندرجہ رسالہ ریویو آف ریلیجنز، ج: ۱۴: ص: ۱۱۷، نمبر: ۳

(۲) خطبہ مرزا محمود احمد خلیفہ قادیان، مندرجہ اخبار ''الفضل'' قادیان، ج: ۲۰، ص: ۷، نمبر: ۹۳، مورخہ ۵ فروری ۱۹۳۳ء

(۵) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی توہین

حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر کی صفات کو اپنی طرف منسوب کرنے کی جسارت کرتے ہوئے لکھا:

''انت مني بمنزلة موسیٰ اور پھر اسی براہین احمدیہ میں میرا نام موسیٰ رکھ کر فرمایا: **ولما تجلی ربّه للجبل جعله دکا و خرّ موسیٰ صعقًا۔**''(۱)

(۶) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین

حضرت عیسیٰ علیہ السلام وہ جلیل القدر نبی ہیں جن کا کم و بیش ۲۵ مرتبہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن پاک میں ذکر فرمایا ہے، اسی طرح ان کی والدہ ماجدہ کا بھی کم و بیش ۳۲ مرتبہ تذکرہ کلام الٰہی میں فرمایا۔ دیگر انبیاء کرام کے مقابلے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کچھ ایسی خصوصیات کے بھی حامل ہیں جن میں کوئی اور نبی ان کا شریک نہیں، جیسے بن باپ کے پیدا ہونا، گہوارے میں کلام کرنا زندہ آسمانوں پر اٹھائے جانا اور قرب قیامت دوبارہ دنیا میں تشریف لانا وغیرہ۔ آپ علیہ السلام اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے وہ برگزیدہ پیغمبر ہیں کہ جنہیں **کلمة اللہ** کہا گیا اور صالحیت کی سند عطا کی گئی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ○ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ○(۲)

''جب فرشتوں نے کہا: اے مریم! بیشک اللہ تمہیں اپنے پاس سے ایک کلمہ (خاص) کی بشارت دیتا ہے جس کا نام مسیح عیسیٰ بن مریم (علیہما السّلام) ہوگا وہ دنیا اور آخرت (دونوں) میں قدر و منزلت والا ہوگا اور اللہ کے خاص قربت

---

(۱) غلام احمد قادیانی، حقیقة الوحی: ۸۴، روحانی خزائن ۲۲: ۵۲۰

(۲) آل عمرآن، ۳: ۴۵، ۴۶

یافتہ بندوں میں سے ہوگا ○ اور وہ لوگوں سے گہوارے میں اور پختہ عمر میں (یکساں) گفتگو کرے گا اور وہ (اللہ کے) نیکوکار بندوں میں سے ہوگا ○''

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اس عظیم المرتبت نبی کے بارے میں بھی مرزا غلام احمد قادیانی نے ایسے نازیبا کلمات کہے ہیں کہ جن کو سن کر روح کانپ اٹھتی ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مرزا صاحب کو کوئی ذاتی قد ہے اور ایک لحاظ سے یہ قابل فہم بھی ہے کہ جب تک مرزا صاحب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو فوت شدہ ثابت نہ کرتے ان کا کاروبارِ نبوت اور دعویٰ مسیح موعود نہ چل سکتا۔ چنانچہ اپنی راہیں صاف کرنے کے لیے انہوں نے اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ پیغمبر سے دشمنی کا وتیرہ اپنایا۔ ستم ظریفی ملاحظہ فرمائیے کہ یہی مرزا صاحب لکھ چکے ہیں:

و من زاد على هذه الشريعة مثقال ذرة او نقص منها او كفر بعقيدة اجماعية فعليه لعنة الله والملائكة والناس اجمعين.(۱)

''جو شخص شریعت محمدی میں ذرہ بھر کمی بیشی کرے یا کسی اجماعی عقیدہ کا انکار کرے اس پر خدا، فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہو۔''

i۔ معجزاتِ عیسوی کی حقیقت مرزا کی نظر میں

ا۔ ''عیسائیوں نے بہت سے آپ کے معجزات لکھے ہیں مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا اور اس دن سے کہ آپ نے معجزہ مانگنے والوں کو گندی گالیاں دیں اور ان کو حرام کار اور حرام کی اولاد ٹھہرایا، اسی روز سے شریفوں نے آپ سے کنارہ کیا۔''(۲)

(۱) غلام احمد قادیانی، انجام آتھم: ۱۴۴، مندرجہ روحانی خزائن، ۱۱: ۱۴۴

(۲) غلام احمد قادیانی، حاشیہ انجام آتھم: ٦، مندرجہ روحانی خزائن، ۱۱: ۲۹۰

۲۔ ''سو کچھ تعجب کی جگہ نہیں کہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح کو عقلی طور پر ایسے طریق پر اطلاع دے دی جو ایک مٹی کا کھلونا کسی کل کے دبانے یا کسی پھونک مارنے کے طور پر ایسا پرواز کرتا ہو جیسے پرندہ پرواز کرتا ہے یا اگر پرواز نہیں تو پیروں سے چلتا ہو کیونکہ حضرت مسیح ابن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس کی مدت تک نجاری کا کام بھی کرتے رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ بڑھئی کا کام درحقیقت ایک ایسا کام ہے جس میں کلوں کے ایجاد کرنے اور طرح طرح کی صنعتوں کے بنانے میں عقل تیز ہو جاتی ہے اور جیسے انسان میں قویٰ موجود ہوں انہیں کے موافق اعجاز کے طور پر بھی مدد ملتی ہے۔''(۱)

یہاں مرزا قادیانی یہودیت کی مسخ شدہ تعلیمات کی پیروی کرتے ہوئے مسیح علیہ السلام کو کلمۃ اللہ ماننے کی بجائے ان کا باپ یوسف کو ثابت کرتا ہے۔ گویا وہ بدبخت نہ صرف صدیقہ و طاہرہ سیدہ مریم علیہا السّلام پر ایک گھناؤنا الزام لگا رہا ہے بلکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ارشادات کا بھی صاف انکاری ہے، علامہ اقبالؒ نے مرزائیت کے یہی نقوش دیکھ کر سچ کہا تھا کہ قادیانیت یہودیت کا چربہ ہے۔

۳۔ ''میں سچ کہتا ہوں کہ مسیح کے ہاتھ سے زندہ ہونے والے مر گئے مگر جو شخص میرے ہاتھ سے جام پیئے گا جو مجھے دیا گیا ہے وہ ہرگز نہیں مرے گا۔''(۲)

ii۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل چرا کر لکھنے کا الزام

مرزا صاحب پستی کی اس حد تک گر گئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر چوری کا الزام لگانے سے بھی گریز نہ کیا:

''نہایت شرم کی بات یہ ہے کہ آپ نے پہاڑی تعلیم کو جو انجیل کا مغز کہلاتی

---

(۱) غلام احمد قادیانی، ازالہ اوہام: ۱۵۴، ۱۵۵ مندرجہ روحانی خزائن، ۳: ۲۵۴، ۲۵۵

(۲) غلام احمد قادیانی، ازالہ اوہام: ۲

ہے یہودیوں کی کتاب طالمود سے چرا کر لکھا ہے اور پھر ایسا ظاہر کیا ہے کہ گویا یہ میری تعلیم ہے۔''(۱)

iii۔ ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گالیاں دینے کی عادت تھی''

پھر مسیح دشمنی میں اس حد تک چلے گئے کہ گالی گلوچ کی عادت ان سے منسوب کر ڈالی:

''ہاں آپ کو گالیاں دینے اور بدزبانی کی اکثر عادت تھی۔ ادنیٰ ادنیٰ بات میں غصہ آجاتا تھا۔ اپنے نفس کو جذبات سے روک نہیں سکتے تھے۔ مگر میرے نزدیک آپ کی یہ حرکات جائے افسوس نہیں۔ کیونکہ آپ تو گالیاں دیتے تھے اور یہودی ہاتھ سے کسر نکال لیا کرتے تھے۔''(۲)

iv۔ ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جھوٹ بولنے کی عادت تھی''

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف جھوٹ بولنے کی عادت منسوب کرتے ہوئے کہا:

''یہ بھی یاد رہے کہ آپ کو کسی قدر جھوٹ بولنے کی بھی عادت تھی۔''(۳)

v۔ ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو شراب خوری کی عادت تھی''

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر شراب خوری کا الزام لگاتے ہوئے کہا:

ا۔ ''یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے، اس کا سبب تو یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے۔ شاید کسی بیماری کی وجہ سے یا پرانی عادت کی وجہ

---

(۱) غلام احمد قادیانی، انجام آتھم: ۶، مندرجہ روحانی خزائن، ۱۱: ۲۹۰

(۲) حاشیہ انجام آتھم: ۵، مندرجہ روحانی خزائن، ۱۱: ۲۸۹

(۳) حاشیہ انجام آتھم: ۵، مندرجہ روحانی خزائن، ۱۱: ۲۸۹

سے۔''(۱)

۲۔ ایک دفعہ مجھے ایک دوست نے یہ صلاح دی کہ ذیابیطس کیلیے افیون مفید ہوتی ہے پس علاج کی غرض سے مضائقہ نہیں کہ افیون شروع کر دی جائے۔ میں نے جواب دیا کہ یہ آپ نے بڑی مہربانی کی ہمدردی فرمائی لیکن اگر ذیابیطس کے لیے افیون کھانے کی عادت کر لوں تو میں ڈرتا ہوں کہ لوگ ٹھٹھا کر کے یہ نہ کہیں کہ پہلا مسیح تو شرابی تھا اور دوسرا افیونی۔''(۲)

۳۔ ''یسوع اس لیے اپنے تئیں نیک نہیں کہہ سکا کہ لوگ جانتے تھے کہ یہ شخص شرابی کبابی ہے اور یہ خراب چال چلن نہ خدائی کے بعد بلکہ ابتداء ہی سے ایسا معلوم ہوتا ہے چنانچہ خدائی کا دعوی شراب خوری کا ایک بدنتیجہ ہے۔''(۳)

vi۔ ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تین دادیاں اور نانیاں زنا کار تھیں''

انہی مرزا صاحب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دادیوں اور نانیوں کو بھی معاف نہ کیا اور کہا:

> ''آپ کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے۔ تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زنا کار تھیں اور کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا مگر شاید یہ بھی خدائی کے لیے ایک شرط ہوگی۔ آپ کا کنجریوں کے میلان اور صحبت بھی شاید اسی وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان ہے ورنہ کوئی پرہیز گار انسان ایک جوان کنجری کو یہ موقع نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پر اپنے

---

(۱) حاشیہ کشتی نوح: ۹۴، مندرجہ روحانی خزائن، ۱۹: ۷۱

(۲) غلام احمد قادیانی، نسیم دعوت: ۶۹، مندرجہ روحانی خزائن، ۱۹: ۴۳۴، ۴۳۵

(۳) غلام احمد قادیانی، ست بچن حاشیہ: ۱۷۲، مندرجہ روحانی خزائن، ۱۰: ۲۹۶

ناپاک ہاتھ لگاوے اور زنا کاری کی کمائی کا پلید عطر اس کے سر پر ملے اور اپنے بالوں کو اس کے پیروں پر ملے، سمجھنے والے سمجھ لیں کہ ایسا انسان کس چلن کا آدمی ہوسکتا ہے۔''(۱)

vii۔ حضرت عیسی علیہ السلام پر کنجریوں کی صحبت کا الزام

تہذیب و شائستگی کی تمام حدوں کو پھلانگتے ہوئے یہاں تک اتر آئے کہ آپ علیہ السلام پر کنجریوں کی صحبت کا الزام لگا دیا:

۱۔ ''لیکن مسیح کی راست بازی اپنے زمانے میں دوسرے راستبازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوتی بلکہ یحیٰی نبی کو اس پر ایک فضیلت ہے کیونکہ وہ شراب نہیں پیتا تھا اور نہیں سنا گیا کہ فاحشہ عورت نے آ کر اپنی کمائی کے مال سے اس کے سر پر عطر ملا تھا یا ہاتھوں اور اپنے سر کے بالوں سے اس کے بدن کو چھوا تھا یا کوئی بے تعلق جوان عورت اس کی خدمت کرتی تھی۔ اسی وجہ سے خدا نے قرآن میں یحیٰی کا نام حصور رکھا مگر مسیح کا یہ نام نہ رکھا کیونکہ ایسے قصے اس نام کے رکھنے سے مانع تھے۔''(۲)

۲۔ ''یہ لوگ بار بار ملزم اور لا جواب ہو کر پھر نیشن زنی سے باز نہیں آتے اور اس شخص کو تمام عیبوں سے مبرا سمجھتے ہیں جس نے خود اقرار کیا کہ میں نیک نہیں اور جس نے شرابخوری اور قمار بازی اور کھلے طور پر دوسروں کی عورتوں کو دیکھنا جائز رکھ کر بلکہ ایک بدکار کنجری سے اپنے سر پر حرام کمائی کا تیل ڈلوا کر اور اس کو یہ موقعہ دے کر کہ وہ اس کے بدن سے بدن لگاوے اپنی تمام امت کو اجازت دے دی کہ ان باتوں میں کوئی بات بھی حرام نہیں۔''(۳)

---

(۱) غلام احمد قادیانی، انجام آتھم: ۷، مندرجہ روحانی خزائن، ۱۱: ۲۹۱

(۲) مقدمہ دافع البلاء: ۴، مندرجہ روحانی خزائن: ۱۸: ۲۲۰

(۳) غلام احمد قادیانی، انجام آتھم: ۳۸، مندرجہ روحانی خزائن، ۱۱: ۳۸

viii۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر فضیلت کا دعویٰ

۱۔ ’’اس جگہ کسی کو یہ وہم نہ گزرے کہ اس تقریر میں اپنے نفس کو حضرت مسیح پر فضیلت دی ہے کیونکہ یہ ایک جزئی فضیلت ہے جو غیر نبی کو نبی پر ہوسکتی ہے۔‘‘(۱)

۲۔ ’’مجھے کہتے ہیں کہ مسیح موعود ہونے کا کیوں دعویٰ کیا مگر میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس نبی کی کامل پیروی سے ایک شخص عیسیٰ سے بڑھ کر بھی ہوسکتا ہے۔ اندھے کہتے ہیں یہ کفر ہے، میں کہتا ہوں کہ تم خود ایمان سے بے نصیب ہو۔ پھر کیا جانتے ہو کہ کفر کیا چیز ہے۔ کفر خود تمہارے اندر ہے۔ اگر تم جانتے کہ اس آیت کے کیا معنی ہیں کہ **اهدنا الصراط المستقيم صراط الذين انعمت عليهم** تو ایسا کفر منہ پر نہ لاتے۔ خدا تو تمہیں یہ ترغیب دیتا ہے کہ تم اس رسول کی کامل پیروی کی برکت سے تمام رسولوں کے متفرق کمالات اپنے اندر جمع کر سکتے ہو اور تم صرف ایک نبی کے کمالات حاصل کرنا کفر جانتے ہو۔‘‘(۲)

۳۔ ’’خلاصہ کلام یہ کہ چونکہ میں ایک ایسے نبی کا تابع ہوں جو انسانیت کے تمام کمالات کا جامع تھا اور اسی کی شریعت اکمل اور اتم تھی اور تمام دنیا کی اصلاح کے لیے تھی، اس لیے مجھے وہ قوتیں عنایت کی گئیں جو تمام دنیا کی اصلاح کے لیے ضروری تھیں تو پھر اس امر میں کیا شک ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو وہ فطرتی طاقتیں نہیں دی گئیں جو مجھے دی گئیں کیونکہ وہ ایک خاص قوم کے لیے آئے تھے اور اگر وہ میری جگہ ہوتے تو اپنی اس فطرت کی وجہ سے وہ کام انجام نہ دے سکتے جو خدا کی عنایت نے مجھے انجام دینے کی قوت دی۔ **وهذا تحديث نعمة الله ولا فخر**...... انسانی مراتب پردۂ غیب میں ہیں،

---

(۱) غلام احمد قادیانی، تریاق القلوب: ۳۵۳، مندرجہ روحانی خزائن، ۱۵: ۴۸۱

(۲) غلام احمد قادیانی، چشمہ مسیحی: ۱۶، ۱۷، مندرجہ روحانی خزائن، ۲۰: ۳۵۴، ۳۵۵

اس بات میں بگڑنا اور منہ بنانا اچھا نہیں کیا جس قادر مطلق نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا کیا، وہ ایسا ہی ایک اور انسان یا اس سے بہتر پیدا نہیں کرسکتا۔''(۱)

۴۔ ''خدا نے اس امت میں مسیح موعود بھیجا جو اس سے پہلے مسیح سے اپنی شان میں بہت بڑھ کر ہے۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر مسیح ابن مریم میرے زمانہ میں ہوتا تو وہ کام، جو میں کرسکتا ہوں، وہ ہرگز نہ کرسکتا اور وہ نشان جو مجھ سے ظاہر ہو رہے ہیں، وہ ہرگز نہ دکھلا سکتا۔''(۲)

۵۔ ''پھر جبکہ خدا نے اور اس کے رسول نے اور تمام نبیوں نے آخری زمانہ کے مسیح کو اس کے کارناموں کی وجہ سے افضل قرار دیا ہے پھر تو یہ شیطانی وسوسہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ کیوں تم مسیح ابن مریم سے اپنے تئیں افضل قرار دیتے ہو۔''(۳)

۶۔ ''اب خدا بتلاتا ہے کہ دیکھو میں اس کا ثانی پیدا کروں گا جو اس سے بھی بہتر ہے جو غلام احمد ہے......۔'' اس کے بعد چند اشعار لکھتے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے:

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو
اُس سے بہتر غلامِ احمد ہے(۴)

۷۔ مرزا صاحب اپنی ایک فارسی نظم میں اس لن ترانی کا اظہار یوں کرتے ہیں:

اینک منم کہ حسبِ بشارات آمدم
عیسیٰ کجا ست تا بہ نہد پا بہ منبرم(۵)

---

(۱) غلام احمد قادیانی، حقیقت الوحی: ۱۵۳، روحانی خزائن، ۲۲: ۱۵۷
(۲) غلام احمد قادیانی، غلام احمد قادیانی، حقیقت الوحی": ۱۴۸
(۳) غلام احمد قادیانی، حقیقت الوحی: ۱۵۵، مندرجہ روحانی خزائن، ۲۲: ۱۵۹
(۴) غلام احمد قادیانی، دافع البلاء: ۲۰، مندرجہ روحانی خزائن، ۱۸: ۲۴۰
(۵) غلام احمد قادیانی، ازالہ اوہام: ۱۵۸

''یہ میں ہوں جو بشارتوں کے مطابق آیا ہوں، عیسیٰ کی کیا مجال کہ وہ میرے منبر پر پاؤں رکھ سکے۔''

ix۔ سیدہ مریم علیہا السلام کی کردار کشی

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو غیر اخلاقی حملوں کا نشانہ بنانے کے بعد سیدہ مریمؑ کی کردار کشی میں بھی کوئی کسر نہ اٹھا رکھی:

''اور مریم کی وہ شان ہے جس نے ایک مدت تک اپنے تئیں نکاح سے روکا پھر بزرگانِ قوم کے نہایت اصرار سے بوجہ حمل کے نکاح کر لیا، گو لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ برخلاف تعلیم توریت عین حمل میں کیونکر نکاح کیا گیا اور بتول ہونے کے عہد کو کیوں ناحق توڑا گیا اور تعدد ازواج کی کیوں بنیاد ڈالی گئی۔ یعنی باوجود یوسف نجار کی پہلی بیوی کے ہونے کے پھر مریم کیوں راضی ہوئی کہ یوسف نجار کے نکاح میں آئے مگر میں کہتا ہوں کہ یہ سب مجبوریاں تھیں جو پیش آ گئیں۔ اس صورت میں وہ لوگ قابل رحم تھے نہ قابل اعتراض۔''(1)

۲۔ ''پانچواں قرینہ ان کے وہ رسوم ہیں جو یہودیوں سے بہت ملتے ہیں مثلاً ان کے بعض قبائل ناطہ اور نکاح میں کچھ فرق نہیں سمجھتے اور عورتیں اپنے منسوب سے بلا تکلف ملتی ہیں اور باتیں کرتی ہیں۔ حضرت مریم صدیقہ کا اپنے منسوب یوسف کے ساتھ قبل نکاح کے پھرنا اس اسرائیلی رسم پر پختہ شہادت ہے مگر خواتین سرحدی کے بعض قبائل میں یہ مماثلت عورتوں کی اپنے منسوبوں سے حد سے زیادہ ہوتی ہے حتی کہ بعض اوقات نکاح سے پہلے حمل بھی ہو جاتا ہے جس کو برا نہیں مانتے بلکہ ہنسی ٹھٹھے میں بات کو ٹال دیتے ہیں کیونکہ یہود کی طرح یہ لوگ ناطہ کو ایک قسم کا نکاح ہی جانتے ہیں جس میں پہلے مہر بھی مقرر ہو جاتا ہے۔''(2)

(۱) غلام احمد قادیانی، کشتی نوح: ۲۰، مندرجہ روحانی خزائن، ۱۹: ۱۸

(۲) غلام احمد قادیانی، ایام صلح، حاشیہ: ۷۴، مندرجہ روحانی خزائن، ۱۴: ۳۰۰

(۷) حضرت آدم علیہ السلام کی توہین

مرزائے قادیاں نے ابو الانبیاء حضرت آدم علیہ السلام کی شان میں افترا پردازی اور زباں درازی میں کوئی کمی نہ کی:

۱۔ ''اللہ تعالیٰ نے آدم کو پیدا کر کے انہیں ذی روح انس و جن پر سردار، حاکم اور امیر بنایا جیسا کہ آیت **اسجد والادم** سے معلوم ہوتا ہے پھر شیطان نے انہیں بہکایا اور جنتوں سے نکلوا دیا اور حکومت اس اژدھے کی طرف لوٹائی گئی۔ اس جنگ و جدال میں آدم کو ذلت و رسوائی نصیب ہوئی اور جنگ کبھی اس رخ اور کبھی اس رخ ہوتی ہے اور رحمٰن کے ہاں پرہیزگاروں کے لیے نیک انجام ہے۔ اس لیے اللہ نے مسیح موعود کو پیدا کیا تا کہ آخر زمانہ میں شیطان کو شکست دے اور یہ وعدہ قرآن میں لکھا ہوا تھا۔''

ما الفرق فی آدم والمسیح الموعود.(۱)

۲۔ ''آدم اس لیے آیا کہ نفوس کو اس دنیا کی زندگی کی طرف بھیجے اور ان میں اختلاف اور عداوت کی آگ بھڑکائے اور مسیح امم اس لیے آیا کہ ان کو دار فنا کی طرف لوٹائے اور ان میں سے اختلاف و مخاصمت، تفرقہ اور پراگندگی کو دور کرے اور انہیں اتحاد و محویت، نفی غیر اور باہمی اخلاص کی طرف کھینچے اور مسیح اللہ کے اسم کا مظہر ہے جو خاتم سلسلہ مخلوقات ہے یعنی آخر جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے قول **ھو الاخر** میں اشارہ کیا گیا ہے کیونکہ وہ کائنات کے آخر ہونے کی نشانی ہے۔ **ما الفرق فی ادم والمسیح الموعود**۔''(۲)

۳۔ ''لاجرم خدا نے مجھ کو آدم بنایا اور مجھ کو وہ سب چیزیں بخشیں اور مجھ کو خاتم

(۱) خطبہ الہامیہ، مندرجہ روحانی خزائن، ۱۶: ۳۱۲

(۲) غلام احمد قادیانی، ضمیمہ خطبہ الہامیہ ص الف، روحانی خزائن، ۱۶: ۳۰۸

النبیین اور **سید المرسلین** کا بروز بنایا اور بھید اس میں یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے ابتداء سے ارادہ فرمایا تھا کہ اس آدم کو پیدا کرے گا جو آخری زمانہ میں خاتم الخلفاء ہوگا، جیسا کہ زمانہ کے شروع میں اس آدم کو پیدا کیا جو اس کا پہلا خلیفہ تھا اور یہ سب کچھ اس لیے کیا کہ فطرۃ کا دائرہ گول ہو جائے۔"(۱)

(۸) حضرت نوح علیہ السلام کی توہین

حضرت آدم علیہ السلام کے بعد دیگر انبیاءعلیہم السلام کی توہین وتنقیص میں مرزا کی جسارتیں بھی کم نہیں، ان میں سے چند ایک ملاحظہ ہوں:

۱۔ "اور خدا تعالیٰ میرے لیے اس کثرت سے نشان دکھلا رہا ہے کہ اگر نوح کے زمانہ میں وہ نشان دکھلائے جاتے تو وہ لوگ غرق نہ ہوتے مگر میں ان لوگوں کو کس سے مثال دوں۔ وہ اس خیرہ طبع انسان کی طرح ہیں جو روز روشن کو دیکھ کر پھر بھی اس بات پر ضد کرتا ہے کہ رات ہے، دن نہیں۔"(۲)

۲۔ "اور یہ جو فرمایا کہ **واتخذوا من مقام ابراهیم مصلی** یہ قرآن شریف کی آیت ہے اور اس مقام میں اس کے یہ معنی ہیں کہ ابراہیم جو بھیجا گیا ہے۔تم اپنی عبادتوں اور عقیدوں کو اس کے طرز پر بجا لاؤ اور ہر ایک امر میں اس کے نمونہ پر اپنے تئیں بناؤ اور جیسا کہ آیت **مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمه احمد** میں یہ اشارہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کا آخر زمانہ میں ایک مظہر ظاہر ہوگا گویا وہ اس کا ایک ہاتھ ہوگا جس کا نام آسمان پر احمد ہوگا اور وہ حضرت مسیح کے رنگ میں جمالی طور پر دین کو پھیلائے گا۔ ایسا ہی یہ آیت واتخذوا من مقام ابراہیم مصلی اس طرف اشارہ کرتی ہے کہ جب امت محمدیہ

---

(۱) غلام احمد قادیانی، "خطبه الهاميه": ۱۶۷، مندرجه روحانی خزائن، ۱۶: ۲۵۴

(۲) غلام احمد قادیانی، تتمه حقيقت الوحی: ۱۳۷، مندرجه روحانی خزائن، ۲۲: ۵۷۵

میں بہت فرقے ہو جائیں گے تب آخر زمانہ میں ایک ابراہیم پیدا ہوگا اور ان سب فرقوں میں وہ فرقہ نجات پائے گا کہ اس ابراہیم کا پیرو ہوگا۔“[۱]

(۹) حضرت یوسف علیہ السلام کی توہین

”پس اس امت کا یوسف یعنی یہ عاجز (مرزا غلام احمد قادیانی) اسرائیلی یوسف سے بڑھ کر ہے کیونکہ یہ عاجز قید کی دعا کر کے بھی قید سے بچایا گیا مگر یوسف بن یعقوب قید میں ڈالا گیا اور اس امت کے یوسف (مرزا غلام احمد قادیانی) کی بریت کے لیے پچیس برس پہلے ہی خدا نے آپ گواہی دے دی اور بھی نشان دکھلائے مگر یوسف بن یعقوب اپنی بریت کے لیے انسانی گواہی کا محتاج ہوا۔“[۲]

(۱۰) جد الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کی توہین

مرزا قادیانی نے خود آیت قرآنی میں معنوی تحریف کرتے ہوئے خود کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مقام پر لا کھڑا کیا۔

”اور یہ جو فرمایا کہ **واتخذوا من مقام ابراهيم مصلى** یہ قرآن شریف کی آیت ہے اور اس مقام میں اس کے یہ معنی ہیں کہ یہ ابراہیم جو بھیجا گیا ہے تم اپنی عبادتوں اور عقیدوں کو اس کی طرز پر بجا لاؤ اور ہر ایک امر میں اس کے نمونہ پر اپنے تئیں بناؤ اور جیسا کہ آیت **و مبشرًا برسول ياتی من بعدی اسمه احمد** میں یہ اشارہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کا آخر زمانہ میں ایک مظہر ظاہر ہوگا گویا وہ اس کا ایک ہاتھ ہوگا جس کا نام آسمان پر احمد ہوگا اور وہ حضرت مسیح کے رنگ میں جمالی طور پر دین کو پھیلائے گا۔ ایسا ہی یہ آیت **واتخذوا من مقام ابراهيم مصلى** اس طرف اشارہ کرتی ہے کہ جب امت

---

(۱) غلام احمد قادیانی، اربعین نمبر۳: ۳۱، روحانی خزائن، ۱۷: ۴۲۱

(۲) ”مرزا غلام احمد قادیانی، براہین احمدیہ، ۵: ۷۶، ۸۲، مندرجہ روحانی خزائن، ۲۱: ۹۹

محمدیہ میں بہت فرقے ہو جائیں گے تب آخر زمانہ میں ایک ابراہیم پیدا ہوگا اور ان سب فرقوں میں وہ فرقہ نجات پائے گا جو اس ابراہیم کا پیرو ہوگا۔''(۱)

۳۔قرآن مجید کی توہین

مرزا صاحب مختلف طریقوں سے قرآن مجید کی توہین کے مرتکب ہوئے۔ ان کی کتابوں سے درج ذیل چند اقتباسات اس پر شاہد ہیں:

(۱) ''قرآن شریف، مرزا کی باتیں''

''قرآن شریف خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں۔''(۲)

(۲) ''قرآن، مرزا پر دوبارہ اُترا''

''ہم کہتے ہیں کہ قرآن کہاں موجود ہے؟ اگر قرآن موجود ہوتا تو کسی کے آنے کی کیا ضرورت تھی۔ مشکل تو یہی ہے کہ قرآن دُنیا سے اُٹھ گیا ہے۔ اسی لیے تو ضرورت پیش آئی کہ محمد رسول اللہ (مرزا قادیانی) کو بروزی طور پر دوبارہ دُنیا میں مبعوث کرکے آپ پر قرآن شریف اُتارا جائے۔''(۳)

(۳) ''قرآن مجید قادیان کے قریب نازل ہوا''

مرزا صاحب اپنا ایک الہام درج کرتے ہیں:

انا انزلناه قريبا من القاديان.

---

(۱) غلام احمد قادیانی، اربعین، ۳: ۳۸، ۶۹، مندرجہ روحانی خزائن، ۱۷: ۴۲۰، ۱۲۱

(۲) تذکرہ مجموعہ الہامات مرزا: ۶۳۵

(۳) مرزا بشیر احمد قادیانی، کلمۃ الفصل: ۱۷۳

اس کی تفسیر یہ ہے کہ **انا انزلناہ قریباً من دمشق بطرف شرقی عند المنارۃ البیضاء** کیونکہ اس عاجز کی سکونتی جگہ قادیان کے شرقی کنارہ پر ہے۔''(۱)

(۴) ''مرزا کے الہامات، قرآن کی طرح''

''میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں ان الہامات پر اسی طرح ایمان لاتا ہوں جیسا کہ قرآن شریف پر اور خدا کی دوسری کتابوں پر اور جس طرح میں قرآن شریف کو یقینی اور قطعی طور پر خدا کا کلام جانتا ہوں، اسی طرح اس کلام کو بھی جو میرے پر نازل ہوتا ہے، خدا کا کلام یقین کرتا ہوں۔''(۲)

(۵) ''مرزا کے ذریعے قرآنی اسرار کھلے''

''قرآن شریف کے لیے تین تجلیات ہیں۔ وہ سیدنا حضرت محمد ﷺ کے ذریعہ نازل ہوا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے ذریعہ سے اس نے زمین پر اشاعت پائی اور مسیح موعود کے ذریعہ سے بہت سے پوشیدہ اسرار اس کے کھلے...... آنحضرت ﷺ کے وقت میں اس کے تمام احکام کی تکمیل ہوئی اور مسیح موعود کے وقت میں اس کے روحانی فضائل اور اسرار کے ظہور کی تکمیل ہوئی۔''(۳)

(۶) ''قادیان کا نام قرآن شریف میں درج ہے''

مرزا صاحب اپنے ایک کشف کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس روز کشفی طور پر میں نے دیکھا کہ میرے بھائی صاحب مرحوم مرزا غلام

---

(۱) تذکرہ، مجموعہ الہامات مرزا: ۷۶، مندرجہ روحانی خزائن، ۳: ۱۴۰

(۲) غلام احمد قادیانی، حقیقۃ الوحی: ۲۲۰، مندرجہ روحانی خزائن، ۲۲: ۲۲۰

(۳) غلام احمد قادیانی، براہین احمدیہ، ۵: ۵۳

قادر میرے قریب بیٹھ کر بآواز بلند قرآن شریف پڑھ رہے ہیں اور پڑھتے پڑھتے انہوں نے ان فقرات کو پڑھا کہ **انا انزلناہ قریباً من القادیان** تو میں نے سن کر تعجب کیا کہ کیا قادیان کا نام بھی قرآن شریف میں لکھا ہوا ہے تب انہوں نے کہا کہ یہ دیکھو لکھا ہوا ہے تب میں نے نظر ڈال کر جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ فی الحقیقت قرآن شریف کے دائیں صفحہ میں شاید قریب نصف کے موقعہ پر یہی الہامی عبارت لکھی ہوئی موجود ہے تب میں نے اپنے دل میں کہا کہ ہاں واقعی طور پر قادیان کا نام قرآن شریف میں درج ہے اور میں نے کہا کہ تین شہروں کا نام اعزاز کے ساتھ قرآن شریف میں درج کیا گیا ہے مکہ اور مدینہ اور قادیان۔''(۱)

۴۔ احادیثِ رسول ﷺ کی توہین

مرزا نے قرآن حکیم کی شان میں دریدہ دہنی کرنے بعد احادیث نبوی ﷺ میں بھی ذَمّ کا پہلو نکالا، ملاحظہ ہو:

۱۔ ''میرے اس دعویٰ کی حدیث بنیاد نہیں قرآن اور وحی ہے جو میرے پر نازل ہوئی۔ ہاں تائیدی طور پر ہم وہ حدیثیں بھی پیش کرتے ہیں جو قرآن شریف کے مطابق ہیں اور میری وحی کے معارض نہیں اور دوسری حدیثوں کو ہم ردی کی طرح پھینک دیتے ہیں۔''(۲)

۲۔ اور جو شخص حکم ہو کر آیا ہے، اس کو اختیار ہے کہ حدیثوں کے ذخیرہ میں سے

(۱) غلام احمد قادیانی، ازالہ اوھام، حاشیہ، ۱: ۷۷، مندرجہ روحانی خزائن، ۳: ۱۴۰

(۲) غلام احمد قادیانی، اعجاز احمدی: ۳۰، مندرجہ روحانی خزائن، ۱۹: ۱۴۰

جس انبار کو چاہے خدا سے علم پا کر قبول کرے اور جس ڈھیر کو چاہے خدا سے علم پا کر رد کر دے۔‘‘(۱)

مرزا صاحب کی خرافات اور کفریہ تضحیک کے چند اقتباسات جو ہم نے نقل کیے ہیں اس قبیل کی عبارات قادیانی ذریّت کی سینکڑوں کتب میں موجود ہیں۔ ہم نے مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر طوالت کے خوف سے صرف چند پر اکتفا کیا ہے لیکن اس سے یہ بات بلا شک و شبہ ثابت ہوجاتی ہے کہ یہ تمام عبارات مرزا غلام احمد قادیانی، ان کے جانشینوں اور پیروکاروں کے واضح کفریہ عقائد پر دلالت کرتی ہیں۔ اگر پھر بھی کوئی ان کے کفر میں شک کرے تو پھر اس کے اپنے کافر ہونے میں رتی بھر احتمال کی گنجائش نہیں رہتی۔

(۱) غلام احمد قادیانی، تحفہ گولڑویہ: ۱۰، مندرجہ روحانی خزائن، ۱۷: ۵۱

باب پنجم

شانِ صحابہ و اَہلِ بیت رضی اللہ عنہم اور شانِ اَولیاءِ اُمت میں مرزا صاحب کی گستاخیاں اور شعائرِ اسلام کی توہین

ا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی توہین

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہ مقدس ہستیاں ہیں جن کے مقام کی ہمسری کا دعویٰ کوئی بڑے سے بڑا ولی، قطب، غوث حتیٰ کہ سیدنا غوث الاعظم بھی نہیں کر سکتے۔ اللہ رب العزت نے انہیں تمام مخلوق میں اپنے محبوب کی معیت و مصاحبت کے لیے بطورِ خاص منتخب فرمایا۔ صحبتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیضان نے ان میں وہ قدسی صفات پیدا فرما دیں جو دنیا میں کسی اور فرد کے حصے میں نہیں آئیں اور اس شرف میں کوئی ان کا شریک و سہیم نہیں۔ ان صحبت یافتگانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل و کمالات قرآن حکیم اور احادیث مبارکہ میں کثرت سے بیان ہوئے ہیں۔ خود حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی محبت کو اپنی محبت اور ان کی عداوت کو اپنی عداوت قرار دیا اور ان کے خلاف گستاخی اور زبان درازی کرنے والوں کو کڑی وعید سنائی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں ہی اپنی رضا و خوشنودی کی سند عطا فرمائی اور جنت کی خوشخبری دی۔ مرزا غلام احمد قادیانی ان ذواتِ مقدسہ کو بھی گستاخی اور اہانت کا نشانہ بنانے سے نہیں چوکے۔ ان کی زبان درازیوں اور افترا پردازیوں سے یہ نفوس مقدسہ بھی محفوظ نہیں رہے۔ مرزا صاحب کے خبثِ باطن کو ظاہر کرنے کے لیے ہم ذیل میں شانِ صحابہ کی توہین میں ان کی چند تحریروں سے اقتباسات نقل کرتے ہیں۔

(ا) مرزا صاحب کے پیروکار صحابہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں داخل ہیں

ا۔ ’’جو شخص میری جماعت میں داخل ہوا در اصل سردار خیر المرسلین کے صحابہ میں داخل ہوا۔‘‘(۱)

(۱) غلام احمد قادیانی، خطبہ الہامیہ: ۲۵۸، طبع ربوہ

۲۔ ''پس ان دونوں گروہوں میں تفریق کرنی ایک کو دوسرے سے مجموعی رنگ میں افضل قرار دینا ٹھیک نہیں۔ یہ دونوں فرقے درحقیقت ایک ہی جماعت میں ہیں۔ صرف زمانہ کا فرق ہے۔ وہ بعثت اولیٰ کے تربیت یافتہ ہیں، یہ بعثت ثانی کے۔''(۱)

(۲) سیّدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی توہین

۱۔ ''میں وہی مہدی ہوں جس کی نسبت ابن سیرین سے سوال کیا گیا کہ کیا وہ حضرت ابوبکر کے درجہ پر ہے تو اُنہوں نے جواب دیا کہ ابوبکر کیا وہ تو بعض انبیاء سے بہتر ہے۔''(۲)

۲۔ ''میرے ایک محبّ تھے جو اس وقت مولوی فاضل بھی ہیں اور اہلِ بیت مسیح موعود کے خاص رکن رکین ہیں۔ انہوں نے مجھے ایک دفعہ فرمایا کہ سچ تو یہ ہے کہ رسول اللہ کی بھی اتنی پیشین گوئیاں نہیں جتنی مسیح موعود کی ہیں۔ پھر انہوں نے ایک اور بھی ایسا ہی دکھ دینے والا فقرہ بولا کہ ابوبکر وعمر کیا تھے وہ تو حضرت غلام احمد (قادیانی) کی جوتیوں کے تسمہ کھولنے کے بھی لائق نہ تھے۔''(۳)

(۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی توہین

۱۔ ''بعض کم تدبر کرنے والے صحابی جن کی درایت اچھی نہیں تھی (جیسے ابو ہریرہ) وہ اپنی غلط فہمی سے عیسیٰ موعود کی پیشگوئی پر نظر ڈال کر یہ خیال کرتے تھے کہ حضرت عیسیٰ ہی آ جائیں گے جیسا کہ ابتدا میں ابوھریرہ کو بھی یہ دھوکہ لگا ہوا تھا اور اکثر باتوں میں ابوہریرہ

(۱) اخبار'' الفضل'' قادیان، ج: ۵، نمبر: ۹۲، ص: ۵، مورخہ ۲۸ مئی ۱۹۱۸ء

(۲) معیار الاخیار، اشتہارمرزا غلام احمد قادیانی، مندرجہ تبلیغ رسالت، ۹: ۳۰، مجموعہ اشتہارات، ۳: ۲۷۸

(۳) ماہنامہ المہدی، بابت جنوری، فروری ۱۹۱۵ء، ۳/۲، ص ۵۷، مؤلفہ حکیم محمد حسین قادیانی

بوجہ اپنی سادگی اور کمی درایت کے ایسے دھوکوں میں پڑ جایا کرتا تھا۔‘‘(۱)

۲۔ ’’جیسا کہ ابو ہریرہ جو غبی تھا اور درایت اچھی نہیں رکھتا تھا۔‘‘(۲)

۳۔ ’’جو شخص قرآن شریف پر ایمان لاتا ہے اس کو چاہیے کہ ابو ہریرہ کے قول کو ایک ردی متاع کی طرح پھینک دے۔‘‘(۳)

(۴) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی توہین

’’حق بات یہ ہے کہ ابن مسعودؓ ایک معمولی انسان تھا نبی اور رسول تو نہیں تھا اس نے جوش میں اگر غلطی کھائی تو کیا اس کی بات کو اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی میں داخل کیا جائے۔‘‘(۴)

(۵) بدری صحابہ رضی اللہ عنہم کی توہین

یوں تو ہر صحابیِ رسول ﷺ ہدایت کا ستارہ ہے لیکن بدری صحابہ رضی اللہ عنہم خصوصی امتیازی شان اور فضیلت کے حامل ہیں۔ اس لیے ان کی گستاخی دوہرا جرم ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے بدری صحابہ کے مقابلہ میں اپنے ۳۱۳ چیلوں کی فہرست تیار کی اور اسے اپنی کتابوں میں شائع کیا۔ مرزا صاحب کے صاحبزادے مرزا بشیر احمد اس فہرست کے بارے میں لکھتے ہیں:

’’میاں امام الدین صاحب سکھیوانی نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ حضرت

---

(۱) غلام احمد قادیانی، حقیقة الوحی: ۳۴، مندرجه روحانی خزائن، ۲۲: ۳۶

(۲) غلام احمد قادیانی، اعجاز احمدی: ۱۸، مندرجه روحانی خزائن، ۱۸: ۱۲۷

(۳) ضمیمه براہین احمدیه، ۵: ۴۱۰، مندرجه روحانی خزائن، ۲۱: ۴۱۰

(۴) غلام احمد قادیانی، ازاله اوهام حصه دوم: ۵۹۶، مندرجه روحانی خزائن، ۳: ۴۲۲

مسیح موعود علیہ السلام نے تین سو تیرہ اصحاب کی فہرست تیار کی۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ فہرست حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۱۸۹۶-۱۸۹۷ء میں تیار کی تھی اور اسے ضمیمہ انجام آتھم میں درج کیا تھا۔ احادیث سے پتا لگتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بھی ایک دفعہ اسی طرح اپنے اصحاب کی ایک فہرست تیار کروائی تھی۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ تین سو تیرہ کا عدد اصحاب بدر کی نسبت سے چنا گیا تھا۔[۱]

مرزا صاحب خود لکھتے ہیں:

''اور پھر فرمایا کہ خدا اس مہدی کی تصدیق کرے گا۔ اور دور دور سے اس کے دوست جمع کرے گا جن کا شمار اہلِ بدر کے شمار سے برابر ہوگا یعنی تین سو تیرہ ہوں گے اور ان کے نام بقید مسکن وخصلت چھپی ہوئی کتاب میں درج ہوں گے۔

''اب ظاہر ہے کہ کسی شخص کو پہلے اس سے یہ اتفاق نہیں ہوا کہ وہ مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کرے اور اس کے پاس چھپی کتاب ہو جس میں اس کے دوستوں کے نام ہوں لیکن میں پہلے اس سے بھی آئینہ کمالات اسلام میں تین سو تیرہ نام درج کر چکا ہوں اور اب دوبارہ اتمام حجت کے لیے تین سو تیرہ نام ذیل میں درج کرتا ہوں۔''[۲]

(۶) صحابی کو نادان کہا گیا

''بعض نادان صحابی جن کو درایت سے کچھ حصہ نہ تھا۔''[۳]

---

(۱) مرزا بشیر احمد، سیرت المہدی، ۳: ۱۲۸

(۲) غلام احمد قادیانی، ضمیمہ انجام آتھم: ۴۱-۴۵، مندرجہ روحانی خزائن، ۱۱: ۳۲۵-۳۲۸

(۳) غلام احمد قادیانی، ضمیمہ براہین احمدیہ، ۵: ۲۸۵، مندرجہ روحانی خزائن، ۲۱: ۲۸۵

۲۔ اہلِ بیتِ اَطہار کی توہین

(۱) سیّدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی توہین

''پرانی خلافت کا جھگڑا چھوڑو۔ اب نئی خلافت لو۔ ایک زندہ علی تم میں موجود ہے اس کو چھوڑتے ہو اور مردہ علی کی تلاش کرتے ہو۔''(۱)

(۲) سیدۂ کائنات سلام اللہ علیہا کی توہین

''حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کشفی حالت میں اپنی ران پر میرا سر رکھا اور مجھے دکھایا کہ میں اس میں سے ہوں۔''(۲)

(۳) امام حسین رضی اللہ عنہ کی توہین

۱۔ ''اور انہوں نے کہا کہ اس شخص نے (یعنی مرزا صاحب نے) امام حسین اور حسن سے اپنے تئیں اچھا سمجھا۔ میں کہتا ہوں کہ ہاں (بے شک) اور میرا خدا عنقریب ظاہر کر دے گا۔''(۳)

۲۔ ''امام حسینؓ پر فضیلت کے بارے میں کہ ان پر میری فضیلت سن کر یوں ہی غصہ میں آ جاتے ہیں۔ قرآن کریم نے کہاں امام حسینؓ کا نام لیا ہے۔ زید کا ہی نام لیا ہے۔ اگر ایسی ہی بات تھی تو چاہیے تھا کہ امام حسینؓ کا نام بھی لے دیا جاتا اور پھر **مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ** کہہ کر اور بھی ابوّت کا خاتمہ کر دیا۔ اگر اِلا الحسین اس آیت کے ساتھ کہہ دیا جاتا تو شیعہ کا ہاتھ کہیں تو پڑ جاتا۔''(۴)

---

(۱) غلام احمد قادیانی، ملفوظات احمدیہ، ۱: ۱۳۱

(۲) غلام احمد قادیانی، ایک غلطی کا ازالہ، حاشیہ: ۹، روحانی خزائن، ۱۸: ۱۳

(۳) غلام احمد قادیانی، اعجاز احمدی: ۵۲، مندرجہ روحانی خزائن، ۱۹: ۱۶۴

(۴) ملفوظات احمدیہ، مرتبہ محمد منظور الٰہی قادیانی، ۴: ۱۹۱، ۱۹۲

۳۔ ''افسوس یہ لوگ نہیں سمجھتے کہ قرآن نے تو امام حسین کو رتبہ ابنیت کا بھی نہیں دیا بلکہ نام تک مذکور نہیں۔ ان سے تو زید ہی اچھا رہا جس کا نام قرآن شریف میں موجود ہے۔ ان کو آنحضرت ﷺ کا بیٹا کہنا قرآن شریف کی نص صریح کے برخلاف ہے جیسا کہ آیت مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ سے سمجھا جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ حضرت امام حسین رجال میں سے تھے، عورتوں میں سے تو نہیں تھے۔ حق تو یہ ہے اس آیت نے اس تعلق کو جو امام حسین کی آنحضرت ﷺ سے بوجہ پسر دختر ہونے کے تھا، نہایت ہی ناچیز کر دیا ہے۔

''غرض حسین کو نبیوں پر فضیلت دینا بیہودہ خیال ہے۔ ہاں یہ سچ ہے کہ وہ بھی خدا کے راست باز بندوں میں سے تھے لیکن ایسے بندے تو کروڑہا دنیا میں گزر چکے ہیں اور خدا جانے آگے کس قدر ہوں گے پس بلاوجہ ان کو تمام انبیاء کا سردار بنا دینا خدا کے پاک رسولوں کی سخت ہتک کرنا ہے۔ ایسا ہی خدا تعالیٰ نے اور اس کے پاک رسول نے بھی مسیح موعود کا نام نبی اور رسول رکھا ہے اور تمام خدا تعالیٰ کے نبیوں نے اس کی تعریف کی ہے اور اس کو تمام انبیاء کی صفات کاملہ کا مظہر ٹھہرایا ہے۔ اب سوچنے کے لائق ہے کہ امام حسین کو اس سے کیا نسبت ہے ...... کیا یہ سچ نہیں ہے کہ قرآن واحادیث اور تمام نبیوں کی شہادت سے مسیح موعود حسین سے افضل ہے اور جامع کمالات متفرقہ ہے پھر اگر درحقیقت میں وہی مسیح موعود ہوں تو خود سوچ لو کہ حسین کے مقابل مجھے کیا درجہ دینا چاہئے اور اگر میں وہ نہیں ہوں تو خدا نے صدہا نشان کیوں دکھلائے اور کیوں وہ ہر دم میری تائید میں ہے۔''(۱)

۴۔ ''اور میں خدا کا کشتہ ہوں لیکن تمہارا حسین دشمنوں کا کشتہ ہے پس فرق کھلا کھلا اور ظاہر ہے۔''(۲)

---

(۱) غلام احمد قادیانی، نزول المسیح: ۴۵-۵۰، مندرجہ روحانی خزائن، ۱۸: ۴۲۳-۴۲۸

(۲) غلام احمد قادیانی، روحانی خزائن، ۱۹: ۱۹۳

۵۔ ’’مجھ میں اور تمہارے حسین میں بہت فرق ہے کیونکہ مجھے تو ہر ایک وقت خدا کی تائید اور مدد مل رہی ہے۔‘‘(۱)

۶۔ ’’اور بخدا اسے (یعنی حضرت امام حسینؓ کو) مجھ سے کچھ زیادت نہیں اور میرے پاس خدا کی گواہیاں ہیں۔ پس تم دیکھ لو۔‘‘(۲)

۷۔ ’’اے قوم شیعہ اس پر اصرار مت کرو کہ حسین تمہارا منجی ہے کیونکہ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ آج تم میں ایک (مرزا صاحب) ہے کہ اس حسین سے بڑھ کر ہے۔‘‘(۳)

۸۔ ’’کیا تو اس (حسین) کو تمام دنیا سے زیادہ پرہیزگار سمجھتا ہے اور یہ تو بتلاؤ کہ اس سے دینی فائدہ کیا پہنچا، اے مبالغہ کرنے والو۔‘‘(۴)

۹۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے شہید کربلا پر اپنی برتری کا دعویٰ کرتے ہوئے درج ذیل توہین آمیز شعر کہا:

کربلائے است سیرِ ہر آنم
صد حسین است در گریبانم(۵)

مرزا محمود احمد قادیانی نے اس شعر کی وضاحت درج ذیل گستاخانہ الفاظ میں کی ہے:

’’کہ میرے گریبان میں سو حسین ہیں۔ لوگ اس کے معنی یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام (مرزا قادیانی) نے فرمایا میں سو حسین کے برابر

(۱) غلام احمد قادیانی، روحانی خزائن، ۱۹: ۱۸۱
(۲) غلام احمد قادیانی، روحانی خزائن، ۱۹: ۱۹۳
(۳) غلام احمد قادیانی، دافع البلاء: ۱۳، ”روحانی خزائن“ ۱۸: ۲۳۳
(۴) غلام احمد قادیانی، روحانی خزائن، ۱۹: ۱۸۰
(۵) غلام احمد قادیانی، نزول المسیح: ۹۹، روحانی خزائن، ۱۸: ۴۷۷

ہوں لیکن میں کہتا ہوں کہ اس سے بڑھ کر اس کا یہ مفہوم ہے کہ سو حسین کی قربانی کے برابر میری ہر گھڑی کی قربانی ہے۔"

آگے کہتے ہیں:

"یہ تو ادنیٰ سوال ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام (مرزا قادیانی) امام حسین رضی اللہ عنہ کے برابر تھے یا ادنیٰ، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ولی تھے مگر ان کو وہ غم اور صدمہ کس طرح پہنچ سکتا تھا جو اسلام کو مٹتا دیکھ کر حضرت مسیح موعود کو ہوا۔"(۱)

۱۰۔ "تم نے خدا کے جلال اور مجد کو بھلا دیا اور تمہارا ورد صرف حسین ہے۔ کیا تو انکار کرتا ہے۔ پس یہ اسلام پر ایک مصیبت ہے۔ کستوری کی خوشبو کے پاس گوہ کا ڈھیر ہے۔"(۲)

(۴) پنج تن پاک کی توہین

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی اولاد کو پنج تن پاک سے تشبیہ دیتے ہوئے درج ذیل توہین آمیز اشعار کہے:

میری اولاد سب تیری عطا ہے
ہر اک تیری بشارت سے ہوا ہے
یہ پانچوں جو کہ نسل سیدہ ہے
یہی ہیں پنج تن جس پر بنا ہے(۳)

(۱) خطبہ مرزا محمود احمد قادیانی، مندرجہ اخبار الفضل ج: ۱۳، ص: ۷، نمبر: ۸۰، مورخہ ۲۶ جنوری ۱۹۱۶ء

(۲) غلام احمد قادیانی اعجاز احمدی: ۸۲، مندرجہ روحانی خزائن، ۱۹: ۱۹۴

(۳) غلام احمد قادیانی، در ثمین (اردو): ۴۵

(۵) امہات المومنین کی توہین

ام المومنین کی اصطلاح جو صرف حضور نبی اکرم ﷺ کی ازواجِ مطہرات کے ساتھ خاص ہے مرزا صاحب نے اس کا اطلاق بربنائے دعویٰ نبوت اپنی بیویوں پر بھی کیا:

''ام المومنین'' کا لفظ جو مسیح موعود کی بیوی کی نسبت استعمال کیا جاتا ہے اس پر بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں۔ حضرت اقدس نے سن کر فرمایا ''اعتراض کرنے والے بہت ہی کم غور کرتے ہیں اور اس قسم کے اعتراض صاف بتاتے ہیں کہ وہ محض کینہ اور حسد کی بنا پر کیے جاتے ہیں ورنہ نبیوں یا ان کے اظلال کی بیویاں اگر امہات المومنین نہیں ہوتی ہیں تو کیا ہوتی ہیں۔''(۱)

۳۔ اَولیائے کرام کی توہین

مرزا غلام احمد قادیانی نے اولیائے کرام اور اللہ کے برگزیدہ و مقبول بندوں کی اہانت میں جو کلمات کہے وہ ذیل میں اس لیے بیان کیے جاتے ہیں کہ صحیح العقیدہ مسلمان قادیانیت کی حقیقت کو جان لیں اور اس کے دام تزویر سے دور رہیں۔

(۱) تمام اولیاء سے افضل ہونے کا دعویٰ

۱۔ ''اسلام میں اگرچہ ہزارہا ولی اور اہل اللہ گزرے ہیں مگر ان میں کوئی موعود نہ تھا لیکن وہ جو مسیح کے نام پر آنے والا تھا، وہ موعود تھا (یعنی خود مرزا صاحب)۔''(۲)

۲۔ ''اور یہ بات ایک ثابت شدہ امر ہے کہ جس قدر خدا تعالیٰ نے مجھ سے مکالمہ اور مخاطبہ کیا ہے اور جس قدر امور غیبیہ مجھ پر ظاہر فرمائے ہیں، تیرہ سو برس ہجری میں کسی شخص کو آج تک بجز میرے یہ نعمت عطا نہیں کی گئی اور اگر کوئی منکر ہو تو بارِ ثبوت اس کی

(۱) ملفوظات احمدیہ، جلد اول

(۲) غلام احمد قادیانی، تذکرۃ الشہادتین: ۲۹، روحانی خزائن، ۲۰: ۳۱

گردن پر ہے۔غرض اس حصہ کثیر وحی الٰہی اور امور غیبیہ میں اس امت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس امت میں سے گزر چکے ہیں، ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لیے میں ہی مخصوص کیا گیا اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں۔''(۱)

۳۔ ''اور خدا تعالیٰ نے آج سے چھبیس برس پہلے میرا نام ''براہین احمدیہ'' میں محمد اور احمد رکھا ہے اور آنحضرت ﷺ کا بروز مجھے قرار دیا ہے۔ اسی وجہ سے براہین احمدیہ میں لوگوں کو مخاطب کر کے فرما دیا ہے: **قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ**...... اور یہ دعویٰ امت محمدیہ میں سے آج تک کسی اور نے ہرگز نہیں کیا کہ خدا تعالیٰ نے میرا یہ نام رکھا ہے اور خدا تعالیٰ کی وحی سے صرف میں اس نام کا مستحق ہوں۔''(۲)

۴۔ ''حضرت مجدد الف ثانی اپنے مکتوب میں آپ ہی تحریر فرماتے ہیں کہ جو لوگ میرے بعد آنے والے ہیں جن پر حضرت احدیت کی خاص خاص عنایات ہیں، ان سے افضل نہیں ہوں اور نہ وہ میرے پیرو ہیں۔سو یہ عاجز بیان کرتا ہے نہ فخر کے طریق پر بلکہ واقعی طور پر شکراً نعمۃ اللہ کہ اس عاجز کو خدا تعالیٰ نے ان بہتوں پر افضلیت بخشی ہے کہ جو حضرت مجدد صاحب سے بھی بہتر ہیں اور مراتب اولیاء سے بڑھ کر نبیوں سے مشابہت دی ہے۔''(۳)

(۲) خاتم الأولیا ہونے کا دعویٰ

''میں ولایت کے سلسلے کو ختم کرنے والا ہوں جیسا کہ ہمارے سید آنحضرت ﷺ نبوت کے سلسلہ کو ختم کرنے والے تھے اور وہ خاتم الانبیاء ہیں اور میں خاتم الاولیاء ہوں۔

(۱) غلام احمد قادیانی، حقیقة الوحی: ۳۹۱، روحانی خزائن، ۲۲: ۴۰۶
(۲) غلام احمد قادیانی، تتمه حقیقة الوحی: ۶۷، روحانی خزائن ۲۲: ۵۰۲، ۵۰۳
(۳) ارشاد مرزا غلام احمد قادیانی صاحب، مندرجه "حیات احمدیه" ۲: ۷۹

میرے بعد کوئی ولی نہیں مگر وہ جو مجھ سے ہوگا اور میرے عہد پر ہوگا۔''(۱)

(۳) سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ کی شان میں گستاخی

۱۔ ''سلطان عبدالقادر، اس الہام میں میرا نام سلطان عبدالقادر رکھا گیا کیونکہ جس طرح سلطان دوسروں پر حکمران اور افسر ہوتا ہے اسی طرح مجھ کو تمام روحانی درباریوں پر افسری عطا کی گئی ہے یعنی جو لوگ خدا تعالیٰ سے تعلق رکھنے والے ہیں ان کا تعلق نہیں رہے گا جب تک وہ میری اطاعت نہ کریں اور میری اطاعت کا جوا اپنی گردن پر نہ اٹھائیں۔ یہ اسی قسم کا فقرہ ہے جیسا کہ یہ فقرہ کہ **قد می هذه علی رقبة کل ولی اللہ** یہ فقرہ سید عبدالقادر جیلانی کا ہے جس کے معنی ہیں کہ ہر ایک ولی کی گردن پر میرا قدم ہے۔''(۲)

۲۔ ''حافظ نور محمد صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ حضور (مرزا قادیانی) نے فرمایا کہ میں نے خواب میں ایک مرتبہ دیکھا کہ سید عبدالقادرؒ صاحب جیلانی آئے ہیں اور آپ نے پانی گرم کرا کر مجھے غسل دیا ہے اور نئی پوشاک پہنائی ہے اور گول کمرہ کی سیڑھیوں کے پاس کھڑے ہو کر فرمانے لگے کہ آؤ ہم اور تم برابر برابر کھڑے ہو کر قد ناپیں پھر انہوں نے میرے بائیں طرف کھڑے ہو کر کندھے سے کندھا ملایا تو اس وقت دونوں برابر برابر رہے۔''(۳)

(۴) حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ کی شان میں گستاخی

مرزا نے حضرت پیر مہر علی شاہؒ کے متعلق ایسی لغو اور بے ہودہ زبان استعمال کی ہے کہ جو کسی عام مسلمان کے لیے بھی روا نہیں رکھی جاسکتی۔

---

(۱) غلام احمد قادیانی، خطبہ الہامیہ: ۳۵، روحانی خزائن، ۱۶: ۶۹-۷۰

(۲) تذکرہ، مجموعہ الہامات مرزا: ۷۰۶

(۳) مرزا بشیر احمد قادیانی، سیرت المہدی، ۳: ۱۶

۱۔ ''مجھے ایک کتاب کذاب (حضرت پیر مہر علی شاہ) کی طرف سے پہنچی ہے۔ وہ خبیث کتاب اور بچھو کی طرح نیش زن۔ پس میں نے کہا کہ اے گولڑہ کی زمین تجھ پر لعنت، تو ملعون کے سبب سے ملعون ہوگئی پس تو قیامت کو ہلاکت میں پڑے گی۔''(۱)

۲۔ ''اور لُونمبڑی کی طرح بھاگا پھرتا ہے، اے نادان اول کسی تفسیر کو عربی فصیح میں لکھنے سے اپنی عربی دانی ثابت کر، پھر تیری نکتہ چینی بھی قابل توجہ ہو جائے گی۔ ورنہ بغیر ثبوت عربی دانی کے میری نکتہ چینی کرنا اور کبھی سرقہ کا الزام دینا اور کبھی صرفی نحوی غلطی کا، یہ صرف گوہ کھانا ہے، اے جاہل، بے حیاء اول عربی بلیغ و فصیح میں کسی سورۃ کی تفسیر شائع کر پھر تجھے ہر ایک کے نزدیک حق حاصل ہو گا کہ میری کتاب کی غلطیاں نکالے یا مسروقہ قرار دے۔''(۲)

---

(۱) اعجاز احمدی: ۷۵، مندرجہ روحانی خزائن، ۱۹: ۱۸۸

(۲) غلام احمد قادیانی، نزول المسیح: ۶۵، مندرجہ روحانی خزائن، ۱۸: ۴۴۱

اسی یاوہ گوئی پر مبنی تحریر نے بالآخر حضرت پیر مہر علی شاہ قدس سرہٗ کو مجبور کر دیا تھا کہ مرزا کی حقیقت کھلے عام آشکار کی جائے۔ آپؒ نے جب دیکھا کہ مرزا غلام احمد قادیانی مسلمانوں کے عقائد کو مسخ کر رہا ہے اور نت نئی تاویلات کے ذریعے ختم نبوت اور اسلامی شعائر کا مذاق اڑا رہا ہے تو آپ نے ۱۳۱۷ھ (بمطابق ۱۸۹۹-۱۹۰۰ء) ماہ شعبان المعظم اور رمضان المبارک میں ایک رسالہ بعنوان ''شمس الهداية في اثبات حيات المسيح'' تالیف کیا۔ اس رسالہ نے قادیانی حلقوں میں تہلکہ مچا دیا۔ اس رسالہ میں آپ نے قرآن و حدیث کے دلائل سے رفع و نزول مسیح کا عقیدہ ثابت کیا اور اس حوالے سے قادیانی عقائد کا ردّ فرمایا۔

مورخہ ۲۰ فروری ۱۹۰۰ء کو مرزا صاحب کے مشیر حکیم نور الدین کی طرف سے آپ کو ایک خط موصول ہوا جس میں بارہ سوالات درج تھے۔ خط ملتے ہی آپ نے ان سوالات کے مسکّت جوابات لکھوائے، انہیں مرزا صاحب کو ارسال بھی فرما دیا اور

۴۔ عامۃ المسلمین کی توہین

قادیانیوں سے محبت اور رواداری کا درس دینے والے اور ان کے لیے نرم گوشہ رکھنے والے درج ذیل عبارات پہ بطور خاص غور فرمائیں اور نوٹ فرمائیں کہ مرزا قادیانی نے مسلمانوں کو کافر، پکے کافر، جہنمی، خنزیر اور بدکار عورتوں کی اولاد قرار دیتے ہوئے ان کی کہیں بھی کوئی رعایت نہیں کی اور ان کے لیے انتہائی فحش بازاری زبان استعمال کی۔ بطور حوالہ چند عبارات درج ذیل ہیں:

(۱) مرزا کو نہ ماننے والا پکا کافر ہے

''ہر ایک ایسا شخص جو موسیٰ کو تو مانتا ہے مگر عیسیٰ کو نہیں مانتا عیسیٰ کو مانتا ہے مگر محمد

.... الگ سے چھپوا بھی دیا۔ ان جوابات نے علمی و عوامی حلقوں میں بے حد پذیرائی حاصل کی۔ ملک کے کونہ کونہ سے علماء وفضلاء نے تحریری وتقریری خراجِ تحسین پیش کیا۔ چنانچہ مرزا صاحب سے ''شمس الھدایۃ'' کا جواب لکھنے کا مطالبہ کیا جانے لگا۔ مرزا صاحب نے کتاب کا جواب لکھنے کی بجائے ایک بار پھر قادیانی امت کے سامنے سر اونچا رکھنے کے لیے آپ ؒ کو مناظرے کی دعوت دے دی۔ پیر صاحب نے اس دعوت کو فوراً قبول کر لیا اور تقریری وتحریری مناظرے کا مقام شاہی مسجد لاہور قرار پائی۔ مناظرہ کے دن ملک کے طول وعرض سے لوگ لاہور پہنچ گئے۔ مگر مرزا صاحب عین وعدہ کے دن شکست کے خوف سے بھاگ گئے۔ یہ مرزا صاحب کی ایک تاریخی شکست تھی جس کے بعد قادیانیت کے ہتھکنڈے خاصی حد تک محدود ہو گئے تھے۔ مرزا صاحب نے مناظرہ سے فرار کے بعد ''اعجاز المسیح'' اور ''شمس بازغہ'' کے نام سے دو کتابیں تحریر کیں جن کے جواب میں حضرت پیر مہر علی قدس سرہٗ نے ''سیف چشتیائی'' تصنیف فرمائی۔ یہ کتاب ۱۹۰۲ء میں شائع کی گئی۔ آپ ؒ نے اس کتاب میں مرزا صاحب کے تمام اعتراضات کے مسکت جوابات دیئے اور ان کی عبارات پر متعدد اعتراضات وارد کیے۔

کو نہیں مانتا اور یا محمد کو مانتا ہے پر مسیح موعود کو نہیں مانتا وہ نہ صرف کافر بلکہ پکا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔''(۱)

(۲) مرزا کی مخالفت کرنے والا جہنمی ہے

''اور مجھے بشارت دی ہے کہ جس نے تجھے شناخت کرنے کے بعد تیری دشمنی اور تیری مخالفت اختیار کی، وہ جہنمی ہے۔''(۲)

(۳) ہمارے دشمن مرد خنزیر، عورتیں کتیاں ہیں

''دشمن ہمارے بیابانوں کے خنزیر ہو گئے اور ان کی عورتیں کتیوں سے بڑھ گئی ہیں۔''(۳)

(۴) مرزا کے مخالفین کا نام عیسائی، یہودی، مشرک رکھا گیا

''جو میرے مخالف تھے ان کا نام عیسائی اور یہودی اور مشرک رکھا گیا۔''(۴)

(۵) مرزا کی تصدیق نہ کرنے والے بدکار عورتوں کی اولاد ہیں

تلک کتب ینظر الیھا کل مسلم بعین المحبة و المودة و ینتفع من معارفھا و یقبلنی و یصدق دعوتی الا ذریّة البغایا.(۵)

---

(۱) مرزا بشیر احمد قادیانی، کلمة الفصل: ۱۱۰

(۲) تذکرہ، مجموعہ الہاماتِ مرزا: ۱۶۸

(۳) غلام احمد قادیانی، نجم الہدیٰ: ۵۳، مندرجہ روحانی خزائن، ۱۴: ۵۳

(۴) غلام احمد قادیانی نزول المسیح: ۴، مندرجہ روحانی خزائن، ۱۸: ۳۸۲

(۵) آئینہ کمالات اسلام: ۵۴۷، ۵۴۸، مندرجہ روحانی خزائن، ۵: ۵۴۷، ۵۴۸

''میری ان کتابوں کو ہر مسلمان محبت کی نظر سے دیکھتا ہے اور اس کے معارف سے فائدہ اٹھاتا ہے اور میری دعوت کی تصدیق کرتا ہے اور اسے قبول کرتا ہے مگر رنڈیوں (بدکار عورتوں) کی اولاد نے میری تصدیق نہیں کی۔''

البغایا جمع کا صیغہ ہے، اس کا واحد **بغیة** ہے، جس کا معنی بدکار، فاحشہ، زانیہ ہے۔

خود مرزا صاحب نے ''خطبہ الہامیہ (ص: ۴۹)''، مندرجہ ''روحانی خزائن (۱۶: ۴۹)'' اور ''انجام آتھم (ص: ۲۸۲)''، مندرجہ روحانی خزائن (۱۱: ۲۸۲)'' میں لفظ بغایا کا ترجمہ بازاری عورتیں کیا ہے اور ایسے ہی ''نور الحق (حصہ اول، ص: ۱۲۳)''، مندرجہ ''روحانی خزائن (۸: ۱۶۳)'' میں لفظ بغایا کا ترجمہ زن بدکار وغیرہ کیا ہے۔

(۶) مرزا کی بیعت نہ کرنے والے کافر ہیں

''کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے، خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کا نام بھی نہیں سنا، وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔''[(۱)]

۵۔ مسلمانوں سے معاشرتی تعلقات

قادیانیوں کے نزدیک مسلمانوں سے معاشرتی تعلقات اسی طرح حرام ہیں جس طرح مسلمانوں کے نزدیک کسی بھی کافر، مرتد، زندیق سے حرام ہوتے ہیں لیکن اس کے باوجود مسلمانوں کی صفوں میں گھسے رہنے پر ان کا اصرار صرف اس لیے ہے تاکہ وہ مسلم معاشرے کے نہ صرف سماجی و معاشرتی تائید سے بھرپور استفادہ کر سکیں بلکہ مار آستین بن کر ان پر زہریلے وار بھی برساتے رہیں۔

---

(۱) محمود احمد قادیانی، آئینہ صداقت: ۳۵

درج ذیل حوالہ جات اس بات کا کھلا ثبوت ہیں کہ قادیانی خود کو مسلمانوں سے بالکل الگ ایک قوم اور اقلیت سمجھتے ہیں اس کے ساتھ ہی مسلمانوں سے ملے جلے رہنے پر مصر بھی ہیں۔ یہ اصل میں اپنے تاریخی دوغلے کردار کے تسلسل کو منافقت اور مداہنت کی پالیسی پر عمل کرتے ہوئے نبھانے کے مترادف ہے۔

(۱) مسلمانوں سے تعلقات حرام

''ہم تو دیکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود نے غیر احمدیوں کے ساتھ صرف وہی سلوک جائز رکھا ہے جو نبی کریم ﷺ نے عیسائیوں کے ساتھ کیا۔ غیر احمدیوں سے ہماری نمازیں الگ کی گئیں، ان کو لڑکیاں دینا حرام قرار دیا گیا۔ ان کے جنازے پڑھنے سے روکا گیا، اب باقی کیا رہ گیا ہے جو ہم ان کے ساتھ مل کر کر سکتے ہیں۔ دو قسم کے تعلقات ہوتے ہیں ایک دینی دوسرے دنیوی۔ دینی تعلق کا سب سے بڑا ذریعہ عبادت کا اکٹھا ہونا ہے اور دنیوی تعلقات کا بھاری ذریعہ رشتہ و ناطہ ہے۔ سو یہ دونوں ہمارے لیے حرام قرار دیئے گئے۔''(۱)

(۲) مسلمانوں کے پیچھے نماز قطعی حرام

۱۔ ''خدا نے مجھے اطلاع دی ہے تمہارے پر حرام ہے اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکفّر اور مکذّب یا متردد کے پیچھے نماز پڑھو بلکہ چاہئے کہ تمہارا وہی امام ہو جو تم میں سے ہو۔''(۲)

۲۔ ''ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں اور ان کے پیچھے نماز نہ

---

(۱) مرزا بشیر احمد، کلمة الفضل: ۱۶۹، ۱۷۰

(۲) ۱۔ غلام احمد قادیانی، تحفہ گولڑویہ، حاشیہ: ۶۴

۲۔ تذکرہ مجموعہ الہامات مرزا: ۴۰۱

پڑھیں کیونکہ ہمارے نزدیک وہ خدا تعالیٰ کے ایک نبی کے منکر ہیں۔''(۱)

۳۔ مرزا صاحب نے اس سوال کے جواب میں کہ انہوں نے اپنے مریدوں کو غیر احمدیوں یعنی مسلمانوں کے پیچھے نماز پڑھنے سے کیوں منع کر رکھا ہے؟ کہا:

''جن لوگوں نے جلدبازی کے ساتھ بدظنی کر کے اس سلسلہ کو جو اللہ تعالیٰ نے قائم کیا ہے، رد کر دیا ہے اور اس قدر نشانوں کی پروانہیں کی اور اسلام پر جو مصائب ہیں ان سے لاپروا پڑے ہیں ان لوگوں نے تقویٰ سے کام نہیں لیا اور اللہ تعالیٰ اپنے پاک کلام میں فرماتا ہے **انما يتقبل الله من المتقين** (المائدہ: ۲۸) ''خدا صرف متقی لوگوں کی نماز قبول کرتا ہے۔'' اس واسطے کہا گیا ہے کہ ایسے آدمی کے پیچھے نماز نہ پڑھو جس کی نماز خود قبولیت کے درجہ تک پہنچنے والی نہیں۔''(۲)

۴۔ مرزا صاحب نے سلسلہ احمدیہ سے ناواقف افراد کے پیچھے نماز پڑھنے سے متعلق پوچھے گئے ایک سوال کے جواب میں کہا:

''اول تو کوئی ایسی جگہ ایسی نہیں جہاں لوگ واقف نہ ہوں اور جہاں ایسی صورت ہو کہ لوگ ہم سے اجنبی اور ناواقف ہوں تو ان کے سامنے اپنے سلسلہ کو پیش کر کے دیکھ لیا۔ اگر تصدیق کریں تو ان کے پیچھے نماز پڑھ لیا کرو۔ ورنہ ہرگز نہیں اکیلے پڑھ لیا کرو۔ خدا اس وقت چاہتا ہے کہ ایک جماعت تیار کرے پھر جان بوجھ کر ان لوگوں میں گھسنا جن سے وہ الگ کرنا چاہتا ہے۔ منشاء الٰہی کی مخالفت ہے۔''(۳)

---

(۱) مرزا محمود احمد، انوارِ خلافت: ۹۰

(۲) غلام احمد قادیانی، ملفوظات احمدیہ، ۱: ۴۴۹

(۳) فتاویٰ احمدیہ: ۱۹

(۳) غیر احمدیوں کے پیچھے نماز نہ پڑھنے کا واضح حکم

''حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے اس سال میں خدا سے علم پا کر جماعت کی تنظیم و تربیت کے متعلق دو مزید احکامات جاری فرمائے یعنی اول تو آپ نے اس بات کا اعلان فرمایا کہ آئندہ کوئی احمدی کسی غیر احمدی کی امامت میں نماز ادا نہ کرے بلکہ صرف احمدی امام کی اقتداء میں نماز ادا کی جائے۔ یہ حکم ابتداء میں ۱۸۹۸ء میں زبانی طور پر جاری ہوا تھا مگر بعد میں ۱۹۰۰ء میں تحریری طور پر بھی اس کا اعلان کیا گیا۔ آپ کا یہ فرمان جو خدائی منشاء کے ماتحت تھا اس حکمت پر مبنی تھا کہ جب غیر احمدی مسلمانوں نے آپ کے دعویٰ کو رد کر کے اور آپ کو جھوٹا اور مفتری قرار دے کر اس خدائی سلسلہ کی مخالفت پر کمر باندھی ہے جو خدا نے اس زمانہ میں دنیا کی اصلاح کے لیے جاری کیا ہے اور جس سے دنیا میں اسلام اور روحانی صداقت کی زندگی وابستہ ہے تو اب وہ اس بات کے مستحق نہیں رہے کہ کوئی شخص جو حضرت مسیح موعود پر ایمان لاتا ہے وہ آپ کے منکر کی امامت میں نماز ادا کرے۔ نماز ایک اعلیٰ درجہ کی روحانی عبادت ہے اور اس کا امام گویا خدا کے دربار میں اپنے مقتدیوں کا لیڈر اور زعیم ہوتا ہے پس جو شخص خدا کے مامور کو رد کر کے اس کے غضب کا مورد بنتا ہے۔ وہ ان لوگوں کا پیش رو نہیں ہوسکتا جو اس کے مامور کو مان کر اس کی رحمت کے ہاتھ کو قبول کرتے ہیں۔ اس میں کسی کے برا منانے کی بات نہیں ہے بلکہ یہ سلسلہ احمدیہ کے قیام کا بھی ایک طبعی اور قدرتی نتیجہ تھا جو جلد یا بدیر ضرور ظاہر ہونا تھا چنانچہ حدیث میں بھی اس بات کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے کہ جب مسیح موعود آئے گا تو اس کے متبعین کا امام انہی میں سے ہوا کرے گا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود اپنی جماعت کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:

> ''یاد رکھو کہ جیسا کہ خدا نے مجھے اطلاع دی ہے تمہارے پر حرام اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکفر یا مکذب یا متردد کے پیچھے نماز پڑھو بلکہ چاہئے کہ تمہارا وہی امام ہو جو تمہیں میں سے ہو۔ اسی کی طرف حدیث بخاری کے ایک پہلو میں اشارہ

ہے کہ 'امامکم منکم' یعنی جب مسیح نازل ہوگا تو تمہیں دوسرے فرقوں کو جو دعویٰ اسلام کرتے ہیں بالکل ترک کرنا پڑے گا اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔''(۱)

(۴) مسلمانوں کے پیچھے نماز نہ پڑھنے کی مرزائی حکمت

''صبر کرو اور اپنی جماعت کے غیر کے پیچھے نماز مت پڑھو۔ بہتری اور نیکی اسی میں ہے اور اسی میں تمہاری نصرت اور فتح عظیم ہے اور یہی اس جماعت کی ترقی کا موجب ہے۔ دیکھو، دنیا میں روٹھے ہوئے اور ایک دوسرے سے ناراض ہونے والے بھی اپنے دشمن کو چار دن منہ نہیں لگاتے اور تمہاری ناراضگی اور روٹھنا تو خدا کے لیے ہے تم اگر ان میں رلے ملے رہے تو خدا تعالیٰ جو خاص نظر تم پر رکھتا ہے وہ نہیں رکھے گا۔ پاک جماعت جب الگ ہو تو پھر اس میں ترقی ہوتی ہے۔''(۲)

(۵) غیر احمدیوں کو احمدی لڑکیوں کا رشتہ دینے کی ممانعت

''دوسری ہدایت جو آپ نے اپنی جماعت کے لیے جاری فرمائی، وہ احمدیوں کے رشتہ ناطہ کے متعلق تھی۔ اس وقت تک جیسا کہ احمدیوں اور غیر احمدی مسلمانوں کی نماز مشترک تھی یعنی احمدی لوگ غیر احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھ لیتے تھے اسی طرح باہمی رشتہ ناطہ کی بھی اجازت تھی یعنی احمدی لڑکیاں غیر احمدی لڑکوں کے ساتھ بیاہ دی جاتی ہیں مگر ۱۸۹۸ء میں حضرت مسیح موعود نے اس کی بھی ممانعت فرما دی اور آئندہ کے لیے ارشاد فرمایا کہ کوئی احمدی لڑکی غیر احمدی مرد کے ساتھ نہ بیاہی جائے۔ یہ اس حکم کی ایک ابتدائی صورت تھی جس کی بعد اس میں مزید وضاحت ہوتی گئی اور اس حکم میں حکمت یہ تھی کہ طبعاً اور قانوناً ازدواجی زندگی میں مرد کو عورت پر انتظامی لحاظ سے غلبہ حاصل ہوتا ہے۔ پس اگر ایک احمدی لڑکی غیر احمدی کے ساتھ بیاہی جائے تو اس بات کا قوی اندیشہ ہوسکتا ہے کہ

---

(۱) مرزا بشیر احمد، سلسلہ احمدیہ: ۸۴، ۸۵

(۲) غلام احمد قادیانی، ملفوظات احمدیہ، ۱: ۵۲۵

مرد عورت کے دین کو خراب کرنے کی کوشش کرے گا اور خواہ اسے اس میں کامیابی نہ ہو لیکن بہر حال یہ ایک خطرہ کا پہلو ہے جس سے احمدی لڑکیوں کو محفوظ رکھنا ضروری تھا۔ علاوہ ازیں چونکہ اولاد عموماً باپ کے تابع ہوتی ہے اس لیے اس قسم کے رشتوں کی اجازت دینے کے یہ معنی بھی بنتے ہیں کہ ایک احمدی لڑکی کو اس غرض سے غیر احمدیوں کے سپرد کر دیا جائے کہ وہ اس کے ذریعہ غیر احمدی اولاد پیدا کریں۔ اس قسم کی وجوہات کی بنا پر آپ نے آئندہ کے لیے یہ ہدایت جاری فرمائی کہ گو حسب ضرورت غیر احمدی لڑکی کا رشتہ لیا جا سکتا ہے مگر کوئی احمدی لڑکی غیر احمدی کے ساتھ نہ بیاہی جائے بلکہ احمدیوں کے رشتے صرف آپس میں ہوں۔"(۱)

"ایک اور بھی سوال ہے کہ غیر احمدیوں کو لڑکی دینا جائز ہے یا نہیں۔ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے اس احمدی پر سخت ناراضگی کا اظہار کیا ہے جو اپنی لڑکی غیر احمدی کو دے۔ آپ سے ایک شخص نے بار بار پوچھا اور کئی قسم کی مجبوریوں کو پیش کیا لیکن آپ نے اس کو یہی فرمایا کہ لڑکی کو بٹھائے رکھو لیکن غیر احمدیوں میں نہ دو۔ آپ کی وفات کے بعد اس نے غیر احمدیوں کو لڑکی دے دی تو حضرت خلیفہ اول نے اس کو احمدیوں کی امارت سے ہٹا دیا اور جماعت سے خارج کر دیا اور اپنی خلافت کے چھ سالوں میں اس کی توبہ قبول نہ کی باوجودیکہ وہ بار بار توبہ کرتا رہا۔"(۲)

(۶) مسلمانوں کا جنازہ پڑھنے کی ممانعت

خلیفہ قادیاں ابن مرزائے قادیاں میاں محمود صاحب لکھتے ہیں:

۱۔ "قرآن شریف سے تو معلوم ہوتا ہے کہ ایسا شخص جو بظاہر اسلام لے آیا ہے لیکن یقینی طور پر اس کے دل کا کفر معلوم ہو گیا ہے تو اس کا بھی جنازہ جائز نہیں۔ پھر غیر

---

(۱) مرزا بشیر احمد، سلسله احمديه: ۸۴، ۸۵

(۲) مرزا محمود قادياني، انوار خلافت: ۹۳، ۹۴

احمدی کا جنازہ کس طرح جائز ہوسکتا ہے۔''(۱)

۲۔ ''غیر احمدی تو حضرت مسیح موعود کے منکر ہوئے اس لیے ان کا جنازہ نہ پڑھنا چاہئے لیکن اگر کسی غیر احمدی کا چھوٹا بچہ مر جائے تو اس کا جنازہ کیوں نہ پڑھا جائے وہ تو مسیح علیہ السلام کا مکفر نہیں۔ میں یہ سوال کرنے والوں سے پوچھتا ہوں کہ اگر یہ درست ہے تو پھر ہندوؤں اور عیسائیوں کے بچوں کا جنازہ کیوں نہیں پڑھا جاتا؟''(۲)

(۷) مرزا صاحب نے اپنے مسلمان بیٹے کا جنازہ نہ پڑھا

''آپ (مرزا قادیانی) کا ایک بیٹا فوت ہوگیا جو آپ کی زبانی طور پر تصدیق بھی کرتا تھا جب وہ مرا تو مجھے یاد ہے آپ ٹہلتے جاتے اور فرماتے کہ اس نے کبھی شرارت نہ کی تھی بلکہ میرا فرمانبردار ہی رہا ہے۔ ایک دفعہ میں سخت بیمار ہوا اور شدت مرض میں مجھے غش آ گیا، جب مجھے ہوش آیا تو میں نے دیکھا کہ وہ میرے پاس کھڑا نہایت درد سے رو رہا تھا۔ آپ یہ بھی فرماتے کہ یہ میری بڑت عزت کیا کرتا تھا لیکن آپ نے اس کا جنازہ نہ پڑھا حالانکہ وہ اتنا فرمانبردار تھا کہ بعض احمدی بھی اتنے نہ ہوں گے۔ محمدی بیگم کے متعلق جب جھگڑا ہوا تو اس کی بیوی اور اس کے رشتہ دار بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے۔ حضرت نے اس کو فرمایا کہ تم اپنی بیوی کو طلاق دے دو۔ اس نے طلاق لکھ کر حضرت کو بھیج دی کہ آپ کی جس طرح مرضی ہے اسی طرح کریں لیکن باوجود اس کے جب وہ مرا تو آپ نے اس کا جنازہ نہ پڑھا۔''(۳)

مرزا قادیانی کا بیٹا فضل احمد سمجھتا تھا کہ اس کے والد نے نبوت کا دعویٰ کر کے امت مسلمہ سے غداری کی ہے، اس لیے اس نے اپنے باپ کے ''دعویٰ نبوت'' کو کبھی تسلیم نہیں کیا جس کی بنا پر مرزا قادیانی نے اپنے فرمانبردار بیٹے کا نماز جنازہ نہ پڑھا کیونکہ وہ

(۱) مرزا محمود، انوار خلافت: ۹۲

(۲) مرزا محمود قادیانی، انوار خلافت: ۹۱

(۳) مرزا محمود احمد قادیانی، انوار خلافت: ۹۱

اپنے بیٹے کو غیر احمدی سمجھتا تھا۔ قادیانیوں کے جنازے پڑھنے والے اور انہیں مسلمانوں کے قبرستانوں میں دفن کرنے کی اجازت دینے پر اصرار کرنے والے نام نہاد مسلمان کیا اس بات پر غور فرمائیں گے؟

۶۔ شعائرِ اسلام کی توہین

مرزا قادیانی نے مقدس مقامات اور شعائر اسلام کی توہین و اہانت میں بھی کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ چند ایک مثالیں درج ذیل ہیں:

(ا) حرمین شریفین کی توہین

ا۔ ”حضرت مسیح موعود نے اس کے متعلق بڑا زور دیا ہے اور فرمایا کہ جو بار بار یہاں نہیں آتے مجھے ان کے ایمان کا خطرہ ہے پس جو قادیان سے تعلق نہیں رکھے گا وہ کاٹا جائے گا۔ تم ڈرو کہ تم میں سے نہ کوئی کاٹا جائے۔ پھر یہ تازہ دودھ کب تک رہے گا آخر ماؤں کا دودھ بھی سوکھ جایا کرتا ہے کیا مکہ اور مدینہ کی چھاتیوں سے یہ دودھ سوکھ گیا کہ نہیں۔“(۱)

۲۔ ”لوگ معمولی اور نفلی طور پر حج کرنے کو بھی جاتے ہیں مگر اس جگہ (قادیان میں) نفلی حج سے ثواب زیادہ ہے اور غافل رہنے میں نقصان اور خطرہ کیونکہ سلسلہ آسمانی ہے اور حکم ربانی۔“(۲)

۳۔ مرزا صاحب نے اپنے ایک شعر میں قادیاں کو ارض حرم قرار دیتے ہوئے کہا:

زمینِ قادیاں اب محترم ہے
ہجومِ خلق سے اَرضِ حرم ہے(۳)

---

(۱) مرزا بشیر الدین محمود ، حقیقة الرویاء: ۴۶

(۲) آئینہ کمالاتِ اسلام: ۳۵۲، مندرجہ روحانی خزائن، ۵: ۳۵۲

(۳) غلام احمد قادیانی ، در ثمین: ۵۲

(۲) قرآن شریف میں قادیان کا نام

''اس روز کشفی طور پر میں نے دیکھا کہ میرے بھائی صاحب مرحوم مرزا غلام قادر میرے قریب بیٹھ کر بآواز بلند قرآن شریف پڑھ رہے ہیں اور پڑھتے پڑھتے انہوں نے ان فقرات کو پڑھا کہ **انا انزلناه قريبا من القاديان** تو میں نے سن کر بہت تعجب کیا کہ کیا قادیان کا نام بھی قرآن شریف میں لکھا ہے؟ تب انہوں نے کہا کہ یہ دیکھو لکھا ہوا ہے، تب میں نے نظر ڈال کر جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ فی الحقیقت قرآن شریف کے دائیں صفحہ پر شاید قریب نصف کے موقع پر یہی الہامی عبارت لکھی ہوئی موجود ہے۔ تب میں نے اپنے دل میں کہا کہ ہاں واقعی طور پر قادیان کا نام قرآن شریف میں درج ہے اور میں نے کہا کہ تین شہروں کا نام اعزاز کے ساتھ قرآن شریف میں درج کیا گیا ہے جن میں مکہ، مدینہ اور قادیان۔''[۱]

(۳) مسجد اقصیٰ کی توہین

''مسجد اقصیٰ سے مراد مسیح موعود کی مسجد ہے جو قادیان میں واقع ہے جس کی نسبت براہین احمدیہ میں خدا کا کلام یہ ہے **مبارک و مبارک وکل امر مبارک يجعل فيه** اور یہ مبارک کا لفظ جو بصیغہ مفعول اور فاعل واقع ہوا، قرآن شریف کی آیت **باركنا حوله** کے مطابق ہے۔ پس کچھ شک نہیں جو قرآن شریف میں قادیان کا ذکر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **سبحان الذی اسری بعبده ليلا من المسجد الحرام الى المسجد الأقصیٰ الذی باركنا حوله**۔''[۲]

---

(۱) غلام احمد قادیانی ازالہ اوہام، ۱: ۴۰، مندرجہ روحانی خزائن، ۳: ۴۰

(۲) غلام احمد قادیانی، خطبہ الہامیہ: ۲۱، مندرجہ روحانی خزائن، ۱۶: ۲۱

(۴) گنبد خضریٰ کی توہین

قادیاں کے سالانہ جلسہ میں قادیانی مذہب کے پیروکاروں سے خطاب کرتے ہوئے میاں محمود احمد قادیانی نے کہا:

''وہ روضہ مطہرہ جس میں اس خدا کے برگزیدہ کا جسم مبارک مدفون ہے۔ جسے افضل الرسل نے اپنا سلام بھیجا اور جس کی نسبت حضرت خاتم النبیین نے فرمایا: **''یدفن معی في قبری''** اس اعتبار سے مدینہ منورہ کے گنبد خضریٰ کے انوار کا پورا پورا پرتو تو اس گنبد بیضاء پر پڑ رہا ہے اور آپ گویا ان برکات سے حصہ لے سکتے ہیں جو رسول کریم ﷺ کے مرقد منور سے مخصوص ہیں۔''(۱)

(۵) قادیان میں شعائر اللہ

اسی مرزا محمود احمد قادیانی نے ۱۹۳۲ء کے سالانہ جلسہ میں کہا:

''پھر شعائر اللہ کی زیارت بھی ضروری ہے۔ یہاں (قادیان میں) کئی ایک شعائر اللہ ہیں۔ مثلاً یہی ایک علاقہ جہاں جلسہ ہو رہا ہے ...... اسی طرح شعائر اللہ میں مسجد مبارک، مسجد اقصیٰ، منارۃ المسیح شامل ہیں۔''(۲)

مذکورہ بالا اقتباسات سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے پیروکاروں کا اسلام اور اہلِ اسلام سے کوئی واسطہ نہیں۔ وہ ایک الگ مذہب کے پیروکار ہیں جو سرا سر کذب و کفریہ کلمات کا پلندہ ہے۔ مرزا صاحب اور ان کے صاحبزادگان نے صاف صاف لکھا ہے کہ غیر احمدی یعنی مسلمان کافر ہیں ان کے پیچھے نماز پڑھنا، ان کا جنازہ پڑھنا اور انہیں اپنی لڑکیوں کا رشتہ دینا حرام ہے۔ اسی طرح ان کے نزدیک مسلمانوں سے میل جول بھی ممنوع اور حرام ہے۔ معلوم ہوا کہ قادیانی

---

(۱) الفضل، مورخہ ۱۸ دسمبر ۱۹۲۲ء

(۲) الفضل، مورخہ ۸ جنوری ۱۹۳۳ء

کسی نئے مذہب اور شریعت کے پیروکار ہیں جس کی رُو سے اہل اسلام کے ساتھ سماجی اور معاشرتی تعلقات رکھنا جائز نہیں۔ یہ اس بات کا عملی ثبوت ہے کہ مرزا صاحب خود ساختہ ظلی و بروزی کے ہی نہیں تشریعی نبوت کے بھی مدعی تھے۔ لہٰذا خود مرزا صاحب اور ان کے تمام پیروکار اپنے ان کفر و الحاد سے مملو عقائد کے باعث قرآن و سنت اور اجماع امت کی رو سے کافر قرار پائے۔

قادیانی زعماء کی مذکورہ بالا عبارات میں قادیانی ذریّت کے لیے بھی یہ نکتہ پوشیدہ ہے کہ انہیں اپنے غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے اور اسلامی شعائر کو استعمال کرنے سے روکے جانے پر احتجاج اور واویلا نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اسلامی قانون نے انصاف کرتے ہوئے انہیں ان کا حق دیا ہے، انہیں الگ تشخص دیا ہے، ان کے بزرگوں کی خواہشات کے عین مطابق انہیں غیر مسلم قرار دے کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اسلام کی حدود سے باہر کر دیا ہے۔ پھر یہ احتجاج کس بات پر؟ عجیب بات ہے کہ آپ عامۃ المسلمین کے اسلام کے منکر ہو کر بھی مسلمان رہنا چاہتے ہیں!

یہ اُن مسلمانوں کے لیے بھی مقامِ غور اور لمحۂ فکر یہ ہے جو قادیانیوں کی مجلسوں میں حاضری دیتے ہیں اور رواداری و مصلحت کے پیش نظر ان کے جنازوں میں شریک ہوتے ہیں۔

باب ششم

مرزا غلام احمد قادیانی کے کاذبانہ اِلہامات اور پیشین گوئیاں

مرزا غلام احمد قادیانی کے کاذبانہ اِلہامات

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی کتاب ''براہین احمدیہ'' کی اشاعت کے ساتھ ہی کثرت سے الہامات کے دعاوی کا آغاز کر دیا تھا۔اس کتاب کا نفسِ مضمون اس نکتے کے گرد گھومتا ہے کہ الہام کا سلسلہ ہمیشہ جاری و ساری رہتا ہے کیونکہ الہام ہی کسی مذہبی دعویٰ اور عقیدہ کی صحت اور صداقت کی سب سے زیادہ موثر دلیل ہوتی ہے۔اس کتاب کے قاری کو کثرت سے الہامات و دعاوی ملیں گے۔

الہاماتِ مرزا کے باب میں دلچسپ اور قابل توجہ بات یہ ہے کہ انہیں یہ دعویٰ تو تھا کہ مجھے من جانب اللہ الہام ہوتے ہیں اور انہوں نے لوگوں کو اپنے بعض الہام بتائے بھی مگر عجیب بات یہ ہے کہ انہیں اپنے الہاموں کے معنی بھی نہیں آتے تھے۔قادیانیوں کے خودساختہ (self-styled) نبی کا یہ عجیب فلسفہ ہے کہ اس پر خدا کی طرف سے الہام آئیں اور ان کے معانی کا پتا بھی نہ چلے حالانکہ ایک نبی کا فرض منصبی ہی یہ ہے کہ جو وحی بھی من جانب اللہ نازل ہو اس کا معنی و مفہوم لوگوں کو بتائے جیسا کہ قرآن حکیم میں واضح ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ○[1]

''اور ہم نے کسی رسول کو نہیں بھیجا مگر اپنی قوم کی زبان کے ساتھ تاکہ وہ ان کے لیے (پیغامِ حق) خوب واضح کر سکے، پھر اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ ٹھہرا دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت بخشتا ہے، اور وہ غالب حکمت والا ہے○''

---

(۱) ابراھیم، ۱۴: ۴

اِلہامات کی زبان

عجیب طرفہ تماشا ہے کہ قادیانیوں کے نبی کو خود بھی پتہ نہیں چلتا کہ اس پر اترے ہوئے الہام کا معنی ومفہوم کیا ہے چنانچہ وہ اپنی کتاب ''براہین احمدیہ'' میں انگلش، عربی اور عبرانی زبانوں کے الہامات درج کر کے اس امر کا اعتراف کرتا ہے کہ وہ ان کے معانی سے آشنا نہیں۔ یہ ہے مرزا صاحب کے اپنے الہاموں کے مفہوم سے ناآشنائی کا علم کہ کبھی ان کے معانی انگریزوں سے پوچھتے ہیں اور کبھی لغت کی کتابوں سے تلاش کرتے پھرتے ہیں۔ایک اور جگہ مرزا صاحب کہتے ہیں:

''مگر اس سے زیادہ تر تعجب کی یہ بات ہے کہ بعض الہامات مجھے ان زبانوں میں ہوتے ہیں جن سے مجھے کچھ بھی واقفیت نہیں جیسے انگریزی یا سنسکرت یا عبرانی وغیرہ۔''(۱)

ایک مقام پر وہ اپنے خدا (شیطان) سے جو اس پر الہام بھیجتا تھا شکوہ کناں ہو کر کہتا ہے:

''اور یہ بالکل غیر معقول اور بے ہودہ امر ہے کہ انسان کی اصل زبان تو کوئی ہو اور الہام اس کو کسی اور زبان میں ہو جس کو وہ سمجھ بھی نہیں سکتا کیونکہ اس میں تکلیف مالایطاق ہے۔''(۲)

ایک جگہ خود ہی تعجب کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''زیادہ تر تعجب کی یہ بات ہے کہ بعض الہامات مجھے ان زبانوں میں بھی ہوتے ہیں جن سے مجھے کچھ بھی واقفیت نہیں جیسے انگریزی یا سنسکرت یا عبرانی وغیرہ۔''(۳)

---

(۱) غلام احمد قادیانی، نزول المسیح: ۵۷، مندرجه روحانی خزائن، ۱۸: ۴۳۵

(۲) غلام احمد قادیانی، چشمۂ معرفت: ۲۰۹، مندرجه روحانی خزائن، ۲۳: ۲۱۸

(۳) غلام احمد قادیانی، نزول المسیح: ۵۷، مندرجه روحانی خزائن۲۳: ۲۱۸

شیطان کا بھی اپنے دوستوں کو اِلہام کرنا قرآن سے ثابت ہے

ایک الہام اور وحی تو وہ ہوتی ہے جو اللہ ﷻ اپنے برگزیدہ اور مقدس ہستیوں کے دل پر القا فرماتا ہے اور ایک الہام وہ ہوتا ہے جو شیطان اپنے متعلقین کے دلوں میں ڈالتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِنَّ الشَّیٰطِیْنَ لَیُوْحُوْنَ اِلٰٓی اَوْلِیٰٓئِهِمْ لِیُجَادِلُوْكُمْ ۚ وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ○[1]

’’اور شیاطین (تو) اپنے ساتھیوں کے دلوں میں وحی کرتے ہیں تاکہ وہ تم سے جھگڑا کریں اور اگر تم نے ان کا کہنا مانا تو تم بھی مشرک ہو جاؤ گے○‘‘

اور دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰی مَنْ تَنَزَّلُ الشَّیٰطِیْنُ○ تَنَزَّلُ عَلٰی كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِیْمٍ○ یُّلْقُوْنَ السَّمْعَ وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ○[2]

’’کیا میں تمہیں بتاؤں کہ شیاطین کس پر اترتے ہیں○ وہ ہر جھوٹے (بہتان طراز) گناہگار پر اترا کرتے ہیں○ جو سنی سنائی باتیں (ان کے کانوں میں) ڈال دیتے ہیں اور ان میں سے اکثر جھوٹے ہوتے ہیں○‘‘

شیطانی کلام

مرزا صاحب خود لکھتے ہیں:

’’جس دل پر درحقیقت آفتاب وحی تجلی فرماتا ہے اس کے ساتھ ظن اور شک کی

---

(۱) الأنعام، ۶: ۱۲۲

(۲) الشعراء، ۲۶: ۲۲۱-۲۲۳

تاریکی ہرگز نہیں رہتی۔‘‘(۱)

’’لیکن اگر کوئی کلام یقین کے مرتبے سے کمتر ہوتو وہ شیطانی کلام ہے نہ ربانی۔‘‘(۲)

اس مختصر تمہید کے بعد اب ہم مرزا صاحب کے چند الہامات بطور نمونہ پیش کرتے ہیں اور اس کا فیصلہ بھی قادیانیوں پر چھوڑتے ہیں کہ وہ بتائیں کہ ان الہاموں میں کیا مقصدیت کارفرما ہے؟ اور ان کی حقیقت کیا ہے؟ اور کون سے اخلاقی، روحانی، معاشرتی اور سماجی اُصول دیئے گئے ہیں؟ کیا ایسے بے مقصد لا یعنی، مبہم اور مہمل الہام من جانب اللہ ہوتے ہیں یا من جانب الشیطان؟

(۱) انگریز نوجوان کی شکل میں فرشتہ

’’ایک فرشتہ کو میں نے بیس برس کے نوجوان کی شکل میں دیکھا صورت اس کی مثل انگریزوں کے تھی اور میز کرسی لگائے ہوئے بیٹھا ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ آپ بہت ہی خوبصورت ہیں اس نے کہا کہ ہاں میں درشنی ہوں۔‘‘(۳)

(۲) خدا کے ایک کاغذ پر دستخط

’’۱۰ جنوری ۱۹۰۶ء ایک رؤیا میں دیکھا کہ بہت سے ہندو آئے ہیں اور ایک کاغذ پیش کیا کہ اس پر دستخط کر دو میں نے کہا میں نہیں کرتا انہوں نے کہا کہ پبلک نے کر دیے ہیں میں نے کہا میں پبلک میں نہیں یا کہا کہ پبلک سے باہر ہوں۔ ایک اور بات بھی کہنے کو تھا کہ کیا خدا نے اس پر دستخط کر دیے ہیں مگر یہ بات نہیں کی تھی کہ بیداری ہوگئی۔‘‘(۴)

(۱) غلام احمد قادیانی، نزول المسیح: ۸۹، مندرجہ روحانی خزائن، ۱۸: ۴۶۷

(۲) غلام احمد قادیانی، نزول المسیح: ۱۰۸، مندرجہ روحانی خزائن، ۱۸: ۴۸۶

(۳) تذکرہ، مجموعہ الہامات و مکاشفات مرزا: ۳۱

(۴) ۱۔ غلام احمد قادیانی، مکاشفات: ۴۸

۲۔ تذکرہ، مجموعہ الہامات مرزا: ۵۹۰

(۳) ’’یلاش‘‘ خدا کا ایک نیا نام

’’خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ یلاش خدا ہی کا نام ہے۔ یہ ایک نیا الہامی لفظ ہے کہ اب تک میں نے اس کو اس صورت پر قرآن اور حدیث میں نہیں پایا اور نہ کسی لغت کی کتاب میں دیکھا اس کے معنی میرے پر یہ کھولے گئے کہ یا لاشریک۔‘‘(۱)

(۴) گویا ایک انگریز ہے جو بول رہا ہے

’’ایک دفعہ کی حالت یاد آئی ہے کہ انگریزی میں یہ الہام ہوا ’’آئی لو یو‘‘ یعنی میں تم سے محبت رکھتا ہوں پھر یہ الہام ہوا ’’آئی ایم ود یو‘‘ یعنی میں تمہارے ساتھ ہوں پھر الہام ہوا ’’آئی شل ہیلپ یو‘‘ یعنی میں تمہاری مدد کروں گا۔ پھر الہام ہوا ’’آئی کین وہاٹ آئی ول ڈو‘‘ یعنی میں کر سکتا ہوں جو چاہوں گا۔ پھر اس کے بعد بہت ہی زور سے جس سے بدن کانپ گیا یہ الہام ہوا ’’وی کین وہاٹ وی ول ڈو‘‘ یعنی ہم کر سکتے ہیں جو چاہیں گے اور اس وقت ایک ایسا لہجہ اور تلفظ معلوم ہوا کہ گویا ایک انگریز ہے جو سر پر کھڑا ہوا بول رہا ہے۔‘‘(۲)

(۵) کولا وائن کی شکل میں کتاب پیش کی گئی

’’۵ مئی ۱۹۰۶ء رؤیا۔ ایک شخص نے ایک دوائی کولا وائن کی ایک بوتل دی جو سرخ رنگ کی دوائی ہے اور بوتل بند کی ہوئی ہے اور اس پر رسیاں لپٹی ہوئی ہیں۔ظاہر دیکھنے میں تو بوتل ہی نظر آتی ہے مگر جس نے دی ہے وہ یہ کہتا ہے کہ یہ کتاب دیتا ہوں۔‘‘(۳)

---

(۱) غلام احمد قادیانی، تحفہ گولڑویہ، ۱۱۰، روحانی خزائن، ۱۷: ۲۰۳

(۲) براہین احمدیہ: ۴۸۰، مندرجہ روحانی خزائن، حاشیہ در حاشیہ، ۱: ۵۷۱-۵۷۲

(۳) غلام احمد قادیانی، مکاشفات: ۵۲، تذکرہ، مجموعہ الہاماتِ مرزا (طبع سوم): ۶۱۲

(٦) وحی نمونہ قیامت

’’پہلے یہ وحی الٰہی ہوئی تھی کہ وہ زلزلہ جو نمونہ قیامت ہوگا بہت جلد آنے والا ہے اور اس کے لیے یہ نشان دیا گیا تھا کہ پیر منظور محمد لدھیانوی کی بیوی محمدی بیگم کو لڑکا پیدا ہوگا اور وہ لڑکا اس زلزلہ کے لیے ایک نشان ہوگا۔اس لیے اس کا نام بشیر الدولہ ہوگا، کیونکہ وہ ہماری ترقی سلسلہ کے لیے بشارت دے گا۔ اسی طرح اس کا نام عالم کباب ہوگا کیونکہ اگر لوگ توبہ نہیں کریں گے تو بڑی بڑی آفتیں دنیا میں آئیں گی۔ ایسا ہی اس کا نام کلمۃ اللہ اور کلمۃ العزیز ہوگا۔ کیونکہ وہ خدا کا کلمہ ہوگا جو وقت پر ظاہر ہوگا اور اس کے لیے اور نام بھی ہوں گے مگر بعد اس کے میں نے دعا کی کہ اس زلزلہ نمونہ قیامت میں کچھ تاخیر ڈال دی جائے۔اس دعا کا اللہ تعالیٰ نے اس وحی میں خود ذکر فرمایا اور جواب بھی دیا...... یعنی خدا نے دعا قبول کر کے اس زلزلہ کو کسی اور وقت پر ڈال دیا ہے، اور یہ وحی الٰہی قریباً چار ماہ سے اخبار بدر اور الحکم میں چھپ کر شائع ہو چکی ہے اور چونکہ زلزلہ نمونہ قیامت آنے میں تاخیر ہوگئی۔ اس لیے ضرور تھا کہ لڑکا پیدا ہونے میں بھی تاخیر ہوتی لہٰذا پیر منظور محمد کے گھر میں ۱۷ جولائی ۱۹۰۶ء میں بروز سہ شنبہ لڑکی پیدا ہوئی......مگر یہ ضرور ہو گا کہ (کم) درجہ کے زلزلے آتے رہیں گے اور ضرور ہے کہ زمین نمونہ قیامت زلزلہ سے رکی رہے۔ جب تک کہ وہ موعود لڑکا پیدا ہو۔ یاد رہے کہ یہ خدا تعالیٰ کی بڑی رحمت کی نشانی ہے کہ لڑکی پیدا کر کے آئندہ بلا یعنی زلزلہ نمونہ قیامت کی نسبت تسلی دے دی...... اور اگر ابھی لڑکا پیدا ہو جاتا تو ہر ایک زلزلہ اور ہر ایک آفت کے وقت سخت غم اور اندیشہ دامن گیر ہوتا کہ شاید وہ وقت آ گیا اور تاخیر کچھ اعتبار نہ ہوتا۔‘‘[(۱)]

(۷) مرزائی اسرار و رموز

’’اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۷ء کی پیش گوئی کا انتظار کریں جس کے ساتھ یہ بھی

(۱) غلام احمد قادیانی، حقیقۃ الوحی: ۱۰۰، مندرجہ روحانی خزائن، حاشیہ، ۲۲: ۱۰۳

الہام ہے......’’اور تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا یہ بات سچ ہے کہہ ہاں مجھے اپنے رب کی قسم ہے کہ یہ سچ ہے اور تم اس بات کو وقوع میں آنے سے روک نہیں سکتے۔ ہم نے خود اس سے تیرا عقد نکاح باندھ دیا ہے۔ میری باتوں کو کوئی بدلا نہیں سکتا اور نشان دیکھ کر منہ پھیر لیں گے اور قبول نہیں کریں گے اور کہیں گے کہ یہ کوئی پکا فریب یا پکا جادو ہے۔ ۲۸، ۲۷، ۱۴، ۲، ۲۷، ۲، ۲۶، ۲، ۲۸، ۱، ۲۳، ۱۵، ۱۱، ۱، ۲، ۲۷، ۱۴، ۱۰، ۱، ۲۸، ۲۷، ۴۷، ۱۶، ۱۱، ۳۴، ۱۴، ۱۱، ۱۷، ۱، ۵، ۳۴، ۲۳، ۳۴، ۱۱، ۱۴، ۷، ۲۳، ۱۴، ۱، ۱، ۱۴، ۵، ۲۸، ۷، ۳۴، ۱، ۷، ۳۴، ۱۱، ۱۶، ۱، ۱۴، ۷، ۲، ۱، ۷، ۵، ۱، ۱۴، ۱، ۱۴، ۲، ۲۸، ۱، ۷، **والسلام علی من فهم اسرارنا وتبع الهدی الناصح المشفق** خاکسار غلام احمد قادیانی ۲۷ دسمبر ۱۸۹۱ء۔‘‘[۱]

(۸) ہاتھی سے بھاگے......قلم پر دو نوک لگائے

’’رؤیا۔ مرزا صاحب نے فرمایا: ہم ایک جگہ جا رہے ہیں ایک ہاتھی دیکھا اس سے بھاگے اور ایک اور کوچہ میں چلے گئے۔ لوگ بھی بھاگے جاتے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ ہاتھی کہاں ہے۔ لوگوں نے کہا کہ وہ کسی اور کوچہ میں چلا گیا ہے۔ ہمارے نزدیک نہیں آیا۔

’’پھر نظارہ بدل گیا، گویا گھر میں بیٹھے ہیں۔قلم پر میں نے دو نوک لگائے ہیں جو ولایت سے آئے ہیں، پھر میں کہتا ہوں یہ بھی نامرد ہی نکلا۔ اس کے بعد الہام ہوا **ان الله عزیز ذو انتقام**۔‘‘[۲]

(۹) پتھر ایک خوبصورت بھینس بن گیا

’’مجھے ۲۱ رمضان المبارک ۱۳۱۶ھ جمعہ کی رات کو جس میں انتشار روحانیت

---

(۱) ۱۔ مجموعہ اشتہارات، ۱: ۳۰۱
۲۔ اشتہار مندرجہ تبلیغ رسالت، ۲: ۵، مولفہ میر قاسم علی

(۲) تذکرہ یعنی وحی مقدس، مجموعہ الہامات مرزا (طبع اول): ۴۷۰، (طبع سوم): ۵۰۴

مجھے محسوس ہوتا تھا اور میرا خیال تھا کہ یہ لیلۃ القدر ہے اور آسمان سے نہایت آرام اور آہستگی سے مینہ برس رہا تھا۔ ایک رؤیا ہوا یہ رؤیا ان کے لیے ہے جو ہماری گورنمنٹ عالیہ کو ہمیشہ میری نسبت شک میں ڈالنے کے لیے کوشش کرتے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ کسی نے مجھ سے درخواست کی ہے۔ اگر تیرا خدا قادر خدا ہے تو اس سے درخواست کر کہ یہ پتھر جو تیرے سر پر ہے بھینس بن جائے۔ تب میں نے دیکھا کہ ایک وزنی پتھر میرے سر پر ہے جس کو کبھی میں پتھر اور کبھی لکڑی خیال کرتا ہوں۔ تب میں نے یہ معلوم کرتے ہی اس پتھر کو زمین پر پھینک دیا، پھر بعد اس کے میں نے جناب الٰہی میں دعا کی کہ اس پتھر کو بھینس بنا دیا جائے اور میں اس دعا میں محو ہو گیا۔ جب بعد اس کے میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ پتھر بھینس بن گیا ہے۔ سب سے پہلے میری نظر اس کی آنکھوں پر پڑی اس کی بڑی روشن اور لمبی آنکھیں تھیں تب میں یہ دیکھ کر کہ خدا نے پتھر کو جس کی آنکھیں نہیں تھیں ایسی خوبصورت بھینس بنا دیا۔ جس کی ایسی لمبی اور روشن آنکھیں ہیں اور خوبصورت اور مفید جاندار ہے۔ خدا کی قدرت کو یاد کر کے وجد میں آ گیا اور بلاتوقف سجدہ میں گرا۔''(۱)

(۱۰) موسیٰ و فرعون کا تخیل

''دیکھا کہ میں مصر کے دریائے نیل پر کھڑا ہوں اور میرے ساتھ بہت سے بنی اسرائیل ہیں اور میں اپنے آپ کو موسیٰ سمجھتا ہوں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم بھاگے چلے آتے ہیں۔ نظر اٹھا کر پیچھے دیکھا تو معلوم ہوا کہ فرعون ایک لشکر کثیر کے ساتھ ہمارے تعاقب میں ہے اور اس کے ساتھ بہت سامان مثل گھوڑے و گاڑیوں و رتھوں وغیرہ کے ہے اور وہ ہمارے بہت قریب آ گیا ہے۔ میرے ساتھی بنی اسرائیل بہت گھبرائے ہوئے ہیں اور اکثر ان میں سے بے دل ہو گئے ہیں اور بلند آواز سے چلاتے ہیں کہ اے موسیٰ

(۱) ۱۔ غلام احمد قادیانی، حقیقۃ المہدی: ۱۰، مندرجہ روحانی خزائن، ۱۴: ۴۴۳، ۴۴۴

۲۔ تذکرہ، مجموعہ الہامات مرزا: ۳۲۸

ہم پکڑے گئے تو میں نے بلند آواز سے کہا: **كلا ان معی ربی سیهدین** اتنے میں بیدار ہو گیا اور زبان پر یہی الفاظ جاری تھے۔"(۱)

(۱۱) آؤ بلی کو پھانسی دے دیں

"میں نے دیکھا کہ ایک بلی ہے اور گویا کہ ایک کبوتر ہمارے پاس ہے، وہ اس پر حملہ کرتی ہے بار بار ہٹانے سے باز نہیں آتی تو آخر میں نے اس کا ناک کاٹ دیا ہے اور خون بہہ رہا ہے، پھر بھی باز نہ آئی تو میں نے اسے گردن سے پکڑ کر اس کا منہ زمین سے رگڑنا شروع کیا۔ بار بار رگڑتا تھا لیکن پھر بھی سر اٹھاتی جاتی تھی تو آخر میں نے کہا کہ آؤ اسے پھانسی دے دیں۔"(۲)

(۱۲) حضرت ملکہ معظّمہ ہمارے گھر میں رونق افروز ہوئیں

"رؤیا دیکھا کہ گویا حضرت ملکہ معظّمہ قیصرہ ہند سلمہا اللہ تعالیٰ ہمارے گھر میں رونق افروز ہوئی ہیں اسی اثنا میں، میں نے مولوی عبد الکریم صاحب کو جو میرے پاس بیٹھے ہیں کہا کہ حضرت ملکہ معظّمہ کمال شفقت سے ہمارے ہاں قدم رنجہ ہوئی ہیں اور دو روز قیام فرمایا ہے ان کا کوئی شکریہ بھی ادا کرنا چاہئے۔"(۳)

(۱۳) یہ اوتار ہیں یہ کرشن ہیں

"ہندوؤں کے بارے میں فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ اس عالمگیر طوفان وبا (طاعون) میں یہ ہندوؤں کی قوم بھی اسلام کی طرف توجہ کرے گی، چنانچہ جب ہم نے

(۱) تذکرہ یعنی وحی مقدس، مجموعہ الہامات مرزا(طبع اول): ۴۲۹، (طبع سوم): ۴۵۴

(۲) ۱۔ تذکرہ، مجموعہ الہامات مرزا (طبع سوم): ۴۸۳
۲۔ مکاشفات: ۳۳، مولفہ بابو منظور الٰہی قادیانی

(۳) ۱۔ مکاشفات: ۱۷، مولفہ بابو منظور الٰہی قادیانی
۲۔ تذکرہ، مجموعہ الہامات مرزا قادیانی: ۳۳۷

باہر مکان بنوانے کی تجویز کی تھی تو ایک ہندو نے ہم کو آ کر کہا تھا کہ ہم تو اپنی قوم سے علیحدہ ہو کر آپ ہی کے پاس باہر رہا کریں گے، اسی طرح دو دفعہ ہم نے رؤیا میں دیکھا کہ بہت سے ہندو ہمارے سامنے سجدہ کرنے کی طرح جھکتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اوتار ہیں اور کرشن ہیں اور پھر ہمارے سامنے نذریں رکھتے ہیں پھر ایک دفعہ الہام ہوا ہے کرشن رودر گوپال تیری مہما و تیری استتی گیتا میں موجود ہے لفظ رودر کے معنی نذیر اور گوپال کے معنی بشیر کے ہیں۔''(۱)

(۱۴) خرگوش نما قلم

''(غالبًا) نومبر ۱۹۰۶ء میں رؤیا دیکھا کہ میں گھوڑے پر سوار ہوں اور کسی طرف جا رہا ہوں اور جاتے ہوئے آگے بالکل تاریکی ہوگئی تو میں واپس آ گیا اور میرے ساتھ کچھ عورتیں بھی ہیں، واپس آتے ہوئے بھی گرد و غبار کے سبب بہت تاریکی ہو گئی اور گھوڑے کی باگ کو میں نے ٹٹول کر ہاتھ میں پکڑا ہوا ہے۔ چند قدم چل کر روشنی ہو گئی۔ آگے دیکھا کہ ایک بڑا چبوترہ ہے اس پر اتر پڑا وہاں چند ایک لڑکے ہیں، انہوں نے شور مچایا کہ مولوی عبد الکریم آ گئے پھر میں نے دیکھا کہ مولوی عبد الکریم صاحب آ رہے ہیں۔ ان کے ساتھ میں نے مصافحہ اور السلام علیکم کہا۔ مولوی عبد الکریم صاحب مرحوم نے ایک چیز نکال کر مجھے بطور تحفہ دی اور کہا بشپ جو پادریوں کا افسر ہے وہ بھی اسی سے کام چلاتا ہے، وہ چیز اس طرح سے ہے جیسے کہ خوگوش ہوتا ہے۔ بادامی رنگ، اس کے آگے ایک بڑی نالی لگی ہوئی ہے اور نالی کے آگے ایک قلم لگا ہوا ہے۔ اس نالی کے اندر ہوا بھری جاتی ہے۔ جس سے قلم بغیر محنت باآسانی چلنے لگتا ہے۔ میں نے کہا میں نے تو یہ قلم نہیں منگوایا۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ مولوی محمد علی صاحب نے منگوایا ہو گا۔ میں نے کہا کہ اچھا میں مولوی صاحب کو دے دوں گا۔ اس کے بعد بیداری ہو گئی۔''(۲)

---

(۱) ملفوظات، ۳: ۲۷۰۔ ۲۷۱، ۴: ۱۴۳، مرتبہ منظور الٰہی قادیانی

(۲) ۱۔ تذکرہ، مجموعہ الہاماتِ مرزا (طبع چہارم): ۶۸۰۔ ۶۸۱

۲۔ اخبار، الفضل، قادیان، ۱۶: ۱۰، نمبر ۲۱، مورخہ ۱۱ ستمبر ۱۹۲۸ء

(۱۵) خوارزم بادشاہ کی تیر کمان سے شیر کا شکار

''فرمایا: میں نے دیکھا کہ زار روس کا سونٹا میرے ہاتھ آ گیا ہے۔ وہ بڑا لمبا اور خوبصورت ہے پھر میں نے غور سے دیکھا تو وہ بندوق ہے اور یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ بندوق ہے بلکہ اس میں پوشیدہ نالیاں بھی ہیں گویا بظاہر سونٹا معلوم ہوتا ہے اور وہ بندوق بھی ہے۔ اور پھر دیکھا کہ خوارزم بادشاہ جو بوعلی سینا کے وقت میں تھا۔ ان کی تیر کمان میرے ہاتھ میں ہے۔ بوعلی سینا بھی میرے پاس ہی کھڑا ہے اور اس تیر کمان سے ایک شیر کو بھی شکار کیا۔''[۱]

(۱۶) شیشی پر لکھا ہوا تھا ''خاکسار پیپرمنٹ''

''ہفتہ مختتمہ ۲۴ فروری ۱۹۰۵ء میں حالت کشفی میں جبکہ حضور (مرزا قادیانی) کی طبیعت ناساز تھی۔ ایک شیشی دکھائی گئی جس پر لکھا ہوا تھا ''خاکسار پیپرمنٹ۔''[۲]

(۱۷) علاجِ دنداں اخراج دندان

''نشان (نبوت) ایک دفعہ مجھے دانت میں سخت درد ہوئی ایک دم قرار نہ تھا۔ کسی شخص سے میں نے دریافت کیا کہ اس کا کوئی علاج بھی ہے۔ اس نے کہا کہ علاج دنداں اخراج دنداں۔ اور دانت نکالنے سے میرا دل ڈرا تب اس وقت مجھے غنودگی آ گئی اور میں زمین پر بے تابی کی حالت میں بیٹھا ہوا تھا اور چارپائی پاس بچھی تھی۔ میں نے بے تابی کی حالت میں اس چارپائی کی پائنتی پر اپنا سر رکھ دیا تھا اور تھوڑی سی نیند آ گئی۔ جب میں بیدار

---

(۱) تذکرہ یعنی وحی مقدس، مجموعہ الہامات مرزا (طبع اول)، ۱: ۴۲۹،
(طبع سوم): ۴۵۴

(۲) ۱۔ اخبار، الحکم قادیان، ۲۴ فروری ۱۹۰۵ء
۲۔ مجموعہ مکاشفاتِ مرزا: ۳۸، مولفہ منظور الٰہی قادیانی
۳۔ تذکرہ (طبع سوم): ۲۵۷

ہوا تو درد کا نام ونشان نہ تھا اور زبان پر یہ الہام جاری تھا۔ **واذا مرضت فھو یشفین**۔"[۱]

(۱۸) عدالتی الہام

"ایک دفعہ جب میں گورداسپور میں ایک فوجداری کے مقدمہ کی وجہ سے جو کرم دین جہلمی نے میرے پر دائر کیا تھا موجود تھا مجھے الہام ہوا **یسئلونک عن شانک قل اللہ ثم ذرھم فی خوضھم یلعبون** یعنی تیری شان کے بارے میں پوچھیں گے کہ تیری کیا شان اور کیا مرتبہ ہے۔ کہہ وہ خدا ہے جس نے مجھے یہ مرتبہ بخشا ہے پھر ان کو اپنی لہو و لعب میں چھوڑ دے سو میں نے یہ الہام اپنی اس جماعت کو جو گورداسپور میں میرے ہمراہ تھی جو چالیس آدمی سے کم نہیں ہوں گے سنا دیا...... پھر بعد اس کے جب ہم کچہری میں گئے تو فریق ثانی کے وکیل نے مجھ سے یہی سوال کیا کہ کیا آپ کی شان اور آپ کا مرتبہ ایسا ہے جیسا کہ تریاق القلوب کتاب میں لکھا ہے۔ میں نے جواب دیا کہ ہاں خدا کے فضل سے یہی مرتبہ ہے اسی نے یہ مرتبہ مجھے عطا کیا ہے۔ تب وہ الہام جو خدا کی طرف سے صبح کے وقت ہوا تھا۔ قریباً عصر کے وقت پورا ہو گیا اور ہماری تمام جماعت کے زیادت ایمان کا موجب ہوا۔"[۲]

(۱۹) چند انگریزی الہامات

میں تم سے محبت کرتا ہوں۔	I love you.
میں تمہارے ساتھ ہوں۔	I am with you.
ہاں میں خوش ہوں۔	Yes, I am happy.

---

(۱) غلام احمد قادیانی، حقیقت الوحی: ۲۳۵، مندرجہ روحانی خزائن، ۲۲: ۲۴۶ـ۲۴۷

(۲) غلام احمد قادیانی، حقیقۃ الوحی: ۲۶۶، مندرجہ روحانی خزائن، ۲۲: ۲۷۷ـ۲۷۸

Life is pain.	زندگی دکھ ہے۔
I shall help you.	میں تمہاری مدد کروں گا۔
We can, what will do.	ہم کر سکتے ہیں جو چاہیں گے۔
God is coming by His army.	خدا تمہاری طرف ایک لشکر کے ساتھ چلا آتا ہے۔
He is with you to kill enemy.	وہ دشمن کو ہلاک کرنے کے لیے تمہارے ساتھ ہے۔
The days shall come when God shall help you.	وہ دن آتے ہیں کہ خدا تمہاری مدد کرے گا۔
Glory be to the Lord. God maker of earth and heaven.(1)	خدائے ذوالجلال آفرینندۂ زمین وآسمان۔
You have to go to Amritsar.(2)	تمہیں امرتسر جانا پڑے گا۔
He halts in the Zila Peshawar.(3)	وہ ضلع پشاور میں ٹھہرتا ہے۔

(۱) ۱۔ غلام احمد قادیانی،حقیقۃ الوحی: ۳۰۳، مندرجہ روحانی خزائن، ۲۲: ۳۱۶،۳۱۷

۲۔ تذکرہ، مجموعہ الہامات مرزا: ۶۴، ۶۵

(۲) البشریٰ، مجموعہ الہامات مرزا، ۲: ۳

(۳) البشری، مجموعہ الہامات مرزا، ۲: ۴

Word and two girls.[1] ایک کلام اور دولڑکیاں

Fair man.[2] معقول آدمی۔

Though all men should be angry, but God is with you.
He shall help you, words of God can not exchange.[3]

''اگر تمام آدمی ناراض ہوں گے مگر خدا تمہارے ساتھ ہے۔ وہ تمہاری مدد کرے گا خدا کی باتیں بدل نہیں سکتیں۔''

''اس کے بعد دو فقرے انگریزی ہیں جن کے الفاظ کی صحت بباعث سرعت الہام ابھی تک معلوم نہیں اور وہ یہ ہیں:

I shall give you a large party of Islam.

''چونکہ اس وقت آج کے دن اس جگہ کوئی انگریزی خواں نہیں اور نہ اس کے پورے معنی کھلے ہیں اس لیے بغیر معنوں کے لکھا گیا۔''[۴]

(۲۰) عربی زبان میں الہام

مرزا پر عربی میں ہونے والے الہام کچھ یوں ہیں:

۱۔ **شانک عجیب و اجرک قریب.**[۵]

(۱) البشریٰ، مجموعه الهامات مرزا، ۲: ۱۰۶

(۲) البشریٰ، مجموعه الهامات مرزا، ۲: ۸۴

(۳) غلام احمد قادیانی، براهین احمدیه، حاشیه در حاشیه نمبر۳: ۵۵۴، مندرجه روحانی خزائن، ۱: ۶۶۱

(۴) غلام احمد قادیانی، براهین احمدیه، حاشیه در حاشیه نمبر۲: ۵۵۶، مندرجه روحانی خزائن، ۱: ۶۶۴

(۵) ۱۔ غلام احمد قادیانی، حقیقة الوحی: ۷۵، مندرجه روحانی خزائن، ۲۲: ۷۸
۲۔ براهین احمدیه (طبع دوم)، ۲: ۵۱۶

''تیری شان عجیب ہے اور تیرا اجر قریب ہے۔''

۲۔ الارض والسماء معک کما هو معی. (۱)

''آسمان اور زمین تیرے ساتھ ہیں جیسے کہ وہ میرے ساتھ ہیں۔''

۳۔ انت منی بمنزلہ توحیدی و تفریدی. (۲)

''تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ میری توحید اور تفرید۔''

۴۔ انت منی بمنزلہ عرشی. (۳)

''تو مجھ سے بمنزلہ میرے عرش کے ہے۔''

۵۔ انت منی بمنزلہ ولدی. (۴)

''تو مجھ سے بمنزلہ میرے فرزند کے ہے۔''

۶۔ بشری لک یا احمدی انت مرادی و معی. (۵)

''تجھے بشارت ہو، اے میرے احمد (اے غلام احمد) تو میری مراد اور میرے ساتھ ہے۔''

۷۔ انی حمی الرحمن.

''میں خدا کی چراگاہ ہوں۔''

---

(۱) غلام احمد قادیانی، حقیقة الوحی: ۷۵، مندرجه روحانی خزائن، ۲۲: ۷۸

(۲) غلام احمد قادیانی، حقیقة الوحی: ۸۶، مندرجه روحانی خزائن، ۲۲: ۸۹

(۳) غلام احمد قادیانی، حقیقة الوحی: ۸۶، مندرجه روحانی خزائن، ۲۲: ۸۹

(۴) غلام احمد قادیانی، حقیقة الوحی: ۸۶، مندرجه روحانی خزائن، ۲۲: ۸۹

(۵) غلام احمد قادیانی، حقیقة الوحی: ۷۹، مندرجه روحانی خزائن، ۲۲: ۸۲

۸۔ ربنا عاج.(۱)

”ہمارا رب عاجی ہے (اس کے معنی ابھی تک معلوم نہیں ہوئے)۔“

(۲۱) عبرانی زبان میں اِلہام

”پھر اس کے بعد فرمایا: ھو شَعْنَا، نَعِسَا یہ دونوں فقرے شاید عبرانی ہیں۔ اور ان کے معنی ابھی تک اس عاجز پر نہیں کھلے۔“(۲)

قابلِ غور بات یہ ہے کہ مرزا صاحب کو معنی معلوم ہونا تو درکنار انہیں یقین سے یہ بھی نہیں پتہ کہ یہ الہام کس زبان میں ہوا ہے، اندازے سے کہتے ہیں کہ شاید عبرانی ہو۔

دوسرا الہام یہ ہے:

ایلی ایلی لما سبقتنی.(۳)

”اے میرے خدا، اے میرے خدا، تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔“

(۲۲) سنسکرت زبان میں الہام

مرزا نے اپنا ایک الہام یہ بیان کیا کہ کشفی طور پر ایک مرتبہ ایک شخص دکھایا گیا اور مجھے مخاطب کر کے بولا:

”ہے کرشن رودر گوپال تیری مہما ہو تیری استتی گیتا میں موجود ہے۔“(۴)

---

(۱) ۱۔ غلام احمد قادیانی، براہین احمدیہ: ۵۵۶، روحانی خزائن، ۱: ۶۶۳
۲۔ تذکرہ، مجموعہ الہاماتِ مرزا: ۱۰۵

(۲) ۱۔ غلام احمد قادیانی، براہین احمدیہ، حصہ چہارم: ۵۵۶
۲۔ تذکرہ، مجموعہ الہاماتِ مرزا: ۱۰۶

(۳) غلام احمد قادیانی، براہین احمدیہ، ۴: ۵۵۵، حاشیہ در حاشیہ نمبر ۴

(۴) ملفوظات احمدیہ، ۴: ۱۴۲، مرتبہ منظور الٰہی قادیانی

(۲۳) عجیب وغریب زبان میں الہام

پریشن، عمر براطوس، یا پلاطوس۔[۱]

مرزا صاحب کے الہامات پر جب ہم نظر ڈالتے ہیں تو اولاً تاریخ انبیاء سے یہ بات ظاہر ہے اور خود قرآن حکیم اس پر شاہد عادل ہے کہ اللہ عزوجل کا روزِ آفرینش سے یہ دستور رہا ہے کہ وہ اپنے ہر نبی پر اس کی قوم کی زبان میں وحی نازل فرماتا رہا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ط فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِىْ مَنْ يَّشَآ۔[۲]

''اور ہم نے کسی رسول کو نہیں بھیجا مگر اپنی قوم کی زبان کے ساتھ تاکہ وہ ان کے لیے (پیغامِ حق) خوب واضح کر سکے۔''

ثانیاً: یہ بات ہماری سمجھ سے باہر ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مرزا صاحب کے لیے جو پنجابی نژاد تھے یہ عادت کیوں بدل ڈالی اور ان کی قوم کے لیے جن میں عربی سمجھنے والوں کی تعداد انتہائی قلیل بلکہ آٹے میں نمک کے برابر تھی عربی میں الہامات نازل ہوتے رہے۔اس کی توجیہہ جو مرزا صاحب نے فرمائی اس سے خود ان کی تضاد بیانی ظاہر ہوتی ہے، فرماتے ہیں:

''یہی ایک زبان ہے جو پاک اور کامل اور علوم عالیہ کا ذخیرہ اپنے مفردات میں رکھتی ہے اور دوسری زبانیں ایک کثافت اور تاریکی کے گڑھے میں پڑی ہوئی ہیں۔ اس لیے وہ اس قابل ہرگز نہیں ہوسکتیں کہ خدا تعالیٰ کا کامل اور محیط کلام ان میں نازل ہو۔''[۳]

---

(۱) تذکرہ، مجموعہ الہامات: ۱۱۹۔۱۲۰

(۲) ابراہیم، ۱۴: ۴

(۳) غلام احمد قادیانی، آریہ دھرم، حاشیہ: ۸، مندرجہ روحانی خزائن، ۱۰: ۸

اس پر طرّہ یہ اسی خدا نے دیگر زبانوں میں باوجود ان کی کثافت و تاریکی کے ایک دو نہیں بلکہ سینکڑوں الہامات نازل کردیئے۔ ثالثاً: مرزا صاحب کو ہمہ دانی کے باوصف کون سی ایسی مجبوری لاحق ہوگئی کہ وہ اس زبان کو جو ان کے نزدیک کامل اور پاک تھی چھوڑ کر دوسری کثیف اور ناپاک زبانوں میں پوری بہتر (۷۲) کتابیں تصنیف کر ڈالیں اور بے شمار اشعار اردو اور فارسی میں کہہ ڈالے اور مدت العمر پنجابی زبان میں گفتگو فرماتے رہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ آپ کے الہامات میں جگہ جگہ قرآنی آیات کا تڑکا لگا ہوا ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہ آیات دوبارہ کیوں اتریں؟ کیا وہ قرآن سے ناپید ہوچکی تھیں؟ یا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا عربی ذخیرۂ الفاظ ختم ہو چکا تھا؟ اس کے جواب میں ہم العجب ثم العجب کے سوا کیا کہہ سکتے ہیں۔

یہ الہامات جن سے مرزا صاحب کی مذکورہ کتب بھری پڑی ہیں اس قدر مہمل، بے ربط اور بے سروپا ہیں کہ ان سے موصوف کے ما فی الضمیر کے بارے میں کچھ پتہ نہیں چلتا اور وہ ہوا میں ٹامک ٹوئیاں مارتے نظر آتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ بے ربط جملے کسی عام پڑھے لکھے انسان کے شایان شان نہیں چہ جائیکہ ان بے معنی باتوں کو قدرت کا الہام کہا جائے اور ایسا کہنے والے شخص کو نبی مان لیا جائے۔ ہمیں مرزا صاحب کے مبلغ علم وعرفان پر تو افسوس ہوتا ہی ہے ان سے زیادہ قابلِ افسوس بلکہ قابلِ رحم لوگ تو وہ ہیں جو ان کے پیرو اور متبعین کہلاتے ہیں حالانکہ اکثر قادیانی حضرات پڑھے لکھے بھی ہیں۔ لیکن یہ سچ ہے کہ ایمان کا تعلق علم وفکر سے نہیں بلکہ اللہ عزوجل کے فضل و توفیق کے ساتھ ہوتا ہے۔ **ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ**[۱] (یہ (انقلابی کردار) اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی پیشین گوئیاں

مرزا صاحب نے حین حیات متعدد پیشین گوئیاں کیں اور انہیں قطعیت کے

(۱) المائدۃ، ۵: ۵۴

ساتھ اپنے کذب وصدق کے پرکھنے کا پیمانہ اور دلیل کے طور پر پیش کیا۔ ان کے اس دعویٰ کا ذکر اس اشتہار میں ہے جس میں وہ اپنی ایک پیشین گوئی کا ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں:

''بدخیال لوگوں کو واضح ہو کہ ہمارا صدق یا کذب جانچنے کے لیے ہماری پیشین گوئی سے بڑھ کر اور کوئی محکِ امتحان نہیں ہوسکتا۔''(۱)

قادیانی حضرات یہ اعلان بڑے فخر سے کرتے ہیں کہ مرزا صاحب نے جو پیشین گوئیاں کیں وہ سچی ثابت ہوئیں۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ دو چار پیشین گوئیاں اور الہام اگر سچے بھی ہوں تو اس میں مرزا صاحب کا کیا کمال؟ کیونکہ وہ خود کہتے ہیں:

''بلکہ بعض فاسقوں اور غایت درجہ کے بدکاروں کو بھی خوابیں آجاتی ہیں اور بعض پرلے درجے کے بدمعاش اور شریر آدمی اپنے ایسے مکاشفات بیان کیا کرتے ہیں کہ آخر وہ سچے نکلتے ہیں۔''(۲)

''بعض اوقات ایک نہایت درجہ کی فاسقہ عورت جو کنجریوں کے گروہ میں سے ہے جس کی تمام جوانی بدکاری میں ہی گزری ہے کبھی سچی خواب دیکھ لیتی ہے اور زیادہ تر تعجب یہ ہے کہ ایسی عورت کبھی ایسی رات میں بھی کہ جب وہ بادہ بسر و آشنا ببر کا مصداق ہوتی ہے کوئی خواب دیکھ لیتی ہے اور وہ سچی نکلتی ہے۔''(۳)

مرزا صاحب کو اپنی پیشین گوئیوں کے سچا ہونے کا اتنا یقین تھا کہ وہ بڑے وثوق سے کہتے ہیں:

''اگر ثابت ہو کہ میری ۱۰۰ پیشن گوئیوں میں سے ایک بھی جھوٹی نکلی ہو تو میں

---

(۱) غلام احمد قادیانی، آئینہ کمالاتِ اسلام: ۲۸۸، مندرجہ روحانی خزائن، ۵: ۲۸۸

(۲) غلام احمد قادیانی، توضیح المرام: ۸۴، مندرجہ روحانی خزائن، ۳: ۹۵

(۳) غلام احمد قادیانی، توضیح المرام: ۸۴، مندرجہ روحانی خزائن، ۳: ۹۵

اقرار کروں گا کہ میں کاذب ہوں۔‘‘[۱]

’’خدا تعالیٰ صاف فرماتا ہے کہ **ان اللہ لا یھدی من ھو مسرف کذاب۔** سوچ کر دیکھو کہ اس کے یہی معنی ہیں جو شخص اپنے دعویٰ میں کاذب ہو اس کی پیشگوئی ہرگز پوری نہیں ہوتی۔‘‘[۲]

’’جب ایک بات میں کوئی جھوٹا ثابت ہو جائے تو پھر دوسری باتوں میں بھی اس پر اعتبار نہیں رہتا۔‘‘[۳]

’’محض ہنسی کے طور پر یا لوگوں کو اپنا رسوخ جتانے کے لیے دعویٰ کرتا ہے کہ مجھے یہ خواب آئی اور یا الہام ہوا اور جھوٹ بولتا ہے یا اس میں جھوٹ ملاتا ہے وہ اس نجاست کے کیڑے کی طرح ہے جو نجاست میں ہی پیدا ہوتا ہے اور نجاست میں ہی مر جاتا ہے۔‘‘[۴]

’’جھوٹ بولنا مرتد ہونے سے کم نہیں۔‘‘[۵]

’’غلط بیانی اور بہتان طرازی راست بازوں کا کام نہیں بلکہ نہایت شریر اور بدذات آدمیوں کا کام ہے۔‘‘[۶]

---

(۱) غلام احمد قادیانی، اربعین نمبر ۴: ۲۵، مندرجہ روحانی خزائن، ۱۷: ۴۶۱

(۲) غلام احمد قادیانی، آئینہ کمالات اسلام: ۳۲۲، ۳۲۳، مندرجہ روحانی خزائن، ۵: ۳۲۲، ۳۲۳

(۳) غلام احمد قادیانی، چشمہ معرفت: ۲۲۲، مندرجہ روحانی خزائن، ۲۳: ۲۳۱

(۴) غلام احمد قادیانی، ضمیمہ تحفہ گولڑویہ: ۲۰، مندرجہ روحانی خزائن، ۱۷: ۵۶

(۵) غلام احمد قادیانی، ضمیمہ تحفہ گولڑویہ، حاشیہ: ۲۰، مندرجہ روحانی خزائن، ۱۷: ۵۶

(۶) آریہ دھرم: ۱۳، مندرجہ روحانی خزائن، ۱۰: ۱۳

اب ہم ذیل میں اختصاراً بطور ثبوت مرزا کی پیشین گوئیوں میں سے چند ایک نقل کرتے ہیں تاکہ یہ ثابت ہو جائے کہ مرزا صاحب اپنے وضع کردہ پیمانہ کے مطابق بھی کذاب اور جھوٹے ٹھہرتے ہیں۔

پہلی پیشین گوئی ......لڑکے کی بجائے لڑکی پیدا ہوئی

۸ اپریل ۱۸۸۶ء میں مرزا صاحب نے اپنی بیوی کے ہاں لڑکا پیدا ہونے کی پیشین گوئی کی جو جھوٹی ثابت ہوئی۔

مرزا صاحب لکھتے ہیں:

''آج آٹھ اپریل ۱۸۸۶ء میں اللہ جل شانہ کی طرف سے اس عاجز پر اس قدر کھل گیا کہ ایک لڑکا بہت ہی قریب ہونے والا ہے۔ جو ایک حمل مدت سے تجاوز نہیں کرسکتا۔ اس سے ظاہر ہے کہ غالبًا ایک لڑکا ابھی ہونے والا ہے۔''(۱)

حقیقت یہ ہے کہ اس پیشین گوئی کے نتیجے میں لڑکی پیدا ہوئی۔

''ایک صاحب ملازم ایگزامینر دفتر ریلوے لاہور ...... اپنے مراسلہ خط ۱۳ جون ۱۸۸۶ء اس عاجز کو لکھتے ہیں کہ تمھاری پیش گوئی جھوٹی نکلی اور دختر پیدا ہوئی۔''(۲)

دوسری پیشین گوئی ...... بیٹا تندرست ہونے کی بجائے فوت ہو گیا

مرزا کا بیٹا مبارک احمد سخت بیمار ہو گیا۔ مرزا نے پیشین گوئی کی کہ:

---

(۱) اشتہار از مرزا غلام احمد قادیانی، مورخہ ۸ اپریل ۱۸۸۶ء، مجموعہ اشتہارات، ۱: ۱۱۶، ۱۱۷، مندرجہ تبلیغ رسالت، ۱: ۷۵، ۷۶، مولفہ میر قاسم علی

(۲) ۱۔ مجموعہ اشتہارات، ۱: ۱۲۵، ۱۲۶

۲۔ مندرجہ تبلیغ رسالت، ۱: ۸۴۔ ۸۵، مولفہ میر قاسم علی قادیانی

’’۲۷ اگست ۱۹۰۷ ء صاحب زادہ میاں مبارک صاحب جو تپ سے سخت بیمار ہیں۔ اور بعض دفعہ بیہوشی تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ اور ابھی تک بیمار ہیں۔ ان کی نسبت آج الہام ہوا قبول ہوگئی۔ نو دن کا بخار ٹوٹ گیا۔ یعنی یہ دعا قبول ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ میاں صاحب موصوف کو شفا دے۔ یہ پختہ طور پر یاد نہیں رہا کہ کس دن بخار شروع ہوا تھا۔ لیکن خدا تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے میاں کی صحت کی بشارت دی۔‘‘(۱)

جبکہ یہ لڑکا ۱۶ ستمبر کو صبح کے وقت فوت ہوگیا۔ مرزا بشیر احمد کا بیان ہے:

’’۱۹۰۷ء میں ہمارا چھوٹا بھائی یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا چھوٹا لڑکا مبارک احمد بیمار ہوگیا اور اسی بیماری میں بیچارہ اس جہان فانی سے رخصت ہوا۔ مبارک احمد کی بیماری میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس کی تیمار داری اور علاج معالجہ میں اس قدر شغف تھا کہ گویا آپ نے اپنی ساری توجہ اسی میں جما رکھی تھی اور ان ایام میں تصنیف وغیرہ کا سلسلہ بھی عملاً بند ہوگیا تھا۔‘‘(۲)

تیسری پیشین گوئی......لڑکا پیدا ہوگا جو نہ ہوا

مبارک احمد کی وفات کے بعد مرزا صاحب نے کہا:

’’خدا کی قدرتوں پر قربان جاؤں کہ جب مبارک احمد فوت ہوا، ساتھ ہی خدا تعالیٰ نے یہ الہام کیا **انا نبشرک بغلام حلیم ینزل منزل المبارک** یعنی ایک حلیم لڑکے کی ہم تجھے خوشخبری دیتے ہیں جو بمنزلہ مبارک احمد کے ہوگا اور

(۱) ۱۔ غلام احمد قادیانی کا اعلان، مندرجہ اخبار بدر مورخہ ۲۹ اگست ۱۹۰۷ء

۲۔ تذکرہ، مجموعہ الہامات مرزا (طبع سوم): ۲۲۸۔۲۲۷

(۲) مرزا بشیر احمد کا بیان، مندرجہ اخبار الفضل، قادیان نمبر ۲۴۷، جلد ۲۸، مورخہ ۱۳۰کتوبر ۱۹۴۰ء

اس کا قائم مقام اور شبیہ ہوگا۔''(۱)

مرزا صاحب کے گھر میں اس پیشین گوئی کے بعد کوئی لڑکا پیدا نہیں ہوا۔

چوتھی پیشین گوئی ...... آتھم مرنے کی بجائے بچ گیا

مرزا صاحب نے مسٹر عبد اللہ آتھم عیسائی سے ۵ جون ۱۸۹۳ء میں مباحثہ کرنے کے بعد پیشین گوئی کی جس کے الفاظ یہ تھے:

''آتھم پندرہ مہینے میں ہلاک ہوگا۔''(۲)

دوسری جگہ مرزا صاحب نے کہا:

''میں اس وقت یہ اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیشین گوئی جھوٹی نکلی یعنی وہ فریق جو خدا تعالیٰ کے نزدیک جھوٹ پہ ہے۔ وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بسزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے تو میں ہر ایک سزا کے اُٹھانے کے لیے تیار ہوں۔ مجھ کو ذلیل کیا جاوے اور رو سیاہ کیا جاوے۔ میرے گلے میں رسہ ڈال دیا جاوے، مجھ کو پھانسی دیا جاوے۔ ہر ایک بات کے لیے تیار ہوں اور میں اللہ جل شانہٗ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ ضرور ایسا ہی کرے گا۔ ضرور کرے گا، ضرور کرے گا۔ زمین آسمان ٹل جائیں گے پر اس کی باتیں نہ ٹلیں گی ...... اب ناحق ہنسنے کی جگہ نہیں۔ اگر میں جھوٹا ہوں تو میرے لیے سولی تیار رکھو اور تمام شیطانوں، بدکاروں اور لعنتیوں سے زیادہ مجھے لعنتی قرار دو۔''(۳)

---

(۱) اشتہار، مرزا غلام احمد قادیانی، تبصرہ، ۵نومبر ۱۹۰۷ء، مجموعہ اشتہارات، ۳: ۵۸۷، مندرجہ تبلیغ رسالت، ۱۰: ۱۲۷

(۲) غلام احمد قادیانی، حقیقت الوحی: ۱۸۵، مندرجہ روحانی خزائن، ۲۲: ۱۹۲

(۳) غلام احمد قادیانی، جنگ مقدس: ۲۱۰۔ ۲۱۱، مندرجہ روحانی خزائن، ۶: ۲۹۲۔ ۲۹۳

اس پیشین گوئی کے مطابق آتھم کو ۵، ۶ ستمبر کی درمیانی رات ۱۸۹۴ء میں مر جانا چاہیے تھا مگر وہ نہ مرا بلکہ مقررہ معیاد ختم ہونے کے تقریباً دو سال بعد فوت ہوا۔

یہ ایک مسلمہ تاریخی حقیقت ہے کہ آتھم کو مرزا کی پیشین گوئی کے مطابق مقررہ معیاد ختم ہو جانے کے بعد مر جانا تھا مگر وہ نہ مرا اور اس پیشین گوئی کی وجہ سے مرزا جھوٹا ثابت ہوا۔ اب قادیانی اس سوال کا جواب دیں کہ وہ سزائیں جو مرزا نے خود اپنے لیے تجویز کی تھیں، ان پر عمل درآمد کیسے کیا جائے؟

قادیان میں صفِ ماتم

مرزا صاحب کا بیٹا مرزا محمود کہتا ہے:

''آتھم کے متعلق پیشین گوئی کے وقت جماعت کی جو حالت تھی وہ ہم سے مخفی نہیں۔ میں اس وقت چھوٹا بچہ تھا اور میری عمر کوئی پانچ ساڑھے پانچ سال تھی مگر مجھے وہ نظارہ خوب یاد ہے جب آتھم کی پیشین گوئی کا آخری دن آیا تو کتنے کرب و اضطراب سے دعائیں کی گئیں۔ میں نے تو محرم کا ماتم بھی کبھی اتنا سخت نہیں دیکھا۔ حضرت مسیح موعود (یعنی مرزا صاحب) ایک طرف دعا میں مشغول تھے اور دوسری طرف بعض نوجوان (جن کی اس حرکت پر بعد میں برا بھی منایا گیا) جہاں حضرت خلیفہ اوّل مطب کیا کرتے تھے اور آج کل مولوی قطب الدین صاحب بیٹھتے ہیں، وہاں اکٹھے ہو گئے اور جس طرح عورتیں بین ڈالتی ہیں۔ اس طرح اُنہوں نے بین ڈالنے شروع کر دیئے۔ ان کی چیخیں سو سو گز تک سنی جاتی تھیں اور ان میں سے ہر ایک کی زبان پر دعا جاری تھی کہ یا اللہ! آتھم مر جائے۔ یا اللہ! آتھم مر جائے مگر اس کہرام اور آہ و زاری کے نتیجے میں آتھم نہ مرا۔''(۱)

(۱) خطبہ مرزا محمود احمد، مندرجہ الفضل قادیان، ۲۰ جولائی ۱۹۴۰ء

یہ تو تھی قادیان کی کیفیت۔ اب ملاحظہ فرمائیں لاہور کی کیفیت:

''مرزا غلام قادیانی کی پیشین گوئی مسٹر عبد اللہ آتھم کی موت کی نسبت لاہور میں ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء کی رات تک بڑا چرچا رہا کہ مرزا کی پیشین گوئی کے اختتام کا وقت آج رات کو ختم ہو رہا ہے۔ جا بجا بڑے بڑے مجمعے اور طرف دار پارٹیوں کے لوگ مختلف قسم کے خیالات کا اظہار کرتے رہے۔ ایسے ہی اُمید کی جاتی ہے کہ پنجاب کے تمام مقامات میں بھی یہی کیفیت ہوگی۔ ۶ ستمبر ۱۸۹۴ء کی صبح کو مسٹر عبد اللہ آتھم کی پارٹی ہشاش بشاش اور مرزا صاحب کی پارٹی مغموم اور پریشان حالت میں تھی۔''(۱)

مرزا صاحب کا منجھلا بیٹا مرزا بشیر احمد لکھتا ہے:

''بیان کیا مجھ سے میاں عبد اللہ صاحب سنوری نے کہ جب آتھم کی میعاد میں صرف ایک دن باقی رہ گیا تو حضرت مسیح موعود نے مجھ سے اور میاں حامد علی سے فرمایا کہ اتنے چنے (مجھے تعداد یاد نہیں رہی کہ کتنے چنے آپ نے فرمائے تھے) لے لو اور ان پر فلاں سورت کا وظیفہ اتنی تعداد میں پڑھو۔ (مجھے وظیفہ کی تعداد بھی یاد نہیں رہی) میاں عبداللہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ مجھے وہ سورت یاد نہیں رہی مگر اتنا یاد ہے کہ وہ کوئی چھوٹی سی سورت تھی۔ جیسے'' **الم تر کیف فعل ربک باصحاب الفیل الخ**'' اور ہم نے یہ وظیفہ قریباً ساری رات صرف کر کے ختم کیا تھا۔ وظیفہ ختم کرنے پر ہم وہ دانے حضرت صاحب (مرزا قادیانی) کے پاس لے گئے، کیونکہ آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ وظیفہ ختم ہونے پر یہ دانے میرے پاس لے آنا۔ اس کے بعد حضرت صاحب ہم دونوں کو قادیان سے باہر غالباً شمال کی طرف لے گئے اور فرمایا کہ کسی غیر آباد کنوئیں میں ڈالے جائیں اور فرمایا کہ جب دانے کنوئیں میں پھینک دوں تو ہم سب کو

---

(۱) اخبار وفادار، مورخہ ۸ ستمبر ۱۸۹۴ء

سرعت کے ساتھ منہ پھیر کر واپس لوٹ آنا چاہیے اور مڑ کر نہیں دیکھنا چاہیے۔ چنانچہ حضرت صاحب نے ایک غیر آباد کنوئیں میں ان دانوں کو پھینک دیا اور پھر جلدی منہ پھیر کر پیچھے کی طرف نہیں دیکھا۔‘‘[۱]

مگر یہ سب پاپڑ بیلنے کے باوجود آتھم نہ مرا۔

محمدی بیگم سے نکاح کے بارے میں پیشین گوئی جو نہ ہو سکا

مرزا قادیانی کے ماموں زاد بھائی مرزا احمد بیگ اور چچا زاد بہن عمر النساء کی بڑی بیٹی کا نام محمدی بیگم تھا۔ اس لڑکی کا والد اپنے کسی ضروری کام کے لیے مرزا صاحب کے پاس آیا۔ پہلے تو مرزا صاحب نے شخص مذکورہ کو حیلوں بہانوں سے ٹالنے کی کوشش کی۔ مگر جب وہ کسی طرح بھی نہ ٹلا اور اس کا اصرار بڑھا تو مرزا نے الہام کے نام پر ایک عدد پیشین گوئی کرتے ہوئے کہا:

’’خدا تعالیٰ نے اپنے الہام پاک سے میرے پر ظاہر کیا ہے کہ اگر آپ اپنی دختر کلاں (محمدی بیگم) کا رشتہ میرے ساتھ منظور کریں تو وہ تمام نحوستیں آپ کی اس رشتہ کی برکت سے دور کر دے گا۔‘‘[۲]

مرزا نے ایک اور جگہ کہا:

’’اس خدائے قادر حکیم مطلق نے مجھے فرمایا کہ اس شخص کی دختر کلاں کے نکاح کے لیے سلسلہ جنبانی کر اور ان کو کہہ دے کہ تمام سلوک اور مروت تم سے اسی شرط سے کیا جائے گا۔ اور یہ نکاح تمہارے لیے موجب برکت اور ایک رحمت کا نشان ہو گا اور ان تمام برکتوں اور رحمتوں سے حصہ پاؤ گے جو اشتہار ۲۰

---

(۱) مرزا بشیر احمد قادیانی، سیرت المہدی، حصہ اول: ۱۵۹، روایت نمبر ۱۶۰

(۲) غلام احمد قادیانی، آئینہ کمالات اسلام: ۲۷۹، مندرجہ روحانی خزائن، ۵: ۲۷۹

فروری ۱۸۸۸ء میں درج ہیں۔"[۱]

مرزا صاحب نے مزید کہا:

"پھر ان دنوں میں جو زیادہ تصریح اور تفصیل کے لیے بار بار توجہ کی گئی تو معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ نے یہ مقرر کر رکھا ہے کہ وہ مکتوب الیہ کی دختر کلاں کو جس کی نسبت درخواست کی گئی تھی ہر ایک روک دور کرنے کے بعد انجام کار اسی عاجز کے نکاح میں لاوے گا۔"[۲]

مرزا صاحب نے اسے تقدیر مبرم قرار دیتے ہوئے کہا:

اس عورت کا اس عاجز کے نکاح میں آنا تقدیر مبرم ہے جو کسی طرح ٹل نہیں سکتی کیونکہ اس کے متعلق الہام الٰہی میں یہ فقرہ موجود ہے: **لا تبدیل لکلمات اللہ** یعنی میری یہ بات نہیں ٹلے گی پس اگر ٹل جاوے تو خدا کا کلام باطل ہوتا ہے۔"[۳]

مرزاصاحب نے اپنی پیشین گوئی کی مزید توثیق کرتے ہوئے کہا:

"اگر معیاد گزر جائے اور سچائی ظاہر نہ ہو تو میرے گلے میں رسی اور پاؤں میں زنجیر ڈالنا اور مجھے ایسی سزا دینا کہ تمام دُنیا میں کسی کو نہ دی گئی ہو۔"[۴]

قصہ مختصر یہ کہ مرزا صاحب محمدی بیگم کے ساتھ شادی کرنا چاہتے تھے۔ وہ مراد بر نہ آئی اور اس سلسلہ میں انہوں نے ہر جائز و ناجائز حربہ اختیار کرنے کی ہر ممکن کوشش کی

(۱) غلام احمد قادیانی، آئینہ کمالات اسلام: ۲۸۶، مندرجہ روحانی خزائن، ۵: ۲۸۶

(۲) غلام احمد قادیانی، آئینہ کمالات اسلام: ۲۸۶، مندرجہ روحانی خزائن، ۵: ۲۸۶

(۳) اشتہار ۶ اکتوبر ۱۸۹۴ء مندرجہ تبلیغ رسالت، ۳: ۱۱۵

(۴) غلام احمد قادیانی، آئینہ کمالاتِ اسلام: ۵۷۳

تاکہ ایک پنتھ دو کاج ہو جائیں یعنی ایک ان کی پیشین گوئی بھی سچی ثابت ہو جائے اور دوسرے جنسی ہوس کی تسکین کا سامان بھی ہو جائے۔ چنانچہ انہوں نے محمدی بیگم کے بھائی کو ملازمت کا لالچ دیا۔ باپ کو رشوت کی پیشکش کی اور محمدی بیگم کے نام زمین لگانے کا بھی وعدہ کیا۔ اس کے علاوہ اس رشتہ کے لیے اور بھی پیشین گوئیاں کیں، دھمکیاں دیں، عذاب کی وعیدیں سنائیں مگر کسی طرح بھی مرزا صاحب اپنے اس مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے۔ ان کی ساری حسرتیں خاک میں مل گئیں اور محمدی بیگم کا نکاح مرزا کی بجائے سلطان محمد نامی ایک شخص سے ہو گیا۔ مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ اے خداوند! اگر یہ پیشین گوئیاں تیری طرف سے نہیں ہیں تو مجھے نامرادی اور ذلت کے ساتھ ہلاک کر، چنانچہ اس وقت جو موجود تھے ان سب نے دیکھا کہ ایسا ہی ہوا۔ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو مرزا صاحب نامرادی کی حالت میں ذلت کے ساتھ ہیضہ کی بیماری میں مر گئے۔ محمدی بیگم کے نکاح کے بارے میں پیشین گوئی کی تفصیلات تو بہت زیادہ ہیں مگر ہم اس سلسلے میں صرف چند اہم اُمور پیش کرتے ہیں۔

مرزا صاحب نے محمدی بیگم کے والد کو موت کی دھمکی دی

مرزا صاحب نے لڑکی کے باپ سے کہا:

''لیکن اگر نکاح سے انحراف کیا تو اس لڑکی کا انجام نہایت ہی برا ہو گا اور جس کسی دوسرے شخص سے بیاہی جائے گی وہ روز نکاح سے اڑھائی سال تک اور ایسا ہی والد اس دختر کا تین سال تک فوت ہو جائے گا''(۱)

''اگر کسی اور شخص سے لڑکی کا نکاح ہو گا تو اس لڑکی کے لیے یہ نکاح مبارک نہ ہو گا اور نہ تمہارے لیے۔ ایسی صورت میں تم پر مصائب نازل ہوں گے، جن کا

---

(۱) غلام احمد قادیانی، آئینہ کمالات اسلام: ۲۸۶، مندرجہ روحانی خزائن، ۵: ۲۸۶

نتیجہ موت ہو گا۔ پس تم نکاح کے بعد تین سال کے اندر مر جاؤ گے بلکہ تمہاری موت قریب ہے اور ایسے ہی اس لڑکی کا شوہر بھی اڑھائی سال کے اندر مر جائے گا۔ یہ حکم اللہ ہے، پس جو کرنا ہے کر لو، میں نے تم کو نصیحت کر دی ہے۔ پس وہ (محمدی بیگم کا باپ) تیوری چڑھا کر چلا گیا۔''(۱)

محمدی بیگم سے شادی نہ ہونے کی صورت میں بہو کو طلاق دلانے کی دھمکی

مرزا صاحب نے اپنے بیٹے فضل احمد کی ساس (جو کہ محمدی بیگم کی پھوپھی تھی) کو خط لکھا:

''مجھ کو خبر پہنچی ہے کہ چند روز تک محمدی (مرزا احمد بیگ کی لڑکی) کا نکاح (کسی اور سے) ہونے والا ہے اور میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا چکا ہوں کہ اس نکاح سے رشتے ناتے توڑ دوں گا اور کوئی تعلق نہیں رہے گا اس لیے از راہِ نصیحت لکھتا ہوں کہ اپنے بھائی احمد بیگ کو سمجھا کر یہ ارادہ موقوف کراؤ اور جس طرح تم سمجھا سکتی ہو اس کو سمجھا دو اور اگر ایسا نہ ہو گا تو آج میں نے مولوی نور الدین اور فضل احمد کو خط لکھ دیا ہے کہ اگر تم اس ارادہ سے باز نہ آؤ تو فضل احمد (اپنی بیوی یعنی تمہاری بیٹی) عزت بی بی کے لیے طلاق نامہ لکھ کر بھیج دے اور اگر فضل احمد طلاق نامہ لکھنے سے گریز کرے یا عذر کرے اس کو عاق کیا جاوے اور اپنے بعد اس کو وارث نہ سمجھا جاوے اور ایک پیسہ اس کو وراثت کا نہ ملے۔ سو امید رکھتا ہوں کہ شرطی طور پر اس کی طرف سے طلاق نامہ لکھا آ جائے گا۔ جس کا یہ مضمون ہو گا کہ اگر مرزا احمد بیگ محمدی کا نکاح غیر کے ساتھ کرنے سے باز نہ آوے تو پھر اسی روز سے جو محمدی کا کسی دوسرے سے نکاح ہو گا، عزت بی بی کو تین طلاق ہیں سو اس طرح پر لکھنے سے اس طرف تو محمدی بیگم کا

(۱) غلام احمد قادیانی، آئینۂ کمالات اسلام: ۵۷۶، مندرجہ روحانی خزائن، ۵: ۵۷۲، ۵۷۳

کسی دوسرے سے نکاح ہوگا اور اس طرف عزت بی بی پر فضل احمد کی طلاق پڑ جائے گی۔ سو یہ شرطی طلاق ہے اور مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم کہ بجز قبول کرنے کی کوئی راہ نہیں اور اگر فضل احمد نہ مانا تو میں فی الفور اس کو عاق کر دوں گا اور پھر وہ میری وراثت سے ایک دانہ نہیں پا سکتا۔''(۱)

''کیا میں چُوڑا یا چمار تھا جو مجھ کو لڑکی دینا عار یا ننگ تھی؟''

''مرزا نے اپنے بیٹے فضل احمد کے سسر مرزا علی شیر بیگ (محمدی بیگم کے پھوپھا) کو لکھا کہ آپ کو معلوم ہے کہ مرزا احمد بیگ کی لڑکی کے بارے میں ان لوگوں کے ساتھ کس قدر میری عداوت ہو رہی ہے۔ اب میں نے سنا ہے کہ عید کی دوسری یا تیسری تاریخ کو اس لڑکی کا نکاح ہونے والا ہے ...... کیا میں چُوڑا یا چمار تھا جو مجھ کو لڑکی دینا عار یا ننگ تھی ...... لہٰذا آپ کو بھی لکھتا ہوں کہ آپ اس وقت کو سنبھال لیں اور احمد بیگ کو پورے زور سے خط لکھیں کہ وہ باز آ جائے۔''(۲)

مرزا علی شیر بیگ نے اس خط کے جواب میں لکھا:

''ہاں مسلمان ضرور ہوں مگر آپ کی خودساختہ؛ نبوت کا قائل نہیں ہوں اور خدا سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے سلف صالحین کے طریقے پر ہی رکھے اور اس پر ہی میرا خاتمہ بالخیر کرے ...... اور احمد بیگ کے متعلق میں کر ہی کیا سکتا ہوں نہ آپ فضول ایمان گنواتے اور الہام بانی کرتے اور نہ مرنے کی دھمکیاں دیتے اور نہ وہ کنارہ کش ہوتا ...... اور میری بیوی کا کیا حق ہے کہ وہ اپنی بیٹی (کو مطلقہ ہونے سے بچانے) کے لیے بھائی کی لڑکی کو ایک دائم المریض آدمی

(۱) منقول از نوشتہ غیب: ۱۲۸۔ ۱۲۹، مولفہ خالد وزیر آبادی

(۲) منقول از کلمۃ فضل رحمانی بجواب اوہام غلام احمد قادیانی، مؤلفہ قاضی فضل احمد گورداسپوری: ۱۲۵۔ ۱۲۷

کو جو مراق سے خدائی تک پہنچ چکا ہو، دینے کے لیے کس طرح لڑے۔''(۱)

محمدی بیگم کے نکاح کی خبر

محمدی بیگم کے بارے میں مرزا صاحب کی الہام بازیاں جاری رہیں اور وہ اس سے نکاح کے بارے میں اپنے جھوٹے الہاموں کا سہارا بھی لیتے رہے مگر جب محمدی بیگم کا نکاح ہوگیا تو ان پر نہ تو کوئی الہام اترا اور نہ انہیں اس کا علم ہی ہو سکا بلکہ دوسروں سے تصدیق کرتے پھرتے تھے، چنانچہ مرزا نے رستم علی نامی شخص کو خط لکھا:

''میں آپ سے دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ مرزا احمد بیگ کی لڑکی کے نکاح کی نسبت جو آپ نے خبر دی تھی۔ بیس روز سے نکاح ہوگیا ہے۔ قادیان میں اس خبر کی کچھ اصلیت معلوم نہیں ہوتی یعنی نکاح ہو جانا کوئی شخص بیان نہیں کرتا لہٰذا مکلّف ہوں کہ دوبارہ اس امر کی نسبت اچھی طرح تحقیقات کر کے تحریر فرما دیں کہ نکاح اب تک ہوا ہے یا نہیں۔(۲)

محمدی بیگم سے شادی کرنے کے لیے مرزا صاحب منت ترلے سمیت ہر حربہ اختیار کرتے رہے مگر قدرت خدا کی کہ اس کی شادی دوسرے شخص سے ہوگئی بعد میں مرزا صاحب نے ایک اور پیشین گوئی کرتے ہوئے کہا کہ دوسرا الہام مجھ پر ہوا ہے کہ محمدی بیگم کا خاوند مر جائے گا اور وہ بیوہ ہو کر بالآخر تمہارے نکاح میں آئے گی۔ اس طرح تئیس (۲۳) سال انتظار کیا مگر بے سود گیا اور مرزا صاحب نامراد ہی دنیا سے رخصت ہوگئے۔

محمدی بیگم کے نکاح سے ناکامی کے بعد مرزا صاحب کا ردّ عمل

جب محمدی بیگم کا نکاح لاکھ جتن کرنے کے باوجود مرزا صاحب سے نہ ہو سکا تو انہوں نے انتقامی کارروائی کے طور پر جو کچھ کیا اس کی تفصیل اس طرح ہے، مرزا صاحب

(۱) نوشته غیب: ۱۲۶۔ ۱۲۸، مولفه خالد وزیر آبادی

(۲) مکتوبات احمدیه، ۵:۱۴۲۔ ۱۴۳، نمبر ۳، مجموعه مکتوبات مرزا

کہتے ہیں:

''اور ہر چند سلطان احمد کو سمجھایا اور بہت تاکیدی خط لکھے تو اور تیری والدہ اس کام سے الگ ہو جائیں ورنہ میں تم سے جدا ہو جاؤں گا اور تمہارا کوئی حق نہیں رہے گا مگر انہوں نے میرے خط کا جواب تک نہ دیا اور بالکل مجھ سے بیزاری ظاہر کی۔ اگر ان کی طرف سے ایک تلوار کا بھی مجھے زخم پہنچتا تو بخدا میں اس پر صبر کرتا لیکن انہوں نے (یعنی میرے بیٹے اور بیوی نے) دینی مخالفت کر کے دینی مقابلہ سے آزار دے کر مجھے بہت ستایا اور اس حد تک میرے دل کو توڑ دیا کہ بیان نہیں کر سکتا اور عمداً چاہا کہ میں سخت ذلیل کیا جاؤں اور جس شخص کو انہوں نے نکاح کے لیے تجویز کیا ہے اس کو رد نہ کیا بلکہ اس شخص کے ساتھ نکاح ہو گیا اور اسی نکاح کے دن سے سلطان احمد عاق اور محروم الارث ہو گا اور اسی روز سے اس کی والدہ پر میری طرف سے طلاق ہے اور اگر اس کا بھائی فضل احمد جس کے گھر میں مرزا احمد بیگ کی لڑکی (محمدی بیگم کی بھانجی) ہے اپنی اس بیوی کو اسی دن جو اس کو نکاح کی خبر ہو طلاق نہ دیوے تو پھر وہ بھی عاق اور محروم الارث ہو گا اور آئندہ ان سب کا کوئی حق میرے پر نہیں رہے گا اور اس نکاح کے بعد تمام تعلقات خویشی، قرابت اور ہمدردی دور ہو جائے گی اور کسی نیکی، رنج و راحت، ماتم اور شادی میں ان سے شرکت نہیں رہے گی کیونکہ انہوں نے تعلق توڑ دیئے اور توڑنے پر راضی رہے سو اب ان سے کچھ تعلق رکھنا قطعاً حرام ہے۔''(۱)

چنانچہ مرزا صاحب نے اپنے دونوں بیٹوں سلطان احمد اور مرزا فضل احمد کو اپنی جائیداد سے عاق کر دیا اور فضل احمد کی بیوی کو طلاق بھی دلوا دی۔(۲)

---

(۱) مجموعہ اشتہارات: ۲۱۹

(۲) مرزا بشیر احمد قادیانی، سیرت المہدی، ۱: ۲۲، روایت نمبر ۳۷

مرزا صاحب نے اپنے بیٹے مرزا فضل احمد کا جنازہ بھی نہ پڑھا۔[1]

مرزا صاحب نے انتقاماً نہ صرف بہو کو طلاق دلوائی بلکہ اپنی بیوی کو بھی طلاق دے دی۔[2]

''احمد بیگ کی بڑی لڑکی ایک جگہ بیاہی جائے گی اور خدا اس کو پھر تیری طرف واپس لائے گا۔ یعنی آخر وہ تیرے نکاح میں آئے گی اور خدا سب روکیں درمیان سے اٹھا دے گا۔''[3]

''خدا تعالیٰ نے پیش گوئی کے طور پر اس عاجز پر ظاہر فرمایا کہ مرزا احمد بیگ ولد مرزا گاماں بیگ ہوشیار پوری کی دختر کلاں (محمدی بیگم) انجام کار تمہارے نکاح میں آئے گی اور وہ لوگ بہت عداوت کریں گے اور بہت مانع آئیں گے اور کوشش کریں گے کہ ایسا نہ ہو۔ لیکن آخر کار ایسا ہی ہوگا اور فرمایا کہ خدائے تعالیٰ ہر طرح سے اس کو تمہاری (مرزا صاحب) طرف لائے گا باکرہ ہونے کی حالت میں یا بیوہ کر کے اور ہر ایک روک کو درمیان سے اٹھا دے گا اور اس کام کو ضرور پورا کرے گا۔ کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔''[4]

مگر خدا کی قدرت کہ اتنی تگ و دو کے بعد بھی مایوسی، نامرادی اور ذلت کا سامنا کرنا پڑا۔

مرزا صاحب نے محمدی بیگم سے شادی کے بارے میں سب سے پہلی پیشین گوئی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں ایک اشتہار کے ذریعے کی جب کوئی امید کی صورت نظر نہ آئی تو ۲ اکتوبر ۱۸۹۴ء میں اللہ تعالیٰ سے دعا کی:

---

(۱) اخبار الفضل، قادیان، ۲۹: ۱۴۷، نمبر: ۹۸، ۲۲ اپریل و ۲ مئی ۱۹۴۱ء

(۲) مرزا بشیر احمد قادیانی، سیرت المہدی، ۱: ۲۶، روایت نمبر ۴۱

(۳) ۱۔ مجموعہ اشتہارات، ۲: ۴۱

۲۔ تبلیغ رسالت، ۳: ۱۳، اشتہار، ۶ ستمبر ۱۸۹۴ء

(۴) غلام احمد قادیانی، ازالہ اوہام: ۳۹۶، مندرجہ روحانی خزائن، ۳: ۳۰۵

''احمد بیگ کی دُختر کلاں (محمدی بیگم) کا آخر اس عاجز کے نکاح میں آنا، یہ پیشین گوئیاں، تیری طرف سے ہیں تو ان کو ایسے طور سے ظاہر فرما جو خلق اللہ پر حجت ہو...... اور اگر اے خداوند یہ پیشین گوئیاں تیری طرف سے نہیں ہیں تو مجھے نامرادی اور ذلت کے ساتھ ہلاک کر۔''(۱)

مرزا صاحب نے محمدی بیگم سے نکاح کے بارے میں پیشین گوئی کو اپنی سچائی اور جھوٹ کا معیار قرار دیتے ہوئے کہا:

''بدخیال لوگوں کو واضح ہو کہ ہمارا صدق یا کذب جانچنے کے لیے ہماری پیش گوئی سے بڑھ کر اور کوئی محک امتحان نہیں ہوسکتا۔''(۲)

''میں اس پیشین گوئی کو اپنے صدق اور کذب کے لیے معیار قرار دیتا ہوں اور یہ خدا سے خبر پانے کے بعد کہہ رہا ہوں۔''(۳)

چھٹی پیشین گوئی ...... دُشمن کی بجائے خود مرزا صاحب ہلاک ہو گئے

مرزا صاحب نے ۵ اپریل ۱۹۰۷ء کو مولوی ثناء اللہ صاحب کو مخاطب کر کے کہا:

''اگر میں ایسا ہی کذاب اور مفتری ہوں۔ جیسا کہ آپ ہر ایک پرچہ میں مجھے یاد کرتے ہیں تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤں گا۔''(۴)

---

(۱) مجموعہ اشتہارات، ۲: ۱۱۶، مطبوعہ ربوہ، ۱۹۷۲ء

(۲) ۱۔ اشتہار مرزا غلام احمد قادیانی، مورخہ ۱۰ جولائی ۱۸۸۸، مندرجہ تبلیغ رسالت، ۱: ۱۱۸، مولفہ میر قاسم علی قادیانی
۲۔ غلام احمد قادیانی، آئینہ کمالات اسلام: ۲۸۸، مندرجہ روحانی خزائن، ۵: ۲۸۸

(۳) انجام آتھم: ۲۲۳

(۴) تبلیغ رسالت، ۱: ۱۲۰، مولفہ میر قاسم علی قادیانی

اس پیشین گوئی کے بعد مرزا صاحب نے مولوی ثناء اللہ امرتسری کی زندگی میں ہی ہیضہ کی بیماری کی وجہ سے وفات پائی۔ بقول مرزا ثابت ہوا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب صادق اور سچے تھے جبکہ مرزا صاحب نبوت پر خدا کی طرف سے مامور نہیں تھے بلکہ ان کی موت ایک مفسد اور کذاب کی موت تھی اور خدائی پکڑ تھی۔

ساتویں پیشین گوئی ...... مکہ و مدینہ کی بجائے لاہور میں وفات

مرزا نے کہا:

''ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں۔''[1]

تاریخ شاہد ہے کہ مرزا کو مکہ و مدینہ کا عکس دیکھنا بھی نصیب نہ ہوا۔ وہاں مرنا تو دور کی بات ہے، ان کی موت تو لاہور میں ہیضہ کے باعث بیت الخلا میں واقع ہوئی۔

(۱) میگزین، ۱۴ جنوری ۱۹۰۶ء

باب ہفتم

انگریز کی محبت و اِطاعت میں ممانعتِ جہاد کی ترغیب

انگریز کا خود کاشتہ پودا

اس میں کوئی شک نہیں کہ مرزا قادیانی انگریز کا خود کاشتہ پودا تھا۔ اس کو پروان چڑھانے میں انگریزوں کا سب سے بڑا مقصد مسلمانوں کے اندر سے روحِ محمد ﷺ نکالنا اور ان میں شعلہ جوالہ کی طرح گرم جذبہ جہاد کو سرد کرنا تھا۔ کیونکہ برصغیر پر انگریزوں کے مکمل تسلط کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ قومِ رسول ہاشمی ﷺ کے اس جذبہ جہاد نے کھڑی کی تھی۔ اس وجہ سے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد انگریز کی نظر میں سب سے بڑے باغی، غدار اور خطرناک لوگ علمائے کرام اور مشائخ عظام ہی تھے جو تحریک آزادی کے سرپرست اور طاغوتی عسکریت پسندوں کے خلاف مصروف عمل عوام کے لیے ایک زبردست محرک تھے، اس لیے انگریز کا سب سے زیادہ عتاب بھی اسی طبقے پر نازل ہوا، چنانچہ باقاعدہ منصوبہ بندی اور سوچی سمجھی سکیم کے تحت مسلمانوں کے اندر ایک ایسے شخص کو کھڑا کرنے کا پروگرام بنایا گیا جو دین کا لبادہ اوڑھ کر مسلمانوں کو گمراہ کرے اور تاویلات کا سہارا لیتے ہوئے بالآخر دین کے بنیادی رکن جہاد کو حرام قرار دے دے۔ اس منصوبہ کو پایہ تکمیل تک پہنچانے اور اس کے تمام پہلوؤں پر غور کرنے کے لیے مذہبی رہنماؤں، سیاستدانوں، دانشوروں اور ارکان پارلیمان پر مشتمل ایک اعلیٰ سطحی وفد ہندوستان بھیجا گیا، اس وفد نے ہندوستان کے معاشی و معاشرتی اور سماجی حالات کا معروضی جائزہ لینے اور یہاں کے مسلم عوام کی نفسیات پر گہرے غور و خوض کے بعد ایک رپورٹ تیار کر کے حکومت برطانیہ کو پیش کی۔ یہ رپورٹ بعد میں ''ہندوستان میں برطانوی ایمپائر کی آمد'' (The Arrival of British Empire in India) کے نام سے شائع ہوئی۔ اس رپورٹ کا متعلقہ اقتباس مع اردو ترجمہ پیش خدمت ہے:

Report of Missionary Fathers

"Majority of the population of the country blindly follow their "Peers", their spiritual leaders. If at this stage, we succeed in finding out some who would be ready to declare himself a "Zill-e-Nabi" (Apostolic Prophet) then the large number of people shall rally round him. But for their purpose, it is very difficult to persuade some one from the Muslim masses. If this problem is solved, the prophethood of such a person can flourish under the patronage of the government. We have already overpowered the native government mainly pursuing a policy of seeking help from the traitors that.That was a different stage, for at that time, the traitors were from the military point of view. But now when we have sway over every nook of the country and there is peace and order every where we ought to undertake measure which might create internal unrest among the country."[1]

مسیحی مبلغین کی رپورٹ

''ملک ہندوستان کی آبادی کی اکثریت اندھا دھند اپنے پیروں یعنی روحانی رہنماؤں کی پیروی کرتی ہے اگر اس مرحلہ میں ہم ایک ایسا آدمی تلاش کرنے میں کامیاب ہو جائیں جو اس بات کے لیے تیار ہو کہ اپنے ظلی نبی (نبی کے حواری) ہونے کا اعلان کر دے تو لوگوں کی بڑی تعداد اس کے گرد جمع ہو جائے گی لیکن اس مقصد کے لیے مسلمان عوام سے کسی شخص کو ترغیب دینا بہت مشکل ہے اگر یہ مسئلہ حل ہوجائے تو ایسے شخص کی نبوت کو سرکاری سرپرستی میں پروان چڑھایا جا سکتا ہے۔ ہم نے پہلے بھی غداروں کی مدد حاصل کر کے ہندوستانی حکومتوں کو محکوم بنایا لیکن وہ مختلف مرحلہ تھا اس وقت فوجی نقطہ نظر سے غداروں

(1) **Extract from the printed report, India Office Library, London.**

کی ضرورت تھی لیکن اب جبکہ ہم نے ملک کے کونے کونے پر اقتدار جما لیا ہے اور ہر طرف امن و امان اور نظم و ضبط کا دور دورہ ہے ہمیں ایسے اقدامات کرنے چاہئیں جن سے ملک میں داخلی بے چینی پیدا ہو سکے۔''(۱)

رپورٹ میں پیش کردہ یہی وہ تجویز تھی جس کے تحت مسلمانوں میں کسی ایسے فرد کی تلاش شروع ہوئی جو سازشی سرغنہ بننے پر آمادہ ہو اور ظلی نبوت کا دعویٰ کرے پھر اپنی خودساختہ نبوت کی آڑ میں جہاد کو حرام قرار دے، یہ تلاش بالآخر اپنے اختتام کو پہنچی اور نگاہ انتخاب مرزا غلام احمد قادیانی پر آ ٹھہری جس کے انتخاب کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہا ان کا خاندان نسلی طور پر انگریزوں کا وفادار اور ہندوستان کا غدار رہا تھا جس کی شہادت پنجاب کے فنانشل کمشنر نے مرزا قادیانی کے باپ کے مرنے پر مرزا صاحب کے بڑے بھائی غلام قادر کے نام ایک تعزیتی خط میں اس طرح دی:

''مرزا غلام مرتضیٰ سرکار انگریز کا اچھا خیرخواہ اور وفادار رئیس تھا آپ کے خاندان کی خدمات کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم آپ کی بھی اسی طرح عزت کریں گے جس طرح تمہارے وفادار باپ کی کی جاتی تھی، ہم کو اچھے موقع کے نکلنے پر تمہارے خاندان کی بہتری اور پابجائی کا خیال رہے گا۔''(۲)

اس بات کو بعد میں مرزا قادیانی نے خود بھی تسلیم کر لیا کہ وہ واقعی انگریز ہی کے ہاتھوں کا لگایا ہوا پودا تھا۔

مرزا صاحب کے خاندان کی انگریز حکومت کے لیے خدمات

مرزا صاحب کے والد غلام مرتضیٰ اپنے بھائیوں کے ساتھ سکھوں سے مل کر مجاہدین کے خلاف برسر پیکار رہے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں اس خاندان نے انگریز

(۱) انڈیا آفس لائبریری سے حاصل کردہ رپورٹ سے اقتباس
(۲) المرقوم، ۲۹ جنوری ۱۸۷۶، کتاب البریہ: ۷

کا حق نمک ادا کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی جس کا اعتراف خود مرزا صاحب نے اس اشتہار میں کیا ہے:

''میں ایک ایسے خاندان سے ہوں جو اس گورنمنٹ کا پکا خیرخواہ ہے، میرا والد غلام مرتضیٰ گورنمنٹ کی نظر میں ایک وفادار خیرخواہ آدمی تھا جن کو دربارِ گورنری میں کرسی ملی تھی اور جن کا ذکر مسٹر گریفن کے تاریخ رئیسان پنجاب میں ہے اور ۱۸۵۷ء میں انہوں نے اپنی طاقت سے بڑھ کر سرکارِ انگریزی کو مدد دی تھی یعنی پچاس سوار اور گھوڑے بہم پہنچا کر عین زمانہ غدر کے وقت سرکارِ انگریزی کی امداد میں دیئے تھے۔ ان خدمات کی وجہ سے چٹھیات خوشنودی حکام ان کو ملی تھیں۔ مجھے افسوس ہے کہ بہت سی ان میں گم ہوگئیں مگر تین چٹھیات جو مدت سے چھپ چکی ہیں ان کی نقلیں حاشیہ میں درج کی گئی ہیں۔ پھر میرے والد صاحب کی وفات کے بعد میرا بھائی مرزا غلام قادر خدمات سرکاری میں مصروف رہا اور جب تموں کے گزر پر مفسدوں کا سرکار انگریزی کی فوج سے مقابلہ ہوا تو وہ سرکار انگریزی کی طرف سے لڑائی میں شریک تھا۔''(۱)

یہ خاندانی اطاعت مرزا غلام احمد کی گھٹی میں شامل تھی اور اس نے اپنی جان نثاریوں اور وفا شعاریوں کا تذکرہ جا بجا اپنی کتابوں میں کیا ہے۔ اس سے یہ بات اظہر من الشمس ہے یہ مرزا صاحب کی اطاعت شعاری کا منطقی نتیجہ انگریزی کی سماجی اور معاشرتی ضرورتیں پوری کرنے کے لیے دعویٰ نبوت اور تنسیخ جہاد کی صورت میں برآمد ہوا۔

مرزا صاحب کا اعترافِ حقیقت

۱۔ ''سرکار دولت مدار ایسے خاندان کی نسبت جس کو پچاس برس کے متواتر تجربہ

---

(۱) اشتہار واجب الاظہار منسلك كتاب البريه:۴، مندرجه روحانی خزائن، ۱۳: ۴۔ ۶

سے ایک وفادار جاں نثار خاندان ثابت کر چکی ہے اور جس کی نسبت گورنمنٹ عالیہ کے معزز حکام نے ہمیشہ مستحکم رائے سے اپنی چٹھیات میں گواہی دی ہے کہ وہ قدیم سے سرکار انگریزی کے پکے خیرخواہ اور خدمت گزار ہیں، اس خود کاشتہ پودا کی نسبت نہایت حزم و احتیاط اور تحقیق و توجہ سے کام لے اور اپنے ماتحت حکام کو اشارہ فرمائے کہ وہ بھی اس خاندان کی ثابت شدہ وفاداری و اخلاص کا لحاظ رکھ کر مجھے اور میری جماعت کو ایک خاص عنایت و مہربانی کی نظر سے دیکھیں۔ ہمارے خاندان نے سرکار انگریزی کی راہ میں اپنے خون بہانے اور جان دینے سے فرق نہیں کیا۔''(۱)

۲۔ ''میں دعوے سے کہتا ہوں کہ میں تمام مسلمانوں میں اول درجے کا خیر خواہ گورنمنٹ انگریزی کا ہوں۔ کیونکہ مجھے تین باتوں خیر خواہی میں اول درجے میں بنا دیا ہے:

اول: والد مرحوم کے اثر نے

دوم: گورنمنٹ عالیہ کے احسانوں نے

سوم: خدا تعالیٰ کے الہام نے۔''(۲)

۳۔ ''مجھے حق ہے کہ میں دعویٰ کروں کہ انگریزوں کی خدمت میں منفرد ہوں۔ مجھے حق ہے کہ میں کہوں کہ انگریزوں کی تائیدات میں یکتا ہوں۔ مجھے حق ہے کہ میں کہوں کہ اس حکومت کے لیے تعویذ اور ایسا قلعہ ہوں جو اس کو آفات اور مصائب سے محفوظ رکھنے والا ہے۔ پس حقیقتاً اس حکومت کے پاس میرا کوئی ہمسر اور نصرت اور تائید میں میرا کوئی مثیل نہیں۔''(۳)

---

(۱) مجموعہ اشتہارات، ۳: ۲۱، مرزا قادیانی

(۲) غلام احمد قادیانی، تریاق القلوب: ۳۰۹۔ ۳۱۰

(۳) غلام احمد قادیانی، رسالہ نور الحق: ۳۴

انگریزی حکومت کی حمایت اور جہاد کی مخالفت میں مرزا صاحب کا زورِ قلم

انگریزی سرکار کی اطاعت و ہمدردی اور ممانعتِ جہاد کے باب میں مرزا صاحب نے جو کتابیں سپردِ قلم کیں ان کے بارے میں وہ رقم طراز ہیں:

''پھر میں اپنے والد اور بھائی کی وفات کے بعد ایک گوشہ نشین آدمی تھا، تاہم سترہ برس سے سرکار انگریزی کی امداد و تائید میں اپنی قلم سے کام لیتا رہا ہوں۔ اس سترہ برس کی مدت میں جس قدر میں نے کتابیں تالیف کیں ان سب میں سرکار انگریزی کی اطاعت و ہمدردی کے لیے لوگوں کو ترغیب دی اور جہاد کی ممانعت کے بارے میں نہایت موثر تقریریں لکھیں اور پھر میں نے قرین مصلحت سمجھ کر اسی امر ممانعت جہاد کو عام ملکوں میں پھیلانے کے لیے ہزاروں روپے خرچ کیے اور وہ تمام کتابیں عرب اور بلاد شام اور روم ومصر اور بغداد وافغانستان میں شائع کی گئیں۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ کسی نہ کسی وقت ان کا اثر ہوگا۔ کیا اس قدر بڑی کارروائی اور اس قدر دور دراز مدت تک ایسے انسان سے ممکن ہے جو دل میں بغاوت کا ارادہ رکھتا ہو؟ پھر میں پوچھتا ہوں کہ جو کچھ میں نے سرکار انگریزی کی امداد و حفظِ امن اور جہادی خیالات کے روکنے کے لیے برابر سترہ سال تک پورے جوش سے پوری استقامت سے کام لیا کیا اس کام کی اور اس خدمت نمایاں کی اور اس مدت دراز کی دوسرے مسلمانوں میں جو میرے مخالف ہیں کوئی نظیر ہے؟ اگر میں نے یہ اشاعت گورنمنٹ انگریزی کی سچی خیرخواہی سے نہیں کی تو مجھے ایسی کتابیں عرب اور بلاد شام اور روم وغیرہ بلاد اسلامیہ میں شائع کرنے سے کس انعام کی توقع تھی؟ یہ سلسلہ ایک دو دن کا نہیں بلکہ برابر سترہ برس کا ہے اور اپنی کتابوں اور رسالوں کے جن مقامات میں، میں نے یہ تحریریں لکھی ہیں ان کتابوں کے نام مع ان کے نمبر صفحوں کے یہ ہیں جن میں سرکار انگریزی کی خیرخواہی اور اطاعت کا ذکر ہے:

نمبر	کتاب	تاریخ طبع	نمبر صفحہ
۱	براہین احمدیہ، حصہ سوم	۱۸۸۲ء	الف سے ب تک (شروع کتاب)
۲	براہین احمدیہ، حصہ چہارم	۱۸۸۴ء	الف تا د تک ایضاً
۳	آریہ دھرم (نوٹس) دوبارہ توسیع دفعہ ۲۹۸	۲۲ستمبر ۱۸۹۵ء	۵۷ سے ۶۴ تک آخر کتاب
۴	التماس شامل آریہ دھرم ایضاً	۲۲ستمبر ۱۸۹۵ء	ا سے ۴ تک آخر کتاب
۵	درخواست شامل آریہ دھرم ایضاً	۲۲ستمبر ۱۸۹۵ء	۶۹ سے ۷۲ تک آخر کتاب
۶	خط دوبارہ توسیع دفعہ ۲۹۸	۲۱ اکتوبر ۱۸۹۵ء	ا سے ۸ تک
۷	آئینہ کمالات اسلام	فروری ۱۸۹۳ء	۱۷ سے ۲۰ تک اور ۵۱۱ سے ۵۲۸ تک
۸	نورالحق حصہ اول (اعلان)	۱۳۱۱ھ	۲۳ سے ۵۴ تک
۹	شہادۃ القرآن (گورنمنٹ کی توجہ کے لائق)	۲۲ستمبر ۱۸۹۳ء	الف سے ع تک آخر کتاب
۱۰	نورالحق حصہ دوم	۱۳۱۱ھ	۴۹ سے ۵۰ تک
۱۱	سرالخلافہ	۱۳۱۲ھ	۷۱ سے ۷۳ تک
۱۲	اتمام الحجہ	۱۳۱۱ھ	۲۵ سے ۲۷ تک
۱۳	حمامۃ البشریٰ	۱۳۱۱ھ	۳۹ سے ۴۲ تک

۱۴	تحفہ قیصریہ	۲۵مئی ۱۸۹۷ء	تمام کتاب
۱۵	ست بچن	نومبر ۱۸۹۵ء	۱۵۳سے ۱۵۴ تک اور ٹائٹل پیج
۱۶	انجام آتھم	جنوری ۱۸۹۷ء	۲۸۳ سے ۲۸۴ تک آخر کتاب
۱۷	سراج منیر	مئی ۱۸۹۷ء	۷۴
۱۸	تکمیل تبلیغ معہ شرائط بیعت	۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء	صفحہ۴ حاشیہ اور صفحہ۶ شرط چہارم
۱۹	اشتہار قابل توجہ گورنمنٹ اور عام اطلاع کے لیے	۲۷فروری ۱۸۹۵ء	تمام اشتہار یکطرفہ
۲۰	اشتہار درباره سفیر سلطان روم	۲۴مئی۱۸۹۷ء	ا سے۳ تک
۲۱	اشتہار جلسہ احباب برجشن جوبلی بمقام قادیان	۲۳۔۶۔۱۸۹۷	ا تا ۴
۲۲	اشتہار جلسہ شکریہ جشن جوبلی حضرت قیصرہ دام ظلہا	۷ جون ۱۸۹۷ء	تمام اشتہار یک ورق
۲۳	اشتہار متعلق بزرگ	۲۵ جون ۱۸۹۷ء	صفحہ۱۰
۲۴	اشتہار لائق توجہ گورنمنٹ معہ ترجمہ انگریزی	۱۰ دسمبر۱۸۹۴ء	تمام اشتہار ا سے ۷ تک (۱)

(۱) غلام احمد قادیانی، کتاب البریہ: ۷۔ ۹، مندرجہ روحانی خزائن، ۱۳: ۷۔ ۹

پچاس الماریاں

مرزا صاحب اپنے عقیدے کی مزید تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

۱۔ ''میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید و حمایت میں گزرا ہے اور میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں اور اشتہار شائع کیے ہیں کہ اگر وہ رسائل و کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔ میں نے ایسی کتابوں کو تمام ممالک عرب اور مصر اور شام اور کابل و روم تک پہنچا دیا ہے۔ میری ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ مسلمان اس سلطنت کے سچے خیر خواہ ہو جائیں اور مہدی خوانی اور مسیح خوانی کی بے اصل روایتیں اور جہاد کے جوش دلانے والے مسائل جو احمقوں کے دلوں کو خراب کرتے ہیں، ان کے دلوں سے معدوم ہو جائیں۔''(۱)

۲۔ ''اور چونکہ میری زندگی فقیرانہ اور درویشانہ طور پر ہے اس لیے میں ایسے درویشانہ طرز سے گورنمنٹ انگریزی کی خیر خواہی اور امداد میں مشغول رہا ہوں قریبا انیس برس سے ایسی کتابوں کے شائع کرنے میں میں نے اپنا وقت بسر کیا ہے جن میں یہ ذکر ہے کہ مسلمانوں کو سچے دل سے اس گورنمنٹ کی خدمت کرنی چاہئے اور اپنی فرمانبرداری اور وفاداری کو دوسری قوموں سے بڑھ کر دکھلانا چاہئے اور میں نے اس غرض بعض کتابیں عربی زبان میں لکھیں اور بعض فارسی زبان میں اور ان کو دور دور ملکوں تک شائع کیا اور ان سب میں مسلمانوں کو بار بار تاکید کی اور معقول وجوہ سے ان کو اس طرف جھکایا کہ وہ گورنمنٹ کی اطاعت بہ دل وجان اختیار کریں اور یہ کتابیں عرب اور بلاد شام اور کابل اور بخارا میں پہنچائی گئیں۔''(۲)

---

(۱) غلام احمد قادیانی، تریاق القلوب: ۲۷، ۲۸، مندرجه روحانی خزائن، ۱۵: ۱۵۵، ۱۵۶

(۲) غلام احمد قادیانی، کشف الغطاء: ۳، ۴، مندرجه روحانی خزائن، ۱۴: ۱۸۵

ملکہ برطانیہ کی خوشامد اور چاپلوسی میں مرزا صاحب کی گوہر فشانی

مرزا صاحب نے انگریز بہادر کی قصیدہ گوئی میں کس طرح زمین و آسمان کے قلابے ایک کر دیئے اس کی مثال درج ذیل تحریر میں دیکھی جا سکتی ہے:

''میں اس (اللہ تعالیٰ) کا شکر کرتا ہوں کہ اس نے مجھے ایک ایسی گورنمنٹ کے سایہ رحمت کے نیچے جگہ دی، جس کے زیر سایہ میں بڑی آزادی سے اپنا کام نصیحت و وعظ کا ادا کر رہا ہوں اگرچہ اس محسن گورنمنٹ کا ہر ایک پر رعایا میں سے شکر واجب ہے مگر میں خیال کرتا ہوں کہ مجھ پر سب سے زیادہ واجب ہے کیونکہ یہ میرے اعلیٰ مقاصد جو جناب قیصرہ ہند کی حکومت کے سایہ کے نیچے اختتام پذیر ہو سکتے اگرچہ وہ کوئی اسلامی گورنمنٹ ہی ہوتی۔ اب میں حضورِ ملکہ معظّمہ میں زیادہ مصدع اوقات ہونا نہیں چاہتا اور اس دعا پر عریضہ ختم کرتا ہوں کہ

اے قادر و کریم اپنے فضل و کریم سے ہماری ملکہ معظّمہ کو خوش رکھ جیسا کہ ہم اس کے سایہ عاطفت کے نیچے خوش ہیں اور اس سے نیکی کر جیسا کہ ہم اس کی نیکیوں و احسانوں کے نیچے زندگی بسر کر رہے ہیں اور ان معروضات پر کریمانہ توجہ کرنے کے لیے اس کے دل میں آپ الہام کر کہ ہر ایک قدرت و طاقت تجھی کو ہے۔

آمین ثم آمین
الملتمس
خاکسار: مرزا غلام احمد از قادیان''[1]

خوشامد اور چاپلوسی کا ایک نادر نمونہ ہے جو انہوں نے ستارہ قیصریہ کے نام سے ملکہ وکٹوریہ کو تحریر کیا تھا، اسے پڑھئے اور موصوف کی موقع شناسی بلکہ موقع پرستی کی داد دیجئے۔ مرزا صاحب کو امتناع جہاد کی ضرورت کیوں پیش آئی اس کا جواب ہمیں وائسرائے

---

(۱) غلام احمد قادیانی، تحفہ قیصریہ: ۳۱، ۳۲، مندرجہ روحانی خزائن، ۱۲: ۲۸۳، ۲۸۴

ہند لارڈ ریڈنگ کے نام قادیانی جماعت کے ترجمان اخبار ''الفضل، قادیان'' کے درج ذیل بیان سے مل جاتا ہے:

''جس وقت آپ (مرزا غلام احمد) نے دعویٰ کیا اس وقت تمام عالمِ اسلام جہاد کے خیالات سے گونج رہا تھا اور عالم اسلامی کی ایسی حالت تھی وہ پٹرول کے پیپے کی طرح بھڑکنے کے لیے صرف ایک دیا سلائی کا محتاج تھا مگر بانی سلسلہ نے اس خیال کی تقویت اور خلاف اسلام اور خلاف امن ہونے کے خلاف اس قدر زور سے تحریک شروع کی کہ ابھی چند سال نہیں گزرے تھے کہ گورنمنٹ کو اپنے دل میں اقرار کرنا پڑا کہ وہ سلسلہ جسے وہ امن کے لیے خطرہ کا موجب خیال کر رہی تھی اس کے لیے غیر معمولی اعانت کا موجب تھا۔''(۱)

حکومتِ برطانیہ کی اطاعت مرزا صاحب کے مذہب کا ایک حصہ

۱۔ ''سو میرا مذہب جس کو میں بار بار ظاہر کرتا ہوں یہی ہے کہ اسلام کے دو حصے ہیں، ایک یہ کہ خدا تعالیٰ کی اطاعت کریں دوسرے اس سلطنت کی جس نے امن قائم کیا ہو۔ جس نے ظالموں کے ہاتھ سے اپنے سایہ میں ہمیں پناہ دی ہو۔ سو وہ سلطنت حکومت برطانیہ ہے۔''(۲)

اسلام کا احیاء انگریزی سلطنت کی بدولت

''اسلام کی دوبارہ زندگی انگریزی سلطنت کے امن بخش سایہ سے ہی پیدا ہوئی ہے۔''(۳)

---

(۱) اخبار الفضل، قادیان، مورخہ ۴ جولائی ۱۹۲۱ء

(۲) غلام احمد قادیانی، شہادۃ القرآن: ۸۴، مندرجہ روحانی خزائن، ۶: ۳۸۰

(۳) غلام احمد قادیانی، تریاق القلوب: ۲۸

انگریزی سلطنت رحمت اور برکت ہے

۱۔ ’’خدا کا شکر ہے کہ اس نے ایسی گورنمنٹ کے سایہ رحمت کے نیچے جگہ دی جس کے زیرسایہ میں بڑی آزادی سے اپنا کام چلا رہا ہوں جو کسی اسلامی گورنمنٹ میں نہیں چلایا جا سکتا۔‘‘(۱)

۲۔ ’’سو یہی انگریز ہیں جن کو لوگ کافر کہتے ہیں جو تمہیں ان خونخوار دشمنوں سے بچاتے ہیں اور ان کی تلوار کے خوف سے تم قتل کیے جانے سے بچے ہوئے ہو، ذرا کسی اور سلطنت کے زیرسایہ رہ کر دیکھ لو کہ تم سے کیا سلوک کیا جاتا ہے۔ سو انگریزی سلطنت تمہارے لیے ایک رحمت ہے، تمہارے لیے ایک برکت ہے اور خدا کی طرف سے تمہاری وہ سپر ہے پس تم دل و جان سے سپر کی قدر کرو۔‘‘(۲)

وہ سکون نہ مکہ میں نہ مدینہ میں جو انگریز کے سایہ میں

مرزا صاحب نے انگریزی حکومت کے گن گاتے ہوئے اپنے قلبی جذبات کا یوں اظہار کیا:

’’میں بیس برس تک یہی تعلیمِ اطاعت گورنمنٹ انگریزی کی دیتا رہا اور اپنے مریدوں کو بھی یہی ہدایتیں جاری کرتا رہا تو کیونکر ممکن تھا کہ ان تمام ہدایتوں کے برخلاف کسی بغاوت کے منصوبے میں تعلیم کروں حالانکہ میں جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے میری اور میری جماعت کی پناہ اس سلطنت کو بنا دیا ہے، یہ امن جو اس سلطنت کے زیرسایہ ہمیں حاصل رہا ہے نہ یہ امن مکہ مکرمہ میں مل سکتا ہے، نہ مدینہ میں اور نہ سلطان روم کے پایہ تخت میں۔‘‘(۳)

---

(۱) غلام احمد قادیانی، تحفہ قیصریہ: ۲۷

(۲) مجموعہ اشتہارات، ۳: ۵۸۴

(۳) غلام احمد قادیانی، تریاق القلوب: ۲۸، مندرجہ روحانی خزائن، ۱۵: ۱۵۶

حکومتِ برطانیہ کے احسانات کا پرچار

۱۔ ’’میں روح کے جوش سے اس بات میں مصروف ہوں کہ اس گورنمنٹ کے فوائد اور احسانات کو تمام لوگوں پر ظاہر کر دوں اور اس حکومت کی فرضیت کو دلوں میں جما دوں۔‘‘(۱)

۲۔ ’’میں اپنے کام کو نہ مکہ میں نہ مدینہ میں نہ روم و شام میں نہ ایران و کابل میں چلا سکتا ہوں مگر اس گورنمنٹ میں جس کے اقبال کی میں دعا کرتا ہوں۔‘‘(۲)

۳۔ ’’برٹش گورنمنٹ فضل ایزدی اور سایہ رحمت ہے اس کی ہستی احمدیت کی ہستی ہے۔‘‘(۳)

حکومت برطانیہ کے لیے قادیانیوں کے جذبات

۱۔ ’’اب غور کا مقام ہے کہ پھر ہم احمدیوں کو اس (برطانوی تلوار) کی فتح سے کیوں خوشی نہ ہو؟ عراق وعرب ہو کہ شام وفلسطین (یعنی اسلامی مملکتیں) ہر جگہ اپنی (یعنی برطانیہ کی) تلوار کی چمک دیکھنا چاہتے ہیں۔‘‘(۴)

۲۔ ’’برٹش گورنمنٹ کی خاطر جنگ نہ صرف مذہبی فریضہ ہے بلکہ اسلامی ممالک پر برطانیہ کا قبضہ تحریک احمدیت کے پھیلانے کا واحد ذریعہ ہے۔‘‘(۵)

---

(۱) تبلیغ رسالت، مولفہ میر قاسم علی قادیانی، ۷: ۱۰۔ ۱۱

(۲) تبلیغ رسالت، مولفہ میر قاسم علی قادیانی، ۶: ۶۵

(۳) الفضل، ۱۳ ستمبر ۱۹۱۴ء

(۴) الفضل، ۱۹ نومبر ۱۹۱۸ء

(۵) الفضل، ۲۷ مئی ۱۹۱۸ء

جہاد کو منسوخ قرار دینا

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی تحریروں میں کھلم کھلا جہاد جو اسلام کا مقدس دینی فریضہ ہے کے منسوخ ہونے کا اعلان کر دیا حالانکہ اسلام کی حفاظت اور اعلائے کلمۃ اللہ کا موثر ترین ذریعہ جہاد ہے جو قرآن و حدیث سے قطعی طور پر ثابت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ۔(۱)

’’اور ان سے جنگ کرتے رہو حتیٰ کہ کوئی فتنہ باقی نہ رہے اور دین (یعنی زندگی اور بندگی کا نظام عملاً) اللہ ہی کے تابع ہو جائے۔‘‘

حضور نبی اکرم ﷺ نے واضح طور پر فرمایا:

لن يبرح هذا الدّين قائما يقاتل عليه عصابة من المسلمين حتى تقوم الساعة۔(۲)

’’دین ہمیشہ قائم رہے گا اور مسلمانوں کی ایک جماعت قیامت تک جہاد کرتی رہے گی۔‘‘

جہاد کی ممانعت

مرزا صاحب نے اس قولِ سدید کی تغلیط کی کہ جنت تلواروں کے سائے میں ہے۔ اس تصور کی نفی کرتے ہوئے کہتے ہیں:

’’جنت سے مراد تلوار، بندوق کی جنگ نہیں کیونکہ یہ تو سراسر نادانی ہے۔

(۱) البقرہ، ۲: ۱۹۳

(۲) مسلم، الصحیح، کتاب الإمارۃ، باب قوله لا تزال طائفة من أمتي ظاهرين على الحق، ۳: ۱۵۲۴، رقم: ۱۹۲۲

خلاف ہدایت قرآن ہے جو دین کے پھیلانے کے لیے جنگ کی جائے، اس جگہ جنگ سے ہماری مراد زبانی مباحثات ہیں جو نرمی اور انصاف اور معقولیت کی پابندی کے ساتھ کیے جائیں ورنہ ہم ان تمام مذہبی جنگوں کے سخت مخالفت ہیں جو جہاد کے طور پر تلوار سے کیے جاتے ہیں۔‘‘(۱)

مرزا صاحب نے جہاد کو حرام قرار دیتے ہوئے بزبان شعر یوں کہا:

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دیں کے لیے حرام ہے اب جنگ اور قتال

اب آ گیا مسیح جو دیں کا امام ہے
دیں کے تمام جنگوں کا اب اختتام ہے

اب آسماں سے نور خدا کا نزول ہے
اب جنگ اور جہاد کا فتویٰ فضول ہے

دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد
منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد(۲)

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ مرزا قادیانی کے ذمے جو فرائض تفویض کیے گئے تھے وہ اس نے پوری جانفشانی، وفاداری اور کمال محنت سے ادا کیے جس کی تصدیق کے لیے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں خود ان کی اپنی تحریریں اس پر شاہد ہیں۔ اب ان ناقابل تردید تحریروں کی روشنی میں جب مسلمان مرزا قادیانی کو انگریز کا نمک خوار، وفادار اور ایجنٹ قرار دیتے ہیں اور جہاد جیسے اسلامی فریضے کو حرام کہنے پر اسے زندیق و مرتد قرار

---

(۱) غلام احمد قادیانی، تریاق القلوب: ۲، مندرجہ روحانی خزائن، ۱۵: ۱۳۰

(۲) غلام احمد قادیانی، تحفہ گولڑویہ: ۴۲، مندرجہ روحانی خزائن، ۱۷: ۷۷، ۷۸

دیتے ہیں تو قادیانی حضرات کو چیں بہ جبیں نہیں ہونا چاہئے بلکہ انہیں حقیقت پسندی سے کام لے کر اپنے پیشوا کے اقبالی بیان کا سامنا کرنا چاہئے۔

مرزا صاحب کی حکومت برطانیہ کے لیے محبت و اطاعت سے ان کی جعلی نبوت کا فلسفہ بخوبی سمجھ میں آجاتا ہے۔ اسے سمجھنے کے لیے ہمیں کسی مزید تفصیل اور وضاحت کی ضرورت نہیں۔

باب ہشتم

مرزا صاحب کے ذاتی اَخلاق و کردار کے چند حیرت انگیز گوشے

تاریخ انبیاء کا مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت روشن ہو کر سامنے آتی ہے کہ یہ حضرات اپنی سیرت و کردار اور اخلاق کے لحاظ سے روشنی کا ایک مینار تھے۔وہ اپنی قوم کے لئے جن کے درمیان وہ پیدا ہوئے ایک کامل نمونہ تقلید تھے۔انبیاء کرام کے ذاتی اخلاق و کردار پر حرف گیری کی جسارت تو کبھی ان کے جانی دشمنوں کو بھی نہ ہوئی۔وہ خلقت کے اعتبار سے معصوم عن الخطاء تھے،گناہ و بدی کی پرچھائیں بھی ان کے قریب سے نہ گزریں۔اس تناظر میں مرزا صاحب کے ذاتی اخلاق و کردار کو ذرا قریب سے ان کے گریبان میں جھانک کر دیکھیں تو وہ عام اخلاقی معیار سے بھی گرا ہوا نظر آتا ہے۔وہ مسلمانوں کے لئے تو درکنار عام انسانوں کے لئے بھی قطعی طور پر قابل رشک اور قابل تقلید قرار نہیں دیا جا سکتا۔اس سیرت و کردار کے حامل شخص کو کسی اعتبار سے ایک مصلح یا مذہبی رہنما تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔گذشتہ باب میں ہم واضح کر چکے ہیں کہ مرزا صاحب انگریز کا خودکاشتہ پودا تھا جس کی آبیاری دنیوی و مادی مفادات سے ہوتی رہی۔وہ سامراج کی پیداوار تھا جس کا مقصد وحید امت مسلمہ میں انتشار کے بیج بو کر اس کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنا تھا۔مرزا صاحب کے ذاتی اخلاق و کردار کے چند حیرت انگیز گوشے درج ذیل ہیں:

آوارہ گردی و موج مستی

''بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ ''ایک دفعہ اپنی جوانی کے زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام تمہارے دادا کی پنشن وصول کرنے گئے تو پیچھے پیچھے مرزا امام الدین بھی چلے گئے۔ جب آپ نے پنشن وصول کر لی تو وہ آپ کو پھسلا کر اور دھوکہ

دے کر بجائے قادیان لانے کے باہر لے گیا اور ادھر ادھر پھراتا رہا، پھر جب آپ نے سارا روپیہ اڑا کر ختم کر دیا تو آپ کو چھوڑ کر کہیں اور چلا گیا۔ حضرت مسیح موعود اس شرم سے واپس گھر نہیں آئے اور چونکہ تمہارے دادا کا منشا رہتا تھا کہ آپ کہیں ملازم ہو جائیں اس لئے آپ سیالکوٹ شہر میں ڈپٹی کمشنر کی کچہری میں قلیل تنخواہ پر ملازم ہو گئے۔

’’والدہ صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت صاحب فرماتے تھے کہ ہمیں چھوڑ کر پھر مرزا امام الدین ادھر ادھر پھرتا رہا۔ آخر اس نے چائے کے ایک قافلہ پر ڈاکہ مارا اور پکڑا گیا مگر مقدمہ میں رہا ہو گیا۔ حضرت صاحب فرماتے تھے کہ معلوم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے ہماری وجہ سے ہی اسے قید سے بچا لیا ورنہ خواہ وہ خود کیسا ہی آدمی تھا، ہمارے مخالف یہی کہتے کہ ان کا ایک چچازاد بھائی جیل خانہ میں رہ چکا ہے۔‘‘(۱)

شراب کا بکثرت استعمال

مرزا صاحب شراب کا استعمال بکثرت کرتے تھے۔ اس عادتاً مے نوشی کا جواز فراہم کرنے کے لئے مرزا صاحب اور ان کے حواریوں نے اسے بھی نعوذ باللہ شریعت قرار دے ڈالا۔ ان کا ایک معتقد ڈاکٹر بشارت احمد قادیانی شراب کے استعمال کا جواز پیش کرتے ہوئے کہتا ہے:

’’آپ کو ضعف کے دورے ایسے شدید پڑتے تھے کہ ہاتھ پاؤں سرد ہو جاتے تھے، نبض ڈوب جاتی تھی میں نے خود ایسی حالت میں آپ کو دیکھا ہے کہ نبض کا پتہ نہیں ملتا تھا تو اطباء یا ڈاکٹروں کے مشورے سے آپ نے ٹانک وائن کا استعمال اندریں حالات کیا ہوا ہو تو پس مطابق شریعت ہے، آپ تمام دن تصانیف کے کام میں لگے رہتے تھے، راتوں کو عبادت کرتے تھے، بڑھاپا بھی پڑتا تھا تو اندریں حالات اگر ٹانک وائن بطور علاج پی بھی لی ہو تو کیا قباحت لازم آ گئی۔‘‘(۲)

---

(۱) بشیر احمد قادیانی، سیرة المہدی، ۱: ۲۴، رقم: ۴۹

(۲) اخبار پیغام صلح، ۴ مارچ ۱۹۳۵ء

مرزا صاحب کے ایک عقیدت مند حکیم محمد حسین قریشی نے وہ تمام خطوط جمع کر کے شائع کر دیئے جو موصوف نے اس کے نام مختلف اوقات میں لکھے، ان میں سے ایک خط یہ بھی ہے جس میں مرزا نے اسے ٹانک وائن خرید کر بھیجنے کا حکم دیا۔خط کا متن یہ ہے:

''محبی اخویم حکیم محمد حسین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ، السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ، اس وقت میاں یار محمد بھیجا جاتا ہے۔ آپ اشیاء خریدنی خود خرید دیں اور ایک بوتل ٹانک وائن ای پلومر کی دکان سے خرید دیں مگر ٹانک وائن چاہئے اس کا لحاظ رہے۔ باقی خیریت ہے۔ والسلام

مرزا غلام احمد عفی عنہ''

ٹانک وائن کی حقیقت

حکیم محمد علی صاحب کہتے ہیں: ٹانک وائن کی حقیقت لاہور میں ای پلومر کی دکان سے ڈاکٹر عزیز احمد صاحب کی معرفت معلوم کی گئی تو ڈاکٹر صاحب کو حسب ذیل جواب ملا:

''ٹانک وائن ایک قسم کی طاقتور اور نشہ دینے والی شراب ہے جو ولایت سے سربند بوتلوں میں آتی ہے۔''(۱)

افیون کا بطور جزو اعظم دوا میں استعمال

''حضرت مسیح موعود نے ''تریاق الہٰی'' دوا خدا تعالیٰ کی ہدایت کے ماتحت بنائی اور اس کا ایک بڑا جز افیون تھا اور یہ دوا افیون کی زیادتی کے بعد حضرت خلیفہ اول (حکیم نورالدین) کو حضور (مرزا قادیانی) چھ ماہ سے زائد تک دیتے رہے اور خود بھی وقتاً فوقتاً

(۱) ۲۱ ستمبر ۱۹۳۳، سودائے مرزا :۳۹، حاشیہ حکیم محمد علی صاحب پرنسپل طیبہ کالج امرتسر

مختلف امراض کے دوروں کے وقت استعمال کرتے رہے۔‘‘[۱]

دوا کا بڑا جز افیون اور پھر اس کا نام ’’تریاقِ الٰہی‘‘ مرزا صاحب کی دماغی اختراع اور ایجاد ہے جس کا سہرا ان کی ناقابلِ فہم حکمت کے سر ہی باندھا جا سکتا ہے۔

وہ کبھی کبھی زنا کر لیا کرتے تھے

مرزا صاحب نفسانیت اور شہوت پرستی سے کبھی کبھار حظ اٹھا لیا کرتے تھے لیکن ان کے خلیفہ تو ساری حدیں پھلانگ گئے تھے۔ اس حوالے سے ماہنامہ ’’الفضل‘‘ کی ایک رپورٹ درج ذیل ہے:

’’حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) ولی اللہ تھے اور ولی اللہ بھی کبھی کبھی زنا کر لیا کرتے تھے اگر انہوں نے کبھی کبھار زنا کر لیا تو اس میں حرج کیا ہوا پھر لکھا ہے، ہمیں حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) پر اعتراض نہیں، کیونکہ وہ کبھی کبھی زنا کیا کرتے تھے، ہمیں اعتراض موجودہ خلیفہ پر ہے کیونکہ وہ ہر وقت زنا کرتا رہتا ہے۔‘‘[۲]

غیر محرم عورتوں سے اختلاط

مرزا صاحب غیر محرم عورتوں سے اختلاط اور قربت کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے، قادیانی اخبار الحکم کی ایک خبر دیکھئے:

> ’’سوال ششم: حضرت اقدس (مرزا قادیانی) غیر عورتوں سے ہاتھ پاؤں کیوں دبواتے تھے؟
>
> جواب: وہ نبی معصوم ہیں ان سے مس کرنا اور اختلاط منع نہیں بلکہ موجب رحمت و برکات ہے۔‘‘[۳]

---

(۱) محمود احمد قادیانی، اخبار الفضل، جلد: ۱۷، نمبر: ۴، ۱۹ جولائی ۱۹۲۹

(۲) روزنامہ الفضل، قادیان دار لأمان مؤرخہ ۳۱ اگست ۱۹۳۸

(۳) قادیانی اخبار الحکم، قادیان، جلد: ۱۱، نمبر ۱۳۔ ۱۷ اپریل ۱۹۰۷ء

متعدد غیر محرم عورتیں مرزا صاحب کی ذاتی خدمت پر مامور تھیں جو خلوت کے لمحات میں بھی ان کی اطاعت بجا لاتی تھیں، ان کی خواب گاہ میں صبح تک ان کے احکام کی تعمیل کرتیں تھیں۔ وہ اسے ہرگز معیوب خیال نہ کرتے تھے بلکہ اس عمل کو خوب سراہتے تھے۔

ان عورتوں میں سے چند ایک کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔ مسماۃ بھانو [۱]　　۲۔ زینب بیگم [۲]　　۳۔ مائی رسول بی بی

۴۔ اہلیہ بابو شاہ دین　　۵۔ مائی فجو　　۶۔ منشیانی اہلیہ منشی محمد دین [۳]

عشقیہ شاعری

خاکسار عرض کرتا ہے کہ مرزا سلطان احمد صاحب سے مجھے حضرت مسیح موعود کی ایک شعروں کی کاپی ملی ہے، جو بہت پرانی معلوم ہوتی ہے، غالباً جوانی کا کلام ہے۔ حضرت صاحب کے اپنے خط میں ہے، جسے میں پہچانتا ہوں، بعض شعر بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

عشق کا روگ ہے کیا پوچھتے ہو اس کی دوا
ایسے بیمار کا مرنا ہی دوا ہوتا ہے

کچھ مزا پایا ہے میرے دل! ابھی کچھ پاؤ گے
تم بھی کہتے تھے کہ الفت میں بڑا مزا ہوتا ہے

۞۞۞

سبب کوئی خداوند بنا دے
کسی صورت میں وہ صورت دکھا دے

(۱) بشیر احمد قادیانی، مرزا، سیرت المہدی، ۳: ۲۱۰

(۲) بشیر احمد قادیانی، سیرت المہدی، ۳: ۲۷۲، ۲۷۳

(۳) بشیر احمد قادیانی، مرزا، سیرت المہدی، ۳: ۲۱۳

کرم فرما کے آ او میرے جانی
بہت روئے ہیں اب ہم کو ہنسا دے
کبھی نکلے گا آخر تنگ ہو کر
دلا اک بار شور و غل مچا دے

نہیں منظور تھی گر تم کو الفت
تو یہ مجھ کو بھی جتلایا تو ہوتا
مری دلسوزیوں سے بے خبر ہو
مرا کچھ بھید بھی پایا تو ہوتا
دل اپنا اس کو دوں یا ہوش یا جاں
کوئی اک حکم فرمایا تو ہوتا[1]

دشنام طرازیاں

گالی دینا ایک نا زیبا اور مذموم حرکت ہے۔خود مرزا صاحب کے نزدیک بھی گالی دینا طریق شرافت نہیں:

''گالیاں دینا اور بدزبانی کرنا طریق شرافت نہیں ہے۔''[2]

مرزا صاحب کے نزدیک گالیاں دینا سفلوں اور کمینوں کا کام ہے:

''ناحق گالیاں دینا سفلوں اور کمینوں کا کام ہے۔''[3]

(۱) بشیر احمد قادیانی، مرزا، سیرت المهدی، ۱: ۲۳۲، ۲۳۳
(۲) ضمیمه اربعین نمبر: ۴
(۳) غلام احمد قادیانی، ست بچن، روحانی خزائن، ۱۰: ۱۳۳

مگر مرزا صاحب کا عمل اس کے برعکس نظر آتا ہے۔ وہ مغلوب الغضب ہو کر گاہے گاہے غلیظ گالیوں پر اتر آتے تھے، چند نمونے ملاحظہ ہوں:

۱۔ ''سعد اللہ لدھیانوی بے وقوفوں کا نطفہ اور کنجری کا بیٹا ہے۔''(۱)

۲۔ ''خدا تعالیٰ نے اس کی بیوی کے رحم پر مہر لگا دی۔''(۲)

۳۔ ''آریوں کا پرمیشور (خدا) ناف سے دس انگل نیچے ہے، سمجھنے والے سمجھ لیں۔''(۳)

۴۔ ''ہر مسلمان مجھے قبول کرتا ہے اور میرے دعوے پر ایمان لاتا ہے مگر زنا کار کنجریوں کی اولاد، جن کے دلوں پر خدا نے مہر کر دی ہے وہ مجھے قبول نہیں کرتے۔''(۴)

۵۔ ''جھوٹے آدمی کی یہی نشانی ہے کہ جاہلوں کے روبرو تو بہت لاف گزاف مارتے ہیں مگر جب کوئی دامن پکڑ کر پوچھے کہ ذرا ثبوت دے کر جاؤ تو جہاں سے نکلے تھے، وہیں داخل ہو جاتے ہیں۔''(۵)

۶۔ ''عبدالحق کو پوچھنا چاہئے کہ اس کا وہ مباہلہ کی برکت کا لڑکا کہاں گیا، اندر ہی اندر پیٹ میں تحلیل پا گیا یا پھر رجعت قہقری کر کے نطفہ بن گیا، اب تک اس کی عورت کے پیٹ سے ایک چوہا بھی پیدا نہ ہوا۔''(۶)

لعنت کی گردان

''لعنت بازی صدیقوں کا کام نہیں، مومن لعان نہیں ہوتا۔''(۷)

---

(۱) غلام احمد قادیانی، تتمہ حقیقۃ الوحی: ۱۴
(۲) غلام احمد قادیانی، تتمہ حقیقۃ الوحی: ۱۳
(۳) غلام احمد قادیانی، چشمہ معرفت: ۱۱۶
(۴) غلام احمد قادیانی، آئینہ کمالات اسلام: ۵۴۷
(۵) حیات احمد، ۱:۲۵
(۶) غلام احمد قادیانی، ضمیمہ انجام آتھم: ۲۷
(۷) غلام احمد قادیانی، ازالہ اوہام، ۲: ۳۵۶، مندرجہ روحانی خزائن، ۳: ۴۵۶

مگر مرزا صاحب کا عمل اپنے اس قول کے برعکس نظر آتا ہے۔ ملاحظہ ہو:

مرزا قادیانی کی ذہنی کیفیت کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ اس نے کسی پر لعنت ڈالی تو بجائے یہ کہنے کے کہ تجھ پر ہزار لعنت ہو یا تحریری طور پر اسے اس طرح لکھ دیتا مگر اس نے باقاعدہ لعنت نمبر ۱، لعنت نمبر ۲، لعنت نمبر ۳، لعنت نمبر ۱۰۰۰ تک لکھ دیا۔[1]

بدمعاش، خبیث، کنجر، سور، حرامزادے، پلید، کتے، **ذرية البغايا**، بدذات بھیڑیئے، کیڑے، کمینے، پاگل، مخبوط الحواس، جاہل، شریر، منحوس اور لعنتی جیسے الفاظ سے تو مرزا رطب اللسان رہا کرتا تھا اور شیطان اس کو دیکھ کر کہتا تھا کہ رشک ہے بازی یہ مجھ سے لے گیا، تقدیر دیکھئے۔

مشتے نمونہ از خروارے، یہ مرزا صاحب کی بدزبانیوں اور دشنام طرازیوں کی چند مثالیں ہیں اگر کوئی مزید دیکھنا چاہے تو ان کی کتب کی طرف رجوع کرے۔

---

(۱) غلام احمد قادیانی، نورالحق: ۱۱۸–۱۲۲، مندرجہ روحانی خزائن، ۸: ۱۵۸–۱۶۲

باب نہم

مرزا غلام احمد قادیانی کی دماغی کیفیت

مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٔ نبوت کے اسباب میں سے ایک اہم ترین سبب یہ بھی ہے کہ وہ مراق کے مریض تھے۔ اطباء کی تحقیق سے ثابت ہے کہ مراق کا مریض اس قسم کے دعوے کرتا رہتا ہے، حتیٰ کہ وہ خدائی کا دعویٰ بھی کر دیتا ہے۔ ہم نے ذیل میں خود مرزا صاحب، اُن کی اہلیہ، صاحبزادے اور دیگر مریدین کی تحریروں اور بیانات سے ثابت کیا ہے کہ مرزا صاحب کو مراق کا مرض لاحق تھا اور پھر اِس مرض کے بارے میں چند ماہرینِ طب کی آراء بھی نقل کی ہیں:

مراق کے بارے میں خود مرزا صاحب کا اِقرار

''ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے کئی دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے سنا ہے کہ مجھے ہسٹریا ہے۔ بعض اوقات آپ مراق بھی فرمایا کرتے تھے لیکن دراصل بات یہ ہے کہ آپ کو دماغی محنت اور شبانہ روز تصنیف کی مشقت کی وجہ سے بعض ایسی عصبی علامات پیدا ہو جایا کرتی تھیں جو ہسٹریا کے مریضوں میں بھی عموماً دیکھی جاتی ہیں۔ مثلاً کام کرتے کرتے یکدم ضعف ہو جانا، چکروں کا آنا، ہاتھ پاؤں کا سرد ہوجانا، گھبراہٹ کا دورہ ہونا ایسا معلوم ہونا کہ ابھی دم نکلتا ہے یا کسی تنگ جگہ یا بعض اوقات زیادہ آدمیوں میں گھر کر بیٹھنے سے دل کا سخت پریشان ہونے لگنا وغیرہ ذلک۔''(۱)

۲۔ ''میرا تو یہ حال ہے کہ باوجود اس کے کہ دو بیماریوں میں ہمیشہ مبتلا رہتا ہوں تاہم آج کل کی مصروفیت کا یہ حال ہے کہ رات کو مکان کے دروازے بند کرکے بڑی

---

(۱) مرزا بشیر احمد، سیرت المہدی، ۲: ۵۵

بڑی رات تک بیٹھا اس کام کو کرتا رہتا ہوں حالانکہ زیادہ جاگنے سے مراق کی بیماری ترقی کرتی ہے اور اس دوران سر کا دورہ زیادہ ہو جاتا ہے تاہم میں اس بات کی پروا نہیں کرتا اور اس کام کو کیے جاتا ہوں۔‘‘(۱)

مرزا صاحب کے نزدیک سب انبیاء کو مراق ہوتا ہے

’’سیٹھی غلام نبی صاحب نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ ایک دن کا ذکر ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے حضرت مسیح موعود سے فرمایا کہ حضور، غلام نبی کو مراق ہے تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک رنگ میں سب نبیوں کو مراق ہوتا ہے اور مجھ کو بھی ہے۔‘‘(۲)

باقاعدہ دورہ پڑنے کا آغاز

’’بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ حضرت مسیح موعود (یعنی والد صاحب) کو پہلی دفعہ دوران سر اور ہسٹریا کا دورہ ...... بشیر اول کی وفات کے چند دن بعد ہوا تھا۔ رات کو سوتے ہوئے آپ کو اتھو آیا اور پھر اس کے بعد طبیعت خراب ہو گئی مگر یہ دورہ خفیف تھا۔ پھر اس کے کچھ عرصے بعد آپ ایک دفعہ نماز کے لیے باہر گئے اور جاتے ہوئے فرما گئے کہ آج کچھ طبیعت خراب ہے۔ والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ تھوڑی دیر کے بعد شیخ حامد علی...... نے دروازہ کھٹکھٹایا کہ جلدی پانی کی ایک گاگر گرم کر دو۔ والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ میں سمجھ گئی کہ حضرت صاحب کی طبیعت خراب ہو گئی ہو گی چنانچہ میں نے کسی ملازم عورت کو کہا کہ اس سے پوچھو میاں کی طبیعت کا کیا حال ہے؟ شیخ حامد علی نے کہا کہ کچھ خراب ہو گئی ہے۔ میں پردہ کرا کر مسجد میں چلی گئی تو آپ لیٹے ہوئے تھے۔ میں جب

(۱) ۱۔ بیان مرزا غلام احمد قادیانی، مندرجہ اخبار ’’الحکم‘‘ قادیان، ۵: ۴۰
۲۔ ملفوظات، ۲: ۳۷۶، مورخہ ۳۰ اکتوبر ۱۹۰۱ء

(۲) مرزا بشیر احمد، سیرۃ المہدی، ۳: ۳۰۴

پاس گئی تو فرمایا کہ میری طبیعت بہت خراب ہوگئی تھی لیکن اب افاقہ ہے۔ میں نماز پڑھ رہا تھا کہ میں نے دیکھا کہ کوئی کالی چیز میرے سامنے سے اٹھی ہے اور آسمان تک چلی گئی پھر میں چیخ مار کر زمین پر گر گیا اور غشی کی سی حالت ہوگئی۔ والدہ صاحبہ فرماتی ہیں کہ اس کے بعد سے آپ کو باقاعدہ دورے پڑنے شروع ہو گئے۔ خاکسار نے پوچھا دورہ میں کیا ہوتا تھا؟ والدہ صاحبہ نے کہا: ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہو جاتے تھے اور بدن کے پٹھے کھنچ جاتے تھے خصوصاً گردن کے پٹھے اور سر میں چکر ہوتا تھا اور اس حالت میں آپ اپنے بدن کو سہار نہیں سکتے تھے۔ شروع شروع میں یہ دورے بہت سخت ہوتے تھے پھر اس کے بعد کچھ تو دوروں کی ایسی سختی نہیں رہی اور کچھ طبیعت عادی ہوگئی۔ خاکسار نے پوچھا کہ اس سے پہلے تو سر کی کوئی تکلیف نہیں تھی؟ والدہ صاحبہ نے فرمایا پہلے معمولی سر درد کے دورے ہوا کرتے تھے۔ خاکسار نے پوچھا کیا پہلے حضرت صاحب خود نماز پڑھاتے تھے؟ والدہ صاحبہ نے کہا کہ ہاں مگر پھر دوروں کے بعد چھوڑ دی۔"(۱)

مرزا صاحب ان دوروں اور ان کے باعث فاسد خیالات کو نزولِ وحی اور نبوت سے تعبیر کرتے تھے۔

رمضان میں دوروں کا زور

"بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دورے پڑنے شروع ہوئے تو آپ نے اس سال سارے رمضان کے روزے نہیں رکھے اور فدیہ ادا کر دیا۔ دوسرا رمضان آیا تو آپ نے روزے رکھنے شروع کیے مگر آٹھ نو روزے رکھے تھے کہ پھر دورہ ہوا۔ اس لیے باقی چھوڑ دیئے اور فدیہ ادا کر دیا۔ اس کے بعد جو رمضان آیا تو اس میں آپ نے دس گیارہ روزے رکھے تھے کہ پھر دورہ کی وجہ سے روزے ترک کرنے پڑے اور آپ نے فدیہ ادا کر دیا۔ اس کے بعد جو رمضان آیا تو آپ

(۱) مرزا بشیراحمد قادیانی، سیرۃ المہدی، ۱: ۱۳، روایت نمبر: ۱۹

کا تیرھواں روزہ تھا کہ مغرب کے قریب آپ کو دورہ پڑا اور آپ نے روزہ توڑ دیا اور باقی روزے نہیں رکھے اور فدیہ ادا کر دیا۔ اس کے بعد جتنے رمضان آئے آپ نے سب روزے رکھے مگر پھر وفات سے دو تین سال قبل کمزوری کی وجہ سے روزے نہیں رکھ سکے اور فدیہ ادا فرماتے رہے۔ خاکسار نے دریافت کیا کہ جب آپ نے ابتداً دوروں کے زمانہ میں روزے چھوڑے تو کیا پھر بعد میں ان کو قضا کیا۔ والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ نہیں صرف فدیہ ادا کر دیا تھا۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ جب شروع شروع میں حضرت مسیح موعود کو دوران سر اور برو اطراف کے دورے پڑنے شروع ہوئے تو اس زمانہ میں آپ بہت کمزور ہو گئے تھے۔"(۱)

بدترین دورہ

"بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ اوائل میں ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو سخت دورہ پڑا۔ کسی نے مرزا سلطان احمد اور مرزا فضل احمد کو بھی اطلاع دے دی اور وہ دونوں آ گئے پھر ان کے سامنے بھی حضرت مرزا صاحب کو دورہ پڑا۔ والدہ صاحبہ فرماتی ہیں اس وقت میں نے دیکھا کہ مرزا سلطان احمد تو آپ کی چار پائی کے پاس خاموشی کے ساتھ بیٹھے رہے مگر مرزا فضل احمد کے چہرہ پر ایک رنگ آتا تھا اور ایک جاتا تھا اور وہ کبھی ادھر بھاگتا تھا اور کبھی ادھر۔ کبھی اپنی پگڑی اتار کر حضرت صاحب کی ٹانگوں کو باندھتا تھا اور کبھی پاؤں دبانے لگ جاتا تھا اور گھبراہٹ میں اس کے ہاتھ کانپتے تھے۔"(۲)

اپنے مرض کو بھی حضور ﷺ کے ارشاد سے منسوب کر دیا

۱۔ "دیکھو میری بیماری کی نسبت بھی آنحضرت ﷺ نے پیش گوئی کی تھی جو اس طرح وقوع میں آئی۔ آپ نے فرمایا تھا کہ مسیح آسمان پر ہے۔ جب اترے گا تو دو زرد

---

(۱) مرزا بشیر احمد قادیانی، سیرۃ المہدی، ۱: ۵۱، روایت نمبر: ۸۱

(۲) مرزا بشیر احمد قادیانی، سیرۃ المہدی، ۱: ۲۲، روایت نمبر: ۳۶

چادریں اس نے پہنی ہوئی ہوں گی تو اسی طرح مجھ کو دو بیماریاں ہیں ایک اوپر کے دھڑ کی اور ایک نیچے کے دھڑ کی یعنی مراق اور کثرتِ بول۔''(۱)

۲۔ ''مسیح موعود زرد چادروں میں اترے گا ایک چادر بدن کے اوپر کے حصہ میں ہوگی اور دوسری چادر بدن کے نیچے کے حصہ میں ہوگی۔ سو میں نے کہا کہ اس طرف اشارہ تھا کہ مسیح موعود دو بیماریوں کے ساتھ ظاہر ہوگا کیونکہ تعبیر کے علم میں زرد کپڑے سے مراد بیماری ہے اور وہ دونوں بیماریاں مجھ میں ہیں یعنی ایک سر کی بیماری اور دوسری کثرت پیشاب اور دستوں کی بیماری۔''(۲)

۳۔ ڈاکٹر بشارت احمد قادیانی لکھتے ہیں:

''حضرت اقدس کو چونکہ شب و روز دماغی محنت سے کام تھا اس لیے سالہا سال سے آپ اعصابی کمزوری کا نشانہ بن گئے تھے............حضرت اقدس کو یہ دورہ دو طریق پر ہوتا تھا۔ یا تو اوپر کے دھڑ پر اثر پڑتا تھا اس صورت میں دوران سر درد ہونے لگتا تھا یعنی چکر آتے تھے اور دل گھٹنے لگتا تھا اور ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہوجاتے تھے اور نبض بہت کمزور پڑ جاتی ...... اور یا نیچے کے دھڑ پر اثر پڑتا تھا اور وہ اس طرح کہ دورہ کے وقت کبھی پیشاب کثرت سے آنے لگتا تھا اور کبھی ایسا ہوتا کہ اسہال شروع ہوجاتے تھے۔ غرضیکہ حضرتِ اقدس کو دورہ کے وقت کبھی تو اوپر کے دھڑ پر اثر پڑتا تھا اور کبھی نیچے کے دھڑ پر جیسا کہ میں اوپر درج کر آیا ہوں اور یہ صحیح مسلم کی اس حدیث نبوی کے مطابق تھا جس میں آنحضرت ﷺ کے مسیح موعود کو کشفی طور پر دو زرد چادروں میں ملبوس دیکھنے کا ذکر ہے۔ علم تعبیر کی کتابوں میں زرد چادروں سے مراد بیماریاں ہوتی ہیں۔ پس یہی وہ مسیح موعود کی دو قسم کی بیماریاں تھیں جو آنحضرت ﷺ کو کشف میں دو زرد چادروں کی شکل میں دکھائی گئی تھیں۔''(۳)

---

(۱) قول مرزا غلام احمد قادیانی، مندرجہ رسالہ تشحیذ الأذہان'' قادیان

(۲) مرزاغلام احمد قادیانی، تذکرۃ الشہادتین: ۲۳۔ ۲۴، مندرجہ روحانی خزائن، ۲۰: ۴۶

(۳) ڈاکٹر بشارت احمد، مجدد اعظم، حصہ دوئم ص ۱۲۰۷/۸، بار اول از ——

مراق کیا ہے؟

۱۔ علامہ برہان الدین نفیس مراق کے تعارف میں لکھتے ہیں:

''مالیخولیا کی ایک قسم ہے جس کو مراق کہتے ہیں۔ یہ مرض تیز سودا سے جو معدہ میں جمع ہوتا ہے پیدا ہوتا ہے اور جس عضو میں یہ مادہ جمع ہو جاتا ہے اس سے سیاہ بخارات اُٹھ کر دماغ کی طرف چڑھتے ہیں۔

''اس کی علامات یہ ہیں: ترش دخانی ڈکاریں آنا، ضعف معدہ کی وجہ سے کھانے کی لذت کم معلوم ہونا، ہاضمہ خراب ہو جانا، پیٹ پھولنا، پاخانہ پتلا ہونا، دھویں جیسے بخارات چڑھتے ہوئے معلوم ہونا۔''(۱)

۲۔ حکیم بوعلی سینا مالیخولیا کے متعلق لکھتے ہیں:

''مالیخولیا اس مرض کو کہتے ہیں جس میں حالت طبعی کے خلاف خیالات و افکار متغیر بخوف و فساد ہو جاتے ہیں۔ اس کا سبب مزاج کا سودا دی ہو جانا ہوتا ہے۔ جس سے روح دماغی اندرونی طور پر متوحش ہوتی ہے اور مریض اس کی ظلمت سے پراگندہ خاطر ہو جاتا ہے یا پھر یہ مرض حرارتِ جگر کی شدت کی وجہ سے ہوتا ہے اور یہی چیز مراق ہوتی ہے۔ جب اس میں غذا کے فضلات اور آنتوں کے بخارات جمع ہو جاتے ہیں اور اس کے اخلاط جل کر سودا کی صورت میں تبدیل ہو جاتے ہیں تو ان اعضاء سے سیاہ بخارات اٹھ کر سر کی طرف چڑھتے ہیں۔ اسی کو نفخہ مراقیہ، مالیخولیائے نافخ اور مالیخولیائے مراقی کہتے ہیں۔''(۲)

.... جون ۱۹۰۰ تا وفات (سوانح عمری مرزا قادیانی) ذی قعد ھ ۱۳۵۹ھ دسمبر ۱۹۴۰ء

(۱) برہان الدین نفیس، شرح اسباب و علامات

(۲) قانون شیخ الرئیس حکیم بو علی سینا، فن اول از کتاب ثالث بحوالہ پروفیسر محمد الیاس برنی، قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ: ۱۴۳، ۱۴۴

مراق کی اہم علامات

ماہرین طب نے مراق کی جو علامات بیان کی ہیں ان میں سے چند اہم درج ذیل ہیں:

مریض کا فکر سلامت نہیں رہتا

''یہ ایک قسم کا مالیخولیا ہے جس میں مریض کے افکار و خیالات حالت طبعی سے بدل جاتے ہیں اور بالعموم اس میں انانیت یعنی خودی اور تکبر اور تعلّی یعنی اپنی بڑائی کے فاسد خیالات سما جاتے ہیں۔ پس وہ ہر بات میں مبالغہ کرتا ہے۔''(۱)

دماغی حواس قائم نہیں رہتے

''اس مرض میں مریض کے دماغی حواس درست نہیں رہتے۔ ہر وقت سست متفکر اور خودی کے خیالات میں مست رہتا ہے۔''(۲)

مریض مراق ہر بات میں مبالغہ کرتا ہے

۱۔ مریض ہمیشہ سست و متفکر رہتا ہے۔ اس میں خودی کے خیالات پیدا ہو جاتے ہیں۔ ہر ایک بات میں مبالغہ کرتا ہے ...... بھوک نہیں لگتی، کھانا ٹھیک طور پر ہضم نہیں ہوتا۔(۳)

۲۔ اس میں خودی کے خیالات پیدا ہوجاتے ہیں۔ ذرا سی بات یا تکلیف بڑھا کر پیش کرتا ہے۔ ہر بات میں مبالغہ کرتا ہے۔(۴)

---

(۱) ڈاکٹر غلام جیلانی، مخزن حکمت، ۲: ۶۹، طبع نہم، ۱۳۶۸ء
(۲) محمد رفیق حجازی، کنز العلاج: ۱۳۹، طبع چہارم، ۱۹۵۹ء
(۳) حکیم ڈاکٹر غلام جیلانی، مخزن حکمت، طبع دوم
(۴) ڈاکٹر فضل کریم، کتاب تشخیص امراض مکمل، ۲: ۲۱

نبی ہونے کا دعویٰ

''اگر مریض دانشمند ہو تو پیغمبری اور معجزات و کرامات کا دعویٰ کرتا ہے۔ خدائی باتیں کرتا ہے اور لوگوں کو اس کی تبلیغ کرتا ہے۔''(۱)

فرشتہ اور خدا ہونے کا دعویٰ

''اور کبھی بعض میں فساد اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ گمان کرنے لگتے ہیں کہ وہ فرشتہ ہو گئے اور کبھی بعض میں (فساد) اس سے بھی زیادہ حد تک پہنچ جاتا ہے وہ گمان کرتے ہیں کہ وہ خدا ہیں۔''(۲)

علمِ غیب جاننے کا دعویٰ

''بعض مریضوں میں گاہے گاہے یہ فساد اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو غیب دان سمجھتا ہے اور اکثر ہونے والے اُمور کی پہلے ہی خبر دے دیتا ہے اور بعض میں یہ فساد یہاں تک ترقی کر جاتا ہے کہ اس کو اپنے متعلق یہ خیال ہوتا ہے کہ میں فرشتہ ہوں۔''(۳)

بادشاہ و پیغمبر ہونے کا دعویٰ

۱۔ مریض اپنے آپ کو بہت کچھ سمجھنے لگتا ہے۔ اپنے آپ کو کبھی بادشاہ اور کبھی پیغمبر سمجھتا ہے۔(۴)

---

(۱) حکیم محمد اعظم خان، اکسیر اعظم: ۱۹۰، مطبع لکھنو، طبع چہارم

(۲) حکیم نفیس بن عوض، شرح الاسباب والعلامات، ۱: ۷۰، باب امراض الرأس، مطبع منشی نو لکشور لکھنو ربیع الثانی ۱۳۴۵ھ اکتوبر ۱۹۲۶ء

(۳) برھان الدین نفیس، شرح الاسباب و العلامات، ۱: ۶۹، مطبع لکھنو

(۴) محمد رفیق حجازی، کنز العلاج: ۱۳۴، طبع چہارم، ۱۹۵۹ء

۲۔ کسی کو بادشاہ بننے اور ملک فتح کرنے کے خیالات ہو جاتے ہیں۔ بعض عالم اس مرض میں مبتلا ہوکر دعویٰ پیغمبری کرنے لگتے ہیں اور اپنے بعض اتفاقی صحیح واقعات کو معجزات قرار دینے لگتے ہیں۔[۱]

عظمت و بزرگی کا ہر پہلو عنوانِ دعویٰ بن سکتا ہے

اس بیماری میں مبتلا مریض کی عقل میں فتور آجاتا ہے وہ اپنے فضول اور بے بنیاد وہم کی وجہ سے خائف یا آمادۂ فساد رہتا ہے، بادشاہی یا ولایت یا پیغمبری کا دعویٰ کرتا ہے۔[۲]

ایک اور ماہر طب کی رائے

خیالات خام ہوجاتے ہیں، کوئی اپنے آپ کو بادشاہ، جرنیل قرار دیتا ہے۔ بعض پیغمبری کا دعویٰ کرتے اور اپنے اتفاقیہ صحیح واقعات کو معجزات قرار دیتے ہیں۔[۳]

ڈاکٹر شاہنواز قادیانی کی رائے

''ایک مدعی الہام کے متعلق اگر یہ ثابت ہو جائے کہ اس کو ہسٹریا، مالیخولیا، مرگی کا مرض تھا تو اس کے دعوے کی تردید کے لیے پھر کسی اور ضرب کی ضرورت نہیں رہتی کیونکہ یہ ایسی چوٹ ہے جو اس کی صداقت کی عمارت کو بیخ و بن سے اکھاڑ دیتی ہے۔''[۴]

---

(۱) ڈاکٹر غلام جیلانی، مخزنِ حکمت، ۲: ۱۳۶۴، طبع نہم

(۲) حکیم حاجی مرزا محمد نذیر عرشی، کلید مطب: ۱۳۹

(۳) ڈاکٹر فضل کریم، کتاب تشخیص امراض مکمل، ۲: ۲۱

(۴) مضمون ڈاکٹر شاہ نواز قادیانی، مندرجہ رسالہ ''ریویو آف ریلیجز'' قادیان: ۶، ۷، بابت ماہ اگست ۱۹۲۶ء

مرزا صاحب کی چند دیگر بیماریوں کا ذکر

ہم یہاں نامناسب خیال کرتے ہیں کہ مرزا صاحب کی مراق کے علاوہ دیگر بیماریوں کا ذکر نہ کیا جائے:

ا۔ دق اور سل

ا۔ ''حضرت اقدس نے اپنی بیماری دق کا بھی ذکر کیا ہے یہ بیماری آپ کو حضرت مرزا غلام مرتضٰی صاحب مرحوم کی زندگی میں ہوگئی تھی اور آپ قریبًا چھ ماہ تک بیمار رہے۔ حضرت مرزا غلام مرتضٰی صاحب آپ کا علاج خود کرتے تھے اور آپ کو بکرے کے پائے کا شوربا کھلایا کرتے تھے۔ اس بیماری میں آپ کی حالت بہت نازک ہوگئی تھی۔''(۱)

۲۔ بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحب نے ''ایک دفعہ تمہارے دادا کی زندگی میں حضرت (مرزا) صاحب کو سل ہوگئی ...... حتیٰ کہ زندگی سے نا اُمید ہوگئی ...... والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ تمہارے دادا خود حضرت صاحب کا علاج کرتے تھے اور برابر چھ ماہ تک انہوں نے اپنے آپ کو بکرے کے پائے کا شوربہ کھلایا تھا۔''(۲)

۲۔ اعصابی کمزوری

ا۔ ''مخدومی مکرمی اخویم (مولوی نور الدین صاحب) السلام علیکم ورحمۃ اللہ

یہ عاجز پیر کے دن ۹ مارچ ۱۸۹۱ء کو مع اپنے عیال کے لدھیانہ کی طرف جائے گا اور چونکہ سردی اور دوسرے تیسرے روز بارش بھی ہو جاتی ہے اور اس عاجز کی مرض اعصابی ہے۔ سرد ہوا اور بارش سے بہت ضرر پہنچتا ہے اس وجہ سے یہ عاجز کسی صورت سے اس قدر تکلیف اٹھا نہیں سکتا کہ اس حالت میں لدھیانہ پہنچ کر پھر جلدی لاہور میں

---

(۱) یعقوب علی صاحب قادیانی، حیات احمد، ۲: ۷۹

(۲) مرزا بشیر احمد قادیانی، سیرۃ المہدی، ۱: ۴۲، روایت: ۶۶

آوے۔ طبیعت بیمار ہے لاچار ہوں۔ اس لیے مناسب ہے کہ اپریل کے مہینہ میں کوئی تاریخ مقرر کی جاوے۔ والسلام

خاکسار غلام احمد''(۱)

۲۔ حضرت (مرزا) صاحب کی تمام تکالیف مثلاً دوران سر، درد سر، کمی خواب، تشنج دل، بدہضمی، اسہال، کثرت پیشاب اور مراق وغیرہ کا صرف ایک ہی باعث تھا اور وہ عصبی کمزوری تھا۔(۲)

دو مستقل بیماریاں

۱۔ ''مجھے دو مرض دامن گیر ہیں۔ ایک جسم کے اوپر کے حصہ میں کہ سردرد اور دوران سر اور دوران خون کم ہو کر ہاتھ پیر سرد ہو جانا۔ نبض کم ہو جانا اور دوسرے جسم کے نیچے کے حصہ میں کہ پیشاب کثرت سے آنا اور اکثر دست آتے رہنا۔ یہ دونوں بیماریاں قریباً تیس برس سے ہیں۔''(۳)

۲۔ ''میں ایک دائم المرض آدمی ہوں ...... ہمیشہ درد سر اور دوران سر اور کمی خواب اور تشنج دل کی بیماری دورہ کے ساتھ آتی ہے ...... وہ بیماری ذیابیطس ہے کہ ایک مدت سے دامن گیر ہے اور بسا اوقات سو سو دفعہ رات کو یا دن کو پیشاب آتا ہے اور اس قدر کثرت پیشاب سے جس قدر عوارض ضعف وغیرہ ہوتے ہیں وہ سب میرے شامل حال رہتے ہیں۔''(۴)

---

(۱) مکتوبات أحمدیه، جلد پنجم نمبر ۲: ۹۰

(۲) رسالہ، ''ریویو'' قادیان، بابت مئی ۱۹۲۷ء

(۳) 'مرزا غلام احمد قادیانی، نسیمِ دعوت: ۶۸، مندرجہ روحانی خزائن، ۱۹: ۴۳۵

(۴) مرزا غلام احمد قادیانی ضمیمه أربعین نمبر ۳۔۴ ص: ۴، مندرجہ روحانی خزائن، ۱۷: ۴۷۰۔ ۴۷۱

حافظہ کی ابتری

''مکرمی اخویم سلمہ

میرا حافظہ بہت خراب ہے۔ اگر کئی دفعہ کسی کی ملاقات ہو تب بھی بھول جاتا ہوں۔ یاد دہانی عمدہ طریقہ ہے۔ حافظہ کی یہ ابتری ہے کہ بیان نہیں کرسکتا۔

خاکسار غلام احمد از صدر انبالہ حاطہ ناگ پھنی''(۱)

اسہال کی بیماری

''مجھے اسہال کی بیماری ہے اور ہر روز کئی کئی دست آتے ہیں مگر جس وقت پاخانے کی بھی حاجت ہوتی ہے تو مجھے رنج ہی ہوتا ہے کہ ابھی کیوں حاجت ہوئی۔ ایسا ہی روٹی کے لیے جب کئی مرتبہ کہتے ہیں تو بڑا جبر کرکے جلد جلد چند لقمے کھا لیتا ہوں بظاہر تو میں روٹی کھاتا ہوا دکھائی دیتا ہوں مگر میں سچ کہتا ہوں کہ مجھے پتہ نہیں ہوتا کہ وہ کہاں جاتی ہے اور کیا کھاتا ہوں میری توجہ اور خیال اسی طرف لگا ہوا ہوتا ہے۔''(۲)

مرزا صاحب کی بیماریوں کی ایک طویل فہرست ہے۔ہم نے یہاں طوالت کے خوف سے صرف چند ایک ذکر کیا ہے۔

---

(۱) مکتوبات احمدیہ، ۵: ۲۱، نمبر: ۳

(۲) ۱۔ بیان مرزا غلام احمد قادیانی، مندرجہ اخبار ''الحکم'' قادیان جلد ۵ نمبر ۴۰، منقول از کتاب منظور الٰہی: ۳۴۹

۲۔ ملفوظات، ۲ :۳۷۷،۳۷۶، طبع ربوہ

باب دہم

مرزا غلام احمد قادیانی کا عبرتناک اَنجام

گذشتہ صفحات میں ہم نے مرزا صاحب کے کفر وارتداد کے چند نمونے پیش کیے۔ آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ مرزا صاحب نے کس جسارت سے اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ کے صریح احکام کو پس پشت ڈالتے ہوئے ان کی اعلانیہ خلاف ورزی کی۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی ختم نبوت کا انکار کرتے ہوئے خود نبی ہونے کا دعویٰ کیا۔قرآن و حدیث کا نہ صرف انکار کیا بلکہ ان کی توہین کے بھی مرتکب ہوئے۔ انہوں نے ختم نبوت کے باب میں امت محمدیہ کے متفق علیہ عقیدہ کو مختلف تاویلات وتعبیرات کے ذریعے بگاڑنے کی کوشش کی۔ خود ساختہ نبوت کو سچا قرار دینے کے لفظ خاتم النبیین کو نئے معانی پہنائے۔ علاوہ ازیں شانِ الوہیت، شانِ رسالتمآب، شانِ انبیاء، شانِ صحابہ و اہلِ بیت، شانِ اولیاء وعلماء میں طرح طرح کی گستاخیاں کیں۔قرآن وحدیث اور مقاماتِ مقدسہ کی توہین کی، تمام اہلِ اسلام کو کافر کہا اور عمر بھر انہیں گالی گلوچ کرتے رہے۔ اسی طرح ہم نے مرزا صاحب کے ذاتی اخلاق وکردار کے چند حیرت انگیز گوشوں کو بھی بیان کیا۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا مرزا صاحب کو ان کی اس دیدہ دلیری کے باوجود چھوڑ دیا گیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ نہیں ایسا نہیں بلکہ اللہ ﷻ نے جزا وسزا کا ایک نظام مقرر فرما رکھا ہے۔ جو کوئی نیک عمل کرتا ہے اسے جزا دی جاتی ہے اور جو کوئی برا عمل کرتا ہے اسے سزا دی جاتی ہے۔ گو جزا و سز کا ایک دن مقرر ہے مگر کچھ انسانوں کو دنیا میں ہی ان کے اچھے یا برے عمل کا نتیجہ دکھا دیا جاتا ہے تاکہ نیکی کو فروغ ملے اور برائی کا خاتمہ ہو سکے۔ مرزا صاحب کا جرم اتنا گھناؤنا اور ناقابل معافی تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی سزا کا عمل دنیا میں ہی شروع فرما دیا اور ان کے آخری لمحات کو دنیا کے لیے باعث عبرت بنا دیا۔

قادیانیت کی تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو اس گروہ پر سب سے بڑا عذاب اللہ تعالیٰ نے یہ نازل کیا ہے کہ اس کا ہر قابلِ ذکر فرد ایسی رسوا کن بیماری میں مبتلا ہو کر مرتا ہے جس میں ہر صاحب بصیرت کے لیے سامان عبرت موجود ہے۔

فَاعْتَبِرُوْا يٰاُولِى الْاَبْصَارِ.

اس کی ایک مثال فالج کی بیماری ہے جسے خود مرزا غلام احمد نے سخت بلا اور دکھ کی مار سے تعبیر کیا ہے۔ اس ابتلاء کو قادیانیوں سے مخصوص کر دیا گیا ہے اور اب تو یہ بات زبان زد عام ہے کہ اس مذہب کا جو شخص فالج میں مبتلا ہو کر نہ مرے اس کے بارے میں کہہ دیا جاتا ہے کہ وہ قادیانی ہی نہیں۔ اس کی ایک مثال قادیانی مذہب کے دوسرے خلیفہ مرزا محمود ہے جو دس سال تک فالج میں مبتلا رہ کر لقمۂ اجل بنا۔ خود مرزا غلام احمد قادیانی فالج میں تو نہیں لیکن اس سے بھی بدتر ہیضہ کی بیماری کا شکار ہو کر بہت بری موت سے مرے۔ مرزا صاحب کی جان کنی کا عالم دیکھا جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ اگر مرزا صاحب کے اندر اور کوئی اعتقادی اور اخلاقی برائی نہ بھی ہوتی تو بھی ان کی عبرتناک موت کا منظر انہیں جھوٹا ثابت کرنے کے لیے کافی تھا۔

اپنی موت کی پیشین گوئی

مرزا صاحب نے کہا:

> ’’اور جو شخص کہے کہ میں خدا کی طرف سے ہوں اور اس کے الہام اور کلام سے مشرف ہوں حالانکہ وہ نہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے نہ اس کے الہام و کلام سے مشرف ہے، وہ بہت بری موت مرتا ہے اور اس کا انجام نہایت ہی بد اور قابل عبرت ہوتا ہے۔‘‘(۱)

---

(۱) اخبار ’’الفضل‘‘ قادیان، جلد: ۲۸، نمبر: ۵۰، ص: ۱، مورخہ ۲ مارچ ۱۹۴۰ء

اسی طرح مرزا صاحب نے مولوی ثناء اللہ صاحب کو ایک خط میں لکھا:

''اگر میں ایسا ہی کذاب اور مفتری ہوں، جیسا کہ اکثر اوقات آپ اپنے ہر ایک پرچہ میں مجھے یاد کرتے ہیں تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤں گا، کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب کی بہت زیادہ عمر نہیں ہوتی اور آخر وہ ذلت اور حسرت کے ساتھ اپنے اشد دُشمنوں کی زندگی میں ہی ناکام و ہلاک ہو جاتا ہے اور اس کا ہلاک ہونا ہی بہتر ہے تاکہ خدا کے بندوں کو تباہ نہ کرے اور اگر میں کذاب مفتری نہیں اور خدا کے مکالمے و مخاطبے سے مشرف ہوں اور مسیح موعود ہوں تو خدا کے فضل سے اُمید رکھتا ہوں کہ سنت اللہ کے موافق آپ مکذبین کی سزا سے نہیں بچیں گے۔ پس اگر وہ سزا جو انسان کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ محض خدا تعالیٰ کے ہاتھوں سے ہے، جیسے طاعون، ہیضہ وغیرہ مہلک بیماریاں آپ پر میری زندگی میں ہی وارد نہ ہوئیں تو میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں۔''

مرزا صاحب کا مولوی ثناء اللہ صاحب سے پہلے مر جانے اور اپنی دعا اور پیشین گوئی کے مطابق ہیضہ سے ہلاک ہونے کو واضح کرتے ہوئے مرزا کا سسر میر ناصر لکھتا ہے:

''حضرت (مرزا) صاحب جس رات کو بیمار ہوئے، اس رات کو میں اپنے مقام پر جا کر سویا تھا۔ جب آپ کو بہت تکلیف ہوئی تو مجھے جگایا گیا تھا۔ جب میں حضرت (مرزا) صاحب کے پاس پہنچا اور آپ کا حال دیکھا تو آپ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا: مرزا صاحب مجھے وبائی ہیضہ ہو گیا ہے، اس کے بعد آپ نے کوئی ایسی صاف بات میرے خیال میں نہیں فرمائی، یہاں تک کہ دوسرے روز دس بجے کے بعد آپ کا انتقال ہو گیا۔''[1]

---

(۱) شیخ یعقوب علی عرفانی قادیانی، حیات ناصر: ۱۴

مرزا صاحب کی آخری سیر

’’اگر آپ احمد (یعنی مرزا غلام احمد قادیانی) کی ڈائری کو (اخبار بدر) کے پرچوں سے ملاحظہ کریں تو آپ کو معلوم ہو جائے گہ کہ آپ کی موت ناگہانی ہوئی۔ آپ آخر دن تک اپنی معمولی صحت کی حالت میں رہے۔ اس شام سے پہلے جب آپ بیمار ہوئے، آپ سارا دن ایک رسالہ لکھنے میں مشغول رہے جس کا نام ’’پیغامِ صلح‘‘ ہے اور تاریخ مقرر کی گئی کہ اس پیغام کو ٹاؤن ہال میں ایک بڑے مجمع کے سامنے پڑھا جاوے اور اس دن کی شام کو حسبِ معمول سیر کے لیے باہر تشریف لے گئے اور کسی آدمی کو خبر نہ تھی کہ یہ آپ کا آخری سیر تھا۔ رات کو وہ ایک سخت بیماری میں مبتلا ہوگئے اور صبح دس بجے کے قریب آپ کا وصال ہوگیا۔ آپ کی وفات کی خبر احمدی جماعت کے لیے بالکل ناگہانی تھی چنانچہ جس جگہ خبر پہنچی لوگوں کو اس کی صداقت پر اعتبار نہ آیا۔‘‘(۱)

مرزا صاحب کی آخری تحریر

’’وصال سے دو گھنٹہ قبل حضور بات نہ کر سکے تھے۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب مرحوم اور ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب معالج تھے۔ کاغذ قلم دوات منگا کر حضور نے لکھا خشکی بہت ہے بات نہیں کی جاتی۔ ایسے ہی کچھ اور بھی الفاظ تھے جو پڑھے نہ گئے۔‘‘(۲)

جب ہر دوا بے اثر ہوگئی

’’برادران! جیسا کہ آپ سب صاحبان کو معلوم ہے کہ حضرت امامنا و مولانا مسیح

---

(۱) رسالہ ’’ریویو آف ریلجنز‘‘ قادیان، ص: ۲۳۱، نمبر: ۶، ج: ۱۳

(۲) مضمون از محمد صادق قادیانی، مندرجہ اخبار ’’الفضل‘‘ قادیان، ج: ۲۵، نمبر: ۲۷۴، مورخہ ۲۴ نومبر ۱۹۳۷ء

موعود و مہدی موعود (مرزا قادیانی) علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اسہال کی بیماری بہت دیر سے تھی اور جب آپ کوئی دماغی کام زور سے کرتے تھے تو بڑھ جاتی تھی۔ حضور کو یہ بیماری بسبب کھانا نہ ہضم ہونے کے تھی اور چونکہ دل سخت کمزور تھا اور نبض ساقط ہو جایا کرتی تھی۔ اس دفعہ لاہور کے قیام میں بھی حضور کو دو تین پہلے یہ حالت ہوئی لیکن ۲۵ تاریخ مئی کی شام کو جب کہ آپ سارا دن ''پیغامِ صلح'' کا مضمون لکھنے کے بعد سیر کو تشریف لے گئے تو واپسی پر حضور کو پھر اس بیماری کا دورہ شروع ہوگیا اور وہی دوائی جو کہ پہلے مقوی معدہ استعمال فرماتے تھے، مجھے حکم بھیجا تو بنوا کر بھیج دی گئی مگر اس سے کوئی فائدہ نہ ہوا اور قریباً گیارہ بجے ایک اور دست آنے پر طبیعت از حد کمزور ہوگئی اور مجھے اور حضرت خلیفہ نور الدین صاحب کو طلب فرمایا۔ مقوی ادویہ دی گئیں اور اس خیال سے کہ دماغی کام کی وجہ سے یہ مرض شروع ہوئی، نیند آنے سے آرام آ جائے گا۔ ہم واپس اپنی جگہ پر چلے گئے مگر تقریباً دو اور تین بجے کے درمیان ایک اور بڑا دست آ گیا جس سے نبض بالکل بند ہوگئی اور مجھے اور حضرت مولانا خلیفۃ المسیح مولوی نور الدین صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب کو بلوایا اور برادرم ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کو بھی گھر سے طلب کیا اور جب وہ تشریف لائے تو مرزا یعقوب بیگ صاحب کو اپنے پاس بلا کر کہا کہ مجھے سخت اسہال کا دورہ ہوگیا ہے۔ آپ کوئی دوا تجویز کریں۔ علاج شروع کیا گیا۔ چونکہ حالت نازک ہوگئی تھی اس لیے ہم پاس ہی ٹھہرے رہے اور علاج باقاعدہ ہوتا رہا مگر پھر نبض واپس نہ آئی۔ یہاں تک کہ سوا دس بجے ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو حضرت اقدس کی روح اپنے محبوب حقیقی سے جاملی۔''(۱)

مرزا صاحب کے آخری لمحات

''خاکسار نے والدہ صاحبہ کی یہ روایت جو شروع میں درج کی گئی ہے جب

(۱) اعلان منجانب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ قادیانی، مندرجہ ضمیمہ اخبار ''الحکم'' قادیان غیر معمولی، مورخہ ۲۸ مئی ۱۹۲۸ء

دوبارہ والدہ صاحبہ کے پاس برائے تصدیق بیان کی اور حضرت مسیح موعود کی وفات کا ذکر آیا تو والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعود کو پہلا دست کھانا کھانے کے وقت آیا تھا مگر اس کے بعد تھوڑی دیر تک ہم لوگ آپ کے پاؤں دباتے رہے اور آپ آرام سے لیٹ کر سو گئے اور میں بھی سو گئی لیکن کچھ دیر کے بعد آپ کو پھر حاجت محسوس ہوئی اور غالبًا ایک دو دفعہ رفعِ حاجت کے لیے آپ پاخانہ تشریف لے گئے۔ اس کے بعد آپ نے زیادہ ضعف محسوس کیا تو آپ نے ہاتھ سے مجھے جگایا۔ میں اٹھی تو آپ کو اتنا ضعف تھا کہ آپ میری چارپائی پر ہی لیٹ گئے اور میں آپ کے پاؤں دبانے کے لیے بیٹھ گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت نے فرمایا تم اب سو جاؤ میں نے کہا نہیں میں دباتی ہوں۔ اتنے میں آپ کو ایک اور دست آیا مگر اب اس قدر ضعف تھا کہ آپ پاخانے نہ جاسکتے تھے۔ اس لیے میں نے چارپائی کے پاس ہی انتظام کر دیا اور آپ وہیں بیٹھ کر فارغ ہوئے اور پھر اٹھ کر لیٹ گئے اور میں پاؤں دباتی رہی مگر ضعف بہت ہوگیا تھا۔ اس کے بعد ایک اور دست آیا اور پھر آپ کو ایک قے آئی۔ جب آپ قے سے فارغ ہو کر لیٹنے لگے تو اتنا ضعف تھا کہ آپ لیٹتے لیٹتے پشت کے بل چارپائی پر گر گئے اور آپ کا سر چارپائی کی لکڑی سے ٹکرایا اور حالت دگرگوں ہوگئی۔ اس پر میں نے گھبرا کر کہا ''اللہ یہ کیا ہونے لگا ہے'' تو آپ نے کہا کہ یہ وہی ہے جو میں کہا کرتا تھا۔ خاکسار نے والدہ صاحبہ سے پوچھا کہ کیا آپ سمجھ گئیں تھیں کہ حضرت صاحب کا کیا منشا ہے۔ والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ ہاں۔''(۱)

مرزا صاحب کے صاحبزادے مرزا بشیر احمد کے مطابق ۲۵ مئی رات گئے تک مرزا صاحب کی حالت بالکل ٹھیک تھی۔ رات کے پچھلے پہر خراب ہوگئی۔ جسم اس قدر کمزور ہوگیا تھا کہ جب آخری دست کیا تو پھر اُٹھا نہ گیا۔ زندگی کا آخری چکر آیا اور چکرا کے اپنی ہی غلاظت میں گر کر ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء بروز منگل بوقت ساڑھے دس بجے رات اپنے انجام کو پہنچے۔ ان کی لاش کو مال گاڑی میں رکھ کر قادیان روانہ کیا گیا۔ لاش والے تابوت اور اس

(۱) مرزا بشیر احمد، سیرۃ المہدی، حصہ اول: ۱۱، روایت: ۱۲

میں پڑے ہوئے بھوسے کو بعد میں حکومت نے آگ لگا کر خاکستر کر دیا، تاکہ علاقے میں ہیضے کی وبا نہ پھیل جائے۔

ہیضہ کی بد دعا کا اثر

مرزا صاحب کا معمول تھا کہ وہ اپنے دشمنوں کے لیے ہیضہ کی بددعا کرتے تھے کیونکہ وہ اس مرض کو قہر الٰہی کا نشان جانتے تھے۔ بالآخر مرزا صاحب خود اپنی کذب بیانی اور دجل وفریب کے باعث اسی قہرِ الٰہی کا شکار ہوئے اور مہلک قسم کے وبائی ہیضہ سے دو چار ہو کر موت کے آہنی پنجوں میں چلے گئے۔ مرزا صاحب کی موت یقیناً ایک نشانِ عبرت ہے۔ قادیانی حضرات کو اس پر غور کرنا چاہیے اور آج سے ہی قادیانیت سے توبہ کر کے اسلام کے دائرۂ رحمت و عافیت میں آ جانا چاہیے۔

حصہ سوم

مسئلہ ختم نبوت میں اُلجھاؤ پیدا کرنے کے لئے قادیانی ہتھکنڈے

قادیانی مبلغ حضرات کا وتیرہ یہ ہے کہ سادہ لوح مسلمانوں کو اپنے جال میں پھنسانے کے لئے مخاطب کی علمی استعداد اور مطالعہ دیکھ کر اس سے گفتگو کرتے ہیں۔ اگر انہیں یہ پتا ہو کہ وہ شخص قادیانیت کے حوالے سے زیادہ معلومات نہیں رکھتا تو اسے حسب ضرورت وہ عبارتیں دکھاتے ہیں جن سے ان کا مقصد پورا ہو جائے اور وہ شخص ان کے جال میں پھنس جائے۔ وہ ختمِ نبوت کے صحیح معانی پر مشتمل مرزا صاحب کی ابتدائی تحریریں دکھا کر اپنے ایمان کا ڈھنڈورا تو پیٹتے ہیں لیکن وہ عبارتیں سامنے لانے سے گریز کرتے ہیں جن سے مرحلہ وار انحراف کرنے کے بعد مرزا صاحب نے کوئی ابہام نہ رہنے دیا اور نبوت و رسالت کے صریح دعوے کئے۔ اگر انہیں یہ معلوم ہو جائے کہ مخاطَب کو مرزا صاحب کے تمام سابقہ موقف اور مختلف ادوار کی تحریروں کا اَز اول تا آخر علم ہے تو وہ ختمِ نبوت کے معانی کی بحث کو نہیں چھیڑتے بلکہ حیات و مماتِ مسیح علیہ السلام، رفع و نزولِ مسیح علیہ السلام اور آمدِ امام مہدی علیہ السلام جیسے غیر متعلقہ موضوعات زیرِ بحث لاتے ہیں۔ اس خلط مبحث کے دوران وہ اپنے خود ساختہ دلائل سے یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر زندہ نہیں اٹھایا گیا بلکہ وہ وفات پا چکے ہیں۔ لہٰذا اب وہ دوبارہ آسمان سے نہیں اتریں گے بلکہ زمین میں ہی پیدا ہوں گے۔ وہ تان اس بات پر توڑتے ہیں کہ احادیث میں جس مسیح کی آمد کی خبر دی گئی ہے اس سے مراد مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔ وہ قرآنی آیات اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی من مانی تاویلات کے ذریعے مخاطب کے ذہن کو الجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔

قادیانی زعماء سے کوئی پوچھے کہ حیات و مماتِ مسیح علیہ السلام کا مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت سے کیا واسطہ؟ بالفرض و المحال اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کو مان بھی لیا

جائے تو کیا اس سے مرزا صاحب کا نبی ہونا ثابت ہو جائے گا؟ ہرگز نہیں! یہ ایک غیر معقول اور غیر منطقی بات ہے کہ چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں اس لئے مجھے نبی مان لیا جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ مرزا صاحب سطحی قسم کے اخلاق و کردار کے مالک انسان تھے۔ وہ ایک نبی تو کیا ایک اچھا انسان کہلانے کے بھی حقدار نہیں۔ انہوں نے متعدد متضاد دعوے کئے اور ہر دعویٰ پچھلے دعوے سے مختلف نکلا۔ ان کے یہ تمام دعوے مکر و فریب اور جھوٹ پر مبنی ان کی ذہنی متلون مزاجی اور اختراع کا نتیجہ ہیں۔ مرزا صاحب اپنے ان دعوؤں کے ذریعے مسلسل گمراہی کی دلدل میں گرتے چلے گئے یہاں تک کہ نبوت کا، پھر تشریعی نبوت کا اور آخر کار خاتمِ نبوت ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ بنابریں مرزا صاحب کافر و مرتد ہو گئے اور ان کو نبی ماننے والے کفر و ارتداد کی تاریک وادی میں بھٹکتے پھر رہے ہیں۔

اس پر طرہ یہ کہ قادیانی مبلغین مرزا صاحب کے بدلتے ہوئے پینتروں، دعویٰ نبوت اور اخلاق و کردار پر گفتگو کرنے کی بجائے امام مہدی علیہ السلام کی آمد کا بے محل موضوع چھیڑ دیتے ہیں اور طرفہ تماشا یہ کہ امام مہدی سے مراد بھی مرزا صاحب ہی کو لیتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ مسیحِ موعود اور مہدیِ منتظر دونوں سے ایک ہی شخصیت یعنی مرزا قادیانی مراد ہے۔ غرض وہ ہر حوالے سے سادہ و کم علم مسلمانوں کو اپنے شکنجے میں گھیرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس حصہ میں ہم نے قرآن و حدیث کے صریح ارشادات اور ائمہ اَعلام کے اقوال صحیحہ سے ثابت کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمانوں پر اٹھا لیا گیا اور قربِ قیامت کے زمانے میں ان کا دوبارہ نزول ہوگا۔ جیسا کہ اس کی تفصیلات صحیح احادیث میں بیان ہوئی ہیں۔

قرآن و حدیث کے دلائل سے یہ بات قطعی طور پر ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور امام مہدی علیہ السلام دو الگ الگ شخصیات ہیں۔ ان میں سے پہلی شخصیت کا قربِ قیامت کے زمانہ میں آسمان سے نزول ہوگا جبکہ دوسری شخصیت کی زمین میں ولادت ہوگی۔ مرزا صاحب کا دعویٰ میسحیت جس کی آڑ میں انہوں نے دعویٰ نبوت کیا

سرے سے باطل اور بے اصل ہے، کیونکہ مرزا صاحب کی ذات پر احادیث میں مذکور علامات میں سے کسی ایک علامت کا بھی اطلاق نہیں ہوتا۔ اسی طرح مرزا صاحب کا دعویٰ مہدیت بھی جھوٹ کا پلندہ ہے، اس میں سرے سے کوئی حقیقت نہیں۔ تاریخی تناظر میں دیکھا جائے تو صرف مرزا صاحب نے ہی نہیں بلکہ ماضی قریب میں اور بھی بہت سے لوگوں نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا تھا جن میں ایک نام محمد علی سوڈانی (۱۸۴۴-۱۸۸۵ء) کا ہے جس نے انیسویں صدی عیسوی میں دعویٰ مہدیت کیا۔ علاوہ ازیں کچھ لوگوں نے ظہورِ امام مہدی علیہ السلام کے حوالے سے بزعمِ خویش بے بنیاد دعوے کئے۔ کسی نے کہا کہ ان کا ظہور ہو چکا ہے اور کسی نے کہا کہ وہ آج سے چند سال بعد ظاہر ہوں گے۔ ہم نے آمد امام مہدی علیہ السلام کے حوالے سے متعدد احادیث نقل کر دی ہیں جن میں ان کے ظہور کی واضح علامات بہ تفصیل مذکور ہیں۔ لہٰذا اس میں کسی قسم کا ابہام یا التباس نہیں کہ ان کا ظہور کب اور کیسے ہوگا؟

ان تمام وجوہات کے پیش نظر یہ ضروری سمجھا گیا کہ درج بالا موضوعات کو قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان کیا جائے تاکہ قادیانی ہتھکنڈوں کا توڑ ہو سکے۔ مسلمانوں کو قادیانیوں کی فتنہ سازی اور عیاری و مکاری سے ہوشیار اور ان کے بچھائے ہوئے دامِ فریب سے خبردار رہنا چاہیے۔ قادیانیت کی یہ ایک ایسی جہت ہے جس کا ہمہ گیر اور بھرپور مطالعہ ہر صاحبِ فہم کے لئے ناگزیر ہے تاکہ وہ اس فتنے سے خود بھی بچے اور دوسروں کو بھی اس میں مبتلا نہ ہونے دے۔

باب اوّل

مسئلہ حیات و مماتِ مسیح علیہ السلام

یہ بات قابل توجہ ہے کہ مسئلہ حیات و مماتِ مسیح علیہ السلام کا براہِ راست مسئلہ ختم نبوت سے کوئی تعلق نہیں اور بفرضِ محال اگر قرآن و سنت کی تصریحات سے حیات مسیح نہ بھی ثابت ہو سکے تب بھی حضور نبی اکرم ﷺ کے آخری نبی ہونے میں شک کا ذرہ بھر احتمال نہیں۔ آپ ﷺ ہی سب سے آخری نبی اور رسول ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد کسی قسم کی نبوت کے اجراء کا نہ کوئی امکان ہے اور نہ کوئی جواز، ایسا دعویٰ کرنے والا نصوصِ قرآن و سنت کا صریح منکر اور کافر و کذاب ہے۔

عالمِ اسلام کے جمہور علماء کا روزِ اول سے یہی مسلک رہا ہے اور بحمداللہ آج بھی وہ اس پر قائم ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ رب العزت کے جلیل القدر نبی اور رسول ہیں جو بنی اسرائیل کی اصلاح و ہدایت کے لیے مبعوث کیے گئے۔ ان کی پیدائش بھی معجزے کے طور پر ہوئی اور وہ جسم و روح کے ساتھ آسمان پر زندہ اٹھا لیے گئے اور قربِ قیامت کی علامتِ کبریٰ کے طور پر دوبارہ آسمان سے زمین پر اتریں گے۔

یہ بات نفس الامر کے طور پر دلیل قطعی ہے اور اس پر امت کا اجماع ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات قرآن حکیم سے ثابت ہے اور اس کی توضیح و تائید میں احادیث متواتر کا ایک ذخیرہ موجود ہے۔ حیاتِ مسیح کی تائید وحمایت میں علمائے حق نے آیاتِ قرآنی اور احادیثِ نبوی ﷺ کی روشنی میں اپنا نقطہ نظر اتنے پرزور استدلال سے پیش کیا ہے کہ قادیانی مبلغ اس کا سامنا کرنے کی جرات نہیں کرتے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے نظریہ وفات مسیح کے کئی پہلو زیر بحث لائے جا سکتے ہیں مگر طوالت سے بچنے کے لیے ہم صرف اتنا کہنے پر اکتفا کریں گے کہ مرزا صاحب کا

موقف اس مسئلے پر متضاد نظریات پر مبنی ہے۔ اپنے دورِ اول میں وہ حیات و نزول مسیح علیہ السلام کے قائل تھے اور اس پر ان کی تحریریں شاہد ہیں۔ اس سلسلے میں ''براہینِ احمدیہ (ص: ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۵)'' اور ''روحانی خزائن (ص: ۵۷، ۵۸)'' کا مطالعہ قارئین کے لیے چشم کشا ہوگا۔ یہ بات بالکل واضح ہے کہ مرزا نے قرآن حکیم اور کتبِ حدیث میں بیان کردہ اس نظریے کی صحت کا اعتراف کیا ہے۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں:

> ''واضح ہو کہ اس امر سے دنیا میں کسی کو انکار نہیں کہ احادیث میں مسیح موعود کی کھلی کھلی پیشگوئی موجود ہے بلکہ قریباً تمام مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ احادیث کی رو سے ضرور ایک شخص آنے والا ہے جس کا نام عیسیٰ بن مریم ہوگا اور یہ پیشین گوئی بخاری، مسلم اور ترمذی وغیرہ کتبِ حدیث میں اس کثرت سے پائی جاتی ہے جو کہ ایک منصف مزاج کی تسلی کے لیے کافی ہے اور بالضرورت اس قدرِ مشترک پر ایمان لانا پڑتا ہے کہ ایک مسیح موعود آنے والا ہے۔''(۱)

حیاتِ مسیح علیہ السلام سے متعلق قرآنی عقیدہ

سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام اللہ رب العزت کے وہ جلیل القدر نبی اور رسول ہیں جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثتِ مبارکہ سے پونے چھ سو سال قبل قومِ بنی اسرائیل کی طرف مبعوث کیے گئے، جب یہودیوں نے انہیں صلیب پر لٹکانے اور قتل کرنے کا درپردہ منصوبہ بنایا تو اللہ عزوجل نے ان کے منصوبے اور سازش کو اس طرح ناکام بنا دیا کہ اپنی قدرت کاملہ سے انہیں زندہ آسمان پر اٹھا لیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سخت دشمن اور آپ کے منصوبہ قتل میں شامل ایک یہودی کی صورت کو بدل کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صورت جیسا کر دیا۔ آپ علیہ السلام کے دشمن یہودیوں نے آپ علیہ السلام کے شبہ میں اسے پکڑا اور سولی پر چڑھا دیا۔ اس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ صرف یہ کہ مصلوب ہونے سے بچ گئے بلکہ بطور معجزہ زندہ آسمان پر اٹھا لیے گئے۔

(۱) غلام احمد قادیانی، شہادۃ القرآن: ۴، مندرجہ روحانی خزائن، ۶: ۲۹۸

احادیث میں موجود حضور نبی اکرم ﷺ کی پیشین گوئیوں کے مطابق قربِ قیامت حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ اس حال میں زندہ زمین پر تشریف لائیں گے کہ آپ نے اپنے دونوں ہاتھ دو فرشتوں کے بازوؤں پر رکھے ہوں گے۔ نمازِ فجر کے وقت دمشق کی مشرقی جانب جامع مسجد میں آپ کا نزول ہوگا، دجال کا قتل آپ کے ہاتھوں ہوگا، آپ کی شادی اور اولاد ہوگی بالآخر ''كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ'' کے تحت آپ کا طبعی وصال ہوگا اور تاجدار کائنات حضور نبی اکرم ﷺ کے پہلو میں گنبد خضریٰ کے اندر آپ کو دفن کیا جائے گا۔ امت مسلمہ کا اجماعی اور متفق علیہ عقیدہ قرآن اور حدیث کے مطابق یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طبعی وفات نہیں ہوئی اور وہ آسمان سے زندہ زمین پر اتریں گے۔ ذیل میں آیات مبارکہ کی روشنی میں حیات مسیح کا عقیدہ بیان کیا جاتا ہے:

۱۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللهِ ط قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللهِ ج اٰمَنَّا بِاللهِ ج وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ○ رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ○ وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللهُ ط وَاللهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ○[1]

''پھر جب عیسیٰ (علیہ السلام) نے ان کا کفر محسوس کیا تو اس نے کہا: اللہ کی طرف کون لوگ میرے مددگار ہیں؟ تو اس کے مخلص ساتھیوں نے عرض کیا: ہم اللہ (کے دین) کے مددگار ہیں، ہم اللہ پر ایمان لائے ہیں اور آپ گواہ رہیں کہ ہم یقیناً مسلمان ہیں○ اے ہمارے رب! ہم اس کتاب پر ایمان لائے جو تو نے نازل فرمائی اور ہم نے اس رسول کی اتباع کی سو ہمیں (حق کی) گواہی دینے والوں کے ساتھ لکھ لے○ پھر (یہودی) کافروں نے (عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کے لیے) خفیہ سازش کی اور اللہ نے (عیسیٰ علیہ السلام کو بچانے کے لیے) مخفی

(۱) آل عمران، ۳: ۵۲-۵۴

تدبیر فرمائی، اور اللہ سب سے بہتر مخفی تدبیر فرمانے والا ہے○‘‘

اس آیت کی تفسیر میں امام فخر الدین رازیؒ بیان کرتے ہیں:

أما مکرهم بعیسٰی علیہ السلام فهو أنّهم هموا بقتله وأما مکر اﷲ تعالٰی بهم ففیه وجوه الأوّل مکر اﷲ تعالٰی بهم هو أنّه رفع عیسٰی علیہ السلام إلی السماء وذلک أنّ ملک الیهود أراد قتل عیسٰی علیہ السلام وکان جبریل علیہ السلام لا یفارقه ساعة وهو معنی قوله ﴿وَاَيَّدْنٰـهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ﴾[1] فلمّا أرادوا ذلک أمره جبریل علیہ السلام أن یدخل بیتا فیه روزنة فلمّا دخلوا البیت أخرجه جبریل علیہ السلام من تلک الروزنة وکان قد ألقی شبهه علی غیره فأخذ وصلب فتفرق الحاضرون ثلاث فرق، فرقة قالت: کان اﷲ فینا فذهب وأخری قالت: کان ابن اﷲ، والأخری قالت: کان عبد اﷲ ورسوله، فأکرمه بأنّ رفعه إلی السماء وصار لکل فرقة جمع فظهرت الکافرتان علی الفرقة المؤمنة إلی أن بعث اﷲ تعالٰی محمدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفي الجملة فالمراد من مکر اﷲ بهم أن رفعه إلی السماء وما مکنهم من إیصال الشرّ.[2]

’’پس یہود کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مکر یہ تھا کہ انہوں نے ان کو دھوکے سے قتل کرنے کا ارادہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے اس مکر کی جو تدبیر فرمائی اس کی کئی صورتیں ہیں: ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھا لیا اور یہ اس طرح ہوا کہ یہود کے ایک بادشاہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کا

(۱) البقرة، ۲: ۲۵۳

(۲) رازی، التفسیر الکبیر، ۸: ۵۸

ارادہ کیا جبکہ حضرت جبریل علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ایک لمحہ بھی جدا نہیں ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس فرمان - ﴿اور ہم نے پاکیزہ روح کے ذریعے اس کی مدد فرمائی﴾ - کا یہی مطلب ہے۔ پس جب یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت جبریل علیہ السلام نے ان کو ایک مکان میں داخل ہونے کا کہا۔ اس مکان میں ایک روشن دان تھا، جب وہ اس مکان میں داخل ہوئے تو حضرت جبریل علیہ السلام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس روشن دان سے نکال لیا اور آپ کی شبیہ ایک اور شخص پر ڈال دی۔ پس یہود نے اسے پکڑا اور اسے (عیسیٰ سمجھ کر) صلیب پر لٹکا دیا۔ پس اس پر وہاں پر موجود لوگوں کے تین گروہ بن گئے۔ ایک نے کہا کہ ہمارے درمیان (معاذ اللہ) خدا تھا، دوسرے نے کہا: (معاذ اللہ) وہ خدا کا بیٹا تھا، تیسرے نے کہا: وہ اللہ کے بندے اور رسول تھے۔ پس پہلے دونوں گروہ باطلہ تیسرے مومن گروہ پر غالب آ گئے حتی کہ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ المختصر یہود کے ساتھ اللہ کے مکر کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھا لیا اور یہود کو حضرت مسیح علیہ السلام کے ساتھ دھوکہ دہی سے باز رکھا۔‘‘

امام ابن کثیرؒ مذکورہ آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

فلمّا أحاطوا بمنزلة وظنّوا أنّهم قد ظفروا به نجاه اللہ تعالیٰ من بينهم ورفعه من روزنة ذلک البيت إلی السماء وألقی اللہ شبهه علی رجل ممن کان عنده في المنزل فلمّا دخل أولئک أعتقدوه في ظلمة الليل عيسی فأخذوه وأهانوا وصلبوا ووضعوا علی رأسه الشوک وکان هذا من مکر اللہ بهم فإنّه نجی نبيّه ورفعه من بين أظهرهم.[1]

(۱) ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۱: ۳۶۶

’’جب یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مکان کو گھیر لیا اور گمان کر لیا کہ وہ آپ پر غالب آ گئے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان سے آپ کو نکال لیا اور اس مکان کی کھڑکی سے آسمان پر اٹھا لیا اور آپ کی شباہت اس شخص پر ڈال دی جو اس مکان میں آپ کے پاس تھا۔ سو جب وہ اندر گئے تو اس کو رات کے اندھیرے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام خیال کیا۔ پس اسے پکڑا اور سولی پر لٹکا دیا اور اس کے سر پر کانٹے رکھ دیئے۔ ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے یہی تدبیر فرمائی کہ اپنے نبی کو بچا لیا اور اسے ان کے درمیان سے اٹھا لیا اور ان کو ان کی گمراہی میں حیران چھوڑ دیا۔‘‘

۲۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ اِلَىَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ○(۱)

’’جب اللہ نے فرمایا: اے عیسیٰ! بے شک میں تمہیں پوری عمر تک پہنچانے والا ہوں اور تمہیں اپنی طرف (آسمان پر) اٹھانے والا ہوں اور تمہیں کافروں سے نجات دلانے والا ہوں اور تمہارے پیروکاروں کو (ان) کافروں پر قیامت تک برتری دینے والا ہوں، پھر تمہیں میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے سو جن باتوں میں تم جھگڑتے تھے میں تمہارے درمیان ان کا فیصلہ کر دوں گا○‘‘

اس آیت کی تفسیر میں امام فخر الدین رازیؒ بیان فرماتے ہیں:

معنى قوله: إنّي متوفيك أي متمم عمرك فحينئذ أتوفاك فلا

---

(۱) آل عمران، ۳: ۵۵

أترکهم حتّى يقتلوک بل أنا رافعک إلى سمائي ومقربک بملائکتي وأصونک عن أن يتمکنوا من قتلک وهذا تأويل حسن.(۱)

''اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: (اِنّي مُتَوَفِّيْکَ) کا معنی یہ ہے کہ (اے عیسیٰ!) میں تیری عمر پوری کروں گا اور پھر تجھے وفات دوں گا۔ پس میں ان یہود کو تیرے قتل کے لیے نہیں چھوڑوں گا بلکہ میں تجھے آسمان اور ملائکہ کے مسکن کی طرف اٹھا لوں گا اور تجھ کو ان کے قابو میں آنے سے بچا لوں گا اور یہ اس آیت کی نہایت احسن تفسیر ہے۔''

۳۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَّقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللهِ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ؕ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۙ○ بَلْ رَّفَعَهُ اللهُ اِلَيْهِ ؕ وَكَانَ اللهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا○(۲)

''اور ان کے اس کہنے (یعنی فخریہ دعویٰ) کی وجہ سے (بھی) کہ ہم نے اللہ کے رسول، مریم کے بیٹے عیسیٰ مسیح کو قتل کر ڈالا ہے، حالانکہ انہوں نے نہ ان کو قتل کیا اور نہ انہیں سولی چڑھایا مگر (ہوا یہ کہ) ان کے لیے (کسی کو عیسیٰ علیہ السلام کا) ہم شکل بنا دیا گیا، اور بے شک جو لوگ ان کے بارے میں اختلاف کر رہے ہیں وہ یقیناً اس (قتل کے حوالے) سے شک میں پڑے ہوئے ہیں، انہیں (حقیقتِ حال کا) کچھ بھی علم نہیں مگر یہ کہ گمان کی پیروی (کر رہے

(۱) رازی، التفسیر الکبیر، ۸: ۶۰

(۲) النساء، ۴: ۱۵۷، ۱۵۸

ہیں)، اور انہوں نے عیسیٰ (علیہ السلام) کو یقیناً قتل نہیں کیا○ بلکہ اللہ نے انہیں اپنی طرف (آسمان پر) اٹھا لیا، اور اللہ غالب حکمت والا ہے○"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر اعلان فرما دیا ہے کہ اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان کی طرف زندہ اُٹھا لیا۔ اس آیت کے بعد کسی تاویل وتفسیر کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

مماتِ مسیح علیہ السلام سے متعلق قادیانی عقیدہ

مرزا غلام احمد قادیانی نے چونکہ اپنے دعویٰ نبوت کے ابتدائی مراحل میں دعویٰ مسیحیت کیا تھا، اس لیے انہوں نے مماتِ مسیح کا عقیدہ گھڑا چنانچہ قادیانیوں کے نزدیک یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تختہ صلیب پر لٹکا دیا اور وہ آپ کو مردہ سمجھ کر بھاگ گئے۔ آپ غشی کی حالت میں بیدار ہوکر براستہ افغانستان کشمیر آ گئے جہاں سری نگر میں ایک سو پچیس سال کی عمر کو پہنچ کر فوت ہو گئے۔ وہاں پر" محلّہ خان یار" میں آپ کو دفن کیا گیا۔ اس لیے کشمیر میں ایک مقام کو آپ کے مزار سے منسوب کیا جاتا ہے۔ ان کے مطابق سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے رفع درجات اور رفع روحانی کا مقام عطا کیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں قادیانیوں کا یہ خود ساختہ عقیدہ ہے جس کا ثبوت نہ قرآن و سنت سے ملتا ہے اور نہ ہی تاریخی شواہد سے۔ چنانچہ مرزا غلام احمد قادیانی کے متبعین اور مبلغین کا وطیرہ یہ ہے کہ وہ مسلمانوں سے اصل مسئلہ یعنی مرزا کے جھوٹے دعویٰ نبوت پر گفتگو کرنے کی بجائے انہیں مماتِ مسیح کے بارے میں اپنے خودساختہ تصور میں اُلجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ وہ فوت ہو گئے، اور اگر زندہ ہیں تو ان کے رفع سماوی کو رفع جسمانی کی بجائے رفع روحانی سے تعبیر کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک مہدی و عیسیٰ ایک ہی ذات کے دو نام ہیں۔

خلط مبحث کی قادیانی چال

حقیقت میں ان سب باتوں کا تعلق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذات سے ہے نہ کہ مرزا قادیانی کی نبوت سے۔ بلکہ وہ موضوع ہی الگ ہے۔ اصل موضوع تو مرزا صاحب کا جھوٹا دعویٰ نبوت ان کے کفریہ عقائد، جھوٹی پیشین گوئیاں اوران کے سیرت و کردار کے بارے میں حقیقت پسندانہ تجزیہ ہے، مگر جب قادیانیوں سے اس موضوع پر گفتگو کرنے کی کوشش کی جائے تو وہ اس سے میلوں دور بھاگتے ہیں۔ یہ منطق عقل وفہم سے ماوراء ہے کہ کوئی شخص کسی کو نبی مانے مگر اس کے اسوہ اور سیرت و کردار پر گفتگو کی جائے تو وہ اس کو چھپانے لگے اور اگر کوئی زیادہ اصرار کرے تو مشتعل اور سیخ پا ہو جائے۔

یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی کے پیروکار اصل موضوع پر گفتگو کرنے کی بجائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات و ممات کو موضوعِ بحث کیوں بناتے ہیں جس کا فی الواقعہ اصل موضوع سے کوئی تعلق ہی نہیں؟ اس کا سیدھا سا جواب یہ ہے کہ مرزا صاحب کی سیرت و کردار کے حوالے سے جو انمٹ نقوش تاریخ کے اوراق پر ثبت ہیں، ان پر خلط مبحث سے پردہ ڈالنا قادیانیوں کا شیوہ بن چکا ہے جو دراصل مرزا قادیانی کے کفریہ عقائد سے توجہ ہٹانے کی ناکام کوشش ہے۔ مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت کی بجائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات و وفات کے بارے میں غیر متعلقہ بحث شروع کر کے وہ اپنے مخاطبین و سامعین کے دل میں تشکیک و التباس پیدا کرنے اور انہیں اس امر پر قائل کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں، وہ دوبارہ آسمان سے زندہ نہیں اتریں گے اور وہ احادیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن میں مسیح ابن مریم کے دوبارہ نزول کا ذکر ہے ان سے وہ مرزا غلام احمد قادیانی مراد لیتے ہیں۔

ایک تمثیل سے وضاحت

یہاں اتمامِ حجت کے لیے ہم مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ اور دلیل کے

کھوکھلے پن کو ایک تمثیل سے واضح کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر ایک شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں سید جمال الدین افغانی ہوں۔ دوسرا آدمی اس سے دعویٰ کا ثبوت مانگتے ہوئے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اپنا جمال الدین افغانی ہونا ثابت کرے مگر بجائے وہ اپنا جمال الدین افغانی ہونا ثابت کرنے کے وہ سائل کو اس بحث میں اُلجھا دیتا ہے اور اپنا زور استدلال اس پر صرف کرنے لگتا ہے کہ جمال الدین افغانی زندہ ہے یا مر گیا ہے حالانکہ جمال الدین افغانی کے مرنے اور زندہ رہنے سے مدعی کا جمال الدین افغانی ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ اس تمثیل سے قطع نظر حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو آج سے دو ہزار سال قبل زمین پر حیات ظاہری میں موجود تھے اور آج بھی زندہ آسمان پر موجود ہیں اور الحمد للہ ہمارا یہ عقیدہ قرآن و سنت کے قطعی دلائل سے ثابت ہے اس کا مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں اگر کوئی خودساختہ دلائل سے معاذ اللہ ان کی ممات ثابت بھی کر دے تو دونوں حالتوں کا تعلق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہی ہے۔ وہ زندہ اُتریں گے یا دوبارہ پیدا ہوں گے۔ اسے تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیان کردہ احادیث کی روشنی میں پرکھا جائے گا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کا مسیح موعود ہونا قرآن و حدیث کے کس فرمان سے ثابت ہے؟ اصل مسئلہ حیات و وفاتِ مسیح کا نہیں بلکہ مرزا کا دعویٰ نبوت ہے۔ پس مسلمانوں سے جب بھی کوئی قادیانی مبلغ حیات و مماتِ مسیح کی بحث چھیڑے تو اس موضوع پر گفتگو کی بجائے اصل موضوع یعنی مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ نبوت کے ردّ کی طرف پلٹنا چاہیے۔ اس اُصولی موقف کے بعد ہم قادیانیوں کے دعویٰ مماتِ مسیح پر اُن کے بے بنیاد استدلال کو تفصیل سے واضح کر کے اس کا بطلان کریں گے۔

مماتِ مسیح علیہ السلام پر قادیانی استدلال اور اس کا ردّ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر قادیانی درج ذیل آیت کریمہ سے استدلال کرتے ہیں:

اِذْ قَالَ اللهُ یٰعِیْسٰٓی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ وَمُطَهِّرُکَ مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰـمَةِ ج ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُکُمْ فَاَحْکُمُ بَیْنَکُمْ فِیْمَا کُنْتُمْ فِیْهِ تَخْتَلِفُوْنَ○(۱)

''جب اللہ نے فرمایا: اے عیسیٰ! بے شک میں تمہیں پوری عمر تک پہنچانے والا ہوں اور تمہیں اپنی طرف (آسمان پر) اٹھانے والا ہوں اور تمہیں کافروں سے نجات دلانے والا ہوں اور تمہارے پیروکاروں کو (ان) کافروں پر قیامت تک برتری دینے والا ہوں، پھر تمہیں میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے سو جن باتوں میں تم جھگڑتے تھے میں تمہارے درمیان ان کا فیصلہ کر دوں گا○''

مذکورہ آیتِ کریمہ میں قادیانیوں کے باطل استدلال کا محل دو الفاظ ''**مُتَوَفِّیْکَ**'' اور ''**رَافِعُکَ**'' ہیں۔ اِنہی دو الفاظ سے وہ اپنی من مانی تاویلات کے ذریعے مماتِ مسیح کا عقیدہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ چنانچہ لفظ ''**مُتَوَفِّیْکَ**'' سے وفات مراد لے کر وہ یہ استدلال کرتے ہیں کہ دیکھو اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے کہ عیسیٰ میں تجھے وفات دینے والا اور اپنی طرف اُٹھانے والا ہوں۔ اب یہ نہیں ہوسکتا کہ اللہ تعالیٰ جس بات کا اظہار فرمائے اس کو پورا نہ کرے یعنی وفات نہ دے نیز لفظ ''**رَافِعُکَ**'' کی وہ یہ تاویل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح کو آسمان پر اُٹھا لیا نہ کہ جسم کو چنانچہ آپ کا رفعِ سماوی اُن کے نزدیک رفعِ روحانی ہے نہ کہ جسمانی۔ قادیانیوں کے اس تصور کو ردّ کرنے سے پہلے قرآنِ مجید کی روشنی میں ہم لفظ ''**مُتَوَفِّیْکَ**'' کا معنی و مفہوم متعین کریں گے۔

---

(۱) آل عمران، ۳: ۵۵

لفظ مُتَوَفِّیکَ کا معنی ومفہوم

لفظِ متوفی وَفیَ، یَفِي، وَفَاءٌ سے مشتق ہے، جس کا معنی ہے پورا دینا یا پورا کرنا۔ قرآنِ حکیم میں یہ لفظ مختلف معانی میں استعمال ہوا ہے مثلاً:

۱۔ وعدہ پورا کرنا

۲۔ اجر یا بدلہ پورا دینا

۳۔ عمر پوری کرنا

۴۔ قبضے میں لے لینا

۵۔ نذر پوری کرنا

۶۔ ناپ تول پورا کرنا

چنانچہ ''وفاء یا وفاۃ'' کا حقیقی معنی موت نہیں ہے بلکہ پورا کرنا ہے۔ کسی کی موت کو بطورِ مجاز وفات اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ موت آنے پر اس کی عمر پوری ہو چکی ہوتی ہے۔ اب ہم مذکورہ بالا معانی پر بطور دلیل قرآنی آیات پیش کریں گے۔

(۱) وعدہ پورا کرنا

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ. (۱)

''اے ایمان والو! (اپنے) عہد پورے کرو۔''

ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلاً ○ (۲)

---

(۱) المائدہ، ۵: ۱

(۲) الإسراء، ۱۷: ۳۴

’’اور وعدہ پورا کیا کرو، بے شک وعدہ کی ضرور پوچھ گچھ ہو گی○‘‘

مذکورہ بالا دونوں آیات میں اَوْفُوا – جو لفظ وفاء ہی سے مشتق ہے – کا معنی پورا کرو دیا گیا ہے۔

(۲) اجر یا بدلہ پورا دینا

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

۱۔ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ○[۱]

’’پھر ہر شخص کو جو کچھ عمل اس نے کیا ہے اس کی پوری پوری جزا دی جائے گی اور ان پر ظلم نہیں ہو گا○‘‘

۲۔ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ○[۲]

’’اور جس جان نے جو کچھ بھی (اعمال میں سے) کمایا ہو گا اسے اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا○‘‘

۳۔ وَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ.[۳]

’’اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے تو (اللہ تعالیٰ) اُن کو پورا پورا اجر دے گا۔‘‘

۴۔ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.[۴]

’’اور بے شک قیامت کے دن تمہیں پورا پورا اجر دیا جائے گا۔‘‘

---

(۱) البقرہ، ۲: ۲۸۱

(۲) آل عمران، ۳: ۲۵

(۳) آل عمران، ۳: ۵۷

(۴) آل عمران، ۳: ۱۸۵

۵۔ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ○[1]

''بلاشبہ صبر کرنے والوں کو اُن کا اجر بے حساب انداز سے پورا دیا جائے گا○''

مذکورہ بالا تمام آیات میں وارد ہونے والے الفاظ تُوَفَّوْنَ، وُفِّيَتْ، يُوَفَّى لفظ وفاء سے مشتق ہیں اور پورا کرنا، پورا ہونا کے معنی دے رہے ہیں۔

(۳) نذر پوری کرنا

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ.[2]

''(یہ بندگانِ خاص وہ ہیں) جو (اپنی) نذریں پوری کرتے ہیں۔''

اس آیت کریمہ میں بھی لفظ وفاء کا مشتق ''يُوْفُوْنَ'' پورا کرنا کے معنی میں آیا ہے۔

(۴) ناپ تول پورا کرنا

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ.[3]

''اور ناپ تول انصاف کے ساتھ پورا پورا کیا کرو۔''

اس آیت کریمہ میں بھی لفظ اَوْفُوْا - جو وفاء سے مشتق ہے - پورا کرنا کے معنی میں آیا ہے۔

---

(۱) الزمر، ۳۹: ۱۰

(۲) الدھر، ۷٦: ۷

(۳) الانعام، ٦: ۱۵۲

(۵) قبضے میں لے لینا

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

۱۔ وَهُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰکُمْ بِالَّیْلِ وَیَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ یَبْعَثُکُمْ فِیْهِ لِیُقْضٰٓی اَجَلٌ مُّسَمًّی.[1]

''اور وہی تو ہے جو تمہیں رات کو قبضہ میں لیے لیتا ہے (تم پر نیند طاری ہو جاتی ہے) اور جو کچھ تم دن میں کرتے ہو اس کو وہ جانتا ہے پھر تم کو (نیند سے) دن میں اُٹھا دیتا ہے۔ (چلاتا پھراتا ہے) تا کہ معینہ وقت پورا ہو۔''

۲۔ اَللّٰهُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِهَا فَیُمْسِکُ الَّتِیْ قَضٰی عَلَیْهَا الْمَوْتَ وَیُرْسِلُ الْاُخْرٰٓی اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی.[2]

''اللہ ہی جانوں کو ان کی موت کے وقت قبض کرتا ہے اور ان (جانوں) کو بھی جن پر موت طاری نہیں ہوئی، نیند کے وقت کھینچ لیتا ہے۔ پھر ان (جانوں) کو روک لیتا ہے جن پر موت کا حکم صادر کر چکا ہو اور دوسری (جانوں) کو ایک وقت معین تک چھوڑ دیتا ہے۔''

ان آیتِ کریمہ میں بھی ''وفاء'' سے مشتق لفظ ''یتوفّی'' کے معنی موت نہیں بلکہ قبضہ میں لے لینا کے ہیں۔

موت اور وفات میں فرق

مذکورہ آیت کریمہ میں معلوم ہوا کہ موت اور وفات دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ ''یَتَوَفّٰکُمْ بِالَّیْلِ'' میں وفات تو ہے مگر موت نہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نیند کی حالت میں روح کو اپنے قبضہ میں لے لیتے ہیں۔ مگر پھر بیداری کے وقت لوٹا دیتے ہیں جبکہ موت میں

---

(۱) الانعام، ۶: ۶۰

(۲) الزمر، ۳۹: ۴۲

روح قبضے میں تو لے لی جاتی ہے مگر اسے لوٹایا نہیں جاتا۔ اس سے ثابت ہوا کہ موت کا وقت آنا الگ چیز ہے اور روح کا قبضہ میں آنا اور وفات پانا ایک الگ چیز ہے۔ پس معلوم ہوا کہ عمر کا پورا ہونا، روح کا قبضے میں لے لینا، قبضے سے واپس لوٹا دینا اور موت کا وقت آنا یا نہ آنا یہ سب جدا جدا حقیقتیں ہیں۔ اپنے قبضہ میں لے لینا یہ بھی وفات کا معنی ہے اور عرصۂ حیات پورا کرنا یہ بھی وفات کا معنی ہے۔ جب قرآن مجید سے وفات کا معنی عمر پوری کرنا اور قبضہ میں لے لینا ثابت ہے تو اب لغت میں اس لفظ سے موت کے معنی تلاش کرنا نصِ قرآنی کو بگاڑنے کے مترادف ہے۔ پس اس آیتِ کریمہ میں ''مُتَوَفِّیْکَ'' کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔

۱۔ اے عیسیٰ علیہ السلام! میں تیرا عرصۂ حیات پورا کرنے والا ہوں خواہ یہ یہودی جتنے بھی منصوبے بنائیں ان کے باعث تیری موت واقع نہیں ہو گی بلکہ ''وَرَافِعُکَ اِلَیَّ'' میں اپنی قدرتِ کاملہ سے تجھے اپنی طرف اُٹھا لوں گا۔

۲۔ دوسرا معنی یہ ہو گا کہ اے عیسیٰ علیہ السلام میں تجھے اپنے قبضۂ قدرت اور حفاظت میں لے لوں گا وہ اس طرح کہ ''وَرَافِعُکَ اِلَیَّ'' تجھے اپنی طرف اُٹھا لوں گا۔ یہ جتنی بھی تجھے صلیب پر چڑھانے کی سازشیں تیار کرتے پھریں ناکام و نامراد ہوں گے۔

چنانچہ ثابت ہوا کہ ''مُتَوَفِّیْکَ'' میں وفات بمعنی موت نہیں اور جب وفات موت نہیں تو ''وَرَافِعُکَ'' سے مراد رفع روح اور رفع درجات نہیں بلکہ اس سے مراد کسی زندہ شخصیت کو معجزۃً جسمانی طور پر اُوپر اُٹھا لینا ہے، بصورت دیگر لفظ ''مُتَوَفِّیْکَ'' میں اگر وفات بمعنی موت بھی (بطور مجاز) مراد لے لیا جائے، جس طرح قادنیوں کا موقف ہے تو اس سے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ اس صورت میں ''اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ'' کا معنی یہ ہو گا کہ اے عیسیٰ! بے شک میں موت دینے والا ہوں اور تجھے میں جب چاہوں گا موت دوں گا۔ یہ تجھے قتل کرنے کے چاہے جتنے منصوبے اور سازشیں تیار کریں وہ تجھے موت نہیں دے سکتے۔

لفظ مُتَوَفِّیکَ سے مماتِ مسیح کے قادیانی استدلال کا ردّ

مذکورہ قرآنی آیات سے ہم یہ ثابت کر چکے کہ وفات کا حقیقی معنی موت نہیں بلکہ پورا پورا اجر یا بدلہ دینا ہے جبکہ مجازی طور پر لوگ وفات کو موت کے ہم معنی کرتے ہیں۔ اصولی بات تو یہ ہے کہ اگر ایک لفظ کا ایک حقیقی معنی ہو اور دوسرا مجازی تو حقیقی معنی کو مجازی معنی پر ترجیح دی جائے گی۔ ہاں اگر کوئی ایسا قرینہ پایا جائے جس کی وجہ سے حقیقی معنی مراد لینا متعذر اور مشکل ہو تو پھر مجازی معنی مراد لیا جا سکتا ہے مگر اس مقام پر ''مُتَوَفِّیکَ'' میں ایسا کوئی قرینہ نہیں پایا جاتا جس کی وجہ سے حقیقی معنی متعذر ہو اس لیے یہاں پر مجازی معنی مراد نہیں لیا جائے گا۔ اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ لفظ ''مُتَوَفِّیکَ'' سے مماتِ مسیح ثابت نہیں ہوتی چنانچہ شارحِ اسلام حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إنّ عیسٰی لم یمت وإنّه راجع إلیکم قبل یوم القیامة. (۱)

''بے شک عیسیٰ علیہ السلام پر موت واقع نہیں ہوئی اور وہ تمہاری طرف قیامت بپا ہونے سے پہلے دوبارہ آئیں گے۔''

سیاق و سباقِ کلام سے لفظ مُتَوَفِّیکَ کا معنی و مفہوم

قرآنِ مجید کے کسی مقام کو اس وقت تک سمجھنا مشکل ہے جب تک اس کے سیاق و سباق کو نہ دیکھا جائے۔ سو لفظ ''مُتَوَفِّیکَ'' کا معنی و مفہوم سمجھنے کے لیے سورہ آل عمران کی آیت: ۵۲ سے لے کر آیت: ۵۵ تک کا پورا مضمون اپنے مفہوم کے اعتبار سے دیکھنا ہو گا۔

چنانچہ آیت نمبر ۵۲ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَلَمَّا اَحَسَّ عِیسٰی مِنۡهُمُ الۡكُفۡرَ قَالَ مَنۡ اَنۡصَارِیۡۤ اِلَی اللّٰهِ قَالَ

---

(۱) قرطبی، الجامع لأحکام القرآن، ۳: ۲۰۲

اَلْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَ اشْھَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ○[1]

''پھر جب عیسیٰ (علیہ السلام) نے ان کا کفر محسوس کیا تو اس نے کہا: اللہ کی طرف کون لوگ میرے مددگار ہیں؟ تو اس کے مخلص ساتھیوں نے عرض کیا: ہم اللہ (کے دین) کے مددگار ہیں، ہم اللہ پر ایمان لائے ہیں اور آپ گواہ رہیں کہ ہم یقیناً مسلمان ہیں○''

مذکورہ آیت کریمہ میں دو جملے قابل غور ہیں:

۱۔ **فَلَمَّا اَحَسَّ عِیسٰی مِنْھُمُ الْکُفْرَ**......جب عیسیٰ (علیہ السلام) نے ان کا کفر محسوس کیا۔

۲۔ **قَالَ مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللّٰہِ**......آپ نے کہا: اللہ کی طرف کون لوگ میرے مدد گار ہیں۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ مضمون کس پس منظر کی طرف اشارہ کر رہا ہے اور ان یہودیوں نے کیا کفر کیا تھا؟اور آپ نے اپنے ساتھیوں سے کیوں مدد طلب کی؟اس کا جواب یہ ہے کہ ان یہودیوں کا کفر دراصل یہ تھا کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کے درپے تھے اور آپ کو مصلوب کرنے کے ناپاک عزائم رکھتے تھے۔اس سلسلے میں انہوں نے منصوبۂ قتل بھی تیار کر رکھا تھا۔آپ کو جب اُن کے ناپاک عزائم کا علم ہوا اور اُن کا منصوبہ قتل جان کر آپ نے اپنے حواریوں سے پوچھا کہ آج تم میں سے کون ہے جو اللہ کے لیے میری مدد کرنے والا ہو۔اس پس منظر کی وضاحت میں یہودیوں کی ناکامی کا ذکر سورۂ النساء میں یوں آیا ہے:

وَمَا قَتَلُوْہُ وَمَا صَلَبُوْہُ.[2]

''اور نہ انہوں نے ان کو قتل کیا اور نہ سولی دی۔''

---

(۱) آل عمران، ۳: ۵۲

(۲) النساء، ۴: ۱۵۷

اس جگہ لفظ قتل سے وضاحت ہو گئی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جس نوعیت کی مدد طلب کی وہ قتل کے خلاف تھی۔ پس ثابت ہو گیا کہ یہودیوں کا کفر دراصل منصوبۂ قتل تھا چنانچہ قرآن نے اُن کے اِس منصوبے کے خلاف اپنے منصوبے کا اعلان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ○(۱)

''پھر (عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کے لیے) انہوں نے خفیہ تدبیریں کیں اور اللہ نے بھی (عیسیٰ علیہ السلام کو بچانے کی) خفیہ تدبیریں کیں۔ (یعنی کفار کی تدبیر کا رد کیا) اور اللہ سب خفیہ تدبیر کرنے والوں سے بہتر خفیہ تدبیر کرنے والا ہے۔''

اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے تین چیزیں بیان فرمائیں:

۱۔ یہود کا مکر کرنا۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کا اُن کے مکر کے خلاف تدبیر فرمانا۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کا بہتر تدبیر فرمانے والا ہونا۔

اس آیہ کریمہ میں یہ سارا واقعہ کنایہ اور ایما کے انداز میں بیان ہوا، یہ نہیں فرمایا کہ یہود نے کیا مکر کیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے کس طرح اس مکر کو ناکام بنانے کی تدبیر فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کس طرح بہتر تدبیر فرمانے والا ہے۔ اس تمام واقعہ کی تفصیل آگے سورہ النساء میں بیان کر دی گئی۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ط وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مَالَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا○ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ

(۱) آل عمران، ۳: ۵۴

وَكَانَ اللهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا○ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا○ (۱)

''اور ان کے اس کہنے (یعنی فخر یہ دعویٰ) کی وجہ سے (بھی) کہ ہم نے اللہ کے رسول مریم کے بیٹے عیسیٰ مسیح کو قتل کر ڈالا (ہے) حالانکہ انہوں نے نہ ان کو قتل کیا اور نہ سولی پر چڑھایا۔ مگر (ہوا یہ کہ) ان کے لیے (کسی کو عیسیٰ کا) ہم شکل بنا دیا اور بے شک جو لوگ ان کے بارے میں اختلاف کر رہے ہیں وہ یقیناً اس (قتل کے حوالے) سے شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ انہیں (حقیقت حال کا) کچھ بھی علم نہیں۔ مگر یہ کہ گمان کی پیروی (کر رہے ہیں) اور انہوں نے عیسیٰ (علیہ السلام) کو یقیناً قتل نہیں کیا۔ بلکہ اللہ نے انہیں اپنی طرف (آسمان پر) اٹھالیا اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔ اور (قربِ قیامت نزولِ مسیح علیہ السلام کے وقت) اہلِ کتاب میں سے کوئی (فرد یا فرقہ) نہ رہے گا مگر وہ عیسیٰ (علیہ السلام) پر ان کی موت سے پہلے ضرور (صحیح طریقے سے) ایمان لے آئے گا، اور قیامت کے دن عیسیٰ (علیہ السلام) ان پر گواہ ہوں گے○''

مذکورہ آیات سے پہلے آیت نمبر ۱۵۵ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

بَلْ طَبَعَ اللهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ. (۲)

''اللہ نے ان کے دل پر ان کے کفر کے سبب سے مہر لگا دی۔''

یعنی انہیں ہدایت سے محروم کر دیا گیا اور ان کے باطل دعویٰ کا کلیتاً ردّ اس طرح فرمایا:

۱۔ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ہرگز قتل نہیں کیا بلکہ وہ اس بارے میں مغالطے

(۱) النساء، ۴: ۱۵۷۔۱۵۹

(۲) النساء، ۴: ۱۵۵

میں مبتلا ہو گئے۔ اس مغالطے میں پڑنے کی وجہ یہ ہوئی کہ ایک یہودی جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا سخت دشمن تھا اور آپ کے قتل کے منصوبے بنانے میں پیش پیش تھا، اس کی صورت حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسی ہوگئی اور اُسے یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے شبہ میں سولی دے دیا جبکہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو ملائکہ اُٹھا کر آسمان پر لے گئے۔ یہی اللہ کی بہتر خفیہ تدبیر تھی کہ ان کو پتہ بھی نہ چلے اور وہ ظالم جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خون کا پیاسا تھا خود مارا جائے اور جو یہودی اس واقعہ کے بعد زندہ رہے وہ اصل حقیقت سے بے خبر قیامت تک شکوک وشبہات میں مبتلا کر دیئے گئے۔

۲۔ پھر دوبارہ مزید تاکید اور زور دے کر فرمایا کہ یہود نے ہرگز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل نہیں کیا۔

۳۔ اس کے بعد اگلی آیت نمبر ۱۵۸ میں فرمایا:

بَلْ رَّفَعَهُ اللهُ إِلَيْهِ. (۱)

''بلکہ اللہ نے اُن کو اپنی طرف زندہ اُٹھا لیا۔''

رَافِعُکَ کی تفسیر

۱۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے آیت ﴿يٰعِيْسٰى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ﴾ (۲) کی تفسیر میں فرمایا:

رافعک ثمّ متوفیک في آخر الزّمان. (۳)

''(اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے عیسیٰ!) میں تجھے اُٹھانے والا ہوں پھر آخری

(۱) النساء، ۴: ۱۵۸

(۲) آل عمران، ۳: ۵۵

(۳) سیوطی، الدرالمنثور، ۲: ۲۲۶

زمانے میں تجھے وفات دوں گا۔‘‘

۲۔ آپ رضی اللہ عنہ نے آیت کریمہ ﴿وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا○ بَلْ رَّفَعَهُ اللهُ اِلَيْهِ﴾[1] کی تفسیر میں فرمایا:

ورفع عيسٰى من روزنة البيت إلى السّماء.[2]

’’اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے گھر کے روشن دان سے آسمان کی طرف اٹھا لیا گیا۔‘‘

۳۔ نیز آیت کریمہ ﴿وَاِنَّهُ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾[3] کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

هو خروج عيسى بن مريم قبل يوم القيامة.[4]

’’قیامت کی نشانی سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یومِ قیامت سے پہلے نزول ہے۔‘‘

۴۔ حضرت مجاہد التابعیؒ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ﴾[5] کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

صلبوا رجلا غير عيسٰى شبه بعيسٰى يحسبونه إيّاه ورفع الله إليه عيسٰى حيًا.[6]

’’یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جگہ ایک اور شخص کو پکڑ کر سولی چڑھا دیا جو

---

(۱) النساء، ۴: ۱۵۷، ۱۵۸

(۲) ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۱: ۵۷۵

(۳) الزخرف، ۴۳: ۶۱

(۴) سیوطی، الدر المنثور، ۷: ۳۸۵

(۵) النساء، ۴: ۱۵۷

(۶) سیوطی، الدر المنثور، ۲: ۷۲۸

کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مشابہ تھا جسے وہ عیسیٰ سمجھ رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو اپنی طرف زندہ اُٹھا لیا۔‘‘

۵۔ حضرت قتادہؒ آیت ﴿يٰعِيْسٰى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ﴾[1] کی تفسیر میں بیان فرماتے ہیں:

هذا من المقدم والمؤخر تقديره إنّي رافعک إليّ ومتوفيک يعني بعد ذلک.[2]

’’اس آیت میں تقدیم و تاخیر ہے اور مطلب یہ ہے کہ (اے عیسی!) ابھی میں تمہیں اپنی طرف (آسمان پر) اُٹھانے والا ہوں پھر آخری زمانہ میں تمہیں موت دوں گا۔‘‘

۶۔ امام قرطبیؒ آیت مذکورہ کے ذیل میں لکھتے ہیں:

قال جماعة من أهل المعاني منهم الضحاک والفراء في قوله تعالٰى: ﴿يٰعِيْسٰى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ﴾ على التقديم والتأخير، لأنّ الواو لا توجب الرّتبة، والمعنى إنّي رافعک إليّ ومطهرک من الّذين كفروا، ومتوفيک بعد أن تنزل من السماء.[3]

’’اہل معانی کی ایک جماعت، جس میں امام ضحاک اور امام فراء بھی شامل ہیں، اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿يٰعِيْسٰى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ﴾ کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ اس میں تقدیم و تاخیر کارفرما ہے کیونکہ واو ترتیب

---

(۱) آل عمران، ۳: ۵۵
(۲) ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۱: ۳۶۷
(۳) قرطبی، الجامع الأحکام القرآن، ۴: ۹۹

کو ثابت نہیں کرتی، مطلب یہ کہ (اے عیسیٰ!) ابھی میں تمہیں اپنی طرف (آسمان پر) اٹھانے والا ہوں پھر آخری زمانہ میں جب تم آسمان سے نازل ہو گے تو اس کے بعد تمہیں موت دوں گا۔''

۷۔ امام رازیؒ نے تفسیر کبیر میں کئی مقامات پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا ذکر کیا ہے۔ سورۃ النساء کی آیت ﴿وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا○ بَلْ رَّفَعَهُ اللهُ اِلَيْهِ﴾[1] کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

رفع عيسٰى عليه السلام إلى السّماء ثابت بهذه الآية ونظير هذه الآية قوله في آل عمران: ﴿يٰعِيْسٰى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ﴾.[2]

''حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان کی طرف زندہ اُٹھایا جانا اس آیت سے ثابت ہے اور اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا سورۂ آل عمران میں یہ فرمان ہے: ﴿اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ﴾۔''

آیتِ مُتَوَفِّیْکَ کا صحیح مفہوم

مذکورہ بالا تفاسیر کی روشنی میں آیت کریمہ ﴿اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ﴾ کا صحیح مفہوم یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: اے میرے پیارے عیسیٰ! یہودی لاکھ تجھے قتل کرنے اور صلیب پر چڑھانے کے منصوبے بنائیں، وہ تجھے مارنے میں کامیاب نہیں ہو سکتے کیونکہ میں آپ کا عرصہ حیات پورا کرنے والا ہوں اور جو عرصہ حیات آپ کا زمین پر رہنے کا معین تھا، میں اس کو اس طرح پورا کروں گا کہ آپ کو زندہ آسمان پر اُٹھا کر پھر دوبارہ قربِ قیامت زمین پر اُتار دوں گا اور آپ کی بقیہ زندگی پوری کرنے کے بعد آپ کو طبعی موت دوں گا۔ اس آیت کریمہ کی رو سے نزول سے لے کر تادم وصال آپ کا عرصۂ حیات ''مُتَوَفِّيْكَ'' کا مصداق ہو گا۔

---

(۱) النساء، ۴: ۱۵۷، ۱۵۸

(۲) رازی، التفسیر الکبیر، ۱۱: ۸۱

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع جسمانی تھا نہ کہ روحانی

اللہ رب العزت نے سورۃ النساء کی آیت نمبر ۱۵۸ میں ''بَلْ رَّفَعَهُ اللهُ اِلَيْهِ'' فرما کر اُن جھوٹے اور مکار لوگوں کا ردّ کر دیا جو کہتے ہیں کہ رفعِ عیسیٰ علیہ السلام سے مراد رفعِ جسمانی نہیں بلکہ درجات کی بلندی کے اعتبار سے رفعِ روحانی ہے کیونکہ آیت نمبر ۱۵۷ میں ''اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ'' کا ارشاد امرِ جسمانی سے متعلق ہے جس کی وضاحت میں فرمایا: ''وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ.''

چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل اور مصلوب کرنے کا تعلق جسم کے ساتھ ہے نہ کہ روح کے ساتھ تو جب قتل اور صلیب سے بچانے کے لیے رفع الی السماء ہو گا تو یہ رفع جسمانی ہو گا نہ کہ روحانی۔ بالفاظ دیگر اگر یہ مفہوم مراد لیا جائے کہ جب یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے اور سرِ دار لٹکانے کا منصوبہ بنایا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو رفع درجات عطا کرتے ہوئے ان کی روح کو اوپر اُٹھا لیا تو یہ نص قرآنی کے خلاف ہے کیونکہ مقصود یہ تھا کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو دشمنوں کے قاتلانہ منصوبے سے باحفاظت بچایا جائے اگر مقصود ہی پورا نہ ہوا تو اس رفع کا کیا فائدہ؟ دوسری بات یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَكَانَ اللهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا○[1]

''اللہ غالب حکمت والا ہے○''

جبکہ سورۂ آل عمران میں ارشاد فرمایا:

وَاللهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ○[2]

''اور اللہ سب خفیہ تدبیر کرنے والوں سے بہتر خفیہ تدبیر کرنے والا ہے○''

---

(۱) النساء، ۴: ۱۵۸

(۲) آل عمران، ۳: ۵۴

اللہ تعالیٰ کا ان دو صفات یعنی حکمت والا اور بہتر تدبیر کرنے والا ہونا اس امر کا متقاضی تھا کہ اللہ تعالیٰ دشمنوں کے منصوبے کے بدلے ایسا منصوبہ روبہ عمل لائے جو اُن کے گمان میں بھی نہ ہو اور جس کی گرد تک بھی اُن کی عقل اور سوچ کی رسائی نہ ہو چنانچہ اس کی صورت یہ ہوئی کہ ایک مشتبہ شخص مصلوب کر دیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کو زندہ سلامت آسمان پر اُٹھا لیا۔ بصورت دیگر اگر معاملہ اس کے برعکس ہوتا اور قادیانیوں کی بات مانتے ہوئے بفرض محال ہم کچھ دیر کے لیے یہ تسلیم کر لیں کہ یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا تو مطلب یہ ہوا کہ وہ اپنے منصوبے میں کامیاب ہو گئے۔ اس طرح تو اللہ تعالیٰ کے ''خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ'' (بہتر تدبیر کرنے والا) اور ''عَزِيْزًا حَكِيْمًا'' (غالب حکمت والا) ہونے کا دعویٰ ثابت ہی نہیں ہوتا بلکہ معاذ اللہ یہ تاثر ملتا ہے گویا اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے برگزیدہ رسول کے خلاف بنائے گئے منصوبے کے پروان چڑھنے کا تماشہ دیکھتا رہا اور پسِ قتل اُن کی روح کو اپنے قبضے میں لے کر رفع درجات عطا کر دیا۔ ایسا سوچنا گمراہی اور نص قرآنی کے خلاف ہے اور ایسی سوچ رکھنے والا گمراہ اور مرتد ہے۔ **نعوذ باللہ من ذلک.**

رفعِ جسمانی قانونِ قدرت کے خلاف نہیں

اپنے مقبول و برگزیدہ بندے کو جسمانی طور پر اُوپر اٹھا لینا اللہ تعالیٰ کے قانون، قدرت اور منشاء کے خلاف امر نہیں جیسا کہ سیدنا ادریس علیہ السلام کے بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ اِدْرِيْسَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا○ وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا○(۱)

''اور (اس) کتاب (قرآن) میں ادریس کا ذکر فرمائیے بے شک وہ (بھی)

(۱) مریم، ۱۹: ۵۶، ۵۷

نہایت سچے نبی تھے○ اور ہم نے اُسے بلند مقام پر اُٹھا لیا○''

اس آیت کے بارے میں مفسرین بیان کرتے ہیں کہ حضرت ادریس علیہ السلام نے اپنی زندگی میں جنت کی سیر کرنے کی آرزو کی تھی جس کو پورا کرتے ہوئے آپ کو ملائکہ کے ذریعے اُوپر اٹھا لیا گیا اور جنت کی سیر کرائی گئی۔ جنت کی سیر کرنے کے بعد ملائکہ نے عرض کیا کہ حضرت اب سیر ہو چکی ہے واپس تشریف لے چلیں۔ حضرت ادریس علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ مولا تیرا وعدہ ہے کہ جو جنت میں ایک دفعہ آ جاتا ہے وہ واپس نہیں جاتا۔ مجھے اب ہمیشہ یہیں رکھ کہ تیرے قرب کی بارگاہ سے واپس نہیں جانا چاہتا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ ہمارے ادریس کو یہیں چھوڑ دو ہم اس کو واپس نہیں بھیجتے چنانچہ آج تک آپ چوتھے آسمان پر زندہ و سلامت تشریف فرما ہیں۔ شب معراج کو آپ سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملاقات بھی ہوئی۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ جسمانی طور پر کسی کو اُٹھا لینا قانونِ قدرت کے خلاف نہیں بلکہ ممکنات میں سے ہے جس کی وضاحت خود قرآن مجید نے کر دی ہے۔

بحث کا ماحصل

قرآن مجید اور احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جملہ تصریحات اس امر پر شاہد و عادل ہیں کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر اُٹھا لیے گئے۔ احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق قربِ قیامت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجالِ اکبر کے خاتمہ کے لیے سیدنا امام مہدی علیہ السلام کے زمانے میں دمشق کی جامع مسجد کے مشرقی گوشہ میں نماز فجر کے وقت نازل ہوں گے۔ آپ حضرت امام مہدی علیہ السلام کی امامت میں نماز پڑھیں گے اور ان تمام اُمور کو سرانجام دیں گے جن کی تفصیل احادیث میں بیان ہوئی ہے پھر طبعی عمر کو پہنچ کر آپ کا وصال ہو جائے گا اور آپ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلو مبارک میں دفن ہوں گے۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی جھوٹی نبوت ثابت کرنے کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا شوشہ کھڑا

کیا اور اس طرح اُمتِ مسلمہ کے متفق علیہ عقیدہ کی عمارت میں نقب لگا کر اُس کی بنیادوں کو متزلزل کرنے کی مذموم کوشش کی، لیکن اس کی تلبیس، کذب آفرینی اور افترا پردازی کا سراب قرآن و سنت کی حقانیت و صداقت کے آفتاب کے سامنے زیادہ دیر نہ ٹھہر سکا اور بانی قادیانیت کے فریب کا پردہ چاک ہو گیا۔

باب دوم

مسئلہ نزولِ مسیح علیہ السلام

مسئلہ نزولِ مسیح علیہ السلام اس حوالے سے انتہائی اہمیت کا حامل ہے کہ بانیِ قادیانیت مرزا غلام احمد نے دعویٰ نبوت سے پہلے دعویٰ مسیحیت کو اس عمارت کی بنیاد کے طور پر کھڑا کیا جس پر آگے چل کر مجازی، ظلی، بروزی اور درپردہ حقیقی نبوت کے دعاوی نہایت چابکدستی اور عیاری سے استوار کر لیے۔ اُنہوں نے اپنی جھوٹی نبوت منوانے کے لیے سب سے بھیانک اور گمراہ کن کردار منصبِ مسیحیت پر خود کو فائز کرنے کے حوالے سے ادا کیا۔ اگرچہ مرزا صاحب خود کو مثیلِ مسیح قرار دینے سے پہلے نفسِ ختمِ نبوت کا عقیدہ تسلیم کرنے کا اعلان کرتے ہیں لیکن پھر رفتہ رفتہ ''النّاس کالأنعام'' کی سادہ لوحی کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے وہ انتہائی دجل و فریب سے اس مسئلے پر الحاد و تشکیک کی فضا پیدا کر دیتے ہیں۔ ان کی جسارت اس انتہاء کو پہنچ جاتی ہے کہ ان کا بے باک قلم یہاں تک لکھ دیتا ہے:

ومع ذلک إذا کان نبینا ﷺ خاتم الأنبیاء فلا شک أنه من آمن بنزول المسیح الذی هو نبي میں بني إسرائیل فقد کفر بخاتم النبیین. (۱)

''اس کے ساتھ جب ہمارے نبی خاتم الانبیاء ہیں تو اس میں ذرہ شک نہیں کہ جس شخص نے نزولِ مسیح پر ایمان رکھا جو بنی اسرائیل کے نبی تھے اُس نے خاتم الانبیاء کا انکار کیا۔''

اس طرح نزولِ مسیح علیہ السلام کے مسئلہ پر مرزا غلام احمد قادیانی نے تشکیک و التباس کی گرد اُڑا کر اپنے لیے فضا ہموار کرنا چاہی کہ یہ کیسا تضاد ہے کہ ایک طرف مسلمان حضور

---

(۱) غلام احمد قادیانی، رسالہ تحفہ بغداد: ۲۸، مندرجہ روحانی خزائن، ۷: ۳۴

نبی اکرم ﷺ کو خاتم النبیین بھی مانتے ہیں اور اس کے ساتھ حضرت مسیح علیہ السلام کی دوبارہ آمد پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔ وہ اس بات سے صرفِ نظر کیے رہے کہ ختمِ نبوت کا نفسِ مضمون ذہن نشین کر لینے سے کسی قسم کا شبہ باقی نہیں رہتا۔ فی الحقیقت مرزا صاحب کے تمام دلائل کذب و افترا اور دجل وفریب کا ملغوبہ ثابت ہوئے۔

اسلام کے اساسی نظریات میں نظریۂ نزولِ مسیح علیہ السلام کو بنیادی اہمیت اس لیے بھی حاصل ہے کہ اس کا تعلق توحید و رسالت اور ختمِ نبوت میں بہت نمایاں حیثیت کا حامل ہے۔ اس کا یہ پہلو قابل ذکر ہے کہ یوں تو مرزا غلام احمد قادیانی نے ابتدائی دور میں وحی و الہام کے دعوے کے ساتھ مہدویت، مجددیت اور محدثیت کے دعووں کے تھوڑا عرصہ بعد دعویٰ مسیحیت کر ڈالا اور اس دعویٰ کو دعویٰ نبوت و رسالت کے لیے سیڑھی کے طور پر استعمال کیا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ دعویٰ مسیحیت کی مسند پر بیٹھ کر نہایت عیاری اور چابکدستی سے بتدریج نبوت و رسالت کے دعووں کی طرف یلغار کرتے ہوئے آگے بڑھے۔ مسیحیت کے حوالے سے ان کا کردار ایک ایسے شخص کا ہے جو ختمِ نبوت کے نفس مضمون کو تسلیم کرتے ہوئے جاہل اور نیم خواندہ عوام الناس کی سادہ لوحی سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے انتہائی دجل و فریب سے عقیدۂ نزولِ مسیح سے مخالف موقف اختیار کر کے اپنی جعلی نبوت منوانے کے لیے لوگوں کے ذہنوں میں الحاد و تشکیک کے بیج بوتا رہا۔ ہم اس مسئلے کو نزولِ مسیح کے باب میں احادیث کی روشنی میں بیان کر رہے ہیں۔

اَحادیثِ نزولِ مسیح علیہ السلام

یہ امر پیشِ نظر رہے کہ نزولِ مسیح علیہ السلام کا عقیدہ درجنوں احادیث میں بیان ہوا ہے، بعض میں مختصر طور پر اور بعض میں تفصیلی طور پر۔ ان کثیر احادیث میں چند ایک بطور استشہاد درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

والّذي نفسي بيده ليوشكن أن ينزل فيكم ابن مريم حكما مقسطا فيكسر الصليب ويقتل الخنزير ويضع الجزية ويفيض المال حتّى لا يقبله أحد. (۱)

''مجھے اُس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، عنقریب تم میں ابن مریم (علیہ السلام) اُتریں گے (چونکہ اللہ ﷻ نے سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہما السّلام کو آسمان پر زندہ اٹھا لیا تھا، اب قیامت کے نزدیک دوبارہ زمین پر تشریف لائیں گے) جو انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیں گے، صلیب کو توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ موقوف کر دیں گے اور (اس وقت) مال اتنا زیادہ ہو جائے گا کہ اسے کوئی بھی قبول نہ کرے گا (ہر شخص خوشحال ہو گا)۔''

۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

كيف أنتم إذا نزل ابن مريم منكم وإمامكم منكم. (۲)

''تم لوگوں کا اس وقت (خوشی سے) کیا حال ہوگا۔ جب تم میں عیسیٰ ابن مریم

---

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب البيوع، باب قتل الخنزير، ۲: ۷۷۴، رقم: ۲۱۰۹

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الإيمان، باب نزول عيسى ابن مريم، ۱: ۱۳۵، رقم: ۱۵۵

۳۔ ترمذي، السنن، كتاب الفتن، باب ما جاء في نزول عيسى ابن مريم، ۴: ۵۰۶، رقم: ۲۲۳۳

(۲) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب أحاديث الأنبياء، باب نزول عيسیٰ ابن مريم، ۳: ۱۲۷۲، رقم: ۳۲۶۵

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الإيمان، باب نزول عيسیٰ ابن مريم حاكما بشريعة نبيّنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ۱: ۱۳۶، رقم: ۱۵۵

۳۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۵: ۲۱۳، رقم: ۶۸۰۲

علیہ السلام (آسمان سے) اُتریں گے اور تمہارا امام تمہیں میں سے ہوگا۔‘‘

۳۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ایک اور حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لا تقوم السّاعة حتّی ينزل فيكم ابن مريم حكَما مقسطا فيكسر الصليب ويقتل الخنزير ويضع الجزية ويفيض المال حتّی لا يقبله أحد. (۱)

’’قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہو گی یہاں تک کہ عیسیٰ بن مریم حاکم عادل بن کر نازل ہوں گے پس وہ (آ کر) صلیب کو توڑ دیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ موقوف کریں گے اور (اس وقت) مال اتنا زیادہ ہو جائے گا کہ اُسے کوئی بھی قبول نہ کرے گا۔‘‘

۴۔ حضرت حذیفہ ابن اَسِید غفاری رضي الله عنهما سے روایت ہے:

اطلع النّبيّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علينا، ونحن نتذاكر فقال: ما تذاكرون؟ قالوا: نذكر السّاعة قال: إنّها لن تقوم حتّی ترون قبلها عشر آيات

---

(۱) ۱۔ بخاري، الصّحيح، كتاب المظالم والغصب، باب كسر الصّليب وقتل الخنزير، ۲: ۸۷۵، رقم: ۲۳۴۴

۲۔ مسلم، الصّحيح، كتاب الإيمان، باب نزول عيسیٰ ابن مريم حاكما بشريعة نبينا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ۱: ۱۳۵، رقم: ۱۵۵

۳۔ ترمذي، السنن، كتاب الفتن عن رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، باب ما جاء في نزول عيسیٰ ابن مريم عليهما السلام، ۴: ۵۰۶، رقم: ۲۲۳۳

۴۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الفتن، باب فتنة الدجال وخروج عيسیٰ بن مريم عليهما السلام وخروج يأجوج ومأجوج، ۲: ۱۳۶۳، رقم: ۴۰۷۸

۵۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۵۳۸، رقم: ۱۰۹۵۷

فذكر الدّخان والدجّال والدّابة وطلوع الشمس من مغربها ونزول عيسٰى ابن مريم عليه السلام ويأجوج ومأجوج وثلاثة خسوف خسف بالمشرق وخسف بالمغرب وخسف بجزيرة العرب وآخر ذلک نار تخرج من اليمن تطرد النّاس إلى محشرهم.[1]

''ہم باتیں کر رہے تھے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا: تم کیا باتیں کر رہے ہو؟ ہم نے عرض کیا: (آقا) قیامت کے بارے میں باتیں کر رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک تم دس نشانیاں نہ دیکھ لو: (۱) دھواں؛ (۲) دجال؛ (۳) دابۃ الارض؛ (۴) سورج کا مغرب سے طلوع ہونا؛ (۵) حضرت عیسٰی بن مریم کا نازل ہونا؛ (۶) یاجوج ماجوج کا نکلنا اور تین جگہ زمین کا دھنسنا؛ (۷) مشرق میں دھنسنا؛ (۸) مغرب میں دھنسنا؛ (۹) جزیرہ عرب میں دھنسنا؛ (۱۰) آخر میں یمن سے ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو ہانک کر انہیں محشر کی طرف لے جائے گی۔''

۵۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضي الله عنهما بیان کرتے ہیں:

سمعت رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يقول: لا تزال طائفة من أمّتي يقاتلون على الحق ظاهرين إلى يوم القيامة. قال: فينزل عيسٰى ابن مريم عليه السلام.

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الفتن وأشراط الساعة، باب في الآيات التى تكون قبل السّاعة، ۴: ۲۲۲۵، رقم: ۲۹۰۱

۲۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الفتن، باب الآيات، ۲: ۱۳۴۷، رقم: ۴۰۵۵

۳۔ حاكم، المستدرك، ۴: ۴۷۴، رقم: ۸۳۱۷

۴۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۷: ۵۰۰، رقم: ۳۷۵۴۲

۵۔ طبراني، مسند الشاميين، ۲: ۳۲، رقم: ۸۶۴

فيقول أميرهم: تعال صلّ لنا. فيقول: لا، إن بعضكم على بعض أمراء تكرمة الله هذه الأمة.(۱)

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: میری اُمت میں سے ایک جماعت قیامِ حق کے لیے کامیاب جنگ قیامت تک کرتی رہے گی۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ان مبارک کلمات کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: ''آخر میں (حضرت) عیسیٰ ابن مریم علیهما السلام آسمان سے اُتریں گے تو مسلمانوں کا امیر ان سے عرض کرے گا: تشریف لایئے ہمیں نماز پڑھایئے۔ اس کے جواب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے: (اس وقت) میں امامت نہیں کروں گا۔ تم میں سے بعض، بعض پر امیر ہیں'' (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس وقت امامت سے انکار فرما دیں گے اس فضیلت و بزرگی کی بناء پر جو اللہ تعالیٰ نے اس اُمت کو عطا فرمائی ہے۔)''

۶۔ حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إذ بعث الله عيسى بن مريم فينزل عند المنارة البيضاء شرقي دمشق بين مهرودتين واضح كفيه على أجنحة ملكين إذا طأطأ رأسه قطر وإذا رفعه ينحدر منه جمان كاللؤلؤ ولا يحل لكافر يجد ريح نفسه إلّا مات ونفسه ينتهي حيث ينتهى طرفه فينطلق حتّى يدركه عند باب لد فيقتله.(۲)

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الإيمان، باب نزول عيسىٰ ابن مريم عليهما السلام حاكما بشريعة نبينا محمد ﷺ، ۱: ۱۳۷، رقم: ۱۵۶
۲۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۵: ۲۳۱، رقم: ۶۸۱۹
۳۔ بيهقي، السنن الكبرىٰ، ۹: ۱۸۰
۴۔ أبو عوانة، المسند، ۱: ۹۹، رقم: ۳۱۷

(۲) ۱۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الفتن، باب فتنة الدجال وخروج عيسى ابن ←

''جب اللہ تعالیٰ عیسیٰ ابن مریم علیہما السّلام کو بھیجیں گے تو وہ دمشق کی مشرقی جانب سفید مینار کے پاس دو زرد رنگ کے کپڑے پہنے دو فرشتوں کے بازوؤں پر اپنے ہاتھ رکھے ہوئے نازل ہوں گے جب وہ (عیسیٰ علیہ السلام) اپنا سر جھکائیں گے تو پسینے کے قطرے گریں گے اور جب سر اوپر اٹھائیں گے تو موتیوں کی طرح قطرے گریں گے جس کافر تک بھی آپ کی خوشبو پہنچے گی، اس کا زندہ رہنا ممکن نہ ہو گا آپ کی خوشبو منتہائے نظر تک پہنچے گی آپ دجال کو تلاش کریں گے حتی کہ ''باب لد'' پر اسے پالیں گے پھر اسے قتل کر دیں گے''

۷۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ليس بيني وبينه نبي يعني عيسٰى، وإنّه نازل فإذا رأيتموه فاعرفوه: رجل مربوع، إلى الحمرة والبياض، بين ممصرتين، كأنّ رأسه يقطر وإن لم يصبه بلل، فيقاتل النّاس على الإسلام، فيدق الصليب، ويقتل الخنزير، ويضع الجزية، ويهلك الله في زمانه الملل كلها إلّا الإسلام، ويهلك المسيح الدجال، فيمكث في الأرض أربعين سنة ثم يتوفى فيصلي عليه المسلمون. (۱)

''میرے اور عیسیٰ علیہ السلام کے مابین کوئی نبی نہیں ہے اور بے شک وہ نازل ہوں گے جب تم اُنہیں دیکھو تو پہچان لینا کہ درمیانے قد کے آدمی ہیں ان کا رنگ

.... مریم، ۲: ۱۳۵۷، رقم: ۴۰۷۵

۲۔ حاکم، المستدرك على الصحيحين، ۴: ۵۳۸، رقم: ۸۵۰۸

(۱) ۱۔ أبو داود، السنن، كتاب الملاحم، باب خروج الدجال، ۴: ۱۱۷، رقم: ۴۳۲۴

۲۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۵: ۲۳۳، رقم: ۶۸۲۱

۳۔ ابن عبد البر، التمهيد، ۱۴: ۲۰۱

مائل سرخی و سپیدی ہے (دیکھنے والے کو) یوں محسوس ہو گا کہ ان کے سر سے پانی ٹپکنے والا ہے حالانکہ وہ بھیگے ہوئے نہ ہوں گے وہ لوگوں سے دین اسلام پر جنگ کریں گے، صلیب کو توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ جہاد موقوف کر دیں گے، اللہ تعالیٰ ان کے زمانے میں اسلام کے سوا تمام ملتوں کو مٹا دے گا وہ دجال کو قتل کریں گے اور چالیس سال تک زمین پر رہنے کے بعد وصال فرمائیں گے پھر مسلمان ان پر نماز پڑھیں گے۔‘‘

۸۔ حضرت ابو امامہ الباہلی رضی اللہ عنہ سے مروی علاماتِ قیامت کے بیان پر مشتمل ایک طویل حدیث میں ہے کہ ایک صحابیہ اُم شریک بنت ابی العکر رضی اللہ عنہا نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس وقت عرب کہاں ہوں گے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

هم يومئذ قليل وجلهم ببيت المقدس وإمامهم رجل صالح فبينما إمامهم قد تقدم يصلي بهم الصبح إذ نزل عليهم ابن مريم الصبح فرجع ذلک الإمام ينكص يمشي القهقري ليتقدم عيسٰی ابن مريم يصلي بالناس فيضع عيسٰی يده بين كتفيه ثم يقول له: تقدم فصلّ فإنها لک أقيمت فيصلی بهم إمامهم.[1]

’’عرب اس وقت کم ہوں گے اور ان میں بھی اکثر بیت المقدس (یعنی شام) میں ہوں گے اور ان کا امام و امیر ایک رجل صالح (مہدی) ہوگا۔ جس وقت ان کا امام نماز فجر کے لیے آگے بڑھے گا اچانک (حضرت) عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام اسی وقت (آسمان سے) اتریں گے۔ وہ امام آپ کو دیکھ کر پیچھے ہٹنا

(۱) ابن ماجه، السنن، كتاب الفتن، باب فتنة الدجال وخروج عيسٰی ابن مريم عليهما السلام وخروج يأجوج ومأجوج، ۲: ۱۳۶۱، رقم: ۴۰۷۷

چاہے گا تاکہ (حضرت) عیسیٰ علیہ السلام لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ (حضرت) عیسیٰ علیہ السلام امام کے کندھوں کے درمیان ہاتھ رکھ کر فرمائیں گے: آگے بڑھو اور نماز پڑھاؤ کیونکہ تمہارے ہی لیے اقامت کہی گئی ہے۔ سو ان کے امام (مہدی) لوگوں کو نماز پڑھائیں گے۔''

۹۔ حضرت عثمان بن ابو العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

فينزل عيسٰى ابن مريم عليه السلام عند صلاة الفجر فيقول له إمام النّاس: تقدم يا روح الله فصلّ بنا. فيقول: إنّكم معشر هذه الأمة أمراء بعضكم على بعض تقدم أنت فصلّ بنا. فيتقدم الأمير فيصلي بهم. (۱)

''(حضرت) عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نماز فجر کے وقت (آسمان سے) اُتریں گے تو لوگ ان سے عرض کریں گے: اے روح اللہ! آگے تشریف لائیے اور ہمیں نماز پڑھائیے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے: تم اُمت محمدیہ کے لوگ ہو۔ بے شک تم میں سے بعض بعض پر امیر ہیں۔ پس آپ ہی آگے بڑھیں اور ہمیں نماز پڑھائیں تو مسلمانوں کا امیر آگے بڑھے گا اور انہیں نماز پڑھائے گا۔''

۱۰۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ألا إنّ عيسى ابن مريم ليس بيني وبينه نبيّ ولا رسول ألا أنّه خليفتي في أمّتي من بعدي. (۲)

---

(۱) ۱۔ حاكم، المستدرك، ۴: ۵۲۴، رقم: ۸۴۷۳
۲۔ طبراني، المعجم الكبير، ۹: ۶۰، رقم: ۸۳۹۲

(۲) ۱۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۵: ۱۴۲، رقم: ۴۸۹۸
۲۔ سيوطى، الدر المنثور، ۲: ۷۳۶

’’خبردار! میرے اور عیسیٰ ابن مریم کے مابین نہ کوئی نبی ہے اور نہ کوئی رسول مگر یہ کہ وہ میرے بعد میری اُمت میں میرے خلیفہ ہوں گے۔‘‘

۱۱۔ محمد بن علی بن ابی طالب ابن حنفیہ رضی اللہ عنہ آیت کریمہ ’’وَاِنْ مِنْ اَھْلِ الْکِتَابِ‘‘ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

إنّ عيسى لم يمت وإنّه رفع إلى السّماء وهو نازل قبل أن تقوم السّاعة فلا يبقى يهودي ولا نصراني إلّا آمن به.[1]

’’بے شک عیسیٰ علیہ السلام فوت نہیں ہوئے بلکہ وہ (زندہ) آسمان کی طرف اٹھا لیے گئے اور وہ قیامت قائم ہونے سے پہلے (زمین پر) اُتریں گے پس کوئی ایسا یہودی اور نصرانی نہیں رہے گا جو ان پر ایمان نہ لائے‘‘

۱۲۔ سنن ابن ماجہ میں دجال کے بارے میں ایک طویل حدیث ہے جس میں نزول عیسیٰ ابن مریم کا ذکر کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے:

ایک دن صبح کے روز مسلمانوں کا امام انہیں نماز پڑھانے کے لیے کھڑا ہو گا کہ اتنے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے۔ امام آپ کو دیکھ کر پیچھے ہٹنا چاہے گا تا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام امامت کرائیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر فرمائیں گے کہ آگے بڑھو اور امامت کراؤ، بے شک تمہارے لیے اقامت کہی گئی ہے اور وہ امام (یعنی امام مہدی علیہ السلام) لوگوں کو نماز پڑھائیں گے۔ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کی اقتداء میں نماز پڑھیں گے) نماز سے فارغ ہونے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے، دروازہ کھولو پس دروازہ کھولا جائے گا، اس وقت دجال ستر ہزار یہودیوں کے ساتھ باہر موجود ہو گا جب دجال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھے گا تو اس طرح پگھلے گا جس طرح پانی میں نمک پگھلتا ہے چنانچہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر بھاگ نکلے گا، آخرکار حضرت

(۱) سيوطي، الدر المنثور، ۲: ۷۳۴

عیسیٰ علیہ السلام (فلسطین میں) 'باب لد' کے پاس اسے پکڑ لیں گے اور قتل کر دیں گے پھر اللہ تعالیٰ یہودیوں کو شکست سے دوچار فرمائے گا۔(۱)

مذکورہ بالا احادیث سے ثابت ہوا کہ جس مسیح کے آنے کا ذکر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السّلام ہیں۔ اب دوبارہ انہی کا نزول ہو گا۔ مسیح موعود کی جو علامات اور خصوصیات حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمائیں مرزا قادیانی میں ان میں سے کوئی ایک بھی نہیں پائی جاتی مثلاً نہ تو اس کا ملک شام میں نزول ہوا، نہ اس کے دور میں غلبہ اسلام ہوا، نہ اس نے حج یا عمرہ کیا، نہ ہی گنبد خضراء کے اندر اسے دفن کیا گیا چنانچہ احادیث کی روشنی میں یہ ثابت ہو گیا کہ مرزا قادیانی کا مسیح موعود ہونے کا دعویٰ بھی اسی طرح باطل اور بے بنیاد ہے جس طرح نبوت و رسالت کا۔ مرزا صاحب نے امام مہدی علیہ السلام ہونے کا بھی دعویٰ کیا تھا جبکہ حضرت امام مہدی علیہ السلام کے بارے میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بالصراحت فرما دیا تھا کہ امام مہدی میرے اہلِ بیت سے ہوں گے اور وہ میرے ہم نام ہوں گے یعنی ان کا نام محمد ہو گا اور ان کے باپ کا نام میرے والد گرامی کے نام پر ہو گا یعنی عبداللہ اور ان کی والدہ کا نام میری والدہ ماجدہ کے نام پر ہو گا یعنی آمنہ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرما دیا کہ امام مہدی حکومت کریں گے روئے زمین پر انصاف کا بول بالا ہو گا اور ظلم وستم کا خاتمہ ہو گا۔ مرزا قادیانی میں ان خصوصیات میں سے کوئی ایک بھی نہیں پائی جاتی کیونکہ اس کا نام غلام احمد ہے اس کی والدہ کا نام چراغ بی بی، اس کے والد کا نام غلام مرتضیٰ مغل ہے نہ تو اس کا اہلِ بیت کے ساتھ کوئی نسبی تعلق ہے کیونکہ وہ مغل خاندان سے متعلق ہے اور اس کے دور میں عدل و انصاف کا بول بالا ہوا اور نہ ہی اسے کبھی حکومت ملی بلکہ انگریز کا خود کاشتہ پودا ہونے کی بنا پر اس نے انگریزی حکومت کے مفادات کی آبیاری کے لیے جہاد کو حرام قرار دے دیا تاکہ

---

(۱) ابن ماجه، السنن، كتاب الفتن، باب فتنة الدجال وخروج عيسىٰ ابن مريم علیہ السلام وخروج يأجوج و مأجوج، ۲: ۱۳۶۱، رقم: ۴۰۷۷

مسلمانانِ ہند پر غلامی کی تاریک رات اور طویل ہو جائے۔ اس لیے ہمارے لیے مسیح موعود یا امام مہدی کے پرکھنے کا معیار احادیثِ رسول ﷺ ہیں، عقل خانہ ساز نہیں کیونکہ بقول علامہ محمد اقبالؔ:

عقل عیار ہے سو بھیس بدلتی ہے
عشق بے چارہ نہ ملا نہ زاھد نہ حکیم

دوسری بات یہ کہ ہماری نظر میں حضور نبی اکرم ﷺ کے ارشاداتِ گرامی کے مقابلے میں کسی قسم کی تاویلات فاسدہ اور تصورات باطلہ اس قابل بھی نہیں کہ ان پر کان دھرا جائے۔

تصوّرِ مسیح احادیث کی روشنی میں

احادیثِ نبوی ﷺ میں دو طرح کے مسیحیوں کا ذکر ملتا ہے:

۱۔ مسیح ابن مریم علیہما السّلام
۲۔ مسیح کذاب یا مسیح دجال

حضور نبی اکرم ﷺ نے دونوں قسم کے مسیحوں کا ذکر صراحتاً فرما دیا ہے، لہٰذا ان کی پہچان اور ان کے مابین پائے جانے والے تفاوت میں کسی قسم کا کوئی ابہام باقی نہیں رہتا۔ ان کے مختصر احوال درج ذیل ہیں:

۱۔ مسیح ابن مریم علیہما السّلام

مسیح ابن مریم علیہما السّلام سے مراد سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ہیں جنہیں زندہ آسمان پر اُٹھا لیا گیا۔ آپ قربِ قیامت دوبارہ زمین پر تشریف لائیں گے۔ آپ کے احوال و واقعات گزشتہ صفحات میں تفصیل سے گزر چکے ہیں اس لیے انہیں یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں۔

۲۔ مسیح دجال یا مسیح کذاب

مسیح دجال کا ظہور بھی قربِ قیامت میں ہو گا۔ اس کافر و کذاب کے حوالے سے چند مستند روایات درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں میں قیام فرما ہوئے اور اللہ عزوجل کی اس کی شان کے لائق حمد وثنا بیان کی، پھر دجال کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

إنّي لأنذركموه وما من نبيّ إلّا أنذره قومه لقد أنذر نوح قومه ولكني أقول لكم فيه قولا لم يقله نبي لقومه تعلمون أنّه أعور وأنّ الله ليس بأعور.(۱)

’’میں تمہیں اس کے بارے میں خبردار کر رہا ہوں، ہر نبی نے اپنی قوم کو اس کے بارے میں خبردار کیا ہے، بے شک حضرت نوح علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کو اس کے بارے میں خبردار کیا لیکن میں تمہیں اس کے بارے میں ایسی بات بتاتا ہوں جو کسی نبی نے اپنی قوم کو نہیں بتائی کہ جان لو کہ وہ بلاشبہ کانا ہو گا اور بے شک اللہ کانا نہیں۔‘‘

۲۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ما من نبي إلّا وقد أنذر أمّته الأعور الكذّاب ألا إنّه أعور وإنّ ربكم

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب أحاديث الأنبياء، باب قول الله تعالىٰ: إنا أرسلنا نوحا إلى قومه، ۳: ۱۲۱۴، رقم: ۳۱۵۹
۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الإيمان، باب ذكر المسيح ابن مريم والمسيح الدجال، ۴: ۲۲۴۵، رقم: ۱۶۹
۳۔ ترمذي، السنن، كتاب الفتن، باب ما جاء في علامة الدجال، ۴: ۵۰۸، رقم: ۲۲۳۵

ليس بأعور مكتوب بين عينيه: ك ف ر. [۱]

’’ہر نبی نے اپنی اُمت کو کانے کذاب (دجال) سے خبردار کیا ہے اور سنو! وہ بلا شبہ کانا ہو گا اور تمہارا رب کانا نہیں ہے۔ اُس (دجال) کی دو آنکھوں کے درمیان ک ف ر (کفر) لکھا ہوا ہوگا‘‘

۳۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أنّ رسول الله ﷺ ذكر الدّجال بين ظهراني النّاس فقال: إنّ الله تعالٰى ليس بأعور ألا وإنّ المسيح الدجال أعور العين اليمنى كأن عينه عنبة طافئة. [۲]

’’رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کے سامنے دجال کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کانا نہیں ہے سنو مسیح دجال دائیں آنکھ سے کانا ہو گا اس کی آنکھ ایسے ہو گی جیسے پھولا ہوا انگور۔‘‘

۴۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

قال رسول الله ﷺ: الدجّال أعور العين اليسرىٰ جُفال الشعر معه جنّة ونار فناره جنّة وجنّته نار. [۳]

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الفتن وأشراط السّاعة، باب ذكر الدجال، ۴: ۲۲۴۸، رقم: ۲۹۳۳

۲۔ ترمذي، السنن، كتاب الفتن عن رسول الله ﷺ، باب ما جاء في قتل عيسىٰ بن مريم الدجال، ۴: ۵۱۶، رقم: ۲۲۴۵

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۲۷۶، رقم: ۱۳۹۵۵

(۲) مسلم، الصحيح، كتاب الإيمان، باب ذكر المسيح ابن مريم والمسيح الدجال، ۴: ۲۲۴۷، رقم: ۱۶۹

(۳) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الفتن وأشراط الساعة، باب ذكر الدجال وصفته وما معه، ۴: ۲۲۴۸، رقم: ۲۹۳۴

’’رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دجال بائیں آنکھ سے کانا ہوگا اور بال گھنے ہوں گے اس کے ساتھ جنت اور دوزخ ہوگی اس کی دوزخ حقیقت میں جنت ہے اور اس کی جنت (حقیقت میں) دوزخ ہے۔‘‘

۵۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

قال رسول الله ﷺ: يأتي الدّجال المدينة فيجد الملائكة يحرسونها فلا يدخلها الطاعون ولا الدّجال إن شاء الله.(۱)

’’رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دجال مدینہ طیبہ کے پاس آئے گا اور فرشتوں کو اس کی حفاظت کرتے ہوئے پائے گا۔ پس نہ تو طاعون (بیماری) مدینہ طیبہ میں آئے گی اور نہ ہی دجال۔‘‘

۶۔ حضرت ابو اُمامہ الباہلی سے مروی ایک طویل حدیث میں ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: دجال لوگوں سے کہے گا:

أنا نبي ولا نبي بعدي ثم يُثنّي فيقول: أنا ربكم.(۲)

’’میں نبی ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں پھر وہ دوبارہ کہے گا: میں تمہارا رب ہوں۔‘‘

مذکورہ بالا احادیث سے ثابت ہوا کہ دجال نبوت کا اور پھر خدائی کا دعویٰ کرے گا اس کے ساتھ جنت بھی ہوگی اور دوزخ بھی، سرزمینِ مدینہ منورہ پر اس کے ناپاک قدم

.... ۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۳۸۳، رقم: ۲۳۲۹۸

۳۔ نعيم بن حماد، الفتن، ۲: ۵۴۷، رقم: ۱۵۳۲

(۱) ترمذی، السنن، كتاب الفتن، باب ما جاء في الدجال لا يدخل المدينة، ۴: ۵۱۴، رقم: ۲۲۴۲

(۲) ابن ماجه، السنن، كتاب الفتن، باب فتنة الدجال وخروج عيسى ابن مريم، ۲: ۱۳۶۰، رقم: ۴۰۷۷

نہیں لگیں گے، نیز یہ کہ دجال کانا ہوگا۔ ایک روایت کے مطابق دائیں آنکھ سے کانا ہوگا اور ایک روایت کے مطابق بائیں آنکھ سے، یہاں یہ امر پیشِ نظر رہے کہ آپ ﷺ کی اُمت میں فقط ایک نہیں بلکہ تیس دجال پیدا ہوں گے ان میں سے جو دجال اکبر ہوگا، وہ دائیں آنکھ سے کانا ہوگا، سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اسے قتل کریں گے باقی سب چھوٹے دجال ہوں گے۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

لا تقوم السّاعة حتّٰی يبعث دجّالون كذّابون قريب من ثلاثين كلهم يزعم أنّه رسول الله. (۱)

''قیامت اُس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک جھوٹے دجالوں کو نہ بھیج دیا جائے جو تیس کے قریب ہوں گے۔ ان میں سے ہر ایک کا یہ دعویٰ ہوگا کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔''

مذکورہ بالا احادیث سے یہ امر ثابت شدہ ہے کہ مسیح ابن مریم علیہما السّلام اور مسیح دجال قربِ قیامت ایک ہی زمانہ میں ہوں گے۔ مسیح دجال، مسیح ابن مریم علیہما السّلام کے ہاتھوں قتل ہوکر جہنم واصل ہوگا۔ مرزا غلام احمد قادیانی کا مسیح موعود ہونے کا دعویٰ باطل ہے کیونکہ مرزا صاحب میں مسیح ابن مریم علیہما السّلام کی علامات میں سے کوئی ایک علامت بھی نہیں پائی گئی اور نہ مرزا صاحب کے زمانے میں اس دجال کا ظہور ہی ہوا جس کا ذکر احادیث میں ملتا ہے۔ البتہ مرزا صاحب کا شمار ان تیس دجالوں میں ممکن ہے جن کے فتنے سے حضور نبی اکرم ﷺ نے اُمت کو خبردار فرمایا ہے۔

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الفتن وأشراط الساعة، باب لا تقوم الساعة حتى يمر الرجل بقبر الرجل، ۴: ۲۲۳۹، رقم: ۲۹۲۳

۲۔ ترمذي، السنن، كتاب الفتن عن رسول الله ﷺ، باب ما جاء لا تقوم الساعة حتى يخرج كذابون، ۴: ۴۹۸، رقم: ۲۲۱۸

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۲۳۶، رقم: ۷۲۲۷

۴۔ طبراني، المعجم الصغير، ۲: ۱۸۲، رقم: ۹۹۳

باب سوُم

مسئلہ ولادتِ اِمام مہدی علیہ السلام

ولادتِ امام مہدی علیہ السلام کا موضوع اگرچہ براہِ راست ختمِ نبوت سے متعلق نہیں، مگر چونکہ مرزا غلام احمد قادیانی نے دعویٰ نبوت سے پہلے امام مہدی ہونے کا بھی دعویٰ کیا اور بعض دیگر گمراہانِ اُمت کی طرف سے بھی اس قسم کے دعوے کیے گئے اور آئے روز ہوتے رہتے ہیں، اِس لیے ہم نے ضروری خیال کیا کہ اس عقیدہ کو احادیث کی روشنی میں بیان کر دیا جائے تاکہ مرزا صاحب کے دعویٰ مہدیّت کا ردّ بھی ہو اور آئندہ مدعیان مہدیّت کا علمی سطح پر سد باب بھی ہو سکے۔

ہر زمانے کا ایک مخصوص امام ہے اور کوئی دور ایسا نہیں جس میں اُمتِ مسلمہ کا کوئی امام نہ ہو۔ امام کی اہمیت کے باب میں کوئی کلام نہیں جیسا کہ قرآنِ حکیم میں واضح طور پر ارشاد ہوا ہے:

يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ أُنَاسٍۢ بِإِمَامِهِمْ. (۱)

''وہ دن (یاد کریں) جب ہم لوگوں کے ہر طبقے کو اُن کے امام (پیشوا) کے ساتھ بلائیں گے۔''

امام کے بارے میں حضور نبی اکرم ﷺ کی ایک معروف حدیث ہے:

عن معاوية قال: قال رسول الله ﷺ: من مات وليس له إمام مات ميتة جاهلية. (۲)

---

(۱) بنی اسرائیل، ۱۷: ۷۱

(۲) ۱۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۰: ۴۳۴، رقم: ۴۵۷۳

۲۔ طبراني، المعجم الأوسط، ٦: ٧٠، رقم: ۵۸۲۰

’’حضرت معاویہ رضي الله عنه سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص بغیر کسی امام (کی معرفت) کے اس دنیا سے رخصت ہو گیا اس کی موت جاہلیت کی موت ہوگی۔‘‘

اس سلسلہ کے پہلے امام حضرت علی کرّم الله وجهه فاتح باب ولایت ہیں یعنی ولایت کا سلسلہ ان کی ذاتِ گرامی سے شروع ہوا اور حضرت مہدی علیہ السلام آخری امام ہوں گے یعنی ان پر امامت ختم ہو جائے گی۔

ظہورِ امام مہدی علیہ السلام قیامت کی علاماتِ کبریٰ میں سے ہے

انعقادِ قیامت جو کہ اس دنیائے فانی کے خاتمے اور انسانی اعمال کے محاسبے کا نام ہے امرِ حق ہے اور اس پر ایمان نہ رکھنے والا مسلمان نہیں ہے۔ قیامت کا قائم ہونا تو برحق ہے لیکن یہ قائم کب ہوگی؟ اس بات کو اللہ رب العزت نے اپنے اور اپنے نبی آخر الزماں ﷺ کے درمیان راز رکھا ہے۔ تاہم اس کے ساتھ ساتھ اس کی چند نشانیاں بھی مقرر فرما دیں تاکہ ان کو دیکھ کر اہلِ ایمان یہ جان لیں کہ اب انعقادِ قیامت کا وقت قریب ہے۔ اللہ رب العزت نے قیامت کی نشانیوں کا ذکر قرآن مجید کی اِس آیتِ مبارکہ میں یوں فرمایا ہے:

فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً ۚ فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَآئَتْهُمْ ذِكْرٰهُمْ ○ (۱)

’’تو اب یہ (منکر) لوگ صرف قیامت ہی کا انتظار کر رہے ہیں کہ وہ ان پر اچانک آ پہنچے؟ سو واقعی اس کی نشانیاں (قریب) آ پہنچی ہیں، پھر انہیں ان کی نصیحت کہاں (مفید) ہوگی جب (خود) قیامت (ہی) آ پہنچے گی○‘‘

قیامت کی وہ علامات جن کا ظہور قیامت کے انتہائی قریبی زمانے میں ہوگا اور

---

(۱) محمد، ۴۷: ۱۸

جن کے ظہور کے بعد قیامت یک لخت واقع ہو جائے گی ان علامات کو قیامت کی علاماتِ کبریٰ کا نام دیا جاتا ہے۔ یہ قیامت کے انتہائی قریبی زمانہ میں واقع ہوں گی اور ان کا ظہور پے در پے ہو گا۔ اُن کے ظہور کی یہ نشانی ہو گی کہ یہ ایک دوسرے کے ساتھ باہم منسلک ہو کر ظہور پذیر ہوں گی۔ اُن کے بارے میں کوئی واضح رہنمائی تو نہیں ملتی کہ یہ کب ظہور پذیر ہوں گی لیکن احادیثِ مبارکہ میں اُن کے زمانۂ ظہور کا اشارہ ضرور دیا گیا ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے قیامت کی علاماتِ کبریٰ کے زمانۂ ظہور کا ذکر اپنے ایک فرمان مبارکہ میں یوں کیا ہے:

عن أبي قتادة قال: قال رسول الله ﷺ الآيات بعد المائتين. [1]

”حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کی نشانیاں (کسی بھی ہزارویں سال کی) دوسری صدی ختم ہونے کے بعد ظاہر ہوں گی۔“

اِس کا مفہوم یہ ہے کہ قیامت کی علاماتِ کبریٰ جن کی تعداد دس ہے جب بھی ظاہر ہونا شروع ہوں گی وہ وقت کسی بھی ہزارویں سال کے شروع ہونے کے بعد پہلی دو صدیوں کے اختتام پر آئے گا۔ یعنی ہزارواں سال کوئی بھی ہو سکتا ہے خواہ وہ کئی ہزار برس کے بعد آئے یا لاکھوں برس کے بعد، اس امر کا تعین نہیں کیا گیا۔ جیسا کہ اب سن ہجری کا دوسرا ہزارواں برس شروع ہے مثلاً اس وقت ۱۴۲۹ھ سن ہجری ہے۔ گویا سن ہجری کو شروع ہوئے پہلا ہزارواں سال ختم ہو چکا ہے، اس پر مزید چار صدیاں بھی بیت چکی ہیں اور ۲۸ سال اگلی صدی کے بھی گزر چکے ہیں، اب پندرہویں صدی ہجری جاری ہے۔ ”**بعد المائتین**“ کا معنی یہ ہوا کہ جس طرح پہلا ہزارواں سال ختم ہو چکا ہے اور اس کی پانچویں

---

(۱) ۱۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الفتن، باب الآيات، ۲: ۱۳۴۸، رقم: ۴۰۵۷
۲۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۴۷۵، رقم: ۸۳۱۹
۳۔ دیلمي، الفردوس بمأثور الخطاب، ۱: ۱۲۵، رقم: ۴۴۳

صدی جاری ہے۔ اسی طرح قیامت کی علامات کبریٰ کے ظہور کا زمانہ جب بھی شروع ہو گا اس کی ترتیب زمانی اور وقوع کی صورت یوں ہوگی کہ کسی زمانہ میں حسبِ سابق نیا ہزارواں سال شروع ہو کر اس کی پہلی دو صدیاں ختم ہو چکی ہوں گی اور اس ہزارویں برس کی تیسری صدی کی ابتداء ہو گی جب ظہورِ علامات کا آغاز ہو گا۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ علاماتِ کبریٰ میں سے پہلی علامت امام مہدی علیہ السلام کی آمد ہے، حضرت امام مہدی علیہ السلام اُمتِ محمدی کے آخری مجدد ہوں گے بلکہ وہ مجددِ اعظم ہوں گے اور حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میری اُمت میں تجدیدِ دین کے لیے مجدد ہر صدی کے شروع میں آئے گا۔ مجدد کی پیدائش پچھلی صدی کے نصف آخر یا آخری تہائی میں ہوتی ہے اور نئی صدی کے آغاز پر وہ اپنا کام شروع کرنے کے لیے تیار ہوتا ہے۔ اس لیے امام مہدی علیہ السلام اُس ہزارویں سال کی دوسری صدی کے دورِ اواخر میں پیدا ہو چکے ہوں گے اور جوں ہی تیسری صدی (**بعد المائتین**) کا زمانہ شروع ہو گا تو آپ کا ظہور اور اعلان ہو جائے گا۔ یہ قیامت کی علاماتِ کبریٰ میں سے پہلی علامت ہو گی۔

ظہورِ امام مہدی علیہ السلام اُمت کا اجماعی عقیدہ ہے

اُمتِ مسلمہ کے اجماعی اور متفق علیہ عقائد میں سے ہے کہ امام مہدی علیہ السلام کا ظہور اخیر زمانہ میں حق ہے اس لیے اس پر اعتقاد رکھنا ضروری ہے۔ امام مہدی علیہ السلام کا ظہور احادیثِ صحیحہ متواترہ اور اجماعِ اُمت سے ثابت ہے، اگرچہ ان کے ظہور کے حوالے سے بعض تفصیلات اخبارِ احاد سے ثابت ہیں۔ عہدِ صحابہ و تابعین سے لے کر آج تک امام مہدی علیہ السلام کے ظہور کو شرق و غرب کے ہر طبقۂ فکر کے علماء و محققین، ہر قرن اور ہر زمانہ میں نقل کرتے چلے آئے ہیں جن میں ان تمام احادیث اور آثارِ صحابہ کو جمع کیا گیا ہے۔

آمدِ مہدی علیہ السلام کے حوالے سے کثیر تعداد میں ائمہ حدیث نے اس موضوع پر روایت کی جانے والی احادیث کو متواتر کہا ہے۔ واضح رہے کہ متواتر احادیث کو ماننا واجب

کا درجہ رکھتا ہے اور ان پر ایمان نہ رکھنا گمراہی کی دلیل ہے۔ظہورِ امام مہدی علیہ السلام کے باب میں مروی احادیث کو بیان کرنے والے ائمہ میں امام قرطبی، امام ابن قیم جوزی، امام ابن حجر عسقلانی، امام سخاوی، امام جلال الدین سیوطی، امام ابن حجر مکی، ملا علی قاری، امام زرقانی، امام قسطلانی اور امام برزنجی رحمھم اللہ کے اسماء گرامی قابل ذکر ہیں۔ علاوہ ازیں جن ائمہ نے ان حدیث متواترہ سے استنباط کیا ہے ان میں امام سفیان ثوری، امام ابن حبان، امام بیہقی، امام ابو القاسم السہیلی، امام ابو عبداللہ القرطبی، امام ابن تیمیہ، امام ابن القیم جوزی، امام ابن کثیر، امام جلال الدین سیوطی، امام بن حجر مکی رحمھم اللہ شامل ہیں۔

اس سے یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ آمدِ امام مہدی علیہ السلام کا عقیدہ خالصتاً اسلامی عقیدہ ہے۔

ظہورِ امام مہدی علیہ السلام پر ائمہ حدیث کی تصانیف

ظہورِ امام مہدی علیہ السلام کے عقیدہ سے متعلق بہت سے ثقہ آئمہ حدیث نے اپنی تصانیف میں احادیث کی تخریج کی ہے۔ ذیل میں ایسی چند منتخب کتب کی فہرست عام استفادہ کے لیے پیش کی جا رہی ہے۔ اس سے اس امر کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ آئمہ ومحدثین وعلمائے ملت کے نزدیک اس عقیدہ کی کتنی اہمیت ہے؟ ترتیبِ زمانی کے ساتھ فہرست کتب ملاحظہ ہو:

۱۔ عبد الرزاق بن ہمام (م ۲۱۱)، المصنف

۲۔ ابن ماجہ (م ۲۷۳)، السنن

۳۔ ابو داود (م ۲۷۵)، السنن

۴۔ ابو عیسیٰ ترمذی (م ۲۹۷)، السنن

۵۔ مقدسی (م ۳۵۵)، البدء والتاریخ

۶۔ طبرانی (م ۳۸۸)، المعجم الکبیر

۷۔ ابوسلیمان الخطابی (م ۳۸۸)، معالم السنن

۸۔ بغوی (م۵۱۰)، مصابیح السنة

۹۔ ابن اثیر جزری (م ۶۰۶)، جامع الأصول

۱۰۔ محی الدین ابن عربی (م ۶۳۸)، الفتوحات المکیة

۱۱۔ ابن طلحہ شافعی (م۶۵۲)، مطالب السؤل

۱۲۔ ابن جوزی (۶۵۴)، تذکرة خواص الأمة

۱۳۔ عبدالحمید بن ابی الحدید (م ۶۵۵)، شرح نهج البلاغة

۱۴۔ منذری (م ۶۵۶)، مختصر سنن أبی داود

۱۵۔ محمد بن ابی بکر قرطبی (م ۶۷۱)، التذکرة

۱۶۔ ابن خلکان (م ۶۸۹)، وفیات الأعیان

۱۷۔ محبّ الدین طبری (م۶۹۴)، ذخائر العقبی

۱۸۔ حموئی خراسانی (م۷۳۲)، فرائد السمطین

۱۹۔ خطیب تبریزی (م ۷۳۷)، مشکاة المصابیح

۲۰۔ سراج الدین ابن الوردی (م ۷۴۹)، خریدة العجائب

۲۱۔ ابن قیم جوزیہ حنبلی (م ۷۵۱)، المنار المنیف

۲۲۔ ابن کثیر دمشقی (م۷۷۴)، الفتن والملاحم

۲۳۔ سید علی ہمدانی (م ۸۷۶)، مودة القربی

۲۴۔ سعد الدین تفتازانی (م۷۹۳)، شرح المقاصد

۲۵۔ نور الدین ہیثمی الشافعی (م ۸۰۷)، مجمع الزوائد

۲۶۔ نور الدین ہیثمی الشافعی (م ۸۰۷)، موارد الظمآن

۲۷۔ ابن الصباغ مالکی (م ۸۵۵)، الفصول المهمة

۲۸۔ سیوطی شافعی، العرف الوردی

۲۹۔ ابن طولون دمشقی (م۹۵۳)، الائمة الإثني عشر

۳۰۔ عبدالوہاب شعرانی (م۹۷۳)، الیواقیت والجواهر

۳۱۔ احمد بن حجر ہیتمی (م۹۷۴)، الصواعق المحرقة

۳۲۔ احمد بن حجر ہیتمی (م۹۷۴)، الفتاوی الحديثية

۳۳۔ علاء الدین متقی ہندی (م ۹۷۵)، کنز العمال

۳۴۔ احمد الدمشقی قرمانی (م ۱۰۰۸)، أخبار الدول وآثار الأول

۳۵۔ ملاعلی قاری حنفی (م۱۰۱۴)، مرقاة المفاتيح شرح مشكوٰة المصابيح

۳۶۔ محمد بن عبدالرسول برزنجی (م۱۱۰۳)، الاشاعة من أشراط الساعة

۳۷۔ احمد بن علی منینی (م۱۱۷۳)، فتح المنان شرح الفوز والأمان

۳۸۔ شمس الدین سفارینی (م ۱۱۸۸)، لوائح الأنوار الإلهية

۳۹۔ محمد الصبان شافعی (م ۱۲۰۶)، اسعاف الراغبين

۴۰۔ سید مؤمن شبلنجی (م۱۲۹۰)، نور الابصار

۴۱۔ عبدالرؤف مناوی (م ۱۳۰۱)، فيض القدير شرح الجامع الصغير

۴۲۔ شیخ حسن خمراوی مصری (م ۱۳۰۳)، مشارق الأنوار

۴۳۔ سید محمد صدیق قنوجی (م ۱۳۰۷)، الإذاعة لما كان وما يكون

۴۴۔ شھاب الدین حلوانی (م ۱۳۰۸)، القطر الشهدی فی اوصاف المهدی

۴۵۔ محمد البلبیسی شافعی (م ۱۳۰۸)، العطر الوردی فی شرح القطر

۴۶۔ خیر الدین الوسی حنفی (م ۱۳۱۷)، غالية المواعظ

۴۷۔ شمس الحق العظیم آبادی (المتولد ۱۲۷۳)، عون المعبود شرح سنن ابو داود

۴۸۔ محمد بن جعفر کتانی (م ۱۳۴۵)، نظم المتناثر

۴۹۔ محمد عبدالرحمٰن مبارکپوری (م ۱۳۵۴)، تحفة الأحوذی

۵۰۔ شیخ الأزھر محمد الخضر حسین (م ۱۳۷۷)، نظرة فی أحاديث المهدی

۵۱۔ شیخ منصور علی ناصف (م ۱۳۷۱)، التاج الجامع للاصول

۵۲۔ احمد بن صدیق مغربی (م ۱۳۸۰)، ابراز الوهم المكنون [1]

ان ائمہ و محدثین کے علاوہ بھی اہلِ علم کی کثیر تعداد نے اس موضوع پر اپنی تحقیق پیش کی ہے۔

اِمام مہدی کے مسئلے پر تمام مذاہب اور مکاتبِ فکر کا اِجماع

یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ آمدِ امام مہدی علیہ السلام کے عقیدے پر ہر دور میں اُمت کا اجماع رہا ہے۔ یہ مسئلہ کبھی بھی صحابہ، تابعین، تبع تابعین کے ادوار میں ائمہ، فقہاء، مجتہدین، علماء و صوفیاء کے درمیان مختلف فیہ نہیں رہا۔ تمام مکاتبِ فکر و مذاہب کے ہاں اس مسئلے پر ہمیشہ اتفاق ہی رہا ہے۔ اہلِ تشیع اور اہل سنت کے درمیان صرف ایک نکتے پر

(۱) مہدی الفقیہ ایمانی، الإمام المهدی عند أهل السنة، المحتويات

اختلاف ہے کہ اہل تشیع کے عقیدے کے مطابق امام مہدی علیہ السلام پیدا ہونے کے بعد غائب ہو گئے اور ان کا دوبارہ ظہور قرب قیامت کے وقت ہو گا جبکہ اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ ابھی پیدا نہیں ہوئے اور ان کی ولادت ہونی ہے۔ اس اختلاف کے علاوہ اُمت میں ان کی آمد اور مقام و مرتبہ کے حوالے سے اور کوئی اختلاف نہیں۔ اہل سنت اور اہل تشیع کی کتب میں یہ اختلاف دیکھا جاسکتا ہے۔

آمدِ امام مہدی علیہ السلام کا حوالہ قران حکیم کے تناظر میں

اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ یُّذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰی فِیْ خَرَابِهَاط اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ یَّدْخُلُوْهَا اِلَّا خَآئِفِیْنَط لَهُمْ فِی الدُّنْیَا خِزْیٌ وَّلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌo[1]

’’اور اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہو گا جو اللہ کی مسجدوں میں اُس کے نام کا ذکر کیے جانے سے روک دے اور اُنہیں ویران کرنے کی کوشش کرے انہیں ایسا کرنا مناسب نہ تھا (بلکہ ان کو تو یہ چاہیے تھا) کہ مسجدوں میں (اللہ سے) ڈرتے ہوئے داخل ہوتے، ان کے لیے دنیا میں بھی ذلت ہے اور ان کے لیے آخرت میں (بھی) بڑا عذاب ہےo‘‘

مذکورہ آیہ مبارکہ میں عمومی اطلاق اُمت کے لوگوں کے لیے ہے لیکن تاریخی شانِ نزول کے اعتبار سے مشہور تابعی امام سُدّی (شاگرد حضرت عبد اللہ بن عباسؓ) روایت کرتے ہیں کہ ان سے مراد پرانے وقت کے رومی لوگ ہیں کہ جب بخت نصر غالب آیا تھا تو اس نے اللہ کے گھروں کو ویران کر دیا اور اللہ کے نام کو بلند کرنا بند کروا دیا تھا۔ ان رومیوں نے اپنے غلبے کے دوران بیت المقدس کو ویران کیا تھا۔ اب یہ لوگ جب

(۱) البقرة، ۲: ۱۱۴

بھی بیت المقدس میں داخل ہوں گے تو خوفزدہ ہو کر اور گردنیں جھکاتے ہوئے داخل ہوں گے لیکن آج صورت حال یہ ہے کہ آج رومی نہ تو خائف ہیں اور نہ سر جھکائے ہوئے داخل ہوتے ہیں کیونکہ بیت المقدس تو یہودیوں کے قبضے میں ہے اور رومیوں پر تو پابندی ہی نہیں ہے بلکہ آج تو مسلمان سر جھکا کر داخل ہوتے ہیں اور ڈرتے پھرتے ہیں۔ امام ابن جریر طبری آیت کریمہ کے اس حصہ کے بارے میں امام سُدّی الکبیر سے روایت کرتے ہیں:

﴿لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ﴾ أما خزيهم في الدّنيا فإنّهم إذا قام المهدي وفتحت القسطنطينيه، قتلهم، فذالک الخزی.[1]

''﴿ان کے لیے دنیا میں بھی ذلت ہے﴾ دنیا میں ان کی ذلت اُس وقت ہوگی جب امام مہدی علیہ السلام تشریف لائیں گے اور قسطنطینیہ فتح ہوگا۔ امام مہدی انہیں ایک جنگ میں ہلاک کریں گے، پس یہ ان کی ذلت ہوگی۔''

ایک اور مقام پر اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ فِي الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا○ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ ط وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا○ ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَاَمْدَدْنٰكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَجَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِيْرًا○ اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ قف وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا ط فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِيَسُوْٓءٗا وُجُوْهَكُمْ وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ لِيُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِيْرًا○[2]

''اور ہم نے کتاب میں بنی اسرائیل کو قطعی طور پر بتا دیا تھا کہ تم زمین میں دو

(۱) طبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، ۱: ۵۰۱

(۲) بنی اسرائیل، ۱۷: ۴۔۷

مرتبہ ضرور فساد کرو گے اور (اطاعتِ الٰہی سے) بڑی سرکشی برتو گے○ پھر جب ان دونوں میں سے پہلی مرتبہ کا وعدہ آ پہنچا تو ہم نے تم پر اپنے ایسے بندے مسلط کر دیئے جو سخت جنگجو تھے پھر وہ (تمہاری) تلاش میں (تمہارے) گھروں تک جا گھسے اور (یہ) وعدہ ضرور پورا ہونا ہی تھا○ پھر ہم نے اُن کے اوپر غلبہ کو تمہارے حق میں پلٹا دیا اور پھر ہم نے اموال و اولاد (کی کثرت) کے ذریعے تمہاری مدد فرمائی اور ہم نے تمہیں افرادی قوت میں (بھی) بڑھا دیا○ اگر تم بھلائی کرو گے تو اپنے (ہی) لیے بھلائی کرو گے اور اگر تم برائی کرو گے تو اپنی (ہی) جان کے لیے۔ پھر جب دوسرے وعدے کی گھڑی آئی (تو اور ظالموں کو تم پر مسلط کر دیا) تاکہ (مار مار کر تمہاری نافرمانیوں اور سرکشی کی سزا کے طور پر) تمہارے چہرے بگاڑ دیں اور تاکہ مسجد اقصیٰ میں (اسی طرح) داخل ہوں (غالب اور فاتح ہو کر) جیسے اس میں (حملہ آور) پہلی مرتبہ داخل ہوئے تھے اور تاکہ جس (مقام) پر غلبہ پائیں اس کو تباہ و برباد کر ڈالیں○‘‘

ان آیات میں بنی اسرائیل، یروشلم اور القدس کا ذکر کیا گیا ہے نیز بیت المقدس پر مختلف اوقات میں ہونے والے پے درپے حملوں کے ہونے اور اس کا فتح کیا جانا مذکور ہے۔

اس دوسرے وعدے کی گھڑی کی تعبیرات مفسرین نے مختلف کی ہیں۔ بعضوں نے اسے ماضی سے متعلق کیا ہے اور بعضوں نے اسے مستقبل سے متعلق کیا ہے اگر اسے ماضی سے تعبیر کریں تو یہی ترجمہ ہو گا کہ پھر جب دوسرے وعدے کی گھڑی آئی اگر مستقبل سے متعلق ہو تو مطلب ہو گا کہ جب دوسرے وعدے کی گھڑی آئے گی تو تم پر اوروں کو مسلط کر دیں گے۔ مستقبل کے لحاظ سے آیت مبارکہ کے معانی کریں تو قرآن مجید کی یہ آیت مبارکہ قرآن حکیم کے ان مضامین میں شامل ہے جو قرآنی پیشین گوئیاں کہلاتی ہیں۔ جن میں آئندہ پیش آنے والے واقعات کا ذکر موجود ہوتا ہے۔

پیشین گوئیاں قرآن پاک کے مضامین کا ایک باب ہیں۔ درج بالا آیت نمبر ۷

کی ائمہ تفسیر، صحابہ، تابعین اور اکابرین نے مختلف حوالوں سے تعبیرات، اطلاقات اور انطباقات بیان کیے ہیں۔ تمام تعبیرات اپنی جگہ پر صحیح اور درست ہیں اور ان میں سے ایک تعبیر امام ابن جریر طبری نے 'جامع البیان فی تفسیر القرآن' میں روایت کی ہے اور یہ روایت صحابیٔ رسول حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نیز اس روایت کو امام جلال الدین سیوطی نے اپنی تفسیر 'الدر المنثور' میں بھی بیان کیا ہے۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

فهذا من صنعة حُليّ بيت المقدس ويردّهُ المهدي إلى البيت المقدس، وهو ألف سفينة وسبع مائة سفينةٍ، يُرسي بها على يافا، حتّى تُنْقَلَ إلى بيت المقدس، وبها يجمع الله الأوّلين والآخرين. (۱)

''یہ بیت المقدس کے زیورات کی سرگزشت ہے، انہیں امام مہدی واپس بیت المقدس پہنچائیں گے۔ یہ زیورات سترہ سو بحری بیڑوں میں لدے ہوئے ہوں گے جنہیں یافا کے مقام پر لنگر انداز کیا جائے گا یہاں تک کہ انہیں بیت المقدس منتقل کر دیا جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ بیت المقدس میں ہی اوّلین و آخرین کو جمع فرمائے گا۔''

اس حدیثِ مبارکہ سے دو باتیں سامنے آتی ہیں:

۱۔ سیدنا امام مہدی علیہ السلام جب تشریف لائیں گے تو بیت المقدس (یروشلم) آخری بار آپ ہی کے ہاتھوں فتح ہوگا۔ آپ اپنی عالمی خلافت کا ہیڈ کوارٹر بیت المقدس کو بنائیں گے۔ آپ کا کل زمانۂ خلافت مقبول اور مختار روایات کے مطابق ۷ سے ۹ برس یا ۲۰ برس ہے۔ اس سے زائد کا ذکر بھی موجود ہے مگر یہ روایات مقبول اور مختار ہیں۔ اب ان دو مختار

---

(۱) ۱۔ طبری، جامع البيان في تفسير القرآن، ۱۵: ۲۲
۲۔ سیوطی، الدر المنثور، ۵: ۲۴۳

روایات کو جمع کیا جائے تو اس کی تطبیق یوں کی جا سکتی ہے کہ آپ مجموعی طور پر ۲۰ سال حکومت کریں گے اور ان ۲۰ سالوں میں سے ۷ یا ۹ سال کا عرصہ ایسا ہو گا جب آپ خلیفۃ اللہ فی الارض کے مرتبہ کو پہنچ جائیں گے، یعنی پوری زمین پر آپ کی حکومت ہو گی۔ روئے زمین پر سلطنتِ اسلامیہ، خلافتِ الٰہیہ اور خلافتِ محمدیہ قائم ہو گی۔ اسلام، دنیا کی سپریم پاور کے طور پر سامنے آئے گا اور امام مہدی علیہ السلام اس خلافت و سلطنت کے خلیفہ و سربراہ ہوں گے۔ یہ خلافت ۷ سے ۹ برس قائم ہو گی اور ۲۰ میں سے پہلے ۱۳، ۱۴ سالوں میں عرب سے لے کر شام، قسطنطنیہ، روم اور یورپ آپ کی سلطنت میں آ جائے گا اور باقی سلطنتیں آپ بعد میں فتح کریں گے۔ ان کی فتح کے بعد عالمی خلافت قائم ہوگی جو کہ ۷ سے ۹ سال تک رہے گی۔

۲۔ دوسری بات اس حدیث سے یہ سامنے آتی ہے کہ بیت المقدس کی فتح کے وقت ۱۷۰۰ بحری بیڑے استعمال ہوں گے۔ حدیث کا یہ دوسرا حصہ ان لوگوں کے لیے غور و فکر کا متقاضی ہے جو امام مہدی علیہ السلام کے پیدا ہو چکنے کے دعویدار رہتے ہیں اور ہمیشہ اگلے ''دو، تین'' سالوں میں ان کے ظہور کا اعلان کرتے رہتے ہیں نیز ان کے ''عنقریب'' ظہور کے حوالے سے اُمت کے اندر ایسے خیالات کو پروان چڑھایا جاتا رہا ہے۔ عرب و عجم کے کئی علماء نے کئی مرتبہ اس خیال کو فروغ دیا ہے کہ امام مہدی علیہ السلام پیدا ہو چکے ہیں۔ راقم ایسے کئی علماء کو جانتا ہے جو پچھلے کئی سالوں سے بلا ناغہ حج پر جا رہے ہیں تا کہ امام مہدی علیہ السلام کے ہاتھ پر براہ راست بیعت کرنے والوں میں شامل ہو جائیں حتیٰ کہ کئی افراد یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ وہ ۱۹۶۰ء میں پیدا ہو چکے ہیں اور عنقریب ایک دو سالوں میں اعلان کرنے والے ہیں۔

یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ امام مہدی علیہ السلام کی حکومت معجزانہ طور پر خود بخود ہی وجود میں نہیں آ جائے گی، بلکہ دنیا کے واقعات پورے فطری عمل کے ساتھ اس طرح تبدیل ہوں گے کہ بالآخر ایک عالمگیر اسلامی حکومت کا قیام عمل میں آ جائے گا۔

حالات کا معروضی سطح پر جائزہ لیا جائے تو دنیا کے موجودہ حالات دور دور تک بھی اس تصور کا اشارہ نہیں دیتے۔ نیز سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا آج اُمتِ مسلمہ بیت المقدس کو فتح کرنے کے لیے ۱۷۰۰ بحری بیڑے جمع کرنے کے قریب آ گئی ہے......نہیں، اُمتِ مسلمہ کی اس حوالے سے صورتحال ابھی اس مقام پر نہیں پہنچی۔ امام مہدی علیہ السلام کی آمد میں بھی اتنا وقت درکار ہے کہ تغیراتِ زمانہ بڑی بڑی تبدیلیاں لانے کا باعث بنے گا۔ بڑی بڑی طاقتیں اس وقت تک تاخت و تاراج ہو چکی ہوں گی عالمی سطح پر موجودہ طاقت کا توازن ٹوٹے گا۔ عالمی طاقت کے توازن میں دور رس تبدیلیاں رونما ہوں گی اور ایک عالمگیر خلافتِ اسلامیہ کی تشکیلِ نو عمل میں آئے گی۔

احادیث کے ضخیم ذخیرہ میں تلاش بسیار کے باوجود آج کی سپر پاور کا کہیں بھی اشارہ یا ذکر نہیں ملتا اور نہ یہ پتا چلتا ہے کہ اس وقت کون لوگ عالمِ کفر کی طاقت ہوں گے۔ اس سے توفیقِ الٰہی اور فیضِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے یہ تصور اور گمان غالب ہے کہ موجودہ بڑی طاقت کا ذکر نہ ملنا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس زمانے کے آنے تک آج کی سپر طاقت مٹ چکی ہو گی اور دوسری طاقتیں امام مہدی علیہ السلام کے مد مقابل ہوں گی۔ احادیث کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت کی بڑی طاقت غالبًا یورپ ہو گا یعنی طاقت کا توازن اس کے پاس ہو گا اور یورپ کا دارالحکومت اس وقت روم ہوگا۔ جس طرح آج یورپ آپس میں متحد ہو رہا ہے اور بیلجیئم (Belgium) کے برسلز (Brussels) کو انہوں نے اس کے محل وقوع کی اہمیت کی وجہ سے اپنا دارالحکومت بنا رکھا ہے، ممکن ہے آنے والے وقتوں میں یورپ اپنا دارالحکومت روم کو بنا لے۔ پس امام مہدی علیہ السلام کی آمد کے وقت کا تعین کرنے کے لیے اس بات کو بھی ملحوظ خاطر رکھنا ہو گا کہ کیا عالمی حالات اس نہج پر پہنچ چکے ہیں اور بیت المقدس کی فتح کے لیے ۱۷۰۰ بحری بیڑے اس وقت اُمتِ مسلمہ کے پاس موجود ہیں اور اگر نہیں تو اس صورتحال اور ان عالمی حالات تک پہنچنے میں کتنا وقت درکار ہو گا؟

جب سیدنا امام مہدی علیہ السلام تشریف لائیں گے تو تین شخصیتیں بیک وقت ظہور پذیر ہوں گی:

۱۔ سیدنا امام مہدی علیہ السلام

۲۔ دجال

۳۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول

ذیل میں پہلے وارد ہونے والی شخصیت امام مہدی علیہ السلام کی ولادت کے احوال قدرے شرح و بسط کے ساتھ بیان کیے جا رہے ہیں:

سیدنا امام مہدی علیہ السلام کی ولادت و حلیہ

احادیث و روایات کے مطابق سیدنا امام مہدی علیہ السلام کی پیدائش مدینہ طیبہ میں اس وقت موجود ایک قصبہ قرعہ میں ہو گی اور ۳۰ سے ۴۰ سال کا عرصہ مدینہ طیبہ میں ہی گزاریں گے۔ بعد ازاں ایک حج کے موقع پر مکۃ المکرّمہ میں حجرِ اسود اور مقامِ ابراہیم کے درمیان آپ کے ہاتھ پر ۳۱۳ اکابرین اُمت بیعت کریں گے اور سات علماء اُمت پہلے بیعت کریں گے۔ حضرت امام مہدی علیہ السلام اِس اُمت کے مجددِ اعظم اور آخری مجدد ہوں گے۔

حضرت امام مہدی علیہ السلام کا نام محمد ہو گا، والد کا نام عبد اللہ اور والدہ کا نام آمنہ ہو گا، آپ حسنی حسینی سید ہوں گے۔ والد کی طرف سے حسینی اور والدہ کی طرف سے حسنی ہوں گے، حضرت فاطمہ کی اولاد سے ہوں گے، آپ کی داڑھی گھنی ہو گی، آپ کی دائیں گال میں ایک تل ہو گا، آپ کے کندھوں کے درمیان حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسم مبارک کی مہر ہو گی، اُوپر اُونی چادریں پہن رکھی ہوں گی، ہاتھ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلوار ہو گی، جوان ہوں گے، عمر ۳۰ سے ۴۰ سال کے درمیان ہو گی، درمیانہ قد، اکہرا جسم، سیاہ زلفیں،

بڑی سرمگیں آنکھیں، چہرہ سفید سرخی مائل، چمکتے ہوئے ستارے محسوس ہوں گے، شخصیت و حسن عربی، جسامت عجمی (شخصیت عرب وعجم کے خواص کی جامع)، چوڑی پیشانی، ناک اونچی، دانت آگے سے کھلے ہوں گے اور ان سے نور نکلے گا، سر پر عمامہ، کملی اوڑھے ہوئے ہوں گے۔

ظہورِ امام مہدی علیہ السلام سے قبل کے حالات

امام مہدی علیہ السلام کی آمد سے قبل زلزلے کثرت سے ہوں گے بعض اوقات ہم آج کل کے زلزلوں کو دیکھتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ شاید یہ وہی نشانی ہے جو آمدِ امام مہدی کی ہے۔ نہیں بلکہ یہ زلزلے تو ان زلزلوں کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث مبارکہ اس کی وضاحت کرتی ہے:

عن أم سلمة رضی اللہ عنہا قالت: سمعت رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يقول: يكون بعدي خسف بالمشرق وخسف بالمغرب وخسف في جزيرة العرب قلت: أيخسف بالأرض وفيها الصالحون؟ قال لها رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم إذا كثر أهلها الخبث. (۱)

''حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے بعد ایک خسف (وہ زلزلہ جس کے نتیجہ میں زمین دھنس جائے گی) مشرق میں ہوگا اور ایک زلزلہ مغرب میں اور ایک زلزلہ جزیرۂ عرب میں واقع ہوگا میں نے عرض کیا: کیا زمین دھنسا دی جائے گی درآں حال یہ کہ اس میں نیک لوگ ہوں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن سے فرمایا: جب اس کے رہنے والوں میں برائی زیادہ ہو جائے گی۔''

(۱) ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸: ۱۱

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تین بہت بڑے زلزلے زمین پر آئیں گے جس کے نتیجے میں زمین دھنس جائے گی، یہ زلزلے درج ذیل مقامات پر ہوں گے:

۱۔ کرۂ ارضی کے مشرق کی جانب

۲۔ کرۂ ارضی کے مغرب کی طرف

۳۔ سرزمین عرب پر

آپ علیہ السلام کے ظہور سے قبل سورج ایک خاص نشانی سے طلوع ہو گا اور یہ سورج کا مغرب سے طلوع ہونا نہیں بلکہ ایک اور نشانی ہو گی۔ مشرق کی طرف سے ایک بڑا روشن ستارہ بہت لمبی دم والا طلوع ہو گا، دنیا دیر تک اس کو دیکھے گی۔

امام مہدی علیہ السلام کی آمد سے قبل رمضان المبارک کی پہلی تاریخ کو سورج گرہن ہو گا اور ایک ہی رمضان میں دو بار چاند گرہن ہوں گے اور یہ واقعہ اس سے قبل کبھی نہیں ہوا ہو گا۔

جس سال حج کے موقع پر سیدنا امام مہدی علیہ السلام کا ظہور ہو گا اس حج پر منیٰ کے میدان میں بہت بڑی جنگ ہو گی، قبائل کے درمیان مقاتلہ سے بہت زیادہ خون خرابہ اور تباہی ہو گی۔ اس کے بعد لوگ اپنی پناہ گاہ ڈھونڈیں گے کہ کسی کے دامن میں پناہ مل جائے پس وہ پناہ گاہ حضرت امام مہدی علیہ السلام کو بنایا گیا ہے۔

جب حضرت امام مہدی علیہ السلام کا ظہور ہو گا تو سفیانی نامی ایک شخص جس کا تعلق بدبخت اور ملعون یزید کے قبیلے سے ہو گا وہ ملک شام کے علاقے میں بہت بڑا مقاتلہ کرے گا جو کوفہ اور عراق کی سرزمین تک بہت سارے شہروں کے تقریباً ایک لاکھ افراد کو قتل کر دے گا۔ بعد ازاں سفیانی سے بدلہ لینے کے لیے مشرق کی سرزمین سے (اور احادیث میں خراسان اور کوفہ کا لفظ آیا ہے) سیاہ رنگ کے جھنڈے لے کر لشکر نکلیں گے (حضور نبی اکرم ﷺ اکثر غزوات میں جو جھنڈا استعمال فرماتے اس کا رنگ بھی سیاہ ہوتا

تھا) اور جنگ کرتے کرتے آگے بڑھیں گے، اس لشکر کی قیادت بنو تمیم کا ایک شخص شعیب بن صالح التمیمی کر رہا ہوگا۔ یہ اکہرا بدن اور چھوٹی داڑھی والا جوان شخص ہوگا اور ملک شام سے بیت المقدس تک بہت سارے علاقے فتح کرلے گا۔

سفیانی کو امام مہدی علیہ السلام کے مدینہ سے مکہ آنے کی خبر ہوگی وہ ایک بہت بڑے لشکر کو آپ کو گرفتار کرنے کی غرض سے بھیجے گا۔ مکہ اور مدینہ کے درمیان مقام بیدآء (چٹیل میدان) پر زمین پھٹے گی اور اس کا سارا لشکر تباہ ہوجائے گا۔ بیسیوں احادیث میں امام مہدی علیہ السلام کے ظہور سے قبل مقام بیدآء پر زمین کے پھٹنے اور سفیانی لشکر کے تباہ ہونے کا ذکر موجود ہے۔ یہ واقعہ سن کر شام سے قافلے مکہ کی جانب چل پڑیں گے اور پوری دنیا سے ۴۰ ابدال اور سرزمینِ عراق کے کل اولیاء بھی مکہ کی جانب چل پڑیں گے اور مکہ میں حضرت امام مہدی علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کریں گے۔

امام مہدی علیہ السلام کے ایک بھائی ہوں گے جو ایک روایت کے مطابق باپ کی طرف سے ہوں گے اور دوسری روایت کے مطابق چچا زاد بھائی ہوں گے جنہیں ہاشمی کہا جائے گا۔ وہ بھی ایک لشکر لے کر چلیں گے اور یہ لشکر شعیب بن صالح التمیمی کے لشکر کے ساتھ مل کر دیگر قافلوں کے ہمراہ سیدنا امام مہدی علیہ السلام کے لشکر میں شامل ہو جائے گا اور ایک عظیم لشکر امام مہدی علیہ السلام کی قیادت میں سوئے شام اور قسطنطنیہ روانہ ہو جائے گا۔ عرب پر آپ کی حکومت قائم ہو جائے گی اور پھر عالمی خلافت قائم کرنے کے لیے قسطنطنیہ روانہ ہوں گے، اس وقت کا قسطنطنیہ آج کا استنبول ہے۔

امام مہدی علیہ السلام کے پیدا ہونے کے دعویدار ذرا غور کریں کہ ابھی تو ترکی مسلمانوں کے پاس ہے اور جب امام مہدی علیہ السلام ترکی فتح کریں گے تو گویا اس وقت کے حالات بدل چکے ہوں گے۔ قسطنطنیہ فتح کرنے کے بعد آپ القدس پر حملہ کرکے بیت المقدس فتح کریں گے۔ بعد ازاں بلاد روم فتح ہوں گے۔ بیت المقدس کو فتح کرلینے کے بعد آپ اپنی افواج ہند اور سندھ (پاکستان اور ہندوستان) کو فتح کرنے کے لیے بھیجیں گے۔

ان احادیث کو بیان کرنے کا مقصد اس بات کو واضح کرنا ہے کہ جب ہند و سند کی فتوحات، بیت المقدس اور قسطنطنیہ کی فتوحات، بلاد روم و یورپ کی فتوحات اور چائنہ کا فتح ہونا یہ سب امام مہدی علیہ السلام کے ہاتھوں عمل میں آئے گا تو وہ احباب جو امام مہدی علیہ السلام کو اگلے ۳/۴ سالوں میں سامنے لانا چاہتے ہیں اُن کے لیے سوچنے کا مقام ہے کہ کیا وہ وقت آ چکا ہے؟ کیا حالات اتنے سازگار ہوگئے ہیں؟ کیا عالمی طاقتوں کی طاقت کا توازن بکھر کر ایک نیا طاقت کا توازن تشکیل پذیر ہو چکا ہے؟

بیت المقدس کی فتح

حضرت امام مہدی علیہ السلام بیت المقدس کو فتح کریں گے۔ حدیث مبارکہ میں اس فتح کی پیشین گوئی کا تذکرہ بھی موجود ہے۔

عن أبي هريرة، عن رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أنّه قال: يَخْرُجُ مِنْ خُرَاسَان راياتٌ سُودٌ، لَا يُرُدُّهَا شيءٌ حَتَّى تُنْصَبَ بإِيْلِياءَ.[1]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خراسان سے کالے جھنڈے نکلیں گے جنہیں کوئی بھی چیز نہ روک سکے گی یہاں تک کہ وہ بیت المقدس میں نصب کیے جائیں گے۔''

بیت المقدس کی فتح کے بعد چین بھی فتح ہو گا۔ امام ابن حجر مکی نے 'القول المختصر' میں بیان کیا ہے کہ چین بھی اُنہی غزوات کے دوران فتح ہو گا۔

فتحِ قسطنطنیہ اور غزوۂ ہند کا پس منظر

روایات میں ہے کہ قسطنطنیہ کی فتح کے لیے امام مہدی علیہ السلام لشکر روانہ کریں گے تو اس میں ایک لاکھ افراد مارے جائیں گے۔ یہ جنگ آپ علیہ السلام کے زمانے میں ہو گی

(۱) أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۳۶۵، رقم: ۸۷۷۵

مگر آپ خود شریک نہ ہوں گے بلکہ آپ کا لشکر جنگ کرے گا۔ ابتدائی فتح کے دوران یہ خبر ملے گی کہ دجال نکل آیا ہے۔ اس خبر کو سننے کے بعد تمام لوگ امام مہدی علیہ السلام کی مدد کے لیے واپس پہنچ جائیں گے لیکن یہ خبر جھوٹی ہوگی اور صورتحال مختلف ہو گی۔ سیدنا امام مہدی علیہ السلام تمام لشکر اور افواج کو لے کر بلاد شام و روم کی فتوحات کے لیے بڑھیں گے جب آپ قسطنطنیہ کی طرف پیش قدمی کریں گے اس وقت آپ کے لشکر میں ۷۰ ہزار افراد شامل ہوں گے۔ پہلے معرکہ میں ۴۰ ہزار افراد مارے جائیں گے دوبارہ جب سیدنا امام مہدی علیہ السلام قیادت کر کے جنگ کریں گے تو یہ جنگ عالمی جنگ بن جائے گی۔ اس عالمی جنگ میں ٦ لاکھ افراد مارے جائیں گے اور امام مہدی کو فتح نصیب ہو گی۔ اس جنگ کی پیشین گوئی بھی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرما دی تھی:

عن معاذ بن جبل عن النبيّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال: الملحمة العظمى وفتح القُسطَنطِينِيَّةِ وخروج الدجال في سبعة أشهر. [۱]

''حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جنگ عظیم، قسطنطنیہ کی فتح، دجال کا نکلنا یہ تینوں واقعات اکٹھے ۷ ماہ کے اندر ظہور پذیر ہوں گے۔''

عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ عن النبيّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال: الملحمة الكبرىٰ وفتح القُسطُنطِينِيَّة وخروج الدجال في سبعة أشهر. [۲]

''حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جنگ عظیم، قسطنطنیہ کی فتح، دجال کا نکلنا یہ تینوں واقعات اکٹھے ۷ ماہ کے اندر ظہور پذیر ہوں گے۔''

(۱) ترمذی، السنن، کتاب الفتن، باب ما جاء في علامات خروج الدجال، ۴: ۵۰۹، رقم: ۲۲۳۸

(۲) ابن ماجه، السنن، کتاب الفتن، باب الملاحم، ۲: ۱۳۷۰، رقم: ۴۰۸۲

دیگر احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ امام مہدی علیہ السلام کے ظہور اور آپ کی بیعت سے لے کر بیت المقدس کی فتح تک ۶ سال لگیں گے۔ قسطنطنیہ کی فتح کے بعد اس زمانے میں بیت المقدس کی فتح ہو جائے گی اور ساتویں سال میں دجال نکلے گا۔ گویا جب امام مہدی علیہ السلام کا تخت پر پہلا سال ہو گا تب دجال آئے گا۔

امام مہدی علیہ السلام کی عمر ظہور کے وقت تقریباً ۴۰ سال ہو گی اور اس کے بعد ۴۰ سال مزید امام مہدی علیہ السلام زندہ رہیں گے۔ گویا آپ کی عمر مبارک ۸۰ برس ہو گی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی نزول کے بعد ۴۰ سال زندہ رہیں گے۔ اس طرح دجال بھی ظاہر ہونے کے بعد ۴۰ سال تک رہے گا لیکن چونکہ اس کا ظہور امام مہدی علیہ السلام کے ظہور سے پہلے ہو چکا ہو گا اِس لیے اس کے ۴۰ سال امام مہدی علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے مکمل ہو چکے ہوں گے اس لیے وہ ان کے ہاتھوں قتل ہو جائے گا۔

سیدنا امام مہدی علیہ السلام کی وفات کے بعد منصور نامی شخص کو خلیفہ بنایا جائے گا اور وہ ۲۱ سال حکومت کرے گا اس کے بعد ہشام المہدی کی حکومت ہو گی وہ ۳ سال ۴ ماہ اور ۱۰ دن حکومت کرے گا۔

خاتمِ سلسلۂ ولایت امام مہدی علیہ السلام

اُمتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں فیضِ ولایت کا منبع و سرچشمہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں، گویا آپ فاتح ولایت یعنی باب ولایت کھولنے والے ہیں اور یہ سلسلہ ولایت کبریٰ بارہ ائمہ اہل بیت میں ایک مقررہ ترتیب سے چلایا جائے گا جن کے آخری فرد سیدنا امام محمد مہدی علیہ السلام ہوں گے۔ جس طرح سیدنا مولا علی رضی اللہ عنہ اُمتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں فاتح ولایت کے درجے پر فائز ہوئے اسی طرح سیدنا امام مہدی علیہ السلام قربِ قیامت کے زمانے میں خاتم ولایت کے درجے پر فائز ہوں گے۔

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ نے اپنے مکتوبات میں اس موضوع کے

حوالے سے جو بیان فرمایا ہے ہم اسے ذیل میں من وعن درج کر رہے ہیں:

و راهی است که بقربِ ولایت تعلق دارد: اقطاب و اوتاد و بدلا و نجباء و عامۂ اولیاء اللّٰه، بهمین راه واصل اندراه سلوك عبارت ازین راه است بلکه جذبۂ متعارفه، نیز داخل همین است و توسط و حیلولت درین راه کائن است و پیشوای، و اصلان این راه و سر گروه اینها و منبع فیض این بزرگواران: حضرت علی مرتضی است کرم اللّٰه تعالیٰ وجہہ الکریم، و این منصب عظیم الشان بایشان تعلق دارد درینمقام گوئیا هر دو قدم مبارك آنسرور علیہ و علیٰ آلہ الصلوۃ و السلام برفرق مبارك اوست کرم اللّٰه تعالیٰ وجہہ حضرت فاطمه و حضرات حسنین رضی اللّٰه عنہم درینمقام با ایشان شریکند، انکارم که حضرت امیر قبل از نشاءه عنصرے نیز ملاذ این مقام بوده اند، چنانچه بعد از نشاءه عنصرے و هرکرا فیض و هدایت ازین راه میر سید بتوسط ایشان میر سید چه ایشان نزد نقطه منتهائے این راه و مرکز این مقام بایشان تعلق دارد، و چون دوره حضرت امیر تمام شُد این منصب عظیم القدر بحضرات حسنین ترتیبا مفوض و مسلم گشت، و بعد از ایشان بهریکے از ائمه اثنا عشر علے الترتیب و التفصیل قرار گرفت و در اعصاراین بزرگواران و همچنیں بعد از ارتحال ایشان هر کرا فیض و هدایت میرسید بتوسط این بزرگواران بوده و بحیلولة

ایشانان هرچند اقطاب و نجبای وقت بوده باشند و ملاذ وملجاء همه ایشان بوده اند چه اطراف را غیر از لحوق بمرکز چارہ نیست۔(۱)

''اور ایک راہ وہ ہے جو قربِ وِلایت سے تعلق رکھتی ہے: اقطاب و اوتاد اور ابدال اور نجباء اور عام اولیاء اللہ اِسی راہ سے واصل ہیں، اور راہِ سلوک اِسی راہ سے عبارت ہے، بلکہ متعارف جذبہ بھی اسی میں داخل ہے، اور اس راہ میں توسط ثابت ہے اور اس راہ کے واصلین کے پیشوا اور اُن کے سردار اور اُن کے بزرگوں کے منبعِ فیض حضرت علی المرتضٰی کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الکریم ہیں، اور یہ عظیم الشان منصب اُن سے تعلق رکھتا ہے۔ اس راہ میں گویا رسول اللہ ﷺ کے دونوں قدم مبارک حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مبارک سر پر ہیں اور حضرت فاطمہ اور حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہم اِس مقام میں اُن کے ساتھ شریک ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ (سیدنا علی) اپنی جسدی پیدائش سے پہلے بھی اس مقام کے ملجا و ماویٰ تھے، جیسا کہ آپ رضی اللہ عنہ جسدی پیدائش کے بعد ہیں اور جسے بھی فیض و ہدایت اس راہ سے پہنچی ان کے ذریعے سے پہنچی، کیونکہ وہ اس راہ کے آخری نقطہ کے نزدیک ہیں اور اس مقام کا مرکز ان سے تعلق رکھتا ہے، اور جب حضرت امیر رضی اللہ عنہ (سیدنا علی) کا دور ختم ہوا تو یہ عظیم القدر منصب ترتیب وار حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کو سپرد ہوا اور ان کے بعد وہی منصب ائمہ اثنا عشرہ میں سے ہر ایک کو ترتیب وار اور تفصیل سے تفویض ہوا، اور ان بزرگوں کے زمانہ میں اور اِسی طرح ان کے انتقال کے بعد جس کسی کو بھی فیض اور ہدایت پہنچی ہے انہی بزرگوں کے ذریعہ پہنچی ہے، اگرچہ اقطاب و نجبائے وقت ہی کیوں نہ ہوں اور سب کے ملجا و ماویٰ یہی بزرگ ہیں کیونکہ اطراف کو

(۱) امام ربانی مجدّد الف ثانی، مکتوبات، ۳: ۲۵۱، ۲۵۲، مکتوب نمبر: ۱۲۳

اپنے مرکز کے ساتھ الحاق کیے بغیر چارہ نہیں ہے۔‘‘

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے بیان سے مترشح ہوا کہ امام مہدی علیہ السلام منصبِ ولایت میں حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام کے ساتھ شریک کار ہوں گے۔ اس طرح مرتبہ ولایت کے حامل سب سے پہلے امام برحق مولا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ مقرر ہوئے اور ولایت کا یہ سلسلہ اہلِ بیت اور آل اطہار میں ائمہ اثنا عشر (بارہ اماموں) میں جاری ہوا اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا تا آنکہ اُمتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آخری امام برحق جو بارہویں امام ہوں گے سیدنا امام مہدی علیہ السلام ہیں اور وہ آخری خلیفہ بھی ہوں گے۔ ان کی ذاتِ اقدس میں ظاہر و باطن کے دونوں راستے جو پہلے جدا جدا تھے اس طرح مجتمع کر دیئے جائیں گے کہ بیک وقت ولایت اور خلافت کے دونوں مرتبے ان پر ختم کر دیئے گئے۔ سو اس بات پر اُمت کا اجماع ہے کہ امام مہدی علیہ السلام کا منکر دین کی ظاہری اور باطنی خلافتوں کا منکر ہو گا۔ امام مہدی علیہ السلام کا ظہور مظہریتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انتہا ہے اس لیے ان کا نام بھی محمد ہو گا اور وہ خلق محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھی وارث ہوں گے جس سے دنیائے انسانیت کو یہ بتلانا مقصود ہے کہ یہ امام آخر الزماں فیضانِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظاہر و باطن کا امین ہے اور ان کی تکذیب کرنے والا کافر ہو جائے گا۔

ظہورِ امام مہدی علیہ السلام کے وقت ان کی ذاتِ اقدس تمام اولیاء کا مرجع ہو گی اور اُمتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امام ہونے کے باعث سیدنا عیسیٰ علیہ السلام آپ کی اقتداء میں نمازیں ادا کریں گے اور آپ کی امامت کا اعلان تمام روئے زمین پر کر دیا جائے گا۔

واضح رہے کہ امام مہدی علیہ السلام کے حوالے سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کثیر احادیث متواترہ، مرفوعہ، صحیح اور حسن کے درجے کو پہنچی ہوئی ہیں۔ راقم کے علم میں حضرت امام مہدی علیہ السلام سے متعلق دو سو سے زائد احادیث آئی ہیں۔ اس موضوع پر کل احادیث کی تعداد یقیناً اس سے کہیں زیادہ ہوں گی۔ سیدنا امام مہدی علیہ السلام کے فضائل و مناقب کے حوالے سے جو روایات کتبِ احادیث میں بیان ہوئی ہیں اُن میں سے

بیشتر درج ذیل ہیں:

(ا) حضرت امام مہدی علیہ السلام امام برحق اور بنو فاطمہ سے ہیں

۱۔ عن أم سلمة رضی الله عنها قالت: سمعت رسول الله ﷺ يقول: المهدي من عترتي من ولد فاطمة. (۱)

''اُم المؤمنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: مہدی میری نسل اور فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کی اولاد سے ہوگا۔''

۲۔ عن أم سلمة رضي الله عنها زوج النبي ﷺ قالت: سمعتُ رسول الله ﷺ يذكر المهدى، فقال: هو حق وهو من بني فاطمة رضي الله عنها. (۲)

''اُم المومنین حضرت اُم سلمہ رضي اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو (امام) مہدی کا ذکر کرتے ہوئے سنا آپ ﷺ نے فرمایا: مہدی حق ہے۔ (یعنی ان کا ظہور برحق اور ثابت ہے) اور وہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی اولاد سے ہوں گے۔''

۳۔ عن أنس بن مالک رضی الله عنه قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: نحن ولد عبد المطلب سادة أهل الجنّة أنا وحمزة وعلي وجعفر

---

(۱) ۱۔ ترمذي، السنن، كتاب الفتن عن رسول الله ﷺ، باب ما جاء في المهدي، ۴: ۵۰۵، رقم: ۲۲۳۱

۲۔ أبو داود، السنن، كتاب المهدي، ۴: ۱۰۷، رقم: ۴۲۸۴

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۳۷۶، رقم: ۳۵۷۱

(۲) حاكم، المستدرك، ۴: ۶۰۰، رقم: ۸۶۷۱

والحسن والحسين والمهدي. (۱)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خود فرماتے سنا ہے کہ ہم عبدالمطلب کی اولاد اہلِ جنت کے سردار ہوں گے یعنی میں حمزہ، علی، جعفر، حسن، حسین اور مہدی رضی اللہ عنہم۔''

۴۔ عن أم سلمة رضی اللہ عنہا **قالت: ذكر رسول الله** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم **المهدي وهو من ولد فاطمة.** (۲)

''اُم المؤمنین حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مہدی کا تذکرہ فرمایا (اور اس میں فرمایا کہ) وہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد سے ہوں گے۔''

۵۔ عن عائشة رضي الله عنها **عن النبي** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم **قال: هو رجل من عترتي، يقاتل على سنتي كما قاتلت أنا على الوحي.** (۳)

''ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مہدی میری عترت (اہل بیت) سے ہوں گے، جو میری سنت (کے قیام) کے لیے جنگ کریں گے، جس طرح میں نے وحی الٰہی (کی اتباع) میں جنگ کی۔''

۶۔ عن أبي أمامة رضی اللہ عنہ **مرفوعا قال: سيكون بينكم وبين الروم أربع هدن تقوم الرابعة على يد رجل من آل هرقل يدوم سبع سنين قيل**

---

(۱) ابن ماجه، السنن، كتاب الفتن، باب خروج المهدي، ۲: ۱۳۶۸، رقم: ۴۰۸۷

(۲) حاكم، المستدرك، ۴: ۶۰۱، رقم: ۸۶۷۲

(۳) ۱۔ نعيم بن حماد، الفتن، ۱: ۳۷۱، رقم: ۱۰۹۲

۲۔ سيوطی، الحاوی للفتاویٰ، ۲: ۷۴

يا رسول الله ! من إمام النّاس يومئذ؟ قال: من ولدي ابن أربعين سنة كان وجهه كوكب دري في خده الأيمن خال أسود عليه عباءتان قطوانيتان كأنّه من رجال بني إسرائيل يملک عشر سنين يستخرج الكنوز ويفتح مدائن الشرک. (۱)

''حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارے اور روم کے درمیان چار مرتبہ صلح ہوگی۔ چوتھی صلح ایسے شخص کے ہاتھ پر ہوگی جو آل ھرقل سے ہوگا اور یہ صلح سات سال تک برابر قائم رہے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اس وقت مسلمانوں کا امام کون شخص ہوگا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ شخص میری اولاد میں سے ہوگا جس کی عمر چالیس سال کی ہوگی۔ اس کا چہرہ ستارہ کی طرح چمکدار، اس کے دائیں رخسار پر سیاہ تل ہو گا، اور دو قطوانی عبائیں پہنے ہوگا، بالکل ایسا معلوم ہوگا جیسا بنی اسرائیل کا شخص، وہ دس سال حکومت کرے گا، زمین سے خزانوں کو نکالے گا اور مشرکین کے شہروں کو فتح کرے گا۔''

۷۔ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ عن النبيّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال: اسم المهدي محمد. (۲)

''حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (امام) مہدی کا نام محمد ہوگا۔''

---

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۸: ۱۰۱، رقم: ۷۴۹۵
۲۔ هیثمی، مجمع الزوائد، ۷: ۳۱۹
۳۔ طبرانی، المسند الشامیین، ۲: ۴۱۰، رقم: ۱۶۰۰

(۲) سیوطی، الحاوی للفتاویٰ، ۲: ۷۳

(۲) امام مہدی علیہ السلام کا دورِ خلافت آئے بغیر قیامت بپا نہیں ہو گی

۱۔ **عن عبد الله قال: قال رسول الله ﷺ: لا تذهب الدّنيا حتّى يملک العرب رجل من أهل بيتي يواطیء اسمه إسمي.** (۱)

''حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: دنیا اُس وقت تک ختم نہ ہو گی جب تک میرے اہلِ بیت میں سے ایک شخص جو میرا ہم نام ہو گا عرب کا حکمران نہ بن جائے۔''

۲۔ **عن عبد الله رضی اللہ عنہ عن النبيّ ﷺ قال: يلي رجل من أهل بيتي يواطی إسمه إسمي قال عاصم: وحدّثنا أبو صالح عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ لو لم يبق من الدّنيا إلّا يوما لطول الله ذالک اليوم حتّى يلي.** (۲)

''حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میرے اہلِ بیت سے ایک شخص خلیفہ ہو گا جس کا نام میرے نام کے موافق ہو گا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ اگر دنیا کا ایک ہی دن باقی رہ جائے گا تو بھی اللہ تعالیٰ اسی ایک دن کو اتنا دراز فرما دے گا یہاں تک کہ وہ شخص (یعنی مہدی علیہ السلام) خلیفہ ہو جائے۔''

---

(۱) ۱۔ ترمذي، السنن، كتاب الفتن عن رسول الله ﷺ، باب ما جاء في المهدي، ۴: ۵۰۵، رقم: ۲۲۳۰
۲۔ حاكم، المستدرك، ۴: ۴۸۸، رقم: ۸۳۶۴
۳۔ بزار، المسند، ۵: ۲۰۴، رقم: ۱۸۰۴
۴۔ طبراني، المعجم الصغير، ۲: ۲۸۹، رقم: ۱۱۸۱

(۲) ۱۔ ترمذی، السنن، كتاب الفتن، باب ما جاء في المهدي، ۴: ۵۰۵، رقم: ۲۲۳۱
۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۳۷٦، رقم: ۳۵۷۱

۳۔ عن أم سلمة رضی اللہ عنہا **قالت: سمعت رسول اللہ** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم **يقول: المهدي من عترتي من ولد فاطمة.**(۱)

”اُم المؤمنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: مہدی میری نسل اور فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کی اولاد سے ہوگا۔“

۴۔ عن أبي نضرة قال: كنّا عند جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما **فقال: يوشک أهل الشام أن لا يجبى إليهم دينار ولا مدى قلنا: من أين ذالک قال: من قبل الروم ثم أسكت هنية ثم قال: قال رسول اللہ** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم**: يكون في آخر أمتي خليفة يحثى المال حثيا ولا يعده عدا قال: قلت لأبي نضرة وأبي العلاء أترىان أنّه عمر بن عبد العزيز فقالا: لا.**(۲)

”ابونضرہ تابعی بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں تھے کہ انہوں نے فرمایا قریب ہے وہ وقت جب اہلِ شام کے پاس نہ دینار لائے جاسکیں گے اور نہ ہی غلہ، ہم نے پوچھا یہ بندش کن لوگوں کی جانب سے ہوگی؟ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رومیوں کی طرف سے۔ پھر تھوڑی دیر خاموش رہ کر فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔ میری اُمت کے آخری دور میں ایک خلیفہ ہوگا (یعنی خلیفہ مہدی) جو مال لبالب بھر بھر کے دے گا، اور

(۱) أبو داود، السنن، كتاب المهدي، ۴: ۱۰۷، رقم: ۴۲۸۴

(۲) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الفتن وأشراط الساعة، باب لا تقوم الساعة حتى يمر الرجل بقبر الرجل، ۴: ۲۲۳۴، رقم: ۲۹۱۳
۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۳۱۷، رقم: ۱۴۴۴۶
۳۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۵: ۷۵، رقم: ۶۶۸۲

اسے شمار نہیں کرے گا۔‘‘

اس حدیث کے راوی الجریری کہتے ہیں کہ میں نے (اپنے شیخ) ابونضرہ اور ابو العلاء سے دریافت کیا۔ کیا آپ حضرات کی رائے میں حدیثِ پاک میں مذکور خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیز ہیں؟ تو ان دونوں حضرات نے فرمایا نہیں، یہ خلیفہ، حضرت عمر بن عبدالعزیز کے علاوہ ہوں گے۔

۵۔ عن أبي سعيد الخدري رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: لا تقوم السّاعة حتّى تملأ الأرض ظلما وجورا وعدوانا ثم يخرج من أهل بيتي من يملأها قسطا وعدلا. (۱)

’’حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت قائم نہیں ہوگی۔ یہاں تک کہ زمین ظلم و جور اور سرکشی سے بھر جائے گی، بعد ازاں میرے اہلِ بیت سے ایک شخص (مہدی) پیدا ہوگا جو زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ (مطلب یہ ہے کہ خلیفہ مہدی کے ظہور سے پہلے قیامت نہیں آئے گی)۔‘‘

۶۔ عن أبي سعيد الخدري رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: المهدي منّا أهل البيت أشم الأنف أقنى أجلى يملأ الأرض قسطا وعدلا كما ملئت جورا وظلما يعيش هكذا وبسط يساره وإصبعين من يمينه المسبحة والأبهام وعقد ثلاثة. (۲)

’’حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

---

(۱) ۱۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۶۰۰، رقم: ۸۶۶۹

۲۔ هيثمي، مواردالظمآن، ۱: ۴۶۴، رقم: ۱۸۸۰

(۲) حاکم، المستدرک، ۴: ۶۰۰، رقم: ۸۶۷۰

فرمایا: مہدی میری نسل سے ہوں گے۔ ان کی ناک ستواں و بلند اور پیشانی روشن اور نورانی ہوگی۔ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے جس طرح (اس سے پہلے وہ) ظلم و زیادتی سے بھر گئی ہوگی اور انگلیوں پر شمار کر کے بتایا کہ (وہ خلافت کے بعد) سات سال تک زندہ رہیں گے۔''

۷۔ عن علي رضی اللہ عنہ عن النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال: لو لم يبق من الدّهر إلّا يوم لبعث الله رجلا من أهل بيتي يملأها عدلا كما ملئت جورا. (۱)

''حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر دنیا کا صرف ایک دن باقی رہ جائے گا (تو اللہ تعالیٰ اسی کو دراز فرما دے گا اور) میرے اہلِ بیت میں سے ایک شخص (مہدی) کو پیدا فرمائے گا۔ جو دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے جس طرح وہ (اُن سے پہلے) ظلم سے بھری ہوگی۔''

ایک اور روایت میں ہے۔

۸۔ عن عبد الله رضی اللہ عنہ عن النّبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال: يلي رجل من أهل بيتى يواطئ اسمه إسمي قال عاصم: وحدثنا أبو صالح عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ لو لم يبق من الدّنيا إلّا يوما لطول الله ذالک اليوم حتّى يلي. (۲)

''حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے اہلِ بیت سے ایک شخص خلیفہ ہوگا جس کا نام میرے نام کے

(۱) ۱۔ أبو داود، السنن، كتاب المهدي، ۴: ۱۰۷، رقم: ۴۲۸۳
۲۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۷: ۵۱۳، رقم: ۳۷۶۴۸

(۲) ۱۔ ترمذی، السنن، كتاب الفتن عن رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، باب ما جاء في المهدي، ۴: ۵۰۵، رقم: ۲۲۳۱
۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۳۷۶، رقم: ۳۵۷۱

موافق ہوگا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ اگر دنیا کا ایک ہی دن باقی رہ جائے گا تو بھی اللہ تعالیٰ اسی ایک دن کو اتنا دراز فرما دے گا یہاں تک کہ وہ شخص (یعنی مہدی علیہ السلام) خلیفہ ہو جائے۔‘‘

(۳) امام مہدی علیہ السلام زمین پر معاشی عدل کا نظام نافذ کریں گے

۱۔ عن أبي سعيد الخدري رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: المهدي مني أجلى الجبهة أقنى الأنف يملأ الأرض قسطا وعدلا كما ملئت ظلما وجورا ويملك سبع سنين.(۱)

’’حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مہدی مجھ سے ہوں گے (یعنی میری نسل سے ہوں گے) ان کا چہرہ خوب نورانی، چمک دار اور ناک ستواں و بلند ہوگی۔ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے، جس طرح پہلے وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی۔ (مطلب یہ ہے کہ مہدی کی خلافت سے پہلے دنیا میں ظلم و زیادتی کی حکمرانی ہوگی اور عدل و انصاف کا نام ونشان تک نہ ہوگا۔)‘‘

۲۔ عن أبي سعيد الخدرى رضی اللہ عنہ أنّ رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال: تملأ الأرض جورا وظلما فيخرج رجل من عترتي فيملك سبعا أو تسعا فيملأ الأرض عدلا وقسطا كما ملئت جورا وظلما.(۲)

’’حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (آخری زمانہ میں) زمین جور وظلم سے بھر جائے گی تو میری اولاد سے

---

(۱) أبو داود، السنن، كتاب المهدي، ۴: ۱۰۷، رقم: ۴۲۸۵

(۲) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۷۰، رقم: ۱۱۶۸۳

۲۔ حاكم، المستدرك، ۴: ۶۰۱، رقم: ۸۶۷۴

ایک شخص پیدا ہوگا اور سات سال یا نو سال خلافت کرے گا (اور اپنے زمانۂ خلافت میں) زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا جس طرح اس سے پہلے وہ جور وظلم سے بھر گئی ہوگی۔‘‘

۳۔ عن أبي سعيد رضی اللہ عنہ قال: ذكر رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلاء يصيب هذه الأمّة حتّى لا يجد الرجل ملجأ يلجأ إليه من الظلم فيبعث الله رجلا من عترتي وأهل بيتي فيملأ به الأرض قسطا كما ملئت ظلما وجورا يرضى عنه ساكن السماء وساكن الأرض لا تدع السماء من قطرها شيئا إلّا صبته مدرارا ولا تدع الأرض من ماءها شيئًا إلّا أخرجته حتّى تتمنى الإحياء الأموات يعيش في ذالک سبع سنين أو ثمان سنين أو تسع سنين.[1]

’’حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بڑی آزمائش کا ذکر فرمایا جو اس اُمت کو پیش آنے والی ہے۔ ایک زمانے میں اتنا شدید ظلم ہوگا کہ کہیں پناہ کی جگہ نہ ملے گی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ میری اولاد میں ایک شخص کو پیدا فرمائے گا جو زمین کو عدل و انصاف سے پھر ویسا ہی بھر دے گا جیسا وہ پہلے ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی۔ زمین اور آسمان کے رہنے والے سب ان سے راضی ہوں گے، آسمان اپنی تمام بارش موسلا دھار برسائے گا اور زمین اپنی سب پیداوار نکال کر رکھ دے گی یہاں تک کہ زندہ لوگوں کو تمنا ہوگی کہ ان سے پہلے جو لوگ تنگی وظلم کی حالت میں گذر گئے ہیں کاش وہ بھی اس سماں کو

(۱) ۱۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۵۱۲، رقم: ۸۴۳۸
۲۔ معمربن راشد الازدی، الجامع، ۱۱: ۳۷۱
۳۔ نعیم بن حماد، الفتن، ۱: ۲۵۸، رقم: ۱۰۳۸
۴۔ أبو عمرو الدانی، السنن الواده فی الفتن، ۵: ۱۰۴۹، رقم: ۵۶۴

دیکھتے اسی برکت کے حال پر وہ سات یا آٹھ یا نو سال تک زندہ رہیں گے۔‘‘

۴۔ **عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: لو لم يبق من الدّنيا إلّا ليلة لطوّل الله تلک ليلة حتّى يملک رجل من أهل بيتي يواطئ، اسمه إسمي وإسم أبيه إسم أبي، يملؤها قسطا وعدلا كما ملئت ظلماً وجوراً، ويقسم المال بالسوية، ويجعل الله الغنى في قلوب هذه الأمة، فيمكث سبعا أو تسعا، ثم لا خير فی عيش الحياة بعد المهدي.**(۱)

’’حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر دنیا (کے زمانہ) میں صرف ایک رات ہی باقی رہ گئی تو بھی اللہ رب العزت اس رات کو لمبا فرما دے گا یہاں تک کہ میری اہلِ بیت میں سے ایک شخص بادشاہ بنے گا جس کا نام میرے نام اور جس کے والد کا نام میرے والد کے نام جیسا ہوگا۔ وہ زمین کو انصاف اور عدل سے لبریز کر دیں گے۔ جس طرح وہ ظلم و زیادتی سے بھری ہوئی تھی اور وہ مال کو برابر تقسیم کریں گے اور اللہ رب العزت اس اُمت کے دلوں میں غنا رکھ (پیدا فرما) دے گا۔ وہ سات یا نو سال (تشریف فرما) رہیں گے۔ پھر (امام) مہدی کے (زمانے کے) بعد زندگی میں کوئی خیر (بھلائی) باقی نہیں رہے گی۔‘‘

---

(۱) ۱۔ سیوطی، الحاوی للفتاوی، ۲: ۶۴
۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۰: ۱۳۳، رقم: ۱۰۲۱۶
۳۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۰: ۱۳۵، ۱۰۲۴
۴۔ دانی، السنن الوارده فی الفتن، ۵: ۱۰۵۵، رقم: ۵۷۲

(۴) تمام اولیاء و ابدال امام مہدی علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کریں گے

۱۔ **عن أم سلمة رضی اللہ عنہا قالت: قال رسول الله ﷺ: يبايع رجل من أمّتي بين الركن والمقام كعدة أهل بدر فيأتيه عصب العراق وأبدال الشام.**[1]

’’حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میری اُمت کے ایک شخص (مہدی) سے رکنِ حجر اسود اور مقامِ ابراہیم کے درمیان اہلِ بدر کی تعداد کے مثل (یعنی ۳۱۳) افراد بیعتِ خلافت کریں گے۔ بعد ازاں اس امام کے پاس عراق کے اولیاء اور شام کے ابدال (بیعت کے لیے) آئیں گے۔‘‘

۲۔ **عن أم سلمة رضی اللہ عنہا زوج النبيّ ﷺ قال: يكون اختلاف عند موت خليفة فيخرج رجل من أهل المدينة هاربا إلى مكة فيأتيه ناس من أهل مكة فيخرجونه وهو كاره فيبايعونه بين الركن والمقام ويبعث إليه بعث من الشام فيخسف بهم بالبيداء بين مكة والمدينة فإذا رأى النّاس ذالک أتاه أبدال الشام وعصائب أهل العراق فيبايعونه ثم ينشؤ رجل من قريش أخواله كلب فيبعث إليهم بعثا فيظهرون عليهم وذالک كلب والخيبة لمن لم يشهد غنيمة كلب فيقسم المال ويعمل في النّاس بسنة نبيه ﷺ ويلقى الإسلام بجرأنه إلى الأرض فيلبث سبع سنين ثم يتوفى**

(۱) ۱۔ حاكم، المستدرك، ۴: ۴۷۸، رقم: ۸۳۲۸
۲۔ ابن أبي شيبه، المصنف، ۷: ۴۶۰، رقم: ۳۷۲۲۳
۳۔ مناوی، فيض القدير، ۶: ۲۷۷

ويصلي عليه المسلمون. قال أبو داود وقال بعضهم عن هشام: تسع سنين وقال بعضهم: سبع سنين.[1]

’’حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کرتی ہیں کہ ایک خلیفہ کی وفات کے وقت (نئے خلیفہ کے انتخاب پر مدینہ کے مسلمانوں میں) اختلاف ہوگا ایک شخص (یعنی مہدی اس خیال سے کہ کہیں لوگ مجھے نہ خلیفہ بنا دیں) مدینہ سے مکہ چلے جائیں گے۔ مکہ کے کچھ لوگ (جو انہیں بحیثیت مہدی پہچان لیں گے) ان کے پاس آئیں گے اور انہیں (مکان) سے باہر نکال کر حجرِ اسود و مقام ابراہیم کے درمیان ان سے بیعت (خلافت) کر لیں گے (جب ان کی خلافت کی خبر عام ہوگی) تو ملکِ شام سے ایک لشکر ان سے جنگ کے لیے روانہ ہوگا (جو آپ تک پہنچنے سے پہلے ہی) مکہ و مدینہ کے درمیان بیداء (چٹیل میدان) میں زمین کے اندر دھنسا دیا جائے گا (اس عبرت خیز ہلاکت کے بعد) شام کے ابدال اور عراق کے اولیاء آ کر آپ سے بیعتِ خلافت کریں گے۔ بعد ازاں ایک قریشی النسل شخص (یعنی سفیانی) جس کی

---

(۱) ۱۔ أبو داود، السنن، كتاب المهدي، ۴: ۱۰۷، رقم: ۴۲۸۶
۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۶: ۳۱۶، رقم: ۲۶۷۳۱
۳۔ حاكم، المستدرك، ۴: ۴۷۸، رقم: ۸۳۲۸
۴۔ ابن أبي شيبه، المصنف، ۷: ۴۶۰، رقم: ۳۷۲۲۳
۵۔ أبو يعلى، المسند، ۱۲: ۳۶۹، رقم: ۶۹۴۰
۶۔ طبراني، المعجم الكبير، ۲۳: ۲۹۵، رقم: ۶۵۶
۷۔ طبراني، المعجم الكبير، ۲۳: ۳۸۹، رقم: ۹۳۰
۸۔ طبراني، المعجم الكبير، ۲۳: ۳۹۰، رقم: ۹۳۱
۹۔ اسحاق بن راهويه، المسند، ۱: ۱۷۰، رقم: ۱۴۱
۱۰۔ أبو عمرو الداني، السنن الوارده فى الفتن، ۵: ۱۰۸۴، رقم: ۵۹۵

ننھال قبیلۂ کلب میں سے ہوگی خلیفۂ مہدی اور ان کے اعوان و انصار سے جنگ کے لیے ایک لشکر بھیجے گا۔ یہ لوگ اس حملہ آور لشکر پر غالب ہوں گے یہی (جنگ) کلب ہے۔ اور خسارہ ہے اس شخص کے لیے جو کلب سے حاصل شدہ غنیمت میں شریک نہ ہو (اس فتح و کامرانی کے بعد) خلیفہ مہدی خوب مال تقسیم کریں گے اور لوگوں کو ان کے نبی ﷺ کی سنت پر چلائیں گے اور اسلام مکمل طور پر زمین میں مستحکم ہو جائے گا (یعنی دنیا میں پورے طور پر اسلام کا رواج و غلبہ ہوگا) بحالتِ خلافت، (امام) مہدی دنیا میں سات سال اور دوسری روایات کے اعتبار سے نو سال رہ کر وفات پا جائیں گے اور مسلمان ان کی نماز جنازہ ادا کریں گے۔''

۳۔ **عن أم سلمة رضی اللہ عنہا قالت: سمعت رسول اللہ ﷺ یقول: یکون اختلاف عند موت خلیفة فیخرج رجل من بني هاشم فیأتي مکة فیستخرجه النّاس من بیته وهو کاره فیبایعوه بین الرکن والمقام فیتجهز إلیه جیش من الشّام حتّی إذا کانوا بالبیداء خسف بهم فیأتیه عصائب العراق وأبدال الشام وینشؤ رجل بالشام وأخواله من کلب فیجهز إلیه جیش فیهزمهم اللہ فتکون الدائرة علیهم فذالک یوم کلب، الخائب من خاب من غنیمة کلب فیفتح الکنوز ویقسم الأموال ویلقی الإسلام بجرانه إلی الأرض فیعیشون بذالک سبع سنین أو قال تسع.**[1]

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۲: ۳۵، رقم: ۱۱۵۳
۲۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۹: ۱۷۶، رقم: ۹۴۵۹
۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۵: ۱۵۹، رقم: ۶۷۵۷
۴۔ معمر بن راشد الازدی، الجامع، ۱۱: ۳۷۱

''اُم المؤمنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ خلیفہ کی وفات پر اختلاف ہوگا۔ (یعنی اس کی جگہ دوسرے خلیفہ کے انتخاب پر یہ صورتِ حال دیکھ کر) خاندان بنی ہاشم کا ایک شخص (اس خیال سے کہیں لوگ ان پر بارِ خلافت نہ ڈال دیں) مدینہ سے مکہ چلا جائے گا۔ (کچھ لوگ انہیں پہچان کر کہ یہی مہدی ہیں) انہیں گھر سے نکال کر باہر لائیں گے اور حجرِ اسود و مقام ابراہیم کے درمیان زبردستی ان کے ہاتھ پر بیعتِ خلافت کر لیں گے (اُن کی بیعتِ خلافت کی خبر سن کر ایک لشکر مقابلہ کے لیے) شام سے اُن کی سمت روانہ ہوگا۔ یہاں تک کہ جب مقام بیداء (مکہ و مدینہ کے درمیان میدان) میں پہنچے گا تو زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔ اس کے بعد اُن کے پاس عراق کے اولیاء اور شام کے ابدال حاضر ہوں گے اور ایک شخص شام سے (سفیانی) نکلے گا جس کی ننہال قبیلۂ کلب میں ہوگی اور وہ اپنا لشکر خلیفۂ مہدی کے مقابلہ کے لیے روانہ کرے گا۔ اللہ تعالیٰ سفیانی کے لشکر کو شکست سے دوچار فرما دے گا۔ یہی کلب کی جنگ ہے۔ پس وہ شخص خسارہ میں رہے گا جو کلب کی غنیمت سے محروم رہا۔ پھر خلیفہ مہدی خزانوں کو کھول دیں گے اور خوب اموال تقسیم کریں گے اور اسلام پورے طور پر دنیا میں تمام ہو جائے گا۔ لوگ اسی (عیش و راحت کے ساتھ) سات یا نو سال رہیں گے، (یعنی جب تک خلیفۂ مہدی حیات رہیں گے لوگوں میں فارغ البالی اور چین وسکون رہے گا۔)''

۴۔ عن علي رضي الله عنه عن النّبي ﷺ قال: قال رسول الله ﷺ: المهدي منّا أهل البيت يصلحه الله تعالٰى في ليلة. (۱)

(۱) ۱۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الفتن، باب خروج المهدي، ۲: ۱۳۶۷، رقم: ۴۰۸۵

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۸۴، رقم: ۶۴۵

←

’’حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اُنہوں نے فرمایا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (امام) مہدی میرے اہلِ بیت سے ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اُسے ایک ہی رات میں صالح بنا دے گا (یعنی اپنی توفیق و ہدایت سے ایک ہی شب میں ولایت کے اس بلند مقام پر پہنچا دے گا جو اس کے لیے مطلوب ہوگا۔‘‘

(۵) امام مہدی علیہ السلام خلیفۃ اللہ علی الاطلاق ہوں گے

۱۔ عن ثوبان رضی اللہ عنہ يقتتل عند كنزكم ثلاثة كلهم ابن خليفة ثم لا يصير إلى واحد منهم ثم تطلع الرايات السّود من قبل المشرق فيقاتلونكم قتالا لم يقاتله قوم ثم ذكر شيأ فقال: إذا رأيتموه فبايعوه ولو حبّوا على الثلج فإنّه خليفة الله المهدي. (۱)

’’حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارے خزانے کے پاس تین شخص جنگ کریں گے۔ یہ تینوں خلیفہ کے لڑکے

۳۔ أبو یعلی، المسند، ۱: ۳۵۹، رقم: ۴۶۵
۴۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۷: ۵۱۳، رقم: ۳۷۶۴۴
۵۔ بزار، المسند، ۲: ۲۴۳، رقم: ٦۴۴
٦۔ ديلمی، الفردوس، ۴: ۲۲۲، رقم: ٦٦٦۹

(۱) ۱۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الفتن، باب خروج المهدي، ۲: ۱۳٦۷، رقم: ۴۰۸۴
۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۲۷۷، رقم: ۲۲۴۴۱
۳۔ حاكم، المستدرك، ۴: ۵۱۰، رقم: ۸۴۳۲
۴۔ حاكم، المستدرك، ۴: ۵۴۷، رقم: ۸۵۳۱
۵۔ ديلمی، الفردوس، ۲: ۳۲۳، رقم: ۳۴۷۰
٦۔ رويانی، المسند، ۱: ۴۱۷، رقم: ٦۳۷
۷۔ نعیم بن حماد، الفتن، ۱: ۳۱۱، رقم: ۸۹٦

ہوں گے۔ پھر بھی یہ خزانہ ان میں سے کسی کی طرف منتقل نہیں ہوگا۔ اس کے بعد مشرق کی جانب سے سیاہ جھنڈے نمودار ہوں گے اور وہ تم سے اس شدت کے ساتھ جنگ کریں گے کہ اس سے پہلے کسی قوم نے اس قدر شدید جنگ نہ کی ہوگی (راوی حدیث یعنی حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی بات بیان فرمائی (جس کو یہ سمجھ نہ سکے) یعنی پھر اللہ کے خلیفہ مہدی کا ظہور ہوگا۔ پھر فرمایا کہ جب تم لوگ انہیں دیکھنا تو ان سے بیعت کر لینا اگرچہ اس بیعت کے لیے برف پر گھسٹ کر آنا پڑے، بلا شبہ وہ اللہ کے خلیفہ مہدی ہوں گے۔‘‘

ضروری وضاحت

حافظ ابن حجرؒ ’فتح الباری شرح بخاری (۱۳: ۸۱)‘ پر اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: اس حدیث مذکور میں خزانہ سے مراد اگر وہ خزانہ ہے جس کا ذکر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ان الفاظ کے ساتھ کیا گیا ہے۔ ’’یوشک الفرات أن یحسر عن کنز من ذھب‘‘[1] (قریب ہے کہ دریائے فرات (خشک ہوکر) سونے کا خزانہ ظاہر کر دے گا)۔ تو یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ یہ واقعات ظہورِ مہدی کے وقت رُونما ہوں گے۔

۲۔ عن حذيفة رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: المهدي رجل من ولدي، لونه لون عربي، وجسمه جسم إسرائيلي، على خده الأيمن خال كأنّه كوكب دري، يملأ الأرض عدلا كما ملئت جوراً،

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۶: ۲۶۰۵، رقم: ۶۷۰۲
۲۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۲۲۱۹، رقم: ۲۸۹۴
۳۔ ترمذی، السنن، ۴، ۶۹۸، رقم: ۲۵۶۹
۴۔ ابو داود، السنن، ۴: ۱۱۵، رقم: ۴۳۱۳

يرضى في خلافته أهل الأرض وأهل السماء والطير في الجو. [(۱)]

’’حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اُنہوں نے فرمایا: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مہدی میری اولاد میں سے ہوں گے۔ ان کا رنگ عربی اور ان کی جسمانی ساخت اسرائیلی ہوگی۔ ان کے دائیں رخسار پر تل ہوگا گویا وہ نور افشاں ستارہ ہوں گے۔ وہ (مہدی) زمین کو عدل سے بھر دیں گے جس طرح وہ پہلے ظلم سے بھری ہوئی تھی ان کی خلافت پر اہلِ زمین اور اہلِ آسمان سب راضی ہوں گے اور فضا میں پرندے بھی راضی (خوش) ہوں گے۔‘‘

۳۔ عن أبي سعيد رضی اللہ عنہ عن النبيّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال: يخرج في آخر الزّمان خليفة يعطى الحق بغير عدد. [(۲)]

’’حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آخری زمانے میں ایک خلیفہ (مہدی) تشریف لائیں گے جو بغیر حساب کے (لوگوں کو اُن کا) حق عطا فرمائیں گے۔‘‘

(٦) امام مہدی علیہ السلام کے ذریعے دین کا غلبہ و استحکام

ا ۔ عن أبي الطفيل عن محمد بن الحنفية قال: كنا عند علي رضی اللہ عنہ فسأله رجل عن المهدي فقال علي رضی اللہ عنہ هيهات ثم عقد بيده سبعا

---

(۱) ا ۔ ديلمی، الفردوس بمأثور الخطاب، ۴: ۲۲۱، رقم: ٦٦٦٧
۲۔ سيوطی، الحاوی للفتاویٰ، ۲: ٦٦

(۲) ا ۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۷: ۵۱۳، رقم: ۳۷٦۴۰
۲۔ ديلمی، الفردوس بمأثور الخطاب، ۵: ۵۰۱، رقم: ۸۹۱۸
۳۔ نعيم بن حماد، الفتن، ۱: ۳۵۷، رقم: ۱۰۳۲
۴۔ سيوطی، الحاوی للفتاویٰ، ۲: ٦۴

فقال: ذاک يخرج في آخر الزمان إذا قال الرجل: الله الله قتل فيجمع الله تعالىٰ له قوما قزع كقزع السحاب يؤلف الله قلوبهم لا يستوحشون إلى أحد ولا يفرحون بأحد يدخل فيهم على عدة أصحاب بدر لم يسبقهم الأوّلون ولا يدركهم الآخرون وعلى عدد أصحاب طالوت الّذين جاوزوا معه النهر قال ابن الحنفية: أتريده قلت: نعم قال: إنّه يخرج من بين هذين الخشبتين قلت: لا جرم والله لا أديمهما حتّى أموت فمات بها يعني بمكة حرسها الله تعالىٰ.[1]

’’حضرت ابو الطفیل رضی اللہ عنہ محمد بن الحنفیہ سے روایت کرتے ہیں کہ محمد بن الحنفیہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مجلس میں بیٹھے تھے کہ ایک شخص نے ان سے (امام) مہدی کے بارے میں پوچھا؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے (بر بنائے لطف) فرمایا۔ دور ہو، پھر ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ مہدی کا ظہور آخر زمان میں ہوگا (اور بے دینی کا اس قدر غلبہ ہوگا کہ) اللہ کے نام لینے والے کو قتل کر دیا جائے گا (ظہور مہدی کے وقت) اللہ تعالیٰ ایک جماعت کو ان کے پاس اکٹھا کر دے گا، جس طرح بادل کے متفرق ٹکڑوں کو مجتمع کر دیتا ہے اور اُن میں یگانگت و اُلفت پیدا کر دے گا۔ یہ نہ تو کسی سے خوفزدہ ہوں گے اور نہ کسی کے انعام کو دیکھ کر خوش ہوں گے۔ (مطلب یہ ہے کہ ان کا باہمی ربط وضبط سب کے ساتھ یکساں ہوگا) خلیفہ مہدی کے پاس اکٹھا ہونے والوں کی تعداد اصحابِ بدر (غزوۂ بدر میں شریک ہونے والے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم) کی تعداد کے مطابق (یعنی ۳۱۳) ہوگی۔ اس جماعت کو ایک ایسی (خاص) فضیلت حاصل ہوگی جو ان سے پہلے والوں کو حاصل ہوئی ہے نہ بعد والوں کو حاصل ہوگی۔ نیز اس جماعت کی تعداد اصحابِ طالوت کی تعداد کے برابر

(۱) حاکم، المستدرک، ۴: ۵۹۶، رقم: ۸۶۵۹

ہوگی۔ جنہوں نے طالوت کے ہمراہ نہر (اردن) کو عبور کیا تھا۔ حضرت ابو الطفیل کہتے ہیں کہ محمد بن الحنفیہ نے مجمع سے پوچھا کیا تم اس جماعت میں شریک ہونے کا ارادہ اور خواہش رکھتے ہو، میں نے کہا ہاں تو انہوں نے (کعبہ شریف کے) دو ستونوں کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ خلیفہ مہدی کا ظہور انہی کے درمیان ہوگا۔ اس پر حضرت ابوالطفیل نے فرمایا بخدا میں ان سے تاحیات جدا نہ ہوں گا۔ (راوی حدیث کہتے ہیں) چنانچہ حضرت ابوالطفیل کی وفات مکہ معظّمہ ہی میں ہوئی۔''

۲۔ **عن علي الهلالي رضی اللہ عنہ أنّ رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال لفاطمة: يا فاطمة والّذي بعثنى بالحق إن منهما. يعنى من الحسن والحسين. مهدي هذه الأمّة، إذا صارت الدّنيا هرجا ومرجا وتظاهرت الفتن وتقطعت السبل وأغار بعضهم على بعض فلا كبير يرحم صغيراً ولا صغير يوقر كبيراً بعث الله عند ذلک منهما من يفتح حصون الضلالة وقلوبا غلفا، يقوم بالدّين في آخر الزّمان كما قمت فى أوّل الزّمان، ويملأ الأرض عدلا كما ملئت جورا.** (۱)

''حضرت علی الھلالی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا ''اے فاطمہ قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا بے شک ان دونوں یعنی حسن و حسین رضی اللہ عنہما (کی اولاد) میں سے اس امت کے مہدی پیدا ہوں گے۔ جب دنیا فتنہ و

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۳: ۵۷، رقم: ۲۶۷۵
۲۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۶: ۳۲۸، رقم: ۶۵۴۰
۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۹: ۱۶۵
۴۔ سیوطی، الحاوی للفتاویٰ، ۲: ۶۶، ۶۷

فساد کا شکار ہو جائے گی اور فتنوں کا ظہور ہوگا، اور راستے کٹ جائیں گے اور لوگ ایک دوسرے پر حملہ آور ہوں گے۔ کوئی بڑا چھوٹے پر رحم نہیں کرے گا اور کوئی چھوٹا بڑے کی عزت نہیں کرے گا تو اللہ رب العزت اس وقت ان دونوں (حسن و حسین کی اولاد) میں سے ایک ایسے شخص کو بھیجے گا جو گمراہی کے قلعوں کو فتح کریں گے اور بند دلوں کو کھولیں گے اس امت کے آخری زمانے میں دین کو قائم کریں گے جس طرح میں نے (اس اُمت کے) ابتدائی زمانے میں قائم فرمایا ہے اور وہ زمین کو عدل سے بھر دیں گے جس طرح پہلے وہ ظلم سے بھری ہوگی۔‘‘

۳۔ عن أبي سعيد الخدري رضی اللہ عنہ سمعت رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يقول: يخرج رجل من أهل بيتي يقول بسنتي، ينزل الله له القطر من السماء، و تخرج له الأرض من بركتها، تملأ الأرض منه قسطا وعدلا كما ملئت جوراً وظلماً، يعمل على هذه الأمة سبع سنين، وينزل بيت المقدس. (۱)

’’سیدنا ابو سعید الخذری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اُنہوں نے فرمایا: میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: میری اہلِ بیت میں سے ایک شخص ظاہر ہوں گے جو میری سنت کی بات کریں گے، اللہ رب العزت اُن کے لیے آسمان سے بارش برسائے گا اور زمین ان کے لیے اپنی برکات نکال دے گی (یعنی اپنے خزانے اُگل دے گی)۔ زمین اُن کے ذریعے عدل و انصاف سے بھر جائیگی جس طرح پہلے وہ ظلم و ستم سے بھری ہوگی۔ وہ اس اُمت پر سات

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۲: ۱۵، رقم: ۱۰۷۵
۲۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۷: ۳۱۷
۳۔ سيوطی، الحاوی للفتاویٰ، ۲: ۶۲

سال تک حکومت کریں گے اور بیت المقدس میں نزول فرمائیں گے۔‘‘

۴۔ **عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ قال: حدّثني خليلي أبو القاسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال: لا يقوم السّاعة حتّى يخرج عليهم رجل من أهل بيتي، فيضربهم حتّى يرجعوا إلى الحق، قلت: وكم يملك؟ قال: خمساً واثنين.** (۱)

’’حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: مجھے میرے خلیل ابو القاسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ میری اہلِ بیت سے ایک شخص ظاہر نہ ہو جو لوگوں کا مقابلہ کرے گا حتیٰ کہ وہ حق کی طرف رجوع کرلیں گے میں نے عرض کیا: وہ کتنا عرصہ بادشاہ رہیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پانچ اور دو (یعنی سات سال)۔‘‘

۵۔ **عن جابر رضی اللہ عنہ عن النّبيّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال: يكون في أمتي خليفة يحثى المال في النّاس حثيا لا يعدّه عدّا ثم قال: والّذي نفسي بيده ليعودن.** (۲)

’’حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری اُمت میں ایک خلیفہ ہوگا جو لوگوں کو مال لبالب بھر بھر کے تقسیم کرے گا۔ شمار نہیں کرے گا۔ (یعنی سخاوت اور دریا دلی کی بناء پر شمار کیے بغیر کثرت سے لوگوں میں عطیات تقسیم کرے گا) اور قسم ہے اس ذاتِ پاک کی جس کی

(۱) ۱۔ أبو يعلى، المسند، ۱۲: ۱۹، رقم: ۳۳۳۵
۲۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۷: ۳۱۵
۳۔ سيوطي، الحاوى للفتاوىٰ، ۲: ۲

(۲) ۱۔ حاكم، المستدرك، ۴: ۵۰۱، رقم: ۸۴۰۰
۲۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۷: ۳۱۶
۳۔ نعيم بن حماد، الفتن، ۱: ۳۶۲، رقم: ۱۰۵۵

قدرت میں میری جان ہے، بالتحقیق (غلبہ اسلام کا دور) ضرور لوٹے گا (یعنی امرِ اسلام مضمحل ہو جانے کے بعد ان کے زمانہ میں پھر سے فروغ حاصل کر لے گا۔)''

(۷) امام مہدی علیہ السلام کے دورِ حکومت میں معاشی خوشحالی ہوگی

۱۔ عن أبي سعيد الخدري رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم يخرج في آخر أمّتي المهدي يسقيه الله الغيث ويخرج الأرض نباتها ويعطى المال صحاحا وتكثر الماشية وتعظم الأمة يعيش سبعا أو ثمانيا يعنى حججا. (۱)

''حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری اُمت کے آخری دور میں مہدی پیدا ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ اُن پر خوب بارش برسائے گا اور زمین اپنی پیداوار باہر نکال دے گی اور وہ لوگوں کو مال یکساں طور پر دیں گے۔ ان کے زمانۂ (خلافت) میں مویشیوں کی کثرت اور اُمت کی عظمت ہوگی۔ (وہ خلافت کے بعد) سات سال یا آٹھ سال زندہ رہیں گے۔''

۲. عن أبي سعيد الخدري رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم: أبشركم بالمهدي يبعث في أمتي على اختلاف من النّاس وزلزال فيملأ الأرض قسطا وعدلا كما ملئت جورا وظلما يرضى عنه ساكن السماء وساكن الأرض يقسم المال صحاحا، قال له رجل: ما صحاحا؟ قال: بالسّوية بين النّاس ويملأ الله قلوب أمّة محمد صلی الله علیه وآله وسلم

---

(۱) حاكم، المستدرك، ۴: ۲۰۱، رقم: ۸۶۷۳

غني ويسعهم عدله حتّى يأمر مناديا فينادي فيقول: من له في المال حاجة؟ فما يقوم من النّاس إلّا رجل واحد فيقول له: ائت السدان يعني الخازن فقل له: إنّ المهدي يأمرک أن تعطيني مالا فيقول له: إحث فيحثى حتّى إذا جعله في حجره وائتزره ندم فيقول: كنت أجشع أمّة محمد ﷺ نفسا أو عجز عني ما وسعهم؟ قال: فيردّه فلا يقبل منه فيقال له: إنّا لا نأخذ شيئا أعطيناه فيكون كذالک سبع سنين أو ثمان سنين أو تسع سنين ثم لا خير في العيش بعده أو قال: ثم لا خير في الحياة بعده. (۱)

''حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں تمہیں مہدی کی بشارت دیتا ہوں جو میری اُمت میں اختلاف و اضطراب کے زمانہ میں بھیجے جائیں گے تو وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے جس طرح وہ (ان سے پہلے) ظلم و جور سے بھری ہو گی۔ زمین اور آسمان والے ان سے خوش ہوں گے۔ وہ لوگوں کو مال یکساں طور پر دیں گے (یعنی اپنی عطا میں وہ کسی سے امتیاز نہیں برتیں گے) اللہ تعالیٰ (اُن کے دورِ خلافت میں) میری اُمت کے دلوں کو استغناء و بے نیازی سے بھر دے گا۔ (اور بغیر امتیاز و ترجیح کے) اُن کا انصاف سب کو عام ہوگا وہ اپنے منادی کو حکم دیں گے کہ عام اعلان کر دے کہ جسے مال کی حاجت ہو (وہ مہدی کے پاس آ جائے اس اعلان پر) مسلمانوں کی جماعت میں سے بجز ایک شخص کے کوئی بھی نہیں کھڑا ہوگا۔ مہدی اس سے فرمائیں گے، خازن کے پاس جاؤ اور انہیں کہو کہ

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۳۷، رقم: ۱۱۳۴۴
۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۵۲، رقم: ۱۱۵۰۲
۳۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۷: ۳۱۴

مہدی نے مجھے مال دینے کا تمہیں حکم دیا ہے (یہ شخص خازن کے پاس پہنچے گا) تو خازن اس سے کہے گا اپنے دامن میں (حسب تمنا) بھر لے چنانچہ وہ (حسب خواہش) دامن میں بھرلے گا اور خزانے سے باہر لائے گا تو اسے (اپنے اس عمل پر) ندامت ہوگی اور (اپنے دل میں کہے گا کیا) اُمت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام میں سب سے بڑھ کر لالچی اور حریص میں ہی ہوں یا یوں کہے گا۔ میرے ہی لیے وہ چیز ناکافی ہے جو دوسروں کے واسطے کافی و وافی ہے۔ (اس ندامت پر) وہ مال واپس کرنا چاہے گا۔ مگر اس سے یہ مال قبول نہیں کیا جائے گا اور کہہ دیا جائے گا کہ ہم دے دینے کے بعد واپس نہیں لیتے۔ (امام) مہدی عدل و انصاف اور احسان و عطا کے ساتھ آٹھ یا نو سال زندہ رہیں گے۔ ان کی وفات کے بعد زندگی میں کوئی خیر (یعنی لطفِ زندگی باقی) نہیں (رہے گا)۔‘‘

۳۔ عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: ذكر رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم المهدي قال: إنّ قصر فسبع وإلّا ثمان وإلّا فتسع وليملأن الأرض قسطا كما ملئت ظلما وجورا.[1]

’’حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مہدی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: اگر ان کی مدت خلافت کم ہوئی تو سات برس ہوگی ورنہ آٹھ یا نوسال ہوگی وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے۔ جس طرح اس سے پہلے ظلم و جور سے بھری ہو گی۔‘‘

۴۔ عن جابر رضي الله عنه عن النّبيّ صلى الله عليه وآله وسلم قال: يكون في أمّتي خليفة يحثي المال في النّاس حثيا لا يعده عدّا ثم قال: والّذي نفسي بيده ليعودن.[2]

(۱) ہیثمی، مجمع الزوائد، ۷: ۳۱۶

(۲) ۱۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۵۰۱، رقم: ۸۴۰۰

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری اُمت میں ایک خلیفہ ہوگا جو لوگوں کو مال لبالب بھر بھر کے تقسیم کرے گا۔ شمار نہیں کرے گا۔ (یعنی سخاوت اور دریا دلی کی بناء پر شمار کیے بغیر کثرت سے لوگوں میں عطیات تقسیم کریں گے) اور قسم ہے اس ذاتِ پاک کی جس کی قدرت میں میری جان ہے، بالتحقیق (غلبہ اسلام کا دور) ضرور لوٹے گا (یعنی امرِ اسلام مضمحل ہو جانے کے بعد ان کے زمانہ میں پھر سے فروغ حاصل کر لے گا۔)''

۵۔ عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ عن النّبيّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال: يكون في أمتي المهدي أن قصر فسبع وإلّا ثمان وإلّا فتسع تنعم أمّتي فيها نعمة لم ينعموا مثلها يرسل السماء عليهم مدرارا ولا يدخر الأرض شيئا من النبات والمال كدوس يقوم الرّجل يقول: يا مهدي! اعطني فيقول: خذه.[1]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری اُمت میں ایک مہدی ہو گا (اُن کی مدتِ خلافت) اگر کم ہوئی تو سات یا آٹھ یا نو سال ہوگی۔ میری اُمت اُن کے زمانہ میں اس قدر خوش حال ہوگی کہ اتنی خوش حالی اسے کبھی نہ ملی ہوگی۔ آسمان سے (حسبِ ضرورت) موسلا دھار بارش ہوگی اور زمین اپنی تمام پیداوار اُگل دے گی۔ ایک شخص کھڑا ہو کر مال کا سوال کرے گا تو مہدی کہیں گے (اپنی حسبِ خواہش خزانہ میں جا کر)

۲۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۷: ۳۱۶، رقم:
۳۔ نعيم بن حماد، الفتن، ۱: ۳۶۲، رقم: ۱۰۵۵
(۱) ۱۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۵: ۳۱۱، رقم: ۵۴۰۶
۲۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۷: ۳۱۷

خود لے لو۔‘‘

٦۔ **عن أبي سعيد الخدري رضی الله عنه عن النبيّ صلی الله علیه وآله وسلم قال: يكون في أمّتي المهدي إن قصرفسبع وإلّا فتسع تنعم أمّتي فيه نعمة لم ينعموا مثلها قط تؤتى الأرض أكلها لا تدخر عنهم شيئا والمال يومئذ كدوس. يقوم الرجل يقول: يا مهدي! أعطني فيقول: خذ.**(١)

’’حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری اُمت میں مہدی ہوگا جو کم سے کم سات سال ورنہ نو سال تک رہے گا۔ اُن کے زمانے میں میری اُمت اتنی خوشحال ہوگی کہ اس سے قبل کبھی ایسی خوشحال نہ ہوئی ہوگی۔ زمین اپنی ہر قسم کی پیداوار اُن کے لیے نکال کر رکھ دے گی اور کچھ بچا کر نہ رکھے گی اور مال اُس زمانے میں کھلیان میں اناج کے ڈھیر کی طرح پڑا ہو گا حتی کہ ایک شخص کھڑا ہو کر کہے گا: اے مہدی! مجھے کچھ دیجئے۔ وہ فرمائیں گے (جتنا مرضی میں آئے) اُٹھا لے۔‘‘

٧۔ **عن أبي سعيد الخدري رضی الله عنه قال: خشينا أن يكون بعد نبينا حدث فسألنا نبي الله صلی الله علیه وآله وسلم قال: إنّ في أمّتي المهدي يخرج يعيش خمسا أو سبعا أو تسعا – زيد الشاک – قال: قلنا: وما ذالک؟ قال: سنين. قال: فيجيئ إليه الرّجل فيقول: يا مهدي! اعطني**

---

(١) ١۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الفتن، باب خروج المهدي، ٢: ١٣٦٦، رقم: ٤٠٨٣

٢۔ حاكم، المستدرك، ٤: ٦٠١، رقم: ٨٦٧٥

٣۔ ابن أبی شيبة، المصنف، ٧: ٥١٢، رقم: ٣٧٦٣٨

٤۔ أبو عمرو الداني، السنن الوارده فی الفتن، ٥: ١٠٣٥، رقم: ٥٥٠

إعطني قال: فيحثي له في ثوبه ما استطاع أن يحمله. [۱]

''حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد وقوعِ حوادث کے خیال سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کیا ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری اُمت میں مہدی ہوگا جو پانچ سات یا نو تک حکومت کرے گا۔ (زید راوی حدیث کوٹھیک مدت میں شک ہے) میں نے پوچھا کہ اس عدد سے کیا مراد ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (اس عدد سے مراد) سال ہیں۔ اُن کا زمانہ ایسی خیر و برکت کا ہوگا کہ ایک شخص اُن سے آ کر سوال کرے گا اور کہے گا کہ اے مہدی! مجھے کچھ دیجئے، مجھے کچھ دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (امام) مہدی ہاتھ بھر بھر کر اس کو اتنا مال دے دیں گے جتنا وہ اٹھانے کی استطاعت رکھتا ہوگا۔''

(۸) امام مہدی علیہ السلام کی ولایت وسلطنت پر انعاماتِ الٰہیہ کی کثرت

۱۔ حدّثنا عبد الله بن نمير ثنا موسى الجهني ثني عمر بن قيس الماصر ثني مجاهد ثني فلان رجل من أصحاب النبيّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم إنّ المهدي لا يخرج حتّى تقتل النّفس الزكيّة فإذا قتلت النّفس الزكيّة غضب عليهم من في السماء ومن في الأرض فأتى النّاس المهدي فزفوه كما تزف العروس إلى زوجها ليلة عرسها وهو يملأ الأرض قسطا وعدلا ويخرج الأرض نباتها وتمطر السماء مطرها وتنعم أمّتي في ولايته نعمة لم تنعمها قط. [۲]

(۱) ۱۔ ترمذی، السنن، كتاب الفتن، باب ما جاء في المهدي، ۴: ۵۰۶، رقم: ۲۲۳۲

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۲۱، رقم: ۱۱۱۷۹

(۲) ابن أبي شيبة، المصنف: ۷: ۵۱۴: رقم: ۳۷۶۵۳

’’امام مجاہد (مشہور تابعی) ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا ’’نفس زکیہ‘‘ کے قتل کے بعد ہی خلیفہ مہدی کا ظہور ہوگا۔ جس وقت نفس زکیہ قتل کر دیے جائیں گے تو زمین و آسمان والے ان قاتلین پر غضب ناک ہوں گے۔ بعد ازاں لوگ (امام) مہدی علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور اُنہیں دلہن کی طرح آراستہ و پیراستہ کریں گے اور (امام) مہدی علیہ السلام زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے۔ (اُن کے زمانہ خلافت میں) زمین اپنی پیداوار کو اُگل دے گی اور آسمان خوب برسے گا اور میری اُمت پر اُن کی ولایت و سلطنت میں اس قدر نعمتیں نازل ہوں گی کہ اتنی نعمتوں سے اسے پہلے کبھی نہیں نوازا گیا ہوگا۔‘‘

ضروری وضاحت

ایک نفس زکیہ محمد بن عبد اللہ بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم ہیں جنہوں نے خلیفہ منصور عباسی کے خلاف ۲۴۵ھ میں خروج کیا تھا اور شہید ہوئے تھے۔ حدیث بالا میں مذکور ’’نفس زکیہ‘‘ سے مراد یہ نہیں ہیں بلکہ اس نام کے ایک اور بزرگ ہوں گے جو ظہور امام مہدی علیہ السلام کے زمانہ سے قبل ہوں گے۔

۲۔ عن أبي هريرة رضي الله عنه أنّ رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم قال: يكون في أمّتي المهدي إن قصر فسبع وإلّا فثمان وإلّا فتسع تنعم أمّتي فيه نعمة لم ينعموا مثلها يرسل الله السماء عليهم مدرارا ولا تدخر الأرض بشئ من النبات والمال كدوس يقوم الرّجل فيقول: يا مهدي! اعطني فيقول: خذه. (۱)

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۵: ۳۱۱، رقم: ۵۴۰۶

۲۔ هيثمی، مجمع الزوائد، ۷: ۳۱۷

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری اُمت میں (امام) مہدی ہوں گے جن کا زمانہ اگر کم ہوا تو سات سال ورنہ آٹھ یا نوسال ہوگا۔ مہدی کے زمانے میں میری اُمت اس قدر خوشحال ہوگی کہ ایسی خوشحالی اسے کبھی نہ ملی ہوگی۔ اللہ رب العزت آسمان سے (حسب ضرورت) بارش نازل فرمائے گا اور زمین اپنی تمام پیداوار اُگا دے گی۔ مال کھلیان کی طرح پڑا ہوگا۔ ایک آدمی اُٹھ کر عرض کرے گا: اے مہدی! مجھے عطا فرمائیں تو آپ ارشاد فرمائیں گے: (اپنی مرضی کے مطابق) لے لو۔''

۳۔ عن علي رضی اللہ عنہ قال: قلت: یا رسول الله! أمنّا آل محمد المهدي أم من غیرنا؟ فقال: لا، بل منّا، یختم الله به الدّین کما فتح بنا، وبنا ینقذون من الفتنة کما أنقذوا من الشرک، وبنا یؤلف الله بین قلوبهم بعد عداوة الفتنة کما ألّف بین قلوبهم بعد عداوة الشرک، وبنا یصبحون بعد عداوة الفتنة إخوانا کما أصبحوا بعد عداوة الشرک إخواناً في دینهم. (۱)

''حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا: میں نے (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں) عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا (امام) مہدی ہم آلِ محمد میں سے ہوں گے یا ہمارے علاوہ کسی اور سے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں، بلکہ وہ ہم ہی میں سے ہوں گے۔ اللہ رب العزت اُن پر (سلطنت) دین اسی

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۱: ۵۶، رقم: ۱۵۷
۲۔ سیوطی، الحاوی للفتاوی، ۲: ۶۱
۳۔ نعیم بن حماد، الفتن، ۱: ۳۷۰، رقم: ۱۰۸۹
۴۔ نعیم بن حماد، الفتن، ۱: ۳۷۱، رقم: ۱۰۹۰
۵۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۷: ۳۷۱

طرح ختم فرمائے گا جیسے ہم سے آغاز فرمایا ہے اور ہمارے ذریعے ہی لوگوں کو فتنہ سے بچایا جائے گا۔ جس طرح اُنہیں شرک سے نجات عطا فرمائی گئی ہے اور ہمارے ذریعے ہی اللہ تعالیٰ اُن کے دلوں میں فتنہ کی عداوت کے بعد محبت و اُلفت پیدا فرمائے گا۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے شرک کی عداوت کے بعد اُن کے دلوں میں (ہمارے ذریعے) اُلفت پیدا فرمائی اور ہمارے ذریعے ہی فتنہ (و فساد) کی عداوت کے بعد لوگ آپس میں بھائی بھائی ہو جائیں گے، جس طرح وہ شرک کی عداوت کے بعد اس دین میں بھائی بھائی بن گئے ہیں۔‘‘

(۹) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا امام مہدی علیہ السلام کی اقتداء میں نماز ادا فرمانا

۱۔ **عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم كيف أنتم إذا نزل ابن مريم فيكم وإمامكم منكم.**[۱]

’’حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم لوگوں کا اُس وقت (خوشی سے) کیا حال ہوگا۔ جب تم میں عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام (آسمان سے) اُتریں گے اور تمہارا امام تمہیں میں سے ہوگا۔‘‘

مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے نزول کے وقت جماعت کے ساتھ نماز ادا کریں گے اور امام خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہیں ہوں گے، بلکہ اُمّت کا ایک فرد یعنی خلیفہ مہدی ہوں گے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر بحوالہ مناقب الشافعی از امام ابو الحسین آجری لکھتے ہیں کہ اس بارے میں احادیث متواتر ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک نماز خلیفہ مہدی

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، كتاب أحاديث الأنبياء، باب نزول عيسى ابن مريم، ۳: ۱۲۷۲، رقم: ۳۲۶۵

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الإيمان، باب نزول عيسى ابن مريم حاكما بشريعة نبينا محمد، ۱: ۱۳۶، رقم: ۱۵۵

۳۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۵: ۲۱۳، رقم: ۶۸۰۲

کی اقتداء میں ادا کریں گے۔[1]

۲۔ عن جابر بن عبد الله الأنصاري رضی الله عنه قال: سمعت رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم يقول: لا تزال طائفة من أمّتي يقاتلون على الحق ظاهرين إلى يوم القيامة قال: وينزل عيسىٰ ابن مريم علیه السلام فيقول: أميرهم تعال صلّ لنا فيقول: لا، إنّ بعضكم على بعض امراء تكرمة الله هذه الأمّة.[2]

’’حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: میری اُمت میں سے ایک جماعت قیامِ حق کے لیے کامیاب جنگ قیامت تک کرتی رہے گی۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ان مبارک کلمات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آخر میں (حضرت) عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام آسمان سے اُتریں گے تو مسلمانوں کا امیر، اُن سے عرض کرے گا: تشریف لائیے ہمیں نماز پڑھائیے۔ اس کے جواب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے: (اِس وقت) میں امامت نہیں کروں گا۔ تمہارا بعض، بعض پر امیر ہے۔ (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس وقت امامت سے انکار فرما دیں گے اُس فضیلت و بزرگی کی بناء پر جو اللہ تعالیٰ نے اس اُمت کو عطا کی ہے۔)‘‘

---

(۱) عسقلاني، فتح البارى، ۶: ۴۹۳

(۲) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الإيمان، باب نزول عيسى ابن مريم حاكما بشريعة نبينا محمد، ۱: ۱۳۷، رقم: ۱۵۶
۲۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۵: ۲۳۱، رقم: ۶۸۱۹
۲۔ ابن منده، الإيمان، ۱: ۵۱۷، رقم: ۴۱۸
۳۔ ابن جارود، المنتقىٰ، ۱: ۲۵۷، رقم: ۱۰۳۱
۴۔ بيهقي، السنن الكبرىٰ، ۹: ۱۸۰
۵۔ أبو عوانة، المسند، ۱: ۹۹، رقم: ۳۱۷

۳۔ عن جابر ﷺ قال: قال رسول الله ﷺ: يخرج الدجال في خفة من الدّين وذكر الدجال ثم قال: ينزل عيسٰى ابن مريم علیہ السلام فينادي من السحر فيقول: ياأيها النّاس! ما يمنعكم أن تخرجوا إلى هذا الكذاب الخبيث فيقولون: هذا رجل جنى فينطلقون فإذا هم بعيسى ابن مريم علیہ السلام فتقام الصلاة فيقال له: تقدم يا روح الله! فيقول: ليتقدم إمامكم فليصل بكم فإذا صلوا صلاة الصبح خرجوا إليه قال: فحين يراه الكذاب ينماث كما ينماث الملح في الماء. (۱)

’’حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دین کے کمزور ہو جانے کی حالت میں دجال نکلے گا اور دجال سے متعلق تفصیلات بیان کرنے کے بعد فرمایا: بعد ازاں عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام (آسمان سے) اُتریں گے اور بوقت سحر (یعنی صبح صادق سے پہلے) آواز دیں گے کہ اے مسلمانو! تمہیں اس جھوٹے خبیث (دجال) سے مقابلہ کرنے میں کیا چیز مانع ہے؟ تو لوگ کہیں گے کہ یہ کوئی جناتی مخلوق ہے۔ پھر آگے بڑھ کر دیکھیں گے تو اُنہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نظر آئیں گے۔ پھر نمازِ فجر کے لیے اقامت ہوگی تو اُن کا امیر کہے گا: اے روح اللہ! امامت کے واسطے آگے تشریف لائیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے: تمہارا امام ہی تمہیں نماز پڑھائے (اور اس وقت کے امام سیدنا مہدی علیہ السلام ہوں گے)۔ جب لوگ نماز سے فارغ ہو جائیں گے تو (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قیادت میں) دجال سے مقابلہ کے لیے نکلیں گے۔ دجال جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھے گا تو (خوف کے مارے) نمک کے

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۳۶۸، رقم: ۱۴۹۹۷

۲۔ ہيثمي، مجمع الزوائد، ۷: ۳۴۴

پگھلنے کی طرح پگھلنے لگے گا۔‘‘

۴۔ **عن أبي أمامة الباهلي رضی اللہ عنہ مرفوعا فقالت أم شريک بنت أبي العکر: يا رسول الله! فأين العرب يومئذ؟ قال: هم يومئذ قليل وجلهم ببيت المقدس وإمامهم رجل صالح قد تقدم يصلي بهم الصبح إذ نزل عليهم ابن مريم الصبح فرجع ذلک الإمام ينکص يمشي القهقری ليتقدم عيسٰی ابن مريم يصلي بالنّاس فيضع عيسٰی يده بين کتفيه ثم يقول له: تقدم فصلّ فإنّها لک أقيمت فيصلي بهم إمامهم.** (۱)

’’حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک طویل حدیث روایت کرتے ہیں جس میں ہے کہ ایک صحابیہ ام شریک بنت ابی العکر رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یا رسول اللہ! عرب اس وقت کہاں ہوں گے۔ (مطلب یہ ہے کہ اہلِ عرب دین کی حمایت میں مقابلے کے لیے کیوں سامنے نہیں آئیں گے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عرب اس وقت کم ہوں گے اور اُن میں بھی اکثر بیت المقدس (یعنی شام) میں ہوں گے اور ان کا امام و امیر ایک رجل صالح (مہدی) ہوگا۔ جس وقت ان کا امام نماز فجر کے لیے آگے بڑھے گا۔ اچانک (حضرت) عیسٰی ابن مریم علیہ السلام اسی وقت (آسمان سے) اُتریں گے۔ امام پیچھے ہٹے گا تاکہ (حضرت) عیسٰی علیہ السلام نماز پڑھائیں۔ (حضرت) عیسٰی علیہ السلام امام کے کندھوں کے درمیان ہاتھ رکھ کر فرمائیں گے آگے بڑھو اور نماز پڑھاؤ کیونکہ تمہارے ہی لیے اقامت کہی گئی ہے تو ان کے امام (مہدی) لوگوں کو نماز پڑھائیں گے۔‘‘

---

(۱) ابن ماجه، السنن، کتاب الفتن، باب فتنة الدجال وخروج عيسی بن مريم، ۲: ۱۳۶۱، رقم: ۴۰۷۷

۵۔ عن عثمان بن أبي العاص رضی اللہ عنہ مرفوعا وينزل عيسٰى ابن مريم علیہ السلام عند صلاة الفجر فيقول له النّاس: يا روح الله! تقدم فصلّ بنا فيقول: إنّكم معاشر أمّة محمد أمراء بعضكم على بعض فتقدّم أنت فصلّ بنا فيتقدم الأمير فيصلي بهم.(۱)

''حضرت عثمان بن ابو العاص رضی اللہ عنہ مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (حضرت) عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نماز فجر کے وقت (آسمان سے) اُتریں گے تو لوگ اُن سے عرض کریں گے: اے روح اللہ! آگے تشریف لائیے، اور ہمیں نماز پڑھائیے، عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے: تم اُمتِ محمدیہ کے لوگ ہو۔ اس اُمت کا بعض بعض پر امیر ہے۔ پس آپ ہی آگے بڑھیں اور ہمیں نماز پڑھائیں تو مسلمانوں کا امیر آگے بڑھے گا اور نماز پڑھائے گا۔''

۶۔ عن عبد الله بن عمرو رضی اللہ عنہ قال: المهدي الّذي ينزل عليه عيسٰى ابن مريم ويصلي خلفه عيسٰى.(۲)

''حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسی ابن مریم علیہ السلام امام مہدی کے بعد نازل ہوں گے اوران کے پیچھے (ایک) نماز ادا فرمائیں گے۔''

۷۔ عن أبي سعيد الخدري رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: منّا الّذي يصلي عيسٰى ابن مريم خلفه.(۳)

---

(۱) ۱۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۵۲۴، رقم: ۸۴۷۳
۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۹: ۶۰، رقم: ۸۳۹۲

(۲) ۱۔ نعیم بن حماد، الفتن، ۱: ۳۷۳، رقم: ۱۱۰۳
۲۔ سیوطی، الحاوی للفتاوی، ۲: ۷۸

(۳) ۱۔ محمد بن أبی بکر الدمشقی، المنار المنیف، ۱: ۱۴۷، رقم: ۳۳۷
۲۔ سیوطی، الحاوی للفتاوی، ۲: ۶۴

''حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اِسی اُمت میں سے ایک شخص ہوگا جس کے پیچھے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نماز ادا فرمائیں گے۔''

۸۔ **عن حذيفة رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يلتفت المهدي وقد نزل عيسٰى ابن مريم كأنّما يقطر من شعره الماء فيقول المهدي: تقدم صل بالنّاس فيقول عيسٰى علیہ السلام: إنّما أقيمت الصلاة لک فيصلي خلف رجل من ولدي.** (۱)

''حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تو اُن کو دیکھ کر یوں معلوم ہوگا گویا اُن کے بالوں سے پانی ٹپک رہا ہے۔ اُس وقت (امام) مہدی علیہ السلام اُن کی طرف مخاطب ہو کر عرض کریں گے: تشریف لائیے اور لوگوں کو نماز پڑھا دیجئے۔ وہ فرمائیں گے: اِس نماز کی اقامت تو آپ کے لیے ہوچکی ہے اس لیے نماز تو آپ ہی پڑھائیں چنانچہ وہ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) یہ نماز میری اولاد میں سے ایک شخص کے پیچھے ادا فرمائیں گے۔''

۹۔ **عن ابن سيرين قال: المهدي من هذه الأمّة وهو الّذي يؤم عيسٰى ابن مريم عليهما السلام.** (۲)

''ابن سیرین سے روایت ہے کہ (امام) مہدی علیہ السلام اِسی اُمت میں سے ہوں گے اور عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی امامت سرانجام دیں گے۔''

---

(۱) سيوطي، الحاوی للفتاوی، ۲: ۸۱

(۲) ۱۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۷: ۵۱۳، رقم: ۳۷۶۴۹

۲۔ نعيم بن حماد، الفتن، ۱: ۳۷۳، رقم: ۱۱۰۷

(۱۰) امام مہدی علیہ السلام کی اطاعت واجب اور تکذیب کفر ہو گی

۱۔ **عن شهر بن حوشب رضی الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ في المحرم ينادي من السماء: ألا إنّ صفوة الله فلان، فاسمعوا له وأطيعوا، في سنة الصوت والمعمة.**(۱)

''حضرت شہر بن حوشب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشادفرمایا: محرم (کے مہینے) میں آواز دینے والا آسمان سے آواز دے گا: خبردار (آگاہ ہوجاؤ!) بیشک فلاں بندہ اللہ رب العزت کا چنا ہوا (منتخب کردہ) شخص ہے۔ پس تم اُن کی بات سنو اور اُن کی اطاعت کرو۔''

۲۔ **عن جابر بن عبد الله رضی الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ من كذب بالدّجال فقد كفر، ومن كذب بالمهدي فقد كفر.**(۲)

''حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشادفرمایا: جس شخص نے دجال (کے آنے) کا انکار کیا یقیناً اس نے کفر (کا ارتکاب) کیا۔ جس نے (امام) مہدی علیہ السلام (کے تشریف لانے) کا انکار کیا یقیناً اس نے (بھی) کفر کیا۔''

۳۔ **عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: قال رسول الله ﷺ: يخرج المهدي وعلى رأسه عمامة، فيأتي مناد ينادي: هذا المهدي خليفة الله فاتّبعوه.**(۳)

---

(۱) ۱۔ نعیم بن حماد، الفتن، ۱: ۲۲۶، رقم: ۶۳۰
۲۔ نعیم بن حماد، الفتن، ۱: ۳۳۸، رقم: ۹۸۰
۳۔ سیوطی، الحاوی للفتاوی، ۲: ۷۶

(۲) سیوطی، الحاوی للفتاوی، ۲: ۷۳

(۳) ۱۔ طبرانی، مسند الشامیین، ۲: ۷۱، رقم: ۹۳۷

’’حضرت عبد اللہ بن عمر رضي الله عنهما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (امام) مہدی علیہ السلام تشریف لائیں گے اور اُن کے سر پر عمامہ ہوگا۔ پس ایک منادی یہ آواز بلند کرتے ہوئے آئے گا: یہ مہدی ہیں جو اللہ کے خلیفہ ہیں۔ سوتم ان کی اتباع و پیروی کرو۔‘‘

(۱۱) امام آخر الزمان علیہ السلام، مهدي الأرض والسّماء ہوں گے

۱۔ **عن سلمان بن عيسٰى قال: بلغني أنّه على يدي المهدي يظهر تأبوت السكينة من بحيرة طبرية حتّى يحمل فيوضع بين يديه ببيت مقدس، فإذا نظرت إليه اليهود أسلمت إلّا قليلا منهم.** (۱)

’’حضرت سلمان بن عیسٰی سے مروی ہے اُنہوں نے فرمایا: مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ بحیرہ طبریہ سے (امام) مہدی علیہ السلام کے ذریعے تابوت سکینہ ظاہر ہوگا۔ یہاں تک کہ بیت المقدس میں آپ کے سامنے اسے اُٹھا کر رکھ دیا جائیگا۔ جب یہود اس (تابوت) کو دیکھیں گے تو چند لوگوں کے سوا تمام اسلام قبول کر لیں گے۔‘‘

۲۔ **عن كعب رضي الله عنه قال: يطلع نجم من المشرق قبل خروج المهدي، له ذنب يضيء.** (۲)

.... ۲۔ ديلمی، الفردوس بمأثور الخطاب، ۵: ۵۱۰، رقم: ۸۹۲۰

۳۔ سيوطی، الحاوی للفتاوی، ۲: ۶۱

(۱) ۱۔ نعيم بن حماد، الفتن، ۱: ۳۶۰، رقم: ۱۰۵۰

۲۔ سيوطی، الحاوی للفتاوی، ۲: ۸۳

(۲) ۱۔ نعيم بن حماد، الفتن، ۱: ۲۲۹ رقم: ۶۴۲

۲۔ سيوطی، الحاوی للفتاوی، ۲: ۸۲

’’حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: امام مہدی علیہ السلام کے خروج (ظہور) سے پہلے جانبِ مشرق سے ایک ستارہ طلوع ہوگا جس کی چمکتی ہوئی دم ہوگی۔‘‘

۳۔ **عن شريک رضی الله عنه قال: بلغني أنّه قبل خروج المهدي ينكسف القمر في شهر رمضان مرتين.** (۱)

’’حضرت شریک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ (امام) مہدی علیہ السلام کے خروج (ظہور) سے پہلے رمضان المبارک کے مہینے میں دو مرتبہ چاند گرہن ہوگا۔‘‘

۴۔ **عن علي رضی الله عنه، قال: إذا نادى مناد من السّماء إنّ الحق في آل محمد فعند ذلک يظهر المهدي على أفواه النّاس، ويشربون حبّه، ولا يكون لهم ذكر غيره.** (۲)

’’حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: جب آسمان سے آواز دینے والا آواز دے گا: حق آلِ محمد میں ہے تو اُس وقت لوگوں کی زبانوں پر (امام) مہدی علیہ السلام کا ظہور ہوگا۔ لوگوں کو اُن کی محبت (اس طرح) پلا دی جائے گی کہ وہ اُن کے سوا کسی (اور) کا تذکرہ نہیں کریں گے۔‘‘

۵۔ **عن ثوبان رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله عليه وآله وسلم: إذا رأيتم الرايات السود قد أقبلت من خراسان فأتوها ولو حبّوا على الثلج، فإنّ فيها**

---

(۱) ۱۔ نعیم بن حماد، الفتن، ۱: ۲۲۹، رقم: ۶۴۲
۲۔ سیوطی، الحاوی للفتاوی، ۲: ۸۲

(۲) ۱۔ نعیم بن حماد، الفتن، ۱: ۳۳۴، رقم: ۹۶۵
۲۔ سیوطی، الحاوی للفتاوی، ۲: ۶۸

خليفة الله المهدي. (۱)

''حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم خراسان کی طرف سے سیاہ پرچموں (کا قافلہ) آتے ہوئے دیکھو تو اُس میں ضرور شامل ہو جانا اگرچہ برف پر گھسٹ کر آنا پڑے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کے خلیفہ مہدی ہوں گے۔''

٦۔ عن أبي الجلد قال: تكون فتنة بعدها فتنة، الأولى في الآخرة كثمرة السوط يتّبعها ذباب السيف، ثم يكون بعد ذلک فتنة استحل فيها المحارم كلّها، ثم تأتي الخلافة خير أهل الأرض وهو قاعد في بيته. (۲)

''حضرت ابو الجلد سے روایت ہے اُنہوں نے فرمایا: ایک فتنہ (برپا) ہوگا جس کے بعد ایک (اور) فتنہ ہو گا۔ پہلا (فتنہ) دوسرے (فتنہ) کے ساتھ بالکل ویسے ہوگا جیسے کوڑے کا تسمہ۔ پھر اس کے بعد تلواروں کی دھاریں ہونگی۔ اس کے بعد پھر ایک (اور) فتنہ ہوگا جس میں تمام محارم (اللہ کی حرام کردہ چیزوں) کو حلال کردیا جائے گا۔ پھر تمام زمین والوں میں سب سے بہتر شخص کے

(۱) ۱۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الفتن، باب خروج المهدي، ۲: ۱۳۶۷، رقم: ۴۰۸۴

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۲۷۷، رقم: ۲۲۴۴۱

۳۔ نعیم بن حماد، الفتن، ۱: ۳۱۱، رقم: ۸۹۶

۴۔ دیلمی، الفردوس بمأثور الخطاب، ۲: ۳۲۳، رقم: ۳۴۷۰

۵۔ أبو عمرو الدانی، السنن الوارده فی الفتن، ۵: ۱۰۳۲، رقم: ۵۴۸

۶۔ سیوطی، الحاوی للفتاوی، ۲: ۶۳

(۲) ۱۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۷: ۵۳۱، رقم: ۳۷۷۵۴

۲۔ سیوطی، الحاوی للفتاوی، ۲: ۶۵

ذریعے خلافت آئے گی جبکہ وہ (خلیفہ) اپنے گھر میں بیٹھے ہوئے ہوں گے۔‘‘

۷۔ **عن عبد الله بن عمرو رضي الله عنهما قال: يحج النّاس معا، ويعرفون معا، على غير إمام، فبينا هم نزول بمنى إذ أخذهم كالكلب، فثأرت القبائل بعضهم إلى بعض، فاقتتلوا حتّى تسيل العقبة دماً، فيفزعون إلى خيرهم فيأتونه وهو ملصق وجهه إلى الكعبة، يبكي كأنّي أنظر إلى دموعه، فيقولون: هلم إلينا، فلنبايعک، فيقول: ويحكم كم من عهد نقضتموه، وكم من دم سفكتموه! فيبايع كرها، فإن أدركتموه فبايعوه، فإنّه المهدي في الأرض والمهدي في السماء.** (۱)

’’حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے اُنہوں نے فرمایا: لوگ اکٹھے حج (ادا) کریں گے اور بغیر امام کے عرفات میں اکٹھے ہوں گے۔ پس منیٰ میں ان کے نزول کے دوران ایک فتنہ اُنہیں کتے کی طرح دبوچ لے گا (جس کی وجہ سے مختلف) قبائل ایک دوسرے پر چڑھائی کر دیں گے۔ پس وہ ایک دوسرے کو قتل کریں گے یہاں تک کہ گھاٹی خون سے بہنے لگے گی (اس گھبراہٹ کے عالم میں) وہ سب سے بہتر ہستی کی پناہ لینے کے لیے اُن کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے جبکہ وہ کعبۃ اللہ سے اپنا چہرہ لگائے رو رہے ہوں گے۔ گویا میں اُن کے آنسوؤں کو دیکھ رہا ہوں۔ پس وہ اُن کی خدمت میں عرض کریں گے: آپ ہمارے پاس تشریف لائیں تاکہ ہم آپ کی بیعت کریں

(۱) ۱۔ نعيم بن حماد، الفتن، ۱: ۲۲۷، رقم: ۶۳۲
۲۔ نعيم بن حماد، الفتن، ۱: ۳۴۱، رقم: ۹۸۷
۳۔ أبو عمرو الداني، السنن الواردة فى الفتن، ۵: ۱۰۴۴، رقم: ۵۶۰
۴۔ سيوطى، الحاوى للفتاوى، ۲: ۷۶

وہ فرمائیں گے: تم پر افسوس تم نے کتنے ہی عہد توڑے ہیں اور کتنے ہی خون بہائے ہیں! پس وہ مجبوراً اُن کی بیعت قبول فرمائیں گے۔ اگر تم اس ہستی کو پالو تو اُن کی بیعت کرنا کیونکہ وہ زمین میں مہدی (علیہ السلام) ہوں گے اور آسمان میں بھی مہدی (علیہ السلام) ہوں گے۔‘‘

(۱۲) امام مہدی علیہ السلام بارھویں امام اور آخری خلیفۃ اللہ ہوں گے

۱۔ عن جابر بن سمرة رضی اللہ عنہ قال: سمعت رسول اللہ يقول: لا يزال هذا الدّين قائماً حتّى يكون عليكم اثنا عشر خليفة كلّهم تجتمع عليه الأمّة. فسمعت كلاماً من النّبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لم أفهمه، قلتُ لأبي: ما يقول؟ قال: كلّهم من قريش. (۱)

’’حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: یہ دین قائم رہے گا یہاں تک کہ تم پر بارہ خلفاء ہوں گے۔ اُن تمام پر اُمت مجتمع ہوگی پھر میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے (کچھ) گفتگو سنی جسے میں سمجھ نہ سکا تو میں نے اپنے باپ سے عرض کیا: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا ارشاد فرمایا: میرے باپ نے بتایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: وہ تمام (بارہ خلفاء) قریش سے ہوں گے۔‘‘

۲۔ عن جابر بن سمرة رضی اللہ عنہ قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يقول: لا يزال هذا الدّين عزيزا إلى اثنى عشر خليفة قال: فكبّر النّاس وضجوا، ثم قال كلمة خفية قلت لأبي: يا أبت! ما قال؟ قال: كلّهم من قريش. (۲)

---

(۱) أبو داود، السنن، كتاب المهدي، ۴: ۱۰۶، رقم: ۴۲۷۹

(۲) أبو داود، السنن، كتاب المهدي، ۴: ۱۰۶، رقم: ۴۲۸۰/۴۲۸۱

''حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: یہ دین بارہ خلفاء کے آنے تک غالب رہے گا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ (اس پر) لوگوں نے (بلند آواز) سے ''اللہ اکبر'' کہا اور شور برپا ہوگیا۔ پھر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آہستہ آواز میں ایک کلمہ ارشاد فرمایا۔ میں نے اپنے باپ سے عرض کیا: اباجان! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا ارشاد فرمایا ہے؟ (اُنہوں نے بتایا) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: وہ سب (بارہ خلفاء) قریش میں سے ہوں گے۔''

امام سیوطیؒ ''الحاوی للفتاوی'' میں ابو داود کی مذکورہ بالا روایات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

عقد أبو داود في سننه بابا في المهدي وأورد في صدره حديث جابر بن سمرة عن رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: لا يزال هذا الدّين قائماً حتى يكون اثنا عشر خليفة كلهم تجتمع عليه الأمة. وفي رواية: لا يزال هذا الدّين عزيزًا إلى اثنى عشر خليفة كلّهم من قريش، فأشار بذلك إلى ما قاله العلماء إنّ المهدي أحد الإثنى عشر. (۱)

''امام ابو داود نے اپنی کتاب السنن میں امام مہدی علیہ السلام پر ایک باب باندھا ہے جس کے شروع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی روایت درج فرمائی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''یہ دین قائم رہے گا یہاں تک کہ بارہ خلفاء ہوں گے جن پر یہ اُمت مجتمع ہوگی'' اور ایک دوسری روایت میں ہے: ''یہ دین بارہ خلفاء تک غالب رہے گا اور وہ تمام خلفاء قریش سے ہوں گے۔'' امام ابو داود نے گویا یہ باب باندھ کر علماء کے اس قول کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ امام مہدی علیہ السلام اُن بارہ خلفاء میں سے ایک ہیں۔''

---

(۱) سیوطی، الحاوی للفتاوی، ۲: ۸۵

امام سیوطی نے اس سے واضح طور پر یہ استنباط فرمایا ہے کہ امام مہدی علیہ السلام روئے زمین پر بارہویں اور آخری امام ہوں گے کیونکہ امام ابو داود، امام مہدی علیہ السلام کے بارے میں باب کا آغاز ان دو احادیث سے کر کے پھر حضرت اُم سلمہ رضي الله عنها سے مروی یہ حدیث لائے ہیں:

عن أمّ سلمة رضي الله عنها قالت: سمعت رسول الله ﷺ يقول: المهدي من عترتي من ولد فاطمة. (۱)

''حضرت اُم سلمہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: امام مہدی علیہ السلام میری عترت اور اولادِ فاطمہ سے ہوں گے۔''

اور اس سے پہلے وہ حدیث بھی لائے ہیں جس میں ارشاد ہے: ''قیامت میں سے خواہ ایک ہی دن کیوں نہ بچ جائے اللہ رب العزت میری اہل بیت میں سے ایک شخص (مہدی) کو بھیجے گا جو زمین کو عدل سے بھر دے گا جیسے وہ ظلم سے بھر دی گئی تھی۔''

۳۔ **عن أبي سعيد رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ يكون عند إنقطاع من الزّمان وظهور من الفتن رجل يقال له المهدي، يكون عطاؤه هنيئا.** (۲)

''حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: آخری زمانے میں جب بہت سے فتنے ظاہر ہوں گے تو اُس وقت ایک آدمی ہوگا جس کو ''مہدی'' کہا جائے گا۔ اُن کی عطائیں (بڑی) خوش گوار ہوں گی۔''

۴۔ **عن الزهري قال: إذا التقى السفياني والمهدي للقتال يومئذ يسمع صوت من السماء: ألا إنّ أولياء الله أصحاب فلان. يعني**

(۱) أبو داود، السنن، كتاب المهدي، ۴: ۱۰۶، رقم: ۴۲۸۴

(۲) سیوطی، الحاوی للفتاوی، ۲: ۶۳

المهدي. وقالت أسماء بنت عميس: إنّ أمارة ذلک اليوم أن كفاء من السماء مدلاة ينظر إليها الناس. (۱)

''امام الزهری سے روایت ہے آپ نے فرمایا: جب سفیان (کا لشکر) اور امام مہدی علیہ السلام کا لشکر قتال کے لیے آمنے سامنے ہوں گے، تو اُس دن آسمان سے ایک آواز سنائی دے گی، خبردار! (آگاہ رہو) بیشک (امام) مہدی علیہ السلام کے احباب ہی اللہ کے ولی اور دوست ہیں۔ اسماء بنت عمیس رضي الله عنها نے فرمایا: اُس دن کی علامت یہ ہوگی کہ آسمان سے لٹکا ہوا ہاتھ نظر آئے گا جس کو (تمام) لوگ دیکھیں گے۔''

۵۔ عن علي رضي الله عنه قال: قلت: يا رسول الله! أمنّا آل محمد المهدي أم من غيرنا؟ فقال: لا، بل منّا، يختم الله به الدّين كما فتح بنا، وبنا ينقذون من الفتنة كما أنقذوا من الشرک، وبنا يؤلف الله بين قلوبهم بعد عداوة الفتنة كما ألف بين قلوبهم بعد عداوة الشرک، وبنا يصبحون بعد عداوة الفتنة إخوانا كما أصبحوا بعد عداوة الشرک إخواناً في دينهم. (۲)

''حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا: میں نے (حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں) عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا (امام) مہدی ہم آلِ محمد میں سے

(۱) سیوطی، الحاوی للفتاوی، ۲: ۷۶

(۲) ۱۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۱: ۵۶، رقم: ۱۵۷
۲۔ نعیم بن حماد، الفتن، ۱: ۳۷۰، رقم: ۱۰۸۹
۳۔ نعیم بن حماد، الفتن، ۱: ۳۷۱، رقم: ۱۰۹۰
۴۔ هیثمی، مجمع الزوائد، ۷: ۳۷۱
۵۔ سیوطی، الحاوی للفتاوی، ۲: ۶۱

ہوں گے یا ہمارے علاوہ کسی اور سے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں، بلکہ وہ ہم میں سے ہوں گے۔ اللہ رب العزت ان پر (سلطنت) دین اسی طرح ختم فرمائے گا جیسے ہم سے آغاز فرمایا تھا۔ اور ہمارے ذریعے ہی لوگوں کو فتنہ سے بچایا جائیگا جس طرح اُنہیں شرک (اور کفر) سے نجات عطا فرمائی گئی ہے اور ہمارے ذریعے ہی اللہ ان کے دلوں میں فتنہ کی عداوت کے بعد (محبت اور) اُلفت پیدا فرمائیگا۔ جس طرح اللہ نے شرک کی عداوت کے بعد ان کے دلوں میں (ہمارے ذریعے) اُلفت پیدا فرمائی اور ہمارے ذریعے ہی فتنہ (وفساد) کی عداوت کے بعد لوگ آپس میں بھائی بھائی ہو جائیں گے، جس طرح وہ شرک کی عداوت کے بعد اس دین میں بھائی بھائی بن گئے ہیں۔''

۶۔ **عن أرطاة قال: ثم يخرج رجل من أهل بيت النّبي ﷺ مهدي حسن السيرة، يغزو مدينة قيصر، وهو آخر أمير من أمة محمد ﷺ ثم يخرج في زمانه الدجال وينزل في زمانه عيسٰی ابن مريم.** (۱)

''حضرت ارطاۃ سے مروی ہے پھر اہل بیت نبی ﷺ سے حسنِ سیرت کے پیکر ایک شخص (امام) مہدی علیہ السلام کا ظہور ہو گا جو قیصر روم کے شہر میں جنگ کریں گے اور وہ اُمتِ محمدی کے آخری امیر ہوں گے۔ پھر اُن کے زمانہ میں دجال ظاہر ہو گا اور اُن کے زمانہ میں ہی حضرت عیسٰی بن مریم علیہ السلام (آسمان سے) نازل ہوں گے۔''

امام سیوطیؒ نے 'الحاوی للفتاوی' میں امام منتظر (امام مہدی) کے ظہور کے وقت کے آثار و علامات درج کرنے کے بعد لکھا ہے:

---

(۱) ۱۔ نعیم بن حماد، الفتن، ۱: ۴۰۲، ۴۰۸، رقم: ۱۲۱۴، ۱۲۳۴

۲۔ سیوطی، الحاوی للفتاوی، ۲: ۸۰

هذه الآثار كلها لخصتها من كتاب ''الفتن'' لنعيم بن حماد، وهو أحد الائمة الحفاظ، وأحد شيوخ البخاري. (۱)

''یہ تمام آثار و علامات ہیں جن کی تلخیص میں نے نعیم بن حماد کی کتاب 'الفتن' سے کی ہے اور وہ (نعیم بن حماد) ائمہ حفاظ میں سے ہیں اور (امام) بخاری کے شیوخ (اساتذہ) میں سے ایک ہیں۔''

۷۔ **عن جابر رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: يكون في آخر أمتي خليفة يحثي المال حثيًا ولا يعده عدّاً.** (۲)

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری اُمت کے آخری دور میں ایک خلیفہ ہوگا جو مال لبالب بھر بھر کے دے گا اور اُسے شمار نہیں کرے گا۔''

۸۔ **عن جابر رضي الله عنه عن النّبيّ صلى الله عليه وآله وسلم قال: يكون في أمّتي خليفة يحثي المال في النّاس حثيا لا يعده عدا ثم قال: والّذي نفسي بيده ليعودن.** (۳)

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری اُمت میں ایک خلیفہ ہوگا جو لوگوں کو مال لبالب بھر بھر کے تقسیم کرے گا اور اُسے شمار نہیں کرے گا۔ قسم ہے اُس ذاتِ پاک کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری

---

(۱) سیوطی، الحاوی للفتاوی، ۲: ۸۰

(۲) سیوطی، الحاوی للفتاوی، ۲: ۶۰، ۶۱

(۳) ۱۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۵۰۱، رقم: ۸۴۰۰

۲۔ هیثمی، مجمع الزوائد، ۷: ۳۱۶، رقم:

۳۔ نعیم بن حماد، الفتن، ۱: ۳۶۲، رقم: ۱۰۵۵

جان ہے، بالتحقیق (غلبہ اسلام کا دور) ضرور لوٹے گا۔ (یعنی امرِ اسلام مضمحل ہو جانے کے بعد اُن کے زمانہ میں پھر سے فروغ حاصل کر لے گا۔)''

۹۔ عن ابن مسعود رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم لو لم يبق من الدّنيا إلّا ليلة لطول الله تلك ليلة حتّى يملك رجل من أهل بيتي يواطئ، اسمه اسمي واسم أبيه اسم أبي، يملؤها قسطا وعدلا كما ملئت ظلماً وجوراً، ويقسم المال بالسّوية، ويجعل الله الغنى في قلوب هذه الأمة، فيمكث سبعا أو تسعا، ثم لا خير فى عيش الحياة بعد المهدي. (۱)

''حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر دنیا (کے زمانہ) میں صرف ایک رات ہی باقی رہ گئی تو بھی اللہ رب العزت اُس رات کو لمبا فرما دے گا یہاں تک کہ میری اہلِ بیت میں سے ایک شخص بادشاہ بنے گا جس کا نام میرے نام اور جس کے والد کا نام میرے والد کے نام جیسا ہوگا۔ وہ زمین کو انصاف اور عدل سے لبریز کر دیں گے جس طرح وہ ظلم و زیادتی سے بھری ہوئی تھی اور وہ مال کو برابر تقسیم کریں گے اور اللہ رب العزت اس اُمت کے دلوں میں غنا پیدا فرما دے گا۔ وہ سات یا نو سال رہیں گے۔ پھر (امام) مہدی کے (زمانے کے) بعد زندگی میں کوئی خیر (یعنی لطف زندگی باقی) نہیں (رہے گا)۔''

---

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۰: ۱۳۳، رقم: ۱۰۲۱۶
۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۰: ۱۳۵، رقم: ۱۰۲۲۴
۳۔ أبو عمرو الداني، السنن الواردة في الفتن، ۵: ۱۰۵۵، رقم: ۵۷۲
۴۔ سیوطی، الحاوی للفتاوی، ۲: ۶۴

خلاصۂ کلام

مذکورہ بالا احادیث و روایات کی روشنی میں ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ قربِ قیامت امام مہدی علیہ السلام کی ولادت وظہور عین اسلامی عقیدہ ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام مہدی علیہ السلام کی آمد سے پہلے کے حالات و واقعات ، ان کی ولادت ، ظہور اور شخصی اوصاف کو واضح طور پر بیان فرما دیا ہے۔ امام مہدی علیہ السلام کی ولادت اُسی وقت ہوگی جب احادیث میں مذکور علامات کا ظہور ہو گا اور وہی شخص امام مہدی علیہ السلام ہوگا جو احادیث میں مذکور صفات کا حامل ہو گا۔ اس کے علاوہ کوئی آمدِ امام مہدی علیہ السلام کا ہزار بار اعلان کرتا پھرے یا امام مہدی ہونے کا لاکھ بار دعویٰ کرے سب جھوٹ اور دجل وفریب ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی شخصیت کو اِن احادیث کے آئینے میں دیکھا جائے تو وہ کسی لحاظ سے بھی امام مہدی علیہ السلام کے معیار پر پورا نہیں اُترتے، سو دیگر دعاوی کی طرح ان کا دعویٰ مہدویت بھی مبنی بر کذب و افترا اور جہالت و گمراہی ہے۔ مرزا صاحب کے شخصی اوصاف اس کتاب کے حصہ دوم میں بیان ہوئے ہیں جنہیں پڑھنے کے بعد انسان اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ وہ تو ایک اچھا انسان کہلانے کے لائق نہیں چہ جائیکہ مہدی، مسیح یا نبی وغیرہ۔

مآخذ و مراجع

۱۔ **القرآن الحکیم۔** المنزل من اللہ ﷻ

۲۔ **آلوسی**، ابوالفضل شہاب الدین السید محمود (۱۲۷۰ھ)۔ **روح المعاني فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثاني۔** بیروت، لبنان: دار إحیاء التراث۔

۳۔ **ابن اثیر**، ابو السعادات مبارک بن محمد بن محمد بن عبد الکریم بن عبدالواحد شیبانی جزری (۵۴۴۔۶۰۶ھ/ ۱۱۴۹۔۱۲۱۰ء)۔ **النهایه في غریب الحدیث والاثر۔** بیروت ، لبنان: المکتبة العلمیة، ۱۳۹۹ھ۔

۴۔ **احمد بن حنبل**، ابو عبد اللہ بن محمد (۱۶۴۔۲۴۱ھ/۷۸۰۔۸۵۵ء)۔ **فضائل الصحابة۔** بیروت، لبنان: مؤسسة الرسالہ،۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳

۵۔ **احمد بن حنبل**، ابو عبد اللہ بن محمد (۱۶۴۔۲۴۱ھ/۷۸۰۔۸۵۵ء)۔ **المسند۔** مصر: مؤسسة قرطبة

۶۔ ازہری، محمد بن احمد ابو منصور (۲۸۲۔۳۷۰ھ/ ۸۹۵۔۹۸۱ء)۔ **التهذیب فی اللغة۔**

۷۔ **اسماعیل حقی**، بروسوی یا اسکوداری (۱۰۶۳۔۱۱۳۷ھ/۱۶۵۲۔۱۷۲۴ء)۔ **تفسیر روح البیان۔** کوئٹہ، پاکستان: مکتبہ اسلامیہ، ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء۔

۸۔ اسماعیل بن عباد (۳۸۵ھ)۔ **المحیط فی اللغة۔**

۹۔ **اصبهانی**، اسماعیل بن محمد بن الفضل التیمی (۴۵۷۔۵۳۵ھ)۔ **دلائل النبوة۔** ریاض، سعودی عرب: دار طیبہ، ۱۴۰۹ھ۔

۱۰۔ **بخاری**، ابوعبد اللہ محمد بن إسماعیل بن إبراہیم بن مغیرہ (۱۹۴۔۲۵۶ھ/ ۸۱۰۔

۸۷۰ء)۔ التاریخ الکبیر۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، دار الفکر۔

۱۱۔ **بخاری**، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ (۱۹۴۔۲۵۶ھ/ ۸۱۰۔ ۸۷۰ء)۔ الصحیح۔ بیروت، لبنان + دمشق، شام: دار القلم، ۱۴۰۱ھ/ ۱۹۸۱ء۔

۱۲۔ **بزار**، ابو بکر احمد بن عمرو بن عبد الخالق بصری (۲۱۰۔۲۹۲ھ/ ۸۲۵۔۹۰۵ء)۔ المسند۔ بیروت، لبنان: ۱۴۰۹ھ۔

۱۳۔ **بستانی**، معلم بطرس (۱۸۱۹۔۱۸۸۳ء)۔ محیط المحیط۔ مکتبہ لبنان۔

۱۴۔ **بغوی**، ابو محمد حسین بن مسعود بن محمد (۴۳۶۔۵۱۶ھ/ ۱۰۴۴۔۱۱۲۲ء)۔ معالم التنزیل۔ بیروت، لبنان: دار المعرفۃ، ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۷ء۔

۱۵۔ **ابو البقاء**، ایوب بن موسیٰ الحسینی القریمی الکفوي الحنفي (۱۰۹۵ھ/ ۱۶۸۴ء)۔ الکلیات۔

۱۶۔ **بیضاوی**، ناصر الدین ابی سعید عبد اللہ بن عمر بن محمد شیرازی بیضاوی (۷۹۱ھ)۔ أنوار التنزیل۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الأعلمی، ۱۴۱۰ھ/ ۱۹۹۰ء۔

۱۷۔ **بیہقی**، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ (۳۸۴۔۴۵۸ھ/ ۹۹۴۔۱۰۶۶ء)۔ السنن الصغری۔ مدینہ منورہ، سعودی عرب: مکتبۃ الدار، ۱۴۱۰ھ/ ۱۹۸۹ء۔

۱۸۔ **بیہقی**، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ (۳۸۴۔۴۵۸ھ/ ۹۹۴۔ ۱۰۶۶ء)۔ السنن الکبری۔ مکہ مکرمہ، سعودی عرب: مکتبہ دار الباز، ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۴ء۔

۱۹۔ **بیہقی**، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (۳۸۴۔۴۵۸ھ/ ۹۹۴۔ ۱۰۶۶ء)۔ شعب الإیمان۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۰ھ/ ۱۹۹۰ء۔

۲۰۔ **بیہقی**، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ (۳۸۴۔۴۵۸ھ/ ۹۹۴۔۱۰۶۶ء)۔ کتاب الزهد الکبیر۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الکتب، ۱۹۹۶ء۔

۲۱۔ **پانی پتی**، ثناء اللہ، قاضی (۱۲۲۵ھ)۔ **التفسير المظهری**۔ لاہور، پاکستان، المطبعۃ العربیہ، ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۳ء۔

۲۲۔ **ترمذی**، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن ضحاک سلمی (۲۱۰۔۲۷۹ھ/ ۸۲۵۔۸۹۲ء)۔ **الجامع الصحيح**۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث۔ دارالغرب الاسلامی، ۱۹۹۸ء۔

۲۳۔ **ترمذی**، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن ضحاک سلمی (۲۱۰۔۲۷۹ھ/ ۸۲۵۔۸۹۲ء)۔ **الشمائل المحمدية والخصائص المصطفوية**۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الکتب الثقافیہ، ۱۴۱۲ء۔

۲۴۔ **تفتازانی**، سعد الدین مسعود بن عمر بن عبداللہ (۷۱۲۔۷۹۱ھ/۱۳۱۲۔۱۳۸۹ء)۔ **شرح العقائد النسفية**۔ کراچی، پاکستان: مکتبہ خیر کثیر۔

۲۵۔ **ابن تیمیہ**، احمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام الحرانی الدمشقی (۶۶۱۔۷۲۸ھ/۱۲۶۳۔ ۱۳۲۸ء)۔ **الصارم المسلول**۔ طنطا، مصر: مکتبہ تاج، ۱۳۷۹ھ/۱۹۶۰ء، بیروت، لبنان: دار ابن حزم، ۱۴۱۷ھ۔

۲۶۔ ثعالبی، عبدالرحمٰن ابن محمد بن مخلوف۔ **جواهر الحسان في تفسير القرآن**۔ بیروت، لبنان: مؤسسہ الاعلمی۔

۲۷۔ **ابن جوزی**، ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی بن محمد بن علی بن عبید اللہ (۵۱۰۔ ۵۷۹ھ/ ۱۱۱۶۔۱۲۰۱ء)۔ **زاد المسير في علم التفسير**۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء۔

۲۸۔ **ابن جوزی**، ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی بن محمد بن علی بن عبید اللہ (۵۱۰۔ ۵۷۹ھ/ ۱۱۱۶۔۱۲۰۱ء)۔ **صفوة الصفوة**۔ بیروت، لبنان، دارالکتب العلمیہ، ۱۴۰۹ھ/ ۱۹۸۹ء۔

۲۹۔ **الجوهری**، اسماعیل بن حماد الجوہری۔ **الصحاح في اللغة والعلوم**۔ بیروت، دار الحضارة العربیۃ۔

۳۰۔ **حاکم**، ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد (۳۲۱۔۴۰۵ھ/۹۳۳۔۱۰۱۴ء)۔ **المستدرک علی الصحیحین**۔ بیروت۔ لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۱/ ۱۹۹۰ء۔

۳۱۔ **حاکم**، ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد (۳۲۱۔۴۰۵ھ/۹۳۳۔۱۰۱۴ء)۔ **المستدرک علی الصحیحین**۔ مکہ، سعودی عرب: دار الباز

۳۲۔ **ابن حبان**، ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان (۲۷۰۔۳۵۴ھ/۸۸۴۔ ۹۶۵ء)۔ **الثقات**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۳۹۵ھ۔

۳۳۔ **ابن حبان**، ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان (۲۷۰۔۳۵۴ھ/۸۸۴۔ ۹۶۵ء)۔ **الصحیح**۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۳ء۔

۳۴۔ **ابن حجر عسقلانی**، احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد کنانی (۷۷۳۔ ۸۵۲ھ/۱۳۷۲۔۱۴۴۹ء)۔ **تلخيص الحبير في أحاديث الرافعي الكبير**۔ مدینہ منورہ، سعودی عرب، ۱۳۸۴ھ/۱۹۶۴ء۔

۳۵۔ **ابن حجر عسقلانی**، احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد کنانی (۷۷۳۔ ۸۵۲ھ/۱۳۷۲۔۱۴۴۹ء)۔ **فتح الباري شرح صحيح البخاري**۔ لاہور، پاکستان: دار نشر الکتب الاسلامیہ، ۱۴۰۱ھ/ ۱۹۸۱ء۔

۳۶۔ **ابن حزم**، ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی الظاہری (۳۸۳۔۴۵۶ھ/ ۹۹۳۔۱۰۶۴ء)۔ **المحلی**۔ بیروت، لبنان: دار الآفاق الجدیدہ۔

۳۷۔ **ابن حزم**، ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی الظاہری (۳۸۳۔۴۵۶ھ/ ۹۹۳۔۱۰۶۴ء)۔ **الفصل فی الملل و الأهواء والنحل**۔ بیروت، لبنان،

دارالمعرفۃ۔

۳۸۔ **حکیم ترمذی**، ابو عبد اللہ محمد بن علی بن حسن بن بشیر۔ **نوادر الأصول في أحاديث الرسول**۔ بیروت، لبنان: دار الجیل، ۱۹۹۲ء۔

۳۹۔ **حلبی**، علی بن برہان الدین (۱۴۰۴ھ)۔ **السيرة الحلبية**۔ بیروت، لبنان، دارالمعرفہ، ۱۴۰۰ھ۔

۴۰۔ **حمیدی**، ابو بکر عبداللہ بن زبیر (۲۱۹ھ/۸۳۴ء)۔ **المسند**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ + قاہرہ، مصر: مکتبۃ المتنبی۔

۴۱۔ **ابو حنیفہ**، امامِ اعظم نعمان بن ثابت (۸۰۔۱۵۰ھ)۔ **الفقه الاكبر مع الشرح لملّا علی القاري**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

۴۲۔ **ابو حیان**، محمد بن یوسف اندلسی غرناطی (۶۵۴۔۷۵۴ھ)۔ **البحر المحيط**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء۔

۴۳۔ **خازن**، علی بن محمد بن ابراہیم بن عمر بن خلیل (۶۷۸۔۷۴۱ھ/۱۲۷۹۔۱۳۴۰ء) **لباب التأويل في معانی التنزيل**۔ بیروت، لبنان: دار المعرفۃ۔

۴۴۔ **خطیب بغدادی**، ابوبکر احمد بن علی بن ثابت بن احمد بن مہدی (۳۹۲۔۴۶۳ھ/ ۱۰۰۲۔۱۰۷۱ء)۔ **تاريخ بغداد**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

۴۵۔ **خفاجی**، ابو عباس احمد بن محمد بن عمر (۹۷۹۔۱۰۶۹ھ/۱۵۷۱۔۱۶۵۹ء)۔ **نسيم الرياض فی شرح شفاء للقاضی عياض**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العربی۔

۴۶۔ **ابن خالد**، ابو الفضل محمد بن عمر ابن خالد القرشی (أتمہ فی ۶۸۱ھ)۔ **صراح**۔ انڈیا: مطبع منشی نولکشور، ۱۸۹۸ء۔

۴۷۔ **ابن خلدون،** عبدالرحمٰن بن خلدون (۷۳۶۔۸۰۸ھ)۔ **مقدمه كتاب العبر وديوان المبتدا والخبرفی العرب والبربر ومن عاصرهم من ذوی الشأن الاكبر** (المعروف: مقدمہ ابن خلدون)۔ دار الفکر للطباعۃ والنشر، بیروت، لبنان،۲۰۰۳ء۔

۴۸۔ **دارقطنی**، ابو الحسن علی بن عمر بن احمد بن مہدی بن مسعود بن نعمان (۳۰۶۔۳۸۵ھ/ ۹۱۸۔۹۹۵ء)۔ **السنن**۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۳۸۶ھ/ ۱۹۶۶ء۔

۴۹۔ **دارمی،** ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمٰن (۱۸۱۔۲۵۵ھ/ ۷۹۷۔۸۶۹ء)۔ **السنن**۔ بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۷ھ۔

۵۰۔ **ابو داؤد،** سلیمان بن اشعث سجستانی (۲۰۲۔۲۷۵ھ/ ۸۱۷۔۸۸۹ء)۔ **السنن**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر،۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء۔

۵۱۔ **دیلمی،** ابو شجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ الہمذانی (۴۴۵۔۵۰۹ھ/ ۱۰۵۳۔۱۱۱۵ء)۔ **مسند الفردوس**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۸۶ء۔

۵۲۔ **ذهبی،** شمس الدین محمد بن احمد الذہبی (۶۷۳۔۷۴۸ھ)۔ **سير أعلام النبلاء**۔ بیروت، لبنان، مؤسسۃ الرسالۃ،۱۴۱۳ھ۔

۵۳۔ **رازی،** محمد بن عمر بن حسن بن حسین بن علی التیمي الشافعی (۵۴۳۔۶۰۶ھ/ ۱۱۴۹۔۱۲۱۰ء)۔ **التفسیر الکبیر**۔ تہران، ایران: دار الکتب العلمیہ۔

۵۴۔ **رازی،** محمد بن أبی بکر بن عبدالقادر (۷۲۱ھ)۔ **مختار الصحاح**۔ بیروت، لبنان: مکتبۃ لبنان ناشرون، ۱۴۱۵ھ۔۱۹۹۵ء۔

۵۵۔ **ابن راشد،** معمر بن راشد الأزدی (۱۵۱ھ)۔ **الجامع**۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی،۱۴۰۳ھ۔

۵۶۔ **راغب اصفہانی**، ابو قاسم حسین بن محمد (م ۵۰۲ھ/۱۱۰۸ء)۔ **المفردات**۔ دمشق، شام: دار القلم + بیروت، لبنان، الدار الشامیہ، ۱۴۱۲ھ/ ۱۹۹۲ء۔

۵۷۔ **ابن راہویہ**، ابو یعقوب اِسحاق بن اِبراہیم بن مخلد بن اِبراہیم بن عبداللہ (۱۶۱۔ ۲۳۷ھ / ۷۷۸۔۸۵۱ء)۔ **المسند**۔ مدینہ منورہ، سعودی عرب: مکتبۃ الایمان، ۱۴۱۲ھ/ ۱۹۹۱ء۔

۵۸۔ **ربیع**، ابن حبیب بن عمر بصری ازدی۔ **المسند**۔ بیروت، لبنان، دارالحکمۃ، ۱۴۱۵ھ۔

۵۹۔ **رویانی**، ابو بکر محمد بن ہارون الرویانی (۳۰۷ھ)۔ **المسند**۔ قاہرہ، مصر: مؤسسہ قرطبہ، ۱۴۱۶ھ۔

۶۰۔ **زبیدی**، ابو الفیض محمد بن محمد بن محمد بن عبد الرزاق مرتضی حسینی حنفی (۱۱۴۵۔ ۱۲۰۵ھ/ ۱۷۳۲۔۱۷۹۱ء)۔ **تاج العروس من جواهر القاموس**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۴ء۔

۶۱۔ **زرقانی**، ابوعبد اللہ محمد بن عبد الباقی بن یوسف بن احمد بن علوان مصری اُزہری مالکی (۱۰۵۵۔۱۱۲۲ھ/ ۱۶۴۵۔۱۷۱۰ء)۔ **شرح المواهب اللدنية**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۷ھ/ ۱۹۹۶ء۔

۶۲۔ **ابن زکریا**، ابو الحسین احمد بن فارس (۳۹۵ھ)۔ **معجم مقاييس اللغة**۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی، ۱۴۲۲ھ/ ۲۰۰۱ء۔

۶۳۔ **زمخشری**، امام جاراللہ محمد بن عمر بن محمد خوارزمی (۴۶۷۔۵۳۸ھ)۔ **الکشاف عن حقائق غوامض التنزيل**۔ بیروت، لبنان، دار الکتاب العربی

۶۴۔ **زیلعی**، ابو محمد جمال الدین عبد اللہ بن یوسف حنفی (۷۶۲ھ)۔ **نصب الراية لأحاديث الهداية**۔ مصر، دار الحدیث، ۱۳۵۷ھ۔

۶۵۔ **ابن سعد**، ابوعبد اللہ محمد (۱۶۸۔۲۳۰ھ/۷۸۴۔۸۴۵ء)۔ **الطبقات الکبری**۔ بیروت، لبنان: دار صادر۔

۶۶۔ **ابو سعود**، محمد بن عمادی (۸۹۸۔ ۹۸۲ھ/ ۱۴۹۳۔۱۵۷۵ء)۔ **إرشاد العقل السلیم إلی مزایا القرآن الکریم** (تفسیر ابی سعود)۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی۔

۶۷۔ **سیوطی**، جلال الدین ابوالفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (۸۴۹۔۹۱۱ھ/ ۱۴۴۵۔۱۵۰۵ء)۔ **الاتقان**۔مصر، مطبع مصطفیٰ البابی الحلبی ۱۵۸۔

۶۸۔ **سیوطی**، جلال الدین ابوالفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (۸۴۹۔۹۱۱ھ/ ۱۴۴۵۔۱۵۰۵ء)۔ **تنویر الحوالک شرح موطأ مالک**۔ مصر: مکتبہ التجاریہ الکبری، ۱۳۸۹ھ/ ۱۹۶۹ء۔

۶۹۔ **سیوطی**، جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (۸۴۹۔۹۱۱ھ/ ۱۴۴۵۔۱۵۰۵ء) + **محلی**، جلال الدین محمد بن احمد بن محمد بن ابراہیم بن احمد بن ہاشم (۷۹۱۔۸۶۴ھ/ ۱۳۸۹۔۱۴۵۹ء)۔ **تفسیر الجلالین**۔ بیروت، لبنان: دار ابن کثیر، ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء۔قاہرہ، مصر: دار الحدیث

۷۰۔ **سیوطی**، جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (۸۴۹۔۹۱۱ھ/ ۱۴۴۵۔۱۵۰۵ء)۔ **الخصائص الکبری**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۲۴ھ/ ۲۰۰۳ء۔

۷۱۔ **سیوطی**، جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (۸۴۹۔۹۱۱ھ/ ۱۴۴۵۔۱۵۰۵ء)۔ **الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۹۹۳ء۔دار المعرفۃ

۷۲۔ **سیوطی**، جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان

(۸۴۹۔۹۱۱ھ/۱۴۴۵۔۱۵۰۵ء)۔ **مفتاح الجنة**۔ مدینہ منورہ، سعودی عرب: الجامعۃ الإسلامیہ، ۱۳۹۹ھ۔

۷۳۔ **سیوطی**، جلال الدین ابوالفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (۸۴۹۔۹۱۱ھ/۱۴۴۵۔۱۵۰۵ء)۔ **الحاوی للفتاویٰ**۔ فیصل آباد، پاکستان: مکتبہ نوریہ رضویہ۔

۷۴۔ **شافعی**، ابو عبد اللہ محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع قرشی (۱۵۰۔۲۰۴ھ/۷۶۷۔۸۱۹ء)۔ **المسند**۔ بیروت لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

۷۵۔ **شاہ ولی اللہ**، الدھلوی (۱۱۷۴ھ/۱۷۶۲ء)۔ **المسوی من أحادیث الموطأ**۔ مکہ مکرمہ، سعودی عرب: مکتبہ الحجاز، ۱۳۵۱ھ۔

۷۶۔ **شعرانی**، ابو العمران عبدالوھاب بن احمد بن علی الشافعی المصری المعروف بالشعرانی، (۸۹۸۔۹۷۳ھ)۔ **الیواقیت والجواھر فی بیان عقائد الأکابر** فحامین، مصر، ابن شقرون، ۱۴۵۱

۷۷۔ **شوکانی**، محمد بن علی بن محمد (۱۱۷۳۔۱۲۵۰ھ/۱۷۶۰۔۱۸۳۴ء)۔ **فتح القدیر**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء۔

۷۸۔ **شیبانی**، ابوبکر احمد بن عمرو بن ضحاک بن مخلد (۲۰۶۔۲۸۷ھ/۸۲۲۔۹۰۰ء)۔ **الآحاد والمثاني**۔ ریاض، سعودی عرب: دار الرایہ، ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۱ء۔

۷۹۔ **ابن ابی شیبہ**، ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن إبراہیم بن عثمان کوفی (۱۵۹۔۲۳۵ھ/۷۷۶۔۸۴۹ء)۔ **المصنف**۔ ریاض، سعودی عرب: مکتبۃ الرشد، ۱۴۰۹ھ۔

۸۰۔ **صالحی**، ابو عبد اللہ محمد بن یوسف بن علی بن یوسف الصالحی الشامی (م ۹۴۲ھ/۱۵۳۶ء)۔ **سبل الھدی والرشاد في سیرۃ خیر العباد** ﷺ۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۳ء۔

۸۱۔ **طاہر پٹنی**، علامہ، محمد طاہر (۹۸۶ھ)۔ **مجمع البحار**۔ لکھنو، انڈیا: مطبع منشی نولکشور۔

۸۲۔ **طبرانی**، ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اللخمی (۲۶۰۔۳۶۰ھ/ ۸۷۳۔۹۷۱ء)۔ **مسند الشامیین**۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۴ء۔

۸۳۔ **طبرانی**، ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اللخمی (۲۶۰۔۳۶۰ھ/ ۸۷۳۔۹۷۱ء)۔ **المعجم الأوسط**۔ ریاض، سعودی عرب: مکتبۃ المعارف، ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء۔قاہرہ ،مصر، دار الحرمین۔

۸۴۔ **طبرانی**، ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اللخمی (۲۶۰۔۳۶۰ھ/ ۸۷۳۔۹۷۱ء)۔ **المعجم الصغیر**۔ بیروت، لبنان: دار المکتب الإسلامی، ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء۔

۸۵۔ **طبرانی**، ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اللخمی (۲۶۰۔۳۶۰ھ/ ۸۷۳۔۹۷۱ء)۔ **المعجم الکبیر**۔موصل، عراق: مطبعۃ الزہراء الحدیثۃ۔

۸۶۔ **طبرانی**، ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اللخمی (۲۶۰۔۳۶۰ھ/ ۸۷۳۔۹۷۱ء)۔ **المعجم الکبیر**۔ قاہرہ، مصر: مکتبہ ابن تیمیہ۔

۸۷۔ **طبری**، ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید (۲۲۴۔۳۱۰ھ/ ۸۳۹۔۹۲۳ء)۔ **تاریخ الأمم والملوک**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۰۷ھ۔

۸۸۔ **طبری**، ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید (۲۲۴۔۳۱۰ھ/ ۸۳۹۔۹۲۳ء)۔ **جامع البیان فی تفسیر القرآن**۔ بیروت، لبنان: دار المعرفۃ، ۱۴۰۰ھ۔۱۹۸۰ء۔ دار الفکر، ۱۴۰۵ھ۔

۸۹۔ **طحاوی**، ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ بن سلمہ بن عبد الملک بن سلمہ (۲۲۹۔

۳۲۱ھ/۸۵۳۔۹۳۳ء)۔ **العقيدة السلفية**۔ بیروت، لبنان: مرکز الخدمات والأبحاث الثقافیہ، ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۷ء۔

۹۰۔ **طحاوی**، ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ بن سلمہ بن عبد الملک بن سلمہ (۲۲۹۔۳۲۱ھ/۸۵۳۔۹۳۳ء)۔ **شرح معاني الآثار**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۳۹۹ھ۔

۹۱۔ **طحاوی**، ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ بن سلمہ بن عبد الملک بن سلمہ (۲۲۹۔۳۲۱ھ/۸۵۳۔۹۳۳ء)۔ **مَشکل الآثار**۔ بیروت، لبنان: دار صادر۔

۹۲۔ **طیالسی**، ابو داود سلیمان بن داود جارود (۱۳۳۔۲۰۴ھ/۷۵۱۔۸۱۹ء)۔ **المسند**۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ۔

۹۳۔ **ابن ابی عاصم**، ابوبکر بن عمرو بن ضحّاک بن مخلد شیبانی (۲۰۶۔۲۸۷ھ/۸۲۲۔۹۰۰ء)۔ **السنة**۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۴۰۰ھ۔

۹۴۔ **ابن عبد البر**، ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد (۳۶۸۔۴۶۳ھ/۹۷۹۔۱۰۷۱ء)۔ **الاستذکار**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۲۰۰۰ء۔

۹۵۔ **ابن عبد البر**، ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد (۳۶۸۔۴۶۳ھ/۹۷۹۔۱۰۷۱ء)۔ **التمهيد**۔ مغرب (مراکش): وزات عموم الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، ۱۳۸۷ھ۔

۹۶۔ **عبد بن حمید**، ابو محمد بن نصر الکسی (م ۲۴۹ھ/۸۶۳ء)۔ **المسند**۔ قاہرہ، مصر: مکتبۃ السنہ، ۱۴۰۸ھ/۱۹۸۸ء۔

۹۷۔ **عبد الرزاق**، ابو بکر بن ہمام بن نافع صنعانی (۱۲۶۔۲۱۱ھ/۷۴۴۔۸۲۶ء)۔ **المصنف**۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۴۰۳ھ۔

۹۸۔ **ابن العربي**، ابو بکر محی الدین محمد بن علی بن محمد بن احمد بن عبد اللہ الحاتمی

(۶۳۸ھ) الفتوحات المكية۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیۃ۔

۹۹۔ **ابن ابی العز دمشقی،** قاضی علی بن علی بن محمد (۷۹۲ھ)۔ **شرح العقيدة الطحاوية۔** بیروت، لبنان: المکتب الإسلامی، ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۸ء۔

۱۰۰۔ **ابن عساکر،** ابو قاسم علی بن حسن بن ہبۃ اللہ بن عبد اللہ بن حسین دمشقی (۴۹۹۔ ۵۷۱ھ/ ۱۱۰۵۔۱۱۷۶ء)۔ **تاريخ مدينة دمشق** (المعروف ب: تاریخ ابن عساکر)۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۹۹۵ء۔

۱۰۱۔ **عظیم آبادی،** ابو الطیب محمد شمس الحق۔ **عون المعبود شرح سنن أبي داود۔** بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۱۵ھ۔

۱۰۲۔ **ابو عمرو الدانی،** أبو عمرو عثمان بن سعید بن عثمان بن سعید بن عمر الاموی الدانی المقرئی (۳۷۱۔۴۴۴ھ)۔ **السنن الواردة فی الفتن۔** الریاض: دارالعاصمہ، ۱۴۱۶ھ۔

۱۰۳۔ **ابو عوانہ،** یعقوب بن اسحاق بن إبراہیم بن زید نیشاپوری (۲۳۰۔۳۱۶ھ/ ۸۴۵۔ ۹۲۸ء)۔ **المسند۔** بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۹۹۸ء۔

۱۰۴۔ **عینی،** بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین بن یوسف بن محمود (۷۶۲۔۸۵۵ھ/۱۳۶۱۔ ۱۴۵۱ء)۔ **عمدة القاري شرح علی صحیح البخاري۔** بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۳۹۹ھ/ ۱۹۷۹ء۔

۱۰۵۔ **غزالی،** ابو حامد محمد الغزالی (۵۰۵ھ)۔ **کتاب الاقتصاد فی الإعتقاد۔** بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۰۳ھ/ ۱۹۸۳ء۔

۱۰۶۔ **فیروز آبادی،** ابو طاہر محمد بن یعقوب بن محمد بن ابراہیم بن عمر بن ابی بکر بن احمد بن محمود (۷۲۹۔۸۱۷ھ/ ۱۳۲۹۔۱۴۱۴ء)۔ **تنوير المقباس من تفسير ابن عباس۔** بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

۱۰۷۔ **فیروز آبادی**، ابو طاہر محمد بن یعقوب بن محمد بن ابراہیم بن عمر بن ابی بکر بن احمد بن محمود (۷۲۹۔۸۱۷ھ/ ۱۳۲۹۔۱۴۱۴ء)۔ **القاموس المحیط**۔ بیروت، لبنان: المؤسسۃ العربیہ۔

۱۰۸۔ **قاضی عیاض**، ابو الفضل عیاض بن موسیٰ بن عیاض بن عمرو بن موسیٰ بن عیاض بن محمد بن موسیٰ بن عیاض یحصبی (۴۷۶۔۵۴۴ھ/۱۰۸۳۔۱۱۴۹ء)۔ **الشفاء بتعریف حقوق المصطفی ﷺ**۔ بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی۔

۱۰۹۔ **ابن قدامہ**، ابو محمد عبد اللہ بن احمد المقدسی (۵۴۱۔۶۲۰ھ)۔ **المغني في فقه الإمام أحمد بن حنبل الشيباني**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۰۵ھ۔

۱۱۰۔ **قرطبی**، ابوعبد اللہ محمد بن احمد بن محمد بن یحیٰ بن مفرج اُموی (۲۸۴۔۳۸۰ھ/ ۸۹۷۔۹۹۰ء)۔ **الجامع لأحكام القرآن**۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی۔

۱۱۱۔ **قزوینی**، عبدالکریم بن محمد الرافعی۔ **التدوين في أخبار قزوين**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۸۷ء۔

۱۱۲۔ **قسطلانی**، ابو العباس احمد بن محمد بن ابی بکر بن عبد الملک بن احمد بن محمد بن محمد بن حسین بن علی (۸۵۱۔۹۲۳ھ/ ۱۴۴۸۔۱۵۱۷ء)۔ **إرشاد الساري لشرح صحيح البخاري**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر۔

۱۱۳۔ **قسطلانی**، ابوالعباس احمد بن محمد بن ابی بکر بن عبد الملک بن احمد بن محمد بن محمد بن حسین بن علی (۸۵۱۔۹۲۳ھ/ ۱۴۴۸۔۱۵۱۷ء)۔ **المواهب اللدنية بالمنح المحمدية**۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۴۱۲ھ/ ۱۹۹۱ء۔

۱۱۴۔ **قضاعی**، ابو عبد اللہ محمد بن سلامہ بن جعفر (۴۵۴ھ)۔ **مسند الشهاب**۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۶ء۔

۱۱۵۔ **ابن قیم**، اَبوعبداللہ محمد بن ابی بکر ایوب الزرعی (۶۹۱۔۷۵۱ھ)۔ **زاد المعاد في هدى خير العباد**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲ء

۱۱۶۔ **ابن کثیر**، ابو الفداء اِسماعیل بن عمر (۷۰۱۔۷۷۴ھ/۱۳۰۱۔۱۳۷۳ء)۔ **البداية والنهاية**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء۔

۱۱۷۔ **ابن کثیر**، ابو الفداء اِسماعیل بن عمر (۷۰۱۔۷۷۴ھ/۱۳۰۱۔۱۳۷۳ء)۔ **تفسير القرآن العظيم**۔ بیروت، لبنان: دار المعرفۃ، ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء۔لاہور، پاکستان: امجد اکیڈمی ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۲

۱۱۸۔ **کردری**، محمد بن محمد بن شہاب ابن ِبزاز الحنفی (۸۲۷ھ)۔ **مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة**۔کوئٹہ، پاکستان: مکتبہ اسلامیہ، ۱۴۰۷ھ۔

۱۱۹۔ **کردری**، محمد بن محمد بن شہاب ابن ِبزاز الحنفی۔ **فتاویٰ بزازيه بهامش الفتاوى الهنديه**۔ بیروت، لبنان: دارالمعرفۃ،۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء۔

۱۲۰۔ **کلاعی**، ابو الربیع سلیمان بن موسیٰ الأندلسی (۵۶۵ھ۔۶۳۴ھ)۔ **الإكتفاء بما تضمنه من مغازى رسول الله والثلاثة الخلفاء**۔ بیروت، لبنان: عالم الکتب، ۱۹۹۷ء۔

۱۲۱۔ **کنانی**، احمد بن ابی بکر بن اِسماعیل (۷۶۲۔۸۴۰ھ)۔ **مصباح الزجاجة في زوائد ابن ماجه**۔ بیروت، لبنان: دارالعربیۃ،۱۴۰۳ھ۔

۱۲۲۔ **لالکائی**، ابو قاسم ھبۃ اللہ بن حسن بن منصور (م ۴۱۸ھ)۔ **شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة من الكتاب والسنة وإجماع الصحابة**۔ الریاض،سعودی عرب: دار طیبہ،۱۴۰۲ھ۔

۱۲۳۔ **ابن ماجہ**، ابو عبد اللہ محمد بن یزید قزوینی (۲۰۹۔۲۷۳ھ/۸۲۴۔۸۸۷ء)۔ **السنن**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء۔

۱۲۴۔ **مالک**، ابن انس بن مالک بن ابی عامر بن عمرو بن حارث أصبحی (۹۳۔ ۱۷۹ھ/ ۷۱۲۔۷۹۵ء)۔ **الموطأ**۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی، ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۵ء۔

۱۲۵۔ **مبارک پوری**، محمد عبد الرحمٰن بن عبد الرحیم (۱۲۸۳۔۱۳۵۳ھ)۔ **تحفة الأحوذي في شرح جامع الترمذي**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

۱۲۶۔ **ابن مبارک**، ابو عبد الرحمٰن عبد اللہ بن واضح المرزوی (۱۱۸۔۱۸۱ھ/ ۷۳۶۔ ۷۹۸ء)۔ **کتاب الزهد ویلیه کتاب الرقائق**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

۱۲۷۔ **مجدد الف ثانی**، شیخ احمد سرہندی (م: ۱۱۳۴ھ)۔ **مکتوبات**۔ لاہور، پاکستان: نور کمپنی

۱۲۸۔ **ابومحاسن**، ابومحاسن یوسف بن موسیٰ حنفی۔ **معتصر المختصر**۔ بیروت، لبنان: القاہرہ: عالم الکتاب۔

۱۲۹۔ مروزي، ابو عبداللہ محمد بن نصر بن الحجاج (۲۰۲۔۲۹۴ھ)۔ **تعظیم قدر الصّلاة**۔ مدینہ منورہ،سعودی عرب: مکتبۃ الدار، ۱۴۰۶ھ۔

۱۳۰۔ **مزی**، ابو الحجاج یوسف بن زکی عبد الرحمٰن بن یوسف بن عبد الملک بن یوسف بن علی (۶۵۴۔۷۴۲ھ/ ۱۲۵۶۔۱۳۴۱ء)۔ **تهذیب الکمال**۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۰۰ھ/ ۱۹۸۰ء۔

۱۳۱۔ **مسلم**، ابن الحجاج ابو الحسن القشیر ی النیسابوری (۲۰۶۔ ۲۶۱ھ/ ۸۲۱۔۸۷۵ء)۔ **الصحیح**۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی۔

۱۳۲۔ **مقدسی**، محمد بن عبد الواحد حنبلی (۵۶۷۔۶۴۳ھ)۔ **الأحادیث المختارة**۔ مکہ المکرّمہ، سعودی عرب: مکتبۃ النہضۃ الحدیثیہ، ۱۴۱۰ھ/ ۱۹۹۰ء۔

۱۳۳۔ **مقدسی**، محمد بن عبد الواحد حنبلی (۶۴۳ھ)۔ **الأحاديث المختارة۔ فضائل بيت المقدس**۔ شام: دارالفکر، ۱۴۰۵ھ۔

۱۳۴۔ **ملا احمد جیون**، **تفسيرات أحمديه**۔

۱۳۵۔ **مناوی**، عبدالرؤف بن تاج العارفین بن علی بن زین العابدین (۹۵۲۔۱۰۳۱ھ/ ۱۵۴۵۔۱۶۲۱ء)۔ **فيض القدير شرح الجامع الصغير**۔ مصر: مکتبہ تجاریہ کبریٰ، ۱۳۵۶ھ۔

۱۳۶۔ **ابن منده**، ابو عبد اللہ محمد بن اسحاق بن یحییٰ (۳۱۰۔۳۹۵ھ/۹۲۲۔۱۰۰۵ء)۔ **الإيمان**۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۰۶ھ۔

۱۳۷۔ **منذری**، ابو محمد عبد العظیم بن عبد القوی بن عبد اللہ بن سلامہ بن سعد (۵۸۱۔ ۶۵۶ھ/ ۱۱۸۵۔۱۲۵۸ء)۔ **الترغيب والترهيب**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۷ھ۔

۱۳۸۔ **ابن منصور**، سعید ابن منصور، **سنن سعيد بن منصور**، ریاض، سعودی عرب: دار العصیمی۔۱۴۱۴ھ۔

۱۳۹۔ **ابن منظور**، محمد بن مکرم بن علی بن احمد بن ابی قاسم افریقی (۶۳۰۔۷۱۱ھ/ ۱۲۳۲۔۱۳۱۱ء)۔ **لسان العرب**۔ بیروت، لبنان: دار صادر۔

۱۴۰۔ **ابن نجیم**، الشیخ زین العابدین بن ابراہیم (۹۷۰ھ)۔ **الاشباه والنظائر**۔ کراچی، پاکستان: ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ۔

۱۴۱۔ **ابن نجیم**، زین بن ابرہیم بن محمد بن محمد بن بکر حنفی (۹۲۶۔۹۷۰ھ)۔ **البحر الرائق شرح كنز الدقائق**۔ بیروت، لبنان: دار المعرفۃ۔

۱۴۲۔ **نسائی**، احمد بن شعیب، ابو عبدالرحمٰن (۲۱۵۔۳۰۳ھ/۸۳۰۔۹۱۵ء)۔ **السنن**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۶ھ/ ۱۹۹۵ء۔

۱۴۳۔ **نسائی**، احمد بن شعیب، ابو عبدالرحمٰن (۲۱۵۔۳۰۳ھ/۸۳۰۔۹۱۵ء)۔ **السنن الکبری۔ بیروت، لبنان**: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۱ء۔

۱۴۴۔ **نسفی**، عمر بن محمد نسفی (۵۳۷ھ)۔ **العقیدة النسفیة۔ بیروت، لبنان**: دار إحیاء الکتب العربیہ۔

۱۴۵۔ **نسفی**، عبداللہ بن محمود بن احمد نسفی (۷۱۰ھ)۔ **مدارک التنزیل وحقائق التأویل۔ بیروت، لبنان**: دار إحیاء الکتب العربیۃ۔

۱۴۶۔ **نعیم بن حماد**، (م۲۸۸ھ)۔ **الفتن**۔ قاہرہ، مصر: **بیروت، لبنان**: مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ، ۱۴۰۸ھ۔

۱۴۷۔ **ابونعیم**، احمد بن عبد اللہ بن احمد بن إسحاق بن موسیٰ بن مہران أصبہانی (۳۳۶۔۴۳۰ھ/۹۴۸۔۱۰۳۸ء)۔ **حلیة الأولیاء وطبقات الأصفیاء۔ بیروت، لبنان**: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء۔

۱۴۸۔ **نووی**، ابو زکریا، یحیٰ بن شرف بن مری بن حسن بن حسین بن محمد بن جمعہ بن حزام (۶۳۱۔۶۷۷ھ/۱۲۳۳۔۱۲۷۸ء)۔ **شرح صحیح مسلم۔ بیروت، لبنان**: دار إحیاء التراث، ۱۳۹۲ھ۔

۱۴۹۔ **نیشاپوری**، نظام الدین حسن بن محمد بن حسین قمی (م: ۸۶۷ھ/۱۳۶۳ء)۔ **تفسیر غرائب القرآن ورغائب الفرقان حاشیه علی تفسیر طبری۔ بیروت، لبنان**: دارالمعرفۃ للطباعۃ والنشر، ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء۔

۱۵۰۔ **ہندی**، علاء الدین علی متقی (م ۹۷۵ھ)۔ **کنز العمال في سنن الأقوال والأفعال۔ بیروت، لبنان**: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۹۸۹ء۔

۱۵۱۔ **ہیثمی**، نور الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر بن سلیمان (۷۳۵۔۸۰۷ھ/ ۱۳۳۵۔۱۴۰۵ء)۔ **مجمع الزوائد**۔ قاہرہ، مصر: دار الریان للتراث + **بیروت، لبنان**:

دار الکتاب العربی، ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۷ء۔

۱۵۲۔ **ہیثمی**، نور الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر بن سلیمان (۷۳۵۔۸۰۷ھ/ ۱۳۳۵۔ ۱۴۰۵ء)۔ **موارد الظمآن إلى زوائد ابن حبان**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

۱۵۳۔ **ابویعلی**، احمد بن علی بن مثنی بن یحییٰ بن عیسیٰ بن ہلال موصلی تمیمی (۲۱۰۔۳۰۷ھ/ ۸۲۵۔۹۱۹ء)۔ **المسند**۔ دمشق، شام: دار المأمون للتراث، ۱۴۰۴ھ/ ۱۹۸۴ء۔

۱۵۴۔ **ابویعلی**، احمد بن علی بن مثنی بن یحییٰ بن عیسیٰ بن ہلال موصلی تمیمی (۲۱۰۔۳۰۷ھ/ ۸۲۵۔۹۱۹ء)۔ **المعجم**۔ فیصل آباد، پاکستان: ۱۴۰۷ھ۔

قادیانی کتب و رسائل

۱۵۵۔ **غلام احمد قادیانی**، مرزا (۱۸۳۵۔۱۹۰۸ء)۔ آریہ دھرم۔ قادیان: ۱۸۹۵ء۔

۱۵۶۔ **غلام احمد قادیانی**، مرزا۔ آسمانی فیصلہ۔ امرتسر: مطبع ریاض ہند، ۱۸۹۱ء۔

۱۵۷۔ **غلام احمد قادیانی**، مرزا۔ آئینہ کمالاتِ اسلام۔ امرتسر: مطبع ریاض ہند، ۱۸۹۳ء۔

۱۵۸۔ **غلام احمد قادیانی**، مرزا۔ اربعین۔ قادیان: ۱۹۰۰ء۔

۱۵۹۔ **غلام احمد قادیانی**، مرزا۔ ازالہ اوہام۔ امرتسر: مطبع ریاض ہند، ۱۸۹۱ء۔

۱۶۰۔ **غلام احمد قادیانی**، مرزا۔ اعجازِ احمدی۔ قادیان: ۱۹۰۲ء۔

۱۶۱۔ **غلام احمد قادیانی**، مرزا۔ انجام آتھم۔ قادیان: مطبع ضیاء الاسلام، ۱۸۹۶ء۔

۱۶۲۔ **غلام احمد قادیانی**، مرزا۔ ایام الصلح۔ قادیان، ہندوستان: ۱۸۹۹ء

۱۶۳۔ **غلام احمد قادیانی**، مرزا۔ ایک غلطی کا ازالہ۔ قادیان: ۱۹۰۱ء۔

۱۶۴۔ **غلام احمد قادیانی**، مرزا۔ براہینِ احمدیہ۔ امرتسر: ۱۸۸۰ء۔ لاہور، پاکستان: احمدیہ انجمن، ۱۹۷۰ء۔

۱۶۵۔ **غلام احمد قادیانی**، مرزا۔ براہین احمدیہ حصہ پنجم۔

۱۶۶۔ **غلام احمد قادیانی**، مرزا۔ برکات الدعا۔قادیان: ریاض ہند، ۱۳۱۰ھ۔

۱۶۷۔ **غلام احمد قادیانی**، مرزا۔تجلیات الٰہیہ۔ قادیان:۱۹۲۲ء۔

۱۶۸۔ **غلام احمد قادیانی**، مرزا۔تحفہ گولڑویہ۔ قادیان:۱۹۰۲ء۔

۱۶۹۔ **غلام احمد قادیانی**، مرزا۔ تذکرۃ الشہادتین۔ قادیان۔۱۹۰۳ء۔

۱۷۰۔ **غلام احمد قادیانی**، مرزا۔ تریاق القلوب۔قادیان،۱۹۰۲ء۔

۱۷۱۔ **غلام احمد قادیانی**، مرزا۔توضیح المرام۔ امرتسر: ۱۸۹۰ء

۱۷۲۔ **غلام احمد قادیانی**، مرزا۔ جنگ مقدس۔ امرتسر: ریاض ہند پریس،۱۸۹۳ء۔

۱۷۳۔ **غلام احمد قادیانی**، مرزا۔ چشمہ مسیحی۔ قادیان: مطبع میگزین، ۱۹۰۶ء۔

۱۷۴۔ **غلام احمد قادیانی**، مرزا۔ چشمہ معرفت، گورداسپور، مطبع انوار احمدیہ، ۱۹۰۸ء۔

۱۷۵۔ **غلام احمد قادیانی**، مرزا۔ حمامۃ البشریٰ، قادیان، ۱۳۱۱ھ۔ لاہور، احمدیہ انجمن اشاعت۔

۱۷۶۔ **غلام احمد قادیانی**، مرزا۔ حقیقۃ الوحی۔ قادیان: ۱۹۰۷ء، ۱۹۳۴ء

۱۷۷۔ **غلام احمد قادیانی**، مرزا۔ خطبہ الہامیہ۔ قادیان۔۱۹۰۰ء

۱۷۸۔ **غلام احمد قادیانی**، مرزا۔ دافع البلاء، قادیان،۱۹۰۲ء

۱۷۹۔ **غلام احمد قادیانی**، مرزا۔ درثمین اردو (کامل)۔ لاہور: احمدیہ انجمن اشاعت اسلام، 1951ء۔

۱۸۰۔ **غلام احمد قادیانی**، مرزا۔ رسالہ تحفہ بغداد۔ سیالکوٹ: پنجاب پریس، ۱۳۱۱ھ۔

۱۸۱۔ **غلام احمد قادیانی**، مرزا۔ روحانی خزائن۔ ربوہ۔

۱۸۲۔ **غلام احمد قادیانی**، مرزا۔ ست بچن۔ ۱۸۹۵ء

۱۸۳۔ **غلام احمد قادیانی**، مرزا۔ سراج منیر۔ قادیان:۱۸۹۷ء۔

۱۸۴۔ **غلام احمد قادیانی**، مرزا۔ شہادۃ القرآن۔ سیالکوٹ: پنجاب پریس،۱۸۹۳ء۔

۱۸۵۔ **غلام احمد قادیانی**، مرزا۔ فتح اسلام۔امرتسر:مطبع ریاض ہند، ۱۳۰۸ھ۔

۱۸۶۔ **غلام احمد قادیانی**، مرزا۔ کتاب البریہ۔ قادیان:۱۸۹۸ء۔

۱۸۷۔ **غلام احمد قادیانی**، مرزا۔ کشتی نوح۔ قادیان: ۱۹۰۲ء۔

۱۸۸۔ **غلام احمد قادیانی**، مرزا۔ کشف الغطاء۔ قادیان: ۱۸۹۸ء۔

۱۸۹۔ **غلام احمد قادیانی**، مرزا۔ گورنمنٹ انگریزی اور جہاد، قادیان، ۱۹۰۰ء

۱۹۰۔ **غلام احمد قادیانی**، مرزا۔ لیکچر اسلام، سیالکوٹ:۱۹۰۴ء۔

۱۹۱۔ **غلام احمد قادیانی**، مرزا۔ مواہب الرحمٰن۔ قادیان:۱۹۰۳ء۔

۱۹۲۔ **غلام احمد قادیانی**، مرزا۔ نجم الہدیٰ۔ قادیان: ۱۸۹۸ء۔

۱۹۳۔ **غلام احمد قادیانی**، مرزا۔ نزول المسیح۔ قادیان: ضیاء الاسلام، ۱۹۰۹ء۔

۱۹۴۔ **غلام احمد قادیانی**، مرزا۔ نسیم دعوت۔ قادیان، ۱۹۰۳ء۔

۱۹۵۔ **غلام احمد قادیانی**، مرزا۔ نشان آسمانی۔ امرتسر: ریاض ہند، ۱۸۹۲ء۔

۱۹۶۔ **غلام احمد قادیانی**، مرزا۔ نور الحق۔۱۸۹۳، ۱۸۹۴ء۔

۱۹۷۔ **غلام احمد قادیانی**، مرزا۔ الوصیت۔ قادیان: میگزین پریس، ۱۹۰۵ء۔

۱۹۸۔ **محمود احمد**، مرزا۔ آئینۂ صداقت

۱۹۹۔ **محمود احمد**، مرزا۔ انوار خلافت۔

۲۰۰۔ **منظور الٰہی قادیانی**۔ البشریٰ۔

۲۰۱۔ **میر قاسم علی قادیانی**۔ تبلیغ رسالت۔

۲۰۲۔ **محمود احمد**، مرزا۔ تحفہ شہزادہ ویلز۔

۲۰۳۔ تذکرہ یعنی وحی مقدس، **مجموعہ الہامات و مکاشفات**

۲۰۴۔ **قاضی یار محمد**۔ ٹریکٹ نمبر۳۴۔ موسوم بہ اسلامی قربانی

۲۰۵۔ **محمود احمد**، مرزا۔ حقیقۃ النبوۃ۔

۲۰۶۔ **بشیر الدین محمود**، مرزا۔ حقیقۃ الرؤیا۔

۲۰۷۔ **یعقوب علی قادیانی**۔ حیات احمد۔

۲۰۸۔ **شیخ یعقوب علی عرفانی**۔ حیات ناصر۔

۲۰۹۔ **بشیر احمد**، مرزا۔ سلسلہ تصانیف احمدیہ۔

۲۱۰۔ **بشیر احمد**، مرزا۔ سیرۃ المھدی۔ قادیان: ۱۹۳۹ء۔

۲۱۱۔ **بشیر احمد**، مرزا۔ کلمۃ الفصل۔

۲۱۲۔ **محمود احمد**، مرزا۔ القول الفصل۔

۲۱۳۔ مجموعہ اشتہارات، ربوہ: ۱۹۷۲ء۔

۲۱۴۔ **بابو منظور الٰہی قادیانی**۔ مکاشفات۔

۲۱۵۔ **شیخ یعقوب علی عرفانی**۔ مکتوبات احمدیہ۔

۲۱۶۔ **ڈاکٹر بشارت احمد قادیانی،** مجدد اعظم، احمدیہ انجمن اشاعت، لاہور، ۱۹۳۹ء

۲۱۷۔ **منظور الٰہی قادیانی۔** ملفوظات احمدیہ۔

۲۱۸۔ احمدیہ انجمن اشاعت، لاہور۔ **ملفوظات احمدیہ۔**

۲۱۹۔ اخبار بدر، قادیان

۲۲۰۔ اخبار پیغامِ صلح، لاہور

۲۲۱۔ تشحیذ الأذہان، قادیان

۲۲۲۔ اخبار الحکم، قادیان

۲۲۳۔ رسالہ ریویو آف ریلیجنز، قادیان

۲۲۴۔ اخبار الفضل، قادیان

۲۲۵۔ رسالہ فرقان، قادیان

۲۲۶۔ **حکیم محمد حسین قادیانی،** ماہنامہ المہدی

۲۲۷۔ اخبار وفادار

متفرقات

۲۲۸۔ **حکیم محمد اعظم خان۔** اکسیر اعظم۔ لکھنو: طبع چہارم

۲۲۹۔ **ڈاکٹر فضل کریم۔** کتاب تشخیص امراض۔ لاہور، پاکستان: شیخ غلام علی اینڈ سنز

۲۳۰۔ **حکیم برہان الدین نفیس بن عوض۔** شرح الاسباب والعلامات۔ لکھنو: مطبع منشی نولکشور، ۱۳۴۵ھ/ ۱۹۲۶ء۔

۲۳۱۔ چودہویں صدی کا مسیح، مطبوعہ امرتسر: ۱۳۲۴ھ

۲۳۲۔ **ابوالقاسم رفیع دلاوری۔** رئیس قادیاں۔

۲۳۳۔ **پروفیسر محمد الیاس برنی۔** قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ (جدید ایڈیشن)، لاہور، پاکستان۔

۲۳۴۔ **کتاب مقدس**، بائبل سوسائٹی، انارکلی، لاہور

۲۳۵۔ **حکیم حاجی مرزا محمد نذیر عرشی۔** کلید مطب۔ ۱۹۴۷ء۔

۲۳۶۔ **رفیق حجازی۔** کنز العلاج۔ طبع چہارم:۱۹۵۹ء۔

۲۳۷۔ **ڈاکٹر غلام جیلانی**، شمس الأطباء۔ مخزن حکمت، طبع دوم، نہم

۲۳۸۔ **مہدی**، الفقیہ ایمانی ، **الامام المهدی عند اهل السنة**، اصبهان، ایران: مکتبة الامام امیر المؤمنین العامة ۔

۲۳۹۔ **خالد وزیر آبادی**، نوشتۂ غیب ۔

240. The Holy Bible, King James version, New York.

241. The Bible, The British & Foreign Bible Society, 1967.

242. Encyclopaedia of Britannica, 1962.

243. The Gospel of Barnabas, Edited by Lonsdale & Launa Ragg.